

ردِ قادیانیت

رسائل

- حضرت مولانا ابوالحسن نجاری
- ترکی کے نامہ نگار
- حضرت مولانا مغز الجمل دیوبندی
- جناب قاری عبدالحمید عابدی
- حضرت مولانا طلوع احمد بکوی
- حضرت مولانا محمد یونس ملک حیوانی
- حضرت مولانا افتخار احمد بکوی
- حضرت مولانا عبدالرشاد خان نیازی
- حضرت مولانا عبدالکرم مہابہ
- جناب مختار حسن صاحب
- الحاج میران قمر الدین اچھری
- حضرت مولانا فضل حق پشاوری
- حضرت مولانا سعید الرحمن سیال

احتسابِ قادیانیت

جلد ۵۵

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت

مضوری باغ روڈ، ملتان - فون : 061-4783486

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احساب قادیا نیت جلد پنجم (۵۵)

نام کتاب :

مصنفین :

حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری رحمہ اللہ

حضرت مولانا مرغوب الرحمن دیوبندی رحمہ اللہ

حضرت مولانا ظہور احمد بکوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا افتخار احمد بکوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا عبد الکریم مہابہ رحمہ اللہ

الحاج میاں قمر الدین اچھروی رحمہ اللہ

ترکی کے مہارکار

جناب قاری عبدالحی عابد مرحوم

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی رحمہ اللہ

جناب عیاد حسن صاحب

حضرت مولانا فضل حق پشاوروی رحمہ اللہ

حضرت مولانا سعید الرحمن علی رحمہ اللہ

۵۹۲

صفحات :

۳۵۰ روپے

قیمت :

ناصرزین پریس لاہور

مطبع :

فروری ۲۰۱۳ء

طبع اول :

عالی مجلس تحفظ مکتب نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

ناشر :

Ph: 061-4783486

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ!

فہرست رسائل مشمولہ..... احتساب قادیانیت جلد ۵۵

☆.....	عرض مرچ	حضرت مولانا اللہ وسایا	۴
۱.....	ہفت روزہ تنظیم اہل سنت لاہور مرزا غلام احمد نمبر	حضرت مولانا سید نور الحسن بخاریؒ	۹
۲.....	ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کا "ختم نبوت نمبر"	حضرت مولانا مرغوب الرحمن دیوبندیؒ	۱۱۵
۳.....	ماہنامہ شمس الاسلام بمبیرہ، "قادیان نمبر"	حضرت مولانا فقیر احمد گھوٹی	۳۶۷
۴.....	ماہنامہ شمس الاسلام بمبیرہ، "ختم نبوت نمبر"	حضرت مولانا فقیر احمد گھوٹی	۳۵۵
۵.....	رپورٹ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہندامرتبر (از جنوری ۱۹۳۹ء تا یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء)	حضرت مولانا عبدالکریم مہلبہ	۴۱۹
۶.....	شعبہ تبلیغ مرکز یہ احرار اسلام ہند قادیان گورنمنٹ کی سالانہ شہداء و شہداء آء صرف	جناب الحاج میاں قمر الدین اجمروٹی	۴۲۵
۷.....	قادیانی سیاست	حضرت مولانا عبدالکریم مہلبہ	۴۴۱
۸.....	خطبہ میلاد النبی ۱۳۵۳ھ ترکان احرار کا پیغام	ترکی کے نامہ نگار	۴۵۱
۹.....	لامنی بعدی	جناب قاری عبدالحی عابد مرحوم	۴۶۱
۱۰.....	قادیانیوں کے کلکی حقیقت	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	۴۷۹
۱۱.....	تحریک ختم نبوت	حضرت مولانا عبدالستار خان نیازتی	۴۸۳
۱۲.....	سنڈین میں کیا ہوا؟	جناب علی حسن صاحب	۵۱۹
۱۳.....	اسلام میں عقیدہ ختم نبوت	حضرت مولانا فضل حق پشاورٹی	۵۳۹
۱۴.....	امت مرزا نیکی فطرتیانیوں کا جواب	حضرت مولانا سعید الرحمن طوقی	۵۴۵
۱۵.....	مرزائیوں کا سیاسی کردار	" " "	۵۵۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرض مرتب

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى . انما بعد!

اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۵۵ پیش خدمت ہے: ہفت روزہ تنظیم اہل سنت لاہور، مرزا غلام احمد نمبر: کسی زمانہ میں ”تنظیم اہل سنت“ لاہور سے ہفت روزہ رسالہ شائع ہوتا تھا جس کا ملک کے رسائل میں بڑا نام و مقام تھا۔ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاریؒ اس کے ایڈیٹر ہوتے تھے۔ آپ نے ۱۹۴۹ء میں اس کا ”مرزا غلام احمد نمبر“ شائع کیا۔ اس میں ملک کے نامور اہل قلم اور سیاست دانوں کے رشحات قلم شائع کئے گئے۔ ایک سال میں اس کے تین ایڈیشن شائع ہوئے۔ ۵ شعبان ۱۳۶۹ھ مطابق مئی ۱۹۵۰ء میں اس خاص نمبر کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا جو اس وقت اس جلد میں شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ کسی رسالہ کے خاص ایڈیشن کو ہم نے احتساب قادیانیت میں جگہ دی ہو۔ اس زمانہ (۱۹۴۹ء) میں قادیانیوں کے خلاف قلم اٹھانا بڑے جگر گردہ کا کام تھا۔ مولانا سید نور الحسن بخاریؒ پوری امت کی طرف سے شکر یہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ بیڑا اٹھایا۔ تریسٹھ (۶۳) سال بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

..... ۲ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کا ”ختم نبوت نمبر“: دارالعلوم دیوبند میں ۲۹ تا ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۶ء ایک عالمی ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں مقررین حضرات نے مقالہ جات بھی پڑھے۔ جسے بعد میں جون تا اگست ۱۹۸۷ء کی اشاعت خاص ”ماہنامہ دارالعلوم دیوبند“ میں ”ختم نبوت نمبر“ کے نام پر شائع کیا گیا۔ اس جلد میں اس اشاعت خاص کو شامل کر رہے ہیں۔ اس وقت ”ماہنامہ دارالعلوم دیوبند“ کے مگر ان حضرت مولانا مرغوب الرحمنؒ تھے۔ متذکرہ کانفرنس امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کی مساعی جیلہ سے انعقاد پذیر ہوئی تھی۔

..... ۳ ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ، کادیان نمبر: بھیرہ میں حزب الانصار کے قائد اپنے دور میں حضرت مولانا ظہور احمد گوبیؒ بھی رہے ہیں، جو نامور عالم دین اور صحیح معنی میں مجاہد ملت تھے۔ آپ نے قادیانی فتنہ کے خلاف وہ خدمات سرانجام دیں جو تاریخ کا انٹ حصہ ہیں۔ آپ کے زیر سایہ بھیرہ سے رسالہ شائع ہوتا تھا جس کا نام ”ماہنامہ شمس الاسلام“ بھیرہ تھا۔ دسمبر ۱۹۳۳ء میں اس کا ”قادیان نمبر“ شائع ہوا جو احتساب قادیانیت کی اس جلد میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اسی

اک اسی سال بعد اس کی اشاعت پر اللہ رب العزت کا لاکھوں لاکھ شکر ادا کرتے ہیں۔

۴..... ماہنامہ شمس الاسلام، بھیرہ کا ختم نبوت نمبر: حضرت مولانا ظہور احمد بگویٰ کے خاندان کے چشم و چراغ حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار احمد بگویٰ نے اپنے بڑوں کے نام اور کام کو زندہ رکھا۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو آپ نے ”ماہنامہ شمس الاسلام“ بھیرہ کی دو اشاعتوں کو اکٹھا کر کے ایک خاص اشاعت ”ختم نبوت نمبر“ کے نام پر شائع کیا۔ اس جلد میں اسے بھی شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ فلحمد للہ اولاً و آخراً

۵..... رپورٹ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند امرتسر (از جنوری ۱۹۳۹ء تا یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء): کل ہند مجلس احرار اسلام کو اللہ رب العزت نے توفیق بخشی کہ سب سے پہلے جماعتی سطح پر اس نے قادیانیت کے تعاقب کا اہتمام کیا۔ کل ہند مجلس احرار کے دیگر سنہری کاموں کے علاوہ ایک بہت ہی مبارک کام یہ تھا کہ اس نے ایک ”شعبہ تبلیغ“ قائم کیا جسے صرف رد قادیانیت کے کام کے لئے وقف کیا گیا۔ قادیان میں ”شعبہ تبلیغ“ کی سرگرمیوں پر مشتمل رپورٹ مولانا عبد الکریم مہبلہ نے امرتسر سے شائع کی۔ مولانا مہبلہ اس شعبہ تبلیغ کے اس وقت سیکرٹری تبلیغ تھے۔ یہ رپورٹ آٹھ صفحات پر شائع ہوئی۔ جس میں جنوری ۱۹۳۹ء سے یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء کے آمد و صرف کی رپورٹ بھی شامل ہے۔ تاریخی ریکارڈ ہے۔ اس رپورٹ میں قادیان حضرت مولانا محمد حیات، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کا نام بھی مبلغین شعبہ تبلیغ میں درج ہے۔ آج ان کے ایک خوشہ چمن کو اسے شائع کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ زہے نصیب!

۶..... شعبہ تبلیغ مرکز یہ احرار اسلام ہند قادیان گورداسپور کی سالانہ روئیداد و گوشوارہ آمد و صرف (یکم اپریل ۱۹۳۵ء، لغایت ۳۱ مارچ ۱۹۳۶ء): جیسے ابھی ذکر ہوا کہ کل ہند مجلس احرار اسلام نے ”شعبہ تبلیغ“ قائم کر کے قادیانیت کے احتساب کا قادیان میں ڈول ڈالا۔ اس شعبہ تبلیغ کے مہتمم لاہور احمد چمرہ کارئیس الحاج میاں قمر الدین مرحوم کو مقرر کیا گیا۔ اس شعبہ تبلیغ کے سرپرست امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری تھے۔ آج اس روئیداد کے ٹائٹل پر حضرت امیر شریعت کو ”فاتح قادیان“ کے لقب سے ملقب پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ مجموعہ اٹھا۔ یہ روئیداد الحاج میاں قمر الدین کی مرتب کردہ ہے جو اس جلد میں شائع کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

۷..... قادیانی سیاست: حضرت مولانا عبد الکریم مہبلہ کا یہ رسالہ مرتب کردہ ہے۔ مولانا مرحوم کے تین رسائل احتساب قادیانیت کی جلد ۲، ایک رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۶ میں ہے اور دو رسائل اس جلد میں ہیں۔ یہ سب ایک جلد میں آنے چاہئے تھے۔ لیکن ایسے نہ

ہو سکا۔ اب اگر کوئی دوست بعد میں احتساب کو جدید خطوط پر مرتب کرنا چاہیں تو اس کا خاص خیال رکھیں کہ جن حضرات کے کسی وجہ سے رسائل کئی جلدوں میں آ گئے ہیں ان کو یکجا کر دیا جائے۔

۸..... خطبہ عید الاضحیٰ ۱۳۵۳ھ ترکان احرار کا پیغام: ترکی میں خلافت عثمانیہ کے کسی رہنما نے اپنے خطبہ میں دیگر احکام کے علاوہ قادیانیوں کی بھی خبر لی۔ مجلس احرار اسلام امرتسر نے اس خطبہ کو پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا جسے اس جلد میں محفوظ کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

۹..... لائبی بعدی: حضرت مولانا قاری عبدالحی عابد ملک عزیز کے نامور خطیب تھے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے ان کا وصال ہوا ہے۔ ہمارے ملک کے نامور خطیب حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے مولانا عبدالحی عابد برادر اصغر تھے۔ مولانا عابد نے یہ رسالہ مرتب کیا۔ قرآن و سنت سے ختم نبوت و حیات مسیح پر لکھا گیا ہے۔

۱۰..... قادیانیوں کے کلمہ کی حقیقت: ۱۹۸۳ء میں جب قادیانیوں کے خلاف جنرل محمد ضیاء الحق نے اہتمام قادیانیت آرڈیننس منظور کیا تو قادیانیوں نے کلمہ طیبہ کے بیج لگا کر اس قانون کی خلاف ورزی کرنا چاہی۔ تب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ان کے احتساب کا دائرہ تنگ کر دیا۔ اس کے نتیجے میں قادیانی تحریک اس طرح دم توڑ گئی جس طرح مرزا قادیانی کے اندر سے حیاء نے ڈیرہ اٹھا لیا تھا۔ اس زمانہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشر و اشاعت کے سربراہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی تھے۔ اس دور میں آپ کا قلم نازی گھوڑے سے بھی زیادہ میدان سر کر رہا تھا۔ آپ نے مختصر عرصہ میں قادیانی فرقہ سے متعلق اتنا تحریر کیا کہ جب اس کو جمع کیا گیا تو ”تحفہ قادیانیت“ کی چھ ضخیم جلدیں شائع ہو گئیں۔ بلاشبہ اس وقت تک کی فقیر کی نظر میں سب سے زیادہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے رد قادیانیت پر تحریر فرمایا۔ باقی حضرات میں سے کسی نے دو جلدیں، کسی نے تین۔ آپ کی چھ جلدیں جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت علیحدہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکی ہے۔ یہ رسالہ بھی ہمارے حضرت کا مرتب کردہ ہے۔

۱۱..... تحریک ختم نبوت: مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں جو تاریخ کا حصہ ہیں۔ آپ نے تحریک کے چار سال بعد یہ رسالہ مرتب کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ چنیوٹ میں انجمن طلباء اسلام چنیوٹ نے ختم نبوت کانفرنس رکھی جس میں مولانا عبدالستار خان نیازی یہ مقالہ لکھ کر تشریف لائے جسے آپ نے کانفرنس میں پیش کیا اور پھر شائع بھی کیا نصف صدی سے زائد عرصہ بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

۱۲..... سنڈیمن میں کیا ہوا؟: جولائی ۱۹۷۳ء میں فورٹ سنڈیمن میں قادیانیوں نے اپنا محرف ترجمہ قرآن تقسیم کیا۔ تب حضرت مولانا شمس الدین شہید اور آپ کے گرامی قدر رفقاء حضرت صوفی محمد علی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و حضرت حاجی محمد عمر خان صدر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قادیانی سازش کے خلاف تحریک چلائی۔ جس کے نتیجہ میں قادیانیوں کا قانونی طور پر ضلع ڈوب میں ہمیشہ کے لئے داخلہ بند کر دیا گیا۔ اس تحریک میں علماء اہل اسلام نے کیا کیا قربانیاں دیں اس کی روئیداد اس زمانہ میں ستمبر ۱۹۷۳ء کے مفت روزہ زندگی لاہور میں جناب مختار حسن نے شائع کی تھی جسے بعد میں ادارہ ضیاء الحدیث مصطفیٰ لاہور نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا تھا۔ اچھے عرصہ بعد اس کی اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ فلحمد للہ!

۱۳..... اسلام میں عقیدہ ختم نبوت: جمعیت علماء اسلام کی حکومت سرحد میں وزارت مذہبی امور نے پشاور میں دوروزہ علماء کنونشن کا اہتمام کیا۔ ۶ جون ۱۹۸۱ء کو کنونشن میں حضرت مولانا فضل حق صاحبؒ نے یہ مقالہ پیش فرمایا جسے بعد میں پمفلٹ کی شکل میں مجلس تحفظ ختم نبوت پشاور نے شائع کیا اس جلد میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ فلحمد للہ!

۱۴..... امت مرزائیہ کی فلفط بیانیوں کا جواب: ۱۹۷۳ء میں جناب میجر محمد ایوب صاحب ممبر آزاد کشمیر اسمبلی نے آزاد کشمیر اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی جو بالاتفاق منظور کر لی گئی۔ اس سے قادیانی ایسے حواس باختہ ہوئے کہ الامان۔ قرارداد کیا منظور ہوئی گویا قادیانیوں کے پاؤں کے نیچے آگ جلا دی گئی۔ اس زمانہ میں اس قرارداد کے خلاف قادیانی جماعت کشمیر کے امیر منظور احمد ایڈووکیٹ قادیانی نے پمفلٹ لکھا جس کے جواب میں حضرت مولانا سعید الرحمن علوی مرحوم جوان دنوں مجلس تحفظ ختم نبوت انک کے امیر تھے اور حضرو میں خطیب تھے۔ آپ نے قلم اٹھایا اور یہ پمفلٹ تحریر کر دیا۔ اس رسالہ کو اس جلد میں محفوظ کرنے پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتا ہوں۔

(اس قرارداد کے خلاف مرزاناصر نے ربوہ (چناب نگر) میں خطبہ دیا جسے بعد میں قادیانی جماعت نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ جس کا حضرت مولانا تاج محمود صاحبؒ نے جواب تحریر فرمایا تھا۔ جسے ہم احتساب قادیانیت کی جلد ۱۶ میں شائع کر چکے ہیں)

۱۵..... مرزائیوں کا سیاسی کردار: مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے ۱۶ مئی ۱۹۷۰ء کمپنی باغ سرگودھا میں خطاب فرمایا اور اسی روز ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا۔ اس طرح مکی مسجد گجرانوالہ شہر میں ۲۱ مئی ۱۹۶۶ء کو حضرت مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ کا

خطاب ہوا۔ پریس کانفرنس سرگودھا، خطاب سرگودھا، خطاب گوجرانوالہ تینوں حضرات مولانا سعید الرحمن علوی مرحوم نے مرتب کئے۔ حضرت مولانا عزیز الرحمن خورشید ان دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے مبلغ تھے۔ آپ نے ان کو ”مرزائیوں کا سیاسی کردار“ کے نام سے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ احتساب قادیانیت کی اس جلد میں اسے بھی قریباً نصف صدی کے بعد شائع کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

غرض احتساب قادیانیت کی جلد ہذا (یعنی پچپن (۵۵) جلد) میں ۱۳ حضرات کے ۱۵ رسائل و کتب محفوظ ہو گئے ہیں جن کی فہرست پر ایک بار پھر نظر ڈالیں۔

.....۱	حضرت مولانا سعید نور الحسن بخاری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	کا	۱	رسالہ
.....۲	حضرت مولانا مرغوب الرحمن دیوبندی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	کا	۱	رسالہ
.....۳	حضرت مولانا ظہور احمد بگوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	کا	۱	رسالہ
.....۴	حضرت مولانا افتخار احمد بگوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	کا	۱	رسالہ
.....۵	حضرت مولانا عبدالکریم مہبلہ <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	کے	۲	رسائل
.....۶	الحاج میاں قمر الدین اچھروی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	کا	۱	رسالہ
.....۷	ترکی کے نامہ نگار	کا	۱	رسالہ
.....۸	قاری عبدالحی عابد مرحوم	کا	۱	رسالہ
.....۹	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	کا	۱	رسالہ
.....۱۰	حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	کا	۱	رسالہ
.....۱۱	جناب مختار حسن صاحب	کا	۱	رسالہ
.....۱۲	حضرت مولانا فضل حق پشوری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	کا	۱	رسالہ
.....۱۳	حضرت مولانا سعید الرحمن علوی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>	کے	۲	رسائل

۱۵ رسائل

گویا ۱۳ حضرات کے کل

احتساب قادیانیت کی جلد (۵۵) میں شامل اشاعت ہیں۔ حق تعالیٰ شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔ بحرمة عاتم النبیین!

محتاج وعاہ: فقیر اللہ وسایا!

۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ، بمطابق ۹ فروری ۲۰۱۴ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم
سورة الفاتحة

ہفت روزہ تنظیم اہل سنت لاہور
مرزا غلام احمد نمبر



حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ملت اسلامیہ کا تبلیغی اخبار ”ہفت روزہ تنظیم اہل سنت لاہور“

مرزا غلام احمد نمبر

”تنظیم اہل سنت کے مرزا قادیانی نمبر کی ترتیب پر میں سید نور الحسن صاحب کی خدمت میں مبارک باد عرض کرتا ہوں۔ انہوں نے تنظیم کے اس خاص نمبر کی اشاعت سے ملت اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ ”تنظیم اہل سنت“ کے مندرجہ مضامین پڑھنے کے بعد کوئی معقولیت پسند انسان مرزا قادیانی کے دعوئے نبوت کا قائل ہو سکتا ہے۔“ (شیخ فیض محمد پیکر اسلمی)

”اس پرچے میں قادیانیت کے متعلق ایسے محققانہ مضامین ہیں جن کے مطالعے سے کسی مسلمان کو محروم نہیں رہنا چاہئے۔ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس پرچے کے مطالعے سے محروم رہا ہو، تو یہ محرومی خوش قسمتی نہیں کہلائے گی۔ غرضیکہ یہ نمبر اپنے موضوع کے لحاظ سے قابل تحسین ہے اور تنظیم اہل سنت کا مدیر مستحق مبارک باد ہے۔ جس نے ان مضامین کا مجموعہ پیش کیا جو کفر والحاد کے خرمن پر حق و صداقت کی بجلیوں کا کام کر سکتے ہیں۔“ (زمیندار لاہور)

اشاعت سوم

۲۸ رجب، ۵ شعبان ۱۳۶۹ھ، مطابق ۱۶، ۲۳، ۲۴ مئی ۱۹۵۰ء

مخلصانہ پیشکش

ہر اس فرزند توحید کی خدمت میں جو محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی عالمگیر قیادت اور ابدی رسالت پر غیر متزلزل ایمان رکھتا ہے اور ”رحمة للعالمین“ کے بعد ہر قسم کے مدعی نبوت کو کذاب و دجال اور اسے نبی اور مجدد ماننے والوں کو مرتد و ملعون سمجھتا ہے۔

گر قبول اقتد زہے عزو شرف

(بخاری)

ارباب نگارش

نفاش پاکستان علامہ اقبال حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب مدظلہ العالی عالی، جناب شیخ فیض محمد صاحب سپیکر اسمبلی، حضرت مولانا سید محمد داؤد صاحب غزنوی، عالی جناب محمد اکبر خان صاحب سابق ڈسٹرکٹ جج ریاست بہاول پور۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب (گوجرانوالہ) بانی تحریک جناب سردار احمد خان صاحب پتانی، فاتح قادیان حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر، حضرت مولانا قاضی محمد زاہد حسینی صاحب، حضرت طاہرہ طاہرہ۔

شاعر تنظیم حضرت شوقی مدیر تنظیم

تحریک تنظیم کے بانی محترم المقام جناب سردار احمد خان صاحب پتانی کا

اہل حق سے مختصر خطاب

دیگر مذہبی جماعتوں نے بڑے بڑے ادارے، بڑے بڑے سرمائے اور بڑی بڑی جائیدادیں ہتھی لی ہیں۔ ان کے سالانہ بجٹ لاکھوں تک پہنچتے ہیں۔ انہوں نے جابجا چھوٹی چھوٹی اور بڑی بڑی شاخوں کا جال بچھا کر ہر ایک شاخ کی ذہنی اور دماغی تربیت کو اس درجہ تک پہنچا دیا ہے کہ ان کے پیر و کار گونا گوں مدت میں امداد دیتے نہیں تھکتے اور بلا مبالغہ اپنی آمدنیوں اور جائیدادوں کے حصے دے رہے ہیں۔ ہم میں ایک بڑا عیب یہ بھی ہے کہ ہم میں بڑی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو دیگر مذہبی جماعتوں کی مدح سرائی میں تو مصروف رہتے ہیں۔ مگر اپنی جماعتی تعمیر کو ذرا بھی زیر غور نہیں لاتے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ آپ کے فرائض محض دوسرے فرقوں کی صفت و ثناء اور ان کی مدح سرائی تک محدود ہیں یا آپ خود بھی کوئی کام کریں گے؟

اللہ کے فضل سے تنظیم اہل سنت کا ادارہ قائم ہو چکا ہے۔ عقائد حقہ کی حفاظت و اشاعت اور جماعت اہل سنت کا اٹھان اس کے فرائض میں داخل ہے۔ اس کی طرف سے ایک ہفتہ وار اخبار بھی جاری ہے۔ آپ لوگوں نے جہاں ہزاروں روپے کے اخراجات اپنے اوپر لازم کر رکھے ہیں۔ وہاں اپنی حفاظت کا خرچ بھی اپنے ذمہ لے لیں تو ہرج کیا ہے۔ اللہ کا نام لے کر اس میں نہ صرف وقتی کی امدادیں بلکہ بڑی بڑی اور پیاری پیاری قربانیاں دے کر تحریک کو اپنائیں اور اپنے عطاء کردہ فنڈ کی گزرائی میں بھی شامل ہوں۔ اگر آپ بفضلہ تعالیٰ مذہبی جذبات سے اور فکر آخرت سے بالاتر نہیں ہیں اور اگر ہماری سچی محض جذبہ للہیت پر ہی مبنی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ استدعا بے اثر اور بے نتیجہ رہے۔

(احمد پتانی)

اداریہ از مولانا سید نور الحسن بخاری

مسلم لیگ کے باغی لیگ میں نہیں رہ سکتے اور قائد اعظم کی شان میں گستاخی کرنے والی زبان کھینچی جائے گی۔ مگر فخر دو عالم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بکواس کرنے والی نبوت چلتی رہے گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی دائرہ اسلام میں ہی رہیں گے۔

بندگی پر بھی خدائی کے ہیں دعوے کب سے

اب تو یارب! تیرے بندوں کی طبیعت بدلے

انگریز کا خوشامدی ”نبی“ قوم کو جہاد کی حرمت و تنبیخ کی تعلیم دیتا ہے تو کعبۃ اللہ پر ہم کے گولے گرتے ہیں۔

حرم گراما کے مسیحاں عصر حاضر نے

بنائے کاخ فرنگی کو استوار کیا

اور قائد اعظم انگریز کی آنکھ میں آنکھیں ڈال کر بات کرتا ہے تو دیکھتے دیکھتے دنیا کے نقشے پر بفضلہ تعالیٰ اسلام کی سب سے بڑی..... مملکت کا نقش ابھرتا ہے اور مطلع کفر سے اسلام کا ستارہ چمک اٹھتا ہے۔ پاکستان پائندہ باد!

فرنگی کا خود کا شتہ ”بزدل نبی“ انگریز کے طعون اقتدار کو خدا کی رحمت قرار دے کر اپنی امت کو عمر بھر انگریز پرستی کی تاکید کرتا ہے اور عیسائیت کی جڑیں ہند اور ہندوستان اور بیرون ہند میں غیر حترول اور مضبوط کرنے کی مردود اور ناکام کوشش میں مر جاتا ہے۔

دولت اغیار را رحمت شمر

رقص ہارود کلیسا کرد مرد

تو اسلام مظلوم و مجبور اور مسجد میں محبوس و محصور ہو کر رہ جاتا ہے۔ مگر قوم و ملت کا مخلص اور بہادر لیڈر انگریز، ہندو سکھ اور مرزائی کے چنگل سے اسلام کے لئے ایک ملک چھین لیتا ہے اور کشمیر کی پہاڑیوں اور مالیہ کی چوٹیوں پر اسلام کا علم لہرا دیتا ہے۔

اسلام زندہ باد! قائد اعظم زندہ باد!

اگر گاندھی جی نے قیام پاکستان کو گونامائی کا بوٹی سے تعبیر کیا تو تارا سنگھ نے ننگی تلوار کو لہرا کر پاکستان کو چیلنج کیا۔ انگریز کی ساختہ پرداختہ نبوت اور پنڈت جواہر لال کالاهورائیشن پر

اپنے رضا کاروں سے پرتپاک خیر مقدم کرانے والی خلافت کی مسلسل اور پر جوش مخالفت اور انتہائی معاندانہ روش کے باوجود اس مرد مسلمان کا مطالبہ پورا ہو کر رہا۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کے ادنیٰ امتی، احمد مجتبیٰ کے ایک غلام محمد علی جناح نے ”لا الہ الا اللہ“ کا نعرہ لگا کر محمد رسول اللہ ﷺ کے حلقہٴ بکوش کی بقا و حفاظت کے لئے جو مطالبہ پیش کیا، ان کے دشمنان کی مخالفت کے باوجود اس پر ڈٹا رہا اور انگریز ہندو، سکھ اور مرزائی کی متفقہ کوششوں، سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے علی الرغم بعونہ تعالیٰ پاکستان لے کر رہا۔

اب اگر پاکستان کے اندر رہ کر کوئی انسان بانی پاکستان کے خلاف زبان طعن دراز کرے تو اسے برداشت کیا جائے؟ قطعاً نہیں!

پچھلے دنوں قائد اعظم کے پوم انتقال پر تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان محترم لیاقت علی خان صاحب نے کیا خوب اعلان فرمایا: ”آج بھی پاکستان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو باوجود یہ جاننے کہ پاکستان قائد اعظم کی کوششوں اور حوصلہ کا نتیجہ ہے جس میں آج آٹھ کروڑ مسلمان بے فکری سے آرام کی نیند سوتے ہیں قائد اعظم کی شان میں گستاخی کرتے اور زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ آپ نے غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا جب تک میں وزیر اعظم ہوں میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ قائد اعظم کی شان میں گستاخی کے جرم کو پاکستان کو نقصان پہنچانے کے مترادف سمجھوں گا۔ میری حکومت ان کے خلاف شدید قدم اٹھائے گی اور قائد اعظم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی زبان گدی سے نکال دی جائے گی۔“

بجا ارشاد ہوا اور رسولہ آنے بجا ارشاد ہوا۔ مگر اے کاش ہمارے محترم وزیر اعظم کو مرحوم قائد اعظم سے جو ربط و تعلق اور عشق و عقیدت ہے کم از کم اتنا ربط و تعلق اور اتنی محبت و عقیدت ہماری حکومت کو ذات اقدس ﷺ سے ہوتی تو آج پاکستان میں حضور ﷺ کی توہین یوں روا نہ رکھی جاتی۔ بلاشبہ قائد اعظم پاکستانیوں کے محسن ہیں اور آج ان کی مساعی کے نتیجہ میں آٹھ کروڑ پاکستانی آرام کی نیند سوتے ہیں۔ ایک پاکستانی زبان اگر ان کی شان میں گستاخی کرے تو ضرور گدی سے کھینچی جائے۔ مگر سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ تو محسن کائنات ہیں اور آج حضور ﷺ ہی کے قدموں کی برکت سے سارا عالم انسانی انسانیت کے شرف سے مشرف ہے۔ پھر کیا عالم انسانی کے کسی فرد یا کائنات کے کسی ذرے کو محسن کائنات اور رہبر انسانیت کی شان اقدس و اطہر میں گستاخی کی اجازت دی جائے گی؟

ساری کائنات اور پوری انسانیت سے قطع نظر! صرف محدود نظر سے پاکستان ہی کو لیجئے۔ بے شک یہ پاکستان محمد علی جناح نے حاصل کیا۔ مگر کس کے نام پر؟ کیا اس حقیقت کے باور کرنے میں کسی کو ذرہ بھر تامل ہو سکتا ہے کہ بارگاہ رب العزت سے پاکستان کی بھیک قائد اعظم کی جھولی میں ڈالی گئی تو محمد رسول اللہ ﷺ کے نام پر! پھر کیا محمد رسول اللہ کے مقدس نام پر حاصل کی گئی دولت خداداد پاکستان کے طول و عرض میں محمد رسول اللہ ﷺ کی توہین برداشت کی جائے گی اور حضور ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی روا رکھی جائے گی؟

مرزا نیت کیا ہے؟

کیا یہ اسلام سے کھلی بغاوت نہیں؟ غلام احمد کون ہے؟ کیا یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا دشمن، مخالف، معاند، حریف، مقابل اور موہن نہیں؟

معزز معاصر ”مغربی پاکستان“ لاہور میں حضرت مولانا مرتضیٰ احمد خان صاحب نے یہ لکھتے ہوئے حقیقت کی کیا خوب ترجمانی فرمائی: ”یہ حقیقت کسے معلوم نہیں کہ فرقہ ضالہ مرزا نیہ کے لوگ اور قادیانی نبی کے پیرو اپنے جلسوں میں اور اپنی گفتگوؤں میں مسلمانوں کے ہادی و مولا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ انداز اختیار کرنے کے عادی ہیں۔ بلکہ ان کے دھرم کی بنیاد ہی حضرت ختمی مرتبت (ﷺ) کی شان خاتمیت کی تنقیص کے عقیدہ پر رکھی جا چکی ہے۔“

سیالکوٹ کے جس حادثہ فاجعہ سے متاثر ہو کر معزز معاصر نے یہ سطور قلمبند کی ہیں۔ اس میں مرزا کی اللہ ود جانندھری نے آنحضرت خاتم الانبیاء والرسولین کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے یہاں تک بکواس کی کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا دور ختم ہے۔ اب مرزا قادیانی کی نبوت کا زمانہ ہے۔

سیالکوٹ کے غیور مسلمانوں کی دینی غیرت اور ایمانی حمیت حضور ﷺ کی ذات اقدس پر حملہ کو برداشت نہ کر سکی۔ انہوں نے قربانی دی اور وہ ملت کی سرفروش سراپا ایثار دینی جماعت مجلس احرار کی قیادت میں اس جلسہ کو بند کرا کے رہے۔ مسلم پریس نے متفقہ طور پر اس بکواس کے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کی تو اللہ ود قادیانی نے یہ بیان شائع کیا: ”۱۵ جنوری کو سیالکوٹ میں جو ہنگامہ ہوا اس کے لئے یہ وجہ جواز تراشی گئی ہے کہ خاکسار نے اپنی تقریر میں سید الانبیاء خاتم الرسولین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں توہین آمیز کلمات کہہ دیئے تھے۔ جنہیں احرار

برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے شور و شر اور ہنگامہ برپا کر دیا۔ یہ الزام سراسر جھوٹا اور ناپاک افتراء ہے اور کوئی احمدی سید الادین ولا آخرین کی شان اقدس کے بارے میں اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا۔“
(الفضل مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۵۰ء)

ڈھٹائی اور بے حیائی کا کمال

ملاحظہ ہو کہ حضور ﷺ کی شان میں توہین آمیز کلمات کو صرف احراری برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے ہنگامہ برپا کر دیا۔ گویا احراریوں کے علاوہ تمام مسلمان مرزائی ہیں کہ حضرت فخر رسالت ﷺ کی توہین سے ان کے جذبات میں ہیجان پیدا نہیں ہوتا اور وہ نہایت سکون و سہرور سے حضور ﷺ کی توہین برداشت کرتے ہیں۔ کاش کہ اس ملعون کو معلوم ہوتا کہ اگر حضور ﷺ کی محبت اور حضور کی عزت پر کٹ مرنے کا نام ”احراریت“ ہے تو ہر مسلمان احراری ہے۔

اور مسلمان کبھی اپنے آقا و مولا محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کو برداشت نہیں کر سکتا اور جہاں وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت و عظمت کو خطرہ لاحق ہے وہاں وہ اس مادی دنیا کی انتہائی قربانی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کا ایمان ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خولجہ یثرب کی عزت پر

خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

اس طرف تماشائیں

اور سنئے! کوئی احمدی سید الادین ولا آخرین کی شان اقدس کے بارے میں اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا۔ چہ خوب۔

شیعہ سے بغل میں پہناں ہے

لب پہ دعویٰ ہے پارسائی کا

تقابل و استقلال

.....۱ سید العرب داعی رسول مدنی کے مقابلہ میں مستقل رسول قدنی۔

.....۲ اصحاب النبیؐ کے مقابلے میں اصحاب مسیح موعود۔

.....۳ ازواج النبیؐ امہات المؤمنین کے مقابلے میں ام المؤمنین۔

.....۴ خلیفہ الرسول کے مقابلہ میں خلیفہ اسحٰب بلکہ خلیفہ اول (صدیق اکبر) کے مقابلہ میں

خلیفہ اول (نور الدین) اور خلیفہ ثانی (حضرت عمرؓ) کے مقابلے میں خلیفہ ثانی (میاں محمود احمد) ۵

مدینہ الرسول کے مقابلہ میں مدینہ اسحٰی۔ ۶

دیار حبیب کے مقابلہ میں دیار حبیب۔ ۷

مزار نبی کے مقابلہ میں بہشتی مقبرہ۔ ۸

قبر رسول کے مقابلے میں قبر مرزا۔ ۹

قبلۃ الرسول اول (مسجد اقصیٰ) کے مقابلے میں مسجد اقصیٰ۔ ۱۰

قبلۃ الرسول ثانی (کعبۃ اللہ) کے مقابلہ میں مسجد قادیان۔ ۱۱

حرم اطہر (مکہ مکرمہ) کے مقابلے میں قادیان۔ ۱۲

اجتماع محمدی (حج کعبۃ اللہ) کے مقابلہ میں قادیان کا سالانہ جلسہ۔ ۱۳

سنہ محمدی (ہجری) کے مقابلہ میں سنہ قادیانی۔ ۱۴

اور سب سے بڑھ کر دینی محمدی (کتاب اللہ) کے مقابلہ میں تذکرہ (الہامات مرزا) پر ۱۵

تو احمدی ایمان لا سکتا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کے بارے میں اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا۔

تفوق و برتری

تقابل و استقلال اور برابری و ہم سہری پر قناعت نہیں کی گئی بلکہ تقابل و برابری سے آگے بڑھ کر مرزائے قادیان کے تفوق و برتری کے شرم ناک وعادی کئے ہیں۔ سید الکونین رحمۃ اللہ علیہ کے دشمنوں کی تحقیر و اہانت اور تنقیص و مفضولیت کا جو نجس و ناپاک اور منحوس و ملعون بیج مرزا قادیانی نے بویا تھا وہ مصلح موعود اور اکابر مرزائیوں کی آبیاری سے اس قدر رتار اور گھناور خست بن گیا ہے کہ اس کی چھاؤں تلے تمام قادیانی امت بیٹھی مرزا قادیانی کی نبوت کے گن گار رہی ہے۔ خطبہ الہامیہ کی تعلیم ”نبوی“ کا نتیجہ قاضی اکمل جیسے دریدہ دہن قادیانی صحابی کے رسوائے عالم اشعار عالم آشکار ہو چکے ہیں۔ اب ایک دوسرے صحابی ڈاکٹر شاہ نواز خان قادیانی کے ناپاک الفاظ ملاحظہ فرمائیے اور تعجب نہ کیجئے:

”حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا وہی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا اور یہ جزئی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود کو آنحضرت ﷺ پر حاصل ہے۔“

(مضمون ڈاکٹر شاہ نواز قادیانی، رسالہ ریویو آف ریلیجنس، مئی ۱۹۲۹ء)

دیکھئے کس جرأت و جسارت سے لگی لپٹی رکھے بغیر حضور کو مرزا قادیانی کے مقابلہ میں..... نقل کفر کفر نہ باشد..... ناقص اعقل اور کم فہم کہا گیا ہے۔

ظلمت بلکہ عینیت

۱..... مصطفیٰ میرزا بن کے آیا

محمد عے چارہ سازی امت ہے اب احمد مجتبیٰ بن کے آیا
حقیقت عملی بحث ثانی کی ہم پر کہ جب مصطفیٰ میرزا بن کے آیا
(افضل مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۲۸ء)

۲..... پہلی حالت سے بڑھ چڑھ کر

”چودھویں رات کا چاند مسج موعودی تو ہے جو چاند رات کے وقت تھا۔ یعنی رسول
کریم ﷺ پس اس کا اصل حالت سے بڑھ چڑھ کر شان دار ہونا محل اعتراض کیوں کر ہو سکتا
ہے۔“ (افضل قادیان ج ۳ نمبر ۷۶، یکم جنوری ۱۹۱۶ء)

اس علم کلام اس طرز تاویل اور اس انداز جواب سے نادان یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا پہلو
صاف ہو گیا۔ اب محبوب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس میں جو گستاخی کر دیا ہے۔ اس تاویل
کے بعد غلام احمد قدنی کو محمد مدنی سے خوب بڑھا چڑھا کر پیش کر دیا۔ اس سے محبوب خدا مطلوب ہر
دوسرا کی توہین کا اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس غلام احمد کو اچھالا اور بڑھایا جا رہا ہے وہ کوئی
غیر تو نہیں۔ عین وہی محمد مصطفیٰ تو ہے ہی۔ اس لئے تقابل اور توہین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
حالانکہ اس سے زیادہ حبیب کبریا کی کوئی اور توہین ممکن اور متصور ہی نہیں ہے کہ انگریز کے ساختہ
پرداختہ ”نمی“ کو عین محبوب خدا سمجھ لیا جائے اور اس طرح انگریز کی خوشامد در آمد ڈپٹی کمشنروں اور
مبشریوں کی چالپوسی اور پذیرائی فریضہ جہاد کی تبلیغ و حرمت قرآن کریم، کعبۃ اللہ، مدینہ منورہ اور
حج بیت اللہ وغیرہ سے الہامات مرزا قادیان لاہور، اور قادیان کے سالانہ جلسہ کے تغیر و تبادلہ اور
وقت کی ہر کافر و ظالم حکومت کی محکومی و فرمانبرداری مسلم لیگ کی بدخواہی، آزادی اور حریت کے
پردانوں کی جاسوسی و گرفتاری، مسلمان سلطنتوں کی تباہی و بربادی، سقوط..... بغداد پر قادیان میں
چراغوں، انگریز کی دعا گوئی و رضا جوئی، سلطنت برطانیہ کے بقاء و دوام کی مسلسل ان تھک اور
مرتے دم تک غیر ختم مساعی اور ان سب سے بڑھ کر رسوائے عالم پچاس الماریوں اور انگریز کو
اولی الامر قرار دینے اور اس کی غیر مشروط اطاعت کو پورا نصف اسلام قرار دینے کے علاوہ صلحاء
و علماء، صحابہ و اہل بیتؑ کی انبیاء کرام کے حق میں ہزاروں مرصع اور مسجع کالیوں پر مشتمل غلیظ اور
متعفن لٹریچر کی پوری ذمہ داری سید الانبیاء خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس برتر پر

بے نادیدنی را دیدہ ام من
مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے

کیا اس سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی ہو سکتی ہے؟ کیا اس سے زیادہ کفر کسی نے آج تک بکا ہے یا کسی پور پین یا امریکین مخالف اسلام اور معاند رسول نے اس اعزاز میں سرور کائنات اور فخر موجودات کی تصویر کھینچی ہے۔ کیا آج تک کسی بداندیش و بدخواہ رسول نے خود صاحب تخت و تاج ہو کر اپنے سامنے صاحب السیر و المعراج کے دشمنوں کو غلامانہ اعزاز میں کھڑا کیا ہے؟ کیا کسی انسان صورت شیطان نے آج تک سرور عالم کے دشمنوں کی اس بری طرح توہین و تذلیل کی ہے۔ نہیں اور یقیناً نہیں۔

بہ برق میں یہ کرشمہ نہ شعلہ میں یہ ادا

کوئی بتائے کہ وہ شورش تند خو کیا ہے؟

پھر یہ حقیقت کتنی دلاویز اور عبرت انگیز ہے کہ علم جسم حضور ﷺ سر اپا نور کو کھڑا کر کے خود شاہانہ کرسی پر شاہانہ تاج زیب سر کر کے رونق افروز ہونے والے بے غیرت خیر سے پرائمری بھی پاس نہیں۔
پرائمری فیل مصلح موعود

یہ طعن نہیں سولہ آنے حقیقت ہے۔ خود میاں صاحب کے الفاظ موجود ہیں: ”میری مثال دیکھ لو میں پرائمری میں بھی فیل ہوا اور ریل میں بھی فیل ہوا۔ لیکن چونکہ گھر کا مدرسہ تھا اس لئے اگلی جماعت میں بٹھا دیا گیا۔ لیکن انٹرنس میں جا کر سوائے تاریخ اور جغرافیہ کے سب مضمونوں میں فیل ہو گیا..... ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ پچھلے دنوں جب لاہور میں میں شیخ بشیر احمد کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا تو ایک طالب علم لڑکی جو کہ ایم۔ اے فلاسفی میں پڑھتی تھی۔ بعض سوالات پوچھنے کے لئے آئی..... وہ مجھے کہنے لگی کہ کیا آپ ایم۔ اے ہیں۔ میں نے کہا میں پرائمری فیل ہوں۔“

(الفضل قادیان مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۶ء ص ۶، کالم ۴۲)

مگر اس پرائمری فیل کی کامیابی کا معیار ملاحظہ ہو۔ اسی خطبہ میں فرماتے ہیں جو اسی ”الفضل“ کے اسی صفحے پر صرف چند سطر میں پہلے موجود ہے کہ: ”پس جب تک تم چھوٹے عمر (ﷺ) نہیں بن جاتے اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے۔“ (الفضل مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۶ء ص ۶)
یہ تو کس نفسی سے چھوٹے محمد ﷺ بن رہے ہیں۔ ورنہ دراصل تو (خاک بدخش)

آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ سکتے ہیں۔ کہتے ہیں: ”یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے۔ حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔“

(الفضل قادیان ج ۱۰ نمبر ۵، مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے

کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

یہ تو خیر سے پر امنی قیل ہیں۔ اگر مل پاس ہو جائے تو جانے کا میانی کا معیار کیا ٹھہراتے اور کیا سے کیا بن جاتے۔ وہی افلاس اور دماغی فلاحی کا یہ حال کہ پر امنی تک پاس نہیں کر سکے اور تعلیٰ یہ کہ حبیب کبریٰ ﷺ سے نیچے کوئی درجہ نظری نہیں آتا۔

بندگی پر بھی خدائی کے ہیں دعوے کب سے

اب تو یارب تیرے بندوں کی طبیعت بدلے

اور پھر یہ پر امنی قیل ہو کر محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ جانے کے امکانات صرف بیٹے تک محدود نہیں۔ باپ کا بھی یہی حال ہے۔ وہ خیر سے امتحان تو معناری کا پاس نہیں کر سکے۔ مگر نقل کفر کفر باشد! بڑھ گئے حبیب خدا محمد مصطفیٰ ﷺ سے۔

ایک مرد و مرید قاضی اکمل کی ملون زبان کہتی ہے۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں

اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل

غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(الہد قادیان ص ۱۴، مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

الفضل اس بے ایمانی دے غیرتی پر چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کی بجائے قریباً چالیس سال بعد اس بے حیائی پر فخر دناز کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ”یہ شعر اس نظم کا حصہ ہیں جو حضرت مسیح موعود کے حضور میں پڑھی گئی اور خوش خط لکھے ہوئے قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور..... (جزاکم اللہ تعالیٰ کہہ کر) اسے اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ حضرت کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاکم اللہ تعالیٰ کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی کیا پہنچتا ہے کہ اس پر اعتراض کر کے اپنی کمزوری ایمان و قلت عرفان کا ثبوت دے۔“

(الفضل مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۲ء، ص ۴)

تف ہے اس ایمان اور لعنت ہے اس عرفان پر
گر ولی نیست لعنت بر ولی

مختاری فیل مسیح موعود

پھر یہ بھی تو دیکھئے کہ فخرِ رسل سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر شان والے منشی غلام احمد خیر سے کھوتا رام جتنی قابلیت بھی نہیں رکھتے اور مختاری کا جو امتحان ہزاروں ہندو سکھ پاس کر لیتے تھے وہ حضرت صاحب پاس نہ کر سکے۔ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے لکھتے ہیں: ”ڈاکٹر امیر شاہ صاحب استاد مقرر ہوئے۔ مرزا صاحب نے انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں۔ آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے اور کیونکر ہوتے وہ دنیوی اشغال کے لئے بنائے نہیں گئے تھے۔“ (سیرۃ الہدی حصہ اول ص ۱۵۶، روایت نمبر ۱۵)

چہ خوب! گویا امتحان میں کامیاب ہوتا تو دنیوی اشغال کا پیش خیمہ تھا۔ مگر فیل اور ناکام ہونا مدراجِ نبوت کا ایک درجہ اور قصرِ مسیحیت کا ایک ضروری زینہ۔ جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

چھوٹے میاں بشیر احمد صاحب کا بیٹا ٹری فخرہ انگو رکھتے ہیں کا مصداق اور بہت دلچسپ ہے۔ مگر اس سے زیادہ دلچسپ بڑے میاں محمود احمد صاحب کا ارشاد ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

ایفمی استاد کا ایفمی شاگرد

”حضرت مسیح موعود کو بھی یہ دعویٰ نہ تھا کہ آپ نے ظاہری علوم کہیں پڑھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ میرا ایک استاد تھا جو انیم کھایا کرتا تھا۔ وہ حقہ لے کر بیٹھ رہتا تھا۔ کئی دفعہ پینک میں اس سے اس کے حقہ کی چلم ٹوٹ جاتی۔ ایسے استاد نے پڑھانا کیا تھا۔“

(الفضل مورخہ ۵ فروری ۱۹۲۹ء)

گویا حضرت صاحب اس استاد سے پڑھتے پڑھاتے نہیں تھے۔ بلکہ اس سے جس فن میں وہ ماہر تھا اس کا استفادہ کرتے تھے۔ چنانچہ ذیل کی روایات سے اس بات کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔

..... میاں محمود احمد صاحب لکھتے ہیں: ”حضرت مسیح موعود نے تریاق الہی دواء، خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا بڑا جز النون تھا اور یہ دوا کسی قدر اور النون کی زیادتی کے بعد

حضرت خلیفہ اول (حکیم نور الدین) کو حضور (مرزا قادیانی) چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے۔“

(الفضل مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۳۹ء)

۲..... ”آپ کی عادت تھی کہ روٹی توڑنے اور اس کے کھڑے کھڑے کرتے جاتے پھر کوئی کھڑا اٹھا کے منہ میں ڈال لیتے اور باقی کھڑے دسترخوان پر رکھے رہتے۔ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود ایسا کیوں کرتے تھے۔ مگر کئی دوست کہا کرتے کہ حضرت صاحب یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان روٹی کے کھڑوں میں سے کون سا صحیح کرنے والا ہے اور کون سا نہیں۔“

(الفضل قادیان ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء)

۳..... صاحبزادہ بشیر احمد صاحب لکھتے ہیں: ”خاکسار عرض کرتا ہے کہ آپ چاہیاں ازار بند کے ساتھ باندھتے تھے۔ جو بوجھ سے بعض اوقات لنگ آتا تھا اور والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود عموماً ریشمی ازار بند استعمال فرماتے تھے۔ کیونکہ آپ کو پیشاب جلدی جلدی آتا تھا۔ اس لئے ریشمی ازار بند رکھتے تھے۔ تاکہ کھلنے میں آسانی ہو اور گرہ بھی پڑ جائے تو کھولنے میں دقت نہ ہو۔ سوئی ازار بند میں آپ سے بعض وقت گرہ پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔“

(سیرۃ الہدی حصہ اول ص ۵۵، روایت نمبر ۶۵)

۴..... ”بعض دفعہ جب حضور جراب پہنتے تو بے توجہی کے عالم میں اس کی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں بلکہ اوپر کی طرف ہو جاتی تھی اور بارہا ایک کاج کا ٹن دوسرے کاج میں لگا ہوتا تھا اور بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لئے گرگاہی جوتہ ہدیہ لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے اور بایاں دائیں میں۔ چنانچہ اس تکلیف کی وجہ سے آپ دیکسی جوتہ پہنتے تھے۔ اسی طرح کھانا کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو اس وقت پہنہ لگتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں کہ جب کھانا کھاتے کھاتے کوئی ٹکڑو وغیرہ کا بڑہ دانت کے نیچے آ جاتا ہے۔“

(سیرۃ الہدی حصہ دوم ص ۵۸، روایت نمبر ۳۷)

۵..... ”بعض اوقات زیادہ سردی میں دو دو جرابیں اوپر تلے چڑھالیتے مگر باوجود جراب اس طرح پہن لیتے کہ وہ پیر پر ٹھیک نہ چڑھتی۔ کبھی تو سر آگے لٹکارتا اور کبھی جراب کی ایڑی پیر کی پشت پر آ جاتی اور کبھی ایک جراب سیدھی دوسری الٹی۔“ (سیرۃ الہدی حصہ دوم ص ۱۲۷، روایت نمبر ۴۴۳)

۶..... ”کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ، صدری، ٹوپی، عمامہ رات کو اتار کر تکیہ کے

نیچے ہی رکھ لیتے اور رات بھر تمام کپڑے بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جاتے۔“

(سیرت الہدی حصہ دوم ص ۱۲۸، روایت نمبر ۳۳۳)

اس سلسلہ میں چند ایک مریدان باصفا کی روایت بھی سن لیجئے۔

۷..... ”آپ کو (یعنی مرزا قادیانی کو) شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی آپ کو عرصہ سے لگی ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔“

(ملحقہ حالات مرزا قادیانی براہین احمدیہ ج اول ص ۶۷، مرتبہ معراج الدین قادیانی)

۸..... ”ایک دفعہ ایک شخص نے بوٹ تحفہ میں پیش کیا۔ آپ نے (مرزا قادیانی نے) اس کی خاطر سے پہن لیا۔ مگر اس کے دائیں بائیں کی شناخت نہیں کر سکتے تھے۔ دایاں پاؤں بائیں طرف کے بوٹ میں اور بائیں پاؤں دائیں طرف کے بوٹ میں پہن لیتے تھے۔ آخر اس غلطی سے بچنے کے لئے ایک طرف بوٹ پر سیاہی سے نشان لگانا پڑا۔“

(مکرمین خلافت کا انجام ص ۹۶، معنفہ جلال الدین ٹس صاحب)

۹..... ”نئی جوتی جب پاؤں کا مٹی تو جھٹ ایزی بٹھالیا کرتے تھے اور اسی سبب سے سیر کے وقت گرواڑاؤ کر پھڑکیوں پر چڑھایا کرتی تھی..... حضور کبھی جیل سر مبارک پر لگاتے تو جیل والا ہاتھ سر مبارک اور داڑھی مبارک سے ہوتا ہوا بعض اوقات سینہ تک چلا جاتا جس سے قیمتی کوٹ پر دھبے پڑ جاتے۔“

(اخبار الحکم قادیان مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۳۵ء)

گو اس سلسلہ میں تفصیلات کا دامن زلف یار سے بھی دراز تر ہے۔ تاہم اہل فکر و نظر کے لئے اتنا کافی ہے۔

دریائے خون بہانے سے اے چشم فائدہ

دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

یہ منہ اور مسور کی دال

آہ! انسانیت کی بد قسمتی اور دین کی مظلومی کہ جس ذات شریف کو دسترخوان پر بیٹھ کر روٹی کھانے، چایاں سنبھالنے، اپنی شلوار کا ازار بند کھولنے، جراب اور جوتا پہننے، کاج میں ٹھن سینے، استنجے کے ڈھیلے اور کھانے کے گڑ کو جدا جدا رکھنے حتیٰ کہ سیر کے وقت چلنے اور داڑھی مبارک کو تیل لگانے کی بھی تمیز نہیں وہ دعویٰ کرتے ہیں تو صرف نبوت اور مسیحیت کے نہیں بلکہ افضل الانبیاء سے تخت نبوت و رسالت اور سید المرسلین سے تاج رشد و ہدایت چھیننے کے۔

بادۂ عصیاں سے دامن ترتر ہے شیخ کا
پھر بھی دعویٰ ہے کہ اصلاح دو عالم ہم سے ہے

قادیانی نبوت کے ثبوت میں آخری کیل

الفضل اور اللہ وہ اپنا لکھا پڑھا چاٹ سکتے ہیں اور رائے عامہ کے دباؤ اور پریس کی گرفت سے گھبرا کر اپنی بات سے مکر سکتے ہیں اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی مرزائی اس قسم کی بات نہیں کہہ سکتا۔ لیکن کیا اس بات کا بھی انکار ممکن ہے کہ ان مرزائیوں کے پیشوا خود مرزا قادیانی عشق رسول کے مختلف مدارج تقابل و ہمسری، تفوق و برتری اور وحدت و عینیت طے کرنے کے بعد اب آخری منزل میں قدم رکھتے اور مقام مقصود پر آتے ہیں۔ یعنی نعوذ باللہ سید المرسلین کو مسند رسالت اور کرسی نبوت سے اٹھاتے اور خود ہدایت عالم کا تاج زیب سر کر کے تخت خلافت پر براجمان ہوتے ہیں۔ سنئے اور جگر تھام کر سنئے۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں اور ڈٹکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ: ”اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں۔ یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں۔ کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔“

(الدین نمبر ۳۷ ص ۱۴، خزائن ج ۷ ص ۴۳۵)

فرمائیے! کیا اب بھی اس قسم کی بات میں کوئی کسر رہ گئی۔ کیا اس تصریح کی بھی کوئی تاویل کی جائے گی؟ کیا مقام محمد پر اس بے حیائی سے ڈاکہ زنی کے بعد بھی غلام احمد کی نبوت کو محمد رسول اللہ کی اتباع کامل کا ثمرہ قرار دیا جائے گا؟

ارباب اقتدار سے

ہم ارباب اقتدار سے بھی دریافت کرتے ہیں کہ سرور کائنات کے دشمنوں کی تحقیر و اہانت اور تنقیص و مفقویت کی خرافات اور بکواس سے گذر کر نعوذ باللہ سید المرسلین کو مسند رسالت سے اٹھا کر ہدایت عالم کے مقام محمود پر خود قبضہ کرنے کی تابکار سعی کے باوجود اس کذاب اکبر اور دجال اعظم کو انسان اور اس کی مردود و ملعون لاہوری اور قادیانی امت کو مسلمان سمجھا جائے گا۔

ہر گزم ہادر نمی آید زدوئے اعتقاد

ایں ہمہ ہا گفتن دودین پیبر داشتن

مسلم لیگ اور اسلام

میاں افتخار الدین اور سردار شوکت حیات خان اگر اپنی تقریروں سے مسلم لیگ میں انتشار کا موجب ہوں تو انہیں مسلم لیگ سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

مجلس عالمہ پاکستان مسلم لیگ نے ۱۱ مارچ کو کراچی میں میاں صاحب اور سردار صاحب کو پارٹی سے پانچ پانچ سال کے لئے خارج کرتے ہوئے ان کے خلاف حسب ذیل فرد جرم مرتب کی ہے۔

”میاں صاحب اور سردار صاحب نے جماعتی نظم و ضبط کا خیال کئے بغیر مجلس دستور ساز میں پارٹی میں فیصلوں کے خلاف تقریریں کر کے مسلم لیگ کے مفاد کو نقصان پہنچایا بلکہ انہوں نے پارلیمنٹ میں پاکستان پارلیمنٹ کی حیثیت کو چیلنج کیا۔ انہوں نے پارٹی میں انتشار و بد نظمی پھیلانے کے لئے تخریبی کارروائیاں کیں اور مسلم لیگ کو رسوا کرنے کی کوشش کی۔“

مگر آہ!

مرزا غلام احمد، میاں محمود احمد اور دوسرے مرزائیوں کی اس قسم کی تقریروں سے نہ ملی نظم و ضبط کو صدمہ پہنچتا ہے نہ اسلام کے مفاد کو نقصان پہنچتا ہے۔ نہ دین کی حیثیت کو چیلنج ہوتا ہے۔ نہ اس کی رسوائی ہوتی ہے اور نہ ملت میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں معزز معاصر ”ڈان“ (اردو) بعنوان ”پارٹی سے بغاوت کی سزا“ لکھتا ہے: ”گورنمنٹ اس کے ارکان اور اس کی عام پالیسی پر انہوں نے سخت حملے کئے ہیں۔ انہوں نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ دستور پر پاکستان اور پارلیمنٹ کی نیابتی حیثیت پر بھی اعتراض کیا۔ پاکستان کا کون سا نظام اور ادارہ باقی رہ گیا جس کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ ان کی نظر میں اس کا احترام ہے..... ان کے اور مسلم لیگ پارٹی کے درمیان کون سی چیز مشترک رہ گئی تھی جو انہیں پارٹی کا رکن باقی رکھا جاتا۔“

بالکل انہی الفاظ میں ہم یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ (اس سارے مرزا نمبر سے قطع نظر صرف زیر نظر اقتضائیہ میں) ان کے کثوت کو بغور دیکھ کر ہمیں بتلایا جائے کہ مرزائیت اور اسلام کے درمیان کون سی چیز مشترک رہ جاتی ہے کہ مرزائیوں کو ملت اسلامیہ کا رکن باقی رکھا جائے۔ جب وہ اسلام اس کے ارکان اور اس کی عام پالیسی پر شدید حملے نہ کریں بلکہ خود سید الانبیاء رحمۃ اللہ علیہ کی شان رسالت کو ختم کر کے مرزا غلام احمد قادیانی تخت و تاج نبوت پر قابض ہونے کی ملعون کوشش کرے تو پھر اسلام کا باقی کیا رہ گیا جس کے متعلق یہ سمجھا جائے کہ

مرزاہیت کی نظر میں اس کا احترام ہے؟
الحاصل

مرزا غلام احمد محمد رسول اللہ ﷺ کا حریف و مقابل اور بدترین مخالف و معاند ہے اور امت مرزاویہ امت محمدیہ سے بالکل جدا اور مغائر! اس نے محمد رسول اللہ کے پاکستان میں مسلمانوں کے ساتھ شامل رکھنا اسلام کی مظلومی کا درد انگیز مظاہرہ ہے اور ملت کی مجبوری کا الم ناک نظارہ جسے دیکھ کر حساودیدار فرزند ان توحید کا دل گھٹتا..... اور جگر پھٹتا ہے۔

نادیدنی کی دید سے ہوتا ہے خون دل

بے دست و پا کو دیدہ بیٹا نہ چاہئے

اشاعت دوم

۱۶ شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۴۹ء

مرزا غلام احمد نمبر کا منشاء

ہمارے مقامی معاصر پیغام صلح نے اعلان کیا تھا: ”۲۶ مئی حضرت مسیح موعود کا یوم وصال ہے۔ اس موقع پر پیغام صلح کا ایک خاص نمبر شائع ہوگا جس میں حضرت مجدد وقت کی صداقت آپ کے عظیم الشان کارناموں، آپ کی خدمات دینیہ اور سیرت و اخلاق پر بہت سے بیش قیمت مضامین درج ہوں گے۔“

ہم نے مناسب سمجھا کہ ہم بھی اس مبارک تقریب میں حصہ لیں اور عظیم اہل سنت کا خاص نمبر شائع کر کے دنیا کو حضرت مجدد وقت کی صداقت آپ کے عظیم الشان کارناموں، آپ کی خدمات دینیہ اور سیرت و اخلاق سے باخبر اور آگاہ کریں۔ چنانچہ آج ہم بفضلہ تعالیٰ عظیم کا یہ خاص نمبر..... مرزا غلام احمد نمبر..... شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

مر قبول اللہ زبے عز و شرف

ہمیں امید ہے کہ دنیا کو اس خاص نمبر کے مطالعہ سے مرزا قادیانی کی شخصیت اور آپ کے صحیح منصب و مقام کے سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔ خدا ہمارے ”قادیانی“ کرم فرماؤں کو خالی الذہن ہو کر اس خاص نمبر کی روشنی میں مرزا قادیانی کی حقیقت جاننے پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور قبول حق کی سعادت سے انہیں بہرہ یاب فرمائے۔ آمین!

تنظیم اہل سنت کے ”مرزا غلام احمد نمبر“ کے متعلق

معزز اکابر ملت کی آراء کی گرامی

عالی جناب شیخ فیض محمد صاحب سیکرٹری پنجاب اسمبلی کا ارشاد گرامی

”تنظیم اہل سنت کے مرزا قادیانی نمبر کا میں نے بغور مطالعہ کیا۔ اس کی ترتیب پر میں سید نور الحسن صاحب کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ انہوں نے تنظیم کے اس خاص نمبر کی اشاعت سے ملت اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ مرزائیت کے بارے میں حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے خیالات کی اشاعت خصوصیت کے ساتھ جالب توجہ ہے۔ ان خیالات کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ علامہ موصوف نے کسی ہنگامی جذبہ کے ماتحت ان کا اظہار فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی یہ رائے گرامی برسوں کے عمیق مطالعہ کا نچوڑ ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تنظیم اہل سنت کے مندرجہ مضامین کے پڑھنے کے بعد کوئی معقولیت پسند انسان مرزا قادیانی کے دعوے نبوت کا قائل ہو سکتا ہے۔ میری تجویز ہے۔ ان تمام اور بچوں قسم دیگر مضامین اور نظموں کو مستقل کتاب کی شکل میں شائع کرنا مفید ہوگا۔ اس سلسلہ میں یہ بھی تجویز کرتا ہوں کہ کتاب کی اشاعت کے لئے خاص عطیات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور چھپ جانے پر اس کی تقسیم مفت ہو۔ اس مقصد کے لئے میں اپنے مقدور کے مطابق امداد کے لئے تیار ہوں۔“

قائد ملت حضرت مولانا سید داؤد صاحب غزنوی کا ارشاد گرامی

”ہفت روزہ تنظیم اہل سنت جو مولانا سید نور الحسن صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ شاندار تبلیغی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ بلند پایہ علماء اور اہل قلم حضرات کے مضامین اس کی معنوی خوبیوں کے لئے اور خود فاضل مدیر کا حسن ذوق اس کے صوری اور معنوی محاسن کے لئے ضامن ہے۔ اس کے کئی مخصوص نمبر شائع ہوئے اور انہوں نے خاص قبولیت حاصل کی۔ لیکن یہ آخری مخصوص نمبر جو ”مرزا غلام احمد نمبر“ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے بعض مضامین کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتا ہے اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ قارئین کے شوق طلب کی بناء پر اسے دوبارہ طبع کرایا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ شائقین کی یہ قدر افزائی کارکنان تنظیم اہل سنت کی حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی اور وہ پہلے سے زیادہ شوق اور علو ہمتی سے کام کریں گے اور خدمت تبلیغ کو باحسن وجوہ سرانجام دیں گے۔“

محترم سید عبداللہ شاہ صاحب ایڈیٹر الفلاح پشاور

”ماشاء اللہ تعظیم جو کام سرانجام دے رہا ہے اس کی مثال دورِ حاضرہ میں مشکل ہے۔ پرچہ آتے ہی ہاتھوں ہاتھ مطالعہ کے لئے مانگا جاتا ہے اور میں تو کمرسہ کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دیوے اور اس جدوجہد میں کامیاب کرے۔“ مرزا غلام احمد نمبر ”آپ کی تاریخی یادگار ہے کی۔ بڑی محنت اور جانفشانی سے یہ عرق ریزی کی گئی ہے۔“ مرزا غلام احمد نمبر ”کے براہ نوازش چالیس پرچے بھیج دیں۔ رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دوں گا۔“
دوسرا مکتوب: ”وہ چالیس پرچے فوراً الگ گئے ہیں۔ ۵ پرچے مزید ارسال فرمادیجئے۔“

محترم شیخ فیض الحق صاحب نوری، سید پوری گیٹ راولپنڈی

”آپ کے اخبار تعظیم اہل سنت کا ”مرزا غلام احمد نمبر“ میں نے تقریباً بیس آدمیوں کو مطالعہ کرایا۔ تمام افراد نے ایک ایک کاپی منگوانے کی مجھ سے درخواست کی۔ بہت سے اصحاب نے اخبار مذکورہ کو ہمیشہ کے لئے منگوانے کی خواہش ظاہر کی اور آپ کے دفتر کا پتہ بھی نوٹ فرمالیا۔ امید ہے آپ کو خطوط بھی پہنچ چکے ہوں گے۔ اب گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل پتہ پر مرزا غلام احمد نمبر کتابی شکل میں چھپا ہوا اخباری شکل میں کم از کم پچاس کاپیاں ارسال فرمادیں۔ قیمت انشاء اللہ ارسال کر دی جائے گی۔ میرے دوستوں کی رائے ہے کہ اخبار مذکور کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے آج کل نہایت ضروری ہے۔ تاکہ آپ کے اس کارِ خیر کی مالی امداد میں حصہ لے کر ہر باطل کے مقابلہ میں تعظیم کے تحت کھڑے ہو کر ثواب دارین حاصل کریں۔“

فقط: والسلام علیکم

محترم صاحبزادہ رازق نور صاحب ای۔ اے، بی۔ ٹی (علیگ) نل ضلع کوہاٹ

”تعظیم سے ساری ملت اسلامیہ کا مفاد وابستہ ہے۔“ مرزا غلام احمد نمبر ”یہاں بہت پسند ہوا ہے اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ نہایت عین موقعہ پر پہنچا۔ کیونکہ انہی دنوں فرزندِ علی ناظر اسور عامہ قادیان بھی لوگوں کو مرتد کرنے کے لئے یہاں آیا ہوا تھا۔ وہ نہایت مایوس ہو کر یہاں سے گیا۔ اگرچہ وہ کھلے طور پر کسی سے نہ مل سکا۔ تاہم اس نے تین مریدوں سے جو ہار سے آ کر یہاں بس گئے ہیں اپنے دوستوں کو بلوایا اور اس کا وعظ ان کو سنوایا۔ میں نے بھی دامِ تزدیر سے بچانے کے لئے ان لوگوں سے ہاتھیں کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باطل کا نور ہوا اور ان کے ایک چیلے نے تو

مجھ سے گھٹ بھی کیا کہ میں نے ان کے لئے فضا خراب کر دی۔ فالحمد للہ علی ذالک!“

(۱۱ جون ۱۹۴۹ء)

تنظیم اہل سنت کے مرزا غلام احمد نمبر کے متعلق

مؤقر مسلم پریس کی رائے گرامی

معزز معاصر زمیندار لاہور:

”مرزا غلام احمد نمبر!“

مسلمانوں کو معاصر عزیز تنظیم اہل سنت کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس نے مرزا غلام احمد نمبر شائع کر کے اسلام و ملت کی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ یہ اشاعت مرزائیت کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کی گئی ہے کہ۔

قصہ وصل عدد تجھ کو سنا جاتا ہوں

لے تجھے ہی تیرا آئینہ دکھا جاتا ہوں

اس پرچے میں قادیانیت کے متعلق ایسے محققانہ مضامین ہیں جن کے مطالعے سے کسی مسلمان کو محروم نہیں رہنا چاہئے۔ ہمارا تو یہاں تک خیال ہے کہ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس پرچے کے مطالعے سے محروم رہا تو یہ محرومی خوش قسمتی نہیں کہلائے گی۔ مضمون نگاروں میں حضرت علامہ اقبال نور اللہ مرقدہ، مولانا ظفر علی خان قبلہ، حضرت طاہر طاہر، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ اور مولانا محمد زاہد الحسنی ایسے عالم باعمل اور وسیع العلومات رہنما شامل ہیں۔ غرضیکہ یہ نمبر اپنے موضوع کے لحاظ سے قابل تحسین ہے اور تنظیم اہل سنت کا مدیر مستحق مبارکباد ہے جس نے مضامین کا مجموعہ پیش کیا جو کفر و الحاد کے خرمن پر حق و صداقت کی بجلیوں کا کام کر سکتے ہیں۔ قارئین کرام! یہ پرچہ دفتر ہفتہ دار تنظیم سے طلب کریں۔“ (زمیندار ۷/شعبان ۱۳۲۸ھ)

معزز معاصر! روزنامہ احسان لاہور

”ہفتہ دار تنظیم اہل سنت لاہور نے گزشتہ ہفتہ ”مرزا غلام احمد نمبر“ نکالا ہے جو

۲۸ صفحات اخباری پر مشتمل ہے اور طباعت و کتابت کے لحاظ سے دیدہ زیب ہونے کے علاوہ اصل موضوع پر سیر حاصل تبصرے کا حامل ہے۔ اس میں ہر مضمون نگار نے قادیانیت کے متعلق اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ بلکہ خود انہی کی کتابوں کے حوالے سے پوری تصویر پیش کی ہے۔

مرزائیت کی سیاسی سرگرمیوں کے متعلق بعض اقتباسات ایسے دیئے گئے ہیں جنہیں پڑھ کر ہمیں سوچنا پڑتا ہے کہ اس فرقے کے متعلق کیا نظریہ قائم کریں۔ مثلاً الفضل کے ۱۵ اپریل ۱۹۴۷ء کی اشاعت کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

”ممکن ہے عارضی افتراق (پاکستان کی شکل میں) پیدا ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے۔“ (ارشاد مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان)

بہر حال یہ نمبر بہت معلومات افزا اور دلچسپ ہے اور اس لائق ہے کہ ہر پڑھا لکھا آدمی اس کا مطالعہ کرے۔ قیمت فی پرچہ چار آنے رکھی گئی ہے۔“ (احسان مورخہ ۸ جون ۱۹۴۹ء)

معزز معاصر روزنامہ نسیم لاہور

”اخبار تنظیم اہل سنت لاہور نے ”مرزا غلام احمد نمبر“ شائع کر کے تبلیغ اسلام اور تردید باطل کا ایک نیا انداز پیش کیا ہے۔ مدعیان کاذب اور تحریکات باطل کے اندر داخلی طور پر اللہ تعالیٰ کی حکمت سے کچھ ایسے نمایاں سامان موجود ہوتے ہیں کہ ان کی تردید پر خارجی دلائل لانے کی بجائے صرف ان سامانوں کو الم نشرح کر دینا کافی ہوتا ہے۔ ان کے پیروں کو دیکھ کر ہی ایک طالب حق فیصلہ کر لیتا ہے کہ ایک سچے داعی حق کے یہ کچھ نہیں ہیں۔ اس راز کو سب سے پہلے مولانا الیاس برنی نے بھانپا اور قادیانی مذہب کے نام سے ایک ضخیم کتاب حیدر آباد کن سے شائع کی۔ جس میں قادیانی مذہب کے بانی اور اس کے متبعین کے اقوال اور تحریرات درج کر دیں۔ اپنی طرف سے انہوں نے تبصرے کے طور پر ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ تجربے نے بتایا کہ یہ کتاب رومرزاہیت میں نہایت کامیاب ثابت ہوئی اور اس نے اس تحریک باطل کے خدوخال پر سے پروپیگنڈے کی تمام پرفریب چادریں اتار کر پھینک دیں۔

معاصر تنظیم اہل سنت کا ”مرزا غلام احمد نمبر“ بھی اسی اصول کار پر مبنی ہے۔ اسی پر مرزا غلام احمد قادیانی حتیٰ قادیان کی نظم و نثر کے شہ پاروں کو جمع کر دیا گیا ہے اور ایک آدمی بغیر کسی خارجی استدلال کے مرزا قادیانی کے طرز کلام، حسن اخلاق، اصول پروری، فہم قرآن اور انسانیت و شرافت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں معاصر نے قادیانی جماعت کے ارباب تقدس کے اس مسلک کو بھی درج کر دیا ہے جو پاکستان کے متعلق تقسیم سے پہلے وہ ظاہر کرتے رہے یہ نمبر تردید قادیانیت میں بہت ہی مفید شے ہے اور ظاہری و صوری محاسن کا مرقع، قیمت چار آنے۔“

(۱۶ جون ۱۹۴۹ء)

معزز معاصر روزنامہ غازی لاہور

”ہفت روزہ“ تنظیم اہل سنت“ کا زیر نظر شمارہ اپنی ظاہری اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے ملت پاکستان کے لئے ایک قابل قدر صحافتی پیشکش ہے۔ جیسے ہر سچا مسلمان قدر اور احترام کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اس شمارہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی تحریروں کے حوالے سے ان کی حقیقت کو پوری طرح بے نقاب کیا گیا ہے۔ مرزا بشیر الدین کی تقریر اور تحریر کی روشنی میں مرزائیت کی کارگزاریوں اور سرگرمیوں بلکہ مستقبل میں اس کے وجود سے پیدا ہونے والے اندیشوں کی تبیین بھی مؤثر اور مدلل انداز میں کی گئی ہے۔ احمدیت سے متعلق حضرت علامہ اقبال مرحوم و مغفور کے معلومات افزا مضامین بھی درج ہیں۔ جن کے ذریعے مرزائیت کو اس کے اصلی رنگ و روپ میں دیکھنے کے لئے پوری امداد ملے گی۔

الغرض شمارہ زیر نظر کی تمام نگارشات نے ایک ایسے وقت پر مرزائیت کی نقاب کشائی کا فرض عظیم سرانجام دیا ہے۔ جب کہ پاکستان کی تعمیری زندگی کے تقاضے مسلمانوں کے دیندار اور فرض شناس حلقوں سے اس کی توقع کر رہے تھے۔ ہم تنظیمیں جریدہ تنظیم کو اس بلند پایہ اور معنوی خوبیوں سے آراستہ شمارہ کی کامیاب تکمیل پر مبارکباد پیش کرتے ہیں اور ہماری دعا ہے کہ جریدہ تنظیم ملت کی مذہبی پریشانیوں کے لئے صورت اطمینان کا زندگی بخش ذریعہ ثابت ہو۔“

(۱۶ جون ۱۹۴۹ء)

معزز معاصر روزنامہ ”سفینہ“ لاہور

”ہفتہ دار تنظیم اہل سنت“ نے جو محمود خان لغاری کی سرپرستی میں اہل سنت والجماعت کے عقائد کی تبلیغ اور ان کے حقوق کی نگرانی کے لئے جاری ہے اس ہفتہ ایک خوش رنگ جاذب نظر خاص نمبر شائع کیا ہے جس میں بزرگان قادیان کے سلسلہ پر نقد و تبصرہ کیا گیا ہے اور حوالے انہی کی کتابوں سے دیئے گئے ہیں پچھلے دنوں قادیانیوں کے متعلق یہ عام شبہ کیا جاتا تھا کہ مذہبی معاملے میں ان کے عام مسلمانوں سے جو اختلاف ہیں سو ہیں۔ سیاسی معاملات میں بھی وہ پاکستان کے وفادار نہیں اور یہ شبہ بھی بعض اقوال و افعال کی بناء پر کیا گیا تھا۔ اس نمبر میں ”الفضل“ کا مندرجہ ذیل اقتباس شائع کیا گیا ہے۔

”ممکن ہے عارضی افتراق پیدا ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدا جدا رہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے۔“ یہ اقتباس مرزا محمود احمد امام جماعت کی ایک تقریر سے لیا گیا ہے جو انہوں نے

اعلان تقسیم سے کوئی دو ہفتہ قبل کی تھی۔ اسی طرح اور معاملات پر اپنے نقطہ نظر سے بحث کی گئی ہے۔
۳۴ میں یہ نمبر اخبار کے دفتر سے طلب کیجئے۔“
(۹ جون ۱۹۴۹ء)

معزز معاصر روزنامہ ”مغربی پاکستان“ لاہور

”ہفتہ وار تنظیم اہل سنت والجماعت نے یہ جدت کی ہے کہ اہل سنت کا اخبار ہونے کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی کے یوم ولادت پر اس نے ”مرزا غلام احمد نمبر“ کے نام پر ایک خاص نمبر شائع کیا ہے۔ اس خاص نمبر میں مرزا غلام احمد کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور مرزائیوں کے عقائد باطلہ کے پول نہایت عام فہم انداز سے کھولے گئے ہیں۔“

(مورخہ ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ)

”مرزا غلام احمد نمبر“ کی اشاعت پر پیغام صلح کی فریاد و فغان

از: مولانا سید نور الحسن بخاری

کلیں غش میں ہے اور جل رہا ہے دامن طور

ابھی تو ”حسن“ کا پہلا ہی پردہ اٹھا ہے

آپ کے تنظیم کا ”مرزا غلام احمد نمبر“ شائع ہوا اور ہاتھوں ہاتھ لکل گیا۔ ہمارے فہم و فکر میں بھی نہ تھا کہ یہ اتنا مقبول عام ہوگا۔ حیران ہوں کہ قادر مطلق کا کس زبان سے شکر ادا کروں۔ جس نے دین و ملت کے اس واحد تبلیغی مرکز..... مرکز تنظیم..... کو تنظیم اہل سنت کا یہ خاص نمبر شائع کرنے کی توفیق مرحمت فرمائی اور پھر اس خاص نمبر کو قبولیت عامہ کی سند عطا فرما کر اسے برصغیر ہندوپاکستان کے طول و عرض میں پھیلا دیا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

مقامی موقر پریس نے اس نمبر کی بہت زیادہ تعریف و توصیف کر کے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ملک و ملت کے مشہور و معزز روزنامہ زمیندار نے یہاں تک لکھ دیا کہ ہمارا تو یہاں تک خیال ہے کہ کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس پرچے کے مطالعہ سے محروم رہا تو یہ محرومی خوش قسمتی نہیں کہلائے گی۔ علاوہ ازیں ”زمیندار“ نے اس نمبر سے تنظیم کے شکریہ کے ساتھ اپنی دو اشاعتوں میں مضمون بھی نقل کئے۔ اس پر آرڈر آنے شروع ہو گئے۔ مگر انہوں نے ہم ان کی تعمیل سے قاصر تھے۔ کیونکہ یہ نمبر اپنی اشاعت کے ایک ہفتہ بعد ختم ہو گیا تھا۔ سینکڑوں کی تعداد میں آرڈر آئے

رکھے تھے اور ابھی مزید آرہے ہیں۔ اس لئے ہم مجبور ہو گئے کہ نمبر کو دوبارہ شائع کریں۔ آپ کا یہ مقبول و محبوب نمبر چار صفحات کی ایزادی کے ساتھ ہدیہ قارئین کرام ہے۔

مگر قبول افتد زہے عز و شرف

عام صحافتی تاریخ میں تو نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن تنظیم اہل سنت کی تاریخ کا یہ پہلا موقعہ ہے کہ ہم بفضلہ تعالیٰ اس کا ایک خاص نمبر دوبارہ شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ ”والحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً“ اور اگر خدا کو منظور ہے تو اس کا تیسرا ایڈیشن بھی بہت زیادہ اضافہ کے ساتھ کتابی صورت میں شائع ہوگا۔ جیسا کہ محترم القام جناب شیخ فیض محمد صاحب پیکرا سبلی کی تجویز گرامی ہے۔

حق تعالیٰ اکابر ملت اور ارباب دولت کو عالی جناب شیخ صاحب کی مبارک تجویز کو جلد عمل پہنانے اور اس نمبر..... جو برادران اسلام کے تحفظ ایمان کی ضمانت ہے..... عامۃ المسلمین تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

معزز اکابر ملت اور موقر مسلم پریس کی آراء گرامی آپ کے سامنے ہیں۔ لیکن کیا آپ تصویر کا صرف ایک ہی رخ دیکھیں گے؟ اور ان دوستوں کے تاثرات سے آپ بے خبر رہیں گے جن کی اصلاح و ہدایت کی بفضلہ تعالیٰ اس نمبر کی اشاعت سے توقع کی جاسکتی ہے۔ حق تعالیٰ قبول حق اور رجوع عن الباطل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

پیغام صلح کی فریاد و فغان

کفن اٹھاؤ نہ للہ میرے چہرے سے

ہوں رو سیہ مجھے رہنے دو منہ چھپائے ہوئے

لاہوری قادیانیوں کا ترجمان ”پیغام صلح“ اپنے افتتاحیہ میں رقمطراز ہے۔ ”تنظیم اہل سنت“ نے پیغام صلح کے مسجح موعود نمبر کا اعلان دیکھ کر ”مرزا غلام احمد نمبر“ کے نام سے ایک خاص پرچہ شائع کیا ہے۔ اس پرچہ میں شاید ہی کوئی مضمون ہو۔ جس میں حضرت مسیح موعود کی گندی سے گندی تصویر بنانے کی کوشش نہ کی گئی ہو۔ جھوٹ، افتراء، بدزبانی، جہمت طرازی اور شہوت رانی وغیرہ کے الزامات آپ پر نہ لگائے گئے ہوں۔ آپ کے عشق قرآن کی بھی تردید کی گئی ہے اور عشق رسول کی بھی اور اس بات پر سارا زور صرف کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کی ساری زندگی قرآن اور رسول کی مخالفت میں گذری۔“

(۸/ جون ۱۹۴۶ء)

اس کا بہترین جواب وہی ہے جو معزز معاصر ”زمیندار“ اپنے شذرہ میں دے چکا ہے کہ یہ اشاعت مرزا ایت کی خدمت میں یہ کہہ کر پیش کی گئی ہے۔

قصہ وصل عدد تجھ کو سنا جاتا ہوں

لے تجھے ہی ترا آئینہ دکھا جاتا ہوں

حضرت مسیح موعود کی گندی سے گندی تصویر کی ذمہ داری خود حضرت صاحب پر ہے۔ آئینہ میں تو وہی کچھ نظر آتا ہے جو اس کے سامنے لایا جاتا ہے۔ اس لئے معزز معاصر ”پیغام صلح“ کو..... اس بیوقوف بھدے بھدے جھشی کی طرح جس نے آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر غصے سے اسے زمین پر پٹک دیا تھا اور کہا تھا۔ کیا منجوس اور بد صورت آدمی ہے۔ ”تنظیم اہل سنت“ کا ”مرزا غلام احمد نمبر“ دیکھ کر تنظیم پر غضبناک اور حسکین ہونے کی بجائے خود مرزا قادیانی کے متعلق اپنے عقائد پر نظر ثانی کی تکلیف کو ادا فرمائی چاہئے کہ

کسی کی چشم می نیلگوں سے ہے میری بادہ آشی

کسی کے روئے رنگین سے میری رنگیں خیالی ہے

چیلنج

حقیقت یہ ہے کہ تنظیم نے صرف عکاسی کی ہے اور دیا انتداری سے مرزا قادیانی کو ان کے اصلی رنگ اور روپ اور خد وخال میں مظهر عام پر لا کھڑا کیا ہے۔ اگر ”پیغام صلح“ دیا انتداری سے یہ سمجھتا ہے کہ تنظیم نے یہ غلط الزامات مرزا قادیانی پر لگائے ہیں تو پھر ہم پوری قوت سے اپنے معاصر کو غیر مبہم الفاظ میں کھلا چیلنج کریں گے کہ وہ عدالت میں ہمارے خلاف مقدمہ دائر کر دے۔ پھر دیکھئے ہم کس طرح سوائے شہرت رانی کے باقی سب اوصاف حمیدہ مرزا قادیانی ہی کے ارشادات عالیہ سے ثابت کرتے ہیں۔ رہا شہوت رانی کا سوال، تو ہم نے یہ الزام مرزا قادیانی پر لگایا ہی کب ہے؟ ہم نے تو اللہ ان کے حسب ذیل اقوال نقل کر کے ان کی قابل رحم حالت زار کا اظہار کیا تھا۔

..... ۱ ”صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں انھوں نے بکلی جاتا رہتا تھا۔“

(مکتوبات احمدیہ ج ۲ نمبر ۱۴، مکتوبات احمدیہ ج ۲ نمبر ۲۰، مکتوب نمبر ۱۰)

..... ۲ ”میری حالت مردی کا عدم تھی۔“ (نزل المسح ص ۲۰۹، خزائن ج ۸ ص ۵۸۷)

صحبت کے وقت لیٹنے کی یہ حالت اور عدم مردی کی یہ حالت تو کسی اور حالت کا پتہ دیتی ہے۔ اس حالت پر شہوت رانی کا تو گمان بھی نہیں گذر سکتا۔ لہذا یہ تو ہم پر سراسر الزام، اتہام اور

بہتان و افتراء ہے۔ ہاں باقی جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ وہ ہم نے پوری دیانت و امانت کے ساتھ مرزا قادیانی کے ”وحی والہام“ یا پھر مرزائیت کے مسلم معتبر لٹریچر کی روشنی ہی میں لکھا ہے اور اسے ہم ہر سرکاری عدالت یا غیر سرکاری پمچائت کے سامنے ہر وقت ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ بہر حال۔

زباں گل جائے گر میں نے کہا ہو کچھ سر محشر
تمہاری تیغ کے چھینے تمہارا نام لیتے ہیں

یہ دین قادیانی جو ودانی ہو نہیں سکتا

شاعر عظیم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب شوقی اپنا لہجہ!

ز میں پر جب نکاح آسانی ہو نہیں سکتا	تو پھر ہرگز پیہر قادیانی ہو نہیں سکتا
وہ اپنے منہ میاں مٹھوئے لیکن ہاں صورت	مکان کا رہنے والا لامکانی ہو نہیں سکتا
مرے خالق نے بخشا ہے مجھے اسلام سادہ	کوئی اس دین کا دنیا میں ثانی ہو نہیں سکتا
نبوت جس کی وابستہ ہو پائے اہل یورپ سے	وہ دنیا میں کبھی حق کی نشانی ہو نہیں سکتا
دلائل سے غرض کیا صرف اتنا جانتا ہوں میں	خدا والا اسیر بد زبانی ہو نہیں سکتا
ادھر اسلام کا دعویٰ ادھر کفار سے الفت	ہمیں تو اعتبار قادیانی ہو نہیں سکتا
جہاں میں دشمن ختم رسل موجود ہیں جب تک	دل ناشاد وقف شادمانی ہو نہیں سکتا
کہاں سے لائیں جرأت میر زلیٰ بحث کرنے کی	مقابل امر حق کا نقش فانی ہو نہیں سکتا
جسے فطین پوشی میں بھی دھوکا پیش آ جائے	وہ ملت میں کسی جدت کا بانی ہو نہیں سکتا
کئے انگریز تو خود کاشتہ پودا بھی سوکھے گا	یہ دین قادیانی جادوانی ہو نہیں سکتا

جو دنیا میں شریک زمرہ باطل رہے شوقی

وہ عقبنی میں قرین کامرانی ہو نہیں سکتا

۱۔ محمدی بیگم سے نکاح آسانی، مرزائے قادیانی کے تابوت مجددیت میں آخری کیل ہے۔ ۱۸۸۶ء سے ۱۹۰۷ء تک پورے اکیس سال کی شبانہ روز مسلسل جدوجہد، ازالہ اوہام، آئینہ کمالات، تبلیغ رسالت جلد اول، دوم، سوم، حقیقت الوحی، انجام آقہم وغیرہ بیسیوں کتابوں میں مندرجہ سیکٹروں حلفیہ آسانی ارشادات اور ہزاروں اشتہاروں میں شائع شدہ مؤکد عذاب قسمیہ ربانی الہامات کے علی الرغم جب آسانی نکاح کا زمین پر نفاذ نہ ہو سکتا اور وقت کا نبی اور رسول یا بدرجہ اقل مسیح موعود و مجدد اعظم مصلح اکمل اور امام اکبر اور امامت کا سب سے بڑا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نذر مرزائے قادیاںی ہے

شوقِ ایتالوی!

فکر میں تیغ کی روانی ہے
نذر مرزائے آنجمانی ہے
نمی بننے کی اپنے دل میں ٹھانی
جناب میرزائے قادیاںی
مگر پورا اترتا سخت مشکل
نہ توشہ ہے نہ رہبر ہے نہ منزل
نہ آئے گا قیامت تک کسی دن
ہزاروں ہوں اگر ظاہر تو ممکن
ہوا یوں فرق بیڑا کترین کا
ہوا ثابت کہ سب کچھ ہے انہیں کا

موجزن ہیں تخیلات عجیب
سلک قطعات نو یہ اے شوق
نہ تھا عقل و خرد سے واسطہ جب
خدا بننے تو واللہ خوب بچے
نمی بننے کا دعویٰ خوب آساں
ذرا یاروں کی نادانی تو دیکھو
خدا کا ساختہ کوئی پیہر
مگر انگریز کے پروردہ فتنے
غلام شاہ لندن بن گئے ہیں
نبوت سے جناب میرزا کی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) عاشق قرآن اور بے نظیر محبت رسولؐ ۷ مارچ ۱۸۹۲ء سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء تک ۱۶ سال سے پورا چلے اوپر جب منکوحہ آسمانی کے ساتھ مرزا سلطان محمد (محمدی بیگم کے شوہر) کے ناجائز تعلقات دیکھتا رہا اور زنا اور ناجائز اولاد کا یہ سلسلہ بند نہ کر سکا تو ایک باضمیر اور باغیرت انسان ایک سیکنڈ کے لئے بھی مرزا غلام احمد کے قریب نہیں بھٹک سکتا..... قابل صد ہزار تحسین و تمہیک ہے۔ لاہوری قادیاںی کے امیر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کا مرزا قادیاںی سے ایمان و اخلاص کہ ان کے پائے استقامت میں قطعاً لغزش نہ آئی اور یہ تسلیم کرنے کے بعد بھی کہ یہ اہم پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ آپ مرزا قادیاںی کے مسیح موعود و مجدد اعظم، مصلح اکمل اور امت میں واحد و یگانہ عاشق قرآن کی رٹ برابر لگائے چلے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں: ”یہ سچ ہے کہ مرزا قادیاںی نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نکاح نہیں ہوا..... مگر میں کہتا ہوں..... صرف ایک پیش گوئی لے کر بیٹھ جانا اور باقی پیش گوئیوں کو چھوڑ دینا جن کی صداقت پر ہزاروں گواہیاں موجود ہیں۔ طریق انصاف اور راہ صواب نہیں۔ صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے دیکھنا چاہئے کہ تمام پیش گوئیاں پوری ہوئیں یا نہیں۔“

(پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء)

مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی۔ ہونے کے باوجود کس قدر بھولے بھالے آدمی ہیں۔ اسی حضرت ایہ کون کہتا ہے کہ نتیجہ پر پہنچنے کے لئے تمام پیش گوئیوں کو نذر دیکھنا چاہئے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اشاعت اول

۲۴ رجب، یکم شعبان ۱۳۶۸ھ، مطابق ۲۴، ۳۱ مئی ۱۹۴۹ء
تنظیم اہل سنت کا ”مرزا غلام احمد نمبر“

مولانا ظفر علی خان!

بابائے شاعری و صحافت حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب مدظلہ العالی ایمان کی ایک

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ہم تو یہی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی صداقت کے متعلق صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے یہ دیکھنا چاہئے کہ تمام پیش گوئیاں جس میں یہ محمدی بیگم کی پیش گوئی بھی شامل ہے پوری ہوئیں یا نہیں۔ آپ اس معیار پر مرزا قادیانی کو جانچنے کے لئے تو خود تیار نہیں اور کہتے دنیا کو ہیں کہ یہ طریق انصاف اور راہ صواب نہیں۔ اس پر سوائے اس کے ہم اور کیا عرض کریں۔

تا کے ملامت مژدہ انگلہار من

یک بار ہم ملامت چشم سیاہ خویش

بہر حال مولوی صاحب کا اس معیاری پیش گوئی کو غلط تسلیم کر لینا غنیمت ہے۔ لیکن اس پر ہم انہیں ہدیہ مبارکباد پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کا یہ اعتراف حق و انصاف اور صدق و صدا کی بناء پر نہیں بلکہ۔

عصمت بی بی ست از بچاری

مولوی صاحب نے حقیقت میں تمام راستے مسدود دیکھ کر اور کوئی راہ فرار نہ پا کر مجبوراً اس پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے کا اقرار تو کر لیا۔ مگر مرزا قادیانی کی صداقت پر برابر ڈٹے رہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی اپنے پرکھنے کی کسوٹی اور اپنے تولنے کا ترازو اس پیش گوئی ہی کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اصلی پیش گوئی اپنے حال پر قائم ہے اور کوئی آدمی کسی حیلہ یا مکر سے اسے روک نہیں سکتا اور یہ پیش گوئی خدائے بزرگ کی طرف سے تقدیر مبرم ہے اور عنقریب وہ وقت آئے گا مجھے قسم ہے خدا کی کہ محمدی بیگم کے خاندان کے مرنے اور اس کے بعد محمدی بیگم کے میرے نکاح میں آنے کی پیش گوئی سچی ہے۔ پس عنقریب تم دیکھ لو گے۔ میں اس پیش گوئی کو اپنے سچایا جھوٹا ہونے کے لئے معیار قرار دیتا ہوں اور میں نے جو کچھ کہا الہام اور وحی سے معلوم کر کے کہا۔“ (انجام آتمم ص ۲۲۳، خزائن ج ۱۱ ص ۲۲۳)

مولوی صاحب مجدد اعظم اور اپنے ہادی و مرشد کو اس معیار پر رکھتے جو انہوں نے اپنے لئے خود پیش کیا ہے تو بابت دل مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کا اعلان کر دیتے۔ (بخاری)

جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویر ہیں اور ایمان عبارت ہے۔ کفر سے بغض و عداوت سے۔ چنانچہ حضرت مولانا کے خون کا ہر قطرہ آج نہیں بلکہ اس وقت سے جب کہ فرنگی اقتدار و استعمار کا آفتاب نصف النہار پوری تیزی اور تہذات سے چمک رہا تھا اور وقت کے نبی اس چڑھے سورج کو خدامان کر اس کی پوجا پاٹ میں مستغرق تھے۔ اس کے تشدد و استبداد کو نظر انداز اور پامال کر کے انگریز اور انگریز کی خود کا شتہ نبوت سے بغاوت و نفرت میں متحرک و مضطرب ہے اور اسی تڑپ کا نتیجہ ہے کہ آپ نے دور حاضر کے اس سب سے بڑے فتنہ کے خلاف جو مسلسل جہاد کیا ہے اس کی نظیر عرصہ تقریر و خطابت میں تو شاید مل جائے لیکن دنیا کے تحریر و صحافت میں ہرگز نہیں مل سکتی۔ شورش کشمیری سے مولانا نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ”اب ہم لوگ ایک تماشا ہیں اور آپ تماشا کی۔ ہمارا زمانہ بیت گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی قلم و دوات کے وہ معرکے ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔ اب تو قافلہ حیات سکون کے ساتھ اپنا سفر پورا کر رہا ہے۔ ہمارے وقت کا آفتاب ڈوب گیا اور اس زمانہ کی محبتیں لیل و نہار کے ساتھ ختم ہو گئیں۔“

اب جب کہ قلم اور دوات کے وہ معرکے ٹھنڈے پڑ گئے ہیں۔ ہم انہی معرکوں کے زمانہ کی ایک نظم عنوان بدل کر اپنے اس خاص نمبر کے زیب عنوان کر رہے ہیں۔ اس نمبر کے پس منظر کے پیش نظر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مولانا نے یہ نظم اسی نمبر کے لئے موزوں فرمائی ہے۔

کفر کا جھنڈا کریں گے آج مرزائی بلند ہم بھی لٹکیں ہاتھ میں لے کر فلم اسلام کا
غیب سے کانوں میں پہنچی ہے یہ اڑتی سی خبر قادیان کے سر پہ پھٹنے کو ہے ہم اسلام کا
سر چھپائیں گے کدھر جا کر پرستاران کفر جب عرب اسلام کا ہے اور عجم اسلام کا
دل گواہی دے رہا ہے ایک دن اس دلیں میں بھرنے والے ہیں تمام انسان دم اسلام کا
سر کو بیچا اور خریدی اپنے مولا کی رضا اس تجارت ہی سے قائم ہے بھرم اسلام کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

مرزا غلام احمد اور عشق خدا اور رسول

شرم تم کو مگر نہیں آتی!

از: مولانا سید نور الحسن بخاری

اخلاق و روحانیت کے لئے کتنا جا بگسل اور روح فرسا ہے یہ حادثہ! کہ صرف رائی کا پریت اور پر کا کوا بنا کر پیش کیا جائے۔ بلکہ نرے جھوٹ کو بالکل سچ بنا دیا جائے۔ شرافت

وصداقت کی کتنی مظلومی اور مجبوری ہے کہ گھٹا ٹوپ اندھیرا اپنے آپ کو اجالا ظاہر کرے اور کفر و باطل، حق و اسلام کا نعرہ لگا کر میدان میں آدھمکے۔ بدی نیکی کھلا کر نیکی کا منہ چڑائے اور شر، خیر کا روپ دھار کر خیر کے مقابلہ میں نکل آئے۔ جب زہر ہلا مل اور ستم قاتل پر آب حیات اور تریاق عراق کا لیل لگا کر نہ صرف دنیا کو زہر دیا جائے بلکہ آب و تریاق کو چلچلیج کیا جائے تو دنیا اور اہل دنیا کی بد نصیبی اور حق و صداقت کی مظلومی کی کوئی حد و انتہاء باقی رہ جاتی ہے؟

ہٹلر، گوئرنگ اور گوبلز اگر جھوٹ کو اس شدت و دھکار کے ساتھ دنیا میں نشر کریں کہ دنیا جھوٹ کو سچ سمجھنے پر مجبور ہو جائے اور چہ چل، سائلن اور ٹرومن اس قدر وثوق و اعتماد کے ساتھ کذب و دروغ کی اشاعت کریں کہ دنیا ان کو ٹرومن (سچا آدمی) سمجھنے لگ جائے تو یہ چیز اتنی تعجب خیز اور حیرت انگیز نہیں۔ کیونکہ آج کل کی سیاست کی بنیاد ہی دجل و فریب پر قائم ہے۔ لیکن جب دنیا یہ دیکھتی ہے کہ دینی حدود میں ایک سولہ آنے دشمن خدا و رسول کو عاشق خدا و رسول بنا کر دنیا کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہے تو فرط حیرت سے انگشت بدنداں ہو کر رہ جاتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی خدا، رسول خدا اور دین خدا سے عداوت و بغاوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ سورج کی طرح روشن اور ظاہر حقیقت ہے۔ کوئی عقل کا اندھا شہرہ چشم ہی اس میں شک و شبہ کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود مرزا قادیانی کی ذات اقدس کی طرف جب چند بد قسمت اور بد نصیب دنیا کو دعوت دیتے ہیں تو مرزا قادیانی کو سب سے بڑا محبت خدا، عاشق رسول اور خادم و مجدد دین بنا کر پیش کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض سادہ لوح اور بے خبر مسلمان اس دام تزدیرو تلبیس میں پھنس کر مرتد ہو جاتے ہیں۔

لاہوری جماعت اور مولوی محمد علی

قادیانی اکابر تو اس بارے میں انسانیت و شرافت کی تمام حدود پھاند چکے ہیں۔ اس لئے وہ مرفوع القلم اور خارج عن البحث ہیں۔ لیکن لاہوری جماعت جو عام طور پر اس سلسلہ میں سنجیدہ اور شریف سمجھی جاتی ہے اس کا بھی یہ حال ہے کہ اس کے مبلغ اس کا پر لیں، اس کا امیر سبھی ہر وقت اور ہر موقع پر اس قسم کا دلا زار راگ الاپتے رہتے ہیں اور آئے دن ایک دشمن خدا اور عدد رسول کو عاشق خدا اور محبت رسول بنا کر پیش کرتے رہتے ہیں۔

جماعت کے امیر مولوی محمد علی صاحب ایم، اے، ایل، ایل، بی کا تو یہ حال ہے کہ انہیں مرزا قادیانی کے اسی عشق کے چرچے کا ہیضہ ہو گیا ہے اور ان کا عموماً کوئی خطبہ ایسا نہیں ہوتا جس میں وہ اس قسم کی مسلم آزار و دشواری اختیار نہ کرتے ہوں۔ چند تازہ شواہد ملاحظہ ہوں:

حضرت مرزا صاحب کا عشق رسول

۸ مارچ ۱۹۳۹ء کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں: ”ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے بھی یہ نظارہ دیکھا کہ ایک شخص ہمارے سامنے اٹھا اور خدا کے لئے اسی عشق اور محبت کا جذبہ ہم نے اس کے اندر دیکھا جس کی طرف محمد رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ خدا جانتا ہے اسی جذبہ کی ایک جھلک..... ان آنکھوں سے ہم نے حضرت مرزا صاحب میں دیکھی جس کا اصل سرچشمہ ہمارے پیغمبر ﷺ ہیں۔ کس طرح دیکھا؟ گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آپ کو آتے ہیں اور آپ ہنس کر فرماتے ہیں کہ ہم نے انہیں ایک بوری میں ڈالنا شروع کیا تھا۔ مگر وہ بہت جلد بھر گئی۔ اس لئے اس کو بھی چھوڑ دیا۔ لیکن وہی شخص جو اپنے لئے گالیوں کی پرواہ تک نہیں کرتا وہی شخص جو اپنے متعلق گالیوں کو اس فراخ دلی سے سن لیتا ہے جب نبی کریم ﷺ کے متعلق کوئی ایسا خط آجائے یا کوئی مضمون شائع ہو جس میں آپ پر حملہ ہو تو اس کی غیرت جوش میں آ جاتی ہے اور چین نہیں لیتے جب تک اس کا جواب نہ دے لیں۔“ (پیغام صلح مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۳۹ء)

ملاحظہ ہو کہ مرزا قادیانی کے عشق الہی کا راز کس زور شور سے الاپا جا رہا ہے اور ثبوت یہ دیا ہے کہ گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط آپ کو آتے ہیں اور آپ ہنس کر فرماتے ہیں کہ ہم نے انہیں ایک بوری میں ڈالنا شروع کیا تھا۔ مگر وہ بہت جلد بھر گئی۔ اس لئے اس کو بھی چھوڑ دیا۔ لیکن وہی شخص جو اپنے لئے گالیوں کی پرواہ تک نہیں کرتا وہی شخص جو اپنے متعلق گالی کو اس فراخ دلی سے سن لیتا ہے جب نبی کریم ﷺ کے متعلق کوئی ایسا خط آجائے یا کوئی مضمون شائع ہو جس میں آپ کی ذات پر کوئی حملہ ہو تو اس کی غیرت جوش میں آ جاتی ہے اور چین نہیں لیتے۔ جب تک اس کا جواب نہ دے لیں۔ اللہ! اللہ!

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مولوی صاحب پڑھ لکھ آ دی ہیں۔ کیا وہ اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ آخرو دنیا اس لہر اور پوچ بیان پر کیا کہے گی۔ اس لاف و گزاف پر حقیقت حال سے باخبر لوگ کتنا مستحکم اڑائیں گے۔ آخر اس مرتع غلط بیانی اور فضول کذب و دروغ پر مولوی صاحب کو کچھ شرم آنی چاہئے۔

پہلا جھوٹ

ان گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط میں سے کسی ایک کی بھی نشاندہی کی جاسکتی ہے؟ کیا ہمارا یہ چیلنج قبول کیا جاسکتا ہے کہ مرزا قادیانی سباب اعظم نے جن اکابر دین اور علماء و مشائخ

امت کو نام بہ نام بازاری گالیاں دی ہیں ان کی طرف سے ایک گالی پیش کی جائے جو مرزا قادیانی کو پہلے یا اس سب دشتم کے بعد دی گئی ہو۔ کیا ہمارا یہ چیلنج منظور کرنے کی ہمت و قوت ہے۔
پیش کر غافل اگر کوئی عمل دفتر میں ہے

دوسرا جھوٹ

اگر مرزا قادیانی ”لوگوں کو گالیاں فراخ دلی سے سن کر“ ہنس دیتے ہیں اور پردہ تک نہیں کرتے تو پھر یہ مغالطات مرزا کس کا افتراء ہے۔ آخر مرزا قادیانی کی پاک تصنیفات میں یہ خرافات، یہ سو قیانہ سب دشتم یہ بدزبانی و گالی گلوچ کی نجاست اور غلاظت کس نے داخل کر دی ہے؟ جس کی ایک ہلکی سی جھلک ہم نے اسی نمبر کے صفحات پر دکھلائی ہے۔

تیسرا جھوٹ

آخری جھوٹ اور انتہائی کذب و دروغ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے متعلق کوئی مضمون شائع ہو۔ جس پر آپ کی ذات پر کوئی حملہ ہو تو اس کی غیرت جوش میں آ جاتی ہے اور چین نہیں لیتے۔ جب تک اس کا جواب نہ دے دیں۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

اس لئے اس صریح غلط بیانی اور غلط فریب کاری کا پردہ خود مرزا قادیانی کے ہاتھوں چاک ہوتا دیکھئے۔

سنئے اور جگر تھام کے سنئے امرزا قادیانی لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں: ”بہتوں نے اپنی بدذاتی اور مادری بدگوہی سے ہمارے نبی ﷺ پر بہتان لگائے۔ یہاں تک کہ کمال خباثت اور پلیدی سے اس سید المصومین پر سراسر دروغ گوئی کی راہ سے..... تہمت لگائی۔ اگر غیرت مند مسلمانوں کو اپنی محسن گورنمنٹ کا پاس نہ ہوتا تو ایسے شریروں کو وہ جواب دیتے جو ان کی بداصلی کے مناسب حال ہوتا۔ مگر شریف انسانوں کو گورنمنٹ کی پاسداریاں ہر وقت روکتی ہیں اور وہ طمانچہ جو ایک گال کے بعد دوسرے گال پر عیسائیوں کو کھانا چاہئے تھا ہم لوگ گورنمنٹ کی اطاعت میں محو ہو کر پادریوں اور آریوں سے کھا رہے ہیں۔ یہ سب بردباریاں ہم اپنی محسن گورنمنٹ کے لحاظ سے کرتے ہیں اور کریں گے۔ کیونکہ ان احسانات کا ہم پر شکر کرنا واجب ہے جو خدا نے تعالیٰ کے فضل نے اس مہربان گورنمنٹ کے ہاتھ سے ہمارے نصیب کئے اور نہایت بدذاتی ہوگی اگر ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی ہم سے ان نعمتوں کو فراموش کر دے جو اس گورنمنٹ کے ذریعے سے

مسلمانوں کو ملی ہیں۔ بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فنا ہے اور ہوگا اور ہم غائبانہ اس کے اقبال کے لئے دعا گو ہیں۔“ (آریہ سرم میں ۵۸، ۵۹، خزائن ج ۱۰ ص ۸۱، ۸۰)
استغفر اللہ! العیاذ باللہ!!

شعور و فکر کی یہ کافری معاذ اللہ

فرنگ تیرے خیال و عمل کا ہے مسموم

بدن تھڑا اٹھتا ہے اور رو ٹکٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ انسان لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے۔ کس قدر جرأت و جسارت کا مظاہرہ ہے اور کس قدر بے ہاکانہ و گستاخانہ بیان ہے۔ چند روزہ مردود و ملعون فرنگی حکومت کی جھوٹی خوشامد اور چالپوسی کے مقابلہ میں سرور کائنات، سید الاولین و الآخرین کی انتہائی توہین گوارا کر لیتے ہیں اور حسن گورنمنٹ کے پاس اور لحاظ میں مست و مدہوش ہو کر سید المصومین پر زنا تک کے شرمناک الزام و اتہام کا زہر شیر مادر کی طرح پی جاتے ہیں۔ بلکہ اس عیسائی گورنمنٹ کے قدموں پر جس کے عہد میں جس کی شہ پر اس کے ہم قوم عیسائی پادریوں نے اس قبیل کے دلدوز و جگسوز اقدام کئے۔ نیک ذات مرزا قادیانی جان و مال فدا کرتے نظر آتے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس گورنمنٹ کی نعمتوں کو فراموش نہ کرتے ہوئے ہر دقت غائبانہ اس کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ ملعون فرنگی حکومت نہ رہی اور پاکستان بن گیا تو پھر مسلمانوں کو یہ نعمتیں کہاں نصیب ہوں گی اور حضور رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس و اطہر پر پادریوں اور آریوں کی بدترین حملہ کی جرأت کیسے ہو سکے گی۔

حضرت مجدد دقت کے اس عظیم الشان کارنامے پر ہم سوائے اس کے اور کیا عرض

کر سکتے ہیں۔

رخ صبح کلیسا پہ دل ٹار نہ کر جبین ملت بیضا کو داغدار نہ کر

رواست دانش افرنگ را پرستاری مگرز احمد مرسل حیلنے داری

مرزا قادیانی کے اس غیرت کش اور اخلاق سوز بیان سے جہاں مولوی محمد علی کی مندرجہ

بالاصداقت اور حق گوئی کا بھانڈا برادر تھردوڑ کے چوڑا ہے پر بری طرح پھوٹ کر چور چور ہو جاتا

ہے۔ وہاں اس سے مرزا قادیانی کے عشق خدا اور عشق رسول کی حقیقت بھی عریاں ہو کر سامنے

آ جاتی ہے اور آپ کی زندگی بھر کے اس کیریکٹر سے عشق الہی کا وہ جذبہ اور عشق رسول کی وہ جھلک

روز روشن کی طرح واضح ہو کر دنیا کے سامنے آ جاتی ہے۔ جس کا ڈنکا چارواگ عالم میں بجایا جاتا

ہے اور شب دروز جس کا پرئیں اور پلیٹ فارم سے گیت گایا جاتا ہے۔

تعصی الرسول وانت تزعم حبه
 هذا العمري في الزمان بديع
 لو كان حبك صادقاً لا طعنه
 ان المحب لمن يحب مطيع

حضرت مسیح موعود کا عشق قرآن

دو ہفتے بعد ۲۲ اپریل کا خطبہ جمعہ پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”تو اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق کہ ان غلطیوں کی اصلاح کے لئے جو وقتاً فوقتاً امت میں پیدا ہوتی رہیں گی۔ ایک مصلح یا مجدد کو اللہ تعالیٰ بھیجتا رہے گا۔ چنانچہ پہلے بھی ایسے لوگ آتے رہے اور اس صدی کے سر پر بھی ایک مجدد آیا۔ اس کو اس قدر درود تھا۔ قرآن کے ساتھ اس قدر عشق تھا کہ دن رات قرآن پڑھتے تھے۔ اس کا پہلا کام یہ تھا کہ قرآن کو پڑھتا چلا گیا۔ مہینے گزرتے گئے۔ قرآن پڑھتے ہوئے آپ کے ملنے والوں کا بیان ہے کہ کئی ہزار مرتبہ قرآن آپ نے پڑھا خوب یاد رکھو پہلی بات یہ ہے جو امام دقت میں نظر آتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس قدر قرآن کے ساتھ عشق کیا ہے کہ اس کی دوسری نظیر اس امت میں نظر نہیں آتی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ایک دفعہ یہ کہا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تو لوگوں نے بڑا بڑا عشق کیا۔ لیکن قرآن کے ساتھ عشق مرزا قادیانی ہی نے کیا۔ قرآن کی عظمت کا وہ نقشہ آپ کے دل پر تھا کہ مخالفوں کو چیلنج کرتے کہ اسلام کی صداقت کا ہر دعویٰ اور اس کی ہر دلیل اور جتنے باطل مذاہب ہیں ان کے بطلان کے متعلق ہر دعویٰ اور اس کی دلیل قرآن میں موجود ہے۔ آتھم کے مباحثہ میں بھی یہی بات آپ نے پیش کی تھی۔“

پہلا افتراء

اس مختصر سے بیان میں مولوی صاحب کا پہلا جھوٹ تو یہ افتراء علی اللہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا وعدہ ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد بھیجتا رہے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ قرآن میں کیا

۱۔ تو رسول کریم ﷺ کی مخالفت اور بغاوت کو شعار بنا کر بھی حضور ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ واللہ یہ بات دنیا میں عجیب و غریب تر ہے۔ اگر تیرا عشق رسول کا دعویٰ سچا ہوتا تو حضور ﷺ کی اطاعت کا دم بھرتا۔ بلاشبہ عاشق صادق اپنے محبوب کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے۔

یا کسی گول ٹھول الہام میں یہ وعدہ جبرائیل علیہ السلام لایا یا نبیؐ؟

کاش مولوی صاحب اپنے جاہل جماعتوں سے چندہ بٹورنے کی غرض سے انہیں اپنے ساتھ دابستہ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام کو یوں دام تزویر و تلبیس نہ بناتے۔

حافظائے خور و رعدی کن و خوش باش و لے دام تزویر مکن چو دگراں قرآن را
دوسرا جھوٹ

کیا مولوی صاحب اپنے سوا آپ کے ملنے والوں میں سے کسی ایک کام بھی اس قسم کا بیان منظر عام پر لا سکتے ہیں کہ کئی ہزار مرتبہ قرآن آپ نے پڑھا۔ ایک دائم والمرض انسان جو پیچا رہا، مجموعہ امراض اور جسمہ علیٰ ہو جتنے پیچے کے دھڑکی بیماریاں جدا لاحق ہوں اور اوپر کے دھڑکی جدا۔ عمر بھر جس کے جسم کا حصہ اسفل صحیح رہا ہو نہ حصہ علی۔ جو پیچا رہا ایک ایک دن اور ایک ایک رات میں سو سو دفعہ پیشاب کرے۔ جس بے چارے کو مسٹر یا کے باقاعدہ دورے پڑیں۔ جو بے چارہ مراق میں بھی مبتلا ہو اور جس کا دل درست ہو نہ دماغ۔ اس بے چارے کو روزانہ سوا دس بارے قرآن پڑھنے کی فرصت ہی کب مل سکتی ہے۔

۱۔ مرزا قادیانی کا قول ہے: ”الہامی عبارت ذوی الوجہ اور کچھ گول مول ہے۔“

(تخلیج رسالت ج ۸ ص ۸۶، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۳۸ حاشیہ)

ج حکیم نور الدین کو لکھتے ہیں۔ ”مجھے یہ دوا بہت ہی فائدہ مند معلوم ہوئی ہے کہ چند امراض کا کلی دستی و رطوبات معدہ اس سے دور ہو گئے ہیں۔ ایک مرض مجھے نہایت خوفناک تھی کہ صحت کے وقت لینے کی حالت میں نوزد بھی جاتا رہتا تھا۔ شاید قلت حرارت غریزی اس کا موجب تھی۔ وہ عارضہ بھی جاتا رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دوا حرارت غریزی کو بھی مفید ہے اور مٹی کو بھی غلیظ کرتی ہے۔“ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۱۳، مکتوبات احمدیہ ج ۲ ص ۲۰، مکتوب نمبر ۱۵۷) ۲۔

”ایک میرے دوست سامانہ علاقہ پنجاب میں ہیں جن کا نام مرزا احمد یوسف بیگ ہے۔ انہوں نے کئی مرتبہ ایک بھون بنا کر بھیجی ہے جس میں کچھ دوا داخل ہوتا ہے۔ وہ بھون میرے تجربے میں آیا ہے کہ اعصاب کے لئے نہایت مفید ہے اور امراض زعم، فالج اور تقویٰ دماغ اور قوت ہوا کے لئے اور نیز تقویٰ معدہ کے لئے فائدہ مند ہے۔ مدت سے میرے استعمال میں ہے۔“ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۱۳ ص ۵۵، مکتوبات احمدیہ جلد ۲ ص ۵۶، مکتوب نمبر ۳۵) ۳۔

نواب صاحب کو تبرک فرماتے ہیں۔ ”کس قدر تریاق ہدیہ کی گویاں اہم دست مرزا خدا بخش صاحب آپ کی خدمت میں ارسال ہیں۔ دوا تریاق الہی سے فوائد میں بہت بڑھ کر ہے۔ اس میں بڑی بڑی قابل قدر دوائیں پڑی ہیں جیسے ملک، ہنر، واد، سوسے، کاشی، فولاد، یاقوت، احمر، کوئین، فاسفورس، کہرا، مرجان، سنبل، کیڑو، دمنفران، یہ تمام دوائیں قریب سو کے ہیں اور بہت سا فاسفورس اس میں داخل کیا گیا ہے۔ یہ دوا علاج عاقلوں کے علاوہ مقوی دماغ، مقوی جگر، مقوی معدہ، مقوی ہوا اور مراق کو فائدہ کرنے والی اور معطی خون ہے۔ مجھ کو اس کے تیار کرنے میں اڈل تال تھا کہ بہت سے روپیہ پر اس کا تیار کرنا موقوف تھا۔ لیکن چونکہ حفظ صحت کے لئے یہ دوا مفید ہے۔ اس لئے اس قدر خرچہ گزارا کیا اور قوت ہوا میں اس کو عجیب اثر ہے۔“ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۱۳ ص ۱۰۵، مکتوبات احمدیہ ج ۲ ص ۲۵۰ ہدیہ) (بقیہ حاشیہ جات اگلے صفحہ پر)

مولوی صاحب تو شاید فرمادیں کہ بایں ہمہ امراض و علل حضرت صاحب تلاوت قرآن پاک سے غافل نہیں رہتے تھے۔ دست بکار دل بہ یار کے خد اوق مہر و دقت بیمار و علیل رہنے کے باوجود روزانہ ایک تہائی سے کچھ اور قرآن پڑھ لیتے تھے۔ آمنا و صدقاً! بجا ارشاد ہوا۔ لیکن اس کا کیا جواب ارشاد فرمائیے گا کہ حضرت صاحب خود فرما رہے ہیں کہ مجھ سے لعل طور پر ہزاروں قرآن تو کجا؟ فرض نماز میں قرأت قرآن بھی نہیں ہو سکتی۔ فرماتے ہیں: ”حالت صحت اس عاجز کی بدستور ہے۔ کوئی وقت دوران سر سے خالی نہیں گزرتا..... نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑی جاتی اور نہ بیٹھ کر اس دفع پر پڑھی جاتی ہے جو مسنون ہے اور قرأت میں شاید قل ہو اللہ! بمشکل پڑھ سکوں۔ کیونکہ ساتھ ہی توجہ کرنے سے تحریک بخارات کی ہوتی ہے۔“

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۸۸، مکتوبات احمدیہ جلد چہارم نمبر ۱۰۱، مکتوب نمبر ۶۵)

(بقیہ حاشیہات گذشتہ صفحہ) ۴ ”دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت نے جوش گوئی کی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسک آسمان پر سے جب اترے گا تو روزِ رعد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اسی طرح مجھ کو بیماریاں ہیں۔ ایک اور کے حذر کی اور ایک نیچے کے حذر کی۔ یعنی مراق اور کثرت بول۔“

(رسالہ محمد الاذہان قادیان ماہ جون ۱۹۰۶ء، اخبار بدیع قادیان مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء، لطائف ج ۸ ص ۳۳۵)

۴ ”مجھے دوسری داء نکیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصہ میں کہ سر درد اور دوران سر اور دوسرے جسم کے نیچے کے حصے میں کہ پیشاب کثرت سے آتا اور اکثر دست آتے رہتا یہ دونوں بیماریاں قریب ۲۰ برس سے ہیں۔“

(تیسرے دعوت ص ۶۸، خزائن ج ۱۹ ص ۳۳۵)

۵ ”میں ایک دائم المرض آدمی ہوں..... ہمیشہ دوسرا دوران سر اور دوران سر اور کئی خواب اور شیخ دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری دنیا بیٹس ہے کہ ایک مدت سے داء نکیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو پیشاب آتا ہے۔“

(ضمیمہ زمین نمبر ۳۳ ص ۴، خزائن ج ۷ ص ۴۷۰، ۴۷۱)

۶ صاحبزادہ مرزا ابیتر احمد صاحب ایم اے لکھتے ہیں کہ: ”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعود کو پہلی دفعہ دوران سر اور مسیخ یا کا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند دن بعد ہوا۔ اس کے بعد آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہو گئے۔“

۷ ”مراق کا مرض حضرت قادیانی کو نورانی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا۔“

(رسالہ ریویو قادیان بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۰)

۸ ”میرادل و داغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ دنیا بیٹس اور دوران سر اور شیخ قلب کے دق کا اثر بھی بالکل دور نہ ہوا تھا..... میری حالت مردی کا حد نہ تھی۔“

(نزدول اس ص ۲۰۹ حاشیہ، خزائن ج ۱۸ ص ۵۸۸)

۹ مرزا قادیانی نے ۱۸۸۳ء میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۸ء میں آپ کی وفات ہو گئی۔ اگر ہزاروں جمع کے مینہ سے کم از کم تین ہزار ختم قرآن مراد لے جائیں تو گویا مرزا قادیانی نے بایں ہمہ غرض و امراض ۲۴ سال میں ۳۰۰۰ ختم قرآن کئے..... یعنی سوا سو بار سے روزانہ۔

تیسرا الزام و اتہام

سر نہاں کہ عارف وزاہد بہ کس نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

تیسرا اثر مناک الزام بطل حریت نقاش پاکستان حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ کی ذات گرامی پر ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ یہ کہا کہ قرآن کے ساتھ عشق مرزا قادیانی ہی نے کیا۔ ”ان هذا الا بہتان عظیم“ اور مولوی صاحب یہ بہتان عظیم باندھتے ہیں اس لئے جری ہیں کہ علامہؒ اس دنیا میں موجود نہیں۔ اس لئے تردید کا بھی خوف و خطر نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت حکیم الامت نے یہ کس سے کہا اور کب کہا؟ اگر صرف مولوی صاحب سے کہا اور عالم خلوت میں کہا تو مولوی صاحب اب تک..... جب کہ دنیا علامہؒ کو اس رنگ سے پیش کرتی رہی کہ وہ نہ صرف مرزا قادیانی کو کذاب و دجال کافر و مرتد سمجھتے ہیں بلکہ ان کے جملہ تبعین کو بھی خواہ وہ لاہوری ہوں یا قادیانی۔ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج جانتے ہیں..... کیوں علامہؒ کی اتنی زبردست شہادت مرزا قادیانی کی صداقت میں چھپائے بیٹھ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ نقاش پاکستانؒ سے پاکستانیوں کی عقیدت طوفان بڑھتا اور چڑھتا دیکھ کر اس طرف سے اپنے چندہ دینے والوں کو مطمئن کرنے کے لئے مولوی صاحب نے یہ سفید جھوٹ بولا ہے اور علامہؒ کی ذات پر ان کی وفات کے بعد یہ شرمناک بہتان و الزام تراشا ہے۔ ورنہ علامہؒ کے عقائد و خیالات مرزا قادیانی اور مرزا ایت..... قادیانی و لاہوری پارٹی دونوں کے متعلق کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس نمبر میں ہم حضرت ممدوح کے دو مضامین شائع کر رہے ہیں جن سے ان کے افکار عیاں ہیں۔

اللہ اللہ! جب انسان خوف خدا سے بے پروا اور دنیا کی لعن طعن سے بے لحاظ ہو جاتا ہے تو پھر اس کے منہ میں جو کچھ آتا ہے بکا چلا جاتا ہے اور اتنا بھی نہیں سوچتا کہ آخر دنیا کیا کہے گی؟
کہاں تو علامہ اقبالؒ کا یہ فیصلہ کہ:

..... ”قادیانیت اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے کہ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے..... حتیٰ کہ مسیح موعود کی اصطلاح بھی اسلامی نہیں بلکہ انجیلی ہے۔“

(حرف اقبال ص ۱۲۳)

۲..... ”اب احمدیت کی روح پر غور کرنا ہے۔ اس کے ماخذ اور اس امر کی بحث کہ قبل اسلام

مجموعی تصورات نے اسلامی تصوف کے ذریعہ بانی احمدیت کے ذہن کو کس طرح متاثر کیا۔ بے حد دلچسپ ہوگی۔“
(حرف اقبال ص ۱۵۲)
گویا مرزا قادیانی اسلام و قرآن سے یکسر نابلد اور سراسر یہودیت اور مجوسیت کے حلقہ بگوش ہیں۔

اور کہاں مولوی صاحب کا یہ ارشاد کہ: ”علامہ مرحوم اس دنیا میں مرزا قادیانی ہی کو عاشق قرآن مانتے تھے۔“

فرمائیے! ان دونوں میں باہم کوئی ربط و مماثلت ہے؟ اور پھر اس پر بس نہیں۔ اس خطبہ میں آگے چل کر فرماتے ہیں کہ: ”اقبال کے اشعار کے اندر جو قرآن کی روح ہے وہ حضرت مرزا صاحب ہی کے تاثرات ہیں۔“

العیاذ باللہ! ”اقبال کے کلام میں مرزا صاحب کے تاثرات“ کیا اس سے بڑھ کر کوئی بہتان و الزام اور کذب و افتراء ہو سکتا ہے اور ہم اس کے جواب میں لعنت اللہ علی الکاذبین کے سوا اور کیا عرض کر سکتے ہیں۔

کہاں تو بہاء اللہ ایرانی اور مرزا قادیانی سے متعلق علامہ کا یہ ارشاد جو جاوید نامہ (ص ۲۳۵) میں شائع ہو کر شرق و غرب، عرب و عجم کے کروڑوں آدمیوں کی نگہ سے گذر چکا ہے اور لاکھوں آدمیوں کے سینے میں محفوظ اور زبان پر شب و روز زندہ ہو رہا ہے۔

آں زایاں بود واین ہندی نژاد

آں ز حج بیگانہ واین از جہاد

سینہ ہا از گری قرآن تہی

از چشیں مرداں چہ امید بہی

اور کہاں جناب مولوی صاحب کی یہ ”صدری اور تھکمی“ روایت کہ دنیا میں صرف مرزا قادیانی ہی عاشق قرآن تھے۔
(رواہ مسلم یعنی مولوی محمد علی)

اسی خطبہ میں علامہ سے متعلق متعدد اور غلط بیانات ہیں جن سے بحث کرنا اس وقت ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ ہم تو صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ لاہوری جماعت کے امیر کس طرح سفید جھوٹ بول کر مرزا قادیانی کے عشق الہی اور عشق رسول اور عشق قرآن کے افسانے دنیا کو سنار ہے ہیں۔

فریب خوردگی یا فریب کاری؟

شیشہ سے بغل میں پنہاں ہے

لب پہ دعویٰ ہے پارسی کا

مولوی صاحب کی ان صریح غلط بیانیوں، دروغ بانیوں اور صاف کذب و زور سے قطع

نظر، اب ہم جناب مولوی صاحب سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ کیا قرآن کے ورد اور قرآن سے عشق کے لئے یہی کافی ہے کہ روزانہ اس کی تلاوت کر لی جائے اور اس کی عظمت کے لئے یہی بس ہے کہ اسے آہٹم کے ساتھ مباحثہ میں پیش کر دیا جائے۔ کیا مولوی صاحب ہاں ہمہ قرآن دانی، قرآن کے موضوع اور مقصد سے ہی اتنے بے خبر اور اس بارے میں خود فریب نفس میں مبتلا ہیں یا سب کچھ جان بوجھ کر دنیا کو فریب دے رہے ہیں؟ بہر حال ”وما قدر واللہ حق قدرہ“

کیا ایک نبی یا مجدد کے واسطے قرآن کریم اس واسطے آیا ہے کہ صرف اسے پڑھ لیا جائے یا اس کو ہاتھ میں لے کر مخالفین کو چیلنج کیا جائے۔ باقی رہی ساری عملی زندگی سواس میں پوری شدود کے ساتھ قرآن کے حکم کا کھلا خلاف کیا جائے۔ اخلاق، سیاست، تمدن، معاشرت، الغرض زندگی کے کسی شعبہ میں قرآن کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا جائے۔ اسلام کے اس نظام حیات کو جس کو قرآن اس دنیا میں لایا ہے۔

گلدستہ طاق نسیاں بنا دیا جائے اور اس کے سولہ آنے الٹ اور بخبط مستقیم خلاف انگریزی نظام کے گورے بھورے بت کو ساری عمر چوما چانا جائے۔ انگریزی حکومت کی اطاعت کو عین اسلام قرار دے کر گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کو اسلام اور خدا اور رسول کی سرکشی گردانیں اور خود اسلام اور خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت سے مرتے دم تک سرکشی کریں۔ فرنگی آئین کی بدل و جان اطاعت کو تو شرائط بیعت میں جگہ دی جائے اور اسلامی آئین کو پس پشت ڈال دیا جائے۔

۱۔ ”سو میرا مذہب جس کو میں ہا بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ دوسرے اس سلطنت کے جس نے امن قائم کیا ہے۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔“ (اشتہار گورنمنٹ کی توجہ کے لائق ص ۳ ج ۱، خزائن ج ۶ ص ۳۸۰)

۲۔ ”اطاعت گورنمنٹ..... میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچہ شرائط..... کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔“ (ضمیمہ کتاب البریہ ص ۹، خزائن ج ۳ ص ۱۰)

انگریزی نظام کو رحمت اور برکت قرار دے کر اس کی پرستش کی جائے۔ لیکن اسلامی نظام کو پامال و نظر انداز کر کے اسلامی اصول میں کیڑے نکالے جائیں اور اصل اصول اسلام..... جہاد..... کو برتر اور حرام ٹھہرایا جائے۔ رائج الوقت کا فرمانہ نظام حکومت کی بقاء و قرار اور توسیع و ترقی کے لئے تو رات دن دعائیں مانگی جائیں اور متردک و مجبور قرآن کے مفلوج و مجرد نظام حیات کو پھر بروئے کار لانے کا کبھی بھولے سے بھی دل میں خیال نہ پیدا ہو۔

چھپ کر اوغیر کے گھر رات کو جانے والے
کبھی بھولے سے ہی آجا میرے کاشانے میں

اور پھر اس پر بس نہیں۔

آخر عشق و محبت یہی جلتا تو نہیں
خاک پر دانہ پہ دیکھو ابھی کیا کیا گذرے

خلاف قرآن فرنگی نظام کو حوڑل اور کمزور کرنے والے قلع قوی کارکنوں کی جاسوسی
کی جائے اور مسلم لیگ کو اس جرم کی پاداش میں کشتی و گردن زدنی قرار دیا جائے کہ یہ ایک دن
انگریز سے لڑ کر اس کا بیچہ استبداد و استعمار مر وڑ ڈالے گی اور ملک کو آزاد کر کے اس میں قرآنی نظام

۱۔ ”انگریزی سلطنت تمہارے لئے ایک رحمت ہے۔ تمہارے لئے ایک برکت
ہے۔ تمہارے مخالف جو مسلمان ہیں ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں۔ ظاہر ہے کہ انگریز کس
انصاف کے ساتھ ہم سے پیش آتے ہیں۔ یاد رکھو کہ اسلام میں جہاد کا مسئلہ ہے۔ میری نگاہ میں
اس سے بدرجہ اسلام کو بدنام کرنے والا اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔“

(تلیخ رسالت ج ۱۰ ص ۱۲۲، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۴)

۲۔ ”یہ نقشہ اس فرض سے تجویز کیا گیا کہ اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ
رہیں جو ایسی باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں..... ہم نے اپنے محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیر خواہی کی
نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام منبٹ کئے جائیں
جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ تائیں ثابت کرتے ہیں..... لیکن ہم گورنمنٹ میں ہادب اطلاح
کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں جب
تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان
نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی..... ایسے لوگوں کے نام مع پتہ
و نشان یہ ہیں۔“

(تلیخ رسالت ج ۱۱ ص ۱۱۱، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۲۷، ۲۲۸)

کو بروئے کار لانے کے امکانات پیدا کر دے گی۔

کیا اسی کا نام عشق تھا؟ ہے؟ یہی عشق الہی ہے۔ یہی ولایت ہے اور یہی مجددیت۔

گر دلی انیت لعنت بر دلی

اگر اسلامی شریعت کے احیاء و نفاذ اور قرآنی نظام کے اجراء و استقرار کی ہر ممکن مخالفت اور فرہنگی حکومت کی بقاء و حفاظت غیر اسلام نظام کے استحکام و دوام اور مخالف قرآن آئین کے قرار قیام کی ہر ممکن دوڑ و دوپ کا نام ہے۔ عشق خدا و رسول اور عشق قرآن اور اسی کا نام ہے۔ قرآن کا درد اور قرآن کی عظمت کا احساس اور قرآن کے محاسن کا علم تو واقعی اس کی دوسری نظیر اس امت میں نظر نہیں آتی اور پھر تو حکیم الامتؒ نے بجا فرمایا ہے کہ قرآن کے ساتھ یہ عشق مرزا قادیانی ہی

۱۔ مسلم لیگ کی انتہائی مذمت..... میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں: ”ایک دفعہ صوبہ کے ایک بڑے افسر سے حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) ملنے کے لئے تشریف لے گئے..... ان افسر صاحب نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ آپ کا مسلم لیگ کے متعلق کیا خیال ہے؟..... فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ لوگ سیاسیات میں دخل دیں۔ صاحب بہادر نے کہا مرزا صاحب مسلم لیگ کوئی بری چیز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ایک دن یہ بھی بڑھتے بڑھتے بڑھ جائے گی۔ صاحب بہادر نے کہا مرزا صاحب آپ نے کانگریس کا خیال کیا ہوگا۔ لیگ کا حال کانگریس کی طرح نہیں۔ کانگریس کی بنیاد چونکہ خراب رکھی گئی تھی اس لئے وہ مضرت ثابت ہوئی۔ لیکن مسلم لیگ کے تو ایسے قواعد بنائے گئے ہیں کہ اس میں باغیانہ عنصر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آج آپ کا خیال یہ تھوڑے دنوں تک لیگ بھی وہی کام کرے گی جو آج کانگریس کر رہی ہے۔“ (رسالہ یو آف دیلجھور، ماہ جنوری ۱۹۲۰ء)

دوسری شہادت بھی ملاحظہ ہو۔ الفضل قادیان میں ہے: ”ہمیں یاد ہے کہ مسلمانوں کے حقیقی مصلح اور دنیا کے سچے ہادی حضرت مسیح موعود مہدی آخر الزمان علیہ السلام کے حضور جب اس مسلم لیگ کا ذکر آیا تو مرزا قادیانی نے اس کے نسبت نا پسندیدگی کا ظاہر فرمائی۔ پس کیا کوئی ایسا کام جسے خدا کا برگزیدہ مامور نا پسند فرمائے۔ مسلمانوں کے حق میں سازگار و ہابرت ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اب بھی اگر مسلمانوں کو اپنے حقیقی نفع و ضرر کی کچھ فکر ہے تو ایسے فضول مشاغل سے بلند رہیں جن کے نتائج نہ تو ان کو دنیا کا فائدہ دے سکتے ہیں نہ دین کا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کئی سال سے یہ پیش کانگریس لٹل ہوتی ہے۔ اس سے مسلمانوں نے کیا حاصل کیا۔“

(الفضل قادیان مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۱۶ء)

نے کیا۔ لیکن اگر قرآن کے نزول اجلال کا بھی کوئی منشاء مقصد ہے اور یہ کلام الہی اپنے منشاء و مقصد کے پیش نظر ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ اپنی زندگی کی باکیں میرے ہاتھ میں دے دو اور پورا آئین حیات میری آیات و بیانات میں تلاش کرو تو پھر مرزا قادیانی کے اس عشق قرآن سے بڑھ کر اور کوئی نسق قرآن اور اس نوعیت کی محبت خدا اور رسول سے زیادہ اور کوئی معصیت خدا اور رسول تصور ممکن نہیں۔

ترجمان حقیقت کا یہ ارشاد حقیقت کی کتنی صحیح ترجمانی ہے۔

ہستی مسلم زآئین است دلب	باطن دین نبی این است دلب
تو ہی دانی کہ آئین تو چیست	زیر گردوں سر تمکین تو چیست
آں کتاب زندہ قرآن حکیم	حکمت او لایزل است و قدیم
نسخہ اسرار تکوین حیات	بے ثبات از قولش گیر و ثبات
نوع انسان را پیام آخریں	حامل او رحمۃ للعالمین
اے گرفتار رسوم ایمان تو	شیوہ ہائے کافری زندان تو
قطع کر دی امر خود را در زیر	جادہ پیکائی الیٰ ہی کمر
گر تو ی خواہی مسلمان زیستن	نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

آہ! علم و خبر کی پستی اور فکر و نظر کی گراؤت کہ آج اخلاق و دیانت، سیاسیات و معاملات غرض عملی زندگی کے شیطانی نظام حیات پر مر مٹنے والے اور قرآن کے نظام رحمانی اور رسول خدا کی شریعت اسلامی کو بدوئے کار لانے کے جملہ وسائل و ذرائع کی منظم طور پر شرمناک مزاحمت کرنے والے سب سے بڑے عاشق خدا عاشق رسول اور عاشق قرآن کے لباس میں مٹھر عام پر لائے جاتے ہیں۔ بانسوں اچھالے جاتے ہیں۔ آہ! قرآن کی مظلومی کہ آج قرآن پر سب سے زیادہ ظلم کرنے والے کے حق میں کہا جاتا ہے کہ: ”اس قدر قرآن کے ساتھ عشق کیا کہ اس کی دوسری نظیر اس امت میں نظر نہیں آتی۔“ یعنی قرآن سے یہ عشق خلفائے راشدین کو تھا۔ نہ اصحاب رسول کو۔ اہل بیت رسول کو تھا۔ نہ آل رسول کو۔ تابعین کو تھا نہ ائمہ مجتہدین کو اور اگر تھا تو صرف مجدد وقت مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی کو۔

آہ! ذوق جعفر کاوش رازی نہ ماند	آمدئے ملت تازی نہ ماند
ننگ بر ما رہگار دین شد است	ہر لچھے رازدار دین شد است

اے کہ از اسرار دیں بیگانہ ہایک آئیں ساز اگر فرزادہ
 از یک آئینی مسلمان زندہ است پیکر ملت زقرآن زندہ است
 الغرض قرآن ایک ضابطہ حیات ہے اور آئین ملت اور اسے اپنی ساری زندگی کے
 جملہ گوشوں کو نوں پر گہرائی و گہرائی کا حق دینے کا نام ہے۔ اسلام صرف قرآن کو پڑھ لینے، اسے
 مناظروں میں پیش کر دینے اور پھر اخلاق و سیاست معیشت و معاشرت، معاملات بلکہ عبادات
 تک میں اس کی رہنمائی پر اعتماد نہ کرنے کا نام اسلام نہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق و محبت کا
 دعویٰ کر کے عملی زندگی کی کسی شاہراہ پر محمد رسول اللہ کی قیادت قبول نہ کرنا اور زندگی کی ہاکیں
 انگریزی کے گورے ہاتھوں میں دے دینے کا نام اسلام نہیں۔ یہ اسلام سے بغاوت ہے۔ اس کا
 نام کفر ہے۔ اسی کا نام منافقت ہے اور یہی سب سے بڑی آفت ہے۔ انگریز قرآن کا کھلا دشمن
 ہے اور دین کا کھلا معاند و مخالف۔

اس نے اپنے دور اقتدار و استبداد میں دین کو منسل ہی نہیں دیا، کچل دیا۔ دین کی رگ
 حیات کاٹ کر رکھ دی۔ پرنسپل لاء کے نام سے نکاح و طلاق اور بے روح سجدہ و نماز کی آزادی
 دے کر اسلام کے پورے نظام اور قرآن کے پورے آئین کو انگریز نے معطل اور پورے قرآن کو
 منسوخ کر کے رکھ دیا۔

مجدد وقت کی دانش و بصیرت ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اس ملعون اور مردود صورت
 حالات کو خدا کی رحمت و برکت سمجھا۔

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
 نادان سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد
 انہیں انگریز کے دربار سے مسیحیت و مجددیت کی کرسی مل گئی۔ انہوں نے اسے غنیمت
 سمجھا اور اس میں کوئی قباحت نہ دیکھی کہ۔

اولی الامر ہے صاحب اقتدار

مجدد فقط اس کا سائیں ہے

بہر حال یہ الم انگیز اور دردناک حقیقت ہے کہ مرزا قادیانی نے ہاں ہمہ بلند ہانگ
 دجاوی اسلام کو آزاد اور متروک و مجبور قرآن کے مجروح و مغلوب نظام حیات کو پھر سے بحال کرنے
 کی ادنیٰ سی کوشش بھی نہ کی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے ذہن و فکر کی اس حد تک کبھی رسائی بھی نہ

ہوئی تھی وہ ساری عمر میں اپنی سیٹ کے لئے لڑتے جھگڑتے رہے۔ انہیں اس طرف گوشہ چشم التفات..... مبذول کرنے کی کبھی فرصت ہی نہیں ملی۔

فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی

وہ قرآنی نظام کو درہم برہم کرنے والے انگریز کی خوشامد و چال چوسی اور اسلامی آئین کو زیر و زبر کرنے والے فرنگی اقتدار و استعمار کے استحکام و استقرار کے لئے انتہائی سرگرمی سے کوشاں اور ساعی رہے۔ مگر جب ان کے علی الرغم اس کا خاتمہ بالخیر ہو گیا اور انگریز بستر گول کر گیا تو ان کے خلفاء انہیں سب سے افضل رسول اور کم از کم امت میں سب سے بڑا عاشق قرآن اور سب سے اعلیٰ مجدد اسلام بتانے لگے۔

ناطقہ سر بگربیاں ہے اسے کیا کہئے

آخری ڈھٹائی

یہ تو تمہید کرم ہے دل خوں گشتہ ابھی

دیکھ کیا کیا نگہ یار کے احساں ہوں گے

یہ بہت بڑی ڈھٹائی اور ستم آرائی تھی۔ لیکن انتہائی نہیں۔ ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ جب قائد اعظم اور اسی مسلم لیگ نے جس پر مرزا قادیانی کا نزہہ گرا تھا اور اسی لئے گرا تھا کہ کبھی یہ ہمارے محسن اور مہربان اولی الامر اور عل اللہ سے اقتدار چھینے گی۔ بزور بازو انگریز سے اقتدار چھیننا اور بفضلہ تعالیٰ پاکستان بن گیا تو یہ اسلام کے دشمن اور مسلم لیگ کے بدترین معاند اور تقسیم ملک و قیام پاکستان کے اشد مخالف، شرم و حیا کی آنکھیں بند کر کے:

۱..... خود پاکستان ہی کو مرزا قادیانی کی دعاؤں کا نتیجہ اور آپ کی نبوت و امامت کا ثمرہ بتلانے لگے۔ اس کی وزارت خارجہ، اس کے فوجی عہدوں سول کی اعلیٰ ملازمتوں اور بڑی بڑی اسمبلیوں پر چھا گئے۔ پاکستان کی جائیداد کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا۔ لاہور، کراچی، سیالکوٹ وغیرہ مرکزی مقامات پر اچھی سے اچھی کوشیاں، ٹیکسٹریاں، دکانیں اور اچھے سے اچھے طبع بخش ادارے

۱۔ مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں: ”حدیث میں مسیح موعود کے متعلق ایک نبی اللہ کا لفظ آ گیا تھا۔ جس کو صاف کرنے (کیونکہ یہ ارشاد رسول غیر صاف تھا۔ مدیر) حضرت مسیح نے اپنی ساری عمر گزار دی کہ اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نبی (حضرت عیسیٰ۔ مدیر) نہیں بلکہ اس امت کا محدث اور مجدد (حضرت مرزا صاحب۔ مدیر) ہے۔“ (پیغام صلح ص ۲، مودعہ ۱۹۳۳ء) لیجئے! مرزا قادیانی کو سیٹ مل گئی۔ مدیر!

اور کارخانے انہوں نے ہتھیائے اور وہ بد نصیب مسلمان مہاجرین کے گوشت پوست جن کے لہو اور ہڈیوں سے پاکستان کا گل گارا بنا، منہ دیکھتے رہ گئے اور پھر یہ نہ سمجھے کہ مہاجرین نے پاکستان کی دولت لوٹی ہے۔ نہیں! حضرات انصار بھی اس مال غنیمت کی غارت گری میں مہاجرین سے پیچھے نہیں رہے۔

میاں صاحب خطبہ جمعہ (۲۹ نومبر ۱۹۴۸ء) میں ان اسرارِ نہاں کو یوں بیان دیا کرتے ہیں: ”میں مغربی پاکستان والوں کو لیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے ان پر بڑا فضل کیا ہے۔ انہوں نے اس طرف اپنی جدِ مادا کوئی حصہ نہیں چھوڑا۔ لیکن اس طرف انہوں نے دوسروں کے ساتھ (اخلاقی اور آئینی دونوں اعتبار سے ناجائز اور حرام ذرائع سے۔ مدیر) برابر کا حصہ لیا ہے۔ سینکڑوں ایسے آدمی ملتے ہیں جن کی پہلے کوئی جائیداد نہیں تھی۔ اب وہ کارخانوں کے مالک بن گئے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ہندوستان سے باہر گئے ہوئے تھے۔ فسادات میں وہ یہاں آ گئے تاکہ لوٹ مار میں ان کو حصہ مل جائے۔ بہت سے شہروں میں ایسا ہوا ہے۔ بہر حال اکثر کی اقتصادی حالت پہلے سے بہت اچھی ہے۔“ (الفضل قادیان مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۴۸ء ص ۵، کالم ۴)

قادیانی سیاست، ہندوستان اکھنڈ رہے

یہ تو ہوئی نچلے طبقے کی پاکستان لوازی۔ اب ذرا اوپر کے طبقے کی پاکستانی دوستی ملاحظہ ہو۔ ہم نے ابھی عرض کیا ہے کہ مرزا قادیانی کی امت نے تقسیم ملک اور پاکستان کے قیام کی اشد مخالفت کی ہے۔ ہم نے اس محبت میں مرزائیت کو ننگا کر کے اس کے اصلی رنگ و روپ میں اسے

۱۔ میاں محمود احمد صاحب ۲۶ نومبر کو خطبہ جمعہ میں بیان فرماتے ہیں: ”اب اکثر دوست آباد ہو چکے ہیں اور ان کی مالی حالت آگے سے بہت اچھی ہے۔ کیونکہ ہندوؤں کی ہجرت ہوئی تجارتیں اور کارخانے انہیں مل گئے ہیں اور ان میں سے بعض آگے سے دس دس بیس گئے زیادہ کما رہے ہیں۔ مجھے بعض لوگوں کا حال معلوم ہے۔ مشرقی پنجاب میں اگر وہ سات آٹھ ہزار کا مال لٹا کر آئے تھے تو آج وہ آٹھ دس لاکھ کے مالک بن گئے۔ ایک شخص کے متعلق میں نے سنا ہے وہ قادیان کا ایک تاجر تھا۔ چھابڑی پر چیز رکھ کر بیچا کرتا تھا..... اس نے بائیس ہزار کی موٹر خرید لی ہے..... اکثر حصہ غرباء کا ہے جو ہزاروں سے لکھ پتی بن گئے۔“ (الفضل ۵ دسمبر ۱۹۴۸ء)

۲۔ کیا کمشنر صاحب لوآبادیات امام جماعت احمدیہ ہی کے اس بیان و اظہار کی روشنی میں دولت پاکستان کی اس صریح غارت گری اور لوٹ مار کی تحقیقات کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔

۳۔ کیا اس سلسلہ میں حکومت پنجاب اپنا فرض محسوس کرے گی۔ (مدیر)

پیش کرنے کی دیانتدارانہ کوشش کی ہے اور ہم نے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے دلائل میں مرزا قادیانی اور اکابر مرزائیت کے اقوال معہ حوالہ پیش کئے ہیں تاکہ کسی کو انکار و رد گردانی کی گنجائش اور فرار کی جگہ ہی نہ ملے۔ گو اس طرح افتتاحیہ طویل تو ہو گیا ہے۔ جس کے لئے ہم حضرات قارئین سے معذرت خواہ ہیں..... لیکن ہمارا کیس مضبوط اور ناقابل تردید ہو گیا ہے۔ اچھا لیجئے اذرا ہمارے اس دعویٰ کی جو بظاہر ایک الزام و اتہام نظر آتا ہے..... تصدیق میں حضرت خلیفۃ المسیح موعود میاں صاحب مرزا ابیہر الدین محمود احمد کے الہامی ارشادات سن لیجئے۔

فسادات مارچ ۱۹۴۷ء کے بعد ۳ مارچ کو مجلس عرفان میں میاں محمود احمد صاحب نے ارشاد فرمایا: ”جہاں تک میں نے ان پیش گوئیوں پر نظر دوڑائی ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فعل پر جو مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے وابستہ ہے غور کیا ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت رکھنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیش گوئیاں جو ہندوؤں کے متعلق ہیں اسی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ مثلاً جے سنگھ بہادر، مرزا غلام احمد کی جے اور اے رو در گوپال تیری مہا گیتا میں لکھی ہے..... اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شہر و شہر ہو کر رہیں تاکہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔ بے شک یہ مشکل کام ہے۔ مگر اس کے نتائج بھی بہت شاندار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں..... بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شہر و شہر ہو کر رہیں۔“ (المفضل قادیان مورخہ ۵ مارچ ۱۹۴۷ء)

پاکستان کی پیٹھ میں چھرا، اگر پاکستان بن گیا تو ہم اسے جلد مٹا دیں گے پھر اسی پر بس نہیں اور مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے الہامات اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے پیش نظر اسی پر بس ہونی بھی نہیں چاہئے۔ بلکہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کے فضاء اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف بوڑھے قائد اعظم کی ہمت و قوت اور ان کی غلط اور فضول قیادت میں

۱۔ ”ہندو مانیں نہ مانیں مسلمان مانیں نہ مانیں، انگریز مانیں نہ مانیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے احمدیت (فتنہ مرزائیت) کو قائم کیا ہے وہ جانتا ہے کہ اب سوائے احمدیت اور سوائے احمدیت کے رہنما کے پیچھے چلنے کے کوئی علاج ان مشکلات کا نہیں..... بے شک آج دنیا ہمارے مشورے کو قبول نہ کرے۔ لیکن ہمارے لئے وقت مقدر ہے جب وقت آئے گا تو دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہماری رہنمائی ہی صحیح رہنمائی تھی۔“ (خطبہ غلیفہ قادیان مندرجہ المفضل ۶ دسمبر ۱۹۴۶ء، ص ۴)

مسلم لیگ کی سرگرم جدوجہد اور ملت اسلامیہ کی جانفشانی و قربانی سے جو پاکستان بن گیا ہے اس کا صفحہ ہستی پر قائم رہنا مرزائیت کے مذہب حقہ کے بطلان کی دلیل ہے۔ لہذا اس کو (خاک بدہش) صفحہ ہستی سے مٹا دینے اور پھر سے ہندوستان میں دم غم کر کے اکھنڈ ہندوستان بنانے کے منصوبے باندھے جاتے ہیں اور اسی مجلس عرفان کے اس بیان میں کہا جاتا ہے: ”ممکن ہے عارضی طور پر افتراق پیدا ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قومیں جدار ہیں۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے..... بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے۔“

(ارشادات مرزا محمود احمد صاحب غلیہ قادیان مندرجہ الفضل مورخہ ۵ مارچ ۱۹۴۷ء ص ۳، کالم ۲۱)

سوال یہ ہے کہ مرزا محمود کے ان ناپاک عزائم، ان ملعون منصوبوں اور ان کی جماعت کی ان خلاف پاکستان سرگرمیوں کے پیش نظر ملت پاکستانیہ اور حکومت پاکستان کا بھی کوئی فرض ہے یا نہیں؟ کیا ان دشمن پاکستان عناصر کی حوصلہ افزائی کی جائے گی؟ اور ان کی ملعون سازشوں ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں کو پھلنے پھولنے اور بار آور ہونے کی اجازت دی جائے گی؟ تا آنکہ یہ فتنہ قیامت بکسر سامنے آجائے۔

قرارداد مقاصد احمدی نقطہ نگاہ کی تفسیر ہے،

وزیراعظم اور علامہ عثمانی مجدد وقت کے مقلد ہیں

اور صرف اسی پر بس نہیں کہ مرزا قادیانی کی ساری تاریخ اور انتہائی گھناؤنی تصویر بھلا کر انہیں پاکستان کا جنم دانا قرار دیا۔ بلکہ شرم و غیرت کی آنکھیں بند کر کے قرارداد مقاصد کے پاس ہونے پر یہاں تک کہہ دیا کہ یہ بھی مرزا قادیانی کے خواب کی تعبیر ہے اور آپ کے نقطہ نگاہ کی تفسیر۔

..... لاہوری قادیانیوں کے آرگن ”پیغام صلح“ کا افتتاحیہ (۴ مئی) ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں: ”کسی گزشتہ اشاعت میں ہم نے وزیراعظم پاکستان کی قرارداد مقاصد اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے تائیدی بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کیا تھا کہ ان دونوں میں انہی خیالات کو احسن بھرا یہ میں بیان کیا گیا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ احمدیہ کی طرف سے پیش کئے جاتے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن اور سنت کو سب چیزوں پر مقدم کر کے انہیں پر دستور حکومت کی بنیاد رکھنا اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کے سوائے اور کسی کا اصول نہیں تھا۔ آج اسی اصول کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد میں دستور حکومت کی اساس ٹھہرا کر ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مجدد وقت کا فرمان بالکل صحیح اور ہر طرح لائق تقلید ہے۔“

اس حق کوئی اور صداقت پر ہم مدبر محترم پیغام صلح کی خدمت میں ہدیہ تمہیک پیش کرنے کے بعد اگر کچھ کہہ سکتے ہیں تو صرف یہ دعا کہ حق تعالیٰ حکومت پاکستان کو اسلامی شریعت کی پوری اتباع اور حضرت مجدد وقت کی کامل تقلید کی توفیق مرحمت فرمائے تاکہ یہ ہر گز اب و دجال مدعی نبوت و ارشاد اور محرم وحی والہام کو نبی اور مجدد ماننے والے باغی دین اور مرتد عن الاسلام کو داخل جہنم اور داخل ستر ہونے کی بشارت سناوے۔ آمین!

..... حضرت امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب کارشاد بھی سن لیجئے۔ ارا مارچ کے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

قرارداد مقاصد اور ہمارے وزیراعظم

یہ جو پاکستان کی اسمبلی میں آئین بنانے کے لئے قرارداد مقاصد وزیراعظم نے پیش کی ہے میں نے پچھلے ہفتے اس کے متعلق بتایا تھا کہ وہ احمدی نقطہ نگاہ کی صحیح تفسیر ہے۔

اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور حضرت مجدد

بھی نہیں بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ یہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے۔ اب ذرا فرمائیے۔ یہ خیال کہاں سے آیا؟ کیا مرزا قادیانی سے پہلے بھی کوئی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا نام لیتا تھا؟ کیا جو شخص آج سے پچاس سال پہلے جب ان چیزوں کو ناممکنات میں سے سمجھا جاتا تھا ان خیالات کو لے کر اٹھا، اس کی مجددیت میں کلام ہو سکتا ہے؟

نہ حضرت مولانا! کس کی مجال ہے کہ اس کی مجددیت میں شک کرے۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد۔

لیکن آخر یہ کیا معرکہ ہے کہ فرنگی کے کافرانہ نظام کے حق میں خدا داد نعمت (تخلیج رسالت ج ۱۰ ص ۱۲۳، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۸۲)، سایہ عاطفت، سایہ رحمت، اولی الامر منکم محسن حکومت گورنمنٹ محسن، مہارک دولت برطانیہ، گورنمنٹ انگریزی کی بدل و جان اطاعت، گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیر خواہ اور مطیع، بحضور لو اب لیفٹیننٹ گورنر بہادر، دام اقبالہ (تخلیج رسالت حصہ ہفتم ص ۱۱، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۲)، تاج عزت عالی جناب مکرمہ ملکہ معظمہ قیسرہ ہند دام اقبالہا (کشف الغطاء ص ۱، خزائن ج ۱۴ ص ۱۷۹)، اپنے اور اپنے دینی کارناموں کے متعلق خود کا شہ پودا، پچاس الماریاں، پچاس ہزار کتابیں، رسائل اور اشتہارات (ستارہ قیسرہ ص ۳، خزائن ج ۱۵ ص ۱۱۳)، سرکار انگریزی کی راہ میں (باوجود حرمت جہاد و قتال۔ مدیر) اپنے خون بہانے اور جان دینے والے (تخلیج رسالت جلد ہفتم، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۷۱) حزر سلطنت اے ملکہ معظمہ قیسرہ ہند ہم

عاجز انداد کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں۔ (تحد قیصر یہ ص ۲۵، خزائن ج ۱۲ ص ۷۷) اور جہاد کے متعلق جہاد کے غلیظ خیالات، احمقوں کے دلوں کو خراب کرنے والے دین کے لئے حرام ہے۔ اب جنگ اور قتل، اسلام کو بدنام کرنے والا بدتر مسئلہ جہاد..... اور اولیائے اللہ علمائے دین اور عامۃ المسلمین کے حق میں ولد الحرام، حرام زادے، کنجریوں کی اولاد، کنجر، ولد الزنا، نطفہ منہاء، شتر مرغ، بھیڑیے، کتے، سور، کچھو، شیطان، مردود، ملعون، کینے، بد بخت، بد ذات، بے حیا، مردار خور، یہودی عیسائی، فرعون وغیرہ الہامی اقوال وارشادات اور نبوی القابات واعرزات تو ہزاروں ہارسن بن کر دنیا کے کان پک گئے۔

اسلامیوں کے کان میں ناسور پڑ گئے

سن سن کے قادیانوں کی بد زبانیاں

لیکن ایک نظام حیات کی حیثیت سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کسی نے کبھی کوئی لفظ نہ سنا۔ ان ناقابل انکار حقائق وواقعات اور زندہ وپائندہ نظائر ومشاہدات کے بعد بھی اگر میاں صاحب محمود احمد، مرزا قادیانی کو اولوالعزم نبی اور سب سے بڑا رسول مطلقین اور مولوی صاحب محمد علی حضرت صاحب کو مجدد وقت امام الزمان، ساری امت میں بے نظیر عاشق قرآن ورسول اور پاکستان کا جنم داتا اور قرآنی نظام حیات کا سب سے پہلا داعی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سب سے پہلا نقاش وصور اور محرک وبلغ قرار دے کر آپ کو قرار و مقاصد کا سرچشمہ اور وزیر اعظم پاکستان محترم لیاقت علی خان اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کو حضرت صاحب کا مرید اور مقلد ٹھہرائیں تو اس ستم ظریفی پر ہم تو وہی کچھ عرض کریں گے جو اس کلام کے سر آغاز پر عرض کر چکے ہیں۔ یعنی۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ایں چہ بوالعجبی است

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ حقیقت کا انکشاف تعجب و حیرت کا باعث ہوگا۔ ہمارے یہ مہربان جو محترم وزیر اعظم اور حضرت شیخ الاسلام کو حضرت مسیح موعود کی چوکھٹ پر جھکاتے نظر آتے ہیں۔ ان کا اپنا یہ حال ہے کہ حضرت صاحب کی تعلیمات کے تصور سے شرماتے۔ ان کے اہم ارشادات کو لوگ زبان پر لانے سے کتراتے اور سر قرطاس لکھنے سے گھبراتے ہیں۔ اسی انگریز کی خدمت و اطاعت کو لیتے جو بالفاظ مرزا قادیانی، مرزا قادیانی کا سرمایہ حیات اور باعث صد ہزار فخر و مباہات کا رنامہ ہے۔ جوان کی زندگی کا نصب العین ہے۔ یہ لوگ اس کا ذرہ تک زبان و قلم پر نہیں لاتے اور انگریز کا نام سن کر عروس نو کی طرح شرمندہ اور شرمگندہ ہو جاتے ہیں۔ اسی پیغام مسیح ہی

میں ہے۔ ”جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا باقاعدہ اجتماع جو ۱۸۹۲ء میں منعقد ہوا اس کی کیفیت آئینہ کمالات اسلام میں درج ہے۔ اسی کیفیت میں لکھا ہے۔ آئندہ بھی اس جلسہ کے یہی مقاصد ہوں گے۔۔۔۔۔ نہ اس گورنمنٹ برطانیہ کا سچا شکر گزار اور قدردان بننے کی کوشش اور تدبیریں کی جائیں۔“

(پیغام صلح ص ۶، مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۳ء)

اب ہر سال قادیانی اور لاہوری جماعتیں یہ سالانہ جلسہ منعقد کرتی ہیں۔ (جناب نگر قادیانی جلسہ پر اب حکومت پاکستان نے پابندی لگا دی ہے۔ مرتب!) الفضل اور پیغام صلح میں کئی ماہ پہلے پروپیگنڈا ہوتا ہے۔ امیر جماعت اور امام سلسلہ خطبہ پر خطبہ دیتے ہیں۔ جلسے کے دوسرے مقاصد کے متعلق زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ مگر اس اہم مقصد کو زبان و قلم پر نہیں لاتے۔ نہ جلسوں کے پروگرام میں اس مقصد عظیم کے متعلق کسی تقریر کے لئے دو چار منٹ وقت رکھا جاتا ہے۔ امیر جماعت اور امام سلسلہ سے لے کر معمولی مبلغین تک نو جوانوں، بوڑھوں، بلکہ بچوں اور عورتوں تک کی بیسیوں تقریریں ہوتی ہیں۔ کسی ایک پروگرام میں امیر اور امام کی نہ سبھی کسی معمولی مبلغ کی کوئی ایک تقریر اس مقصد عظیم کے متعلق دکھلا دو۔ کسی مرد کی نہیں بلکہ بچہ کی تقریر میں ایک لفظ کی نشاندہی کر دو۔ جس میں گورنمنٹ برطانیہ کی سچی شکرگزاری اور قدردانی کی کوشش اور تدبیریں مذکور ہوں۔ نہیں دکھلا سکتے۔

پیغام صلح ہر سال جب اپنے سالانہ جلسہ کا پروپیگنڈہ کرتا ہے تو دوسرے مقاصد کے بیان کرتے ہوئے اس اہم مقصد کو وغیرہ وغیرہ کر کے پی جاتا ہے۔ چنانچہ اسی پرچہ میں لکھتا ہے:

”جماعت کے پیش نظر دینی مقاصد رہے ہیں جو کہ حضرت بانی تحریک احمدیہ کے مقاصد تھے اور آج اس جماعت کا سالانہ اجتماع بھی اسی روح اور تڑپ کے ساتھ منعقد ہوتا ہے جو آج سے نصف صدی قبل اس جماعت کا سطح نگاہ اور نصب العین تھا۔ یعنی آئندہ بھی اس سالانہ جلسہ کے یہی مقاصد رہیں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی نو مسلمین، امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تجاویز سوچی جائیں اور دنیا میں نیک چلتی، تقویٰ طہارت اور اخلاقی حالات کو ترقی دینے اور اخلاق اور عادات رذیلہ اور رسوم قبیحہ کو قوم میں سے دور کرنے کی کوشش اور تدبیریں کی جائیں۔ وغیرہ وغیرہ!“

(ایڈیٹوریل پیغام صلح ص ۶، مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۳ء)

اب ذرا امیر جماعت کی اخلاقی جرأت ملاحظہ ہو:

مولوی محمد علی صاحب اسی جلسہ کا پروپیگنڈا کرتے ہوئے جمعہ کے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں: ”۱۸۹۱ء میں آپ نے مسیح موعود کے دعویٰ کا اعلان کیا اور ۱۸۹۱ء میں ہی آپ نے

سب سے پہلے سالانہ جلسہ کا اعلان کیا اور اس کے مقاصد میں اس بات کو رکھا کہ یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کے وسائل سوچے جائیں اور وہاں کے نو مسلموں کی ہمدردی کے وسائل سوچے جائیں..... آپ نے فرمایا کہ آئندہ بھی اس جلسہ کے یہی مقاصد ہوں گے کہ اشاعت اسلام اور ہمدردی کو نو مسلمین امریکہ اور یورپ کے لئے احسن تہاویز سوچی جائیں۔“

(پیغام صلح ۲۰۲ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۴۳ء)

غور فرمائیے! کہ جہاں مولوی صاحب اپنی طرف سے مرزا قادیانی کے بیان فرماتے ہوئے مقاصد جلسہ کی تعبیر کرتے ہیں وہاں بھی گورنمنٹ برطانیہ کی سچی شکر گزاری کی کوششوں کا ذکر تک نہیں کرتے اور جہاں خود مرزا قادیانی کی عبارت نقل کرتے ہیں وہاں بھی گورنمنٹ برطانیہ کی قدردانی کی تدبیریں سوچنے کو حذف کر دیتے ہیں۔ علماء یہود تو الفاظ پر ہاتھ رکھ کر چھپا لیا کرتے تھے۔ مگر یہاں تو الفاظ لائے ہی نہیں جاتے۔

اعتماد اور درخواست

آخر میں احمدی حضرات سے حق گوئی پر معافی چاہتا ہوں۔

مری زبان پہ حق بات آج آ ہی گئی

خطا معاف کہ مجبور گفتگو ہوں میں

الحمد للہ اکملہ حق کا اعلاء ہو گیا۔ ہم مطمئن ہیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ ہماری طرف سے اتمام حجت ہو گیا۔ اب یہ احمدی دوستوں کا فرض ہے کہ وہ جذبات سے خالی ہو کر ہمارے ان معروضات پر غور اور اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کریں۔ جس پر آخرت کی فوز و فلاح اور عاقبت کی نجات و معافیت کا دار و مدار ہے۔ آخر ایسے نبی یا مجدد پر ایمان لانے سے کیا حاصل؟ جس کے ارشادات و الہامات کہنے سننے اور پڑھنے لکھنے سے آدمی کو دنیا میں شرم آئے اور جو قبر و حشر میں بھی کام نہ آئے۔

توبہ کار کسے نے آئی

بہ کناز کسے نے آئی

بہ چہ امید سے تو اں مردن

بہ حزار کسے نے آئی

اسلام کی تبلیغ اہل حق کی تنظیم اور اہل باطل کی تردید سے دلچسپی رکھنے والے ہر دوست کو تنظیم اہل سنت کی خریداری فوراً قبول فرمائی جائے۔ (بخاری)

قادیانی اور مولانا اختر

از: حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب مدظلہ العالی!

فروری ۱۹۳۳ء کی بات ہے جب قادیانیوں نے اسلامپہ کالج لاہور کے طلباء کو مرتد کرنے کی مردود کوشش کی تو اکابر ملت نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے مسجد مبارک میں تقریریں کیں۔ جس پر حکومت نے حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب مدظلہ، حضرت مولانا لال حسین اختر، حضرت مولانا عبدالحمید اور احمد یار خان صاحب سیکرٹری مجلس احرار اسلام کو مقید و محبوس کر دیا۔ ایک دن مولانا ظفر علی خان سے ایک قیدی نے شکایت کی کہ جیل والے اسے اتنے دانے دیتے ہیں کہ پیسے نہیں جاتے۔ حضرت مولانا نے اپنے رفقاء کو بلا لیا اور سب حضرات نے باری باری چکی پیس کر وہ باقی دانے ختم کر دیئے۔ اس دوران میں مولانا اختر نے حضرت مولانا سے ارشاد کی درخواست کی تو ارجحاً حضرت مولانا کی زبان پر یہ شعر آ گئے۔ جو تاحال کسی کتاب میں شائع نہیں ہو سکے۔ حضرت مولانا اختر کے شکریہ کے ساتھ ہدیہ قارئین کرام ہیں۔ (مدیر)

غلام احمد بھلا کیا جان سکتا ہے کہ دیں کیا ہے	رموز علم الاساچہ داند ذوق ابلیسی
ادھر توحید کی باتیں ادھر حلیث کی گھاتیں	میری فطرت جھڑی ہے سرشت اس کی ہے انگلیسی
یہ کہہ کر حق جنادوں کا محمد کی شفاعت پر	کما قاتیری خاطر میں نے چکی تیل میں پیسی
مقابل قادیانی ہو نہیں سکتے ہیں اختر کے	پڑے گا ایک ہی تھپڑ تو جھڑ جائے گی بیتیسی
ہوا جب علم کا چمچا دیا فتویٰ یہ مرزا نے	ہمارا علم ہے دریا کہ نام اس کا ہے سائیکسی
ہے امر تر سے مغرب کی طرف ینارہ مرزا	یہ نکتہ حل کریں مرقد سے اٹھ کر آج آؤریسی

(ستارہ قیصر، مئی خودم ۳)

حکومت قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے

از: نقاش پاکستان ترجمان حقیقت علامہ اقبال!

اخبار اسٹیلٹس مین نے علامہ اقبال کا بیان قادیانی اور جمہور مسلمان شائع کیا اور اس پر اپنے ادارہ میں تنقید بھی کی۔ مندرجہ ذیل خط اس کے جواب میں لکھا گیا اور ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں طبع ہوا۔

۱۔ ”قادیان جو ضلع گورداسپور پنجاب میں ہے جو لاہور سے گوشہ جنوب مغرب میں

(تلخ رسالت ج ۹ ص ۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۸۸)

واقع ہے۔“

۲۔ مشہور جغرافیہ دان۔

علامہ پاکستان کے نقاش اوّل ہیں۔ آپ نے آج سے پورے چودہ سال پیشتر انجمنی اقتدار اور فرنگی عہد حکومت میں ”قادیانی جماعت ایک علیحدہ اقلیت ہے“ کا نعرہ بلند کیا اور ہندوستان کی انگریزی حکومت سے جو خود اس فتنہ کی ہائی تھی مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ آہ! کس قدر دردناک اور عبرت انگیز ہے یہ حقیقت! کہ آج جب کہ علامہ کے ذہن و دماغ کے نقوش صفحہ کثیف پر ابھر آئے۔ بفضلہ تعالیٰ پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ جمہور مسلمانوں کی اپنی حکومت بن گئی اور اس نے قرارداد مقاصد پاس کر کے اسلام کا کلمہ بھی پڑھ لیا۔ قادیانیت نہ صرف اسلامی رنگ و روپ میں باقی ہے۔ بلکہ جسد اسلام کا ناسور بنتی جا رہی ہے۔ علامہ کی روح کس قدر مضطرب اور بیقرار ہو اگر اسے علم ہو جائے کہ علامہ کے نہاں خانہ و دماغ کا تصور و تخیل بعونہ تعالیٰ جب عملی شکل اختیار کر کے پاکستان بن گیا تو اس پاکستان کی پہلی مرکزی حکومت کا پہلا وزیر خارجہ اس دشمن ایمان اور غدار اسلام جماعت کا ایک فرد بنایا گیا۔ جس جماعت کو علامہ نے لائبریر کے ایک تعلیمی ادارہ، انجمن حمایت اسلام، سے خارج کر کے انجمن کی تطہیر کی تھی اور اس وقت تک نہ تو چین لیا اور نہ کشمیر کمیٹی کی رکنیت قبول کی تھی جب تک اس کے صدر خلیفہ قادیان رہے۔ علامہ نے تب اطمینان کا سانس لیا جب کشمیر کمیٹی اس غیر مسلم عنصر سے پاک ہو گئی۔ کاش! کہ حکومت پاکستان اقبال کی انجمن حمایت اسلام اور اقبال کی کشمیر کمیٹی کی طرف اقبال کی حکومت پاکستان کو اس غدار عنصر سے پاک کر کے اقبال کی روح کو بھی خوش کرتی۔ جس کی قبر کو پھولوں کی چادر سے ڈھانپا جا رہا ہے اور جس کی یاد میں پاکستان کے طول و عرض میں یوم اقبال منایا جاتا ہے۔ اقبال سے پیار کرنا یوم اقبال منانا، اقبال کے فلسفہ حکومت علم اور فکر کی صحت و صداقت اور وسعت و رفعت پر فخر و تاز کرنا مگر اقبال کے مسلک و مہرب کو عملاً ٹھکرا دینا انصاف و اخلاص کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں ہے۔ (مدیر)

”میرے بیان مطبوعہ ۱۳ مئی ۱۹۳۵ء پر آپ نے تنقیدی ادارہ لکھا۔ اس کے لئے میں آپ کا ممنون ہوں جو سوال آپ نے اپنے مضمون میں اٹھایا ہے وہ فی الواقعہ بہت اہم ہے اور مجھے مسرت ہے کہ آپ نے اس سوال کی اہمیت کو محسوس کیا۔ میں نے اپنے بیان میں اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیش نظر جو انہوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے۔ خود حکومت کا فرض ہے کہ وہ

قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی قدم اٹھائے اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں اور مجھے اس احساس میں حکومت کے سکھوں کے متعلق رویہ سے بھی تقویت ملی۔ ستمبر ۱۹۱۹ء تک آئینی طور پر علیحدہ سیاسی جماعت تصور نہیں کئے جاتے تھے۔ لیکن اس کے بعد ایک علیحدہ جماعت تسلیم کر لئے گئے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا۔ بلکہ لاہور ہائی کورٹ نے فیصلہ کیا تھا کہ سکھ ہندو ہیں۔

اب چونکہ سوال پیدا کیا ہے میں چاہتا ہوں اس مسئلہ کے متعلق جو برطانوی اور مسلمانوں کی کے زاویہ نگاہ سے نہایت اہم ہے۔ چند معروضات پیش کروں۔ آپ سے علیحدہ ہیں کہ میں واضح کروں کہ حکومت جب کسی جماعت کے ذہنی اختلافات کو تسلیم کیوں کرتی ہے۔ تو میں اسے کس حد تک گوارا کر سکتا ہوں۔ سو عرض ہے کہ:

اولاً اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کے حدود مقرر ہیں۔ یعنی وحدت الوجود پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسول کریم ﷺ کی ختم رسالت پر ایمان دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لئے فیصلہ کن ہے کہ کوئی فرد یا گروہ ملت اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔ مثلاً برہمہ خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن انہیں ملت اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کی ختم نبوت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ کوئی اسلامی فرقہ اس حد فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔ ایران میں بہائیوں نے ختم نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا۔ لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسول کریم ﷺ کی شخصیت کا مہم ہون منت ہے۔

میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقہ اسلام میں ہو۔ تاکہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ جائیں۔

جانیہ..... ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیا..... سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ..... اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا دین کے بنیادی اصولوں سے انکار۔ اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی) مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ تمام دنیائے اسلام کا فرہے۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں۔ جتنے سکھ ہندوؤں سے۔ کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندو مندروں میں پوجا نہیں کرتے۔

جائنا..... اس امر کو سمجھنے کے لئے کسی خاص ذہانت یا غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے کہ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں۔ پھر وہ سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل رہنے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟

علاوہ سرکاری ملازمتوں کے فوائد کے ان کی موجودہ آبادی جو ۵۶۰۰۰ (پچھن ہزار) ہے انہیں کسی اسمبلی میں ایک نشست بھی نہیں دلا سکتی اور اس لئے انہیں سیاسی اقلیت کی حیثیت بھی نہیں مل سکتی۔ یہ واقعہ اس امر کا ثبوت ہے کہ قادیانیوں نے اپنی جداگانہ سیاسی حیثیت کا مطالبہ نہیں کیا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مجالس قانون ساز میں ان کی نمائندگی نہیں ہو سکتی۔ نئے دستور میں ایسی اقلیتوں کے تحفظ کا علیحدہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں قادیانی حکومت سے بھی علیحدگی کا مطالبہ کرنے میں پابلی نہیں کریں گے۔

ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ ابھی اس قابل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔ حکومت نے ۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے علیحدگی کے مطالبہ کا انتظار نہ کیا۔ اب وہ قادیانیوں سے ایسے مطالبے کے لئے کیوں انتظار کر رہی ہے؟

(حرف اقبال مئی ۱۳۸۵ء۔ بحوالہ اخبار ایٹنٹس مین مورہ ۱۷ جون ۱۹۳۵ء)

تلمیحات

از: طاہرات!

حضرت طاہرات تاریخ صحافت میں اپنی جگہ بنا چکے ہیں۔ اخباری حلقوں میں آپ کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں۔ شاید قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ شروع ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ میں جب عظیم کا پہلا پرچہ شائع ہوا تو اس کے لئے حضرت طاہرات نے نظم لکھی تھی۔ مگر اس کے بعد آپ نے ہمیں اس طرح بھلا دیا کہ آج تک کبھی بھول کر بھی یاد نہ فرمایا اور ڈیڑھ سال کی طویل مدت میں عظیم کے لئے ایک لفظ بھی نہ لکھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت و نبوت کا یہ تازہ نشان ملاحظہ ہو کہ کل ہم نے عظیم کے ”مرزا غلام احمد نمبر“ کا اعلان کیا اور آج طاہرات صاحب دفتر میں تشریف لے آئے۔ یعنی آپ کے اشعار و تلمیحات ہمیں موصول ہو گئے۔

ہمارا ایمان ہے کہ آخرت میں ہمیں ضرور اس خدمت پر اجر عظیم حاصل ہوگا اور ”غلام احمد نمبر“ کی اشاعت پر ہمیں سرور عالم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ رہی دنیا سو اس میں اس کا رخیہ کی بھی جزا کیا کم ہے کہ ہمیں ایک چھڑا ہوا یار پورے ڈیڑھ سال کے بعد مرزا قادیانی کی برکت سے گھر بیٹھے پھر مل گیا۔ امید ہے کہ اب یہ وصال پھر کبھی مبدل بہ فراق نہ ہوگا اور حضرت طاہرات پورے عظیم کو نہ سہی اس کے تلمیحات کو ضرور اپنائیں گے۔ (مدبر)

بازاری دوائی فروشوں کو آپ نے ہار ہا دیکھا ہوگا جو اپنی دوائی کی تعریف میں زمین و آسمان سے قلابے ملارہے ہوتے ہیں اور پھر وہ دوائی اس قدر مفید اور ذی اثر ہوتی ہے کہ دنیا سے جہاں کے امراض میں اس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہے۔ آپ کو پیٹ میں درد ہے تو وہ اچھا خاصہ چورن ہے۔ آپ دانتوں کے مرض میں مبتلا ہیں تو وہ بنانا بنائیا نہیں ہے۔ آپ کو آنکھوں کی تکلیف ہے تو وہ سرمہ اور چشم ہے۔ کھانسی، نزلہ، زکام، بخار، غرضیکہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ دوائی ہر مرض کے لئے اکسیر کا حکم رکھتی ہے اور پھر قیمت اتنی کم کہ آدی کو بغیر لئے چارہ نہیں رہتا۔

بھیدہ اسی طرح بازاری قسم کے نبیوں کے الہام ہوتے ہیں۔ ریو کی طرح پھیلنے اور بڑھنے کی خاصیت کے حامل ہر قسم کی تاویل کو برداشت کے قابل۔ جہاں چسپاں کر دو ہیں چپک جانے والے، موم کی ناک کی طرح ہر طرف مڑ جانے والے۔ نہ موسم کی خصوصیت اور نہ مکان و زمان کی قید۔ جب چاہو اور جہاں چاہو مداری کے قہقارے میں سے ایک عدد الہام نکالو اور پکارا ٹھو۔

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

(تذکرہ ص ۵۴۱، طبع سوم)

انگریز کہیں ہارے یا جیتے، بغداد مسلمانوں کے ہاتھ سے لٹل جائے۔ جنگ عظیم چھڑ جائے یا ختم ہو جائے۔ بہار میں زلزلہ آئے۔ کوسید میں خدا کا عذاب نازل ہو، امان اللہ جائے اور نادر خان آئے۔ غرض دنیا میں کہیں کوئی اہم یا غیر اہم واقعہ یا حادثہ ہو جائے۔ پھر بہار آنے اور خدا کی بات پھر پوری ہونے میں قطعاً کوئی دیر نہیں لگتی۔ جی تو کہا گیا ہے۔

قسم ہے قادیان کے گلرخوں کی گلکاری کی

غلام احمد کی الماری پٹاری ہے مداری کی

یہ نہ خیال فرمائیے کہ یہ ربڑی الہام موسم بہار کے واقعات پر ہی چسپاں ہو سکتا ہوگا۔ مٹی، جون کی چلچلاتی ہوئی دھوپ اور جنوری فروری کی کپکپا دینے والی سردی دونوں اس کارگاہ الہام میں بہار کا حکم رکھتی ہیں اور تو اور یہاں تو خو خزاں بھی بہار سمجھی جاتی ہے۔ ہملا جہاں الہام کے زور سے مٹی فی النوم اور مشق شنواری تک کو عین ایمان ثابت کیا جاسکتا ہو۔ وہاں خزاں کو بہار بنانا کون سا مشکل کام ہے۔

قیاس گن گلستان من بہار مرا

ایسا ہی امرت و عمارت کا ایک الہام جو پہلے بھی کئی جگہ کام دے چکا ہے اور ہنوز توبہ نو ہے یہ ہے۔ ”کترین کا بیڑا فرق“۔

(تذکرہ ص ۶۸۳، طبع سوم)

مشرقی پنجاب میں جس طرح خاکسار کترین غلام احمد حقیقی قادیان کی امت کا بیڑا فرق ہوا۔ وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں مگر ہر گاہ خلافت میں نہ اب تک بہار آئی اور نہ خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ آخر یہ کیوں؟ جب واقعاً کوک قادیان نے ”از غلط بردہ بد زند تیرے“ کہہ دیا ہے تو پھر اب شرمانے یا اللہ جانے کا کیا موقع ہے۔ پہلے کی طرح حیا کی آنکھیں بند کر کے اب بھی پکاراٹھنے کہ دیکھئے حضرت مرزا قادیانی کتنے سچے تھے۔ مشرقی پنجاب کے سانحات کا جب کسی کو سامان گمان بھی نہ تھا۔ آپ نے ان واقعات کا ذکر کس قدر بلیغ انداز میں فرما دیا تھا۔ ”کترین کا بیڑا فرق“

(تذکرہ ص ۶۸۳، طبع سوم)

اور اگر آپ یہ دعویٰ کر دیں تو آج کس کو یہ طاقت ہے کہ آپ کی اس بات کو جھٹلا سکے۔
 بھائی ”یہاں تو ہم بھی قائل ہو گئے۔“ ہمارا یہ ایمان سہی کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیلمہ کذاب کا
 بروز اتم تھے اور عمر بھر کبھی انہوں نے سچ بولنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر ان کا یہ فقرہ (آپ الہام کہہ
 لیجئے) بہر حال سچا ثابت ہو گیا ہے کہ: ”کترین کا بیڑا غرق“ (تذکرہ ص ۶۸۳، طبع سوم)
 اور پھر کترین کے کفر کا بیڑا غرق بھی ایسا ہوا کہ اب ہر قسم کی سازشیں بھی اسے پھر
 اہمارے سے قاصر ہوئی جاتی ہیں۔ ہاں!

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی

(تذکرہ ص ۵۴۱، طبع سوم)

کترین کا بیڑا غرق

از: طاہرات

مشرقی پنجاب سے آنے کے بعد	قادیان کا کعبہ ٹیڑھا ہو گیا
میرزا صاحب کا ہے الہام ٹھیک	کترین کا غرق بیڑا ہو گیا
مرکزیت دی ابلولو نے چھوڑ	عشق بھی جی کا بکھیرا ہو گیا
ڈارون صاحب کی بندر بانٹ سے	کترین کا غرق بیڑا ہو گیا
ان میں حرب و ضرب کی ہمت کہاں	ان کو کافی اک تھیرا ہو گیا
وہ چپت آ کر پڑی رخسار پر	کترین کا غرق بیڑا ہو گیا

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و امامت اور تعلیمات کے متعلق

نفاش پاکستان حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ اور

بابائے صحافت حضرت مولانا ظفر علی خان کے ارشادات

حاسدان تیرہ باطن کو جلانے کے لئے

تجھ میں اے پنجاب اقبال و ظفر پیدا ہوئے

(ظفر علی خان)

نقاش پاکستان حضرت علامہ اقبالؒ کے ارشادات

گفت دین را رونق از شکوی است زندگانی از خودی محرومی است
دولت اغیار را رحمت شمرد رقص ہاگرد کلیسا کرد و مرد
(مشوی پس چہ باید کرد ص ۲۹)

قادیانی نبوت؟ برگ حشیش

میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقیہ مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر فاش ہے مجھ پہ ضمیر فلک نیلی قام
عصر حاضر کی شب تاری میں دیکھی میں نے یہ حقیقت کہ ہے روشن صفت ماہ تمام
وہ نبوت ہے مسلمان کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

(ضرب کلیم ص ۵۳)

انگریز کی پرستار امامت

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے لے احساس زیاں تیرا بھوگرما دے فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلمان کو سلاطین کا پرستار کرے

بہاء اللہ ایرانی اور غلام احمد قادیانی

آں زایاں بود وایں ہندی نژاد آں رنج بیگانہ وایں از جہاد
سینہ ہا از گری قرآں تہی از چہیں مرداں چہ امید بہی

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد

نئی ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
لیکن جناب شیخ کو معلوم کیا نہیں؟
تج و تفنگ دست مسلمان میں ہے کہاں
کافر کی موت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
تعلیم اس کو چاہئے ترک جہاد سے
باطل کے قال و فر کی حفاظت کے واسطے
ہم پوچھتے ہیں شیخ کلیسا نواز سے
دنیا میں اب ری نہیں تلواریں کار کر
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بیسود و بے اثر
ہو بھی تو دل ہیں موت کی لذت سے بے خبر
کہتا ہے کون اسے کہ مسلمان کی موت مر
دنیا کو جس کے بچہ خوئیں سے ہو خطر
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر
مشرق میں جنگ شرع ہو مغرب میں بھی ہے شر؟

حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

مہدی برحق

سب اپنے ملتے ہوئے زعماء میں ہیں محبوس
پہر ان کلیسا ہوں کہ شیطان حرم ہوں
ہیں اہل سیاست کے وہی کہنہ خم و بیچ
دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیار
نے جدت گفتار ہے نے جدت کردار
شاعر اسی افلاس بخیل میں گرفتار
ہو جس کی نگہ زلزلہ عالم افکار

بابائے صحافت حضرت مولانا ظفر علی خان کے احساسات

لیکن اس دیں کی ہے شرط کہ خوش ہوا نگریز
سوکھ جائے نہ کہیں میری نبوت کا درخت
جنس کا اقبال جہاں میں علم افراشتہ ہے
یہ وہ پودا ہے کہ سرکار کا خود کاشتہ ہے

مادیان قادیان

میں نے دی اس کو لگام اور ہو گیا اس پر سوار
جو مجاور ہیں بہشتی مقبرہ کے آج کل
صرف غائب فحشاء اور سلاست ناچید
ورنہ کس کو مانتی تھی مادیان قادیاں
بیچے پھرتے ہیں گھر گھر استخوان قادیاں
ان سب اجزا سے مرکب ہے زبان قادیاں

اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تاباندھے آزار
لوگ حیراں تھے کہ جب پھیکا ہے بکھان اس قدر
جو فروشی کے لئے گندم نمائی شرط ہے
کیا سلوک ان سے روار کھتے ہیں مکر اور نکیر

یہ کہ ”تا“ ہے شاہکار شاعران قادیاں
ہو گئی پھراتی اونچی کیوں دکان قادیاں
تھا بڑا ہی کانیاں بازار گان قادیاں
قبر میں خود دیکھ لیں گے مکران قادیاں

مکر ختم نبوت

مکر ختم نبوت ہو رہا ہے قادیاں
کہہ دو مرزا سے خاک کعبہ اڑ سکتی نہیں
کائنات آنگن ہے اس کی لہ ہے حجت عرش بریں
اس کو ڈھا کر دوسرا مکر شوق سے ہوا مگر

آ گیا وقت جہاد ایمان کا خنجر نکال
اپنے دل سے تمنائے جنوں پرور نکال
تو بھی کوئی مگر نکال اس سے مگر بہتر نکال
ابن آذر سے کوئی معمار بھی بڑھ کر نکال

تو بھی اک مگر جس سے ہیں روشن ہوں باہم نکال
سورج اس کا آئینہ ہے چاند اس کی شمع ہے

پناہ بخدا

نبی کے بعد نبوت کا ادعا ہو جسے
ٹپٹی ٹپٹی ہے ادھر اور ادھر غلام احمد
خدا بچائے ہمیں ان کے ساتھ ملنے سے
بنے جو باپ خدا کا اور اس کی بیوی بھی

ہر ایسے بطل خرافات سے خدا کی پناہ
ہزار بار ان آفات سے خدا کی پناہ
منافقوں کی موالات سے خدا کی پناہ
ہر ایسے مسخرے کی ذات سے خدا کی پناہ

قادیانی اور لاہوری

قادیاں ہو کہ ہو لاہور بچو دونوں سے
شعلہ اٹھتا ہے اگر اس سے الوہیت کا
ہیں خدا ان کے نصاریٰ یہ ہیں بندے ان کے

اس طرف ہوتی ہیں اس طرف آن ہوتا ہے
تو بلند اس سے نبوت کا دھواں ہوتا ہے
وہیں ہوتے ہیں یہ انگریز جہاں ہوتا ہے

اسلام اور فقط اسلام

قادیانی جو اڑے پھرتے ہیں ان کا کیا ہے
فقط اسلام ہی دنیا میں ہے طاقت ایسی

بال گورے کا، رواں گورے کا، پر گورے کا
ناطقہ بند جو کر سکتی ہے ہر گورے کا

اسی اللہ کے بندے کو مسلمان سمجھو ڈوگرے کا ہو جسے خوف نہ ڈر گورے کا

منکر ختم نبوت کا حشر

جان سکتا ہے وہی مرزائیوں کی عاقبت جس کے ہے پیش نظر حشرِ شمود انجامِ عاد
منکر ختم نبوت کے مقدر میں ہے رزق ذلت و خواری و رسوائی الی یوم التناد

صوتِ التحمیر

کان دالو انکر الاصوات ہے صوتِ التحمیر گریہ ڈمچوں ڈمچوں سننی ہے توجاؤ قادیان
عینی مریم کو گالی قادیاں دے لے مگر یاد رکھے اس کی بھی ہیں نانیاں اور دادیاں
”قادیانیت اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن
باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔ اس کا جاسد خدا کا تصور کہ جس کے
پاس دشمنوں کے لئے لاقعدا دزلزلے اور بیماریاں ہوں اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس کا
روح مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اچھے عناصر رکھتی ہیں
گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔“ (حرف اقبال ص ۱۲۳)

قادیانی اور جمہور مسلمان

از: نقاش پاکستان ترجمان حقیقت علامہ اقبال!

”ہندوستان کی سرزمین پر بے شمار مذاہب ملتے ہیں۔ اسلام دینی حیثیت سے ان
تمام مذاہب کی نسبت گہرا ہے۔ کیونکہ ان مذاہب کی بناء کچھ حد تک مذہبی ہے اور ایک حد تک
نسلی۔ اسلام نسلی تخیل کی سراسر نفی کرتا ہے اور اپنی بنیاد محض مذہبی تخیل پر رکھتا ہے اور چونکہ اس کی
بنیاد صرف دینی ہے اس لئے وہ سراپا روحانیت ہے اور خوشی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف بھی
ہے۔ اسی لئے مسلمان ان تحریکوں کے معاملہ میں زیادہ حساس ہے۔ جو اس کی وحدت کے لئے
خطرناک ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بناء نبی
نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے۔
مسلمان اسے اسلام کی وحدت کے لئے ایک خطرہ سمجھے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم
نبوت سے ہی استوار ہوتی ہے۔“

انسان کی تمدنی تاریخ میں غالباً ختم نبوت کا تخیل سب سے الٹا تھا ہے۔ اس کا صحیح اندازہ مغربی اور وسط ایشیا کے موبدانہ تمدن کی تاریخ کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ موبدانہ تمدن میں زرتشتی، یہودی، نصرانی اور صابی تمام مذاہب شامل ہیں۔ ان تمام مذاہب میں نبوت کے اجراء کا تخیل نہایت لازم تھا۔ چنانچہ ان پر مستقل انتظار کی کیفیت رہتی تھی۔ غالباً یہ انتظار نفسیاتی حظ کا باعث تھی۔ عہد جدید کا انسان روحانی طور پر موبد سے بہت زیادہ آزاد منس ہے۔ موبدانہ رویہ کا نتیجہ یہ تھا کہ پرانی جماعتیں ختم ہوتیں اور ان کی جگہ مذہبی عمارتیں جماعتیں لاکھڑی کرتے۔ اسلام کی جدید دنیا میں جاہل اور جو شیلے ملانے پر یس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے قبل اسلامی نظریات کو بیسیوں صدی میں رائج کرنا چاہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلام جو تمام جماعتوں کو ایک رسی میں پروانے کا دعویٰ رکھتا ہے ویسی تحریک کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھ سکتا۔ جو اس کی موجودہ وحدت کے لئے خطرہ ہو اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے لئے مزید افتراق کا باعث بنے۔

اس سے قبل اسلامی موبدیت نے حال ہی میں جن دو صورتوں میں جنم لیا ہے میرے نزدیک ان میں بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ مخلص ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے۔ لیکن مؤخر الذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔ اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لئے لاتعداد لڑ لے اور بیماریاں ہوں۔ اس کا نبی کے متعلق نجومی اور اس کا روح مسیح کے تسلسل وغیرہ کا عقیدہ۔ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔ روح مسیح کا تسلسل، یہودی باطنیت کا جز ہے۔ پولی مسیح بال شیم (Bal Shem) کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر یوہر کہتا ہے۔ ”مسیح کی روح پیغمبروں اور صالح آدمیوں کے واسطے سے زمین پر اترتی۔“

اسلامی ایران میں موبدانہ اثر کے ماتحت طہرانہ تحریکیں اٹھیں اور انہوں نے بروز، حلول، نقل وغیرہ اصطلاحات وضع کیں تاکہ تاریخ کے اس تصور کو چمپا سکیں۔ ان اصطلاحات کا وضع کرنا اس لئے ضروری تھا کہ وہ مسلم کے قلوب کو ناگوار نہ گزریں۔ حتیٰ کہ مسیح موعود کی اصطلاح بھی اسلامی نہیں بلکہ اجنبی ہے اور اس کا آغاز بھی اسی موبدانہ تصور میں ملتا ہے۔ یہ اصطلاح ہمیں اسلام کے دور اول کی تاریخی اور مذہبی ادب میں نہیں ملتی۔

اس حیرت انگیز واقعہ کو پروفیسر وٹسک نے اپنی کتاب ”موسومہ“ احادیث میں ربط“ میں نمایاں کیا ہے۔ یہ کتاب احادیث کے گیارہ مجموعوں اور اسلام کے تین اذلیں تاریخی شواہد پر حاوی ہے اور یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ اسلام نے اس اصطلاح کو کیوں استعمال نہ کیا؟ یہ اصطلاح انہیں غالباً اس لئے ناگوار تھی کہ اس سے تاریخی عمل کا فلفلہ نظریہ قائم ہوتا تھا۔ خاتم ذہن وقت کو مدور حرکت تصور کرتا تھا۔ صحیح تاریخ عمل کو بحیثیت ایک تخلیقی حرکت کے ظاہر کرنے کی سعادت عظیم مسلمان مفکر اور مؤرخ یعنی ابن خلدون کے حصہ میں تھی۔

ہندی مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے خلاف جس شدت احساس کا ثبوت دیا ہے وہ جدید اجتماعیات کے طالب علم کے لئے بالکل واضح ہے۔ عام مسلمان جسے پچھلے دن سول اینڈ ملٹری گزٹ میں ایک صاحب نے ملازہ کا خطاب دیا تھا اس تحریک کے مقابلہ میں حفظ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔ اگرچہ اسے ختم نبوت کے عقیدہ کی پوری سمجھ نہیں۔ نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں اور مغربیت کی ہوانے اسے حفظ نفس کے جذبہ سے باہمی عاری کر دیا۔ بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔ اگر سر ہربرٹ ایمرسن مسلمانوں کو رواداری کا مشورہ دیں تو میں انہیں معذور سمجھتا ہوں۔ کیونکہ موجودہ زمانے کے ایک فرنگی کے لئے جس نے بالکل مختلف تمدن میں پرورش پائی ہو اس کے لئے اتنی گہری نظر پیدا کرنی دشوار ہے کہ وہ ایک مختلف تمدن رکھنے والی جماعت کے اہم مسائل کو سمجھ سکے۔

ہندوستان میں حالات بہت غیر معمولی ہیں۔ اس ملک کی بے شمار مذہبی جماعتوں کی بقا اپنے استحکام کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیونکہ جو مغربی قوم یہاں حکمران ہے اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ مذہب کے معاملہ میں عدم مداخلت سے کام لے۔ اس پالیسی نے ہندوستان ایسے ملک پر بد قسمتی سے بہت برا اثر ڈالا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ مسلم جماعت کا استحکام اس سے کہیں کم ہے۔ جتنا حضرت مسیح کے زمانہ میں یہودی جماعت کا رومن کے تحت تھا۔ ہندوستان میں کوئی مذہبی شے باز اپنی اغراض کے ماتحت ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے اور یہ لیبرل حکومت اصل جماعت کی وحدت کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتی۔ بشرطیکہ یہ مدعی اسے اپنے اطاعت اور وفاداری کا یقین دلا دے اور اس کے پیرو حکومت کے محصول ادا کرتے رہیں۔

اسلام کے حق میں اس پالیسی کا مطلب ہمارے شاعر عظیم اکبر نے اچھی طرح بھانپ

لیا تھا۔ جب اس نے اپنے مزاحیہ انداز میں کہا۔

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ

انالحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

میں قدامت پسند ہندوؤں کے اس مطالبہ کے لئے پوری ہمدردی رکھتا ہوں جو انہوں نے نئے دستور میں مذہبی مصلحین کے خلاف پیش کی ہے۔ یقیناً یہ مطالبہ مسلمانوں کی طرف سے پہلے ہونا چاہئے تھا جو ہندوؤں کے برعکس اپنے اجتماعی نظام میں نسلی تخیل کو دخل نہیں دیتے۔ حکومت کو موجودہ صورت حالات پر غور کرنا چاہئے اور اس اہم معاملہ میں جو قوی وحدت کے لئے اشد اہم ہے عام مسلمان کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہئے۔ اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے سوا چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے؟ اور وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو تلعب بالمدین کرتے پائے اس کے دعاوی کو تحریر اور تقریر کے ذریعہ سے جھٹلایا جائے۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے۔ حالانکہ اس کی وحدت خطرہ میں ہو اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔ اگرچہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔

اگر کوئی گروہ جو اصل جماعت کے نقطہ نظر سے باغی ہے حکومت کے لئے مفید ہے تو حکومت اس کی خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔ دوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ توقع رکھنی بیکار ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں کو نظر انداز کر دے جو اس کے اجتماعی وجود کے لئے خطرہ ہیں۔ اس مقام پر یہ دہرانے کی غالباً ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے بے شمار مذہبی فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا جن مسائل پر سب فرقتے متفق ہیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد و کافوئی ہی دیتے ہیں۔

ایک اور چیز بھی حکومت کی خاص توجہ کی محتاج ہے۔ ہندوستان میں مذہبی مدعیوں کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ مذہب سے عموماً بیزار ہوتے لگتے ہیں اور ہالا خرمذہب کے اہم عنصر کو ہی اپنی زندگی سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ ہندوستانی دماغ ایسی صورت میں مذہب کی جگہ کوئی اور بدل پیدا کرے گا جس کی شکل روس کی دہری مادیت سے ملتی جلتی ہوگی۔

(حرف اقبال ص ۱۱۷ تا ۱۱۸)

مہتمم مرکز تنظیم اہل سنت کی طرف سے مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کو

غیر مشروط مناظرہ کا کھلا چیلنج

چھپ کر اوغیر کے گھبرات کو جانے والے
کبھی بھولے سے ہی آجامرے کا شانے میں

ہم مسیحیوں کو چیلنج کرتے ہیں نہ یہودیوں کو۔ ملحدوں کو دعوت مناظرہ دیتے ہیں نہ
دہریوں کو۔ کیونکہ ان کا کفر مسلمہ ہے۔ وہ اپنے آپ کو غیر مسلم مانتے ہیں۔ مسلمان بھی انہیں
غیر مسلم جانتے ہیں اور ان کی دعوت و تبلیغ کا شکار نہیں ہوتے۔ لیکن احمدی ہم انہیں روزِ اوّل سے
برابر چیلنج کر رہے ہیں اور ہماری تخلیق کا مقصد و منشا ہی براہین و دلائل سے ان کا ناطقہ بند کر دینا
ہے۔ کیونکہ یہ لوگ اسلام کے رنگ و روپ میں دنیا کے سامنے آتے ہیں اور مسلمان بن کر صرف
مسلمانوں کو مرتد کرنے سے نہیں شرماتے۔ نقاشِ پاکستان کے فکر اور رائے اور ملتِ اسلامیہ
پاکستانیہ کے متفقہ مطالبہ کے مطابق آج امتِ مرزائیہ ایک غیر مسلم اقلیت بن کر ہمارے سایہ
عاطفت میں رہنے کا اعلان کر دے۔ آج ہم انہیں چیلنج کرنا بند کر دیں گے اور انہیں پاکستان میں
انگریز کے ”غلِ رحمت“ سے زیادہ مذہبی آزادی ہوگی۔

لیکن جب تک یہ اپنے غیر اسلامی قد و قامت پر اسلامی جامہ و لباس پہن کر آئیں گے
اور احمدی بن کر محمدیوں کو متاعِ ایمان لوٹنے کی مردود و ملحدوں کو شش سے باز نہیں آئیں گے تب
تک امتِ مسلمہ اور ملتِ پاکستانیہ کا دینی اور تبلیغی نمائندہ ادارہ ”مرکز تنظیم اہل سنت“ برابر ان کے
اسلام و ایمان کو چیلنج کرتا رہے گا اور ان کا اخلاقی فرض ہوگا کہ ہماری موجودگی میں کراچی، لاہور،
پشاور، کوئٹہ، ڈھاکہ یا پاکستان کے کسی دوسرے شہر یا قصبہ میں دنیا کے سامنے مرزا قادیانی اور اپنے
اسلام و ایمان کا ثبوت پیش کریں۔ (مدیر)

جناب میاں صاحب! آپ دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کو مرزا قادیانی کی نبوت پر
ایمان نہ لانے کے جرم میں کافر مانتے ہیں۔ چنانچہ سرِ ظفر اللہ خان نے کراچی میں دولت
خداداد پاکستان کے بانی اور اپنے ذاتی محسن قائدِ اعظم مرحوم کا جنازہ نہ پڑھ کر مرزا قادیانی اور
آپ کے اس فتویٰ پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ ہر وہ مسلمان جو قادیانی نبوت کا قائل نہیں ہے

کافر ہے اور اس کا جنازہ ناجائز اور حرام ہے۔ خواہ وہ قائد اعظم ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کفر و اسلام کا سوال ہے اور اس پر آخرت کی نجات و نجات کا انحصار ہے۔ اس لئے ہماری دلی خواہش ہے کہ ہم افہام و تفہیم سے اس مسئلہ کو اگر سلجھا سکتے ہیں تو سلجھائیں اور مسئلہ کی بنیاد مرزا قادیانی کے صدق و کذب پر باہم گفتگو کر لیں۔

کیا آپ مرکز تنظیم کی یہ مخلصانہ درخواست قبول فرمائیں گے؟

ہم کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور خود آپ کے لکچر سے یہ ثابت کر دیں گے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت صحیح نہیں ہے اور آنحضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد ظلی، بدروزی، پوری، ادھوری، لفظی، معنوی، وہی، کسی، تشریحی، تفریحی ہر قسم کی نبوت کا مدعی و جال و کذاب ہے اور اس پر ایمان لانے والے کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اگر آپ ہماری یہ مخلصانہ دعوت قبول فرمائیں تو ”الفضل“ میں مقام تاریخ اور وقت کا اعلان فرمادیں اور ہمیں بھی مطلع کر دیں تاکہ ہم بروقت مقام متعینہ پر پہنچ جائیں اور دنیا کے سامنے حق و باطل کو کھول کر رکھ دیں اور اگر آپ میں حق و صداقت کے مقابل آنے کی ہمت و جرأت نہ ہو تو پھر آپ کا اخلاقی فرض ہوگا کہ آپ اندھیری قبر اور روز محشر کا خیال کر کے بھولے بھالے مسلمان کو مرتد کرنے کی مہم ترک فرمادیں اور آپ نے اپنے ہر جماعتی کو بہر حال کم از کم ایک مسلمان کو مرتد کر دینے کا جو حکم دے رکھا ہے اسے واپس لے لیں۔

آپ کا خیر اندیش، مختصر جواب، ”مرکز تنظیم اہل سنت“ چک جمنڈا (لوہاری دروازہ) لاہور
ختم نبوت ایک ایسا مہم بالشان مسئلہ اور اسلام کا اصل الاصول ہے کہ آنحضرت سید المرسلین ﷺ کے ساتھ دوسرے انبیاء و رسول اور خیر امت کے ساتھ سابقہ اقوام و امم اور زندوں کے ساتھ مردوں اور صاحب نطق و بیان انسانوں کے ساتھ بے زبان حیوانوں نے بھی اس کی شہادت دی۔ اس حقیقت کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ اسلام اور ایمان کے بنیادی مسائل و عقائد میں کوئی مسئلہ اور عقیدہ اس قدر سے زیادہ ظاہر و باہر زیادہ واضح و مبرہن زیادہ روشن و تابناک اور زیادہ اجماعی اور متفق علیہ نہیں جس قدر مسئلہ ختم نبوت۔

امت محمدیہ اور ملت اسلامیہ کا مسلمۃ الکمل، متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ختم نبوت
از: مولانا سید نور الحسن بخاری

ختم نبوت کا مسلمۃ الکمل مسئلہ کم از کم ۱۰۲ آیات کریمہ اور دوسو و سواحد احادیث نبویہ سے

ثابت ہے۔ حضرت استاذی مفتی محمد شفیع صاحب سابق مدرس و مفتی دارالعلوم دیوبند اپنی تالیف ”ختم نبوت فی القرآن“ میں یہ ۱۰۲ آیات قرآنیہ پیش کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اگر پورے غور و تفتیش سے کام لیا جائے تو جس قدر آیات اس وقت پیش کی گئی ہیں ان سے بہت زیادہ آیات جمع ہو سکتی ہیں۔ لیکن احقر نے استیعاب کا قصد نہیں کیا۔“

اسی طرح ”ختم نبوت فی الحدیث“ میں ۲۱۰ احادیث صحیح نقل کرتے ہوئے صفحہ اول پر لکھتے ہیں: ”احادیث نبویہ کا غیر محصور دفتر جو اس مسئلہ میں منقول ہے اس کا استیعاب تو نہایت دشوار بلکہ اس وقت تو عادیہ غیر ممکن ہے۔ لیکن اس میں سے جس قدر حصہ اس تھوڑے وقت میں اور کتب احادیث کے مختصر ذخیرہ میں ناقص تتبع کے ساتھ سامنے آیا ہے اس کو حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔ پھر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے بعد دین کا یہ بنیادی اور جوہری مسئلہ اجماع امت کی سند بھی اپنے ثبوت میں رکھتا ہے۔“

حضرت مفتی صاحب ممدوح نے ”ختم النبوة فی لا تار“ میں حضرت صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ سے لے کر حضرت ابوقبیلہؓ تک اسی ۸۰ جلد صحابہ کرامؓ اور امام احمدؒ، شین امام بخاریؒ، امام مسلمؒ سے لے کر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ تک (۶۸) اڑسٹھ محدثین عظامؒ اور امام الشیخؒ والحدیث امام طبرؒ، امام راغبؒ اور امام ابن کثیرؒ سے لے کر حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ وغیرہؒ تک (۲۶) چھبیس مفسرین حضرات اور امام الاحناف ملا علی قاریؒ، امام الشوافع، علامہ ابن حجر مکیؒ، صاحب بحر الرقائق، قنادی عالگیری وغیرہ دس مشاہیر فقہاء، علامہ تفتازانیؒ، علامہ سیوطیؒ، امام ابن ہمامؒ حجتہ الاسلام، امام غزالیؒ سے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ تک (۱۸) اٹھارہ اکابر مشککین اسلام اور امام الاولیا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، مولانا جامی عارف باللہ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ، امام العارفین حضرت مجدد الف ثانیؒ وغیرہ اعظم صوفیائے امت کے اساتذہ گرامی اور بطور نمونہ بعض حضرات کے ارشادات و مقالات پیش کئے ہیں جن سے روز روشن سے زیادہ ثابت ہو جاتا ہے کہ امت کے ہر طبقہ کے اکابر و عمائد کا اس مسئلہ پر ہمیشہ اجماع رہا ہے اور ختم نبوت کا منکر بالا جماع کافر، مرتد اور واجب القتل ہے۔

سابق انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کی شہادت

پھر اس خیر امت کی اجماعی شہادت پر بس نہیں بلکہ اس مسئلہ عظیم پر کتب قدیمہ، تورات و انجیل وغیرہ سے انبیاء سابقین علیہم السلام اور ان کی امتوں کی چند شہادتیں مع حوالہ ”ختم النبوة فی لا تار“ ص ۲۳ تا ۳۱ پر نقل کی گئی ہیں جن میں سے بطور نمونہ چند ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔

..... ”قال موسى يارب انى اجد فى الالواح امة هم الاخرين فى الخلق
السابقون فى دخول الجنة رب اجعلهم امتى قال تلك امة محمد ﷺ (تفسير
ابن جرير طبرى ودلائل النبوة محدث ابونعيم ص ۱۴) ﴿حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
عرض کیا کہ اے میرے رب میں اللوح تورات میں ایک ایسی امت دیکھتا ہوں جو پیدائش میں
سب سے آخری ہے اور دخول جنت میں سب سے مقدم۔ اے میرے رب ان کو میری امت
بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ تو محمد ﷺ کی امت ہے۔﴾

..... ۲ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ میرے والد تورات اور اس کلام پاک کے سب سے
زیادہ عالم تھے۔ جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اور جو کچھ جانتے تھے مجھ سے کچھ نہ چھپاتے تھے۔
جب ان کی وفات قریب آئی تو مجھے بلایا اور کہا: ”بیٹا تم جانتے ہو کہ جو کچھ علم مجھے حاصل تھا میں
نے تم سے کچھ نہیں چھپایا۔ مگر دو ورق ابھی تک میں نے تم پر ظاہر نہیں کئے تھے۔ جن میں ایک نبی کا
ذکر ہے جن کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تمہیں پہلے سے اس پر
مطلع کر دوں۔ کیونکہ خطرہ تھا کہ کوئی کذاب اٹھے اور تم اس کو نبی موعود سمجھ کر اطاعت شروع کر دو
اور ان دونوں ورقوں کو میں نے اس طاق میں جسے تم دیکھ رہے ہو گارے سے بند کر دیا۔ کعب احبار
نے (اس کا ایک طویل دلچسپ قصہ لکھنے کے بعد) فرمایا کہ میں نے یہ دو ورق اس طاق سے
نکالے تو ان میں یہ کلمات بھی لکھے تھے۔“

”محمد رسول اللہ خاتم النبیین لا نبی بعده (رواہ ابونعیم درمنثور
ص ۱۲۳، ج ۳)“ ﴿محمد ﷺ﴾ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب انبیاء کے ختم کرنے والے
ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾

..... ۳ حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور ابن مالک شاہ روم (عیسائی)
مقوقس کے یہاں پہنچے۔ اس نے دین محمدی کے متعلق پوچھا۔ ہم نے کہا کہ ہم میں سے کسی نے
بھی ان کی دعوت قبول نہیں کی۔ اگر تمام انسان بھی ان کے دین میں داخل ہو جائیں تب بھی ہم
داخل نہ ہوں گے۔ یہ سن کر مقوقس نے نفرت سے سر ہلا کر کہا تم لہو و لعب میں ہو۔۔۔۔۔ اور وہ (نبی
کریم) اور حضرت مسیح علیہ السلام تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کی طرح ہیں۔۔۔۔۔

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے پاس سے (متاثر ہو کر) اٹھے۔۔۔۔۔ اس کے بعد
میں اسکندریہ میں مقیم رہا اور کوئی کلیسا (گرجا) نہیں چھوڑا۔ جس میں جا کر میں نے وہاں کے قبلی
اور رومی پادریوں سے دریافت نہ کیا ہو کہ تم محمد ﷺ کی کیا کیفیات اپنی کتابوں میں پاتے ہو۔

کتیہ ابی غنی میں ایک بڑا مشہور پادری تھا۔ جس کو جبرک سمجھ کر لوگ اپنے مریضوں پر دعا پڑھانے کے لئے اس کے پاس لاتے تھے اور میں دیکھتا تھا کہ وہ پانچ نمازیں نہایت خشوع و خضوع سے پڑھتا تھا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ:

”اخبرنی هل بقى احد من الانبياء قال نعم وهو آخر الانبياء قد امرنا عيسى باتباعه وهو نبى الامى العربى اسمه احمد، ليس بالطويل والبالقصير فى عينيه حمرة (الحديث، رواه ابو نعيم فى الدلائل ص ۲۰، ۲۱)“
مجھے بتاؤ کہ کیا انبیاء میں سے کوئی نبی باقی ہیں۔ اس نے کہا ہاں! اور وہی آخر الانبیاء ہیں.....
حضرت عیسیٰ نے ہمیں ان کے اتباع کا حکم فرمایا ہے۔ وہ نبی ای عربی ہیں۔ ان کا نام احمد ہے۔ نہ دراز قد ہیں نہ پست قد۔ (بلکہ درمیانہ) ان کی آنکھوں میں سرخی ہے (اس کے بعد اور بہت سے اوصاف بیان کئے) ﴿

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کلام کو خصوصاً اور دوسرے پادریوں کے کلمات عموماً یاد رکھے اور پھر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام واقعہ سنایا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

۴..... امام شعبی فرماتے ہیں کہ صحیفہ ابراہیم میں لکھا ہے: ”انه كائن من ولدك شعوب وشعوب حتى ياتى النبى الامى الذى يكون خاتم الانبياء (خصائص كبرى للسيوطى ص ۹ ج ۱)“ ﴿آپ کی اولاد میں قبائل در قبائل ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ نبی الی آجائیں جو خاتم الانبیاء ہوں گے۔﴾

۵..... اور امام بیہقی بروایت عمر دابن الحکم نقل فرماتے ہیں کہ میرے آباؤ اجداد سے ایک ورق محفوظ چلا آتا تھا جو جاہلیت میں نسل بعد نسل وراثت میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ دین اسلام ظاہر ہوا۔ پھر جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو لوگ یہ وقت آپ کی خدمت میں لے آئے۔ پڑھوایا گیا تو اس میں یہ عبارت لکھی تھی۔

”بسم الله وقوله الحق هذا الذكر لامة تتلانى فى آخر الزمان يخومنون البحار الى اعدائهم فيه الصلوة (خصائص كبرى ج ۱ ص ۱۶)“ ﴿اللہ کے نام پر شروع ہے اور اسی کا قول حق ہے۔ یہ ذکر اس امت کا ہے جو آخر زمانہ میں آئے گی وہ دشمنوں کے مقابلے کے لئے دریاؤں میں گھس پڑیں گے اور ان میں نماز ہوگی۔﴾

جب یہ ورق آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پڑھا گیا تو اس کے مضمون کو سن کر آپ ﷺ خوش ہوئے۔

۶..... اور زید ابن عمرو ابن نفیل جو علمائے اہل کتاب میں سے تھے اور آنحضرت ﷺ سے پہلے وفات پا گئے۔ نبی کریم ﷺ کے حالات و صفات بیان کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا: ”میں دین ابراہیم علیہ السلام کی طلب میں تمام شہروں میں پہنچا اور یہود و نصاریٰ اور مجوسی میں جس کسی سے پوچھتا تھا یہی جواب دیتا تھا کہ یہ دین تم سے آگے آنے والا ہے اور وہ نبی کریم ﷺ کے وہی اوصاف بیان کرتے تھے جو میں نے تم سے بیان کئے ہیں۔“ ویقولون لم یبق نبی غیرہ ”اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا۔“ (خصائص کبریٰ ص ۲۵، ج ۱)

۷..... امام حدیث بیہقی اور طبرانی اور ابوالفیم اور خراطی خلیفہ ابن عبدہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن محمد ابن عبدی ابن ربیعہ سے پوچھا کہ زمانہ جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیسے رکھ دیا۔

انہوں نے جواب دیا کہ جو بات تم نے مجھ سے دریافت کی ہے میں نے خود اپنے والد سے دریافت کی۔ انہوں نے اس کا یہ واقعہ سنایا: ”کہ قبیلہ بنی تمیم سے ہم چار آدمی شام کے سفر کے لئے نکلے۔ جن میں ایک میں تھا اور دوسرے سفیان ابن عماشہ، ابن آدم اور تیسرے یزید ابن عمرو بن ربیعہ اور چوتھے اسامہ ابن مالک ابن خندف۔ جب ہم ملک شام میں پہنچے تو ایک تالاب پر اتارے جس کے کنارے پر درخت کھڑے تھے۔ ہمیں دیکھ کر ایک پادری ہمارے پاس آیا اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟“

ہم نے کہا: ”کہ قبیلہ معرکی ایک جماعت ہے۔“

اس نے کہا: ”تمہارے قبیلہ میں عنقریب ایک نبی مبعوث ہوگا تو ان کی طرف جلد پہنچو اور اپنا حصہ دین ان سے لو۔ تم ہدایت پاؤ گے۔“ فانہ خاتم النبیین ”کیونکہ وہ آخری نبی ہے۔“

ہم نے پوچھا: ”کہ ان کا نام کیا ہے؟“ انہوں نے محمد بتایا۔

جب ہم وہاں سے واپس آئے تو اتفاقاً وہ چاروں کے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ ہم میں سے ہر ایک نے اپنے لڑکے کا نام اسی طرح پر محمد رکھ دیا کہ شاید وہی نبی ہو جائیں۔

(خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۳۳)

۸..... ابن سعد محمد ابن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی: ”انسی ابعت من ذریعتک ملوکاً وانبیاء حتی البعث النبی الحرمی..... ہو خاتم الانبیاء واسمہ احمد (خصائص کبریٰ ص ۹ ج ۱)“
 ﴿﴾ میں آپ ﷺ کی ذریت میں بادشاہ اور انبیاء پیدا کروں گا۔ یہاں تک کہ حرم والے نبی مبعوث ہوں..... وہ خاتم الانبیاء ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔ ﴿﴾

ایک فوق العادت واقعہ، مردہ کی شہادت

اس سلسلہ میں ایک حیرت انگیز اور سبق آموز واقعہ عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ: ”زید ابن خارجه انصار کے سرداروں میں سے تھے۔ ایک روز وہ مدینہ طیبہ کے بازاروں میں پیدل پھل رہے تھے کہ یکا یک زمین پر گر پڑے اور فوراً وفات پا گئے۔ انصار کو اس کی خبر ہوئی تو ان کو وہاں سے اٹھایا اور گھر لائے اور چاروں طرف سے ڈھانپ دیا۔ گھر میں کچھ انصاری عورتیں تھیں جو ان کی وفات پر گریہ و زاری میں مبتلا تھیں اور کچھ مرد جمع تھے۔ اس طرح پر جب مغرب و عشاء کا درمیانی وقت آیا تو اچانک ایک آواز سنی گئی کہ: ”چپ رہو اچپ رہو۔“ لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ آواز اسی چادر کے نیچے سے آرہی ہے جس میں میت ہے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے ان کا نہ کھول دیا۔ اس وقت دیکھا کہ زید ابن خارجه کی زبان سے کہنے والا یہ کہتا ہے کہ ”محمد رسول اللہ النبی الامی خاتم النبیین لا نبی بعدہ کان ذلک فی الكتاب الاول صدقہا، صدقہا“ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور نبی امی ہیں جو انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ یہی مضمون کتاب الاوّل یعنی توریت، انجیل وغیرہ میں موجود ہے۔ سچ کہا، سچ کہا۔“ (متم نبوت فی الآثار)

جنگلی جانوروں کی شہادت

یہاں ایک اور بصیرت آموز اور عبرت انگیز واقعہ بھی سن لیجئے۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یحییٰ، طبرانی، اوسط طبرانی صغیر، ابن ہدی، حاکم، ابویقین، ابن عساکر، خصائص کبریٰ، سیوطی ج ۲ ص ۶۵ میں ایک روایت منقول ہے کہ آنحضرت نے ایک اعرابی کو دعوت اسلام دی تو اس نے کہا۔ جب تک یہ گوہ آپ پر ایمان نہ لائے میں آپ پر ایمان نہ لاؤں گا۔ آپ نے گوہ سے خطاب فرمایا کہ تظا میں کون ہوں؟

گوہ نے نہایت بلیغ عربی زبان میں جس کو ساری مجلس سنتی تھی کہا: ”لبيك وسعديك يا رسول الله رب العالمين“ یعنی اے رب العالمین کے سچے رسول میں حاضر ہوں اور آپ کی اطاعت کرتی ہوں.....

آپ نے پھر فرمایا: ”فمن انا قال انت رسول رب العالمين وخاتم النبیین“ میں کون ہوں؟ گوہ نے جواب دیا کہ آپ پروردگار عالم کے سچے رسول ہیں اور انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔

الغرض ختم نبوت ایک ایسا مہتمم بالشان مسئلہ اور اسلام کا اصل الاصول ہے کہ آنحضرت سید المرسلین ﷺ کے ساتھ دوسرے انبیاء و رسل اور خیر امت کے ساتھ سابقہ اقوام و امم اور زندوں کے ساتھ مردوں اور صاحب نطق و بیان انسانوں کے ساتھ بے زبان حیوانوں نے بھی اس کی شہادت دی ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے تو شاید منافی نہ ہوگا کہ اسلام اور ایمان کے بنیادی مسائل و عقائد میں کوئی مسئلہ اور عقیدہ اس قدر زیادہ ظاہر و باہر زیادہ واضح و مبہن زیادہ روشن و تابناک اور زیادہ اجماعی اور متفق علیہ نہیں جس قدر مسئلہ ختم نبوت۔

اب ایک ایسے مسئلہ کا جس کا اقرار جنگل کی گوہوں تک کو ہے۔ جب قادیان کے جنتی نے انکار کیا تو انہوں نے کئی جینترے بدلے۔ کئی جھوٹ بولے۔ کئی پاڑے پیلے۔ مگر جب کامیابی کی کوئی صورت بنتی نظر نہ آئی تو آخر حربہ ظل اور پردہ کا اختیار کیا جو بظاہر نظر فریب اور زہر رنگ تریاق ہے اور بہت سے کم نظر اور سادہ دہے خبر مسلمان اس کا شکار ہو کر متاع ایمان لٹا چکے ہیں۔ اس لئے ہم پھر کبھی اس مسئلہ کو ہر پہلو سے مفصل زیر بحث لا کر اس کا بطلان اظہر من الشمس کرنے کی سعی کریں گے۔ ”وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم“

تنظیم اہل سنت

طاہرات

تنظیم اہل سنت جب تک نہ ہوگی پوری ذریعہ البغایا کل تک تھا نام جن کا ابلہ فریبیاں ہیں سب لیڈری کی باقی ہے خون میں خوشامد گھٹی میں ہے تملق چھائی رہے گی ہم پر بدعت کی بے شعوری آج ان کی چالپوسی کیوں ہوگئی ضروری مرکز کو چھوڑ آیا گو قادیان کا نوری باپو تھا جی جتانی بیٹا ہے جی حضوری

کفار کے قرینے، فجار کے طریقے
لاہور کا ستر ہی محمود کا مقرر ہے
اب مقبرہ بھی کوئی پھر دوزخی بنائیں
مصری کی چاشنی ہی مکھی کو کھینچ لائی
چندوں کی سب اپیلیں ہیں حرص کی دلیلیں
قانع بھلا ہو کیوں کر خواہش کی ناصبوری

باد صبا سے دیکھیں اب ہمنفس ہوں گل کب

تزدیک آگئے ہیں غلامیوں کے حوری
بکروشیب (کنوری اور بیوہ) مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی
حضرت مجدد وقت کی صداقت

مرزا غلام احمد قادیانی..... اپنی زبانی

از: فاتح قادیان حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر!

مرزا غلام احمد نے خنکشی پر اپنی نبوت کی کشتی چلائی۔ ان کی ہمت قابلِ داد ہے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کشتی کو اپنے چہو کے زور سے کنارے لگانے کی کوشش کی ان کا مقام بھی نبوت سے کچھ کم نہیں۔ بعض مقامات پر تو یہ چہو مار کھینوں ہار خود میر بحر سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں اور ایسے مشکل وقت میں جب کہ میر بحر کے اوسان خطا ہو گئے تھے ان کھینوں ہاروں نے محض اپنے چہو کے زور سے ناز کو پار لگا دیا۔ ”بکروشیب“ کنواری اور بیوہ کا مقام بھی ان چند خطرناک مقاموں میں سے ایک ہے۔ جہاں سے نبوت کی کشتی صحیح سلامت نہ نکل سکتی۔ اگر یہ چہو ہا ز اس کی مدد کو بروقت نہ پہنچ جاتے۔ مدعی نبوت تو حضرت ام المؤمنین (معاذ اللہ) کی دہلی والی شادی کے بعد بھی فرما رہے ہیں کہ: ”مقدریوں ہے کہ ایک بکر سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ ایک بیوہ سے، میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں۔ مجھے امید نہیں محمد حسین نے بھلا دیا ہو..... یہ خدا کا نشان تھا۔ جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ جو شیب بیوہ کے متعلق ہے دوسرے وقت میں دیکھ لے گا۔“

یعنی میر بحر تو بکر (حضرت ام المؤمنین) کے بعد براہِ شیب کی راہ میں چشمِ براہ

رہے۔ مگر

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر وہ جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

الہام غلط ثابت ہوا۔ خدا کا نشان ظاہر نہ ہوا۔ مرزا قادیانی کی نبوت کا بیڑا ڈوبنے لگا تو اہل چھپو آپہنچے اور انہوں نے یہ چھپو مار کر اس بیڑے کو ڈوبنے سے بچا لیا کہ: ”یہ الہام الہی اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المؤمنین کی ذات میں ہی پورا ہوا۔ جو بکرا آئیں اور شیبہ رہ گئیں گویا اس الہام الہی کا مفہوم نہ الہی سمجھا سکا نہ نبی سمجھ سکا۔ اگر سمجھا تو بر خوردار غلیبوں نے اور وہ بھی باپ کے انتقال کے بعد۔ سچ ہے۔ اگر پدرتواند پر تمام کنڈا“

کاش! کہ یہ بدھو چھپو باز دنیا کو بدھو بنانے کی کوشش نہ کرتے۔ کاش کہ وہ یہ حقیقت جان لیتے کہ اس طرح وہ دنیا کو فریب دینے کی ناکام کوشش کر کے خود فریب کھا رہے ہیں اور دنیا کو بدنام اور ناکام نبوت پر ہنسنے اور مستحکمہ اڑانے کے مزید مواقع بہم پہنچا رہے ہیں۔ (مدیر) مرزا غلام احمد قادیانی کے دعادی کو پرکھنے کے لئے کسی علمی بحث کی ضرورت نہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنی صداقت جانچنے کے لئے علمی حقائق، فلسفیانہ دلائل منطقی الجھنوں اور صرغی و نحوئی بحثوں سے ہمیں بے نیاز کر دیا ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

الف..... ”تورات اور قرآن نے بڑا ثبوت نبوت کا صرف پیش گوئیوں کو قرار دیا ہے۔“

(رسالہ استکلام ص ۳، خزائن ج ۱۲ ص ۱۱۱)

ب..... ”سو پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو۔ بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیش گوئیوں کے وقت کا انتظار کرے۔“ (فتاویٰ القرآن ص ۸۱، ۸۰، خزائن ج ۶ ص ۳۷۶، ۳۷۵)

ج..... ”ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محکم امتحان نہیں ہو سکتا۔“ (۲۰ تینہ کمالات اسلام ص ۲۸۸، خزائن ج ۵ ص ۲۸۸)

د..... ”ممکن نہیں کہ نبیوں کی..... پیش گوئیاں ٹل جائیں۔“

(کشتی نوح ص ۵، خزائن ج ۱۹ ص ۵)

ہ..... ”کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں مجھوتا نکلنا خود تمام رسائیوں سے بڑھ چڑھ کر رسوائی ہے۔“ (تزیین القلوب ص ۱۰۷، خزائن ج ۱۵ ص ۲۸۱)

مرزا قادیانی کی ان تحریرات نے فیصلہ کر دیا کہ ان کے صدق و کذب کی شناخت کا سب سے بڑا معیار ان کی پیش گوئیاں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنی ہر تصنیف میں اپنے نشانات، کرامات اور معجزات کے بے سرے راگ ہمیشہ ہی لاپتے رہے اور یہاں تک لکھ دیا کہ: ”خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھائے ہیں کہ وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت بھی ان سے ثابت ہو سکتی ہے۔“

(چشمہ معرفت ص ۳۱۷، خزائن ج ۲۳ ص ۳۲۲)

علی وجہ البصیرت ہمارا دعویٰ ہے جس کی تردید قیامت تک امت مرزا سے نہیں کر سکتی کہ مرزا قادیانی کی تمام تصانیف پڑھ لی جائیں تو سوائے فٹ ہال کی طرح گول مول اور انٹ سنٹ پیش گوئیوں کے کسی نشان کسی کرامت اور کسی معجزے کا پتہ نہیں چلتا۔ لطف یہ ہے کہ قادیانی پیش گوئیوں کے الفاظ بھی موم کی ناک کی طرح ہیں۔ جدھر چاہا والٹ پھیر دو اور جب تک نہیں تاویلات باطلہ کے تھکے میں نہ جکڑ دیا جائے وہ کسی واقعہ پر چسپاں نہیں ہو سکتے۔ ہماری تحقیقات کا نتیجہ ہے کہ مرزا قادیانی کی کوئی تحدیہ نہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ جتنی تحدی سے کوئی پیش گوئی کی گئی۔ اتنی ہی صراحت سے وہ غلط نکلے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (تذکرۃ الشہادین ص ۴۱، خزائن ج ۲۰ ص ۴۳) پر اپنی پیش گوئیوں اور نشانات کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ لکھی ہے۔ اس کی بعد کی پیش گوئیوں کا سلسلہ شیطان کی آنت سے بھی دراز تر ہوتا چلا گیا۔ مرزا قادیانی کی تمام پیش گوئیوں کی دھجیاں اڑانے کے لئے ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔

ہم پیش نظر اشاعت میں مرزا قادیانی کی عظیم الشان اور تحدیہ نہ پیش گوئی بکر دھیب کے چہرے سے اس لئے نقاب اٹھاتے ہیں کہ علماء اہل سنت والجماعت آج تک اسے مظہر عام پر نہیں لائے۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں: ”تقریباً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گزرا ہے کہ مجھے کسی تقریب پر مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ ”اشاعت السنہ“ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے؟ میں نے اس کو یہ الہام سنایا۔ جس کو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے۔ ”بکر دھیب“ جس کے یہ معنی ہیں جو ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کئے کہ خدائے تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا اور ایک بکر (کنواری ناکل) ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے

متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہ تعالیٰ چار پہر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کا انتظار ہے۔“
(تزیان القلوب ص ۳۲، خزائن ج ۱۵ ص ۲۰۱)

یہ الہام ۱۸۸۱ء کا ہے۔ جس میں مرزا قادیانی کو بشارت دی گئی اور ان سے وعدہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ دو عورتیں تیرے نکاح میں لائے گا۔ ایک کنواری اور دوسری بیوہ۔ بقول مرزا کنواری کا الہام پورا ہو گیا۔ نکاح بیوہ کے الہام کا انتظار ہے۔ لیکن مرزا قادیانی کا کسی بیوہ سے نکاح نہ ہوا اور وہ اس انتظار اور حسرت کو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ کسی بیوہ کے ساتھ نکاح کی ناکامی نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ بیوہ کے نکاح کا الہام شیخ چلی کی گپ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ مرزائی اس پیش گوئی کی الٹی سیدھی تاویل کرنے کے لئے کسی شرط کا بہانہ بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا الہام اور پیش گوئی کی تشریح بتا رہی ہے کہ پیش گوئی بلا شرط ہے۔ نہ ہی بیوہ کے نکاح کے الہام کو محمدی پیغمبر کے نکاح کی پیش گوئی پر چسپاں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ ۱۸۸۱ء کا الہام ہے۔ اس وقت مرزا قادیانی اور محمدی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کا قصہ ہی شروع نہ ہوا تھا جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے تحریر کیا ہے۔

”اسی طرح شیخ محمد حسین بنالوی کو حلفاً پوچھنا چاہئے کہ کیا یہ قصہ صحیح نہیں کہ یہ عاجز اس شادی سے پہلے جو دہلی میں ہوئی۔ اتفاقاً اس کے مکان پر موجود تھا۔ اس نے سوال کیا کہ کوئی الہام مجھ کو سنائے۔ میں نے ایک تازہ الہام جو انہی دنوں میں ہوا تھا اور اس شادی اور اس کی دوسری جزو پر دلالت کرتا تھا اس کو سنایا اور وہ یہ تھا۔ بکر و شیب یعنی مقدر یوں ہے کہ ایک بکر سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ ایک بیوہ سے۔ میں اس الہام کو یاد رکھتا ہوں۔ مجھے امید نہیں کہ محمد حسین نے بھلا دیا ہو۔“

لے یہ بھی غلط ہے کہ کنواری کے نکاح کا الہام پورا ہو گیا۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے خود لکھا ہے: ”دو جزوں میں سے ایک جزو باطل ہو جائے تو وہ اس بات کی مستلزم ہوگی کہ دوسرا جزو بھی باطل ہے۔“
(انوار احمدی ص ۲۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۷)

جب بیوہ کے نکاح کا الہام صریح جھوٹ نکلا تو بقول مرزا غلام احمد قادیانی کنواری کے نکاح کا الہام بھی غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ ایک جزو باطل ہونے سے دوسرا جزو خود بخود باطل ہو گیا۔

شب وعدہ کسی کی انتظاری کیا قیامت ہے
کلکتہی خار بن کر ہے بہک پھولوں کے بستر کی

مجھے اس کا وہ مکان یاد ہے جہاں کرسی پر بیٹھ کر میں نے اس کو یہ الہام سنایا تھا اور احمد بیگ (مرزا قادیانی کی آسمانی منکوحہ محترمہ محمدی بیگم کے والد، ناقل!) کے قصہ کا ابھی نام و نشان نہ تھا۔ بس اگر وہ سمجھے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ خدا کا نشان تھا۔ جس کا ایک حصہ اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ جو شیب یعنی بیوہ کے متعلق ہے دوسرے وقت میں دیکھ لے گا۔“

(ضمیمہ انجام آختم ص ۱۳، خزائن ج ۱ ص ۲۹۸)

مرزا قادیانی نکاح بیوہ کے الہام اس کی امید اور حسرت سمیت ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اگلے جہاں کی طرف کوچ کر گئے تو امت مرزا سیہ نے شیب (نکاح بیوہ) کے الہام کو تاویلات نہیں بلکہ وجل و فریب کے شبنم میں جکڑ کر اس کی صورت کو منسوخ کر دیا۔ نظارت تالیف و تصنیف جماعت قادیان نے جس کے ناظر مرزا قادیانی آنجہانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے ہیں۔ تذکرہ میں (تزیین القلوب ص ۳۳، خزائن ج ۱ ص ۲۰۱) سے یہ پیش گوئی (جسے ہم نقل کر چکے ہیں) درج کر کے حاشیہ میں لکھا ہے: ”یہ الہام الہی اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المؤمنین کی ذات میں ہی پورا ہوا۔ جو بکرا آئیں اور شیب رہ گئیں۔ خاکسار مرتب!“ (تذکرہ ص ۳۹ حاشیہ، طبع ۳)

قارئین کرام! پھر ایک دفعہ مرزا قادیانی کے الہام اور اس کی تشریح و توضیح کو پڑھ لیجئے اور ساتھ ہی تذکرہ کے مرتب کی وجل آمیز عبارت پر غور کیجئے کہ کس قدر دھوکا اور فریب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ واللہ! میں تو مرزائی مبلغین کی ایسی مکروہ چالبازیاں دیکھنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان کے دل میں نہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور نہ ہی انہیں لوگوں سے شرم دھیا آتی ہے۔

مرزا قادیانی تو لکھتے ہیں کہ: ”خدائے تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک کنواری ہوگی اور دوسری بیوہ۔ لیکن مرزا قادیانی کے چیلے کہتے ہیں کہ ایک ہی نکاح سے الہام پورا ہو گیا۔ یعنی نصرت جہاں بیگم صاحبہ (مرزا محمود احمد کی والدہ) کا کنواری ہونے کی حالت میں مرزا غلام احمد قادیانی سے نکاح ہوا اور مرزا قادیانی کی وفات کے بعد نصرت جہاں بیگم صاحبہ بیوہ رہ گئیں۔“

۱۔ ”تذکرہ“ مرزائیوں کے قرآن کا نام ہے۔ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے رویا، مکاشفات، الہامات اور وحی مقدس کو مرزائیوں کی طلادت کے لئے جمع کیا گیا ہے۔ مرزائی اس مجموعہ کو درجہ اور شان کے لحاظ سے قرآن مجید کے ہم رتبہ اور برابر سمجھتے ہیں۔ (اختر)

مرزا نیو! (تربیع القلوب ص ۳۳، خزائن ج ۱۵ ص ۲۰۱، انجام آئیم ص ۱۳، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۸) سے ہماری درج کردہ اپنے مسیح موعود کی عبارات غور سے پڑھو تو تم پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہ نہیں لکھتے کہ میری بیوی بیوہ رہ جائے گی۔ بلکہ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک کنواری ہوگی اور دوسری بیوہ۔ پس تم بتاؤ کہ کس بیوہ عورت سے مرزا قادیانی کا نکاح ہوا؟ اگر کسی بیوہ سے نکاح نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو تمہیں مرزا قادیانی کو کاذب ماننے میں کون سا امر مانع ہے؟ کسی بیوہ عورت سے نکاح نہ ہونے کے باعث مرزا قادیانی کا شبیب والا الہام صریح جھوٹ اور کھلا ہوا افتراء ثابت ہوا۔ پس مرزا قادیانی کاذب ٹھہرے۔

کیونکہ خدائے تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ: ”ان الله لا يهدي من هو مسرف كذاب“ سوچ کر دیکھو کہ اس کے یہی معنی ہیں۔ جو شخص اپنے دعوے میں کاذب ہو اس کی پیش گوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۲، ۳۳۳، خزائن ج ۵ ص ۱۵۸)

نیز مرزا قادیانی خود ارشاد فرماتے ہیں: ”ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔“

(چشمہ معرفت ص ۲۲۲، خزائن ج ۲۳ ص ۲۳۱)

جب آپ مذہب رکھتے ہیں..... تو!

مذہب کی حفاظت و اشاعت سے بھی پوری پوری دلچسپی لیجئے! ”نزول مسیح کا نشان مال کی کثرت کے متعلق ہے۔ اسے کوئی قابل قبول نہیں کرے گا۔ حدیث میں ”حتی لا یقبلہ احد“ پر زور دیا گیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے آنے کے بعد مال کی طلب ختم ہوگئی۔ درج و اتقاء نے لوگوں کو مال سے متنفر کر دیا۔ واقعہ یہ ہے۔ خود مرزا قادیانی کا خاندان چندوں کے لئے مختلف حیلے تراش رہا ہے۔ مسیح قادیان نے خود لشکر کا چندہ، براہین احمدیہ کا چندہ، بہشتی مقبرہ کا چندہ، تبلیغ کا چندہ۔ غرض تحصیل مال کے لئے کس قدر باطل راہیں تمہیں۔ جھوٹے حیلے تھے۔ جو اختیار کئے۔ معلوم ہوتا ہے اصل مسیح تاحال تعریف نہیں لائے۔ ہمیں بدل کر کچھ راہاب ہوس ان کی جگہ لینے کی کوشش کر کے چل رہے۔ سچے مسیح کا انتظار خور باقی ہے جو دنیا کو مال سے بے نیاز کر دے گا۔“

مرزا غلام احمد قادیانی احادیث اور واقعات کی نظر میں

از: حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب خطیب جامع مسجد اہل حدیث گوجرانوالہ
آنجنابی مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تصدیق میں دو قسم کے دلائل سے کام لیا ہے۔

۱..... اپنے الہامات۔

۲..... بعض احادیث کی پیش گوئیاں۔

الہامات سے تو وہی لوگ متاثر ہو سکتے ہیں جو ان کو تغیر مانتے ہیں۔ ورنہ الہام بذات خود کوئی چیز نہیں۔ پھر ایسے مخالفین کا تو خیال ہے کہ بچارے مرزا غلام احمد قادیانی اسلام کے مبادی سے ہی ناواقف تھے۔ ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مطالعہ اسلامیات کے متعلق بے حد ناقص تھا۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس میں گفتگو کسی دوسری صحبت میں ہوگی۔ اس وقت مقصود یہ ہے کہ احادیث میں پیش آمدہ حوادث کے معیار پر آنجنابی کے دعویٰ کو پرکھا جائے۔

احادیث کی پیش گوئیاں

۱..... صحیحین میں حضرت ابو ہریرہؓ سے نزول مسیح کے متعلق چند نشانات بتائے گئے ہیں۔ مسیحیت کے مدعی کے لئے ان کی مطابقت ضروری ہے۔

الف..... ”یضع للجزیه“ حضرت مسیح نزول کے بعد جزیہ معاف کریں گے۔

ب..... ”ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد“ اس وقت مال اس قدر زیادہ ہوگا کہ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔

ج..... ”وتکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا وما فیہا“ ایک سجدہ یا ایک رکعت پوری دنیا کے مال و دولت سے زیادہ مرغوب ہوگی۔

جزیہ معاف کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ کفر بیکسر ختم ہو جائے۔ تمام لوگ اسلام قبول کر لیں۔ جزیہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اس مفہوم کی تائید دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”فلینک الله الملل کلها الاملة الاسلام“

حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت تمام مذاہب ہلاک ہو جائیں گے۔ صرف اسلام رہے گا۔

جائے گا۔ غرض حضرت مسیح علیہ السلام اپنی قوت بازو سے تمام مخالفین کا خاتمہ فرمادیں گے۔ مرزا غلام احمد آئے۔ ان کی ساری عمر رسمی مناظرات اور پیشہ وارانہ مباحثات میں گزری۔ آپ کی زندگی میں آپ کے سامنے عیسائیت کو فروغ ہوا۔ سماجی خیالات سے مسلمانوں کا ایک طبقہ متاثر ہوا۔ ارتداد کے پے درپے حملے ہوئے۔ آنجہانی اور آپ کی جماعت نے یہ سب حوادث دیکھے۔ حالانکہ حسب ارشاد سرور عالم ﷺ سچے مسیح کی زندگی میں اسلام کے سوا تمام مذاہب کو ختم ہو جانا چاہئے تھا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کفر اتنا ذلیل ہو جائے کہ اس کے لئے مزید ذلت کی ضرورت نہ رہے۔ بلکہ مسلمان اپنے مراعہ خردانہ سے انہیں جزیہ سے سبکدوش کریں۔ ان دونوں صورتوں کے لئے ضروری ہے کہ پہلے جنگ ہو۔ تصادم کے بعد دشمن کی طاقت ختم ہو جائے۔ مرزا قادیانی نے نہ جنگ کی اور نہ ان کے دلائل اور قلم و دوات کی جنگ سے یہ صورت پیدا ہو سکی۔ جن کا تذکرہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا ہے۔ پہلی قسم کی جنگ تو شاید آنجہانی کے نزدیک ناجائز تھی۔ لیکن ان کی خود ساختہ جنگ بھی نتائج کے لحاظ سے بیکار ثابت ہوئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس مسیح کا ذکر احادیث میں آیا ہے وہ ابھی تک نہیں آئے۔ وہ یقیناً کوئی جنگی مسیح ہے۔ جن کے حملوں کی تاب خود جنگ بھی نہیں لاسکتی۔ ارشاد ہے۔ ”تضع الحرب اوزارها“ جنگ اس کے سامنے ہتھیار ڈال دے گی۔ واقعات شاہد ہیں کہ چالپوسی اور متعلق مسیح کے لئے احادیث میں کوئی مقام نہیں۔

۲..... دوسرا نشان مال کی کثرت کے متعلق ہے۔ اسے کوئی قبول نہیں کرے گا۔ حدیث میں ”حتی لا یقبلہ احد“ پر زور دیا گیا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے آنے پر مال کی طلب ختم ہوگئی۔ روح انقاء نے لوگوں کو مال سے متفر کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ خود مرزا قادیانی کا خاندان چندوں کے لئے مختلف حیلے تراش رہا ہے۔ مسیح قادیانی نے خود لنگر کا چندہ، براہین احمدیہ کا چندہ، بہشتی مقبرہ کا چندہ، تبلیغ کا چندہ۔ غرض تحصیل مال کے لئے کس قدر باطل راہیں تھیں۔ جھوٹے حیلے تھے۔ جو اختیار کئے معلوم ہوتا ہے۔ اصل مسیح تا حال تشریف نہیں لائے۔ بھیس بدل کر کچھ ارباب ہوس ان کی جگہ لینے کی کوشش کر کے چل بے۔ دولت مند مسیح کا انتظار ہنوز ہاتی ہے۔ جو دنیا کو مال سے بے نیاز کر دے گا۔

۳..... تیسرا نشان یہ ہے کہ مسیح کے وقت لوگ عبادت کو دنیا کے مال پر ترجیح دیں گے۔ یہ

نشان بھی تاحال پورا نہیں ہوا۔ مسیحیت جدیدہ کے مبلغین کا کیریکٹر ہمارے سامنے ہے۔ نماز بچکانہ تک کی پابندی مفقود ہے۔

”عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لنقاتلن اليهود حتی يقول الحجر يا مسلم هذا يهودي خلفي تعال فاقتله (متفق علیہ)“

اس حدیث میں یہود کے ساتھ جنگ کی پیش گوئی فرمائی گئی ہے۔ حالانکہ یہودی حکومت آنحضرت ﷺ کی بعثت سے کہیں پہلے تباہ ہو چکی تھی۔ اسلام کی فتوحات کا سیلاب دیکھتے تعجب ہوتا تھا کہ جو طاقت اپنے مخالفین کو روندتی جا رہی ہے یہودیوں کی برسوں کی پامال شدہ طاقت ان کے مقابلے کی تاب کہاں سے لائے گی۔ وہ اس قدر مضبوط کیسے ہوں گے کہ اسلام سے آنکھیں ملا سکیں۔

آج قدرت کی نیرنگیوں کو دیکھتے کہ امریکہ، برطانیہ اور روس کے عیارانہ مصالح نے فلسطین میں ایک اسرائیلی حکومت کی تقویت کے امکانات اجاگر کر دیئے ہیں۔ عرب روساء کی رقابت یا ذاتی مصالح یا کمزوری کی وجہ سے یہودی حکومت نے ابھرنا شروع کر دیا۔

اقوام عالم کی سالہا سال کے دجل و فریب کے بعد آج اس حکومت کا وجود تسلیم کر لیا گیا ہے۔ غالباً یہی وہ یہودی عساکر ہوں گے جو دجال کے ساتھ مل کر مسیح کا مقابلہ کریں گے اور حضرت مسیح اور ان کے مخلص رفقاء اپنی قوت بازو سے اس قوت کو پامال کر دیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنجہانی مرزا غلام احمد آئے اور چلے گئے۔ نہ اس وقت کوئی یہودی طاقت تھی۔ نہ مرزا قادیانی ان سے لڑے۔ انہوں نے علماء کو یہودی کہہ کر دل کی بھڑاس نکال لی۔ لیکن ان واقعات کا کیا کیا جائے جو ابھر کر سامنے آرہے ہیں۔ سرظفر اللہ کی موجودگی میں یہ سارا کھیل کھیل گیا۔ ان کی دکالت کا حشر شروع سے لے کر آج تک ایک نالائق وکیل کی ناتمام کوششوں سے بہتر نہ ہو سکا۔ بلکہ یہ ہر جگہ ناکام ہوئے۔

مرزا بشیر الدین محمود کے الہامی خطبہ (۲۶/ اپریل ۱۹۳۵ء) کا لفظی مفہوم

وفادارانِ مادر زاد

از: حضرت مولانا ظفر علی خان صاحب مدظلہ العالی!

رسولِ وقت کی اولاد ہم ہیں وفادارانِ مادر زاد ہم ہیں

پچاس الماریاں ہیں قادیاں میں
 بہشتی مقبرے کی ہڈیوں کا
 پرستاران خاک کعبہ سن لیں
 نگارستان ایماں کی کرو سیر
 جسے اسلام سمجھے ہو وہ ہے کفر
 پرانی ہو چکی مکہ کی تہذیب
 غضا گوئی ہے جس کی گالیوں سے
 شریعت بن گئی جن کا کھلونا
 خدا کا لوگ کر لیں بے شک انکار
 نبوت ہے ہمارے گھر کی لوٹھی
 نصاریٰ کی ہری کیوں ہو نہ کھیتی
 کوئی جا کر مسلمانوں سے کہہ دے
 حکومت سے الجھتے کس لئے ہو
 غم استعمار کی دیوار کو کیا
 سبقت ان کا ہے جن کو یاد ہم ہیں
 تھمک بانٹ کر دل شاد ہم ہیں
 کہ زہب مسند ارشاد ہم ہیں
 کہ اس کے مانی دہنراد ہم ہیں
 اور اس پر کرنے والے صاد ہم ہیں
 نئی تہذیب کے استاد ہم ہیں
 وہ بستی کر رہے آباد ہم ہیں
 وہی مادر پدر آزاد ہم ہیں
 کہ ان کو دینے والے داد ہم ہیں
 خدا کے آخری داماد ہم ہیں
 کہ ان کا کھیت ہے اور کھاد ہم ہیں
 کریں گے جو تمہیں برباد ہم ہیں
 پڑی ہے تم پہ جو افتاد ہم ہیں
 جب اس دیوار کی بنیاد ہم ہیں
 دماغ ان کا نہ پہنچا جن کی تہ تک
 وہ نکلتے کر رہے ایجاد ہم ہیں

مرزا قادیانی کی سیرت مقدسہ اور آپ کے اخلاق عالیہ

جن کے قصور سے جبین انسانیت عرق آلود ہے اور چشم غیرت اشکبارا

از: سید نور الحسن شاہ بخاری

ہادۂ عصیاں سے دامن ترتر ہے شیخ کا

پھر بھی دعویٰ ہے کہ اصلاح دو عالم ہم سے ہے

اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مرزا قادیانی کا صرف سیاسی کیریئر درخشندہ و تابندہ تھا۔ اگر تم

مرزا قادیانی کی نبوی سیرت کا صرف سیاسی پہلو روشن پاتے ہو تو یہ تمہاری نظر کا نور ہے۔ تمہارے علم و فہم کا قصور ہے۔ ورنہ یہاں تو جس پہلو سے دیکھو۔ یہ نبوت حسن ہی حسن ہے۔ نور ہی نور

ہے۔ سراپا نور، عقائد، اعمال، سیاست، اخلاق اور قول و قرار تک جو نسا پہلو چاہو، الٹ پلٹ کر دیکھ لو۔ روشن اور درخشندہ ہی پائے گئے۔

ہوں سراپا درد جس پہلو سے الٹو درد ہوں
آپ کی سیرت طیبہ اور حیات نبویہ کا ہر گوشہ قابل دید و شنید ہے۔
زفر ق تاجہ قدم ہر کجا کہ سے مگر
کرشمہ دامن دل میکھ کہ جا انتخابت
ہم اپنی مکی داماں سے شکوہ سچ ہیں اور گلستان نبوت سے صرف گلہائے سخن پیش کرنے
پر قناعت کرتے ہیں۔

دامان نکہ تنک و گل حسن تو بسیار
کچن بہار توز داماں گلہ دارد
یہ بجا ہے کہ مرزا قادیانی نے دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کو اور اولیاء و علماء امت کو
ولد الحرام، ذریعہ البغایا، کجخیوں کی اولاد، حرام زادے، خنزیر، کتے، بندر، شیطان، گدھے، کافر،
مشرک، یہودی، مردود، ملعون اور بے شرم و بے حیاء غیرہ کہا۔ مانا کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں یہ
ایک ایک لفظ لکھا اور مانے بغیر چارہ نہیں۔ کیونکہ یہ آج بھی مرزا قادیانی کی پچاس الماریوں والی
کتابوں میں موجود ہے اور اسے اب چانا نہیں جاسکتا۔ یہ سب بجا اور درست۔ یہ سب آج بھی
کتابوں میں مسطور و مذکور اور موجود ہے۔ لیکن ہائیں ہم مرزا قادیانی کا دین مبارک بدزبانوں سے
کبھی آلو نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ تو خود فرماتے ہیں:

بدتر ہر ایک بد سے ہے جو بدزبان ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت اللہ بھی ہے
گو ہیں بہت درندے انساں کی پوتیں ہیں
پاکوں کا خوں جو پیوے وہ بھیڑیا بھی ہے

(درشن اردو ص ۱۲)

اور جب وہ خود بدزبانی کو نجاست اور بدزبان کو بیت اللہ فرما رہے ہیں تو وہ خود کب
بدزبانی فرما سکتے ہیں۔ بہر حال انہوں نے کسی کو کبھی گالی نہیں دی۔ نبوت کی زبان سے بھلا گالی
کب کھل سکتی ہے۔ جب کہ نبی خود کہتا ہے کہ: ”گالیاں دینا سفلیں اور کینوں کا کام ہے۔“

(سنت چمن ص ۲۱، خزائن ج ۱۰ ص ۱۳۳)

☆..... ”خدا تعالیٰ نے اس (حضرت مولانا سعد اللہ صاحب لدھیانوی۔ مدیر) کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔“
(تحریر حقیقت الوحی ص ۱۳، خزائن ج ۲۲ ص ۴۴۴)

☆..... ”جہاں سے لٹکے تھے وہیں داخل ہو جاتے۔“ (حیات احمد جلد اول نمبر ۳ ص ۲۵)

☆..... ”آریوں کا پریشرفاف سے دس انگلی نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں۔“

(چشمہ معرفت ص ۱۰۶، خزائن ج ۲۳ ص ۱۱۴)

لیجئے اب آپ پورا مضمون پڑھئے!

۱..... مسلمان حرامزادے ہیں۔ زنا کار کنجریوں کی اولاد ہیں

الف..... ”جو شخص اس صاف فیصلہ کے خلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا..... اور کچھ شرم دھیا کو کام نہیں لائے گا..... اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الخرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں..... حرامزادہ کی یہی نشانی ہے کہ وہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔“
(الوار الاسلام ص ۳۰، خزائن ج ۹ ص ۴۱)

ب..... ”کل مسلم..... یقبلنی ویصدق دعوتی الاذریۃ البغایا“ ہر مسلمان مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعویٰ پر ایمان لاتا ہے۔ مگر زنا کار کنجریوں کی اولاد۔

(آئینہ کمالات ص ۵۴، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

۲..... اولیاء امت اور مشائخ ملت، شیطان، شتر مرغ، ملعون یا وہ گوارڈ اڑ خا ہیں
”بعض جاہل سجادہ نشین اور فقیری اور مولویت کے شتر مرغ..... یہ سب شیاطین الانس ہیں..... اور میں اعلان سے کہتا ہوں کہ جس قدر فقراء میں سے اس عاجز کے مکلف یا مکذب ہیں وہ تمام اس کامل نعمت مکالمہ الہیہ سے بے نصیب ہیں اور محض یا وہ گوارڈ اڑ خا ہیں..... مکذبین کے دلوں پر خدا کی لعنت ہے۔“
(ضمیمہ انجام آتم ص ۲۳۲، ملخصاً، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۸ تا ۳۰۷)

۳..... علمائے امت کی ایسی تہیسی

الف..... ”اے بد ذات فرقہ مولویان! کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت چھوڑو گے۔“
(انجام آتم حاشیہ ص ۲۱، خزائن ج ۱۱ ص ۲۱)

ب..... ”اے بے ایمانوں! انیم عیسائیوں! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو! تمہاری ایسی تہیسی ہے۔“
(اشہار النعمی تین ہزار حاشیہ ص ۵، مجموعہ اشہارات ج ۲ ص ۶۹)

۴..... جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں

”جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے روبرو تو بہت لاف و گزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں۔“

(حیات احمدیہ ج ۳ ص ۲۵)

ان عمومی ارشادات نبویہ اور الہامات ربانیہ کے بعد اب ذرا بطور نمونہ نام بہ نام نوازشات ملاحظہ ہوں۔

۵..... امام محمد ثین حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث

دہلوی، قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ وغیرہم آئمہ وقت کے حق میں نبوی کو ہر افشانی اور شیریں بیانی دیکھتے۔

”ایہا الشیخ الضال والرجل البطال فمنہم شیخ الضال
الکاذب نذیر المبشرین ثم الدہلوی عبد الحق رئیس المتلصفین ثم
سلطان المتکبرین وأخوہم الشیطان الاعی والغبول لا غوی یقال لہ رشید
الجنجوهی وهو شقی کالامروہی ومن الملعونین“

(انجام آتمہ ص ۲۷۱، خزائن ج ۱ ص ۱۱۵)

۶..... مرشد وقت پیر مہر علی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے حق میں مفک افشانی ہوتی ہے۔

الف..... ”مجھے ایک کذاب کی طرف سے پہنچی ہے۔ وہ خمیٹ کتاب بچھو کی طرح نیش زن ہے۔ اے گولڑہ کی سرزمین تجھ پر لعنت۔ تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی۔“

(اعجاز احمدی ص ۷۵، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸)

ب..... مر گیا بد بخت اپنے وار سے
کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے
کھل گئی ساری حقیقت سیف کی
کم کرو اب ناز اس مردار سے

(زول المسیح ص ۲۲۲، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۲)

ج..... ”مہر علی نے ایک مردہ کا مضمون چرا کر کفن و زودوں کی طرح قابل شرم چوری کی ہے..... نہ صرف چور بلکہ کذاب بھی لعنت اللہ علی الکاذبین رہا۔ محمد حسن..... جس نے جھوٹ کی نجاست کھا کر وہی نجاست پیر صاحب کے منہ پر رکھ دی..... اس کے مردار کو چرا کر پیر مہر علی نے اپنی کتاب میں کھایا۔“

۷..... غزنویوں کی جماعت پر لعنت

حضرت مولانا عبدالحق صاحب غزنوی کا نطقہ اور ان کی اہلیہ محترمہ کے پیٹ سے چوہا۔
الف..... ”عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہئے کہ اس کا وہ مہلبہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔ کیا اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا۔ یا پھر رجعت تمہاری کر کے نطقہ بن گیا۔ اب تک اس کی عورت کے پیٹ سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔

ب..... عبدالحق اور عبدالبہار غزنویاں وغیرہ مخالف مولویوں نے بھی نجاست کھائی۔
ج..... کیا اب تک عبدالحق کا منہ کالا نہیں ہوا۔ کیا اب تک غزنویوں کی جماعت پر لعنت نہیں پڑی۔“

گل افشاہوں کے یہ نمونے ایک نبوی تصنیف لطیف (ضمیر انجام آقہم ص ۷۷، خزائن ج ۱۱ ص ۳۱۱) پر ہیں۔ (ص ۵۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۲) تک یہ زعفران زار کھلا ہے اور حجۃ اللہ (عربی) وغیرہ دوسری کتابوں میں بھی غزنوی خاندان کے متعلق یہ عطر بنریاں موجود ہیں۔

۸..... حضرت مولانا شیخ سعد اللہ صاحب لدھیانوی کی بیوی کے رحم پر مہر اس کی نسبت خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ: ”ان شانک ہو الابتد گویا اسی دم سے خدا تعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی اور اس کو یہ الہام کھلے کھلے لفظوں میں سنایا گیا کہ اب موت کے دن تک تیرے گھر اولاد نہ ہوگی اور نہ آگے سلسلہ اولاد کا چلے گا۔“

(تہ حقیقت الوہی ص ۱۳، خزائن ج ۲ ص ۳۳۲)

سبحان اللہ! کیا خوب ”نبوی“ اخلاق اور الہامی تہذیب ہے۔ جب بیویوں کے رحم پر مہر لگانے والے ”خدا اور رسول“ کی طرف دنیا کو دعوت دی جائے گی تو انگلستان، امریکہ، جرمنی اور فرانس وغیرہ کا ہر دل پھینک زندہ دل جنٹلمین ایمان لانے میں سبقت کرنے لگا اور ضبط تولید کی دلداد ہر لیڈی بھیم قلب امنا و صدقہ کا کاراٹھے گی۔

بے نادیدنی را دیدہ ام من
مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے
(اقبال)

پھر یہ بھی دیکھا کہ مرزا قادیانی کا خدا کسی کی بیوی کے رحم پر مہر لگائے تو یہ مہر توڑ کر نو دس ماہ کا بچہ بھی باہر نہ آ سکے اور نہ اولاد کا سلسلہ چل سکے۔ مگر جب محمد رسول اللہ کا خدا نبوت پر مہر لگا دے تو پچاس ساٹھ سالہ بوڑھا جی یہ مہر توڑ کر کسی نہ کسی طرح باہر آ جائے اور نبوت کا سلسلہ برابر جاری رہے۔

لطیفہ: مناظرہ مجددِ رواہ میں جب مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر مبلغ مرکز تنظیم نے بوقت مناظرہ یہ الہام ربانی اور اس کی یہ مندرجہ بالا نبوی تفسیر پیش کی تو قادیانی مناظر مولوی عبدالغفور صاحب فرمانے لگے: ”یہ کیا گندی باتیں ہیں۔“ اس پر برادر محترم مولانا اختر نے برجستہ فرمایا کہ جناب! گندی باتیں کہاں؟ یہ تو الہامات ربانیہ اور ارشادات نبویہ ہیں۔

۹..... حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب عورتوں کی عاری ہیں

الف..... ”مولوی ثناء اللہ صاحب پر لعنت لعنت دس بار لعنت..... ایک بھیڑیے۔“

(اعجاز احمدی ص ۲۸، ۲۹، خزائن ج ۹ ص ۱۳۹، ۱۵۱)

ب..... ”اے عورتوں کی عاری ثناء اللہ..... اے جنگلوں کے غول تجھ پر ویل۔“

(اعجاز احمدی ص ۸۱، ۸۳، خزائن ج ۹ ص ۱۹۳، ۱۹۶)

یہ عقیدہ نہ کھلا کہ مرزا قادیانی نے کس شکایت کی بناء پر مولانا کو عورتوں کی عاری فرمایا۔ حالانکہ مولانا تو مرزا قادیانی کی دعوت پر فوراً قادیان پہنچ گئے تھے اور انہی مرزا قادیانی ہی گھر میں چھپ کر بیٹھ رہے تھے اور مقابلہ و مناظرہ سے صاف فراق اختیار کر گئے تھے۔

پھر یہ نبوی کرم فرمائی صرف مسلمانوں تک محدود نہیں۔ اس بارش الطاف و عنایات سے غیر مسلمین کو بھی حصہ دافرملا ہے۔ صرف نمونہ بطور نظر سے از محذور خارج ملاحظہ ہو۔

۱۰..... لعنت، لعنت، لعنت، لعنت

(لورالحم ص ۱۱۸، خزائن ج ۸ ص ۱۵۸) پر عیسائیوں کو لعنت، لعنت، لعنت، لعنت حتی کہ

پوری ہزار لعنتیں لکھ کر قادیانی نبوی تہذیب و شرافت کو عریاں کیا ہے۔

۱۱..... دس سے کروا چکی زنا لیکن

آریوں کے متعلق صرف نیوک پر ایک طویل نظم کے چند اشعار آبدار ملاحظہ ہوں۔

چکے چکے حرام کروانا آریوں کا اصول ہماری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے ساری شہوت کی بیقراری ہے

پٹا پٹا پکارتی ہے قلہ
 دس سے کروا چکی زنا لیکن
 زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں
 لالہ صاحب بھی کیسے اہق ہیں
 گھر میں لاتے ہیں اس کے یاروں کو
 جو روٹی پر فدا ہیں یہ جی سے
 ہے قوی مرد کی تلاش انہیں
 کیا کریں دید کا بھی ہے حکم
 یار کی اس کو آہ و زاری ہے
 پاک دامن ابھی بچاری ہے
 جس کو دیکھو وہی شکاری ہے
 ان کی لالی نے عقل ماری ہے
 ایسی جو رو کی پاسداری ہے
 وہ نیوکی پہ اپنے واری ہے
 خوب جو رو کی پاسداری ہے
 ترک کرنا گتھگاری ہے
 (آریہ دھرم ص ۱۵۵ حاشیہ خزائن ج ۱ ص ۷۵، ۷۶)

۱۲..... آریوں کا پر میشر

”آریوں کا پر میشر ناف سے دس انگلی نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں۔“

(چترہ معرفت ص ۱۰۶، خزائن ج ۲ ص ۱۱۴)

تاریخ عالم کو الٹو پلٹو ادنیٰ میں کوئی ایسا خوش کلام اور شیریں گفتار انسان پیش کر سکتے ہو تو
 کرو۔ نہیں کر سکتے! ابتداءً آفرینش سے آج تک کیفیت میں اس قسم کی خوش کلامی و دریائی اور
 کیت میں اس قدر بدزبانی اور زہر افشانی کا عنصر مشیر بھی نہیں دکھلا سکو گے۔

یہاں ہم نے ہادل تا خواستہ بطور نمونے شتے از خروارے صرف چند ”خوش کلامیاں“
 پیش کی ہیں۔ اگر اس سے زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو مولانا نور محمد صاحب سابق مبلغ و مناظر مظاہر
 العلوم سہارن پور کا رسالہ ”مغلطات مرزا“ ملاحظہ ہو۔ گو مرزا قادیانی کے ان کارناموں کا استیعاب
 تو ان سے بھی نہیں ہو سکا۔ تاہم انہوں نے بڑے سائز کے ۷۲ صفحات کے اس رسالہ میں ۶۷ اور ۷۰ سو
 کے درمیان ایسی سو قیائد گالیاں ردیف وار معہ حوالہ جمع کر دی ہیں۔

بدزبانی کے متعلق مرزا قادیانی کا فیصلہ

آخر میں بدزبانی کے متعلق خود مرزا قادیانی کا فیصلہ اور ٹوٹی پیش کر دیتا جہاں آپ
 لوگوں کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ وہاں اس سے غیر جانبدارانہ اور خالی الذہن مبصر و ناقد کو
 مرزا قادیانی کا حقیقی مقام اور صحیح منصب متعین کرنے میں مدد ملے گی۔

..... ”گالیاں دینا سفلیوں اور کینوں کا کام ہے۔“ (ست پجمن ص ۱۱، خزائن ج ۱ ص ۱۳۳)

۲..... بدتر ہر ایک بد سے جو بدزباں ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلا دبی ہے
گو ہیں بہت درندے انساں کی پوشتین میں
یا کوں کا خوں جو پیوے وہ بھیڑیا بھی ہے

(درشین اردو ص ۱۲)

افسوس کہ بدزبانی کی مذمت اور تنبیہ کرتے ہوئے بھی مرزا قادیانی کی زبان بدزبانی سے ملوث ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ سچ ہے۔ ”یترشع من الاناء ما هو فیہ“
از کوزه ہماں ترا دو کہ در ادست

بدزبانی کے جواب میں فریب کاری

کہا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ گیل افشائیاں مخالفین کی زبان درازیوں کا جواب اور رد عمل ہے۔ لہذا عوض معاوضہ گلہ ندارد لیکن یہ سراپا مغالطہ اور سراسر فریب کاری اور سولہ آنے دھوکا بازی ہے۔ کیونکہ اول تو مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں:
۱..... ”بدی کا جواب بدی سے مت دو۔ قول سے نہ فعل سے۔“

(حسین دہوت ص ۳، خزائن ج ۹ ص ۳۶۵)

۲..... گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رجم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

(دافع الوساد ص ۲۲۵، خزائن ج ۵ ص ایضاً)

۳..... ”خبردار انصافیت تم پر غالب نہ آدے۔ ہر ایک سختی کو برداشت کرو۔ ہر ایک گالی کا
زخمی سے جواب دو۔“ (حسین دہوت ص ۳، خزائن ج ۹ ص ۳۶۵، شخص)

۴..... ”ایک بزرگ کو کہتے نے کاٹا (اس کی) چھوٹی لڑکی بولی۔ آپ نے کیوں نہ کاٹ
کھایا؟ اس نے جواب دیا۔ بیٹی انسان سے کت پن نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب کوئی شریک گالی دے
تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی کت پن کی مثال لازم آئے گی۔“

(تقریر مرزا قادیانی جلسہ قادیان ۱۸۹۷ء، رپورٹ ۹۹، ملحوظات ج ۱ ص ۱۰۳)

دوسرے ہم چیلنج کرتے ہیں کہ جس طرح مرزا قادیانی کی سینکڑوں بدزبانیاں ہم نے
پیش کر دی ہیں۔ اسی طرح علما نے کرام خصوصاً مجدد وقت قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد

صاحب گنگوہیؒ، امام احمد شین حضرت سید نذیر حسین دہلویؒ، پیر کامل مرشد اعظم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ کی زبان اور قلم سے ایک ناٹھائیس کلمہ کی نشان دہی کی جائے اور بتلایا جائے کہ مرزا قادیانی نے تمام دنیا کے اربوں آدمیوں، کروڑوں مسلمانوں اور خصوصاً مولوی سعد اللہ صاحب لدھیانویؒ کو کم از کم پچاس دفعہ ذریعہ ابغایا، ولد الحرام، حرام زادہ، حرامی لڑکا، ہندو زادہ کہا ہے اور یہ مرزا قادیانی کی مرغوب اور مخصوص گالی ہے اور ان کی زبان ہمیشہ اس حرام، حرام سے آلودہ رہتی ہے۔ کیا دیکھنا کہ ایک آدمی نے ایک دفعہ بھی مرزا قادیانی کو یا مرزا قادیانی کی اولاد کو زنا کار بختری کی اولاد۔ ولد الحرام، حرام زادہ، حرامی لڑکا اور ہندو زادہ کہا۔ اگر کہا تو عیش کر دے۔

حالانکہ دنیا آپ کو نہیں تو آپ کی اولاد کو طلب ذیل اقوال کی روشنی میں اگر ان خطابات سے مخاطب کرتی تو وہ ایسا کرنے میں حق بجانب ہوتی۔ ملاحظہ ہو۔

مجھے دی ماں

مرزا بشیر احمد صاحب گھر کے بھیدی لڑکا ڈھاتے ہیں۔

۱..... ”بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود کو اوائل ہی سے مرزا فضل احمد کی والدہ سے جن کو لوگ عام طور پر مجھے دی ماں کہا کرتے تھے۔ بے تعلقی سی تھی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صاحب کے رشتہ داروں کو دین سے سخت بے رشتی تھی اور اس کا ان کی طرف میلان تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود نے ان سے مباشرت ترک کر دی تھی۔“ (سیرۃ النبی ص ۱۷۱، روایت نمبر ۴۱)

حضرت صاحب گویا بچے ہی تھے

۲..... ”خاکسار (مرزا بشیر احمد صاحب) عرض کرتا ہے کہ بڑی بیوی سے حضرت مسیح موعود کے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ یعنی مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد۔ حضرت صاحب ابھی گویا بچے ہی تھے کہ مرزا سلطان احمد پیدا ہو گئے۔“ (سیرۃ النبی ص ۱۷۱، روایت نمبر ۵۹)

ایک بچے کا بچے پیدا کرنا یقیناً ایک مجزرہ ہے۔ لہذا مرزا قادیانی کی نبوت کا ایک اور ثبوت مل گیا۔ تعجب ہے کہ امت مرزا یہی لے ان سے مرزا قادیانی کی نبوت کا استدلال کیوں نہ کیا۔

۳..... ”۲۱ نومبر ۱۹۰۱ء اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد ملی خواہش نہیں ہوئی تھی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے چندہ یا سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی۔ یہ سلطان احمد اور

فضل احمد قریبا اسی عمر میں پیدا ہو گئے تھے۔“ (اخبار الحکم قادیان ج ۵ ص ۲۵، ملفوظات ج ۲ ص ۲۷۲)
اب غور فرمائیے! پندرہ برس کی عمر کے درمیان جب کہ آدمی پورا بالغ بھی نہیں ہوتا۔
مرزا سلطان احمد صاحب پیدا ہو گئے تو مرزا فضل احمد صاحب زیادہ سے زیادہ تیرہ برس کی عمر میں
جب کہ انسان ابھی گویا بچہ نہیں حقیقی بچہ ہوتا ہے۔ اولاد پیدا کرنے کے قابل ہو گئے۔ حالانکہ
حضرت مسیح موعود کو اوائل سے ہی مجھے دی ماں سے بے تعلقی بھی تھی۔ کیونکہ اس کا میلان
مرزا قادیانی کے ”بے دین“ رشتہ داروں کی طرف تھا اور وہ انہی کے رنگ میں رنگین تھی۔ اس لئے
حضرت مسیح موعود نے اوائل سے ہی ان سے مباشرت ترک کر دی تھی۔ مگر بایں ہمہ اعجازی طور پر
پیا بے دوڑ کے پیدا ہو ہی گئے۔

کیا دنیا بے زبان ہے۔ مانا کہ دنیا اس فن شریف میں مجدد کی حیثیت نہیں رکھتی۔ لیکن
کیا وہ مرزا قادیانی ہی کے اگلے ہوئے نوالے بھی ان کے منہ میں نہیں دے سکتی؟ اگر ہم
مرزا قادیانی ہی کے عطا فرمودہ یہ تمام خطابات مرزا قادیانی کے حق میں استعمال کریں تو دنیا کا کوئی
ضابطہ عدل و انصاف مانع ہونے کا حق رکھتا ہے؟ یا ہمارے منہ میں زبان اور ہاتھ میں قلم نہیں ہے؟
یہ سب کچھ ہے۔ مگر ہم بہ نقاضائے انسانی شرافت اور بمطالعہ اخلاق و آدمیت صرف عطائے توبہ
لگائے تو کہہ کر اس مکروہ باب کو ختم کرتے ہیں۔

اعزاز جنوں کون سا ہم میں نہیں مجھوں
پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

چیلنج

اگر ان شواہد و دلائل کے باوجود بھی کسی قادیانی یا لاہوری دوست کو حضرت صاحب کی
بدزبانی میں تاثر ہو تو جیسا کہ ہمارے پاپس سے چیلنج دیا جا چکا ہے ہم انہیں آج ایک دفعہ پھر پوری
قوت کے ساتھ چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کسی وقت کسی جگہ اس عنوان پر ہم سے مناظرہ و بحث کر لیں۔
شرائط وغیرہ کا ان کا لگا کر نکل جانے کی راہ ہم نہیں دیں گے۔ ہم امن کی پوری ذمہ داری لیتے ہیں
اور غیر مشروط مناظرہ کا اعلان کرتے ہیں۔ ہم صرف مرزا قادیانی کے اقوال و ارشادات ہی سے
آفتاب نصف النہار کی طرح دکھلا دیں گے کہ عظیم الشان نبی یا اس صدی کا مجدد اعظم مہاب اعظم
اور مجدد سب و شتم ہے۔ نہ صرف مجدد بلکہ اس فن شریف میں مجدد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے
ایسی ایسی لطیف و نفیس گالیاں لکھا دی ہیں۔ جو لکھنؤ کی پھڑپھڑیوں تک کے وہم و گمان میں بھی نہ

آئی ہوں گی۔ اس کے جواب میں آپ کلیۃً آزاد ہیں۔ مرزا قادیانی کی پوزیشن صاف کرنے کے لئے جو چاہیں کہیں۔ کوئی ہے جو ہمارا یہ غیر مشروط چیلنج قبول کرے۔

ادھر آؤ جاناں ہنر آزمائیں

تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

بڑے میاں، بڑے میاں، چھوٹے میاں، سبحان اللہ!

اگر برانہ مانا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا مقابلہ ”خوش کلامی“ اور ”شیریں زبانی“ میں اگر کیا تو میاں محمود صاحب نے ”نمی“ کا ریکارڈ اگر توڑا تو ”خلیفہ“ نے ہاپ کی جگہ اگر لی تو بیٹے نے۔ آپ کی خوش بیانی کے ڈنکے دنیا بھر میں بجائے جاتے ہیں۔ آپ ایک خطبہ نکاح میں یوں اپنے دہن مہارک سے گل افشانی فرماتے ہیں: ”حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے قریباً ہم عمر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی تھے۔ ان کے والد کا جس وقت نکاح ہوا ان کو اگر حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی حیثیت معلوم ہوتی اور وہ جانتے کہ میرا ہونے والا بیٹا محمد رسول اللہ ﷺ کے ظل اور بروز کے مقابلہ میں وہی کام کرے گا جو آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں ابو جہل نے کیا تھا تو وہ اپنے آلہ قاتل کو کاٹ دیتا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاتا۔“

(الفضل قادیان مورخہ ۲ نومبر ۱۹۲۲ء)

انا للہ!

ناقد سرگرمیاں ہے اسے کیا کہئے

خامہ انگشت بدعناں ہے اسے کیا لکھئے

پھولوں کی اس جھڑی اور موتیوں کی اس لڑی پر اتنا تعجب و تحیر نہیں۔ جتنی حیرت اس بات کی ہے کہ ان اقوال و ارشادات بلکہ ان الہامات کے صدور و نزول اور آج تک ان کے باوجود ہاپ کو عظیم الشان نبی اور سب رسولوں سے افضل و برتر رسول یا بدرجہ اقل مجدد اعظم اور مسیح موعود مانا جاتا ہے تو بیٹے کو خلیفہ المسیح اور مصلح موعود۔ حالانکہ ہاپ کو زبان وحی ترجمان سے حضرت مولانا غزنویؒ کی باعصمت بیوی کا پیٹ اور حضرت مولانا سعد اللہ صاحب لدھیانوی کی عفت مآب بیوی کا رحم محفوظ نہ رہا تو بیٹے کی لسان الہام نشان سے حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے ہاپ کا آلہ قاتل نہ بچ سکا۔

اگر حضرت اقدس مرزا قادیانی کا ہم عمر تھا تو مولوی محمد حسین حضرت مسیح موعود کے

مقابلہ میں اگر کوئی کام کیا تھا تو مولوی محمد حسین نے، لیکن آلہ تاسل کاٹا جاتا ہے۔ ان کے والد کا اس بچارے کا کیا تصور؟ اس نے کون سا ایسا اقدام کیا تھا؟

اس انتہائی گراؤٹ اور زبان کے بدترین ٹکٹ کے باوجود بھی..... کہ جسے نقل کرتے ہوئے بھی دم گھٹا جاتا ہے اور ضمیر مراچا ہوتا ہے..... مرزا قادیانی اگر نبی ہیں اور میاں صاحب خلیفہ! تو یہ اس مرزائی علم کلام کی برکت ہے جو زبان و قلم کی ان گل افشانیوں اور جولانیوں کے بعد بھی مرزا قادیانی کو سلطان القلم اور خلیفہ صاحب کو غالب علی کل قرار دیتا ہے اور مذکورہ بالا عوامل کو من وعن لفظاً لفظاً نہیں بلکہ حرفاً حرفاً تسلیم کرنے کے بعد یہ کہتا ہے کہ ان حضرات کے منہ سے کبھی ناجائز و ناروا بات نکلی اور نہ نقل کتی ہے۔

آتے ہیں وہ خوابوں میں خیالوں میں دلوں میں
پھر ہم سے یہ کہتے ہیں کہ ہم پردہ نشیں ہیں
مرزا غلام احمد کا ایک عظیم الشان کارنامہ

ابدی غلامی

از قلم: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی صاحب، دارالاشاعت انگل
خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی نجات کے لئے ہر زمانہ میں رسول مبعوث فرمائے۔
حتیٰ کہ خاتم النبیین محمد ﷺ نے وجود روتی نظاموں کے خاتمہ کا اعلان فرمایا۔

”اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده“ ساری دنیا پر یہی دو نظام تھے جنہوں نے انسانیت کے دھار کو خاک میں ملایا ہوا تھا۔
ﷺ کی مقدس تعلیم اور آپ ﷺ کے پاک جذبہ حریت نے اس کا ابدی خاتمہ کر کے انسان کو آزادی کامل سے نوازا۔ یہی مقصد ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے یہی مطالبہ کیا تھا کہ ”ارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبهم“

الغرض نبی کا سب سے بڑا کام یہی ہوا کرتا ہے کہ وہ جبروتی نظام کے ظالمانہ دھار کو تار تار کر کے اشرف المخلوقات کو آرام اور سکون بخشنے۔ بلکہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہوں گے کہ نبی کا تو بہت ہی بلند مقام ہے۔ ذرا سا درد دل رکھنے والا اللہ کا بندہ بھی اپنا فرض عین سمجھتا ہے کہ وہ ظالم حکومت کا مقابلہ کرے۔ ”الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون“

فرعون کے وہ جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سرِ پیکار تھے۔ ایمان لانے کے بعد اتنے بے خوف ہو گئے کہ فرعون کو صاف کہہ دیا تو صرف یہی کر سکتا ہے کہ ہماری دنیاوی زندگی کا فیصلہ صادر کر دے۔

”انما تقضى هذه الحیوة الدنيا“ جناب رسول اللہ ﷺ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ ”علیہ السلام امّتی کا نبیاء بنی اسرائیل“ اور دوسری جگہ فرمایا: ”افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر“ اسی جذبے سے متاثر ہو کر ابو الحسن غرقائی نے سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان پر حملہ کا حکم فرمایا۔ تاکہ عالم کو سالہ پرستوں سے اللہ کے ماننے والوں کو نجات ملے۔ یہی وہ تڑپ تھی جس نے مجدد الف ثانی کو جہاگیر جیسے مسلمان (مگر غیر عامل) بادشاہ کے مقابل کمر دیا۔ پھر فاتحان ہند اور موسیٰ پاکستان سید احمد اور سید اسماعیل نے اسی امنگ بلکہ اسی عقیدت سے سرشار ہو کر باطل کے مقابلہ میں جان تک نثار کر دی۔ علامہ جمال الدین افغانی ساری عمر باطل کی غلامی کو اوارہ نہ کی۔ اس حقیقت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو بالفاظ قادیانی امت مرزائیوں کے نبی تھے اور اس نے خود بھی کہا: ”هو الذی ارسل رسوله بالهدی“ اس کے حق میں نازل ہے اس کا دعویٰ یہ ہے کہ:

آنچه داد است ہر نبی را جام

داداں جام را مرا یہ تمام

(نزل المسح ص ۹۹، جزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

اور جادوئل ”یظلمہ“ مجدد تھے۔ ضروری اور لازم تھا کہ وہ ہر باطل کے مقابلہ پر کمر بستہ ہو جاتے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی بالکل برعکس ہے۔

اقبال مرحوم نے اس سارے فلسفے اور اس کی سماوی تعلیم کو صرف ایک شعر میں جمع کر دیا ہے فرماتے ہیں۔

گفت دیں را رونق از محکوی است

زندگانی از خودی محرومی است

اب اسی شعر کی تشریح مرزائیوں کی زبانی ملاحظہ فرمادیں۔ مرزا بشیر احمد کا کہنا ہے کہ حکموں کے زمانہ میں بھی ان کے بزرگوں نے وفاداری کا اعلان کیا اور اعزاز و اکرام حاصل

کئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ”ہمارے دادا مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مہاراجہ کی اجازت سے قادیان واپس آ گئے اور باوجود زخم خوردہ ہونے کے ملک کے امن کی خاطر اور خاندانی روایات کی بناء پر ملک کی قائم شدہ حکومت کے ہمیشہ وفادار رہے۔“ (الفضل ۱۳ جنوری ۱۹۲۷ء)

چنانچہ انگریزوں سے وفاداری اور ان کا خو کا شتر پودا ہونا، ان کی سلطنت کو مکہ مدینہ سے اشرف اور قابل شکر سمجھنا یہ سب کچھ اس قدر کثرت سے شائع ہو چکا ہے کہ اس کی اور ضرورت نہیں رہی۔ انگریزوں کی حکومت کو منانے کے لئے جو تحریک بھی اٹھی اس کی مخالفت پر لاکھوں روپیہ اس لئے خرچ کیا گیا کہ انگریزوں کی خوشنودی حاصل کی جائے۔ مرزا بشیر الدین نے خود اس کا اعتراف کیا۔ جس کی شہادت مولوی محمد علی مرزائی امام جماعت لاہور نے دی ہے۔ چونکہ اسی وقت انگریزوں کی حکومت تھی۔ اس لئے اس کی وفاداری لازم اور داخل ایمان تھی۔ مگر جب اسی نہرو کی حکومت قائم ہو گئی تو اب الفضل کی مدح سرائی ملاحظہ ہو۔

”پیشک کا انگریس کے اصول بڑے جمہوری تھے۔“ (۱۳ مارچ ۱۹۲۸ء)

”ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کہی ہے اور اب پھر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہر تقسیم اصولاً غلط ہے۔“ (حوالہ مذکور)

”مشرک اندھی کی موت کا پیغام جو امیر مرزا سیہ نے بھیجا۔ اس میں پنڈت نہرو کو لکھا اور حلقا لکھا۔ خدا جانتا ہے کہ باوجود اس کے کہ ہمارے مقدس مرکز سے زبردستی نکالا گیا ہے۔ ہم آپ کے اور آپ کی حکومت کے خیر خواہ ہیں۔“ (الفضل مورخہ ۲ فروری ۱۹۲۸ء)

جب ہندو دادا انگریز کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا تو مرزا سیت کی دونوں شاخوں نے اس کے ساتھ کوئی تعاون نہ کیا۔ بلکہ سیاسیات سے علیحدہ رہنا ان کا ایمان ہے۔ بشیر الدین خلیفہ نے اقرار کیا ہے کہ ہم نہ ہی لوگ ہیں نہ حکومتوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

لاہوریوں کے امام مولوی محمد علی کا فیصلہ اب سن لیں: ”یہ خدا کا فضل ہے جو سیاسی ہوا چلی ہے۔ اس سے آپ باہر ہیں۔ خدا کا احسان ہے کہ تمہاری جماعت اس زہریلی ہوا سے بچی ہوئی ہے۔“ (پیغام صلح مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۸ء)

ہندوؤں کے مظالم سے جان بچانے کے لئے مسلمانوں نے جو دفاع کارروائی کی۔

مرزائیوں کے نزدیک یہ سب کچھ طہرانہ تحریکوں کا نتیجہ ہے۔ ”لیکن یہ مذہب کے تفرقہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ مذہب پر یہ سراسر بہتان باعہا گیا ہے۔ یہ سب کچھ انہیں طہرانہ تحریکوں کا کارنامہ ہے۔ اگر چند مذہب کے نام پر سرانجام دیا گیا ہے۔“ (الفضل موری ۱۴ دسمبر ۱۹۴۷ء)

یہ طہرانہ تحریک کس تحریک کا خطاب ہے؟ آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس تعلیم کے زیر اثر وزیر خارجہ پاکستان ظفر اللہ خان صاحب ہندوستان اور پاکستان دونوں کوفسادات کا پورا پورا شریک قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے پاکستان انشٹیٹیوٹ آف انٹرنیشنل آفینرز کے سالانہ ڈنر کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا: ”تقسیم کے بعد ہندوستان اور پاکستان میں مسابقت کی جنگ جاری رہی ہے اور دونوں نے دنیا کے سامنے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ برائی اور ظلم میں ان میں سے کون دنیا کے سامنے مثال قائم کر سکتا ہے۔“ (نوائے وقت موری ۲۹ جنوری ۱۹۴۹ء)

فرضیکہ مرزائیت کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ جو حکومت قائم ہو خواہ کافر ہو یا مسلمان۔ ظالم ہو یا عادل اس کی فرمانبرداری لازم اور ضروری ہے۔ اس کے خلاف آواز اٹھانا آزادی کے لئے جدوجہد کرنا حرام ہے۔ اسی لئے فریضہ جہاد کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ مرزا بشیر الدین نے لکھا ہے: ”ہم صرف انگریزوں کے فرمانبردار نہیں بلکہ افغانستان میں افغانی حکومت کے، مصر میں مصری حکومت کے اور اسی طرح دوسرے ممالک میں ان کی حکومتوں کے فرمانبردار اور مددگار ہیں۔“ (الفضل موری ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۷ء)

ان بیانات کے ذکر کرنے سے مقصد اظہار یہ ہے کہ مرزائیت ہر حکومت کی وقاداری شرط ایمان سمجھتی ہے۔ خواہ وہ کیسی ہی حکومت کیوں نہ ہو۔ ان مختصر حوالہ جات سے معلوم ہو گا کہ مرزائیت کی تحریک ابدی غلامی کی ایک زنجیر ہے۔ اس میں حریت کا جذبہ، آزادی کا شائبہ تک موجود نہیں ہے۔ ایسی تحریک سے نہ قومیت کو تلخ پہنچ سکتا ہے اور نہ ملک کو۔ بلکہ ایسی تحریکات نقصان دہ ثابت ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ آج بھی پاکستان کے کسی میدان سرافروشی میں افکاحہ موجود نہیں ہے۔

اقبال مرحوم کا نصیت آمیز شعر اس سارے مضمون کا خلاصہ ہے۔

مخوم کے الہام سے اللہ بجائے

فاتر گر اقوام ہے وہ صورت چگیز

”مرزا قادیانی کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دور ہے۔ ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے اور پھر سب اقوال میں اس قدر تہافت اور تعارض پایا جاتا ہے اور خود مرزا قادیانی کی ایسی پریشان خیالی ہے اور بالقصہ ایسی روش اختیار کی ہے کہ جس کا نتیجہ گڑبڑ ہے اور ان کو بوقت ضرورت مٹھلی اور مفراتی رہے۔ چنانچہ کہیں تو وہ ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجماعی معنی کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں ایسے عقیدہ بتلانے والے مذہب کو لعلی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں مسیحی علیہ السلام کے نزول کو تمام امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواتر دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں اس عقیدہ کو..... مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔“

(بیان شیخ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ صاحب)

نبوت کا گورکھ دھندا

از: عالی جناب محمد اکبر خان صاحب سابق ڈسٹرکٹ جج بہاول پور
مقدمہ بہاول پور اور فیصلہ مقدمہ بہاول پور دونوں کی حیثیت تاریخی ہے۔ ایک مسئلہ نے شہر کے ارتداد پر تشفیخ نکاح کا دعویٰ کیا..... علماء اسلام نے اپنے فاضلانہ بیانات میں مرزا قادیانی کے کفر اور مرزائیوں کے ارتداد کو ثابت کیا۔ مرزائی علماء نے تردید اور صفائی کی ناکام کوشش کی..... فریقین کی مفصل بحث سن لینے کے بعد فاضل جج نے ایک عالمانہ فیصلہ لکھا۔ جس کا ایک نمونہ اس حصہ بدیہ قارئین ہے۔ (مدیر)

”معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی جب اس میدان میں گامزن ہوئے اور ان پر مکاشفات کا سلسلہ جاری ہونے لگا تو وہ اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے اور صوفیائے کرام کی کتابوں میں وحی اور نبوت کے الفاظ موجود پا کر انہوں نے سابقہ ادلیاۃ اللہ سے اپنا مرجع بلند دکھانے کی خاطر اپنے لئے نبوت کی ایک اصطلاح تجویز فرمائی۔ جب لوگ یہ سن کر چو کئے گئے تو انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کرنا چاہا کہ گھبراتے کیوں ہو۔ آنحضرت ﷺ کے اجماع سے جس مکالمہ اور مخاطبہ کے تم لوگ قائل ہو۔ میں ان کی کثرت کا نام ہو جب حکم الہی نبوۃ رکھتا ہوں۔ یہ صرف لفظی نزاع ہے۔ سو ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ کوئی اصطلاح مقرر کرے۔ گویا انہوں نے نبی کے لفظ

کو برعکس اس کی اصل اور عام فہم مراد کے یہاں اصطلاحی طور کثرت مکالمہ اور مخاطبہ پر حاوی کیا اور یہ اصطلاح بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم کی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس لفظ کا استعمال کثرت سے اپنے متعلق کرنے لگے تو لوگ پھر چوٹے۔ اس پر انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کیا کہ میں کوئی اصلی نبی تو نہیں۔ بلکہ اس معنی میں کہ میں نے تمام کمال آنحضرت ﷺ کے اتباع اور فیض سے حاصل کیا ہے۔ غلطی اور پردہ زنی نبی ہوں اور اس کے بعد انہوں نے ان آیات قرآنی کو جو شاید کسی اچھے وقت میں ان پر نازل ہوئی تھیں، اپنے اوپر چسپاں کرنا شروع کر دیا اور شدہ شدہ تفسیر بھی نبوت کے دعویٰ کا اظہار کر دیا۔ لیکن صریح آیات قرآنی اور احادیث اور اقوال بزرگان سے جب انہیں اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو انہوں نے اس دعویٰ کو ترک کر کے اپنا مقرر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث میں جالاش کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو بذریعہ وحی ثابت کر کے یہ دکھایا کہ ان احادیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں کسی شخص کو نبوت کا درجہ عطا کیا جائے گا۔

مدعا علیہ کے ایک گواہ کے بیان سے یہ اخذ ہوتا ہے اور نہ معلوم اس نے بطور خود یا مرزا قادیانی کی کسی تحریر کی رو سے یہ بیان دیا ہے کہ احادیث میں جو عیسیٰ ابن مریم کے نزول کی خبر آئی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ سے ایک اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوتی ہیں جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن حقیقت ان کے ظہور کے وقت نمایاں ہوتی ہے اور اجتہادی غلطی پیش گوئیوں کے سمجھنے میں یعنی کیفیت تحقیق وقوع کے لحاظ سے ہر نبی سے ممکن ہے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ سے بھی اس کی مثال اس نے بخاری کی ایک حدیث کا حوالہ دے کر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روایا کی بناء پر یہ سمجھا کہ وہ حجربنہامہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے۔ لیکن آپ جس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو اس وقت آپ ﷺ پر اس پیش گوئی کی حقیقت کھلی کہ اس سے مراد مدینہ تھا اور کہ جب نبی سے اجتہادی غلطی ممکن ہوئی تو پیش گوئی کے پورا ہونے کے وقت اصل حقیقت پیش گوئی کی منکشف ہو جائے گی اور کہ امتی کو پیش گوئی کے تحقق وقوع کے وقت وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ غرض مرزا قادیانی نے سابقہ مراحل سے گزرنے کے بعد بڑھ چڑھ کر اپنے سچا موعود ہونے کے دعوے کا اظہار شروع کر دیا اور نبوت کو پھر ایک ایسا گورکھ دھند بنا دیا کہ جو نہ تو لوگوں کی سمجھ میں آ سکا ہے اور نہ ہی ان کے اپنے متبعین جیسا کہ اوپر دکھایا جا چکا ہے۔ ان کے مرتبے کو بخوبی سمجھ سکے ہیں۔ بلکہ خود خدا کو بھی نعوذ

باللہ ان کے نبی بنانے میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ جب خداوند تعالیٰ نے یہ محسوس کیا کہ نعوذ باللہ اس کے حبیب سے ایک اجتہادی غلطی ہوگئی ہے۔ اب ان کی آن رکھنے کے لئے مرزا قادیانی کو نبوت کا مرتبہ عطاء فرمانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھول مرزا قادیانی پہلے تو ان تمام پیش گوئیوں کو جو قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھیں۔ مرزا قادیانی کی طرف پھیر دیا اور پھر کبھی انہیں مریم بنایا اور کبھی عیسیٰ اور اس کے بعد بارش کی طرح وحی کر کے یہ جتلا دیا کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں۔ اب تم بلا خوف و خطر نبی ہونے کا دعویٰ کر دو اور جہاں پہلے وہ ”فماستمع لما یوحی“ اور ”یا ایہا العذر قم فانذر“ کی تمکنا نہ وحی کے ذریعہ سے نبیوں کو چوکنا کر کے اپنی طرف سے مامور فرمایا کرتا تھا۔ وہاں مرزا قادیانی کے لئے اسے نعوذ باللہ مختلف حیل اختیار کرنے پڑے۔ مرزا قادیانی کے اس طرد عمل سے نبی بننے سے یہ بات خود واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نبوت کے عہدے ختم ہو چکے تھے۔ کیونکہ اس نے پہلے تو مرزا قادیانی کے لئے نبوت کی اصطلاح، تجویز فرمائی۔ پھر وہ جب اس سے خوش نہ ہوئے تو ان کو نبی کا خطاب عطاء فرما دیا۔ جیسا کہ نواب اور رجب کے خطابات کو در غمت سے ان لوگوں کو فرمانے جاتے ہیں۔ جو صاحب ریاست نہ ہوں۔ لیکن جب مرزا قادیانی کی اس سے بھی تشفی نہ ہوئی۔

باوجودیکہ اللہ تعالیٰ انہیں یا ولدی فرمایا تھا اور اس خیالی سے کہ رسول اللہ ﷺ کو چونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں خاتم النبیین کہہ چکا تھا وہ بھی کسی دوسرے نبی کے بننے سے تخفانہ ہوں۔ مرزا قادیانی کو آپ کا غل بنادیا گیا اور آخر کار جب ان کی خوشی نبی بننے میں ہی دیکھی اور یہ بھی خیال آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخر زمانہ میں مجھوادیکھئے کہ وعدہ ہو چکا ہے تو انہیں مار کر مرزا قادیانی کو نبی بنادیا۔ استغفر اللہ

گواہد عادلین نے یہ بیان کیا ہے کہ نبی سے بھی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے تو پھر اس کا کیا اعتبار ہے کہ مرزا قادیانی سے یہ غلطی نہ ہوئی ہوگی۔ خصوصاً جب کہ مرزا قادیانی، رسول اللہ ﷺ کے غل بھی ہیں اغلب ہے کہ اصل کی فطرت غل کی فطرت پر اثر انداز نہ ہوئی ہو اور علاوہ ازیں مرزا قادیانی اپنے اقرار کے مطابق آنحضرت ﷺ سے زیادہ ذکی بھی نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کے کئی سال کے متواتر وحی کے بعد انہوں نے یہ جا کر سمجھا کہ وہ نبی ہو چکے۔ اس لئے ممکن ہے کہ انہوں نے وحی الہی کا مفہوم غلط سمجھ کر دعویٰ نبوت کر دیا ہو۔ مرزا قادیانی کی اپنی تصریحات سے یہ پایا جاتا ہے کہ انہیں اسی ہونے کے دھت زول مسیح کے متعلق وقوع کا علم نہیں

ہوا۔ بلکہ جب ان کو نبوت کا خطاب مل چکا۔ اس کے بعد انہیں یہ بتلایا گیا کہ مسیح ناصرِ فوت ہو چکے ہیں۔ اس لئے مدعا علیہ کے گواہ کا یہ کہنا کہ امتی کو وقوع کے متعلق تحقیق وقوع کا علم ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کی اپنی تصریحات سے باطل ہو جاتا ہے۔

گواہ مذکور نے رسول اللہ ﷺ کی جس حدیث کا حوالہ دے کر یہ کہا ہے کہ آپ ﷺ سے اجتہادی غلطی کا وقوع ممکن ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے ہجرت کے وقت کوئی غلطی فرمائی۔ گواہ مذکور کی یہ حجت اس وقت صحیح ہوتی کہ جب آپ بجائے مدینہ..... کے حجر یمامہ کی طرف تشریف لے جاتے اور پھر وہاں سے مدینہ عالیہ کی طرف لوٹتے۔ وہاں جانے کے متعلق آپ ﷺ کا صرف ایک خیال تھا۔ جو وقوع میں نہ آیا اور رویہ پر عمل اس طرح ہوا جس طرح مشیت ایزدی میں مقدر تھا۔ خود اس مثال سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر کسی نبی کو کسی طرح غلط فہمی ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے فوراً رفع کر دیا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ صدیوں تک وہ غلطی چلی جائے اور نہ خود نبی پر اور نہ اس کے کامل متبعین پر اس کا افشا ہو۔ اس لئے یہ کہنا دیدہ دلیری ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئی بیان کرنے میں اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے پھر آخر عمر میں جا کر اپنے دعویٰ کی غلطی کو محسوس کیا اور پھر اصطلاحی نبوت کو ہی جا کر قائم کیا۔ جس سے انہوں نے اپنے دعویٰ کی ابتداء شروع کی تھی۔ جیسا کہ ان کے اہل خط سے جو انہوں نے وفات سے دو تین یوم قبل اخبار عام کے ایڈیٹر کے نام لکھا تھا۔ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں درج ہے کہ: ”سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیش گوئی کرنے والا۔“ ان تمام واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے بجا طور پر یہ کہا ہے کہ مرزا قادیانی کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چند ہی مسائل کا تکرار اور دور ہے۔ ایک ہی مسئلہ اور ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے اور پھر سب اقوال میں اس قدر ہفت اور تعارض پایا جاتا ہے اور خود مرزا قادیانی کی ایسی پریشان خیالی ہے اور بالقصہ ایسی روش اختیار کی ہے جس سے نتیجہ گزیدہ رہے اور ان کو بوقت ضرورت قلعہ و اور مفراتی رہے۔ چنانچہ کہیں وہ ختم نبوت کے عقیدہ کو اپنے مشہور اور اجماعی معنی کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں ایسا عقیدہ بتلانے والے مذہب کو

لغتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں صلی علیہ السلام کے نزول کو امت محمدیہ کے عقیدہ کے موافق متواترات دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں ایسے عقیدہ کو شرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔

ختم نبوت کا عقیدہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے ہے اور خاتم النبیین کے جو معنی مدعایہ کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے اس کی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کے صحیح معنی وہی ہیں جو کہ گواہان مدعیہ نے بیان کئے ہیں۔

اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آیت خاتم النبیین قطعی الدلالت ہے اور اس کے بطن کے معنی ایسے نہیں ہو سکتے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی سمجھنے کے منافی ہوں اور چونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا عقیدہ سے انکار کفر ہے۔ مدعایہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا اور جن مسائل کی بناء پر اس نے ایسا کہا ہے وہ اس قبیل کے نہیں جیسا کہ مسئلہ ختم نبوت لہذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کے جو معنی مدعیہ کی طرف سے کئے گئے ہیں اور اس معنی کے تحت جو عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس عقیدہ سے انحراف ارتداد کی حد تک پہنچتا ہے اور کہ آنحضرت ﷺ کے بعد عہد نبوت اور وحی نبوت منقطع ہو چکے ہیں۔ مرزا قادیانی صحیح اسلامی عقائد کی رو سے نبی نہیں ہو سکتے.....

ظنی اور بردوزی نبی اگر آنحضرت ﷺ کے کمال اجماع سے ہونے ممکن ہوتے تو اس قسم کے نبی مرزا قادیانی کے آنے سے قبل ہی آچکے ہوتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقا ضد روحانی سے اگر نبوت مل سکتی ہے تو ضرور ہے کہ ان سے قبل ایسے نبی آتے کہ جن کے بعد انہیں درجہ کمال حاصل ہوتا۔ مدعیہ کی طرف سے یہ درخواست میں کہا گیا ہے کہ ظنی اور بردوزی کی اصطلاحیں اور اصل الفاظ وہی الفاظ ہیں ورنہ دراصل مرزا قادیانی کی مراد اس سے اصل نبوت ہے۔ جیسا کہ اس کی تخریج بعد میں ان کے خلیفہ ثانی نے کی۔

کچھ شک نہیں کہ یہ الفاظ مخالف پیدا کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ورنہ ان کی کوئی حقیقت نہیں اور وہی شرع میں اس قسم کے الفاظ پر کسی عقیدہ کا حصر ہے۔

مرزا قادیانی نے یہ بیان کر کے کہ اس قسم کی نبوت قیامت تک جاری ہے۔ اسلام میں

ایک فتنہ کی بنیاد ڈالی ہے اور ممکن ہے کہ ان کے بعد کوئی اور شخص دعویٰ نبوت کر کے ان کی کارگزاری کو بلیا میٹ کر دے۔ اس طرح مذہب سے امان اٹھ جائے گی اور سوائے اس کے کہ وہ ایک کھیل اور تسخیر بن جائے۔ اس کی کوئی حقیقت بحیثیت دین نہ رہے گی۔ اس لئے بھی رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ماننا علاوہ عقائد صحیحہ میں سے ہونے کے ازلی ضروری ہے۔

مرزا قادیانی رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی نہیں ماننے لگے۔ اس لئے ان کا اسلام کے اس بنیادی مسئلہ سے انکار کفر کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر عقائد بھی ان عقائد کے مطابق نہیں پائے جاتے۔ جن کی آج تک امت مرحومہ پابند چلی آئی ہے۔

خدا کا تصور اس نے تینوں سے تشبیہ کر لیا یا پیش کیا ہے کہ جو سراسر نص قرآنی کے خلاف ہے اور اس طرح یہ بیان کر کے کہ خدا غلط بھی کرتا ہے اور مہربان بھی اور دوسرے رکھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ انہوں نے ایک ایسے عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ جو سراسر نص قرآنی کے خلاف ہے۔ انہوں نے آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ جیسا کہ ایک آیت ”هو الذی ارسل رسولہ“ کے متعلق انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس میں میرا ذکر ہے اور دوسرے الہام بالفاظ محمد رسول اللہ بیان کر کے یہ کہا کہ اس میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی اسی طرح کئی ایسی تصریحیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے۔ اس سے بھی رسول اللہ ﷺ کی توہین ہوتی ہے۔

اور حضرت مریم کی شان میں مرزا قادیانی نے جو کچھ کہا ہے اور جس کا حوالہ شیخ الجامعہ صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے اور جس کا مدعا علیہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس سے قرآن شریف کی صریح آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے سوائے مرزا قادیانی کو کافر قرار دینے کے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔

مدعا علیہ کی طرف سے مرزا قادیانی کی بعض کتب کے حوالے دیئے جا کر یہ کہا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے خوب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایک جگہ کلمات توہین ثابت ہو گئے۔ تو اگر ہزار جگہ کلمات مدعیہ لکھے ہوں اور شاخوانی بھی کی ہو تو وہ کفر سے نجات نہیں دلا سکتے۔ جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلمہ اس پر شاہد ہیں کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کا اتباع اور اطاعت گزاری کرے اور مدح و ثناء کرتا رہے۔ لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کر دے تو کوئی شخص اس کو مطیع اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔“

عجائبات مرزا

از: مولانا لال حسین اختر

مرغ، بلی اور چوہا

مرزا غلام احمد قادیانی تحریر فرماتے ہیں: ”رؤیا، چند آدمی سامنے ہیں۔ ایک چادر میں کوئی شے ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ آپ لے لیں۔ دیکھا تو اس میں چند مرغ ہیں اور ایک بکرا ہے۔ میں ان مرغوں کو اٹھا کر اور سر سے اونچا کر کے لے چلا۔ تاکہ کوئی بلی وغیرہ نہ پڑے۔ راستہ میں ایک بلی ملی۔ جس کے منہ میں کوئی شے مثل چوہا ہے۔ مگر اس بلی نے اس طرف توجہ نہیں کی اور میں ان مرغوں کو محفوظ لے کر گھر پہنچ گیا۔“ (البدیع نمبر ۱۹۰۵ء، ستمبر ۱۹۰۵ء، ص ۵۵۸، طبع سوم)

مرزا قادیانی کے الہام کنندہ نے ”بلی کو چوہے کی خواب“ کی ضرب المثل سچ کر دکھائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بہادر اور خوفناک کی قسم کی بلی تھی کہ جس سے مرزا قادیانی کے بکرے تک کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ خلیفہ قادیان اور امت مرزائیہ کو چاہئے کہ آئندہ ربوہ کے سالانہ جلسہ میں اس بلی کے لئے ہدیہ تشکر کی قرارداد منظور کریں کہ اس بلی نے مرغوں، بکرے اور خود مرزا قادیانی کی طرف توجہ نہ کی۔ اگر وہ حملہ آور ہوتی۔ تو مرغوں، بکرے اور خود جناب نبوت مآب کی خیر نہ تھی۔

رسیدہ بود بلائے دلی بغیر گذشت

مرغی کا الہام

مرزا غلام احمد قادیانی ارشاد فرماتے ہیں: ”رؤیا دیکھا کہ ایک دیوار پر ایک مرغی ہے۔ وہ کچھ بولتی ہے۔ سب فقرات یاد نہیں رہے۔ مگر آخری فقرہ جو یاد رہا یہ ہے۔ ”ان کنتم مسلمین“ اس کے بعد بیداری ہوئی۔ یہ خیال تھا کہ مرغی نے یہ کیا الفاظ بولے ہیں۔ پھر الہام ہوا۔ انفقوا فی سبیل اللہ ان کنتم مسلمین“ (بدیع نمبر ۱۹۰۶ء، ستمبر ۱۹۰۶ء، ص ۵۸۰، طبع سوم)

مرزا! شکر کرو کہ تمہارے مسیح موعود کی روایتی بلی کو اس الہام کرنے والی مرغی کا علم

۱۔ چادر میں بکرا سبحان اللہ! عجائبات در عجائبات۔ (مدیر)

۲۔ وہ تو خیر گذری کہ بلی نے توجہ نہ فرمائی۔ ورنہ مرزا قادیانی بہادر مرغوں کو گھر تک سلامت کب لے جاسکتے؟ اور بکرے بچارے کی تو بلی نکال بولی کر دیتی۔ (مدیر)

نہیں ہوا۔ اگر اسے پتہ چل جاتا تو وہ اس مرغی کو معدا الہام بغیر ذکر اے لے ہضم کر جاتی۔ لگے ہاتھ اتاتا تو بتاؤ کہ جب مرزا قادیانی کے سب فقرات یاد نہ رہے تو فرشتے کے لائے ہوئے الہام کس طرح یاد رہتے ہوں گے؟

سورۃ الہام

میر محمد اسماعیل صاحب قادیانی لکھتے ہیں: ”ایک جاہل شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نوکر تھا۔ اس پر ایک دن الہام کا جھینٹا بہ برکت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑ گیا۔ وہ سورہا تھا۔ اسے الہام ہوا کہ اٹھ اور نماز پڑھ۔“ (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۶ء ص ۷) سچ ہے جیسی روح دیے فرشتے۔ جیسے قادیانیوں کے مسیح موعود دیا نوکر۔ ویسی برکت دیا فرشتہ اور دیا الہام۔

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

کذاب فرشتہ

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں: ”رویا کوئی شخص ہے اسے میں کہتا ہوں کہ تم حساب کر لو۔ مگر وہ نہیں کرتا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے مٹھی بھر کر روپے مجھے دیئے ہیں۔ اس کے بعد ایک اور شخص آیا جو الہی بخش کی طرح ہے۔ مگر انسان نہیں فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ روپوں کے بھر کر میری جھولی میں ڈال دیئے تو وہ اس قدر ہو گئے کہ میں ان کو گن نہیں سکتا۔ پھر میں نے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا۔ میرا کوئی نام نہیں۔ دوبارہ دریافت کرنے پر کہا کہ میرا نام ہے۔ ٹیپی!“ (تذکرہ ص ۵۲۹، طبع سوم)

مرزا قادیانی کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں روپے عطاء کرنے والا ٹیپی فرشتہ کذاب اعظم تھا۔ کسی عام انسان کے سامنے جھوٹ بولنا گناہ عظیم ہے۔ مرزائیوں کے ظلی و بدروزی نبی کی خدمت میں کذب بیانی کذاب اکبر کا ہی حوصلہ ہو سکتا ہے۔ مرزا قادیانی نے پہلی دفعہ اپنے محسن اعظم فرشتہ سے دریافت کیا کہ تمہارا نام کیا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میرا کوئی نام نہیں مگر دوبارہ نام پوچھا تو اس نے کہا۔ میرا نام ہے ٹیپی۔ مرزا قادیانی کے فرشتے نے یا پہلی دفعہ جھوٹ بولا یا دوسری دفعہ۔

مرزائیو! جس نبی کے فرشتے جھوٹے اور کذاب ہوں اس نبی کی نبوت کا کیا اعتبار؟ سچ ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَوْلَانَا مَوْلَا نَبِيِّنَا
مَوْلَا نَبِيِّنَا مَوْلَا نَبِيِّنَا

ماہنامہ
دارالعلوم دیوبند
دو ختم نبوت کا نمبر،



حضرت مولانا مرغوب الرحمن دیوبندی رحمہ اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

عرض حال

دارالعلوم دیوبند نے ۳۱۶۲۹ راکتوبر ۱۹۸۶ء کو تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے ایک عالمی کانفرنس کی تھی جس میں ہندوستان کے علاوہ سعودیہ عربیہ، عرب امارات، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ ممالک اسلامیہ کے ارباب دعوت واصحاب قلم نے شرکت کی تھی۔ کانفرنس کا آغاز ہندوستان کے مشہور داعی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی افتتاحی تقریر سے..... اور اختتام رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری محترم ڈاکٹر عبداللہ نصیف کی تقریر پر ہوا تھا۔ کانفرنس کی مکمل رپورٹ اور کانفرنس میں منظور تجویزیں دارالعلوم مجریہ ماہ نومبر ۱۹۸۶ء میں تفصیل سے آچکی ہے۔

اس موقع پر تقریروں کے علاوہ بہت سے صاحب نظر علماء نے مقالات بھی پیش کئے تھے۔ زیر نظر نمبر انہیں مقالات پر مشتمل ہے۔ مقالات کی ترتیب مضامین کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ مقالہ نگاروں کی اہمیت وشہرت کا چنداں لحاظ نہیں کیا گیا ہے۔ نیز بعض مقالات میں حک و حذف سے بھی ضرورتاً کام لیا گیا ہے۔ اس طرح کے مجموعوں میں یہ عمل ناگزیر ہوتا ہے۔ امید ہے کہ مرتب کو اس سلسلے میں معذور سمجھا جائے گا۔ خیال یہ تھا کہ یہ خصوصی شمارہ زیادہ سے دوسو صفحات پر شائع کیا جائے۔ لیکن مقالات کی کثرت نے ایسا نہ کرنے دیا۔ پھر بھی بعض مقالات شامل اشاعت نہ کئے جاسکے۔ جس کی وجہ مقالہ کی غیر ضروری طوالت یا اسی موضوع پر اس سے بہتر مضمون کی اشاعت ہے۔ اس کانفرنس میں ایک نشست طلبہ دارالعلوم کے لئے مخصوص کی گئی تھی جس میں طلبہ عزیز نے تقریریں اور اپنے مقامات پڑھے تھے۔ افسوس کہ یہ مقالات مرتب کو حاصل نہ ہو سکے۔ ورنہ ان کی نمائندگی بھی ہو جاتی۔ اگر یہ مقالات بعد میں مل گئے تو آئندہ شماروں میں انتخاب کر کے شائع کر دیئے جائیں گے۔

یہ خصوصی نمبر اب سے بہت پہلے آ جانا چاہئے تھا۔ کم از کم اعلان کے مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۸۷ء تک ضرور شائع ہو جانا چاہئے تھا۔ اعلان کے مطابق ساری تیاریاں مکمل کر لی گئی تھیں۔ مگر میرٹھ اور دہلی کے نہ ختم ہونے والے سنگین فساد نے سارے نظام کو درہم برہم کر دیا۔ رسل و رسائل کے ذرائع تقریباً منقطع ہو گئے اور انتہائی کوشش کے باوجود بھی کاغذ فراہم کرنے میں نہ صرف ہمارا دفتر بلکہ پریس کے مالک بھی ناکام رہے۔ اس مجبوری سے یہ خاص نمبر جولائی کے بجائے اب اگست میں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ نیز صفحات کی زیادتی کی بناء پر دو

ماہ کے بجائے یہ شمارہ تین مہینوں پر مشتمل ہے۔ انشاء اللہ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ، ستمبر ۱۹۸۷ء سے ماہنامہ دارالعلوم حسب معمول ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا رہے گا۔
 ”وما توفیقی الا باللہ وهو حسبی ونعم الوکیل“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

حرف آغاز

نبی افرنگ کی داستان حیات

نام اور تاریخ پیدائش

انگریزی نبی کا پہلا نام ”دسونڈی“ تھا۔ (مکذیب براہین احمدیہ ص ۱۳۷)
 پتہ نہیں دسونڈی سے کب ”غلام احمد“ بن گئے۔ انہوں نے خود لکھا ہے کہ میری پیدائش موضع قادیان ضلع گورداسپور میں ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی اور ایک دوسری تحریر میں جو اپنے والد کی وفات کے سلسلہ میں لکھی ہے۔ کہتے ہیں کہ: ”جب میرے والد نے دنیا کو چھوڑا تو اس وقت میری عمر ۳۳ یا ۳۵ سال کی تھی۔“ (کتاب البریہ ص ۱۶۰، خزائن ج ۱۳ ص ۱۹۲ حاشیہ)
 ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ کا انتقال ۱۸۷۶ء میں ہوا ہے۔

(سبح موعود مؤلفہ مرزا محمود احمد ص ۲۰)

اس اعتبار سے سن پیدائش ۱۸۴۱ء، ۱۸۴۲ء ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کا خاندان

مرزا قادیانی کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس کا پتہ لگانا ان کی تحریروں سے نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ وہ ۱۸۹۸ء تک اپنے آپ کو مرزا لکھتے رہے ہیں۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء کی اپنی تصنیف (کتاب البریہ ص ۱۳۳، خزائن ج ۱۳ ص ۱۶۲) پر اپنی قومیت برلاس (مغل) لکھی ہے۔ لیکن اسی کتاب کے (ص ۱۳۳، خزائن ج ۱۳ ص ۱۶۳ حاشیہ) پر لکھتے ہیں۔ ”میرے الہامات کی رو سے ہمارے اہام اولین فارسی تھے۔“ پھر ۱۹۰۱ء میں اسی لہجی تعلق سے دست بردار ہو کر اپنے رسالہ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۶) پر قیصر ارا ہیں کہ: ”میں اسرائیلی بھی ہوں اور قاطبی بھی۔“ اس کے ایک سال بعد ایک پلٹا اور کھایا اور اپنی تصنیف (تحفہ گلزار دیہ ص ۲۵، خزائن ج ۱۷ ص ۱۲۷ حاشیہ) پر یہ تحقیق

سپر قلم کی۔ ”میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب آئے تھے۔“ ان انکشافات سے ان کی ذات چار قوموں کا مجوں مرکب معلوم ہوتی ہے۔ یعنی وہ بیک وقت مثل، یہودی، سید اور چینی سب تھے۔ حامد انگشت بدندان ہے اسے کیا لکھئے۔

مرزا کے والد غلام مرتضیٰ بیگ کی عملی حالت

آنجمانی انگریزی نبی کے بٹھلے لڑکے میاں بشیر احمد ایم اے لکھتے ہیں کہ: ”ہمارے دادا مرزا غلام مرتضیٰ بے نمازی تھے۔ یہاں تک کہ ۵۷ سال کی عمر میں پہنچ کر بھی نماز نہیں پڑھی۔“ (سیرت الہدی ج ۱ ص ۲۳۱، روایت نمبر ۲۳۳)

مرزا کے ایام طفلی

اللہ تعالیٰ کے منتخب اور برگزیدہ بندوں کے بچپن کے برعکس مرزا قادیانی کے ایام طفلی دیگر بازاری بچوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ان کی سوانح حیات سیرت الہدی میں درج ہے کہ: ”ایک مرتبہ مرزا کے ہم عمر لڑکوں نے ان سے کہا گھر سے شکر لاؤ۔ گھر گئے تو وہاں پسا ہوا نمک رکھا تھا۔ اسے شکر سمجھ کر چپکے سے جیب میں بھر لیا اور لڑکوں کے سامنے پہنچ کر پھاٹکا شروع کر دیا۔“ (سیرت الہدی ج ۱ ص ۲۳۳، روایت نمبر ۲۳۳)

انگریزی نبی صاحب کو بچپن میں چڑیوں کے پکڑنے کی بھی عادت تھی۔

(سیرت الہدی ج ۱ ص ۲۳۵، روایت نمبر ۵۱)

تعلیمی لیاقت

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم و معارف تمام تر موبہت ربانی پر موقوف ہوتے ہیں۔ اپنے جیسے انسان سے تعلیم و تعلم اور اخذ فیض سے ان کی زندگی بالکل پاک ہوتی ہے۔ اس لئے انگریزی نبی کو بھی یہ فکر ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو ای ثابت کریں۔ لیکن ان کا اسکولوں میں پڑھنا ایک ایسی حقیقت ہے جس کو خود مرزا قادیانی بھی اپنے دجل و فریب سے چھپانہ سکے۔ حضرات انبیاء و رسل کی اس صفت خاص میں ہمسری و دہریری کی ناکام کوشش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”امام الزماں کے لئے لازم ہے کہ وہ دینی امور میں کسی کا شاگرد نہ ہو، بلکہ اس کا استاد خدا ہو۔“ (اربعین نمبر ۲ ص ۱۲، اغزائن ج ۷ ص ۳۵۹)

ایک دوسری جگہ تحریر کرتے ہیں: ”آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا سو اس میں اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا ہی سے حاصل کرے گا اور قرآن و حدیث میں کسی کا شاگرد

نہیں ہوگا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن وحدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے۔“

(ایام الصلح ص ۱۳۷، خزائن ج ۳ ص ۳۹۳)

نبی بننے کی خواہش میں ان جھوٹے وعدوں کے بعد ”دروغ گورا حافظہ باشد“ کی بہترین مثال ملاحظہ کیجئے کہ بقلم خود آنجہانی مرزا کیا لکھ رہے ہیں: ”بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح ہوئی کہ جب میں سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کی کتابیں مجھے پڑھائیں۔ اس بزرگ کا نام فضل الہی تھا اور جب میری عمر قریباً دس سال کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا..... میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد خوان سے پڑھے۔ اس کے بعد جب میں مترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ (ان) مولوی صاحب سے میں نے نحو، منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو حاصل کیا۔“

(کتاب البریہ ص ۱۳۸ تا ۱۵۰، خزائن ج ۳ ص ۱۸۱ تا ۱۷۹)

مرزا قادیانی کے پہلے استاذ فضل الہی قادیان کے باشندے اور حنفی تھے۔ دوسرے فضل احمد فیروز والہ کے رہنے والے اہل حدیث تھے اور تیسرے استاذ گل علی شاہ متوطن بٹالہ شیعہ تھے۔

قیاس کن دگلستان من بہار مرا

مرزا قادیانی نے اپنے تیسرے استاذ گل علی شاہ کے بارے میں یہ جھوٹ لکھا ہے کہ میرے والد نے ان کو نوکر رکھا تھا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے والد غلام مرتضیٰ ان کے دمتر خوان کے ریزہ چین تھے۔ تفصیل کے لئے (مرآۃ القادیانیہ، مؤلفہ مرزا احمد علی امرتسری ص ۲۹ ف ۳) ملاحظہ کیجئے۔

مرزا قادیانی کے اس بیان سے جہاں ان کا پہلا دعویٰ کہ: ”میں نے کسی انسان سے قرآن وغیرہ کا ایک سبق نہیں پڑھا ہے۔“ غلط ہو جاتا ہے۔ وہیں اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی کی تعلیم ناقص اور ادھوری تھی اور وہ ”نیم ملا خطرہ ایمان“ کے سچے مصداق تھے۔

انگریزی زبان میں معمولی واقفیت

انگریزی نبی کو بقول خود انگلش میں بھی الہام ہوا کرتے تھے اور نہایت فخر سے کہا

کرتے تھے کہ: ”انگریزی نہیں جانتا۔ اس کوچہ سے بالکل نادانف ہوں۔ ایک فقرہ تک مجھے معلوم نہیں۔ مگر خرق عادت کے طور پر اس زبان میں بھی مجھے الہام ہوتے ہیں۔“

(نزدول اسحٰب ص ۱۳۸، خزائن ج ۱۸ ص ۵۱۶)

لیکن آنجنہانی کا یہ دعویٰ بھی دروغ مصلحت آمیز پر مبنی تھا۔ کیونکہ انہوں نے سیالکوٹ میں دوران ملازمت انگریزی کی دوا ایک کتابیں سہ سہا سبھا پڑھی تھیں اور اسی کے نتیجے میں انگریزی کے ٹوٹے پھوٹے جملے بول اور لکھ لیا کرتے تھے۔ میاں بشیر احمد لکھتے ہیں۔ ”مولوی الہی بخش ڈسٹرکٹ انسپکٹر نے منشیوں کے لئے ایک انگریزی کا مدرسہ قائم کیا تھا۔ ڈاکٹر امیر شاہ پنشنر معلم تھے۔ حضرت مسیح موعود نے بھی انگریزی کی دوا ایک کتابیں پڑھیں۔“

(سیرت الہدی ج ۱ ص ۱۵۵، روایت نمبر ۱۵۰)

پکھری کی منشی گیری

پکھری سیالکوٹ کی ملازمت بھی انگریزی نبی کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی حکومت نے مرزا غلام مرتضیٰ کے لئے تاحین حیات سات سو روپے سالانہ کی پنشن مقرر کر دی تھی۔ اس پر خاندان کے گذر بسر کا مدار تھا۔ ایام شباب میں ایک مرتبہ مرزا قادیانی نے اس رقم کو وصول کر کے عیش کوشیوں اور جوانی کی رنگ رلیوں میں اڑا دی۔ بعد میں ہوا دھوس کا نشہ جب کچھ اتر ا تو یہ شرمندگی دامن گیر ہوئی کہ کون سامنے لے کر گھر جائیں۔ اس لئے قادیان واپس آنے کے بجائے سیالکوٹ چلے گئے اور وہیں اپنے کتب کے ساتھی لالہ بیہم سین کی سعی و کوشش سے پندرہ روپے ماہانہ پر پکھری میں منشی مقرر ہو گئے۔

عہد ملازمت

مرزا زادے بشیر احمد لکھتے ہیں کہ: ”مرزا صاحب نے دوران ملازمت اپنا دامن رشوت ستانی سے ملوث ہونے نہیں دیا۔“ لیکن مرزا کے اکثر واقف کا اطلاع دیتے ہیں کہ انہوں نے بڑا مہ ملازمت دل کھول کر رشوتیں لیں۔ چنانچہ مرزا احمد علی شیعی اپنی کتاب دلیل العرفان میں لکھتے ہیں کہ منشی غلام احمد امرتسری نے اپنے رسالہ ”کناح آسانی کے راز ہائے پنہانی“ میں لکھا تھا کہ مرزا قادیانی نے زمانہ محری میں خوب رشوتیں لیں۔ یہ رسالہ مرزا قادیانی کی وفات سے آٹھ سال پہلے ۱۹۰۰ء میں شائع ہو گیا تھا۔ مگر مرزا قادیانی نے اس کی تردید نہیں کی۔

مقدمہ بازی کا مشغلہ

آنجہانی مرزا نے ٹنٹی سے مختار بن جانے کی ہوس میں سیالکوٹ کے زمانہ قیام میں مختاری کا امتحان بھی دیا تھا۔ استعداد کی کمی کی بناء پر اس امتحان میں ناکام رہے اور مختاری کے منصب پر فائز ہونے کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ پھر بھی اتنا فائدہ تو ضرور ہوا کہ قانون مروجہ کی موٹیا کٹیوں سے کسی حد تک واقف ہو گئے۔ چنانچہ مختاری کے امتحان میں ناکامی اور ٹنٹی گیری کی نوکری سے دلبرداشتہ ہو کر جب قادیان واپس لوٹے تو ان کے والد نے خاندانی مقدمات کی پیروی کی خدمت ان کے سپرد کر دی۔ مرزا قادیانی خود بتاتے ہیں کہ: ”میرے والد صاحب اپنے بعض آباؤ اجداد کے دیہات دوبارہ حاصل کرنے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے لگا دیا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔“ (کتاب البریہ ص ۱۵۱، خزائن ج ۳ ص ۱۸۲ حاشیہ)

مقدمہ بازی میں مرزا قادیانی کی اس قدر شغف تھا کہ خواب بھی دیکھتے تو اسی کا جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں: ”ہمارا ایک مقدمہ موروثی اسامیوں پر تھا۔ مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ اس مقدمہ میں ڈگری ہو گئی۔“ (تذکرہ ص ۸۰۷، طبع سوم)

اسی طرح کے ایک خواب کا تذکرہ (تزیان القلوب ص ۳۷، خزائن ج ۱ ص ۲۰۶ حاشیہ) پر

بھی کیا ہے۔

اپنے شرکاء کی اراضی پر غاصبانہ قبضہ

آنجہانی مرزا قادیانی کے تحریری بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد غلام مرتضیٰ اور ان کے بھتیجوں و دیگر اقرباء کی کچھ زمین سکھوں نے اپنے عہد حکومت میں ضبط کر لی تھی۔ جسے انگریزی عہد سلطنت میں بذریعہ عدالت انہوں نے دوبارہ واگذار کرایا۔ بعد میں اس زمین پر آنجہانی مرزا قادیانی اور ان کے بھائی غلام قادر بلا شرکت غیرے قابض و متصرف ہو گئے اور دیگر حقدار رشتہ داروں کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔ بالآخر ان حقداروں نے مرزا اعظم بیگ لاہوری پشتر اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر کے تعاون سے عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور مرزا قادیانی کے علی الرغم بذریعہ عدالت اپنا حصہ حاصل کر لیا۔ غم نصیب حقداروں کی اس اعانت پر مرزا اعظم بیگ کی شکایت کرتے ہوئے آنجہانی لکھتے ہیں: ”میرے والد کے انتقال کے بعد مرزا اعظم بیگ لاہوری نے شرکائے ملکیت قادیان کی طرف سے مجھ پر اور میرے بھائی مرحوم مرزا غلام قادر پر مقدمہ دخل ملکیت کا عدالت ضلع میں دائر کر دیا اور میں بظاہر جانتا تھا کہ ان شرکاء کو ملکیت سے کچھ غرض نہیں۔“

کیونکہ وہ ایک گم گشتہ چیز تھی جو سکھوں کے وقت میں نابود ہو چکی تھی اور میرے والد نے تنہا مقدمات دائر کر کے اس ملکیت اور دوسرے دیہات کی بازیافت کے لئے آٹھ ہزار روپیہ کے قریب خرچ و خسارہ اٹھایا تھا۔ وہ شرکاء ایک پیسہ کے بھی شریک نہیں تھے۔“

(مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۳۲)

تلاش شہرت اور مناظرانہ سرگرمیاں

آنجنہانی مرزا قادیانی اپنے خانگی حالات سے بہت دل برداشتہ تھے اور شب و روز اسی خیال میں غلطاں و بیچاں رہتے تھے کہ خاندانی زوال کا مداکس طرح کیا جائے۔ مختاری کے ایوان میں باریابی کی توقع اٹھ چکی تھی۔ فوج یا پولیس کی ملازمت سے قلت تنخواہ کی بناء پر کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ تجارتی کاروبار سے سرمایہ کی کمی اور نا تجربہ کاری کی وجہ سے قاصر تھے۔ اس لئے اب لے دے کر صرف یہی ایک صورت باقی رہ گئی تھی کہ خادم اسلام کی حیثیت سے زندگی کے میدان میں نمودار ہوں اور اس راہ سے شہرت و دولت حاصل کریں۔ چنانچہ اپنے مکتب کے ساتھی اور قدیم رفیق مولوی محمد حسین بٹالوی کے مشورہ سے قادیان کے بجائے لاہور کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور آریوں و پارویوں سے مذہبی چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی، فشی الہی بخش اکاؤنٹس، بابو عبدالحق اکاؤنٹس، حافظ محمد یوسف ضلع دار و غیرہ اس کام میں ان کے معاون بنے اور ہر مجلس، محفل میں یہ حضرات مرزا قادیانی کی قابلیت اور بزرگی کا چرچا کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند ماہ ہی کے اندر مرزا قادیانی مناظر اسلام کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔ چونکہ ابھی تک انہوں نے مہدویت مسیحیت وغیرہ کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اس لئے ہر مسلمان ان کو عزت و عقیدت کی نگاہ سے دیکھنے لگا اور علمائے دین بھی ان کے ساتھ تعاون و اشتراک کو دینی خدمت سمجھتے رہے۔ شہرت کے اس مقام بلند پر پہنچنے کے بعد لاہور کے قیام کو غیر ضروری سمجھ کر مرزا قادیانی وطن مالوف قادیان واپس آ گئے اور یہیں سے مناظرانہ اشتہار بازیوں کا سلسلہ جاری رکھا۔

مرزا قادیانی ایک عارف کامل کے روپ میں

مذہبی مناظروں کی بدولت مرزا قادیانی کو جو شہرت حاصل ہو گئی تھی وہ ہر قسم کے دام تزییر کے کامیاب بنانے کی ضامن تھی۔ چنانچہ اس شہرت سے نفع حاصل کرنے اور اس کے ذریعہ مستقبل کو سنوارنے کی غرض سے مرزا قادیانی نے باخدا صوفی کا سوا رنگ رچایا اور ونوی کا رد ہار سے بظاہر منقطع ہو کر خلوت نشین ہو گئے۔ وظائف و عملیات کی کتابوں کا مطالعہ کر کے بغیر کسی مرشد و شیخ کی رہنمائی کے عملیات و وظائف شروع کر دیے۔ علاوہ ازیں راتوں کو قادیان سے باہر جا کر

خندق میں جا بیٹھے اور جادو کے عمل پڑھا کرتے۔ ساتھ ہی اس زمانہ میں خوابوں کے ذریعہ بھی مستقبل کے حالات معلوم کرنے کی ناکام کوشش کرتے اور اس سلسلے میں شب و روز مطبوعہ تعبیر ناموں کی ورق گردانی میں مصروف رہتے۔ اس زمانہ میں ان کا معمول یہ بھی تھا کہ اپنے خواب دوسروں کو سنایا کرتے اور دوسروں کے خوابوں کی تعبیر خواب ناموں کی ورق گردانی کی مدد سے بتانے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ مرزا زادے میاں بشیر احمد کا بیان ہے ”جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو گھر کی عورتوں، بچوں اور خادماؤں تک سے پوچھا کرتے تھے کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے دیکھا ہوتا تو اسے بڑے غور سے سنتے تھے۔“

(سیرت المہدی ج ۲ ص ۶۲، روایت نمبر ۳۸۰)

نبی افرنگ مراق کے شکار تھے

مراق یعنی مانگو لیا، دیوانگی کی ایک قسم ہے۔ مرزا قادیانی کے خلیفہ اعظم حکیم نور الدین لکھتے ہیں۔ ”مانگو لیا جنوں کا ایک شعبہ ہے اور مراق مانگو لیا کی ایک شاخ ہے۔“

(بیاض نور الدین ج ۱ ص ۱۱)

طب کی مشہور کتاب شرح اسباب میں ہے: ”نوع من المالیخولیا یسمی

المراق“ (شرح اسباب ج ۴ ص ۷۷)

مانگو لیا کی ایک قسم مراق ہے۔ اس مرض کا مریض اگر کچھ پڑھا لکھا ہوتا ہے تو خدائی نبوت، غیب دانی وغیرہ کا دعویٰ کرنے لگتا ہے۔ ”اگر مریض دانشمند ہووے یا شد دعوائے پیغمبری و کرامت کند سخن از خدائی گوید و خلق را دعوت کند۔“ (اکسیر اعظم ج ۱ ص ۱۸۸)

اگر مراق کا مریض ذی علم ہو تو پیغمبری اور کرامت کا دعویٰ کرتا ہے اور خدائی کی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اپنی رسالت کی دعوت دیتا ہے۔ یہ ایسا مرض ہے جس سے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو قطعی طور پر محفوظ رکھا گیا ہے۔ لیکن نبی افرنگ بقول خود دیگر بہت سے امراض کے ساتھ اس دماغی مرض کے بھی شکار تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی۔ سو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑکی اور ایک نیچے کے دھڑکی۔ یعنی مراق اور کثرت بول۔“

(رسالہ تشہید الاذہان جون ۱۹۰۶ء ص ۶، مشہد اربعین نمبر ۴ ص ۴، خزان ج ۷ ص ۷۷)

اسی طرح ایک مرزائی لکھتا ہے کہ: ”مراق کا مرض حضرت (مرزا قادیانی) میں موروثی

ٹانک دائن کا استعمال

مرزا قادیانی اپنے چہیتے مرید حکیم محمد حسین کو ایک خط میں لکھتے ہیں: ”مجی اخویم محمد حسین سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خریدیں اور ایک بوتل ٹانک دائن کی پلومر کی دکان سے خریدیں۔ مگر ٹانک دائن چاہئے اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام!“ (مخطوط امام بنام غلام ص ۵)

سودائے مرزا کے حاشیہ پر حکیم محمد علی پرنسپل طبیبہ کالج امرتسر لکھتے ہیں۔ ”ٹانک دائن کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دوکان سے ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواباً تحریر فرماتے ہیں۔ حسب ارشاد پلومر کی دوکان سے دریافت کیا گیا۔ جواب حسب ذیل ملا۔ ”ٹانک دائن ایک قسم کی طاقت ور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے بند بوتلوں میں آتی ہے۔ اس کی قیمت ساڑھے پانچ روپے ہے۔“

۲۱ دسمبر ۱۹۳۲ء

(سودائے مرزا ص ۲۹ حاشیہ)

مرزا قادیانی بحیثیت صاحب کشف

مرض مراق کے دماغ پر مسلط ہو جانے کے بعد مرزا قادیانی کے دل و دماغ کے سوتے سے الہامات کا سیل رواں پھوٹ پڑا اور اعلانات و اشتہارات کے ذریعہ اس کا خوب ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ جس کا اثر یہ نکلا کہ دور دور سے لوگ قادیان آنے لگے۔ مرزا قادیانی تقدس کا روپ دھارے اپنے بیت الفکر نامی کمرے میں لیٹے رہتے اور الہامات کی بارش ہوتی رہتی تھی اور جب الہام کی غنودگی دور ہوتی تو فوراً اسے نوٹ بک میں درج کر لیا جاتا تھا۔

(سیرت الہدی ج ۱ ص ۲۰، روایت نمبر ۲۲)

ایک ہندو لڑکا بحیثیت کاتب وحی

چونکہ سادوں کی جھڑی کی طرح الہامات کا ایک غیر منقطع سلسلہ جاری تھا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ انہیں ضبط تحریر میں لانے کے لئے ایک مستقل کاتب رکھا جائے۔ چنانچہ اس مقدس کام کی انجام دہی کے لئے ایک ہندو لڑکے کا انتخاب عمل میں آیا۔ خود مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”ان دنوں ایک پنڈت کا بیٹا شام لال نامی جو ناگری اور فارسی دونوں میں لکھ سکتا تھا۔ بطور روز نامہ نویس نوکر رکھا گیا اور بعض امور غیبیہ جو ظاہر ہوتے تھے اس کے ہاتھ سے ناگری اور فارسی خط میں قبل از وقوع لکھائے جاتے تھے اور پھر شام لال مذکور کے اس پر دستخط کرائے جاتے تھے۔“

(البشری ج ۱ ص ۱۰)

یہ ہندو لڑکا جب اڈل اڈل لو کر رکھا گیا تھا تو اس کی عمر کل بارہ سال کی تھی اور مرزا قادیانی کے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین کے بقول اس درجہ بے سمجھ اور سادہ لوح تھا کہ سو تک بمشکل شمار کر سکتا تھا۔
(مکذیب براہین ص ۳۲۸)

”جیسی وحی ویسا کاتب حق بحق و اور سید۔“

زراندوزی کی ایک اور تجویز

مرزا قادیانی نے معاشی زبوں کو دور کرنے کی غرض سے مذہبی مناظرہ اور بزرگی کا جو سوانگ رچایا تھا اس میں انہیں بڑی حد تک کامیابی مل گئی تھی اور وجل و فریب کے یہ تیر شہرت و قبولیت کے نشانہ پر ٹھیک بیٹھ گئے تھے۔ جس کی وجہ سے عوام و خواص کا ایک اچھا خاصا طبقہ ان کی جانب متوجہ ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے روپیہ بٹورنے کی ایک اور تجویز سوچی اور ”براہین احمدیہ“ کے نام سے پانچ جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم کتاب کی طباعت کا اعلان کیا اور لوگوں سے پیشگی قیمت اور امداد اعانت حاصل کرنے کی غرض سے اشتہارات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے کا پہلا اشتہار اپریل ۱۸۷۹ء میں بعنوان ”اشتہار بغرض استعانت از انصار دین محمد مصطفیٰ ﷺ الا برار تھا۔“ اس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی تحریر کیا تھا کہ ایسی بڑی کتاب کا چھپ کر شائع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنیٰ اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں۔ لہذا اخوان مؤمنین سے درخواست ہے کہ اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیاء لوگ اگر اپنے مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں گے تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی۔ ورنہ یہ مہر و خشاں چھپا رہے گا۔ یا یوں کریں کہ ہر ایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپے مع اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیج دیں۔ جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔“

(تلخ رسالت ج ۸ ص ۸، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۲)

کچھ دنوں کے بعد ایک اور اشتہار بعنوان ”اشتہار کتاب براہین احمدیہ بجهت اطلاع جمیع عاشقان صدق و انتظام سرمایہ طبع کتاب“ شائع کیا۔ اس کا مضمون بھی پہلے اشتہار کے قریب قریب تھا۔

ان اشتہارات کے ملک میں پھیلنے ہی حسب توقع روپیوں کی بارش شروع ہو گئی۔ لیکن اس بارش زر نے استغنیٰ کے مریض کی طرح ان کی طلب مال کی نفسی کو مزید بڑھا دیا۔ اس لئے مرزا قادیانی نے ۳۰ دسمبر ۱۸۷۹ء کو..... اس کی قیمت میں پانچ روپے کا اور اضافہ کر کے دس

روپے کردی اور اسی کے ساتھ اس وعدہ کا بھی اعلان کیا کہ جنوری ۱۸۸۹ء میں کتاب طبع ہو کر شائع ہو جائے گی۔
(تبلغ رسالت ج ۸ ص ۸، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۳)

چونکہ مرزا قادیانی کے بے پناہ پروپیگنڈے نے لوگوں کو کتاب مذکور کا مشتاق بنادیا تھا۔ اس لئے بڑی کثیر تعداد میں کتاب کے آرڈر آئے۔ اس مقبولیت کو دیکھ کر دو حصوں کے طبع ہو جانے کے بعد اس کی قیمت میں مزید اضافہ کر دیا اور فارغ الہال لوگوں سے دس روپے کے بجائے پچیس روپے سے لے کر سو روپے تک وصول کرنے لگے۔

(تبلغ رسالت ج ۸ ص ۲۲، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۳۳)

بد معاملگی اور سخن تراشی

آنجمنی نے ابتداء میں پانچ حصوں پر مشتمل کتاب شائع کرنے کا اعلان کیا تھا اور پانچوں حصوں کی پیشگی قیمت لوگوں سے وصول کر لی تھی۔ لیکن چار حصے شائع کرنے کے بعد اس سلسلہ کو بند کر دیا جس کی بناء پر خریداروں کو شکایت ہوئی۔ اب اس بد معاملگی پر پردہ ڈالنے کی غرض سے سخن تراشی اور الہام بازی شروع کر دی۔ چنانچہ براہین احمدیہ جلد چہارم کے آخری صفحہ پر ”ہم اور ہماری کتاب“ کے عنوان سے لکھتے ہیں: ”ابتداء میں جب یہ کتاب تالیف کی گئی تھی اس وقت اس کی کوئی اور صورت تھی۔ اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہر اور باطن حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کس اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس قدر جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام کے ظاہر کئے ہیں۔ یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں۔“
(تبلغ رسالت ج ۸ ص ۴۷، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۵۶، ۵۷)

اس توہیت و اہتمام خداوندی کے ڈھونگ کا واحد مطلب یہ تھا کہ اب میں باقی ماندہ کتاب کی طبع و اشاعت کا ذمہ نہیں لے سکتا۔ اب یہ کام خدا ہی کے سپرد ہے وہ چاہے تو طبع کرائے یا نہ طبع کرائے میری کوئی ذمہ داری نہیں۔

الٹا چور کو تو ال کو ڈانٹے

مرزا قادیانی لوگوں کی پیشگی رقیں شیر مادر کی طرح ہضم کر گئے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کو شکایتیں ہوئیں اور مرزا قادیانی کی بد معاملگی کا چرچا برسر عام ہونے لگا تو انہیں فکر لاحق ہوئی کہ شکوہ و شکایات کا یہ سلسلہ پونہی جاری رہا تو ایک عرصہ کے جنن کے بعد تقدس کا چوسکہ بنایا گیا تھا کہیں عقیدہ مندوں کے دلوں سے زائل نہ ہو جائے۔ اس لئے یکم مئی ۱۸۹۳ء کو آٹھ صفحات کا ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں لکھا کہ: ”مجھے ان مسلمانوں پر نہایت افسوس ہے کہ جو

اپنے پانچ یا دس روپے کے مقابل پر ۲۶ جزدوں (۵۶۲ صفحات) کی ایسی کتاب پا کر جو معارف اسلام سے بھری ہوئی ہے۔ ایسے شرمناک طور پر بدگوئی اور بدزبانی پر مستعد ہو گئے کہ گویا ان کا رویہ کسی نے جھین لیا یا ان پر کوئی قزاق آ پڑا اور گویا وہ ایسی بے رحمی سے لوٹے گئے کہ اس کے عوض میں ان کو کچھ نہیں دیا گیا اور ان لوگوں نے زبان درازی اور بدظنی سے اپنے نمہ اعمال کو سیاہ کیا کہ کوئی دقیقہ سخت گوئی کا باقی نہ رکھا۔ اس عاجز کو چور زور دیا گیا، مکار ٹھہرایا، مال مردم خور کر کے بدنام کیا، حرام خور کہہ کر نام لیا، دعا باز نام رکھا اور اپنے پانچ روپے کے غم میں سیا پا کیا کہ گویا تمام گھران کا لوٹا گیا۔“ (تلخ رسالت ج ۳ ص ۳۳، مجموعہ اشہارات ج ۱ ص ۳۰۶)

وعدہ خلافی

مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کی بیہوشی قیمت وصول کرتے وقت یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ اس کتاب میں حقانیت اسلام کے تین سودا لک درج کئے جائیں گے۔ لیکن وعدہ کے مطابق ایک دلیل بھی پوری نہیں کی۔ چنانچہ مرزا زاوے میاں بشیر احمد لکھتے ہیں: ”تین سودا لک جو آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے لکھے تھے۔ ان سے صرف ایک ہی دلیل بیان ہوئی اور وہ بھی نامکمل طور پر۔“ (سیرت المہدی ج ۱ ص ۱۱۲، روایت نمبر ۱۲۳)

یہ ہے آنجنابی مرزا غلام احمد قادیانی نئی افرنگ کی تریں سالہ داستان حیات کا مختصر بیان جو ان کی تصنیفات یا ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے اور دیگر مرزائی مآخذوں کو سامنے رکھ کر پیش کی گئی ہے۔ قارئین اسے پڑھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آنجنابی جیسے کردار و اخلاق کا شخص شریف انسان کہے جانے کے بھی قابل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ وہ لہجہ، محدث، مہدی موعود، مسیح زمان یا نبی ہو۔ سبحانک هذا بہتان عظیم!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ استقبالیہ

از حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی رسولہ سیدنا

ومولانا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین • اما بعد!

اللہ تعالیٰ جل شانہ کے انعامات کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ آج خدام

دارالعلوم کی حقیر دعوت پر لبیک کہنے والا ایک منتخب اجتماع سرزمین دیوبند کی رونق میں اضافہ کر رہا ہے جس میں ہر طبقہ اور ہر سمت کے گرامی قدر علماء تشریف فرما ہیں۔ خداوند قدوس کا احسان عظیم ہے کہ اس دعوت کو شرف قبولیت سے نوازنے والے صرف ہندوستان کے علماء نہیں بلکہ بیرون ہند کے ارباب علم و دین بھی ہیں جن کو دیکھ کر حضور پاک ﷺ کے ارشاد بیعتت الی الاسود والاحمر کی عملی تفسیر نگاہوں میں محسوس جاتی ہے۔

اس ایمان پرورد اور روح افزا موقع پر ہم خدام دارالعلوم ضروری سمجھتے ہیں کہ اپنے تمام مہمانوں کا صرف رسمی نہیں بلکہ بصمیم قلب شکریہ ادا کریں کہ انہوں نے خالص لوجہ اللہ و دروازہ کے سفر کی صعوبت برداشت فرما کر تشریف آوری کی زحمت گوارا فرمائی اور خدام دارالعلوم کو یہ موقع بہم پہنچایا کہ مسائل پر تبادلہ خیال کر کے ملت اسلامیہ کے سفینہ کو عصر حاضر کے طوفانوں میں ساحل مقصود تک پہنچانے کی جدوجہد کو تیز کر سکیں۔

مہمانان محترم! دارالعلوم کی دعوت پر اس قابل رشک پذیرائی کا یہ منظر سرزمین دیوبند نے بار بار دیکھا ہے اور اس طرح کی بہاریں اپنی جلوہ سامانیوں کے ساتھ بار بار جلوہ زیز رہ چکی ہیں اور آج پھر الحمد للہ! یہ بہار پورے آب و تاب کے ساتھ رونق افروز ہے اور ہم اس قافلہ بہار کے جلو میں برگزیدہ علماء فرزندان قدیم اور اپنے محسنین و معاونین کا استقبال کر رہے ہیں۔

فالحمد لله على ذلك!

گرامی مرتبت حاضرین کرام! اس مبارک اور مسعود موقع پر دارالعلوم اور اس کے مسلک سے متعلق یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم روزِ اوّل سے الحمد للہ! اسی تہذیبی، علمی، اور عملی وراثت کا امین ہے جو اسے عہد خیر القرون سے قریب بعد قرن پہنچی ہے۔ امت مسلمہ پر چودہ صدیاں بیت جانے کے باوجود بھی دارالعلوم علم و عمل کے لحاظ سے اسی عہد خیر القرون کا نمونہ ہے۔ ہمارے یہاں سب سے باکمال وہ ہے جو زمانہ کی دور دراز مسافتوں اور زمان و مکان کے فاصلوں کو طے کر کے اسی مجلس نبوت میں حاضر ہو جائے۔ جس سے حضرات صحابہ کرام مستفید ہوئے تھے۔ غیر متزلزل یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ حضور پاک ﷺ نے امت کے فرقہ ناجیہ کی جو علامت ”نا اننا علیہ واصحابی“ بیان فرمائی تھی وہ الحمد للہ! پوری طرح دارالعلوم اور اس کے مسلک پر منطبق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم کی آغوش میں جن مایہ ناز عناصر نے پرورش پائی ہے وہ نہ صرف برصغیر ہندوپاک بلکہ پوری ملت اسلامیہ کے صالح ترین عناصر کہلانے کے مستحق ہیں۔ نیز یہ کہ ان صالح عناصر کے ذریعہ دین و ملت کی جو گراں قدر

خدمات انجام پائیں ان کی وجہ سے یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہے کہ دارالعلوم علم و عمل کا صرف محور نہیں بلکہ منبع اور سرچشمہ ہے اور گزشتہ صدی کا تجدیدی کارنامہ اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل و کرم سے دارالعلوم اور اس کے فرزندانوں کے ذریعہ انجام دلایا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ اس تجدیدی کارنامہ کی انجام پذیری کی وجہ یہ ہے کہ علمی و عملی طور پر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد قرآن مجید اور سنت پاک پر استوار ہوئی ہے۔ پھر جو روشنی قرآن کریم اور حدیث پاک کے ذریعہ دل و دماغ پر مستولی رہی اس نے احسان و سلوک اور فقہ و فتاویٰ کی شکل میں پوری ملت اسلامیہ کے لئے رہبری اور رہنمائی کی خدمت انجام دی۔ چنانچہ رجال دارالعلوم کے ذریعہ پیش آمدہ مسائل میں جو رہنمائی قرآن و سنت اور اجماع و قیاس کی روشنی میں کی گئی وہ الحمد للہ اتنی جامع اور مکمل ہے کہ اگرچہ گزشتہ صدی اپنی مادی اور صنعتی ترقی کے لحاظ سے بہت اہم اور تاریخ انسانیت میں سب سے زیادہ انقلاب انگیز ہے۔ لیکن انسانیت اور مسلمانوں کا ایک مسئلہ بھی ایسا نہیں بتلایا جاسکتا ہے جس کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں پیش نہ کر دیا گیا ہو۔ اس باب میں بلا مبالغہ ہدایت کا کوئی رخ ایسا نہیں ہے جہاں باری تعالیٰ نے دارالعلوم کے ہاتھوں مشعلیں اور منارے قائم نہ فرمادیئے ہوں اور اسی طرح ضلالت و گمراہی کا کوئی بیج و خم ایسا نہیں ہے جہاں دارالعلوم کے ذریعہ صراطِ مستقیم کی تعیین نہ کرادی ہو۔

سامعین عالی مقام

دارالعلوم نے اپنے قیام کے روزِ اوّل سے صراطِ مستقیم کی تعیین اور غلط راستوں کی تغلیط کو اپنا نصب العین بنایا ہے دارالعلوم کا قیام جن حالات میں عمل میں آیا تھا اس وقت عیسائیت کے فردخ کا ایک ایسا فتنہ اٹھا ہوا تھا جس نے تقریباً پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ محمد اللہ! اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے دارالعلوم کا قدم آگے بڑھا اور مناظرہ و تقریر اور قلم و تحریر کے ہر میدان میں عیسائیت کے مبلغین کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ اس موضوع پر ہزاروں صفحات فرزندِ ان دارالعلوم کے قلم سے نکلے اور اس کے باوجود کہ حکومت و اقتدار کی تمام طاقتیں اس فتنہ کی پشت پناہی کر رہی تھیں۔ مگر دارالعلوم کے اہل حق مجاہدین نے برق بے اماں بن کر ان کی تمام پناہ گاہوں کو خاکستر کر دیا۔ اسی فتنہ کے پہلو بہ پہلو توحید کی تعلیم سے محروم کرنے کے لئے آریائی یا شدمی تحریک وجود میں آئی۔ یہ مسلمانوں کو صراطِ مستقیم سے منحرف کرنے کی خطرناک اور زبردست سازش تھی۔ لیکن اس میدان میں بھی فرزندِ ان دارالعلوم نے اپنا فرض منصبی پوری طرح ادا کیا اور اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے تاریخ کے گورستان میں دفن کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس سلسلے میں

فضلاء دارالعلوم کی سینکڑوں تصانیف آج بھی کتب خانہ اسلام کی زینت ہیں۔

فتنہ قادیانیت

ان زبردست فتنوں کے علاوہ انگریز کی جانب سے مسلمانوں کے اندرون میں متعدد فتنے برپا کرائے گئے۔ جن میں سب سے اہم فتنہ قادیانیت کا تھا۔ اس فتنہ نے سیاسی، علمی اور اعتقادی طور پر خلفشار پیدا کیا۔ اس فتنہ کی طرح تو تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں پڑ گئی تھی۔ لیکن مرزا قادیانی نے ۱۳۰۱ھ میں براہین احمدیہ کے ۴ حصے شائع کر کے اپنے زلیغ و ضلال کو طشت ازبام کر دیا تو علماء نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں ابتداء اگرچہ علمائے لدھیانہ و امرتسر مولانا غلام علی امرتسریؒ، مولانا احمد اللہ امرتسریؒ، حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا محمد اسماعیل لدھیانویؒ اور مولانا غلام دنگیر قصوریؒ نے کی۔ مگر اکابر دارالعلوم کا کارنامہ اس سلسلے میں محیر العقول ہے کہ وہ محسن الہامی طور پر فتنے کے وجود سے پہلے ہی پیش بندی فرما رہے ہیں۔

جماعت دیوبند کے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی قدس سرہ کے بارے میں یہ معلوم کر کے حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی گوجار مقدس میں قیام نہ فرمانے دیا اور ایک بڑے فتنہ کی پیشین گوئی فرماتے ہوئے انہیں ہندوستان آنے پر مجبور فرمایا۔ مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ کے علاوہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی کے دوسرے خلفاء حضرت مولانا احمد حسن صاحب امر وہیؒ، حضرت مولانا انوار اللہ صاحب حیدر آبادیؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیری قدس سرہ اہم وغیرہ بھی اس فتنہ کی سرکوبی میں پوری طرح سرگرم ہیں۔ ان خلفاء گرامی قدر میں اگرچہ بعض حضرات کا کارنامہ تاریخی اعتبار سے کچھ بعد ہی میں سامنے آیا۔

لیکن اس کو حضرت حاجی صاحب کی نسبت سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ پیر مہر علی صاحب گولڑوی کو تو حضرت حاجی صاحب نے بطور خاص اس فتنہ کی تردید کی طرف متوجہ فرما کر ہندوستان بھیجا تھا۔

حضرت مولانا احمد حسن صاحب امر وہیؒ اور حضرت مولانا انوار اللہ صاحب حیدر آبادیؒ قدس سرہا بھی ابتداء ہی میں سامنے آ گئے ہیں۔ حضرت محدث امر وہیؒ نے تو مرزا کو مناظرہ و مبالغہ کا چیلنج بھی دیا تھا۔

اور حضرت مولانا محمد علی موکیرمیؒ کا کام زمانہ کے اعتبار سے مؤخر سہی لیکن وہ ایک طاقتور تحریک کی صورت میں سامنے آیا اور اس نے باطل کے اس سیلاب پر بند باندھنے کا کام انجام دیا۔

قبل از وقت حنبلیہ میں اکابر دارالعلوم میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہ تہا نہیں ہیں۔ بلکہ اس سلسلہ میں دوسرا نام جیہ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ کا ہے کہ انہوں نے فتنہ کی نقاب کشائی سے پہلے اس موضوع پر تحذیر الناس جیسی اہم مدلل اور قیمتی کتاب تصنیف فرمائی جو ردِ قادیانیت کے موضوع پر راہنما اور راہبر کا کام انجام دے رہی ہے۔ پھر مناظرہ عجیبہ میں ان کا یہ فیصلہ بالکل الہامی زبان میں نقل ہوا ہے۔ ”انہا دین و ایمان ہے۔ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی ﷺ کے ہونے کا احتمال نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔“ (مناظرہ عجیبہ ص ۱۰۳)

پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل اذواء کے پہلے ہی سال ۱۳۰۱ھ میں جب مرزا قادیانی نے اپنے الہامات کو وحی الہی کی حیثیت سے براہین احمدیہ میں شائع کیا تو علماء لدھیانہ نے اس کی تکفیر کی۔

اس وقت تک حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قدس سرہ کو اس دجل و فریب سے پوری واقفیت نہ تھی۔ اس لئے کچھ لوگوں نے جو مرزا قادیانی سے حسن ظن رکھتے تھے۔ علماء لدھیانہ کی مخالفت میں حضرت گنگوہیؒ سے فتویٰ منکالیا۔ لیکن علماء لدھیانہ اسی سال جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں جلسہ دستار بندی کے موقع پر دیوبند تشریف لائے اور قادیانی کے مسئلہ میں حضرت گنگوہیؒ اور دوسرے علماء دیوبند سے بالمشافہ گفتگو فرمائی۔ گفتگو کے بعد دارالعلوم کے سب سے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی قدس سرہ نے جو تحریر مرتب فرمائی وہ یہ ہے۔

”یہ شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) میری دانست میں لاندہب معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ معلوم نہیں اس کو کس روح سے اوسیت ہے۔ مگر اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت اور علاقہ نہیں رکھتے۔“

(ریس قادیان ج ۲ ص ۱۰)

اس کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے بھی مرزا قادیانی کے بارے میں وہ موقف اختیار فرمایا جو اس کے باطل عقائد کی رو سے ضروری تھا۔ کسی نے سوال کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات متعلق بہ وفات عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ ہیں ظاہر ہے پس اس مرزائی جماعت کا اپنی

مساجد میں نہ آنے دینا اور ان کے ساتھ نماز میں شریک ہونے سے تنفر رکھنا کیسا ہے؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا۔

”مرزا قادیانی گمراہ ہے۔ اس کے مرید بھی گمراہ ہیں۔ اگر جماعت سے الگ ہیں اچھا ہے جیسا رافضی، خارجی کا الگ رہنا اچھا ہے۔ ان کی واہیات مت سنو، اگر ہو سکے اپنی جماعت سے خارج کر دو۔ بحث کر کے ساکت کرنا اگر ہو سکے ضرور ہے۔ ورنہ ہاتھ سے ان کو جواب دو اور ہرگز فحوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آیات سے ثابت نہیں وہ بکتا ہے اس کا جواب علماء نے دے دیا ہے۔ مگر گمراہ ہے۔ اپنے اغواء اور اضلال سے باز نہیں آتا۔ حیاء اس کو نہیں کہ شرمائے۔“

اس کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرہ نے مرزا قادیانی کو مرتد، زندیق اور خارج اسلام قرار دیا اور چونکہ حضرت اقدس بی جماعت دیوبند کے سید الطائفہ تھے اور ان کا فتویٰ گویا پوری جماعت کا اجماعی فیصلہ تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی حضرت اقدس کے فتویٰ کی ضرب کاری کو زندگی کے آخری سانس تک نہ بھلا سکا اور حضرت اقدس کے بارے میں حسب عادت فحاشی پر اتر آبا۔

اس زمانہ میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب امر دہلی اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امر دہلی نے زبان و قلم کی پوری طاقت اس کے لئے وقف کر دی اور مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے مولانا غلام دستگیر قصوری کے استفاء پر ۱۳۰۲ھ میں مرزا قادیانی کو مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر علمائے حرمین سے اس کی تصدیق کرائی اور یہ فتویٰ مرزا قادیانی کی بڑھتی ہوئی آغوش کی مؤثر کاٹ ثابت ہوا۔ اس کے بعد ۱۳۰۷ھ میں مولانا محمد حسین بنالوی کے استفاء کے جواب میں تمام علماء ہندوستان نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی جس میں اکابر دیوبند میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے رقم فرمایا: ”مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تاویلات فاسدہ اور مضوات باطلہ کی وجہ سے دجال، کذاب اور طریقہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔“

حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے تحریر فرمایا: ”جالی یا گمراہ کے سوا ایسے عقائد کا معتقد کوئی نہیں ہو سکتا۔“

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب نے رقم فرمادیا: ”قادیانی اور اس کے پیرو جو اعتقاد رکھتے ہیں وہ بلا شک الحاد اور شریعت کا ابطال ہے۔“

حضرت مولانا غلیل احمد صاحب سہارنپوری نے ارشاد فرمایا: ”ان عقائد کا مخترع ضال، مضل بلکہ دجالہ میں راس رکھیں ہے۔“

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے تحریر فرمایا: ”ایسے عقائد کا معتقد کتاب اللہ کی بنیادوں کو منہدم کرنے والا ہے۔“

اس کے بعد ۱۳۰۸ھ میں جب مرزا قادیانی کی کتابیں ”فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام“ شائع ہوئیں۔ جس میں وفات مسیح کا دعویٰ کر کے اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان کیا گیا تھا تو علماء رباقین غم ٹھونک کر میدان میں آ گئے اور سارا ہندوستان مرزا قادیانی کی تردید کے غلغلوں سے گونجنے لگا۔ اسی زمانہ میں حضرت مولانا اسماعیل صاحب علی گڑھیؒ نے کام شروع فرمایا۔ جگہ جگہ مناظروں میں مرزائیوں کو شکست فاش دی جانے لگی۔

شعبان ۱۳۲۱ھ میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب قدس سرہ نے البرہان نامی رسالہ شاہجہاں پور سے جاری کیا جو تقریباً دو سال تک تاریکیوں کی شب میں تویر سحر کا کام انجام دیتا رہا۔

۱۳۲۷ھ میں نواب حامد علی خاں والی ریاست رامپور کے زیر اہتمام عظیم الشان تاریخی مناظرہ ہوا۔ جس میں حضرت مولانا احمد حسن صاحب امر وئیؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امر تسری کے باطل دشمن دلائل اور بیانات سے قادیانیت لرزہ بر اندام ہو گئی اور ۱۳۲۹ھ میں حضرت مولانا محمد علی مونگیری قدس سرہ کی زیر سرکردگی وہ تاریخی مناظرہ ہوا۔ جس میں چالیس علماء کرام نے شرکت فرمائی۔ جن میں حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوریؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور دوسرے اکابر دیوبند شریک ہوئے اور اس مناظرہ میں مرزائیوں کی شکست فاش نے ان کی کمر توڑ دی۔

پھر اس کے بعد ۱۳۳۱ھ میں مولانا محمد سہول صاحبؒ مفتی دارالعلوم دیوبند کے قلم سے ایک مفصل فتویٰ کی ترتیب عمل میں آئی۔ اس مفصل فتویٰ میں پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و عقائد کو اسی کی کتابوں سے نقل کیا گیا تھا۔ پھر لکھا گیا تھا۔ ”جس شخص کے ایسے عقائد و اقوال ہوں اس کے خارج از اسلام ہونے میں کسی مسلمان کو خواہ جاہل ہو یا عالم تردید نہیں ہو سکتا۔ لہذا مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے جملہ متبعین درجہ بدرجہ مجرّم، زندیق، ملحد، کافر اور فرقہ ضالہ میں یقیناً داخل ہیں۔“

اس فتویٰ پر حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت علامہ کشمیریؒ اور دوسرے مشاہیر علماء کے دستخط ہیں۔ حضرت شیخ الہند قدس سرہ نے اس فتویٰ پر دستخط کے ساتھ یہ الفاظ مزید قلمبند فرما کر اپنی مہر لگائی ہے۔

”مرزا علیہ السلام کے عقائد و اقوال کا کفریہ ہونا ایسا بدیہی مضمون ہے کہ جس کا انکار کوئی منصف فہم نہیں کر سکتا۔ جنکی تفصیل جواب میں موجود ہے۔“

بندہ محمود غنی عنہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند!

حضرت شیخ الہند اگرچہ انگریز کی ذریت (قادیانی ٹولہ) سے نہیں بلکہ براہ راست قادیانی نبوت کے خالق (انگریز بہادر) سے نکلے رہے تھے۔ لیکن ذریت برطانیہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا اور اپنے نابھہ روزگار تلامذہ (جن کی فہرست بڑی طویل ہے) کو اس جانب متوجہ فرمایا۔ جنہوں نے اس موضوع کو اپنی خدمت کا جولا نگاہ بنایا۔ محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، شیخ الادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب، حضرت مولانا عبدالمسیح صاحب انصاری، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری، حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری اور حضرت مولانا محمد عالم آسی امرتسری نے تحریر و تقریر کے ذریعہ حریم ختم نبوت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیا۔ لیکن ان اکابر کی خدمات کی فہرست میں حجتہ اللہ فی الارض حضرت علامہ انور شاہ کشمیری اور قاضی قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا کارنامہ سب سے زیادہ نمایاں اور ممتاز ہے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اگرچہ مسائل فقہ میں حضرت شیخ الہند کے مسلک پر نہ تھے مگر ختم نبوت کے لئے آپ کے ارشاد پر جان چھڑکتے تھے۔ حضرت شیخ الہند نے آپ کے ذریعہ پورے حلقہ اہل حدیث میں مرزا ایت کے خلاف بیداری پیدا کر دی اور مولانا امرتسری نے مولانا ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا داؤد غزنوی کو بھی اس پلیٹ فارم پر لا کھڑا کر دیا۔ ادھر حضرت علامہ کشمیری نے اپنے علم و قلم اور تلامذہ کی پوری طاقت اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے وقف کر دی اور رد قادیانیت کی تقریب سے اصول دین اور اصول تکفیر کی وضاحت پر ایسا قیمتی سرمایہ تیار فرمایا کہ قیامت تک اس طرح کے فتنوں کی سرکوبی کے لئے امت اس سے روشنی حاصل کرتی رہے گی۔ حضرت علامہ کشمیری کے تلامذہ میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری، حضرت مولانا ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی، حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، حضرت

مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا چراغ محمد صاحبؒ کو جرنالوالہ، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، حضرت مولانا ابوالوفاء شاہ جہان پوریؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا شمس الحق انصاریؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانیؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمیؒ اور دوسرے جلیل القدر علماء نے اس فتنہ کا بھرپور تقاب کیا۔ ہندوستان کے طول و عرض میں قریہ قریہ گھوم کر حق کی وضاحت کی اور اس موضوع کے ہر پہلو پر اتنا لٹریچر تیار کر دیا کہ اس کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں ہے۔ فخر اہم اللہ عنا وعن سائر المسلمین!

تقسیم ہند کے بعد اس فتنہ نے سرزمین پاکستان کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تو وہاں بھی علماء دیوبند اور متبعین دیوبند نے تمام طاقتیں اس حریم مقدس کی حفاظت کے لئے وقف فرمادیں۔ تاہم قادیانیت تاریخ انسانیت میں ایک بہتان اور افتراء بن کر رہ گئی اور یہ کام خدا کے فضل و کرم سے تکمیل تک پہنچ گیا۔

مجاہدین قوم

علماء کرام کی جدوجہد سے قادیانیوں کو مرتد اور غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد اب قادیانیوں نے ایسے مقامات کو منتخب کیا ہے۔ جہاں انہیں اس سلسلہ میں سیاسی طور پر فرصت مہیا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اب ہندوستان میں بھی ان کی سرگرمیوں میں تیزی آ گئی ہے۔ جگہ جگہ مراکز قائم ہو رہے ہیں۔ کانفرنسیں منعقد کی جا رہی ہیں اور اس فتنہ نے از سر نو مختلف انداز پر کام شروع کر دیا ہے۔ تعلق آباد دہلی میں مرزائیوں نے ایک وسیع و عریض جگہ خرید کر وہاں اپنا مرکز قائم کر لیا ہے۔ خرید کردہ زمین کا احاطہ بنالیا گیا ہے اور عارضی طور پر ایک مسجد ضرار (بیت الخیاطین) کی بنیاد ڈال کر اسلامی احمدی تبلیغی مشن کا بورڈ لگا دیا گیا ہے۔ بمبئی و دکنہ میں ان کے مراکز پہلے سے قائم ہیں جن کی تجدید کر کے طاقتور بنایا جا رہا ہے۔ میرٹھ میں بھی ایک دفتر قائم کر لیا ہے اور وہاں مرزائیوں کی ایک کانفرنس بھی منعقد ہو چکی ہے۔ اسی طرح چند ماہ قبل لکھنؤ میں بھی کانفرنس کر چکے ہیں۔ ہاتھرس ضلع علی گڑھ میں بھی مشن قائم کر لیا گیا ہے۔ جس سے غرباء میں مفت دوائیں بھی تقسیم ہو رہی ہیں اور طلبہ کو تعلیمی وظائف بھی دیئے جا رہے ہیں اور وہاں الہیاء باللہ متحدہ خاندان قادیانیت کو قبول بھی کر چکے ہیں۔ اسی طرح فتح پور کانپور میں بھی مرزائیوں کی جدوجہد تیز ہوئی ہے اور کئی گھرانے قادیانیت کے لپیٹ میں آ گئے ہیں۔ حیدرآباد مالابار میں بھی مرزائیوں کی تنظیم جدید ہو رہی ہے۔ مرزائیوں کا شعبہ نشر و اشاعت بھی زندہ کیا گیا ہے اور ۱۹۸۲ء سے اب تک ان

کی کئی نئی اور پرانی کتابیں طبع ہو کر سامنے آئی ہیں اور بہت سارے لٹریچر تیار کئے گئے ہیں۔ اخبار بدرقادیان میں از سر نو روح ڈالی جا رہی ہے۔ مرزائیوں نے اپنے کفر کی اشاعت کرنے کے لئے مبلغین کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیا ہے اور اس کے لئے آگہ میں ”سادھن“ کے نام سے سینٹر کا قیام عمل میں آ گیا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ دارالعلوم کے فرزندوں اور ہندوستان کے علماء کو اس موضوع پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی جائے۔

اجلاس منعقد کرنا اگرچہ دارالعلوم کے بنیادی مقاصد میں نہیں ہے۔ لیکن جب ضرورت سامنے آئے اور حالات کا تقاضا ہو تو پھر اجلاس بلانا، اہل مشورہ اور ارباب تعلق کو زحمت اجتماع دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شوریٰ منعقدہ ۱۹، ۲۰، ۲۱ شعبان ۱۴۰۶ھ نے فیصلہ کیا ہے کہ اس وقت سرزمین ہند پر قادیانیت کا عفریت پھر پنجہ گاڑنے کی تدبیریں کر رہا ہے تو فوراً اس کا محاسبہ کیا جانا چاہئے اور اہل علم کو جمع کر کے اس کے تازہ پیرہن کو تار تار کرنے کی جدوجہد کو تیز کر دینا چاہئے۔

علماء والا مقام! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے اسلاف اجداد نے اس موضوع کو پوری طرح مکمل فرما دیا ہے۔ لیکن عرصہ دراز سے ہندوستان میں چونکہ قادیانیت کی آواز، مذہم پڑ گئی تھی۔ اس کی تردید کی جانب بھی کوئی توجہ نہیں تھی اور اکابر مرحومین کی تمام ہی کتابیں نایاب ہو گئی تھیں۔ اس موقع پر دارالعلوم کی جانب سے چند کتابیں بھی شائع کی جا رہی ہیں اور ارادہ ہے کہ تازہ دم فضلاء کو اس فتنہ کی اہمیت سے آگاہ کر کے انہیں اس کی تردید کے لئے میدان میں اتار دیا جائے۔

اور اس کے ساتھ ہی صحیح افکار و عقائد کی نشر و اشاعت کے لئے بھی تائید و راپنی مساعی کو تیز کر دیا جائے۔ چونکہ یہ حقیقت اپنی جگہ ثابت ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی بعثت کے بعد انسانیت کی نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ انسانیت کا قافلہ سرورِ عالم ﷺ کی بیان فرمودہ صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے۔

قابلِ صدا احترام بھائیو! اس موقع پر یکساں سول کوڈ کے مسئلے کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ابھی چند دن پہلے اس سلسلے میں بارکونسل آف انڈیا کے زیرِ اہتمام کنونشن کی جو باتیں سامنے آئی ہیں ان کے سبب مسلمانوں کی پوری توجہ اس مسئلے کی طرف منعطف ہو گئی ہے۔

اس کنفشن میں جو پالیسی اختیار کی گئی اور جو طرز عمل سامنے آیا وہ مسلمانوں کے لئے انتہائی دل آزار ہے۔ کیونکہ یکساں سول کوڈ کے بعد مسلم پرسنل لاء کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی اور مسلمانوں کے لئے مذہبی اور شرعی ہدایات کے خلاف کسی چیز کا قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔

اس لئے دارالعلوم دیوبند، اس کے فرزند اور متبعین غیر مبہم الفاظ میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اور اس کو مداخلت فی الدین قرار دیتے ہوئے اس کے ہر حال میں ناقابل قبول ہونے کو واضح کر دینا اپنا ملی اور مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس طرح کے تمام شرور و فتن سے محفوظ رکھے۔ آمین!

آخر میں احقر خدام دارالعلوم دیوبند کی جانب سے مہمانان گرامی قدر کا بھیم قلب شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کے لئے معذرت خواہ ہے اور امید کرتا ہے کہ حضرات محترمین نے جس طرح زحمت سفر برداشت کر کے کرم بے پایاں کا ثبوت دیا ہے اسی طرح تفسیرات سے صرف نظر فرما کر بھی ممنون فرمائیں گے۔ والسلام!

(حضرت مولانا) مرغوب الرحمن (صاحب) مہتمم دارالعلوم دیوبند

ختم نبوت کی حقیقت

اور

حفاظت دین کے لئے سلسلہ میں ہمارے بزرگوں کا موقف

از حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

حضرات کرام! آپ میرا حال دیکھ رہے ہیں، بیماری اور ضعف پیری سے نیم جان جسم آپ کے سامنے ہے۔ اس حال میں اپنی حاضری اور آپ حضرات کے درمیان موجودگی کو اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص کا کرشمہ اور اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہوں اور اس اجلاس کے موضوع ”ختم نبوت“ کی نسبت کی قوت کشش کا ایک ثمرہ۔

زندگی بھر کتاب و قلم سے واسطہ رہنے کے باوجود نہ علم آیا اور نہ قلم، اور اب تو آئے ہوئے علم کے جانے کا زمانہ ہے۔ رات ہی مجھے معلوم ہوا کہ اسی حال میں اتنے اہل علم حضرات کے سامنے اس اہم اجلاس کی پہلی نشست میں مجھے کچھ عرض کرنا ہے تو کوشش کی کہ چند مختصر اشارات قلمبند کرادوں۔

محترم حضرات! نعمت و رسالت انسان کی سب سے اہم بنیادی اور فطری ضرورت اور

راہ سعادت کی طرف اس کی راہنمائی کی تکمیل کا خدا کی انتظام ہے جو ابتدائے آفرینش سے چھٹی صدی عیسوی تک تو اس طرح جاری رہا کہ قوموں، علاقوں اور مختلف بنیادوں پر قائم ہونے والے انسانی مجموعوں معاشرہ کے لئے الگ الگ انبیاء و رسل کی بعثت مختلف فرقوں میں ہوتی رہی۔ پھر چھٹی صدی عیسوی میں جب کہ انسانیت بلوغ کو پہنچ گئی اور حکمت الہی کے نظر نہ آنے والے مسلسل عمل کے نتیجہ میں دنیا کے جغرافیائی، تمدنی، مواصلاتی اور ذہنی احوال اس طرح کے ہو گئے کہ پوری دنیا کو ایک رہنمائی کا مخاطب بنانا، اسے ایک ہی مرکز ہدایت سے وابستہ کرنا ممکن ہو گیا اور قیامت تک کے لئے دین اور دین کے سرچشموں کتاب و سنت کی حفاظت کے اسباب پیدا ہو گئے۔ تب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو اس مبارک سلسلہ کا خاتم اور عالمین کے لئے مبعوث فرمادیا گیا اور گویا یہ طے کر دیا گیا کہ قیامت تک کے آنے والے زمانہ اور پورے کرۂ ارض میں بسنے والے انسانوں میں سے کسی ایک فرد پر اب ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آئے گا جو نبوت اور اس کے فیضان ہدایت سے خالی ہو۔ اس پہلو پر غور فرمایا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ختم نبوت اس نعمت عظمیٰ کے انقطاع اور اس کے فیض سے محرومی نہیں بلکہ اس کے دوام و تسلسل کا نام ہے۔

ختم نبوت کا ایک اور پہلو اس لائق ہے کہ اسے اچھی طرح سمجھ کر عام کیا جائے۔ وہ یہ ہے کہ گذشتہ امتوں کے لئے نئے نبی کی آمد ایک شدید آزمائش ہوا کرتی تھی۔ آنے والے نبی سے پہلے نبیوں کے ماننے والوں میں سے بہت کم لوگ اس کو قبول کرتے اور اس پر ایمان لاتے تھے۔ بڑی تعداد انکار و تکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کر کے لعنتی اور جہنمی ہو جاتی تھی۔ سب سے آخری و عظیم الشان رسولوں ہی کی مثال سامنے رکھ لیجئے۔ اسرائیلی سلسلہ کے آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے اور احیاء موتی جیسے معجزے لے کر تشریف لائے تو یہودیوں میں سے کتنے ان پر ایمان لائے اور کتنوں نے ان کو جھوٹا مدعی نبوت قرار دے کر لعنتی اور واجب القتل قرار دیا اور ان کی شرعی عدالت نے ان کو سولی کے ذریعہ مزائے موت دینے کا فیصلہ کیا اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو نہ مان کر اس وقت کی قریب قریب پوری یہودی امت لعنتی اور جہنمی ہو گئی۔

اسی طرح جب ان کے بعد سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو اگرچہ آپ ﷺ کے بارے میں واضح پیشین گوئیاں تورات و انجیل وغیرہ اگلی آسمانی کتابوں میں موجود تھیں۔ اس کے باوجود اگلے پیغمبروں اور ان کی اگلی کتابوں کے ماننے والے یہود

ونصاری میں سے بس چند ہی نے آپ ﷺ کو قبول کیا اور آپ ﷺ پر ایمان لائے۔ باقی سب انکار و تکذیب اور کفر کا راستہ اختیار کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں جہنم کے ابدی عذاب کے مستحق ہوئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت محمدیہ پر یہ عظیم رحمت فرمائی کہ اس کو اس سخت ترین امتحان اور آزمائش سے محفوظ فرمادیا۔ اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوتی رہی تھی۔ یعنی حضور ﷺ کی امت کے بہت تھوڑے لوگ آنے والے نبی کو قبول کرتے اور زیادہ تر آپ ﷺ کے امتی اس کا انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہو جاتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم فرما کر اس امت کو ہمیشہ کے لئے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرمادیا۔ اس لئے یہ ختم نبوت امت محمدیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین رحمت ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ذمہ پیغام الہی کی تبلیغ اور اس کو قبول کرنے والوں کی تعلیم و تربیت کے کام کے علاوہ ایک کام یہ بھی تھا کہ ایک ایسی امت تیار کر دیں جو ان تینوں کاموں کو سنبھال لے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے اس حقیقت کی تعبیر یہ کہہ کر فرمائی ہے کہ بعثت ”بعثت مروجہ“ تھی۔ یعنی آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ آپ ﷺ کی امت کی بھی بعثت ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات میں اس طرف اشارے بھی آئے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی امت میں وقتاً فوقتاً ایسے بندے پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت و اشاعت اور اس کی صفائی و آبیاری کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ آپ ﷺ کے ایک ارشاد کے الفاظ ہیں۔

”ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها“ ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ”يخمل هذا العلم عن كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الضالين وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين“ ایک اور ارشاد کے الفاظ ہیں۔ ”لکل قرن سابق“

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں: ”بدأ الاسلام غريباً وسيعود غريباً فطوبى للغرباء قيل من الغرباء يا رسول الله (ﷺ)؟ قال الذين يضلون ما افسد الناس من امتي“

رسول اللہ ﷺ کے ان سب ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں آپ ﷺ کی امت میں ایسے افراد پیدا فرماتا رہے گا جو آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی حفاظت و اشاعت اور تجدید و صفائی کا کام کرتے رہیں گے۔ گزشتہ چودہ سو سال میں دین کی جو خدمات ہوئی ہیں وہ دراصل انہی ارشادات نبوی ﷺ کی عملی تطبیق ہیں۔

محققین کا خیال ہے کہ ہزارہ دوم کے آغاز سے اس عظیم کام کا خصوصی مرکز حکمت الہی نے سرزمین ہند کو بنادیا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے یہاں اس زریں سلسلہ کا آغاز ہوا۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے جو بڑے بڑے کام لئے ان میں اکبر کے وین الہی کا خاتمہ سرفہرست ہے۔ جو ایسا نفا ہوا کہ اب تلاش کرنے سے اس کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ اس کے علاوہ توحید و سنت کی اشاعت، مشرکانہ رسوم و بدعات کے خلاف جہاد تزکیہ و احسان کے صاف ستھرے نظام کی ترویج، بگڑے ہوئے تصوف کی بیخ کنی اور شیعیت کے فتنہ سے اس دور کے مسلمانوں کو بچانے کی جدوجہد ان کے چند اہم تجدیدی کارنامے ہیں۔

ان کے بعد یہ امانت بارہویں صدی میں حضرت شاہ ولی اللہ کے سپرد ہوئی۔ ان کے زمانے میں ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں پر سخت حالات تھے۔ باہمی تفرقہ و انتشار بہت زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اصرار کی وجہ سے مسلمانوں کے مختلف حلقوں اور مکاتب فکر کی صلاحیتیں باہم ایک دوسرے کی تردید و تحلیل ہی پر صرف ہو رہی تھیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے وہ تمام کام کئے جن سے ملت اسلامیہ ہندیہ کی تعمیر نو ہو سکے اور اس کی صفوں میں اتحاد اور قدموں میں ثبوت پیدا ہوا اور ذوق و مزاج عملی اور مثبت ہو۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے وقت کے فتنوں اور اسلام کو درپیش داخلی و خارجی خطروں پر کڑی نظر رکھی۔ یہاں خاص طور پر ردِ شیعیت کے سلسلہ میں ان کے کام کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ خود دو کتابیں تصنیف کیں۔ (۱) ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء۔ (۲) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین۔ بلکہ حضرت مجدد الف ثانی کے اس رسالہ کا عربی ترجمہ بھی کیا جو انہوں نے شیعوں کی تکفیر کے سلسلہ میں علماء خراسان کے فتوے کی تائید میں لکھا تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے مصلح بعد ان کے صاحبزادہ گرامی حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا زمانہ آیا۔ اس زمانہ کے حالات کا اندازہ آپ جیسے اہل علم و نظر حضرات صرف اس سے لگا سکتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ صاحب نے اپنے زمانہ میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا تھا۔ لیکن

اپنے تمام دوسرے کاموں کے ساتھ جن میں رجال کار کی تیاری کا کام سب سے زیادہ اہم تھا انہوں نے بھی شیعیت کے فتنہ سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ”تحفہ اشاعریہ“ جیسی کتاب تصنیف فرمائی جو انشاء اللہ اس راہ میں قیامت تک مسلمانوں کی رہنمائی کرتی رہے گی۔

پھر حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے اپنے تمام کاموں کے ساتھ جن میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے میدان کارزار کا سجانا سرفہرست ہے۔ شرک و بدعات کی بیخ کنی کا کام پورے اہتمام کے ساتھ جاری رکھا۔

پھر وہ وقت آیا کہ مغلیہ حکومت کا اگرچہ کچھ نام باقی تھا۔ لیکن فی الحقیقت وہ ختم ہو چکی تھی۔ اس کی جگہ سرکار ایسٹ انڈیا کمپنی کا اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی سیاسی مظلوبیت اور کمزوری کے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر عیسائی مبلغین کی ایک فوج میدان میں آ گئی۔ انہوں نے سمجھا تھا کہ اس وقت مسلمانوں کو عیسائی بنالینا آسان ہوگا۔ انہوں نے تحریر و تقریر سے تبلیغی مہم وسیع پیمانے پر شروع کر دی تو ہمارے سلسلہ کے اکابر میں سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، دیگر علمائے کرام نے ایسا مقابلہ کیا جس نے عیسائی مبلغین کو ہمیشہ کے لئے پسپا اور خاص کر مسلمانوں کی طرف سے مایوس کر دیا۔ اس کے کچھ ہی بعد سوامی دیانند کی آریہ سماجی تحریک وجود میں آئی۔ انہوں نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو اپنا نشانہ بنایا۔ حضرت نانوتویؒ نے تحریر و تقریر سے اس کا بھی مقابلہ کیا۔ اسی دور میں یورپ کے سیاسی غلبہ اور اقتدار کے نتیجہ میں عقلیت اور روشن خیالی کے خوبصورت ناموں سے دہریت اور ہجرت کا فتنہ اٹھا۔ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے حضرت نانوتویؒ نے اس طرف بھی خاص توجہ فرمائی اور اپنی تصانیف اور تقریروں سے ثابت کیا کہ اسلام کے تمام بنیادی عقائد و مسائل عقل و فطرت کے عین مطابق ہیں اور جو اس کے خلاف ہے وہی خلاف عقل و فطرت ہے۔

پھر ان خارجی حملوں اور فتنوں کے دفاع اور مقابلہ کے ساتھ شیعیت کی ضلالت کے خلاف بھی آپ نے لسانی اور قلمی جہاد کیا۔ اس سلسلہ میں آپ کی مستقل تصنیف ”ہدایۃ العیچہ“ اور اس موضوع سے متعلق آپ کے مکتوبات حضرات اہل علم کے لئے قابل مطالعہ ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیمات نبوی اور دین کی حفاظت و اشاعت کا سلسلہ جاری رہنے کے لئے دینی مدارس کے قیام کی طرف بھی خاص توجہ فرمائی۔ علیٰ هذا!

آپ کے رفیق خاص حضرت گنگوہیؒ نے بھی عمر بھر شیعیت اور دوسرے داخلی فتنوں اور

گمراہیوں مشرکانہ رسوم و بدعات سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے جدوجہد فرمائی اور اس کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا۔ انہی کے زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ شروع ہوا۔ ابتداء میں جب تک حضرت کے علم میں اس کی وہ باتیں اور دعوے نہیں آئے جن کی وجہ سے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا فرض و واجب ہو گیا۔ آپ نے احتیاط فرمائی۔ لیکن جب اس کے ایسے دعوے سامنے آ گئے جن کے بعد کف لسان کی بھی گنجائش نہ رہی تو حضرت نے اس کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے بعد ان کے تلامذہ و مسترشدین، حضرت شیخ الہند، حضرت سہارنپوریؒ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ، پھر ان کے تلامذہ و مسترشدین، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا سید محمد مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ یہ سب حضرات بھی اپنے اکابر و اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، خارجی حلقوں اور داعی فتنوں سے دین کی حفاظت علوم نبوی کی اشاعت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور امت کی اصلاح و ارشاد کی خدمت انجام دیتے رہے۔ اس وقت بھی ہم میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ان اکابر کی دینی غیرت و حمیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ کوئی بڑی سے بڑی مصلحت ان حضرات کو کسی فتنے سے سمجھوتہ اور کسی زلیغ و ضلال کو نظر انداز کرنے اور اس سے چشم پوشی پر آمادہ نہیں کر سکتی تھی۔ بارہا ہم نے دیکھا اور تجربہ کیا کہ ہمارے یہ اکابر کسی مسئلہ کی طرف بڑی شدت سے متوجہ ہوئے جو ہم جیسے کوتاہ نظروں کی نگاہ میں اس شدت کا مستحق نہیں تھا۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد سامنے آ گیا کہ ہم جس فتنہ کو بہت معمولی سمجھ رہے تھے یا اس کو دین میں رخسہ اور فتنہ ہی نہیں سمجھ رہے تھے وہ دین کے لئے ایسے زہر پلے برگ دہا ر لایا کہ الامان الحفیظ!

یہ اجلاس تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے بلایا گیا ہے اور یہی اس کا اصل موضوع اور مقصد ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے استاذ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہؒ (خاص طور سے اس دارالعلوم کی صدارت تدریس کے دوران میں) اللہ تعالیٰ نے جو کام لیا اور اس کے بارے میں ان کا جو حال تھا (جس کی طرف کچھ اشارہ اجلاس کے دعوت نامہ میں بھی کیا گیا ہے) میں مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر آپ حضرات کے سامنے اس کا کچھ ذکر کروں۔ میں اس کا عینی شاہد ہوں۔

اس وقت میں اس سلسلہ کی حضرت کی تصانیف اور ان کی علمی عظمت و اہمیت کا ذکر نہیں کروں گا۔ اسی طرح حضرت کی توجہ اور فکر مندی سے آپ کے تلامذہ کی جو ایک بڑی تعداد قادیانی فتنہ کے خلاف تحریر و تقریر کے ذریعہ علمی جہاد کے لئے تیار ہو کر میدان میں آ گئی تھی، اس کا بھی ذکر نہیں کروں گا۔ پس چند واقعات ذکر کروں گا۔ جن سے اس فتنہ کے بارے میں حضرت کی شدت احساس اور قلبی اضطراب کا کچھ اندازہ لگایا جاسکے گا۔

میں ۱۳۳۵ھ میں یہاں دورہ حدیث کا طالب علم تھا، یہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مکی صدارت تدریس اور درس حدیث کا آخری سال تھا جس دن دورہ حدیث کے طلبہ کا سالانہ امتحان ختم ہوا اس دن حضرت نے بعد نماز عصر مسجد میں دورہ سے فارغ ہونے والے ہم طلبہ کو خصوصی خطاب فرمایا۔ وہ گویا ہم لوگوں کو حضرت کی آخری وصیت تھی۔ اس میں دوسری اہم باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے اپنی عمر کے پورے تیس سال اس میں صرف کئے کہ یہ اطمینان ہو جائے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ الحمد للہ! فیما بیننا دین اللہ! اس پر پورا اطمینان ہو گیا کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف نہیں ہے۔ اگر اس مسئلہ کے خلاف کوئی حدیث ہے تو کم از کم اسی درجہ کی حدیث اس کی تائید اور موافقت میں موجود ہے۔

لیکن اب ہمارا احساس ہے کہ ہم نے اپنا یہ وقت ایسے کام پر صرف کیا جو زیادہ ضروری نہیں تھا۔ جو کام زیادہ ضروری تھے ہم ان کی طرف توجہ نہیں کر سکے۔ اس وقت سب سے زیادہ ضروری کام دین کی اور امت کی فتنوں سے حفاظت ہے جو بلاشبہ فتنہ ارتداد ہے۔ میں آپ لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ ان فتنوں سے امت کی اور دین کی حفاظت کے لئے اپنے کو تیار کریں۔ یہ وقت کا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ آپ اس کے لئے اردو تحریر و تقریر میں مہارت پیدا کریں اور جن کے لئے انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کا امکان ہو وہ انگریزی میں مہارت پیدا کریں۔ ملک کے اندر ان فتنوں کا مقابلہ اردو میں کیا جاسکتا ہے اور ملک کے باہر انگریزی کے ذریعہ۔ حضرت الاستاذ قدس سرہ سے یہ ارشاد سننے ساٹھ سال سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ الفاظ میں تو یقیناً فرق ہوگا۔ لیکن اطمینان ہے کہ حضرت کا پیغام اور ہم لوگوں کو وصیت یہی تھی۔

حضرت اپنے خطابات اور تقریروں میں قادیانی فتنہ پر گفتگو فرماتے ہوئے اکثر صدیق اکبرؑ کے اس غیر معمولی حال اور اضطراب کا ذکر فرماتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ارتداد کے فتنوں خاص کر نبوت کے مدعی مسیحیہ کذاب کے فتنہ کے سلسلے میں آپ پر طاری تھا۔ ہم

لوگ محسوس کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے قادیانی فتنہ کے بارے میں کچھ اس طرح کا حال ہمارے حضرت الاستاذ پر طاری فرمادیا ہے۔

یہاں میں فتنہ قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب سے متعلق ریاست بہاولپور کے تاریخی مقدمہ کا واقعہ بھی ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ مقدمہ بہاولپور کی عدالت میں تھا ایک مسلمان خاتون نے دعویٰ کیا تھا کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا۔ اس نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے اس لئے وہ کافر ہے۔ عدالت میرے اس نکاح کو فسخ اور کالعدم قرار دے بہاولپور کے علماء کرام نے اس مقدمہ کی پیروی کا فیصلہ کیا، اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کو بھی دعوت دی گئی کہ وہ تشریف لائیں اور عدالت میں بیان دیں۔ اس وقت حضرتؒ مریض اور مرض کی وجہ سے بہت ضعیف و نحیف تھے۔ بالکل اس لائق نہ تھے کہ بہاولپور تک کا طویل سفر فرمائیں۔ لیکن آپؒ نے اسی حال میں تشریف لے جانے کا فیصلہ فرمایا (میں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میرے پاس کوئی عمل نہیں ہے جس سے نجات کی امید ہو، شاید اس جال میں یہ سفر ہی میری نجات و مغفرت کا وسیلہ بن جائے) بہر حال تشریف لے گئے اور جا کر عدالت میں بڑا معرکہ الاراء بیان دیا، دوسرے چند حضرات علمائے کرام کے بھی بیانات ہوئے۔ خاص کر حضرت شاہ صاحبؒ کے بیان نے فاضل جج کو مطمئن کر دیا کہ قادیانی ختم نبوت کے انکار اور مرزا غلام احمد کو نبی ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج کافر و مرتد ہیں۔ انہوں نے بہت مفصل فیصلہ لکھا۔ دعویٰ کرنے والی مسلم خاتون کے حق میں ڈگری دی اور نکاح فسخ اور کالعدم قرار دیا۔ فاضل جج کا یہ فیصلہ قریباً ڈیڑھ سو صفحات کی کتاب کی شکل میں اسی زمانہ میں فیصلہ مقدمہ بہاولپور کے نام سے شائع ہو گیا تھا۔ اس کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بڑی بنیاد حضرت شاہ صاحبؒ کا بیان تھا۔ برطانوی حکومت کے دور میں یہ پہلا عدالتی فیصلہ تھا جس میں قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم قرار دیا گیا تھا۔

فتنہ قادیانیت کے ہی سلسلہ میں ایک واقعہ حضرت شاہ صاحبؒ کے جلال کا بھی سن لیجئے۔ دورہ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ میں ضلع اعظم گڑھ کے بھی چند حضرات تھے۔ اسی زمانے میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے۔ سہارنپور میں حکومت کے کسی بڑے عہدہ پر آ گئے وہ ایک دن اپنے ہم ضلع اعظم گڑھ میں طلبہ سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لئے) دارالعلوم آئے۔ ان طلبہ نے ان کی اچھی خاطر مدارات کی وہ شکار

کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے جو رات کو دارالعلوم واپس آئے۔ حضرت شاہ صاحب کو کسی طرح اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے حیاتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی۔ ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت پر حلال کی کیفیت ظاری تھی۔ قریب میں چھتری رکھی تھی اس سے ان کی خوب پٹائی کی۔ (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا) ہمارے وہ ہم سبق طالب علم بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی جو حضرت کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ حضرت فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے۔ ہم نے کبھی ان کو غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا۔

آخر میں اپنا ایک ذاتی واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔ میرے اصل آبائی وطن سنبھل سے قریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر ایک موضع ہے۔ اس موضع میں چند دولت مند گھرانے تھے۔ والد ماجد سے ان لوگوں کے تجارتی اور کاروباری تعلقات تھے جس کی وجہ سے ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔ میں جب شعبان ۱۳۲۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم کی تعلیم سے فارغ ہو کر مکان پہنچا تو میرے بڑے بھائی صاحب نے بتلایا کہ اس موضع والوں کے کوئی رشتہ دار امر وہہ میں ہیں جو قادیانی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ برابر وہاں آتے ہیں اور قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں اور لوگ متاثر ہو رہے ہیں اور سنا ہے کہ اس کا خطرہ ہے کہ بعض لوگ قادیانی ہو جائیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہاں چلنا چاہئے۔ آپ پروگرام بتائیے! (میرے یہ بھائی صاحب مرحوم عالم تو نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی فکر عطا فرمائی تھی) چند روز کے بعد انہوں نے بتلایا کہ معلوم ہوا ہے کہ امر وہہ کا وہ قادیانی (جس کا نام عبدالمسیح تھا) فلاں دن وہاں آنے والا ہے۔ بھائی صاحب نے اس سے ایک دن پہلے پہنچنے کا پروگرام بنایا۔ رمضان مبارک کا مہینہ تھا۔ ہم اپنے پروگرام کے مطابق پہنچ گئے۔ لوگوں سے ہم نے باتیں کیں تو اعزازہ ہوا کہ بعض لوگ بہت متاثر ہو چکے ہیں۔ بس اتنی ہی کسر ہے کہ ابھی باقاعدہ قادیانی نہیں ہوئے ہیں۔ جب ہم نے قادیانیت کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو کی تو انہوں نے بتلایا کہ امر وہہ سے عبدالمسیح صاحب آنے والے ہیں۔ آپ ان کے سامنے یہ باتیں کریں۔ ہم نے کہا یہ تو بہت ہی اچھا ہے۔ ہم ان سے بھی بات کریں گے اور ان کو بھی بتلائیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیسا آدمی تھا اور

اس کو نبی ماننا گمراہی کے علاوہ کتنی بڑی حماقت ہے۔ اس گفتگو ہی کے درمیان وہاں کے ایک صاحب نے (جو کچھ پڑھے لکھے) اور عبدالمسیح کی باتوں سے زیادہ متاثر تھے۔ بتلایا کہ وہ تو مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی سے مناظرہ کر چکا ہے اور امر وہہ کے سب بڑے بڑے عالموں سے بحث کر چکا ہے اور سب کو لا جواب کر چکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات سن کر میں بڑی فکر میں پڑ گیا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی تجربہ کاری اور چرب زبانی سے لوگوں کو متاثر کر لے۔ میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد اور انجام بخیر فرمائے۔ میں اس حال میں سو گیا۔ خواب میں حضرت استاذ قدس سرہ کو دیکھا۔ آپ نے کچھ فرمایا جس سے دل میں اعتماد اور یقین پیدا ہو گیا کہ بڑے سے بڑا کوئی قادیانی مناظر آجائے۔ تب بھی میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور اس کو مغلوب فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو الحمد للہ! میرے دل میں وہی یقین و اعتماد تھا۔ لیکن امر وہہ سے وہ قادیانی عبدالمسیح نہیں آیا۔ ہم نے کہا کہ اب جب کبھی وہ آئے تو ہم کو اطلاع دیجو۔ ہم انشاء اللہ! آئیں گے۔ اس کے بعد ہم نے لوگوں کو بتلایا اور سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کسی دعویٰ کرنے والے کو نبی ماننا صریح کفر و ارتداد ہے اور مرزا قادیانی کے بارے میں بتلایا کہ وہ کیسا آدمی تھا۔ ہم بفضلہ تعالیٰ وہاں سے اس اطمینان کے ساتھ واپس ہوئے کہ انشاء اللہ! اب یہاں کے لوگ اس قادیانی کے جال میں نہیں آئیں گے۔ خواب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دکھایا اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور حضرت شاہ صاحبؒ کی کرامت سمجھا۔

محترم حضرات! حضرت شاہ صاحب کے یہ چند واقعات تو میں نے صرف اس لئے بیان کئے کہ اس داناں علوم کے اکابر میں اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کے تحفظ کا اور قادیانی فتنہ کے خلاف جہاد کا (جو اس اجلاس کا خاص موضوع ہے) سب سے زیادہ کام انہی سے لیا۔..... ورنہ میں تاریخی تسلسل کی روشنی میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارے اس سلسلہ مجددی دوی الہی اور سلسلہ قاسمی و گنگوہی کی ایک خصوصیت جو فیض خداوندی ہر قسم کے فتنوں اور ہر قسم کی تحریف سے دین اور امت کی حفاظت اور اس سلسلہ میں پوری بیداری، ہوشیاری اور مصلابت و صراحت رہی ہے۔ ہمیں یہ فکر ہونی چاہئے کہ یہ مزاج اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ زندہ اور قائم رہے اور ہماری ان تسلسلوں کو منتقل ہو جو ہمارے مدارس میں تیار ہو رہی ہیں۔

میں اس موقع پر آپ حضرات سے اپنا یہ احساس عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ

وقت کا بہت اہم مسئلہ یہ ہے کہ امت کے عوام ہی میں نہیں بلکہ ان میں جن کو خواص سمجھا جاتا ہے ایک بڑی تعداد ہے جو دین کے بنیادی عقائد و حقائق کے بارے میں بھی، تسامح، تسامیل اور چشم پوشی کے رویہ کو اچھے اچھے نام دے کر اختیار کرتی جا رہی ہے۔ خطرہ یہ ہے کہ وہ ایمانی غیرت و حمیت اور وہ دینی حس جو اکثر بڑے بڑے فتنوں کے مقابلہ میں محافضین دین کی بددگار رہی ہے کہیں وہ اتنی مضطرب نہ ہو جائے کہ پھر اس کے بعد آپ کو دو طرفہ کام کرنے پڑے۔ ایک تو آپ کو ان فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑے اور دوسری طرف امت کو بلکہ ان کے خواص کو اس بات پر مطمئن کرنے پر اپنی توانائی صرف کرنی پڑے کہ عقیدہ اور دین پر کسی اور شے کو مقدم کرنا ہمارے دین کے خلاف ہے۔

اگر یہ اجلاس ختم نبوت کے خلاف ہونے والی صریح اور پوشیدہ بغاوتوں اور اسی طرح دوسرے فتنوں کے مقابلہ کے لئے اپنے اکابر و اسلاف کی روایات کو زندہ کرنے کی کوشش کا نقطہ آغاز بن جائے اور مدارس کے فضلاء کی ایسی جامع تربیت کا ایسا پروگرام شروع کرنے کا فیصلہ کر دے جس کے ذریعہ انہیں دین کی حفاظت اور فتنوں کے مقابلہ کے لئے تیار کیا جائے تو میرے خیال میں یہ اجلاس کی افادیت کا ایک عملی ثبوت ہوگا۔

آخری کلمہ، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر درود و سلام ہے۔
 ”اللهم انصر من نصر دين محمد ﷺ واجعلنا منهم واخذل من خذل دين محمد ﷺ ولا تجعلنا منهم“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ!

قادیانیت اسلام کے متوازی ایک جدید مذہب

”الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى“

از مولانا حبیب الرحمن قاسمی

۱۸۵۷ء کے بعد اگرچہ ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط مکمل طور پر قائم ہو گیا تھا اور ان کا بچہ استبداد ملک کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ پھر بھی حکومت برطانیہ اس خطرے سے بے نیاز نہیں تھی کہ ہندوستانی قوم بالخصوص مسلمان جن سے انگریزوں نے ملک کی زمام اقتدار چھینی تھی اگر متحد و متفق ہو گئے تو اپنے اس غاصبانہ تسلط کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے آئین

جہانمندی کی رو سے ضروری سمجھا گیا کہ ان کے ذہنی مشغلہ اور روحانی توجہ کے لئے نہ صرف مذاہب عالم کو آپس میں ٹکرا دیا جائے۔ بلکہ ہر مذہب میں نئے نئے فرقے پیدا کئے جائیں اور پھر ہر فرقے میں نئی نئی قلمیں لگا کر ہندوستان کو مذاہب و افکار کی آویزش کی ایک آماجگاہ بنا دیا جائے تاکہ آوازِ حریت بلند کرنے کی کسی کو فرصت ہی نہ ملے اور اگر کسی گوشے سے یہ آواز اٹھے بھی تو اس افتراقی غلطی کے شور میں دب کر رہ جائے۔

چنانچہ انگریزوں کی نگاہ دور بین نے مسلمانوں کے اندر مذہبی رنگ میں افتراق و انتشار پیدا کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا جس کے بعد آسمان مغرب سے مرزا پر دجی وحشی و جلی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جس کے ذریعہ نئی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے مقابل متوازی ایک جدید شریعت امت کے سامنے پیش کی گئی۔ اس طرح مسلمانوں کے اندر ایک نئے فرقہ کا اضافہ ہو گیا اور یہی شاطرانِ فریب کا عین مطلوب و مقصود تھا۔

یہ فتنہ انگریزوں کی درپردہ سازش سے اس قوت کے ساتھ اٹھایا گیا تھا کہ اگر ملتان اسلام اس کے مد مقابل ڈٹ نہ جاتے تو جس طرح سینٹ پال نے دین مسیحیت کو ایک تین اور تین ایک کے غیر معقول فلسفہ میں الجھا کر وحدانیت سے شرک کی راہ پر ڈال دیا۔ ٹھیک اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی وحی و الہام کے پر فریب دعوؤں کے ذریعہ دین اسلام کو مسخ کر کے الحاد و دہریت کا ترجمان بنا دیتے۔

اس مختصر مقالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی اسی ناپاک کوشش کے دس نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ پورے مقالہ میں اس بات کا بطور خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے قرآن و سنت سے ماخوذ اسلامی عقائد و احکام اور اس کے ہاں مقابل متوازی مذہب مرزائی کے مروجہات خود ہائی مذہب مرزا قادیانی کی زبان سے پیش کر دیئے جائیں۔

اسلامی شریعت کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ رسالت مآب محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات والا صفات پر مراتب نبوت ختم ہو گئے۔ اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے۔
دلائل عقیدہ نمبر ۱:

”ماکان محمد ابدا احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین (احزاب: ۴۰)“ محمد رسول اللہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن انبیاء کے خاتم اور آخری نبی ہیں۔ ﴿

قدیم ترین مفسر امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:
 ”ولكنه رسول الله وخاتم النبيين الذي ختم النبوة فطبع عليها فلا تفتح
 لاحد بعده الى قيام الساعة (جامع البيان في تفسير القرآن ج ۲۲ ص ۱۱)“
 آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ یعنی ایسے شخص ہیں جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور
 اس پر مہر لگادی۔ آپ ﷺ کے بعد اب قیامت تک کسی کے لئے یہ نہیں کھولا جائے گا۔

محقق حافظ عماد الدین ابن کثیر المتوفی ۷۷۴ھ تحریر کرتے ہیں: ”فهذه الآية نص
 في انه لا نبى بعده واذا كان لا نبى بعده فلا رسول بالطريق الاولى
 والاخرى لان مقام الرسالة اخص من مقام النبوة فان كل رسول نبى ولا
 ينغكس . وبذلك وردت الاحاديث المتواترة عن رسول الله ﷺ من حديث
 جماعة من الصحابة (تفسير ابن كثير ج ۶ ص ۲۸۱)“ یہ آیت اس بارے میں نص صریح
 ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور جب کوئی نبی نہیں ہوگا تو رسول بدرجہ اولیٰ نہ
 ہوگا۔ کیونکہ رسالت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے خاص ہے۔ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے اور ہر
 نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں۔ اس مسئلہ میں آنحضرت ﷺ کی احادیث متواترہ بھی حضرات صحابہ
 سے منقول ہیں۔

امام زحشری، قاضی ابوسعود، امام نسفی، علامہ سید آلوسی وغیرہ مشاہیر علمائے تفسیر نے بھی
 اپنی اپنی تفسیروں میں باختلاف الفاظ یہی بات لکھی ہے۔ البتہ جار اللہ زحشری اور قاضی ابوسعود نے
 اس موقع پر ایک شبہ کا جواب بھی دیا ہے۔ شبہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ قرب
 قیامت میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں نزول اجلال فرمائیں گے تو پھر
 آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء اور آخری نبی کیسے ہو سکتے ہیں۔ امام زحشری اس کے جواب میں لکھتے
 ہیں کہ: ”معنى كونه آخر الانبياء انه لا ينباه احد بعده وعيسى (عليه
 السلام) ممن نبى قبله“ آخر الانبياء کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بتایا جائے
 گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان حضرات انبیاء میں ہیں جنہیں رسالت مآب ﷺ سے پہلے منصب نبوت
 سے سرفراز کر دیا گیا ہے۔

صحابی رسول حضرت ثوبانؓ آنحضرت ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد
 فرمایا: ”سيكون في امتي كذبون ثلاثون كلهم يزعم انه نبى وانا خاتم النبيين

لا نبی بعدی (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۴، ترمذی ج ۲ ص ۴۵) ﴿میری امت میں تیس ایسے جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔﴾

مشہور شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: ”لیس المراد بالحدیث من ادعی النبوة مطلقاً فانهم لا یحصرون کثرة لکون غالبهم ینشأ لهم ذالک من جنون وسوداء وانما المراد من قامت له الشریکة (فتح الباری ج ۱۴ ص ۳۴۳)“ اس حدیث پاک میں مطلقاً مدعی نبوت مراد نہیں۔ کیونکہ ایسے (عقل باختہ) بے شمار ہیں۔ کیونکہ یہ بے بنیاد دعویٰ بالعموم پاگل پن اور سوداویت کے غلبہ سے وجود میں آتا رہتا ہے بلکہ اس حدیث میں جن تیس (دجال) و کذاب کا ذکر ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں پیروکاروں کی کثرت اور شوکت حاصل ہو جائے۔

اسی مفہوم کی حدیث، بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، ابویعلیٰ اور مستدرک حاکم میں علی الترتیب ابوہریرہ (متحد وطرق، سعد بن ابی وقاص، عقبہ بن عامر، جمیر بن مطعم، ابوامامہ باہلی، ابوذر غفاری، انس بن مالک، جمیم داری اور زید بن حارثہ) کی روایت سے منقول ہے۔ اس لئے معنوی طور پر یہ حدیث متواتر ہے۔ کیونکہ ائمہ اصول حدیث کی تصریح کے مطابق جو حدیث دس حضرات صحابہ سے مروی ہو وہ حد تو اتر کو پہنچ جاتی ہے۔

کتاب وسنت کے ان نصوص کی بناء پر محقق ابن نجیم لکھتے ہیں: ”اذا لم یعرف ان محمد آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانه من ضروریات الدین (الاشباه والنظائر ص ۱۳۸)“ جب کوئی اس کا معترف نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ آخر الانبیاء ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ضروریات دین سے ہے (جس کا عدم اعتراف مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے) ملا علی قاری آنحضرت ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کے کفر پر اجماع نقل کرتے ہیں۔ (شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲)

ان تفصیلات سے معلوم ہو گیا کہ جس کتاب وسنت اور باجماع علماء امت ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد دعوائے نبوت کرنے والا بالفاظ حدیث جال، کذاب ہے اور باتفاق علماء دین مرتد و کافر ہے۔ یہ بات بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ اس میں سب سے پہلے اسی مسئلہ پر اجماع ہوا ہے۔

اس بنیادی و اجتماعی عقیدہ کے برخلاف مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم نہیں ہوتی ہے آپ ﷺ کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور خود مرزا غلام احمد اس وقت منصب نبوت پر فائز ہیں۔ آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں۔ لکھتے ہیں:

۱..... ”خدا وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے رسول کریم یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔“ (اربعین نمبر ۳۶، خزائن ج ۷، ص ۴۶۶)

۲..... ”میں (مرزا غلام احمد) جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پیش خود کچھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رو کر دوں۔“ (اشہار ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، خزائن ج ۱۸، ص ۲۱۰)

۳..... ”سچا خدا ہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“ (دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸، ص ۲۳۱)

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر ۲:

اسلام کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد وحی کا دروازہ بند ہو گیا۔ اب کسی پر مغائب اللہ وحی نازل نہیں ہوگی۔ چنانچہ ایک طویل حدیث میں حضرت فاروق اعظم خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر کا یہ قول نقل کرتے ہیں: ”انہ انقطع الوحی وتم الدین (منشکوۃ ص ۵۵۶، بحوالہ رزین)“ ”وحی منقطع ہو گئی اور دین تمام ہو گیا۔“

امام بخاری نے ”ان الوحی قد انقطع“ کے الفاظ سے اس اثر کی تخریج کی ہے۔ شیخ عبد الوہاب شعرانی البیاقیت والحواہر میں لکھتے ہیں: ”فما بقی لاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوة الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر الالہیة والنواہی فمن ادعی ہا بعد محمد ﷺ فهو مدع شریعة اوحی بها الیہ سواء وافق شرعنا او خالف فان کان مکلفاً ضربنا عنقه والاضربنا عنه صفحاً (ج ۲، ص ۳۸)“ آج سلسلہ نبوت کے منقطع ہو جانے کے بعد اولیاء کے لئے معرفتوں کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا اور ادا امر و نواہی الہیہ کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ لہذا جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نزول وحی رہائی کا دعویٰ کرے تو وہ (جدید) شریعت کا مدعی ہے جو اس کی طرف وحی کی گئی ہے۔ خواہ ہماری

شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔ پھر اگر وہ مدعی مکلف (عادل بالغ) ہے تو اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر غیر مکلف (بچہ و طفل غیر عاقل) ہے تو اس سے اعراض کریں گے۔ ﴿

قاضی عیاضؒ لکھتے ہیں: ”وَكذلك من ادعى منهم انه يوحى اليه وان لم يدع النبوة فهو لا كلهم كفار مكذبون للنبي ﷺ (شفاء ج ۲ ص ۲۷۱)“ ﴿ایسے ہی وہ شخص (بھی کافر ہے) جس نے دعویٰ کیا کہ میرے پاس وحی ربانی آتی ہے۔ اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو۔ یہ سب کے سب کافر اور نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ ﴿
ان تصریحات کے بعد مرزا غلام احمد کی ہفوات سننے اور دیکھنے اسلامی عقائد کے مقابلہ یہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں:

۱..... ”مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی ہارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم رہنے نہ دیا۔“ (حقیقت الوحی ص ۱۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳)
۲..... ”اور بعد میں جس طرح قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان رکھتا ہوں جو مجھے ہوئی۔“

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۰)
۳..... ”یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر دینی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعہ ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔“

(اربعین نمبر ۲ ص ۶، خزائن ج ۱ ص ۳۳۵)
مرزا قادیانی نے اپنی اس تحریر میں صاحب وحی ہونے کے ساتھ صاحب الشریعہ ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے۔

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر: ۳

اسلامی شریعت میں نجات صرف آنحضرت ﷺ کی اتباع اور پیروی میں ممکن ہے جیسا کہ باری تعالیٰ عز اسمہ کا ارشاد ہے: ”قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم“ ۰ قل اطيعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا يحب الكافرين (آل عمران: ۳۱-۳۲) ﴿آپ (اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا کہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ

بخشنے والا مہربان ہے۔ آپ (اے محمد ﷺ) کہہ دیں اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے۔ ﴿

ان دونوں آیتوں میں رسول پاک ﷺ کی پیروی کو مغفرت اور نجات کا ذریعہ بتایا گیا ہے اور آپ ﷺ کی اتباع سے اعراض کو کفر سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ مدار نجات آپ ﷺ ہی کی پیروی ہے۔ اس کے برخلاف مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اب مدار نجات میری وحی میں ہے جو اس کی اتباع نہیں کرے گا وہ جہنمی ہے۔ ملاحظہ ہو ان کی عبارت بلفظ: ”چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور میری وحی کو فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم کو میری بیعت کو لوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا جس کی نہ آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔“

(حاشیہ الرحمن نمبر ۴ ص ۶، خزائن ج ۷ ص ۴۳۵)

۲..... ”بہر حال جب کہ خدائے تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔“

(نہج المصلیٰ مجموعہ فتاویٰ احمدیہ ص ۲۷۱)

۳..... مرزا محمود بن مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب حقیقت النبوة میں لکھتے ہیں: ”آپ (مرزا غلام احمد) کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے اور اسے مدار نجات ٹھہرایا ہے۔“ (حقیقت النبوة ص ۱۵۶)

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر ۴:

اسلامی شریعت کا عقیدہ ہے کہ معجزہ نبی کے علاوہ کسی سے ظاہر نہیں ہو سکتا اور چونکہ آنحضرت ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہو گیا۔ اس لئے اب کسی سے معجزہ صادر نہیں ہو سکتا۔ امام شعرانی تحریر فرماتے ہیں: ”وقد حدد جمهور الاصولیین المعجزة بانها امر خارق للعادة مقرون بالتحدي مع عدم المعارضة“ ﴿جمہور اصولیوں نے معجزہ کی یہ تعریف کی ہے کہ تحدی یعنی دعویٰ رسالت کے ساتھ رسول سے امر خارق ظاہر ہو اور کوئی اس کا معارضہ نہ کر سکے۔﴾

اس دعویٰ کے مقابلہ میں آنجہانی مرزا کی ان ترانی ملاحظہ ہو:

۱..... ”ہاں اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب دوں گا

کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ خدا کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطع اور یقینی طور پر محال ہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔“ (تہذیب حقیقت الوحی ص ۱۳۶، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۴)

ایک موقع پر لکھتے ہیں:

۲..... ”اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔“ (چشمہ معرفت ص ۳۱۷، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۲)

براہین احمدیہ حصہ پنجم میں لکھا ہے:

۳..... ”در حقیقت یہ خرق عادت نشان ہیں اور اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے تب بھی یہ نشان جو ظاہر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔“ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۶، خزائن ج ۲۱ ص ۷۷)

(تحدہ گولڈیہ ص ۳۰، خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۳) پر مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار بتائی ہے اور اپنے معجزات کی تعداد دس لاکھ سے بھی زائد بتاتے ہیں۔ (تہذیب حقیقت الوحی ص ۱۳۶، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۴) اس لئے آنحضرت ﷺ کے معجزات کا استثناء محض ایک فریب ہے۔

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر: ۵

اسلامی شریعت میں رسالت مآب ﷺ افضل کائنات ہیں۔ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے مقام مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ افضل البریہ علیہ السلام والتحیہ کا ارشاد ہے: ”عن جابر ان النبی ﷺ قال انا قائد المرسلین ولا فخر (مشکوٰۃ ص ۵۱۴، بحوالہ دارمی)“ ﴿حضرت جابرؓ را دی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمام مرسلین کا قائد اور پیشرو ہوں اور کوئی فخر نہیں۔﴾

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”انا اکرم الاولین والآخرین ولا فخر (مشکوٰۃ ص ۵۱۴، بحوالہ ترمذی)“ ﴿میں تمام اگلوں اور پچھلوں سے افضل ہوں بلا فخر کے۔﴾

اور مرزا قادیانی اپنی تعریف میں یوں گویا ہیں۔

.....۱

انبیاء گرجہ بودہ اند بسے من بعرفان نہ کمترم زکسے
آنچه داداست هر نبی راجام داد آن جام رام را به تمام
کم نیم زان همه بروئے یقین هر که گوید دروغ هست لعین
(نزل انس ص ۹۹، ۱۰۰، خزائن ج ۱۸ ص ۳۷۷، ۳۷۸)

ترجمہ: اگرچہ انبیاء بہت گذرے ہیں۔ میں معرفت میں ان میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ خدا نے جو پیالہ ہر نبی کو دیا ہے وہ پیالہ مجھ کو بتامہ دیا ہے۔ (پیالہ سے مراد ساغر نبوت ہے) یقیناً میں ان تمام نبیوں سے کم نہیں ہوں۔ جو جھوٹ کہتا ہو وہ ملعون و مردود ہے۔ ”زبان ہمہ“ کے عموم میں خاتمی نبوت رسالت مآب سرور کائنات محمد رسول اللہ بھی شامل ہیں۔
۲..... ورنج ذیل شعر میں تو بالخصوص آنحضرت ﷺ پر اپنی بالاتر کادعویٰ کیا ہے۔

لہ خسف القمر المنیر وان لی خسنا القمران المشتوقان انتکر
(اعجاز احمدی ص ۷۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۳)

مرزا قادیانی ہی کے الفاظ میں ترجمہ ملاحظہ کیجئے: ”اس (یعنی نبی کریم) کے لئے (صرف) چاند کا خسوف ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں (کے گرہن) کا کیا تو انکار کرے گا۔“ ترجمہ میں ”اس کے“ الفاظ کس ذات گرامی کے لئے استعمال کئے ہیں۔ بطور خاص قابل توجہ ہیں۔

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر ۶:

اسلامی شریعت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعظیم و توقیر فرض ہے اور ان کی توہین و تنقیص مستلزم کفر۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”لَتَقُولُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتَعَزَّوْهُ وَتَقْوُّوْهُ (الفتح: ۶)“ ﴿تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ﴾

مشہور تابعی حضرت مجاہد راوی ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا جس نے (نحوذ باللہ) آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کے کلمات کہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسے قتل کی سزا دی اور فرمایا کہ ”من سب اللہ تعالیٰ او سب احدا من الانبیاء فاقتلوه (الصلام المسلول ص ۱۹۵)“

علامہ ابن تیمیہ نے یہی فتویٰ حرم الامہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا ہے۔
قاضی عیاض علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ”من کذب باحد من الانبیاء او تنقص
احدا منهم او یری منهم فهو مرتد (شفاج ۲ ص ۲۸۶)“ ﴿جس نے کسی نبی کی تکذیب،
تنقیص یا برأت کا اظہار کیا وہ مرتد ہے۔﴾

لیکن قادیانیوں کے مذہب میں کسی نبی کی توہین و تنقیص اور ان کی مقدس شان میں
گستاخی سب روا ہے۔ چنانچہ بانی مذہب قادیانی مرزا آنجنابی نے برگزیدہ پیغمبر حضرت عیسیٰ مسیح
علیہ السلام کی شان اقدس میں ایسے گستاخانہ کلمات استعمال کئے ہیں کہ انہیں نقل کرتے ہوئے دل
دہل رہا ہے۔ ہاتھ کانپ رہا ہے اور قلم لرزش میں ہے۔ مگر نقل کفر، کفر نہ باشد سے دل کو تسلی دے کر
چند حوالے سپرد قلم ہیں۔ ملاحظہ کیجئے اور اس گستاخ رسول پر اللہ کی لعنت کیجئے۔

..... ۱ ”پس اس نادان اسرائیلی نے (مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں) ان معمولی باتوں کا
پیشین گوئی کیوں نام رکھا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۸)

..... ۲ ”ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ
آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات
جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر کال لیا کرتے تھے۔“

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

..... ۳ ”نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہیں
یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا میری تعلیم ہے۔“

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

..... ۴ ”آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی
رانا کار کسی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان
اور صحبت شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک
کنجری (کبھی) کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر ناپاک ہاتھ لگا دے اور رنا کاری کی
کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ
ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔“ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

ظاہر ہے کہ ان بے بنیاد الزامات اور بازاری گالیوں سے اس پاکیزہ اور محترم ہستی کے
تقدس پر کیا اثر پڑے گا جسے رب العزت نے کلمۃ اللہ اور روح اللہ کے خطاب سے عزت بخشی ہو۔

البتہ ان گالیوں نے خود مرزا کی شرافت و نجابت کا بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔ سچ کہا ہے کہ بے دانے نے۔
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پا کاں زند
اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر: ۷

اسلامی شریعت کا یہ عقیدہ ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے باعزت اور فرمانبردار بندے ہیں جو
لطیف نورانی جسم رکھتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ ان میں بعض حکم خدا اپنے مستقر سے
زمین پر بھی اترتے ہیں اور حضرت جبرائیل دجی ربانی لے کر حضرات انبیاء کے پاس آتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”بل ہم عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول
وہم بامرہ یعملون (الانبیاء: ۲۸)“ ﴿بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے باعزت بندے ہیں بات میں
اللہ تعالیٰ سے پیش کلامی نہیں کرتے اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق کام کرتے ہیں۔﴾

ایک دوسری آیت میں فرشتوں کی شان یہ بتائی گئی ہے: ”لایعصون اللہ ما
امرہم ویفعلون ما یؤمرون (التحریم: ۶۶)“ ﴿وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور
وہی عمل کرتے ہیں جس کا ان کو حکم ہوگا۔﴾

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ بدر کے دن
فرمایا: ”ہذا جبرئیل اخذ براس فرسہ علیہ اداة الحرب (بخاری ج ۲ ص ۵۷۰)“
﴿یہ جبرائیل ہیں اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے ہتھیار زیب تن کئے ہوئے۔﴾

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:
”نزل جبرئیل فامنی فصلیت معہ ثم صلیت معہ ثم صلیت معہ ثم صلیت
معہ ثم صلیت معہ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۷)“ ﴿جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور مجھ کو
پانچوں نمازیں پڑھائیں۔﴾

کتاب وسنت کے یہ نصوص ناظر ہیں کہ فرشتے اللہ کی ایک محترم مخلوق ہیں۔ اپنے
مستقر سے حکم خدا زمین پر آتے ہیں اور جو کام ان کے سپرد ہوتا ہے اسے انجام دیتے ہیں۔

اب اللہ اور رسولؐ کے مقابلے میں قادیانی صاحب کی تحقیق اذیق بھی سنئے اور فیصلہ کیجئے
کیا اس رجم بالغیب اور انکسار کے تیر کا اسلامی نظریہ سے کوئی ادنیٰ بھی تعلق ہے؟

اپنی تصنیف (توضیح المرام ص ۳۲، نرائن ج ۳ ص ۶۷) پر لکھتے ہیں:

”بلکہ فرشتے اپنے اصلی مقامات سے جو ان کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہیں

ایک ذرہ کے برابر بھی آگے پیچھے نہیں ہوتے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ ان کی طرف سے قرآن شریف میں فرماتا ہے: ”وَمَا نُنَالِیْهِ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُونَ“ پس اصل بات یہ ہے کہ جس طرح آفتاب اپنے مقام پر ہے اور اس کی گرمی روشنی زمین پر پھیل کر اپنے خواص کے مطابق زمین کی ہر چیز کو فائدہ پہنچاتی ہے اسی طرح روحانیت ساویہ خواہ ان کو یونانیوں کے خیال کے موافق نفوس ملکیہ کہیں یا وساتیر اور وید کی اصطلاحات کے موافق ارواح کو اکب سے نامزد کریں یا سیدھے اور مواحدانہ طریق سے ملائکہ کا لقب دیں۔ درحقیقت یہ عجیب مخلوقات اپنے اپنے مقام میں مستقر اور قرار گیر رہے۔“

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر: ۸

اسلامی عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے نکل کر حساب و کتاب کے لئے میدان حشر میں جمع ہوں گے۔ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ ملاحظہ ہو ورنج ذیل آیت پاک: ”وَنُفِخُ فِی الصُّورِ فَآذَاهُمْ مِنَ الْاِجْدَاثِ الِیْ رِبْهِمْ یَنْفِلُونَ (یسین: ۵۱)“ ﴿صور پھونکا جائے گا تو اس وقت سب کے سب اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف چلیں گے﴾

یہ آیت کریمہ اس بات پر نص ہے کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے زندہ ہو کر اٹھیں گے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے۔ اس آیت پاک کے علاوہ قرآن کریم میں بے شمار آیتیں ہیں جن میں مردوں کے زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہونے اور حساب و کتاب کے بعد جنت یا جہنم میں جانے کا ذکر ہے۔ اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ جسے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ روایت کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو وہ نقل کرتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا: ”یَحْشُرُ النَّاسَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَفَاتًا عَرَاتًا، غَرَلَا قُلْتُ یَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجَالُ وَالنِّسَاءُ جَمِیْعًا یَنْظُرُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فَقَالَ یَا عَائِشَةُ الْاِمْرَاثُ مِنْ اَنْ یَنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ (مشکوٰۃ ص ۸۳، بحوالہ بخاری و مسلم)“ ”لوگ قیامت کے دن نئے پاؤں، نئے بدن، بے ختنہ اٹھا کر جمع کئے جائیں گے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مرد و عورتیں ایک دوسرے کو (اس حال میں) دیکھیں گے۔ آپ نے فرمایا عائشہؓ وہ حالت اس سے زیادہ سخت ہوگی کہ لوگ ایک دوسرے کی جانب دیکھیں۔“ ”لِکُلِّ اِمْرِیْ مِنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَأْنٌ یَغْنِیْهِ“

مرزا قادیانی! قرآن وحدیث کی ان تصریحات کے بالمقابل یہ لکھتے ہیں: ”اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو طلبی کے وقت انہیں بہشت سے نکلنا پڑے گا اور اس لائق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھایا گیا ہے۔ حاضر ہونا پڑے گا۔ ایسا خیال تو سر اسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے۔“ (ازلہ الادہام ص ۳۵۰، خزائن ج ۳ ص ۲۷۹)

مرزا قادیانی (ازلہ الادہام ص ۳۵۲، خزائن ج ۳ ص ۲۸۰) پر بزم خویش ثابت کر چکے ہیں جو شخص بہشت میں داخل کیا جاتا ہے وہ اس سے کبھی خارج نہیں کیا جاتا اور اسی کتاب کے (ص ۳۵۳، خزائن ج ۳ ص ۲۸۰) پر لکھتے ہیں: ”مؤمن کو فوت ہونے کے بعد بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے۔“

ان عبارتوں کو یوں ترتیب دیں کہ مؤمن فوت ہوتے ہی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور بہشت میں داخل ہو جانے کے بعد اس سے باہر نہیں نکالا جائے گا۔ لہذا حساب و کتاب کے لئے میدان حشر میں اپنے رب کے حضور ان کے جمع ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ یہ ہے مرزا قادیانی کا قیامت اور حشر و نشر حساب و کتاب کے متعلق نظریہ۔ لیکن اسے اس طرح پر بیچ اور اگر مگر کی بھول بھلیوں میں الجھا کر پیش کر رہے ہیں تاکہ بادی النظر میں پڑھنے والا دھوکہ کھا جائے۔

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر ۹:

اسلامی شریعت میں بحالت اختیار نماز کے لئے سمت کعبہ کو قبلہ قرار دیا گیا ہے۔ ”قول وجہک شطر المسجد الحرام و حیث ما کنتم فاولوا وجوہکم شطرہ (البقرہ: ۱۴۴)“ ﴿پھیر دیجئے اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف اور تم لوگ (اے مسلمانو!) جس جگہ ہو کرو اپنا منہ اسی کی طرف پھیرو﴾

یہ پوری امت کا اجماعی مسئلہ ہے اور فقہ کی ہر چھوٹی بڑی کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن مرزائی شریعت میں مرزا قادیانی کی وحی ”فاتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ“ کی رو سے قادیان قبلہ ہے۔ چنانچہ مرزائی اروپائی گروہ کا اس پر عمل ہے یہ گروہ قادیان کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کو اولیٰ قرار دیتا ہے۔ (حق الامین ص ۳۷۲)

خود مرزا غلام احمد قادیانی (حقیقت الوحی ص ۸۸، خزائن ج ۲۲ ص ۹۱) پر اپنا یہ الہام نقل کرتے ہیں: ”فاتخذوا من مقام ابراہیم مصلیٰ انا انزلنا قریباً من القادیان“ ابراہیم کی جگہ کو قبلہ بناؤ اور مصلیٰ ٹھہراؤ۔ ہم نے اسے قادیان کے قریب نازل کیا ہے۔ اس الہام

میں مرزا نے قادیان کو قبلہ قرار دیا ہے۔ معلوم ہوتا چاہئے کہ ابراہیم سے مراد خود مرزا کی ذات ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے اس الہام سے ظاہر ہے: ”آخر زمانہ میں ایک ابراہیم (یعنی مرزا قادیانی) پیدا ہوگا اور ان فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیر ہوگا۔“
(ضمیر تھک گلا وہ میں ۲۱، خزائن ج ۷ ص ۶۹)

اسلامی شریعت کا عقیدہ نمبر: ۱۰

اسلامی شریعت میں جہاد قیامت تک بوقت ضرورت و شرائط فرض ہے۔ ”کتب علیکم القتال (بقبرہ: ۲۱۶)“ ﴿جہاد تم پر فرض کیا گیا ہے۔﴾

”وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا (بقبرہ: ۱۹۰)“ ﴿اور جنگ کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کریں۔﴾ یہ اور ان کے علاوہ متعدد آیتیں فرضیت جہاد پر نص صریح ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”لن یبرح هذا الدین قاتلاً یقاتل علیہ عصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة (مشکوٰۃ ص ۳۳۰ بحوالہ مسلم)“

لیکن مرزا قادیانی کی شریعت میں جہاد منسوخ ہے کیونکہ یہ ایک خراب چیز ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”یہ بات تو بہت اچھی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کی جائے اور جہاد کے خراب مسئلہ کے خیال کو دلوں سے مٹادیں۔“ (اخبار احمدی ص ۳۳، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۳)
خطبہ الہامیہ میں کہتے ہیں: ”کافروں کے ساتھ لڑنا مجھ پر حرام کیا گیا ہے۔“

(خطبہ الہامیہ ص ۲۵، خزائن ج ۱۶ ص ۵۸)
بطور مشن از خردارے اس مختصر مقالہ میں مرزائی شریعت کے صرف دس بنیادی اصول و احکام نقل کئے گئے ہیں جو سب کے سب اسلامی عقائد و احکام کے معارض و مخالف ہیں۔ ورنہ واقعہ کی فہرست بڑی طویل ہے جو انشاء اللہ کسی اور موقع پر پیش کی جائے گی۔

مرزا قادیانی کے اقوال کفریہ اس کی تحریروں کے آئینہ میں

از: حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاچھوری
پوری امت اسلامیہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور یہ عقیدہ قرآن

وحدیث سے ایسے محکم اور قطعی طریقہ پر ثابت ہے کہ اس میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے اور خود آپ ﷺ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا کہ سلسلہ نبوت مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ میں خاتم النبیین ہوں اور اب میرے بعد کوئی نبی نبی اللہ کی طرف سے نہیں آئے گا۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ کے بعد صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت سے لے کر آج تک پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ جس طرح توحید و رسالت، قیامت و آخرت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا منکر، منجگانہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کا منکر مسلمان نہیں ہو سکتا ایسا شخص کذاب ہے، ملعون ہے، دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہے۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص اس کی نبوت کو تسلیم کرے وہ بھی مسلمان نہیں ہے۔ اگر وہ پہلے سے مسلمان تھا تو اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جائے گا۔

امت کی پوری تاریخ میں عملی ہو تا رہا ہے۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور تمام صحابہ کرامؓ نے مدعی نبوت ”مسلمہ کذاب“ اور اس کے ماننے والوں کے متعلق یہی فیصلہ صادر فرمایا۔ حالانکہ یہ بات محقق ہے کہ وہ لوگ توحید و رسالت کے قائل تھے ان کے یہاں اذان بھی ہوتی تھی اور اذان میں ”اشھد ان لا الہ الا اللہ“ اور ”اشھد ان محمداً رسول اللہ“ بھی کہا جاتا تھا۔ ختم نبوت سے متعلق اسلام کا یہ بنیادی عقیدہ ہے۔

لیکن غلام احمد قادیانی نے اس بنیادی اور اجماعی عقیدہ سے بغاوت کی ہے اور اپنے لئے ایسے الفاظ کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کہ اس میں کسی طرح کی کوئی تاویل اور توجیہ کی گنجائش نہیں ہے اور اس کے معتقدین اس کو دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مثل نبی کہتے ہیں اور اس پر ان کو بے حد اصرار بھی ہے۔ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے ”حقیقت النبوة“ ایک کتاب شائع کی تھی جس کا موضوع ہی مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کو ثابت کرنا تھا اور اس کتاب میں مرزا قادیانی کے نبوت کے دلائل خود مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے پیش کئے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے لئے مسیحیت اور مہدویت کا اتنی کثرت سے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا انکار یا اس کی تاویل ناممکن ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بالاجماع معصوم ہیں ان کی بہت سخت توہین کی ہے اور بہت سے مقامات پر اپنے کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل بلکہ تمام انبیاء کی روح بتایا ہے۔ نیز معجزات کا استہزاء کیا ہے۔ قرآن میں تحریف کی ہے۔ احادیث کی بے حرمتی کی ہے۔ وغیرہ وغیرہ!

دعویٰ نبوت و اقوال کفریہ اس کی تحریر کے آئینہ میں

.....۱ ”خدا وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔“
(الربعین نمبر ۳ ص ۳۶، خزائن ج ۷ ص ۳۲۶)

.....۲ ”میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔“

(اشہار ایک ظلمی کا ازالمص ۴، خزائن ج ۸ ص ۲۱۱)

.....۳ ”اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے لپکا رہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں جن میں بطور نمونہ کسی قدر اس کتاب میں لکھے گئے ہیں۔“
(تحریر حقیقت الوحی ص ۶۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳)

.....۴ ”سچا خدا وہ خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“

(دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۸ ص ۲۳۱)

.....۵ ”میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔“

(مرزا قادیانی کا آخری خط مندرجہ اخبار عام مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۷)

.....۶ ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔“ (بدھ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات ج ۱ ص ۱۱۷)

.....۷ ”پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشین گوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لئے ایک نشان ہے۔ یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصہ زمین میں تکذیب ہو مگر اس کی تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔“
(حقیقت الوحی ص ۱۶۱، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۵)

.....۸ ”سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں.....

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”وما کننا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً“ پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف بیت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے عالمو اصلاح کرو شاید تم میں کوئی خدا کی طرف سے نبی قائم ہو گیا ہے۔ جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔“

(تجلیات الہیہ ص ۹۰، خزائن ج ۲۰ ص ۴۰۰، ۴۰۱)

.....۹ ”خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔“

(دافع البلاء ص ۸، خزائن ج ۸ ص ۲۲۹)

۱۰..... ”تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔“
(دافع البلاء ص ۱۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)

۱۱..... ”الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن چہنمی ہے۔“
(انجام آقظم ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ۶۲)

۱۲..... ”انا ارسلناک احمد الی قومہ فاعرضوا وقالوا کذاب اشتر“
(الرحمن نمبر ۳ ص ۳۳، خزائن ج ۷ ص ۴۳۳)

۱۳..... ”فکلننی و نادانی وقال انی مرسلک الی قوم مفسدین و انی جاعلک للناس اماماً و انی مستخلفک اکراماً کما جرت سنتی فی الاولین“
(انجام آقظم ص ۷۹، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

۱۴..... ”اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کی متواتر نشانیوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے اوپر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے۔ جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اسی طرح میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں۔ مگر پیشین گوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا ہے۔“

(ایک قلمی کا ازالہ ص ۳۲، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۰، بحیرہ حقیقت المنہ ص ۲۶۲)

۱۵..... ”آپ (یعنی مرزا قادیانی) نبی ہیں اور خدا نے اور اس کے رسول نے انہی الفاظ میں آپ کو نبی کہا ہے۔ جس میں قرآن کریم اور احادیث میں پچھلے نبیوں کو نبی کہا گیا ہے۔“

(حقیقت المنہ ص ۷۰)

۱۶..... ”پس اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود قرآن کریم کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں اور لغت کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں۔“
(حقیقت المنہ ص ۱۱۶)

۱۷..... ”پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس معنی کو حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔“
(حقیقت المنہ ص ۱۷۴)

۱۸..... ”لحاظ نبوت ہم بھی مرزا صاحب کو پہلے نبیوں کے مطابق مانتے ہیں۔“
(حقیقت النبوہ ص ۲۹۲)

صبح موعود ہونے کا دعویٰ

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہمارا (یعنی اہل سنت والجماعت کا) عقیدہ یہ ہے کہ اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے اور قیامت کے قریب آپ تشریف لائیں گے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ میرا بھی پہلے یہی عقیدہ تھا مگر بعد میں ان کا خیال یہ ہو گیا کہ اللہ نے اس کو بذریعہ وحی یہ بتلایا کہ یہ سراسر غلط خیال ہے کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں اور کسی وقت وہ دنیا میں دوبارہ آ دیں گے۔ بلکہ وہ صبح اور عیسیٰ جو آنے والا تھا وہ خود تو ہی ہے۔ تیرا ہی نام ابن مریم رکھا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں خود مرزا قادیانی کا بیان ملاحظہ ہو۔ ”اور میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے ہار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسیٰ ابن مریم اسرائیلی توفوت ہو چکا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ اس زمانہ اور اس امت کے لئے تو تو ہی عیسیٰ ابن مریم ہے۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۸۵، خزائن ج ۲۱ ص ۱۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کا دعویٰ

پہلے تو مرزا قادیانی صبح موعود اور عیسیٰ ابن مریم ہی بنے تھے۔ لیکن پھر وہ آگے بڑھے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا اعلان شروع کر دیا ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے نے مرزا کا یہ قول نقل کیا ہے۔ ”میں صبح علیہ السلام کی خدائی کا منکر ہوں۔ ہاں بے شک وہ خدا کے نبیوں میں سے ایک نبی تھا۔ مگر مجھے خدا نے اس سے برتر مرتبہ عطا کیا ہے۔“

(تلخیص ہدایت ص ۱۵۵)

”اور دیکھو آج تم میں سے ایک ہے جو اس صبح سے بڑھ کر ہے۔“

(دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳)

مرزا قادیانی کا درج ذیل شعر بہت مشہور ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)

مرزا قادیانی کا دوسرا شعر ہے۔

مرہم عیسیٰ نے دی تھی محض عیسیٰ کو شفا میری مرہم سے شفا پائے گا ہر ملک و دیار

(درشین اردو ص ۸۷)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین

”ہاں آپ کو (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو) گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آ جاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔“

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

”یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔“

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

”عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے

کوئی معجزہ نہیں ہوا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

”صبح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن کریم میں یحییٰ کا نام حضور رکھا۔ مگر صبح کا یہ نام نہیں رکھا۔ کیونکہ ایسے قہے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔“ (دافع ابلاء ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۰)

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کی نسبت مرزا قادیانی کے خیالات ”کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت صبح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھانا عقل سے بعید بھی نہیں۔ کیونکہ حال کے زمانہ میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ اکثر صنّاع ایسی ایسی چیزیاں بنالیتے ہیں کہ وہ بولتی بھی ہیں اور ہلاتی بھی ہیں اور دم بھی ہلاتی ہیں اور میں نے سنا ہے کہ کل کے ذریعہ سے بعض چیزیاں پرواز بھی کرتی ہیں۔“

(ازالہ ادہام حصاؤل ص ۳۰۲، خزائن ج ۳ ص ۲۵۵)

”کچھ تعجب کی جگہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت صبح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دہانے یا کسی پھونک کے مارنے سے کسی طور پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسا پرندہ پرواز کرتا ہے۔ یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو۔ کیونکہ حضرت صبح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھی کا کام درحقیقت ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد کرنے اور طرح طرح کی صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔“ (ازالہ ادہام ص ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴ حاشیہ)

اس حوالہ میں غور کیجئے! حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کس قدر غیبت بہتان لگایا ہے۔ قرآن مجید کی بیان کی ہوئی اس حقیقت پر تمام اہل اسلام کو بلا کسی شک و شبہ کے ایمان ہے کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلا کسی شخص کی وساطت کے امر ”کن“ سے پیدا فرمایا تھا۔ حضرت مریم عقیقہ اور پاکدامن تھیں۔ آپ کا کسی شخص سے تعلق قائم نہیں ہوا تھا۔ قرآن پاک کی اس صریح وضاحت کے باوجود مرزا غلام احمد قادیانی نے کس قدر غلط بات لکھی ہے۔ اس کی یہ بات قرآن کے بالکل خلاف ہے اور قرآن کا انکار ہے۔ اس کے باوجود اس کو مسلمان سمجھنا اور اس کے متبعین کا اپنے کو مسلمان کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

”اداکل میں میرا بھی یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۴۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۳)

”اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ فطری طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۵۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۷)

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت کا فتویٰ

”پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قیدی دعا کر کے بھی قید سے بچا لیا گیا۔ مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔“

(برائین احمد یہ حصہ پنجم ص ۷۶، خزائن ج ۲۱ ص ۹۹)

میں سب کچھ ہوں

مرزا قادیانی کا دعویٰ یہ تھا کہ میں تمام نبیوں کی روح اور ان کا خلاصہ ہوں۔ میری ہستی میں تمام انبیاء سمائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے: ”میں خدا کے دفتر میں صرف عیسیٰ بن مریم کے نام سے موسوم نہیں بلکہ اور بھی میرے نام ہیں۔ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ﷺ ہوں..... سو ضرور ہے کہ ہر نبی کی

شان مجھ میں پائی جائے۔“
معجزات کی کثرت

جب مرزا قادیانی نے پیغمبری اور نبوت کا دعویٰ کیا تو معجزات کا دعویٰ بھی لازم تھا۔ چنانچہ انہوں نے معجزات کا دعویٰ بھی معمولی انداز سے نہیں کیا بلکہ اللہ کے تمام نبیوں کو معجزات کے معاملہ میں مرزا قادیانی نے اپنے مقابلہ میں بہت پیچھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

”اللہ نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔“
(چشمہ معرفت ص ۳۱۷، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۲)

”ہاں! اگر یہ اعتراض ہو کہ اس جگہ وہ معجزات کہاں ہیں تو میں صرف یہی جواب نہیں دوں گا کہ میں معجزات دکھلا سکتا ہوں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرا جواب یہ ہے کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں بلکہ کچھ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ ہاں ہمارے نبی ﷺ کے ہاں تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقین طور پر محال ہے اور خدا نے اپنی جت پوری کر دی ہے اب چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔“
(تحریر حقیقت الوحی ص ۱۳۶، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۴)

”اور خدا تعالیٰ میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح علیہ السلام کے زمانہ میں وہ نشان دکھائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے۔“

(تحریر حقیقت الوحی ص ۱۳۷، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۵)
”ان چند سطروں میں جو پیشین گوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اول درجہ پر فائق ہیں۔“

(براہین احمدیہ ج ۵ ص ۵۶، خزائن ج ۲۱ ص ۷۲)
”اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے۔ تب بھی یہ نشان جو نظر ہوئے دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔“

(براہین احمدیہ ج ۵ ص ۵۶، خزائن ج ۲۱ ص ۷۲)
احادیث کے متعلق مرزا قادیانی کا خیال

”ہم اس کے جواب میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی

حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کی معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔“
(اعجاز احمدی ص ۳۰، ۳۱، جز ۱ ج ۱ ص ۱۳۰)

مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال کفریہ میں سے چند اقوال کفریہ بطور نمونہ نقل کئے گئے۔ ان اقوال سے صراحتاً یہ ثابت ہو رہا ہے کہ وہ نبوت کا مدعی ہے اور اس کے معتقدین بھی اس کی نبوت کے قائل ہیں۔ لہذا غلام احمد قادیانی قطعی طور پر اسلام سے خارج ہے اور اس کے قلعین بھی جو اس کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں یا دعویٰ نبوت کے باوجود اسے دائرہ اسلام میں سمجھتے ہیں وہ لوگ بھی قطعی طور پر کافر، مرتد، اور خارج از اسلام ہیں۔

علمی لطیفہ

موقع کی مناسبت سے ایک علمی لطیفہ ذہن میں آیا۔ رنگون میں خواجہ کمال الدین قادیانی پہنچا۔ بڑا چالاک اور چالباز تھا اس نے اہل رنگون کے سامنے اپنے اسلام کا دعویٰ کیا اور کہا کہ ہم غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے اور یہ بات قسمیہ کہتا۔ جیسا کہ بہت سے قادیانی خصوصاً لاہوری کہتے ہیں۔ خواہ مخواہ ہم کو بدنام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم کچے مسلمان ہیں۔ قرآن کو مانتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کو اللہ کا سچا رسول سمجھتے ہیں۔ عوام اس کی باتوں میں آگئے۔ اس کی تقریریں ہونے لگیں۔ بہت سے مقامات پر نماز بھی پڑھائی۔ جمعہ تک پڑھایا۔ رنگون کے ذمہ دار بہت نگر مند تھے کہ عوام کو کس طرح اس فتنہ سے محفوظ رکھیں۔ عوام میں دن بدن اس کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ مقامی علماء سے اس کی گفتگو بھی ہوئی۔ مگر اپنی چالبازی کی وجہ سے اپنی اصلیت ظاہر نہ ہونے دیتا۔ مشورہ کر کے یہ طے پایا کہ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالغفور لکھنوی صاحب کو مدعو کیا جائے۔ چنانچہ تار دے دیا گیا اور وہاں اس کی شہرت بھی ہو گئی کہ بہت جلد مولانا عبدالغفور صاحب تشریف لارہے ہیں۔ وہ اس سے گفتگو کریں گے۔ خواجہ کمال الدین نے جب مولانا کا نام سنا تو راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت دیکھی۔ چنانچہ وہ مولانا کے وہاں پہنچنے سے پہلے چلا گیا۔ مولانا تشریف لے گئے۔ مولانا کی تقریریں ہوئیں۔ عوام الناس کو حقیقت سے خبردار کیا اور ذمہ داروں کی ایک مجلس میں فرمایا کہ آپ حضرات نے غور فرمایا کہ وہ کیوں یہاں سے چلا گیا۔ دراصل وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھ گیا ہوگا کہ میں اس سے یہ سوال کروں گا کہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا قائل نہیں۔ مگر تو اسے مسلمان سمجھتا ہے یا کافر؟ اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا جو بھی جواب دیتا

پکڑا جاتا وہ مرزا قادیانی کو کسی حال میں کافر تو کہہ نہیں سکتا تھا۔ اگر مسلمان کہتا تو اس پر بھی اس کی گرفت ہوتی کہ جو شخص مدعی نبوت ہو وہ کسی حال میں مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ایسے آدمی کو مسلمان سمجھنا خود کفر ہے۔ میں اس سے یہی سوال کرتا اور انشاء اللہ اسی ایک سوال پر وہ لا جواب ہو جاتا اور اس کا راز فاش ہو جاتا۔ یہ سوال آپ لوگوں کے ذہن میں نہیں آیا۔ اس لئے آپ لوگ پریشان رہے۔

(نوٹ: ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے ختم نبوت نمبر میں ”مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس جھوٹ“ عنوان کا مضمون تھا وہ چونکہ تحفہ قادیانیت میں چھپ چکا ہے۔ لہذا یہاں سے حذف کر دیا ہے۔ مرتب!)

مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس جھوٹ

از: مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

”الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى“

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کی علمائے امت نے ہر پہلو سے قلعی کھول دی ہے اور کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے سچے وارثوں کا بنیادی وصف صدق و راست گفتاری ہے۔ نبی کی زبان پر کبھی خلاف واقعہ بات آئی نہیں سکتی اور جو شخص جھوٹ کا عادی ہو وہ نبی تو کجا ایک شریف آدمی کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔

جو لوگ نبی و رسالت یا محمدیت و مہدویت کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں حق تعالیٰ ان کی ذلت و رسوائی کے لئے ان کا جھوٹ خود ان ہی کی زبان سے کھول دیتے ہیں۔ شیخ علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: ”ما من احد ادعى النبوة من الكذابين الا وقد ظهر عليه من الجهل والكذب لمن له انفى تميز بل وقد قيل ما اسر احد سريره الا اظهر الله على صفحات وجهه وقلبات لسانه (ص ۷۳)“ جھوٹے لوگوں میں سے جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے معمولی عقل و تمیز کے شخص پر بھی اس کا جہل و کذب واضح کر دیا۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ جس نے بھی اپنے دل میں کوئی بات چھپائی اللہ تعالیٰ نے اس کے چہرے پر اور زبان کی گفتگو میں اس کو ظاہر کر کے چھوڑا۔

راقم الحروف نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ مرزا قادیانی کی تحریر میں سچائی اور راستی کا تلاش کرنا کار عبث ہے۔ بڑے بڑے جھوٹے بھی سچی بات کہہ دیتے ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی نے گویا قسم کھا رکھی ہے کہ وہ کلمہ طیبہ بھی پڑھے گا تو اس میں اپنے جھوٹ کی آمیزش ضرور کرے گا۔ پیش نظر مقالہ میں بطور نمونہ تیس جھوٹ ذکر کئے گئے ہیں۔ دس آنحضرت ﷺ پر، دس حق تعالیٰ شانہ پر اور دس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر۔

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر مرزا قادیانی کے دس جھوٹ

آنحضرت ﷺ کی طرف کسی غلط بات کو منسوب کرنا غبیث ترین گناہ کبیرہ ہے۔ احادیث متواترہ میں اس پر دوزخ کی وعید آئی ہے اور جس شخص کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اس نے ایک بات بھی آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کی ہے وہ مفتری اور کذاب ہے اور اس کی کوئی بات اور کوئی روایت لائق اعتماد نہیں رہتی۔ مرزا غلام احمد قادیانی اس معاملہ میں نہایت بے باک اور جری تھا۔ وہ بات بات میں آنحضرت ﷺ پر افتر آپردازی کرنے کا عادی تھا۔ یہاں اس کی دس مثالیں پیش کرتا ہوں۔

۱..... ”انبیاء گذشتہ کے کشف نے اس بات پر مہر لگادی ہے کہ وہ (مسح موعود) چودھویں صدی کے سر پر ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔“ (اربعین نمبر ۲۳، خزائن ج ۷ ص ۳۷۱)

انبیاء گذشتہ کی تعداد کم بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ ان کی طرف مرزا قادیانی نے دو باتیں منسوب کی ہیں۔ مسیح کا چودھویں صدی کے سر پر آنا اور پنجاب میں آنا اور یہ نسبت خالص جھوٹ ہے۔ اس طرح مرزا قادیانی نے صرف ایک فقرہ میں ڈھائی لاکھ جھوٹ جمع کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔

نوٹ..... پہلے ایڈیشن میں انبیاء گذشتہ کا لفظ تھا۔ بعد میں اس کی جگہ ”اولیاء گذشتہ“ کا لفظ کر دیا گیا۔ اس تحریف کے بعد بھی جھوٹ کی سنگینی میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔

۲..... ”مسح موعود کی نسبت تو آثار میں یہ لکھا ہے کہ علماء اس کو قبول نہیں کریں گے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۶، خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۷)

آثار کا لفظ کم از کم دو تین احادیث پر بولا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ مضمون کسی حدیث میں نہیں۔

۳..... ”ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ (مسح موعود) صدی کے سر پر آئے گا اور چودھویں صدی کا مجدد ہوگا..... اور لکھا تھا کہ وہ اپنی پیدائش کی رو سے دو صدیوں میں اشتراک رکھے گا اور دو نام پائے گا اور اس کی پیدائش دو خاندانوں سے اشتراک رکھے گی اور چوتھی دو گونہ

صفت یہ کہ اس کی پیدائش میں بھی جوڑے کے طور پر پیدا ہوگا۔ سو یہ سب نشانیاں ظاہر ہو گئیں۔“
(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۸، خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۹)

اس فقرہ میں مرزا قادیانی نے چھ باتیں احادیث صحیحہ کی طرف منسوب کی ہیں۔
حالانکہ ان میں سے ایک بات بھی کسی حدیث صحیح میں نہیں آئی۔ اس لئے اس فقرے میں اٹھارہ جھوٹ ہوئے۔

۴..... ”ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ملک میں اللہ تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں اور فرمایا کہ: ”مکسان فی الہند نبیاً اسود اللون اسمہ کاهنآ“ یعنی ہند میں ایک نبی گذرا جو سیاہ رنگ کا تھا اور نام اس کا کاہن تھا۔ یعنی کہنیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔“ (ضمیمہ چشمہ معرفت ص ۱۰۹، خزائن ج ۲۳ ص ۳۸۲)

مرزا قادیانی کی ذکر کردہ حدیث کسی کتاب موجود نہیں۔ اس لئے یہ خالص افتراء ہے۔ ظالم کو عربی کی صحیح عبارت بھی نہ بتائی آئی۔ سیاہ رنگ شاید انہی تصویروں کو یاد آ گیا۔

۵..... ”اور آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ زبان پارسی میں بھی کبھی خدا نے کلام کیا ہے تو فرمایا کہ ہاں خدا کلام زبان پارسی میں بھی اترتا ہے۔ جیسا کہ وہ اس زبان میں فرماتا ہے۔“ ایں مشت خاک را گر نہ بخشم چہ کنم“ (ضمیمہ چشمہ معرفت ص ۱۱۱، خزائن ج ۲۳ ص ۳۸۲)

یہ مضمون بھی کسی حدیث میں نہیں۔ خالص جھوٹ اور افتراء ہے۔

۶..... ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں دہانازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہئے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں۔“ (ریویو ج ۶ نمبر ۹ ص ۳۶۵، بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۷ء)

دہا کی جگہ کو بلا توقف چھوڑ دینے کا حکم کسی حدیث میں نہیں۔ یہ خالص مرزائی جھوٹ ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حکم ہے کہ اس جگہ کو نہ چھوڑا جائے۔ ”واذا وقع بارض و انتم بها فإل تخرجوا فإرأ منه“ (تعلق طلیہ، مشکوٰۃ ص ۱۳۵)

۷..... ”انفوس ہے کہ وہ حدیث بھی اس زمانے میں پوری ہوئی جس میں لکھا تھا کہ مسیح کے زمانے کے علماء ان سب لوگوں سے بدتر ہوں گے جو زمین پر رہتے ہیں۔“

(اعجاز احمدی ص ۱۲، خزائن ج ۱۹ ص ۱۲۰)

مسیح کے زمانے کے علماء کے بارے میں یہ بات ہرگز نہیں فرمائی گئی۔ یہ ایک طرف آنحضرت ﷺ پر افتراء ہے اور دوسری طرف علمائے امت پر صریح بہتان ہے۔

۸..... ”چونکہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک کتاب چھپی ہوئی ہوگی جس میں اس کے تین سوتیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا۔ اس لئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ وہ پیش گوئی آج پوری ہوگئی۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۰، خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۴)

”چھپی ہوئی کتاب“ کا مضمون کسی صحیح حدیث میں نہیں ہے۔ لطف یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے ۱۳۱۳ اصحاب کے جو نام ازالہ ادہام میں لکھے تھے۔ ان میں سے کئی مرزا کو کافر قرار دے کر اس کی صحابیت سے نکل گئے۔ اس لئے یہ جھوٹی روایت بھی اس کی جھوٹی مہدویت پر راست نہ آئی۔

۹..... ”مگر ضرور تھا کہ وہ مجھے کافر کہتے اور میرا نام دجال رکھتے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ میں پہلے سے یہ فرمایا تھا کہ اس مہدی کو کافر ٹھہرایا جائے گا اور اس وقت کے شریر مولوی اس کو کافر کہیں گے اور ایسا جوش دکھلائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو اس کو قتل کر ڈالتے۔“

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۸، خزائن ج ۱۱ ص ۳۲۲)

اس عبارت میں تین باتیں ”احادیث صحیحہ“ کے حوالے سے کہی گئی ہیں اور یہ تینوں جھوٹ ہیں۔ اس لئے اس عبارت میں فوجھوٹ ہوئے۔

۱۰..... ”بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس ہے اور آخری آدم پہلے آدم کی طرز پر الف ششم کے آخر میں جو روز ششم کے حکم میں ہے پیدا ہونے والا ہے۔“ (ازالہ ادہام ص ۶۹۶، خزائن ج ۳ ص ۴۷۵)

آخری آدم کا افسانہ کسی حدیث میں نہیں آتا۔ اس لئے یہ بھی خالص جھوٹ ہے۔ دنیا کی عمر کے بارے میں بعض روایات آتی ہیں۔ مگر وہ روایات ضعیف ہیں اور محدثین نے ان کو ”ابین الکذب“ سے تعبیر کیا ہے۔ (موضوعات کبیر ص ۱۶۲)

افتراء علی اللہ کی دس مثالیں

۱..... ”سورہ مریم میں مرتع طور پر بیان کیا گیا ہے کہ بعض افراد اس امت کا نام مریم رکھا گیا ہے اور پھر پوری اتباع شریعت کی وجہ سے اس مریم میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روح پھونکی گئی اور روح پھونکنے کے بعد اس مریم سے عیسیٰ پیدا ہو گیا اور اسی بناء پر خدا تعالیٰ نے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم حصہ پنجم ص ۱۸۹، خزائن ج ۲۱ ص ۳۶۱)

سورہ مریم سب کے سامنے موجود ہے۔ مرزا نے مرتع طور پر جن امور کا سورہ مریم میں بیان کیا جانا ذکر کیا ہے، کیا یہ مرتع افتراء علی اللہ نہیں۔

۲..... ”لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانے میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر (یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر) ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور نہ کبھی سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا اپنے ہاتھوں یا اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن چھووا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے قرآن نے یحییٰ کا نام حضور رکھا۔ مگر مسیح کا نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام رکھنے سے مانع تھے۔“ (دافع البلاء ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۰)

حضرات انبیاء کرام کی طرف فواحش کا منسوب کرنا کفر ہے۔ مرزا قادیانی ایسے قصے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہے اور ایسے کفر صریح کے لئے قرآن کریم کے لفظ ”حضور“ کا حوالہ دیتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان قصوں میں ملوث تھے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان بھی ہے اور افتراء علی اللہ بھی۔

۳..... ”اور اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا..... اور ضرور تھا کہ وہ ابن مریم جس کا انجیل اور فرقان میں آدم بھی نام رکھا گیا ہے۔“ (ازالہ اوہام ص ۶۹۶، خزائن ج ۳ ص ۷۷۵) یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام قرآن کریم میں آدم رکھا گیا ہے۔ خالص جھوٹ ہے اور اس مضمون کو انجیل سے منسوب کرنا دوسرا جھوٹ ہے اور یہ کہنا کہ مرزا قادیانی کو اللہ تعالیٰ نے آدم مقرر کر کے بھیجا ہے۔ تیسرا جھوٹ ہے۔

۴..... اور مجھے بتلایا گیا کہ تیری خبر قرآن وحدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے کہ ”هو الذی ارسل رسوله..... کله“ (اعجاز احمدی ص ۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۳) کون نہیں جانتا کہ اس آیت کریمہ کا مصداق آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ پس یہ کہنا کہ تیری خبر قرآن میں ہے ایک جھوٹ۔ حدیث میں ہے دوسرا جھوٹ اور مرزا اس آیت کا مصداق ہے۔ تیسرا جھوٹ اور ان تمام باتوں کو مجھے بتلایا گیا ہے۔ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب بدترین افتراء علی اللہ ہے۔

۵..... ”قادیان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیش گوئی پہلے سے لکھا گیا تھا۔“ (ازالہ اوہام ص ۷۳، حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹) یہ بھی سفید جھوٹ اور افتراء علی اللہ ہے۔

۶..... ”لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوتیں جس میں لکھا گیا تھا

کہ صبح موعود جب ظاہر ہوگا تو (۱) اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ (۲) وہ اس کو کافر قرار دیں گے۔ (۳) اور اس کو قتل کرنے کے فتوے دیئے جائیں گے۔ (۴) اور اس کی سخت توہین ہوگی۔ (۵) اور اس کو اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔“

(اربعین نمبر ۳۳ ص ۱۷، خزائن ج ۷ ص ۴۰۴)

ان چھ باتوں کو قرآن کریم کی پیش گوئی کا لفظ قرار دینا سفید جھوٹ اور افتراء علی اللہ ہے۔
..... ”پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔“ (اشہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۰۲)

اس اشتہار کے بعد مرزا قادیانی کے عقد میں کوئی خاتون نہیں آئی۔ نسل کیسے چلتی؟ اس لئے اس فقرے میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو بشارت منسوب کی گئی ہے یہ دروغ بے فروغ اور افتراء خالص ہے۔

۸..... ”الہام بکر و شیب“ یعنی خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ۔ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔“ (ترویج القلوب ص ۳۴، خزائن ج ۱۵ ص ۲۰۱)

مرزا کے نکاح میں کوئی شیب نہیں آئی۔ محمدی بیگم کے بیوہ ہونے کے انتظار میں ساری عمر کٹ گئی۔ مگر وہ بیوہ نہ ہوئی۔ اس کے بکر و شیب کا الہام محض افتراء علی اللہ ثابت ہوا۔

۹..... ”شاید چارہ ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر ہو گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقین کامل الظاہر والباطن تم کو عطاء کیا جائے گا سو اس کا نام بشیر ہوگا..... اب زیادہ تر الہام اس بات پر ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطاء ہوگی وہ صاحب اولاد ہوگی۔“

(مکتوبات احمدیہ ج ۵ نمبر ۲ ص ۵، مکتوبات احمدیہ جدید ج ۲ ص ۱۲)

یہ سارا مضمون سفید جھوٹ ثابت ہوا۔

۱۰..... ”اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں (محترمہ محمدی بیگم مرحومہ) کے لئے سلسلہ جنابی کران دلوں جو زیادہ تصریح کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت

درخواست کی گئی تھی ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔“

(اشہارہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۵۸)

یہ بھی دروغ خالص ثابت ہوا۔ مرزا محمدی بیگم کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہوا۔ اس عفت مآب کا سایہ بھی اسے مدۃ العمر نصیب نہ ہوا اور اس سلسلہ میں جتنے الہامات گھڑے تھے سب جھوٹ کا پلندہ ثابت ہوئے۔ مرزا قادیانی نے اس نکاح کے سلسلہ میں کہا تھا: ”یاد رکھو اگر اس پیشین گوئی کی دوسری جزو (یعنی سلطان محمد کا مرنا اور اس کی بیوہ کا مرنا کے نکاح میں آنا) پوری نہ ہوگی تو میں ہر بد سے بدتر مظہروں کا۔“

(ضمیمہ انجام آقہم ص ۵۲، خزائن ج ۱ ص ۳۲۸)

اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا کہ مرزا واقعتاً اپنے اس فقرہ کا مصداق تھا۔ یہ بیس مثالیں خدا اور رسول پر افتراء کی تھیں۔ اب دس مثالیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر افتراء کی ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس جھوٹ

۱..... ”یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے مسجد کی طرف دوڑیں گے تو وہ کلیسا کی طرف بھاگے گا اور جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا اور جب لوگ عبادت کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا اور شراب پئے گا اور سور کا گوشت کھائے گا اور اسلام کے حلال و حرام کی کچھ پرواہ نہیں کرے گا۔“ (حقیقت الوحی ص ۲۹، خزائن ج ۲ ص ۳۱)

مرزا قادیانی کا اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے جن کی تشریف آوری کے مسلمان قائل ہیں۔ مگر مرزا قادیانی نے ان کی طرف جو چھ باتیں منسوب کی ہیں۔ یہ نہ صرف صریح جھوٹ بلکہ شرمناک بہتان ہے۔

۲..... ”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔“ (کشتی نوح حاشیہ ص ۶۶، خزائن ج ۱ ص ۷۱)

۳..... ”مسیح ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا جب استاد کے سامنے اس کے حسن و جمال کا تذکرہ کر بیٹھا تو استاذ نے اس کو عاقی کر دیا۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کس طرح مسیح بن مریم جو ان عورتوں سے ملتا اور کس طرح ایک بازاری عورت سے عطر طواتا تھا۔“

(الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء، بالمخلفات ج ۳ ص ۱۳۷)

۴..... ”اور یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی

کہانی ہے اور یہ خراب چال چلن، نہ خدا کی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ
خدا کی کا دعویٰ شراب خوری کا بد نتیجہ تھا۔“

ان تین حوالوں میں شراب نوشی اور دیگر گندگیوں کی جو نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
طرف کی گئی ہے۔ یہ نہایت گندا بہتان ہے اور ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے اس گندے
بہتانوں کی مذمت کر سکیں اور ہم یہ تصور نہیں کر سکتے کہ کوئی شخص فحاشی و بد گوئی اور کینہ پن کی اس
سطح تک بھی اتر سکتا ہے۔

۵..... ”ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین
گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔“
(اعجاز احمدی ص ۱۴، خزائن ج ۹ ص ۱۲۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئیوں کو صاف طور پر جھوٹی کہنا سفید جھوٹ اور کفر
صریح ہے۔

۶..... ”عیسائیوں نے آپ کے بہت سے معجزات لکھے ہیں۔ مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے
کوئی معجزہ نہیں ہوا..... اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا
معجزہ ہے۔“
(ضمیمہ انجام آتم ص ۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰، ۲۹۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نفی نہ صرف کذب صریح ہے بلکہ قرآن کریم کی
کلی تکذیب ہے اور عجیب تر یہ کہ مرزا تالاب کا معجزہ ماننے کے لئے تیار ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کا معجزہ ماننے پر تیار نہیں۔

۷..... ”اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابن مریم باذن حکم الہی
البعث نبی کی طرح اس عمل الترب (مسریم) میں کمال کہتے تھے۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۰۸، خزائن ج ۳ ص ۲۵۷ حاشیہ)
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مسریم کی نسبت کرنا ایک جھوٹ، ان کے معجزات کو
مسریم کا نتیجہ قرار دینا دوسرا جھوٹ، اس پر باذن حکم الہی کا اضافہ تیسرا جھوٹ اور حضرت البع
علیہ السلام کو اس میں پیشینا تیرا جھوٹ۔

۸..... ”حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کا کام
کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جس میں کلوں کے ایجاد
کرنے اور طرح طرح کی مصنوعات کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۴ حاشیہ)

یوسف بخار کو حضرت مسیح کا باپ کہنا ایک جھوٹ، حضرت مسیح کو بڑھئی کہنا دوسرا جھوٹ اور ان کے معجزات کو بخاری کا کرشمہ کہنا تیسرا جھوٹ۔

۹..... ”بہر حال مسیح کی یہ تربی کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید رکھتا تھا کہ ان اچوبہ نمایوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۰۹، خزائن ج ۳ ص ۲۵۸)

حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کو ”تربی کارروائیاں“ کہنا، انہیں مکروہ اور قابل نفرت کہنا صریح بہتان اور تکذیب قرآن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پرتری کی امید رکھنا اور اس کو فضل و توفیق خداوندی کی طرف منسوب کرنا صریح کفر اور افتراء علی اللہ ہے۔

۱۰..... ”اور آپ کی انہیں حرکات کی وجہ سے آپ کے حقیقی بھائی آپ سے ناراض رہتے تھے اور ان کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ کے دماغ میں ضرور کچھ غلط ہے اور وہ ہمیشہ چاہتے رہے ہیں کہ کسی شفا خانہ میں آپ کا باقاعدہ علاج ہو شاید خدا تعالیٰ شفا بخشنے۔“

(فیما جماع آختم ص ۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰ حاشیہ)

”یسوع در حقیقت بوجہ مرگی کے دیوانہ ہو گیا تھا۔“

(ست بچن حاشیہ ص ۱۷۱، خزائن ج ۱۰ ص ۲۹۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف (نعوذ باللہ) خلل دماغ، مرگی اور دیوانگی کی نسبت کرنا سفید جھوٹ ہے۔ یہ اور اس قسم کی دیگر تحریریں غالباً مرزا قادیانی نے ”مراق“ کی حالت میں لکھی ہیں۔ جس کا اس نے خود کوئی جگہ اعتراف کیا ہے یہ مرزا قادیانی کے جھوٹ کے تین نمونے پیش کئے گئے ہیں۔ جن سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کو سچائی اور راستی سے کتنی نفرت تھی۔ اس تحریر کو مرزا قادیانی کی ایک مہارت پر ختم کرنا ہوں۔

”ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹ ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔“

(چشمہ معرفت ص ۲۲۲، خزائن ج ۲۳ ص ۲۳۱)

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسے جھوٹوں سے بچائے اور مرزائیوں کو بھی اس جھوٹ سے لٹکنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ ”سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العلمين“ محمد یوسف عفا اللہ عنہ ۲۴ صفر ۱۴۰۷ھ

مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشین گوئیاں واقعات کے آئینہ میں

از: مولانا کفیل احمد علوی کیرالوی

قادیانیت کا مختصر تعارف اور..... پیشین گوئیاں جنہیں خود غلام احمد قادیانی نے اپنے صادق یا کاذب ہونے کا معیار اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن قرار دیا تھا اور جو قطعی طور پر غلط ثابت ہوئیں۔

قادیانیت کے جیب و گریباں

اس وقت ہمارا موضوع مرزا غلام احمد قادیانی کی ان پیشین گوئیوں کا جائزہ لینا ہے جنہیں خود مرزا قادیانی نے اپنے صادق یا کاذب ہونے کا اصل معیار قرار دیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ غلام احمد کی شخصیت اور قادیانیت پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے۔ یہ فتنہ اب پھر سر اُبھارتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمان قادیانیوں کی فتنہ انگیز یوں اور خطرناک چالوں کو سمجھیں اور ان کی سازشوں سے باخبر رہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ زبان و قلم کی طاقت سے کام لے کر قادیانیت کے بدنام چہرہ کو سرعام بے نقاب کر دیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے امام مہدی، مسیح موعود اور نبوت کے جھوٹے دعوے کر کے ملت اسلامیہ کی صفوں کو بنیادی طور پر درہم برہم کرنے کی ناپاک سعی کی ہے۔ اس حقیقت سے ہندو پاک اور بنگلہ دیش وغیرہ ممالک کے اہل علم حضرات بخوبی واقف ہیں اور انہوں نے اپنے اپنے دائروں میں بجا طور پر اس گمراہی کو روکنے اور حقائق کی طاقت سے اس کے اثرات بد کو ختم کر دینے کی موثر اور کامیاب کوششیں کی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دہم میں ختم نبوت کو مانتے تو ہیں مگر اس کی ایسی مہمل تاویل کرتے ہیں جو نہ ماننے کے مترادف ہے۔ وہ قرآنی آیات مقدسہ کی اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق تفسیر کرتے ہیں۔ وہ اور ان کے ساتھی انبیاء علیہم السلام کی توہین کرتے ہیں۔ غلام احمد کے خلیفہ مرزا بشیر الدین ”حقیقت النہوضہ ص ۲۵۷“ میں غلام احمد کے متعلق لکھتے ہیں: ”وہ بعض اولوالعزم نبیوں سے بھی آگے نکل گئے۔“

وہ اپنے جاہل چیلوں کو حضرات صحابہؓ کے ہم رتبہ قرار دے کر ان کی مسلمہ عظمت کو مجروح کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ قادیانیوں کا اخبار ”الفضل“ جلد ۵ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں لکھتا ہے: ”پس ان دونوں گروہوں میں تفریق کرنی یا ایک کو دوسرے سے مجموعی

رنگ میں افضل قرار دینا ٹھیک نہیں۔

ممکن ہے ہمارا خیال غلط ہو۔ لیکن ہمارا تجربہ یہی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ ایک دہریہ صفت آدمی تھا۔ ایک نہایت فریب کار انسان اس کی ضخیم کتابیں اس کی ذہنی عیاری کی آئینہ دار ہیں۔ اس نے لوگوں کی نفسیات کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دنیا کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک اکثریت نادان لوگوں کی ہے اور نادان لوگوں کو مختلف طریقوں سے بہکا کر اپنے ساتھ لگا لیتا کوئی زیادہ مشکل کام نہیں۔ اب سوال یہ تھا کہ عزت و شہرت، مال و دولت اور بھرپور مفادات حاصل کرنے کے لئے اسے کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔ اگر وہ مذہب کے خلاف جھنڈا اٹھا کر سامنے آتا تو اس کے اپنے ہی گھر کے اور خاندان کے لوگ چند قدم بھی آگے نہ پڑھنے دیتے۔ اس شخص نے مسلمانوں کی نفسیات کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ یہ ایک ایسی قوم ہے جسے مذہب کے نام پر گرمایا بھی جاسکتا ہے اور ٹھنڈا بھی کیا جاسکتا ہے۔ جگایا بھی جاسکتا ہے۔ سلایا بھی جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس سے مذہب کی آڑ میں وہ تمام کھیل کھیلے جو آج سب کے سامنے ہیں۔ سونے پر سہاگہ یہ کہ سے حکومت برطانیہ کا ہر رخ سے بھرپور تعاون بھی حاصل رہا۔ حکومت اس وقت مسلمانوں کے اتحاد سے اور جذبہ جہاد کی تیز تر لہر سے خائف تھی۔ سید احمد شہید اور ان کے عظیم ساتھیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں انگریزی اقتدار کے لئے پریشان کن بنی ہوئی تھیں۔ مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور ان کی توجہات کو ملکی اور غیر ملکی مسائل سے ہٹا دینے کے لئے انہیں مسلمانوں میں ایسے ہی ذہین و فطین آدمی کی ضرورت تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۱) میں اقرار کرتے ہیں: ”میں حکومت برطانیہ کا خود کاشٹہ پودا ہوں۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱) میں لکھا ہے: ”میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان و قلم سے اس کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی جی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیر دوں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور غلصتہ تعلقات سے روکتے ہیں۔“

(تزیان القلوب ص ۱۵، غزائن ج ۱ ص ۱۵۵) میں لکھا ہے: ”میں نے مخالفت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ ایسی کتابوں کو تمام عرب ممالک اور مصر و شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔“

ایک طرف مرزا قادیانی برابر مسلمانوں کو انگریزوں کے ساتھ وفاداری کی تعلیم دیتے رہے۔ دل سے مطیعانہ برتاؤ کی تبلیغ کرتے رہے۔ دوسری طرف مرحلہ دار مسلمانوں کے بنیادی عقائد پر شاطرانہ انداز میں حملے شروع کر دیے اور توقع کے مطابق ایسے لوگ بھی مل گئے جو پیدا تو مسلم گھرانوں میں ہوئے تھے۔ مگر مرزا قادیانی کی طرح تھے بے دین اور مفاد پرست۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گرو گھنٹال مرزا غلام احمد قادیانی کے علم و فضل، تقویٰ و طہارت بزرگی اور بیجا طور پر کشف و کرامت کی تشہیر شروع کر دی۔ اس کے استخاروں کو کامیاب، الہامات کو سچے اور دعاؤں کو مستجاب بیان کیا جانے لگا۔ لوگ آنے لگے۔ بے وقوف اور توہم پرست لوگوں کی کبھی کمی نہیں رہی۔ نہ پہلے تھی اور نہ آج ہے۔ پھر یہ تو دام ہی ہم رنگ زمین بچھایا گیا تھا۔ کچھ سادہ لوح اور پڑھے لکھے بھی پھنس گئے۔

پہلے مرحلہ میں مرزا قادیانی نے مختلف نفسیاتی پہلوؤں سے کام لے کر اپنے خدا رسیدہ ہونے کا تاثر لوگوں کے ذہن نشین کرایا۔ امام مہدی اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ دوسرے مرحلہ میں مسیح بن گئے۔ نبی ظلی ہو گئے۔ فن کاری دیکھئے! حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کے بارے میں قرآنی صراحت کے باوجود حیات مسیح کے تو قائل نہیں لیکن آمد مسیح کے قائل ہیں اور وہ مرزا قادیانی..... خود ہیں۔ اس سوال سے بچنے کے لئے کہ جب آپ کے بقول مسیح زندہ ہی نہیں تو آپ مسیح کہاں سے آ گئے تو مثیل مسیح کا شوشہ لگا دیا۔ ایسے ہی آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر لصوص قطعیہ موجود ہیں۔ اسی لئے علمائے سلف و خلف شدومہ سے ختم نبوت کے عقیدہ کو مدار ایمان قرار دیتے آئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ شخص نبی بن بیٹھا اور اس حقیقت کے تازیانہ سے بچنے کے لئے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ ظلی و بردوزی کی اصطلاحیں گھڑ لیں۔ جب کہ نبوت ظلی و مجازی یا بردوزی ہوتی ہی نہیں۔ تیسرے مرحلہ میں ظلی و بردوزی کا تکلف بھی ختم کر دیا گیا۔ کہتے ہیں: ”هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق“ میرے ہی حق میں فرمایا گیا ہے۔

دوسری آیت: ”محمد رسول اللہ والذین معہ“ میں محمد رسول اللہ سے مراد (ایک ظلی کا از الہی انخراکن ج ۱ ص ۸۶) میں ہی ہوں۔

شوق فضیلت یا جوش عیاری نے جب مزید ابھارا تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی افضل ہو گئے۔ کہتے ہیں: ”لہ خسف القمر المنیر وان لہی..... خسف القمر ان المشرق ان تنکر“ اس کے لئے یعنی نبی کریم کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور

میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ کیا اب تو انکار کرے گا؟ (اعجاز احمدی ص ۱۷۹ ج ۱ ص ۱۸۲)
 متعدد آیات کے بارے میں بے جھجک کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا ہے۔
 اس شخص کا حوصلہ دیکھئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک تمام انبیاء علیہم
 السلام کی کچھ عظمتوں ہی کو اپنی ذات میں سمو لینے کا مدعی نہیں بلکہ وہ صاف صاف کہتا ہے کہ میں ہی
 سب کچھ ہوں۔

وہ لکھتا ہے: ”میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں
 اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد
 ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں محمد ﷺ کا مظہر اتم ہوں۔ یوں غلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔“

(حقیقت الوقی ص ۲۳ ج ۱ ص ۷۶ حاشیہ)

اس کا کہنا ہے کہ میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں۔

(کشتی نوح ص ۶ ج ۱ ص ۱۹ ص ۱۹)

اور میری پیش گوئیاں نبیوں کی پیش گوئیوں سے زیادہ ہیں۔ (ایضاً)

اس نے لکھا ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تو جس چیز کو ماننا چاہے بس کن کہہ دے وہ ہو
 جائے گی۔“ (حقیقت الوقی ص ۱۰۵ ج ۱ ص ۲۲ ج ۱ ص ۱۰۸)

جب کہ صاحب بہادر کی وہ پیشین گوئیاں بھی پوری نہیں ہو پائیں جو انتہائی بلند ہانگ
 دعوؤں کے ساتھ کی گئی تھیں جنہیں ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی فیصلہ کن پیشین گوئیاں اور ان کا شرمناک انجام
 غلام احمد قادیانی اگرچہ بے پناہ چالاک آدمی تھا۔ مگر جیسے کسی ملاح کا حد سے زیادہ بڑھا
 ہوا حوصلہ اس کی غرقابی کا سبب بن جاتا ہے اسی طرح چالاک و دھکاری میں اس کا حد سے زیادہ گذر
 جانا اس کو بری طرح لے ڈوبا۔ اس نے مختلف پہلوؤں سے انبیاء علیہم السلام کی شان میں
 گستاخیاں کیں۔ قرآن کریم کی تحریف میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کلمہ اسلام کا گور اٹھا انکار نہیں
 کیا۔ مگر اس کے لازمی تقاضوں کی صریح مخالفت کی۔ خاتم النبیین ﷺ کو جھٹلایا۔ اجماع امت کی
 دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔ قدم قدم پر مسلمانوں کی دل آزاری کی۔ عیسائیوں کو بھی بھجھا۔
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف مہاجر کا ناجائز بیٹا بتایا۔ جو قرآنی صدائقوں کے قطعی خلاف ہے۔
 ہندوؤں کے بزرگوں کی بھی مٹی پلید کر کے رکھ دی۔ اس طرح غلام احمد نے ایک ہی وقت میں
 بہت ساری مخالفتیں مول لے لیں۔

جیسا تینوں کے ساتھ امرتسر کے ایک مناظرہ میں جب مرزا قادیانی ایک بوڑھے پادری عبداللہ آتھم سے شکست فاش کھا گئے تو جمعہ جلاہٹ میں اس کے لئے موت کی پیشین گوئی کر دی اور یہ سمجھ کر کہ یہ بوڑھا شخص ہے سال ڈیڑھ سال میں رڑھک جائے گا۔ پیشین گوئی کی مدت پندرہ ماہ رکھی گئی۔ اعمال بد کے نتیجہ میں مرزا قادیانی کو قدرتی طور پر ذلیل ہوتا تھا۔ پادری سخت جان ہو گیا اور پیشین گوئی کی مدت پوری ہونے کے بعد بھی کافی عرصہ تک زندہ رہا۔ ہم پہلے اسی الہامی پیشین گوئی کا جائزہ لیں گے۔

واضح رہے کہ ہم پادری آتھم کے حامی نہیں ہیں اور نہ مذہبنا اسے حق پر سمجھتے ہیں۔ توحید کو چھوڑ کر تثلیث پر یقین رکھنے والا حق پر کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس پیشین گوئی کو چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دے دیا تھا اس لئے اس کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

اس پیشین گوئی کے ساتھ مرزا قادیانی نے اور بھی کئی پیشین گوئیاں شامل کر دی تھیں۔

ایک پنڈت لکھرام کے متعلق جو ان کی بیہودہ گوئیوں پر انہیں برا بھلا کہتے رہتے تھے۔ دوسری مرزا احمد بیگ کے بارے میں جو ان کے قریبی عزیز تھے اور جنہوں نے اپنی بیٹی محمدی بیگم سے بوڑھے مرزا قادیانی بہادر کا پیغام نکاح عقارت سے ٹھکرا دیا تھا۔ ان پیشین گوئیوں کے سلسلے میں مرزا قادیانی کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔ شہادت القرآن میں لکھتے ہیں: ”پھر ماسوا اس کے اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں۔ جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم

صاحب امرتسری کی نسبت پیشین گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینے تک اور پنڈت لکھرام پشادری کی موت کی نسبت جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر

مرزا بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی نسبت پیشین گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے۔ جس کی میعاد آج کی تاریخ سے ۲۱ ستمبر ۱۸۹۲ء ہے۔ قریباً ۱۱ مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ یہ تمام امور جو انسانی

طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں۔ ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔ کیونکہ احیاء اور امات دونوں حق تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو

خدا تعالیٰ اس کی خاطر سے کسی اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا۔ خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل

ٹھہراوے۔ پیشین گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہوں۔ بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سوا اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشین گوئیوں

کے دقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیشین گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر

حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمان سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں سے وہ پیشین گوئی جو مسلمان قوم سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان ہے۔ کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں: (۱) مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔ (۲) اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کا شوہر ہے۔ اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔ (۳) اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تاروز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔ (۴) اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی نکاح اور تالیام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔ (۵) اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔ (۶) اور پھر یہ کہ اس عاجز سے (محمدی بیگم کا) نکاح ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔“

(شہادت القرآن ص ۸۰، ۸۱، جزائن ج ۶ ص ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷)

پادری آتھم کے بارے میں ایک خصوصی الہام

پادری آتھم کے متعلق پیشین گوئی کہ وہ ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ ماہ کے اندر اندر مر جائے گا۔ ہم مرزا قادیانی کی واضح عبارت نقل کر چکے ہیں۔ لیکن بعد میں مرزا قادیانی کو آتھم کے بارے میں ایک خصوصی الہام ہوا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

”آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے تضرع اور ابجال سے جناب الہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں (جو آتھم سے ہوئی تھی) دونوں فریقوں میں سے جو فریق عدا جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان (حضرت عیسیٰ) کو خدا بتا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک ماہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہادیہ (جہنم) میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص حق پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب پیشین گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سو جا کے ہو جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں۔“

(جگ مقدس ص ۱۸۸، ۱۸۹، جزائن ج ۶ ص ۳۹۱، ۳۹۲)

اس پیشین گوئی کے بارے میں مزید لکھتے ہیں: ”میں حیران تھا کہ اس بحث میں مجھے کیوں آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے سوائے موت ہادیہ (جہنم)

میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ ضرور کرے گا، ضرور کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔“

(جنگ مقدس ص ۱۸۹، خزائن ج ۶ ص ۲۹۳)

اس پیشین گوئی میں مرزا قادیانی نے پوری وضاحت کے ساتھ یہ یقین دلایا ہے کہ اگر آتھم نے حق کی طرف رجوع نہ کیا تو وہ پیشین گوئی کی تاریخ سے پندرہ مہینے کے عرصہ میں مر جائے گا۔ جہنم رسید ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ مرزا قادیانی حق پر خود کو ادراپے متبعین ہی کو سمجھتے تھے۔ اس لئے آتھم کے حق کی طرف رجوع کرنے کا صاف مطلب یہی تھا کہ اگر وہ عیسائیت سے تائب ہو کر مرزا قادیانی کے دین میں داخل نہ ہوئے اور انہیں مسیح موعود نہ مانا تو لازماً پیشین گوئی کے مطابق پندرہ ماہ کے اندر مر جائیں گے اور طبعی موت نہیں مریں گے۔ بلکہ ہوائے موت جہنم میں پہنچیں گے۔

مگر افسوس مرزا قادیانی کی اس قدر اہم پیشین گوئی کے بعد بھی وہ پندرہ مہینے کے اندر نہیں مرے۔ کافی لمبے عرصے تک زندہ رہے۔ پیشین گوئی کے مطابق پادری آتھم کو ۱۵ ستمبر ۱۸۹۳ء تک جہنم رسید ہو جانا چاہئے تھا۔ مگر وہ ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء میں مرے اور طبعی موت مرے۔

(ہدایۃ النعمی عن غولۃ المغزی ص ۱۴۱، مصنفہ مولانا عبدالحق بنالوی)

پیشین گوئی کی میعاد پوری ہو جانے کے بعد عیسائیوں نے آتھم کا بیڑی دھوم دھام کے ساتھ امرتسر شہر میں جلوس نکالا اور لوگوں کو دکھایا کہ دیکھا آتھم زندہ ہے۔ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی رکھی رہ گئی اور وہ بد نصیب لنگڑے، اندھے اور بہرے بھی ٹھیک ہونے سے محروم رہ گئے۔ جن کو پیشین گوئی کے ظہور میں آنے کے ساتھ بشارت دی گئی تھی۔

اب اگر مرزا قادیانی کو اپنے دعوؤں کا پاس ہوتا تو انہیں چاہئے تھا کہ وہ صاف طور پر اپنے کاذب اور فریبی ہونے کا کھلے عام اعتراف کرتے۔ اپنے آپ کو عوام کی عدالت میں سزا کے لئے پیش کر دیتے اور اعلان کرتے کہ میں جسے دئی سمجھتا تھا وہ حقیقت وہ دئی نہیں تھی۔ شیطانی حرکات تھیں اور حق تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں کا اقرار کرتے۔ اپنے سابقہ کردار پر ہزار بار لعنت بھیجتے اور دین کی صحیح راہ پر گامزن ہو جاتے۔ لیکن اس شخص نے ایسا نہیں کیا اور وہ کبھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ کسی غلط فہمی کا شکار تھا ہی نہیں۔ نہ اس پر کسی خبیثت کا کوئی اثر

تھا۔ ورنہ حقیقت حال کھل جانے پر وہ لازماً تائب ہو گیا ہوتا۔ ہم اپنا خیال ظاہر کر چکے ہیں کہ وہ ایک ذہین و فطین اور الحاد پسند آدمی تھا۔ جو کچھ وہ کر رہا تھا پوری طرح جان بوجھ کر کر رہا تھا۔ لوگوں کو بے وقوف بنانے اور اپنا آئو سیدھا کرنے کے لئے کر رہا تھا۔

مرزا قادیانی کے کرتب

پہلا کرتب

جب مرزا قادیانی نے دیکھ لیا کہ پادری آئٹم ان کی پیشین گوئی کی مدت کھل جانے کے بعد بھی زندہ ہے جس سے لوگوں میں ان کی بری طرح رسوائی ہو رہی ہے اور اپنے لوگوں کے ٹوٹ جانے کا بھی خطرہ ہے۔ وہ سوالات بھی کر رہے ہیں تو آپ نے پیٹر ابدلا۔ فرمایا: ”میری مراد صرف آئٹم سے نہیں بلکہ پوری جماعت سے ہے جو اس بحث میں اس کی معاون تھی۔“

(الوارا اسلام ص ۲۱، خزائن ج ۹ ص ۲)

لوگوں کو احق بنانے کے لئے پیشین گوئی کو زبردستی وسعت دے کر پادریوں کی صفوں میں نظر دوڑانی شروع کر دی۔ اس عرصہ میں ایک پادری رائٹ مر گیا تھا۔ قدرت کا نظام ہے لوگ پیدا بھی ہوتے ہیں مرتے بھی رہتے ہیں۔ جیسے ہی رائٹ کا مرنا معلوم ہوا فوراً مرزا قادیانی پکار اٹھے کہ میری پیشین گوئی پوری ہو گئی۔ پادری رائٹ مر گیا۔ باویہ میں جاگرا۔ اب کہئے اسے عیاری نہیں کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟ پیشین گوئی کی گئی آئٹم کے بارے میں۔ مراد لے لی جماعت۔ مر گیا رائٹ۔ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی پوری ہو گئی۔ بہت خوب۔ کیا کہنے ہیں نبی ظلی کی دیانت و صداقت کے۔

مرزا قادیانی کو چھوڑ دیجئے۔ وہ تو چت بھی اپنی اور ہٹ بھی اپنی سے کام لے کر اپنا آئو سیدھا کر رہے تھے۔ افسوس تو ان پر ہے جو قدرت کی عطا کی ہوئی سمجھ اور روشن آنکھوں سے صحیح کام نہ لے کر مرزا قادیانی کے ساتھ اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں اور اتنی کملی ہوئی باتیں بھی انہیں غلط راہ سے نہیں بٹاسکیں۔

دوسرا کرتب

سمجھے ہوں گے کہ شاید میری یہ توجیہ لوگوں کو مطمئن نہ کر سکے۔ اس احساس سے دوسرا پیٹر ابدلا۔ فرمایا: ”پیشین گوئی میں یہ بھی تو ہے کہ اگر اس نے حق کی طرف رجوع نہ کیا۔“ اور اس نے رجوع الی الحق کر لیا تھا اسی لئے تو نہیں مرا۔ مزید فرمایا: ”پیشین گوئی نے اس کے دل پر اثر کیا

کو شدید دھکا پہنچا۔ اس کا قصر نبوت سارا کا سارا زمین پر آ رہا۔ وہ چالاک ترین آدمی ہونے کے باوجود گھبرا گیا اور اس گھبراہٹ میں ایک سے ایک لپڑا اور بے تکی بات کہہ گیا۔

بات بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہ بنے

ایک جگہ کہتے ہیں: ”آئیم نے جلسہ مباحثہ میں ستر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت ﷺ کو دجال کہنے سے رجوع کیا اور پیشین گوئی کی بناء پر یہی تھی کہ اس نے آپ ﷺ کو دجال کہا تھا۔“ (حقیقت الہی ص ۲۰۷، خزائن ج ۲۲ ص ۲۱۶ حاشیہ)

قارئین غور فرمائیں! اس پیشین گوئی میں کسی رخ سے بھی آنحضرت ﷺ کا ذکر نہیں۔ اس میں تو یہ ہے کہ جو فریق عدا جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے۔ وہ پندرہ مہینے کے اندر ہادیہ میں گرایا جاوے گا۔ مرزا قادیانی کو اس پیشین گوئی نے دراصل ایک ایسے موڑ پر کھڑا کر دیا تھا جہاں انہیں کوئی راستہ نہیں مل رہا تھا اور وہ بولکھلائے ہوئے تھے۔

مرزا قادیانی کی الٹی منطق

پیشین گوئی کی مدت میں آئیم کے جہنم رسید نہ ہونے کی ایک طرف تو وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ اس نے رجوع الی الحق کر لیا تھا۔ اسی لئے وہ پیشین گوئی کی مارے بچ نکلا۔ دوسری طرف مرزا قادیانی کہتے ہیں: ”وہ ہادیہ میں مبتلا رہا۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ موت کے ڈر سے پریشان حال رہا۔ امر تر سے گھبراہٹ میں ادھر ادھر بھاگا پھرا۔ اس کا سکون غارت ہو گیا اور یہی ہادیہ ہے۔“ آگے لکھتے ہیں: ”ہماری پیشین گوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اس کے مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں ہوگا کہ وہ بے شک ہادیہ میں گرا۔ ضرور گرا اور اس کے دل پر وہ رنج و غم اور بدحواسی اس طرح وارد ہوئی جس کو ہم آگم کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔“ (انوار الاسلام ص ۷، خزائن ج ۲۲ ص ۷)

اب مرزا قادیانی تو ہیں نہیں جو ان سے پوچھتے کہ یہ کیا الٹی منطق ہے کہ ایک طرف تو اس پر زور دیا جا رہا ہے کہ آئیم نے رجوع الی الحق کر لیا تھا۔ دوسری طرف یوں فرمایا جا رہا ہے کہ وہ ہادیہ (جہنم) میں گرا۔ ضرور گرا۔ معلوم نہیں کہ وہ کم بخت حق کے ساتھ ہادیہ میں کیسے گر گیا؟

مولانا محمد حسین وغیرہ سے متعلق پیشین گوئی

یہ پیشین گوئی مولانا محمد حسین بٹالوی اور ان کے دو ساتھیوں کے لئے کی گئی تھی جو مرزا قادیانی کے لئے ایک بھاری آفت بنے ہوئے تھے۔ جن کے سامنے مرزائی ساری مکاریاں ناکام ہو رہی تھیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی اس الہامی پیشین گوئی کو بھی فیصلہ کن اور حق

دہاٹل کا معیار قرار دیا تھا۔ اپنے متوسلین کو معصومانہ انداز میں ہدایات دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ ۲۱ نومبر ۱۸۹۵ء کو بطور مہبلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اور اس کے دور فیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقویٰ پر پنجہ مار کر یادہ گوئی کے مقابلہ پر یادہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ پر گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے۔ جیسا کہ سن رہے ہیں۔ مگر چاہئے کہ خاموش رہیں اور تقویٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقویٰ اور صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مسل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت کے کمرے سے باہر ہے اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے۔ مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی اور تکاب جرم کرتا ہے۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور صبر و تقویٰ اختیار کرو اور خدا تعالیٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرمادے۔“

(راز حقیقت ص ۲۱، خزائن ج ۱۳ ص ۱۵۳، ۱۵۴)

اب مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل اشتہار ملاحظہ فرمائیے: ”میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین بٹالوی میں آپ فیصلہ کرے اور وہ دعا جو میں نے کی ہے یہ ہے کہ اے ذوالجلال پروردگار اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل اور جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ ”اشلہ السنہ“ میں ہار ہار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن بٹقی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۵ء کو چھپا ہے میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ ٹھٹھا نہیں رکھا تو اے میرے مولا! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر تیرہ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ نومبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارو کرو اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کرو اور اس روز روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر میرے آقا میرے مولا میرے منعم! میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو ۱۵ نومبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کئے جائیں گے شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور بٹقی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لئے یہ اشتہار لکھا ہے ذلت کی مار سے

دنیا میں رسوا کر۔ غرض اگر یہ لوگ تیری نظر میں سچے اور متقی اور پرہیزگار اور میں کذاب اور مفتری ہوں تو مجھے ان تیرہ مہینوں میں ذلت کی مار سے تباہ کر اور اگر تیری جناب میں مجھے وجاہت اور عزت ہے تو میرے لئے یہ نشان ظاہر فرما کر ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ”ضربت علیہم الذلۃ“ کا مصداق کر۔“

آگے لکھتے ہیں: ”یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں الہام ہوا کہ میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹیں گے۔“

اس کے بعد یہ الہام ہوا اور کچھ الہامات عربی میں ہوئے۔ کہتے ہیں: ”یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا حاصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف شیخ محمد حسین اور جعفر زلی اور مولوی ابوالحسن متقی، دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بناء پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کے لئے ایک کھلا نشان ہو کر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۶۹-۷۱)

مرزا قادیانی نے عاجزانہ اور دل کش انداز میں اپنے متبعین کو ہدایات دے کر اپنی پیشین گوئیوں کے برحق ہونے پر اور اپنے نصب العین کو صداقت پر جانے کی سعی کی ہے۔ بہر کیف وہ کوئی بھی انداز اختیار کریں۔ ہمیں اس سے یہاں کوئی بحث نہیں۔ بحث ان کی پیشین گوئیوں سے ہے۔ یہ بات تو قارئین کے سامنے آئی گئی کہ مرزا قادیانی اپنی ان پیشین گوئیوں کو اپنے صادق یا کاذب ہونے کا معیار قرار دے رہے ہیں اور پوری قوت کے ساتھ یہ حقیقت ذہن نشین کر رہے ہیں کہ اگر یہ پیشین گوئیاں اپنی اپنی جگہ صحیح اور حق ثابت ہوئیں تو مجھے دوسری باتوں میں بھی صادق تسلیم کیا جائے۔ عزت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ ورنہ ہر جہت سے کاذب، مفتری اور جھوٹا سمجھا جائے۔ یہ پیشین گوئیاں کیونکہ بہت زوردار دعوؤں کے ساتھ کی گئی تھیں۔ اس لئے ان کے نامی متبعین نے بھی خوب دل کھول کر پروپیگنڈہ کیا اور بے قراری کے ساتھ ان کے وقوع پذیر ہونے کا انتظار کیا جانے لگا۔

۱۔ ہاتھ کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جن ہاتھوں سے ظالم نے جوت پر نہیں ہے ناجائز تحریر کا کام لیا وہ ہاتھ اس کی حسرت کا موجب ہوں گے۔ وہ انہوں کرے گا کہ کیوں یہ ہاتھ ایسے کام پر چلے۔ (مرزا)

الہام مرزا کے بموجب یہ فیصلہ قطعی اور آخری فیصلہ ہونا چاہئے تھا ان کے چیلے مرزا قادیانی کو تو حق ہی پر جانتے تھے۔ وہ شدت سے منظر تھے کہ اب دیکھئے پیشین گوئی زدہ لوگوں کا کیا حشر بنتا ہے۔ مگر وہ نیک حضرات کیونکہ حق پر تھے اور ان کے سینے ختم نبوت کے صحیح عقیدے کی روشنی سے منور تھے اس لئے ان کا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ خود مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کی موہیں ان کے ساحل ایمان سے ٹکرا کر فضا میں تحلیل ہو گئیں۔ وہ نیک دل اور مخلص حضرات ہر طرح بعافیت رہے۔ ملت اسلامیہ میں ان کی عزت افزائی ہوئی۔ البتہ مرزا قادیانی کی رسوائیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مگر وہ بہانہ خود مسیح موعود اور نبی ظلی ایسے کہاں تھے جو حقائق کو تسلیم کر لیتے۔ حقائق سے تو ان کو الارجی ہوتی تھی۔

پیشین گوئی کے تیرہ ماہ کے اندر تو کیا، کئی سال بعد تک بھی جب مرزا قادیانی کے مقابل لوگوں پر کوئی آفت نہ آئی اور نہ کوئی افتاد پڑی تو مرزا قادیانی نے اپنی دیرینہ عادت کے مطابق اسی فن کاری سے کام لیا۔ جس کا مظاہرہ وہ پہلے سے کرتے آ رہے تھے۔ پیشین گوئی کا نشانہ بنائے جانے والوں کے خلاف کفر کا فتویٰ جزدیا اور شور مچا دیا کہ میری پیشین گوئی پوری ہو گئی۔ وہ دلیل ہو گئے۔

ان پر کفر کا فتویٰ لگ گیا۔ نیز یہ کہ اس اثناء میں محمد حسین کو کافی زمین ملی ہے۔ وہ زمیندار ہو گیا ہے۔ یہ بھی ہماری پیشین گوئی کے کچھ ہو جانے کا تین ثبوت ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ زمین کا ملنا تو خوشحالی کی علامت ہے اور جسے انعام خداوندی کہنا چاہئے اس میں تو ان کی عزت ہی بڑھی، ذلت تو نہ ہوئی۔ یہ بات سمجھ سے باہر ہے۔ ہاں اگر زمین نا جائز طور پر یا ظالمانہ انداز میں حاصل کی گئی ہے تو آپ کی بات کس حد تک ٹھیک کہی جاسکتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہے یا پھر آپ ثابت کیجئے۔

اس پر فرمایا گیا وہ زمین ملنے سے زمیندار ہو گیا ہے جو ذلت ہے۔ کیونکہ جس گھر میں کھیتی کے آلات داخل ہوں وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں مرزا قادیانی بہادر کی توجیہات اور ان کے ہماری اور مقول دلائل اور یہ تھیں نبی ظلی کی الہامی پیشین گوئیاں۔ یہی حال ان کے تمام الہامات کا ہے اور یہی معجزات کا وہ اپنے معجزات کی تعداد بڑے فخر کے ساتھ تین لاکھ بتاتے ہیں۔ لیکن وہ جنہیں معجزات کہتے ہیں وہ اس تعداد سے بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی جاہل عقیدت مند نے ایک روپیہ مرزا قادیانی کی نذر کر دیا تو فرمایا: ”میرے دل میں یہ بات آئی تھی۔“ بس ایک

معجزہ ہو گیا۔ اسی طرح اگر کسی سے پانچ دس ہزار روپے ٹھک لئے تو فی روپیہ ایک معجزہ کے حساب سے اتنی ہی معجزات تیار ہو گئے۔ ان کے قلم سے غلط سلف عربی میں یا اردو میں کوئی شعر یا غزل وغیرہ نکل گئی تو اس کے تمام حروف والفاظ معجزات بن گئے۔

پنڈت لکھرام سے متعلق پیشین گوئی

یہ پنڈت لکھرام وہی ہے جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ ان سے متعلق پیشین گوئی کے بارے میں جو اشتہار مرزا قادیانی کی طرف سے منظر عام پر آیا تھا وہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے: ”واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شائع کیا گیا تھا امد من مراد آبادی اور لکھرام پشوری کو اس بات کی دعوت دی تھی کہ اگر وہ خواہشمند ہوں تو ان کی قضاء قدر کی نسبت بعض پیشین گوئیاں شائع کی جائیں۔ سو اس اشتہار کے بعد امد من نے تو اعراض کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا۔ لیکن لکھرام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیشین گوئی چاہو شائع کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے۔ سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ ”عجل جسد له خوار له نصب و عذاب“ یعنی ایک ہیجان گٹھ سالا ہے جس کے امد من سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقرر ہے۔ جو ضرور اس کو مل کر رہے گا اور اس کے بعد آج ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دو شنبہ ہے۔ اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اس پیشین گوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نہ نازل ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو۔ تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا نطق ہے اور میں اس پیشین گوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتے کے لئے تیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسا ڈال کر کسی سوئی پر کھینچا جاوے اور ہاؤ جو میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیشین گوئی میں جھوٹا نکلتا جو تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے زیادہ اس سے کیا لکھوں۔“

قارئین! خاص طور پر یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئی لکھرام کی موت کے بارے میں نہیں ہے۔ بلکہ خرق عادت کے طور پر کسی بھاری اور عبرتناک عذاب کے بارے میں ہے جس کا تعلق زندگی سے ہے۔ یعنی اس کی زندگی میں اس پر کوئی بیت ناک عذاب نازل ہوگا۔ چھ سال پورے ہونے لگے اور لکھرام پر کوئی افتاد نہیں پڑی اور نہ خرق عادت کے طور پر کوئی عذاب نازل ہوا۔ جس کو لے کر مرزا قادیانی لوگوں کو باور کرا سکتے کہ دیکھو ہماری پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے۔ وہ کس طرح عذاب میں مبتلا ہے۔ مرزا قادیانی اور ان کے ہموخت پریشان تھے۔ انہیں اپنی پیشین گوئی کی دلدل سے نکلنے کا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا۔ اتفاق سے اسی اثناء میں ان کے ایک دشمن نے جھرا گھونپ کر ان کو مار ڈالا۔ مرزا قادیانی نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اس صورت حال کو پیشین گوئی کے سچی ثابت ہونے کے ثبوت میں پیش کر دیا۔ جب کہ لکھرام کے متعلق موت کی پیشین گوئی تھی ہی نہیں۔ پیشین گوئی ایک بار پھر پڑھ لیجئے۔ ہاں! اگر پیشین گوئی یہ ہوتی کہ لکھرام اتنی مدت میں قتل کر دیا جائے گا تو پھر مرزا قادیانی کو کچھ کہنے کا حق حاصل ہو سکتا تھا۔

مرزا قادیانی نے یہاں مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ لکھرام نے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کی تھی۔ اسی لئے میں نے اس کے لئے یہ پیشین گوئی کی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ لکھرام نے گستاخیاں نہیں کی ہوں گی، کی ہوں گی۔ اس پر اس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے وہ کم ہے۔ ہمارا مقصد لکھرام کی حمایت ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ غلام احمد قادیانی جو خود کو مامور من اللہ، مسیح موعود اور نبی غلیٰ بتا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ جسم جھوٹ اور سراپا مکر و فریب ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی اور حق تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں تو خود مرزا قادیانی زندگی کے آخری لمحوں تک کرتے رہے ہیں اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کرتے رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ مرزا قادیانی نے کہا آئے گا اور وہ میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محمد خاتم النبیین ہیں۔ مرزا قادیانی نے کہا نہیں۔ نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ کیا یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلانے کا صریح ارتکاب نہیں ہے؟

مرزا احمد بیگ، ان کے داماد اور آسمانی نکاح کے بارے میں پیشین گوئی پادری آختم کے بارے میں مرزا قادیانی کی زوردار پیشین گوئی قطعاً غلط ثابت ہوئی۔ مولانا محمد حسین اور ان کے ساتھیوں سے متعلق پیشین گوئی کا جو حشر بتاوا سامنے آچکا ہے۔ ہنڈت لکھرام کے لئے جو پیشین گوئی فرمائی گئی تھی وہ بھی جھوٹی ہو کر ان کی رسوائی کا باعث بنی۔ اب یہ

پیشین گوئی ایک مسلمان شخص مرزا احمد بیگ کے بارے میں ہے۔ تمنا احمد بیگ کے بارے میں نہیں۔ ان کے داماد اور بیٹی کے لئے بھی ہے۔ جس سے شادی کرنے کے لئے مرزا قادیانی بے تاب تھے۔ سابقہ پیشین گوئیوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ مرزا قادیانی نے اس پیشین گوئی کو معرکہ آراء عظیم الشان اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن قرار دیا تھا۔ لیکن دوسری پیشین گوئیوں کی طرح یہ بھی مرزا قادیانی اور ان کی پوری جماعت کے لئے انتہائی رسوا کن ثابت ہوئی۔ ہم واقعات کی صاف روشنی میں اس کا جائزہ پیش کر رہے ہیں۔ پیشین گوئی پڑھنے سے قبل اچھا ہے کہ آپ ایک نظر اس کے پس منظر کو بھی دیکھ لیں۔

اس پیشین گوئی کی اصل وجہ یہ تھی کہ مرزا احمد بیگ نے جو غلام احمد کے قریبی عزیز تھے لیکن ان کی گمراہیوں سے متنفر تھے۔ اپنے کسی معاملہ میں مرزا قادیانی سے اخلاقی تعاون چاہا۔ مرزا قادیانی نے فرمایا۔ اس وقت تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تم پھر کسی وقت آنا۔ احمد بیگ دوسرے وقت پہنچے۔ مرزا قادیانی نے کہا۔ مجھے الہام ہوا ہے کہ میں تمہاری بیٹی (محمدی بیگم) سے نکاح کر لوں اور یہ نکاح مقدر ہو چکا ہے۔ لہذا میں اس کے لئے تمہارے سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اس رشتہ کو قبول کر لو۔ اس سے تمہیں بہت فائدہ پہنچے گا۔ مرزا قادیانی نے اس غریب عزیز کی مجبوری سے بچا طور پر فائدہ اٹھانے کی کوشش کی تھی۔ یہ وہ مذموم اور خود غرضانہ حرکت تھی جس سے ایک حساس معاشرہ میں ہمیشہ نفرت و طعنے کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے۔ احمد بیگ ایک غیور آدمی تھے۔ انہیں مرزا قادیانی کی یہ سودے والی بات ناگوار گزری اور گزرنی ہی چاہئے تھی۔ انہوں نے بڑی حقارت سے اس رشتہ کو ٹھکرا دیا۔ مرزا قادیانی کی دلی تمنا تھی کہ وہ کسی بھی طرح محمدی بیگم کو حاصل کر لیں۔ انہوں نے احمد بیگ کے صاف انکار کے بعد بھی کوششیں جاری رکھیں۔ خطوط لکھے۔ سفارشیں کرائیں۔ جب کسی صورت بات نہ بنی تو پیشین گوئی کی دھونس دی اور ہالا خر پیشین گوئی کر ہی دی۔ اس دھونس سے ان کا فٹنہا یہی تھا کہ احمد بیگ اور ان کی اہلیہ جو اس معاملہ میں بہت سخت ہو گئی تھیں۔ خوفزدہ ہو کر اپنی چیمپی بیٹی کو بوڑھے اور جھوٹے نبی مرزا غلام احمد کے حوالہ کر دیں۔ احمد بیگ کے ہونے والے داماد پر طعنے رقابت کی آگ تھی۔

اب مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کے الفاظ بغور پڑھئے! لکھتے ہیں: ”اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا ہے کہ اس شخص (احمد بیگ) کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کے نکاح کے لئے سلسلہ جنابی کرو اور ان کو کہہ دو کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جاوے گا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رشتوں اور برکتوں سے

حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جاوے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جاوے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔“

آگے لکھتے ہیں: ”پھر ان دونوں جو زیادہ تضرع اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے جو مقرر کر رکھا ہے وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا۔“

(مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۵۷، ۱۵۸)

اس پیش گوئی میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اگر محمدی بیگم کا نکاح دوسرے کسی شخص سے کر دیا گیا تو نکاح کی تاریخ سے تین سال کے اندر احمد بیگ اور ان کا ہونے والا داماد یعنی محمدی بیگم کا شوہر دونوں موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ یہ جاننے کے لئے کہ محمدی بیگم کا نکاح کس تاریخ میں منعقد ہوا اور وہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کے مطابق کب تک موت کے منہ میں جائیں گے۔ مرزا قادیانی ہی کے الفاظ پڑھئے۔ وہ میعاد کے متعلق اپنے رسالہ (شہادت القرآن ص ۸۰، خزائن ج ۶ ص ۳۷۵) میں لکھتے ہیں: ”۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی۔“

ان کے لکھنے کے مطابق ۲۱ اگست ۱۸۹۳ء کے بعد ایک دن بھی احمد بیگ کے داماد محمدی بیگم کے شوہر کو زندہ نہیں رہنا چاہئے تھا۔ مگر وہ زندہ رہا اور صحت و عافیت کے ساتھ زندہ رہا۔ گھر کی تعلقات کی خوشگوار فضا میں زندہ رہا۔ اس عرصہ میں اگر کہیں وہ بیمار ہو گیا تو یا کسی سفر میں چلا گیا ہوتا یا میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں کچھ تنگیاں پیدا ہو گئی ہوتیں تو مرزا قادیانی جھٹ پکار اٹھتے کہ ہماری پیشین گوئی سچی ہو گئی۔ دیکھ لو احمد بیگ کا داماد کس حالت میں ہے اور یہ حالت ہمارے نزدیک خود موت کے مترادف ہے۔

قارئین غور فرمائیں! پیشین گوئی میں کہا گیا تھا کہ احمد بیگ کا داماد نکاح کے بعد تین سال کے اندر ختم ہو جائے گا۔ جب کہ وہ نکاح کے بعد آٹھ نو سال تک زندہ رہا۔ کہا گیا تھا کہ ان کے گھر پر تفرقہ، تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ ان میں سے کوئی بات بھی پیش نہیں آئی۔ پیشین گوئی میں تھا کہ درمیانی زمانہ میں محمدی بیگم غم و رنج میں مبتلا ہوگی۔ ایسا بھی نہیں ہوا۔ پیشین گوئی میں یہ

بھی تھا کہ انجام کار محمدی بیگم اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔ جب کہ زندگی بھر حضور اسی حسرت میں تڑپتے رہے۔ محمدی بیگم سے نکاح تو کیا ہوتا اس کی شکل بھی نہیں دیکھ سکے اور پچارے نبی ظلی اسی نامرادی میں ذلتوں کا بھاری بوجھ سر پر رکھ کر دنیا سے سدھار گئے اور آنجہانی بن گئے۔ ہم مرزا قادیانی کا ایک خط جو انہوں نے مولانا ثناء اللہ صاحب کو لکھا تھا پیش کر رہے ہیں۔ اسے غور سے پڑھئے!

مرزا قادیانی بنام مولانا ثناء اللہ صاحب آخری فیصلہ

بسم الله الرحمن الرحيم!

نحمده ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

یستفلونک احق هو قل ای وریٰ انہ لحق

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الهدی!

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب، تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور دجال اور کذاب ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کرتے اور دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔ تا خدا کے بندوں کو جاہ نہ کرنے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشین گوئی نہیں محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک! اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض

میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک۔ میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین!

مگر اے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں۔ تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر، مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے رو برو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانوں سے توبہ کرے۔ جن کو وہ منصبی فرض سمجھ کر ہمیشہ مجھ کو دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین!

میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں۔ جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دورہ نکلن تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا برا آدمی ہے۔

میں دیکھتا ہوں مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلے کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے، اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں التجا ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو جلا کر۔ اے میرے پیارے مالک! تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین!

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

(اشہار مورخہ مارچ ۱۹۰۷ء، مندرجہ تلخ رسالت ج ۱ ص ۱۲۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸، ۵۷۹) خدا کی قدرت اور مقام عبرت دیکھئے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب تو ایک مدت تک بعافیت زندہ رہے اور بوڑھے ہو جانے کے باوجود قادیانیت کی بیخ کنی میں لگے رہے اور مرزا قادیانی بہادر اپنے اس اشتہار کے ایک ہی سال بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں اپنے دامن میں

بہت ساری رسوائیاں سمیٹ کر پادری آتھم اور پنڈت لکھرام کے پاس ہادیہ میں جا پہنچے۔
 قادیانیت کی سر زمین پر سناٹا چھا گیا۔ ان کے اتنی حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔
 انتظار تھا مولانا ثناء اللہ کے مرجانے کا اڑھک گئے مرزا قادیانی۔ ”وتعز من تشاء وتذل من
 تشاء بيدك الخير انك على كل شئ قدير“

دعوئی کیا تھا گل نے اس گل کی روبری کا
 تھپڑ صبا نے مارا، شبنم نے منہ پر تھوکا

”نوٹ کرنے کی بات یہ ہے کہ اس خط میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ اگر میں ایسا ہی
 کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں
 آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔“

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی خط میں ہے کہ: ”اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا
 کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ
 سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں
 سے نہیں بلکہ خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون و ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں۔ آپ پر میری
 زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔“

خدا کے فضل و کرم سے مولانا ثناء اللہ صاحب تو ہر طرح سے محفوظ رہے۔ نہ طاعون
 میں مبتلا ہوئے اور نہ ہیضہ کی بیماری ان کو چھو سکی۔ اس کے برعکس خود مرزا قادیانی ہیضہ کی شدید
 تکلیف میں مبتلا ہو کر مرے۔ اس خط سے پہلے بھی مرزا قادیانی نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے
 لئے پیشین گوئی کی تھی۔ اس کا جو حشر ہوا وہ بھی دیکھ لیجئے۔

مولانا ثناء اللہ سے متعلق پیشین گوئی

مرزا قادیانی نے ایک پیشین گوئی کی تھی کہ: ”وہ (مولانا ثناء اللہ) قادیان میں میری
 پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے ہرگز نہیں آئیں گے۔“ (اعجاز احمدی ص ۳۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۸)
 جیسے ہی یہ پیشین گوئی مولانا کے علم میں آئی وہ فوراً اسی مقصد کے لئے ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء میں
 قادیان جا دھمکے اور مولانا محمد حسین صاحب وغیرہ تو جمع ہوئے نبی کو ہر جگہ اور ہر رخ سے مات
 دینے کا عزم مہم کئے ہوئے تھے۔ وہ اس موقع پر کیسے چوک سکتے تھے۔ جب مولانا ثناء اللہ نے
 ایک خط کے ذریعہ مرزا قادیانی کو آگاہ کیا کہ میں آپ کی پیشین گوئی کے برخلاف قادیان پہنچ چکا
 ہوں اور گفتگو چاہتا ہوں تو مرزا قادیانی گول ہو گئے اور اس وقت تک زبان خانہ سے باہر نہ نکلے۔

جب تک ایسے معتبر لوگوں سے یقین کے ساتھ یہ معلوم نہیں ہو گیا کہ ثناء اللہ قادیان کی حدود سے باہر جا چکے ہیں۔ دیکھئے نبی صلی کی پیشین گوئی کتنی سچی ثابت ہوئی؟

مولانا ثناء اللہ کو دعوت مبارزت اور میدان میں آنے سے گریز

ایک مرتبہ مرزا قادیانی نے عربی میں ایک قصیدہ لکھ لیا اور مولانا ثناء اللہ کو پیش کر دیا کہ: ”یہ میرا قصیدہ ہے عربی میں ہے اور یہ میرا اہم معجزہ ہے۔ اگر تم حق پر ہو تو آج سے پانچ دن کے اندر اس جیسا قصیدہ لکھ کر پیش کرو۔“ (اعجاز احمدی ص ۳۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۶)

مولانا مرحوم نے بڑا اچھا جواب دیا۔ فرمایا: ”تمہارا چیلنج منظور ہے۔ مگر پہلے مجمع میں آ کر اس کی عربی صحیح کردار پھر میں پانچ دن سے پہلے قصیدہ پیش کرتا ہوں۔“

اس پر مرزا قادیانی کھیل گئے اور چپ سادھ لی۔ کیونکہ انہیں اتنی عربی آتی ہی نہیں تھی کہ کسی عربی داں کے سامنے آ کر زبان و قاعد کے مسئلہ میں گفتگو کر سکیں۔

ایک دلچسپ پیشین گوئی

۱۸۸۶ء میں مرزا قادیانی کی بیگم حاملہ ہو گئیں۔ آپ نے فوراً پیشین گوئی فرمادی کہ: ”خداوند کریم نے جو ہر چیز پر قادر ہے مجھے اپنے الہام سے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ تادین اسلام کا شرف کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ تالوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ تاوہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تانہیں جو خدا، خدا کے دین، اس کی کتاب، اس کے رسولوں کو انکار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھلی نشانی ملے۔ ایک وجہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ وہ تیرے ہی حتم تیری ہی ذریت سے ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام بشیر بھی ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ وہ بہتوں کو پیار یوں سے صاف کرے گا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جاوے گا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ اسیروں کی رستگاری کا باعث ہوگا۔ قوم اس سے برکت پائیں گی۔“

(اشہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، مندرجہ تلخیص رسالت ج ۱ ص ۵۸، مجموعہ اشہارات ج ۱ ص ۱۰۰، ۱۰۱)

کسی سے سن لیا ہوگا کہ حمل کے دوران دائمی کوکھ بھاری ہونا لڑکے..... کی علامت ہے اور بانئیں کا بھاری ہونا لڑکی کی۔ استفسار پر بیگم نے کہہ دیا ہوگا کہ میری دائمی کوکھ بھاری ہے۔ اب کیا تمہارے مرزا قادیانی نے جھٹ سے پیشین گوئی کر ڈالی۔ یہ ان کی عادت تھی ہی کہ اپنی ہر بات کو الہامی بتاتے تھے۔ معتقدین میں ایک ماورزادہ دلی کامل، مجدد وقت اور امام زماں کے ظہور کا شدت سے انتظار کیا جانے لگا۔ اللہ اللہ کر کے جب دن پورے ہوئے اور حمل باہر آیا تو..... لڑکا نہیں، لڑکی تھی۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

لوگوں نے پوچھا مرزا قادیانی یہ کیا ہوا؟ یہ تو لڑکی ہوگئی۔ آپ نے تو عظیم الشان لڑکے کی پیشین گوئی کی تھی؟ مرزا قادیانی نے فوراً کرب دکھایا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی حمل سے لڑکا ہوگا۔ الہام کے مطابق لڑکا ضرور ہوگا۔ دوسرے حمل میں ہوگا۔ دوسرے میں بھی نہ ہوا۔ تیسرے میں ہوگا۔ ہوگا ضرور!

مولانا ثناء اللہ وغیرہ جو کراماتیں کی طرح مرزا قادیانی کی ہر ہر بات پر نظر رکھتے تھے۔ جستجو میں رہنے لگے اور ایسا انتظام کر لیا گیا کہ مرزا قادیانی کے گھر کی خبریں بھی ملتی رہیں۔ خطرہ یہ تھا کہ کہیں مرزا قادیانی کسی دوسرے کے نومولود سے بیگم کی گود بھر کر یہ مشہور نہ کر دیں کہ میرے الہام کے مطابق لڑکا پیدا ہو گیا۔ یہ ان سے کچھ بعید بھی نہیں تھا۔ مرزا قادیانی نے لڑکا پیدا ہونے کے لئے نہ جانے کیا کچھ کیا ہوگا۔ لیکن افسوس! اس لڑکی کے بعد ان کے یہاں کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوا جسے مرزا قادیانی اپنی پیشین گوئی کا مصداق قرار دے سکتے۔

مرزا قادیانی کی فیصلہ کن اور دوسری پیشین گوئیاں جب پوری نہ ہوئیں تو بڑے پیانہ پر ان کی رسوائی ہوئی۔ ہونی ہی تھی، ہوئی اور خوب ہوئی۔ مسلمانوں ہی میں نہیں، ہندوؤں اور عیسائیوں میں بھی ہوئی۔ ان کے چیلوں کو چاہئے تھا کہ وہ حقائق کے سامنے آ جانے کے بعد صحیح راہ پر آ جاتے۔ مرزا قادیانی کا ساتھ چھوڑ دیتے۔ مگر ان میں سے بہت سوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے مرتکب ہو گئے۔ مرزا قادیانی کے ایک چیلے ظہور الدین اکمل، پیشین گوئیوں کے صحیح ثابت نہ ہونے سے گھبرا کر اور مرزا قادیانی کے چہرے سے ذلت کی گرد صاف کرنے کے لئے ایک نرالا انداز اختیار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں: ”ہر بات کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ غرض پوری ہوئی یا نہیں۔ جب اصل غرض پوری ہو جائے تو پھر یہ ہوال بے فائدہ ہے کہ پیشین گوئی پوری ہوئی یا نہیں۔“ (مرزا احمد بیگ والی پیشین گوئی ص ۲)

دنیا جانتی ہے کہ کسی پیشین گوئی کو جب کہ وہ ایسے شخص کی طرف سے کی جا رہی ہو جو مامور من اللہ اور نبی ہونے کا مدعی ہو، اسی وقت درست مانا جائے گا جب وہ دعویٰ کے عین مطابق پوری ہوگی ورنہ نہیں۔ غرض تو بعد میں کچھ بھی بتائی جاسکتی ہے۔ اس طرح کی پیشین گوئی بلکہ اس سے کہیں معقول انداز میں تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔ پیشین گوئی کا اور اس پر زور دینے کا حتیٰ کہ اسے کذب و صدق کا معیار اور قطعی فیصلہ کن قرار دینے جانے کا تو صاف مطلب یہی ہوتا ہے کہ جس طرح کہا جا رہا ہے اس کو اس طرح ہونا چاہئے۔ نہ ہونے کی صورت میں یہ کہنا کہ اس سے

میرا مطلب یہ تھا۔ میری غرض یہ تھی۔ حق کے ساتھ آنا کافی ہے۔ فہم و شعور کو منہ چڑانا ہے۔ غلط اور رکیک توجیہات ہیں۔ جنہیں معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا بھی نہیں مان سکتا۔

مرزا نیت، عقل سلیم کے لئے چیلنج

ڈاکٹر رشید الوحیدی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی!

حکیم مطلق نے قرآن پاک میں اپنے رسول کی طرح طرح صفت بیان فرمائی ہے۔ غور کیجئے! تو ہر بیان میں کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ بعض اسماء و صفات کے ذکر سے جناب باری تعالیٰ نے آنے والے دور میں بڑے بڑے فتنوں کا سد باب فرمادیا ہے۔ تمام اسماء اور تمام صفات کا استقصاء تو مشکل اور تفصیل طلب ہے۔ مثال کے طور پر لفظ ”عبد“ کو لیجئے۔ اس لفظ سے بہت بڑا مقصد عظیم یہ سمجھ میں آتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے مثال، اور انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام کو سامنے رکھتے ہوئے ذہن و عقیدہ کو ٹھکنے، گمراہ ہونے سے محفوظ رکھنے کا بہترین سامان کر دیا ہے۔ پھر قرآن پاک میں متحدہ جگہ اس لفظ ”عبد“ کو اشرف ترین مقام میں ذکر فرما کر اس حفاظت کو اور بھی مستحکم فرمادیا ہے۔ اسراء کے ذکر میں ہے: ”سبحان الذی اسرئ بعبده“ ایک اور جگہ: ”وانہ لما قام عبد اللہ“ پھر فرمایا: ”فاوحی الی عبده ما اوحی“ اور ”وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا“ وغیرہ ذالک!

پھر حضرت مسیح علیہ السلام بھی قیامت میں شفاعت کے موقع پر اسی شرف و بجد والے لفظ کو اختیار فرمائیں گے۔ ”اذہبوا الی محمد عبد غفرلہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر“

دوسری صفت قرآن پاک نے یوں بیان فرمائی ہے: ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ کے سلسلے میں ایک بات نوٹ کرنے کی ہے، تمام ہی انبیاء کرام خصوصاً نبی آخر الزمان ﷺ کی دعوت کا بنیادی مقصد ایک ذات واحد کی طرف مخلوق کو بلانا تھا۔ مشرکین عرب کو محمد بن عبد اللہ سے کوئی کد نہ تھی۔ ہاں! آپ کی نبوت کے تصور سے ان کو چڑھتی، اور یہ اس لئے کہ صدیوں سے تین سوساٹھ بلکہ ہزاروں اور لاکھوں بتوں کو پوجنے والوں کو جب نبی نے ایک ہی معبود کی طرف بلایا اور صرف اسی ایک ذات کو پوجنے کی دعوت دی تو وہ پوری طرح اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ جب تک آپ ﷺ اس دنیا میں رہے ان کے سینے میں غیض و غضب کا طوفان بھڑکتا رہا۔ طرح طرح کے مظالم اور جنگ کا بازار گرم رکھا، اور آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ پوشی فرماتے ہی انہوں نے براہ راست قعر نبوت پر حملے شروع کر دیئے اور اس طرح کہ بہت سے

جھوٹے نبی، دعوائے نبوت کرنے لگے، نبی کریم ﷺ اس خطرے سے واقف تھے۔ آپ کے قلب صافی پر آنے والے اس فتنے کا خطرہ گذر رہا تھا۔ چنانچہ اللہ کے اس فرمان ”خاتم النبیین“ کی طرح طرح سے آپ ﷺ نے تشریح فرمائی۔ مثال دے کر وضاحت فرمائی اور بعض مواقع پر تو صاف ہی بتا دیا کہ میرے بعد کچھ جھوٹے لوگ نبوت کا دعویٰ بھی کریں گے۔ یہ سب آپ ﷺ اسی لئے کر رہے تھے کہ امت اس عظیم گمراہی میں پر کر دین کو براہِ دہ کر لے۔ شرک میں داخل ہو کر اللہ کے سخت غضب کا شکار نہ ہو جائے۔ نیز نبی آخر الزمان کی ذات سے امت میں جو ایک مرکزیت پیدا ہو گئی ہے۔ سیکڑوں نبی کے جھوٹے دعویٰ سے وہ انتشار کا شکار نہ ہو جائے۔ چنانچہ صحیحین کی ایک روایت میں اس کو مثال دے کر بتایا۔

”میری اور انبیاء کی مثال ایک خوب صورت محل کی ہے۔ وہ محل یوں تو مکمل ہے۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ اس میں خالی ہے۔ اس محل کو دیکھنے والوں نے محوم محوم کر اس کو دیکھا، پسند کیا۔ اسی ایک اینٹ کی خالی جگہ کے علاوہ اور کوئی عیب ان کو نظر نہ آیا۔ پس میں اس خالی جگہ کو بھر دوں گا۔ مجھ پر وہ عمارت مکمل ہوگی اور رسالت بھی مجھ پر ختم ہوگی۔“ (بخاری ج ۱ ص ۳۹۱، مسلم ج ۲ ص ۱۶۲)

ایک جگہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے تاکید فرمائی: ”میرے مختلف نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاجی ہوں (اللہ میرے ذریعے کفر کو محو فرمائیں گے) میں حاشر ہوں (اللہ پاک میرے قدموں میں لوگوں کو جمع فرمائیں گے) میں عاقب ہوں (عاقب وہ کہ اس کے بعد کوئی نبی نہ ہو)۔“ (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۱)

پھر اہل روایت میں آپ نے (مرزا ایسے) جھوٹے نبیوں کی تکذیب اور تردید فرمادی۔ ”بے شک میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے اور ہر ایک ان میں سے خود کو نبی سمجھے گا اور میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۹۷)

ایک جگہ نبی کریم ﷺ نے دیگر انبیاء کے مقابلے میں سات چیزوں میں اپنی فضیلت ذکر فرمائی ہے۔ اس میں سے آخری فضیلت یہ ذکر فرمائی: ”مجھ پر نبوت ختم ہو گئی ہے۔“ غرض کہ آپ ﷺ اس دجالی اور کذابی فتنے سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے ”ختم نبوت“ کے قرآنی اعلان کو طرح طرح سے واضح فرمایا اور اپنی ذات پاک پر نبوت کے اختتام کا طرح طرح سے یقین دلاتے رہے۔ مگر اس بد نصیبی کا کیا جائے کہ دشمنانِ دین و اسلام نے پھر بھی تمام تاکیدوں اور صراحتوں کے باوجود، اپنی نبوت کا جھوٹا اعلان کیا۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور امت کے افراد کو بھی تباہ و برباد کیا۔ خود نبی اکرم ﷺ کے سامنے پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں یہ صورت

پیش آئی، آپ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس گمراہی کا قلع قمع کر دیا۔ مگر اس کے بعد بھی برابر جموٹے مدعیان نبوت اٹھتے رہے اور الحمد للہ ہر دور میں علماء امت نے غم ٹھوٹک کر ان کا مقابلہ کیا۔ بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا۔ بہت تھوڑی جماعت ان کے دجل و فریب سے متاثر بھی ہوئی۔ مگر امت کی اکثریت کو، ہر دور کے علماء حق اور مبلغین اسلام نے اس فتنے کے بھنور میں ڈوبنے سے بچایا ہے۔

ہندوستان میں بھی یہ، اور دوسرے فتنے نئے نئے روپ سے ابھرتے رہے ہیں اور ان سب میں گمراہ کن اور دیر پا فتنہ مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ تھا۔ جو تہجد، حدیث، مہمدیت، مسیحیت سے ترقی کر کے حرم نبوت کے تقدس کو بزعیم خویش تار تار کر گیا اور اپنے آغاز سے لے کر آج تک یہ فتنہ برابر موجود ہے۔ واقف و قاف جگہ جگہ سراٹھاتا رہتا ہے۔ پاکستان اور امریکہ تو اس فتنے کا گڑھ بن ہی چکا ہے۔

مرزا قادیانی کے دعوے کے اسباب

مرزا نے ایسا دعویٰ کیوں کیا۔ متعدد تحریروں کے دیکھنے کے بعد سمجھ میں آتا ہے کہ اوّل تو خود ان کے دماغ میں بچپن ہی سے، تعلیٰ، عجب، خود نمائی اور طلب شہرت کا کثیر اثر بیٹکتا رہتا تھا۔ اس پر ستم یہ کہ طرح طرح کے موذی امراض کا حملہ، مانجھ لیا، ہسٹیریا اور جانے کیا کیا، الا بلا، جس میں انسان کا دل و دماغ صحیح کام نہیں کر سکتا تھا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں: ”مرزا غلام احمد قادیانی جو ذہنی انتشار کے مریض تھے اور بڑی شدت سے اپنے دل میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ ایک نئے دین کا بانی بنے، ان کے کچھ متبعین اور مؤمنین ہوں اور تاریخ میں ان کا دیباہی نام و مقام ہو جیسا جناب رسول اللہ ﷺ کا ہے۔“

۱۔ یہ حاشیہ مولانا ندوی مدظلہ کا ہے۔ ”اس شخص میں تین ایسی چیزیں بیک وقت جمع تھیں جنہیں دیکھ کر ایک مؤرخ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ ان میں سے اہم ترین اور حقیقی سبب کے قرار دیا جائے جس نے اس شخص سے یہ ساری حرکتیں سرزد کرائیں۔ (۱) دینی رہنمائی کے منصب پر پہنچا جائے اور نبوت کے نام سے پورے عالم اسلام پر چھایا جائے۔ (۲) مانجھ لیا جس کے بار بار تذکرہ سے اس کی اور اس کے ماننے والوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ (۳) بہیم اور غیر واضح قسم کے سیاسی اغراض و مقادات اور سرکار انگریزی کی خدمت گذاری۔“

(مولانا علی میاں ندوی ص ۹، قادیانیت دین محمد اور اسلام کے خلاف ایک بتاوت)

دوسرے یہ کہ سارے ملک اور ملت اسلامی کی بد نصیبی کہئے، انگریزوں کو ایک ایسے شخص کی تلاش تھی جس سے وہ سودے بازی کر سکیں اور وہ سودے بازی یہ کہ (الف) اس شخص کے ذریعے مسلمانوں کو اپنی مخالفت سے باز رکھ سکیں۔ (ب) مسلمانوں کے اندر سے جذبہ جہاد کو ختم کر سکیں۔ (ج) مسلمانوں کو اپنا وفادار اور اطاعت گزار بنا سکیں۔

ان تین مقاصد کے لئے انگریز کسی کو اپنا آلہ کار بنانا چاہتے تھے۔ انگریز جانتے تھے کہ مسلمان دین کے معاملے میں خاصے جذباتی ہوتے ہیں۔ قرآن دین اور رسول کا نام لے کر اس قوم سے بڑے سے بڑا کام لیا جاسکتا ہے۔ پھر یہ بڑے بڑے اور دین میں غلط یا صحیح کی تمیز کرنے کی زحمت بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ انہیں مسلمانوں میں ایک ایسے ہی شخص کی تلاش تھی جو دین کے نام پر مسلمانوں کو بیوقوف بنا کر ان کا یہ مقصد پورا کر سکے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ سودا قبول کر لیا اور ”بسمما اشتروا بہ ثمناً قليلاً“ کی خطی کو نظر انداز کر کے یہ خدمت انجام دینے لگے۔ چنانچہ مرزا قادیانی میں انگریز پرستی جنون کی حد تک موجود تھی۔ اپنی تقریر، تحریر اور عمل سے وہ اس کا ثبوت دیتے رہتے تھے اور ہر اس مجاہد یا جماعت مجاہدین کو گالیوں، طعنوں اور سب و شتم سے نوازتے رہتے تھے جو انگریزوں سے مقابلہ کر رہے تھے یا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ ۱۸۵۷ء کے شریک اور شہداء کو انہوں نے ”بے رحم، کم عقل، بد اخلاق، بے انصاف، چور، قزاق، حرامی، اپنے محسن گورنمنٹ انگریز پر حملہ آور“ یہ سب کچھ بتایا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ یہ شخص اور اس کی جماعت انگریزوں کا ہی پیدا کردہ پودا اور انگریزوں ہی کے رحم و کرم پر باقی تھا۔ بڑھ رہا تھا۔ اس ہارے میں مولانا علی میاں نے بہت عمدہ نفسیاتی تجزیہ فرمایا ہے: ”علی اور تاریخی حیثیت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قادیانیت فرنگی سیاست کے لٹن سے وجود میں آئی ہے۔“

آگے مولانا علی میاں کا بیان ہمارے اس خیال کے لئے سند کا درجہ رکھتا ہے۔ مولانا سید احمد شہید، سوڈان میں شیخ محمد احمد سوڈانی، جمال الدین انصاری کی تحریک اور جذبہ جہاد کا ذکر فرما کر تحریر فرماتے ہیں: ”یہ سرگرمیاں برطانوی حکومت کے لئے پریشانی اور تشویش کا باعث تھیں۔ اس نے ان سب خطرات کو محسوس کیا۔“

اور پھر مولانا انگریزوں کی چال بازیوں کا ذکر فرماتے ہیں: ”اس نے مسلمانوں کے مزاج و طبیعت کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ان کا مزاج دینی مزاج ہے۔ دین ہی انہیں

گرماتا ہے اور دین ہی سلا سکتا ہے۔ لہذا مسلمانوں پر قابو پانے کی واحد شکل یہ ہے کہ ان کے عقائد اور ان کے دینی میلانات و نفسیات پر قابو پایا جائے۔“ یہ تھی وہ دہری مصیبت جس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے عظیم فتنے کو جنم دیا۔ ایک طرف انگریزوں کی مکارانہ نفسیات، دوسری طرف مسلمان کی مذہبی جذباتیت اور پھر امت مسلمہ کی بد نصیبی سے انگریزوں کو اپنے مقصد برآری کے لئے انہیں مرزا ایسا ایمان فروش بھی ہاتھ لگ گیا۔ بقول مولانا ندوی: ”برطانوی حکومت نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں ہی میں کسی شخص کو ایک بہت اونچے دینی منصب کے نام سے ابھارا جائے کہ مسلمان عقیدت کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور وہ اس حکومت کی وفاداری اور خیر خواہی کا ایسا سبق پڑھائے کہ پھر انگریزوں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے۔“

اور مرزا قادیانی نے انگریزوں کی یہ تمنا پوری کر دی اور اپنی پوری زندگی اپنے ولی نعمت انگریز کے لئے وقف کر دی اور پھر دینی منصب کے نام سے تو ایسا ابھرے کہ ابھرتے ابھرتے جیسا کہ معلوم ہوا ہے مقام تجدید پھر مجددیت، مسیحیت حتیٰ کہ نبوت تک جا پہنچے اور انگریزوں سے وفاداری اور خیر خواہی کا سبق پڑھاتے پڑھاتے انہوں نے اسلام کا ایک رکن جہاد ہی کو قرآن کی تعلیم کے مخالف قرار دے دیا۔ کیونکہ مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے انگریزی حکومت کے لئے سچے جاں نثار، دوست اور کامیاب جاسوس کا کام کر رہے تھے۔

اب ہم ان کے دعادی پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر بات ختم کرتے ہیں۔ اگرچہ اس موضوع پر دفتر کے دفتر چھپ چکے ہیں۔

مرزا قادیانی نے ۱۸۷۷ء اور ۱۸۸۰ء کے دوران آریوں کے خلاف بحث و مباحثے کا آغاز کیا۔ وہ اس وقت اچھا خاصا انسان تھا۔ اس کے مذہبی عقائد میں کوئی فرق اور تہدیلی نمایاں نہ تھی۔ اس لعنت کا پتہ و نشان تو ۱۸۸۲ء سے ظاہر ہونا شروع ہوا۔ مگر غنیمت تھا کہ اشارے و کنایے میں باتیں ہوتی رہیں۔ برطانیہ کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ مگر ۱۸۸۸ء آتے آتے مجدد ہونے کا دعویٰ کر ڈالا اور صاف کہا۔

”آپ کو مجدد ہونے کی حیثیت سے اللہ نے اصلاح امت کا کام سپرد کیا ہے۔“

(مجموعہ اشتہارات)

اور پھر ۱۸۹۱ء میں آپ کا ایک دوسرا کریہہ رخ ظاہر ہوا جب مرزا قادیانی نے یہ اعلان کیا: ”صبح موعود مرچکے ہیں اب زندہ نہیں ہوں گے۔ میں چونکہ ان کے مثل ہوں اس لئے میں ہی صبح ہوں۔“

اپنی دو کتابوں (فتح اسلام ص ۱۵، خزائن ج ۳ ص ۱۰۰) حاشیہ اور توضیح المرام ص ۱۸۶، ۱۸۷، خزائن ج ۳ ص ۶۰۵، ۶۰۸ (مخلص) میں متحدہ جگہ یہ دعویٰ ظاہر کرتے ہیں: ”مسح جو آنے والا تھا یہی (مرزا قادیانی) ہے۔“

”مسح کے نام پر یہ عاجز (مرزا قادیانی) بھیجا گیا ہے۔“

(فتح اسلام ص ۱۷، خزائن ج ۳ ص ۱۱ حاشیہ)

پھر ایک جگہ مسئلے کو صاف ہی کر دیا: ”میرا دعویٰ ہے کہ میں وہ مسح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے دعویٰ کیا ہے کہ پاک کتابوں میں پیشین گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانے میں ظاہر ہوگا۔“

(ضمیمہ تحفہ گوٹوہ ص ۱۱۸، خزائن ج ۷ ص ۲۹۵)

یہ ایک دردناک طویل اور مسلسل داستان ہے ہم اور چند حوالوں کا ذکر کر کے نبوت کے بارے میں مرزائی دریدہ ذہنی ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ: ”خدا نے مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا۔“

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔“

(ملفوظات ج ۱ ص ۱۲۷)

(قادیانی اخبار ریویو آف ریلجو، بابت ماہ مئی ۱۹۲۹ء) رقطراز ہے: ”حضرت مسح موعود

(غلام احمد) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔“

اخبار الفضل مرزا محمود کی ڈائری میں سے ایک دعویٰ ملاحظہ فرمائیں: ”یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے۔ بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے۔ بلکہ حضرت محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔“

(الفضل قادیان مورخہ ۷ جولائی ۱۹۲۲ء نمبر ۵ ج ۱۰)

صرف امت محمدیہ ﷺ ہی کو نہیں تمام انبیاء کو بھی مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے اور یہ ”عقل و خرد سے بیگانے“ مرزا قادیانی کے ماننے والوں کا حال ہے۔ ان کے صاحبزادے کا بیان ہے: ”جب تمام انبیاء علیہم السلام کو مجملہ حضرت مسح موعود (مرزا قادیانی) پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں۔“

(اخبار الفضل قادیان ج ۳ نمبر ۳۸، ۳۹، مورخہ ۱۹، ۲۱، ستمبر ۱۹۱۵ء)

خود مرزا قادیانی اپنے آپ کو پیغمبر آخر الزمان سے افضل قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

لہ خسف القمر المنیر وان لی

غسا القمران المشرقان اتلک

حضور ﷺ کے لئے صرف چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند سورج دونوں تاریک ہو گئے۔ کیا اب بھی انکار کرو گے۔ (اعجاز احمدی ص ۷۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۳)
اور خرافات سنئے: ”تین ہزار معجزات ہمارے نبی سے ظہور میں آئے۔“

(تحفہ گولڈیہ ص ۴۰، خزائن ج ۱۷ ص ۱۵۳)

اور اپنی ذات کے لئے: ”اس خدا نے میری تصدیق کی بڑے بڑے نشان ظاہر کئے جو تین لاکھ تک پہنچے۔“

(تحریر حقیقت الوہی ص ۶۸، خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳)

ابھی تسکین نہیں ہوئی: ”خدا نے مجھے دس لاکھ معجزات عطا کئے۔“

(برائین احمدیہ ص ۵۶، خزائن ج ۲۱ ص ۷۲)

یہ مٹتے مٹتے، خود مرزا قادیانی اور ان کے ماننے والوں کی تحریروں کے حوالے سے کچھ چیزیں پیش کی گئی ہیں۔ ان خرافات اور ان کی زیادہ تر جھوٹی ہی پیشین گوئیوں کے باوجود، حیرت ان مسلمانوں پر ہے جو ایسے انسان کو نہ صرف مقتدی پیشوا بلکہ نبی تک مان بیٹھے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا اس قسم کے کردار کو عقل سلیم قبول کس طرح کرتی ہے۔

اب ہم مرزا قادیانی کو روئیں یا ان کے ماننے والوں کے ذہنی دیوالے پن پر ماتم کریں۔ بہر حال نبوت کی خاتمیہ پر زور لگا کر مرزا قادیانی نے امت کو جس تشکیک اور انتشار میں مبتلا کر دیا ہے۔ مسلم قوم کے مرکزی اتحاد کو جس طرح پارہ پارہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہندوستان کی جہاد آزادی اور استحکام وطن کی کوششوں کو انگریزوں سے خفیہ و علانیہ معاملات کر کے جس طرح سیوٹاڑ کیا ہے۔ ایشیاء و افریقہ کے مظلوم عوام کو جس طرح مغربی آقاؤں کے عشرت کدوں یا منہج خانوں کے حوالے کر دینے کی اسکیم بنائی۔ یہ ایسے ابواب ہیں کہ اگر ایک طرف علماء، بلکہ اسلام کے ہر فرد کا یہ فرض ہے کہ اس ناپاک تنظیم کے بیج اور اس کے اثرات کو روئے زمین سے مٹا دیں تو دوسری طرف ایک سیکولر، انصاف پسند حکومت کا بھی یہ اخلاقی فرض ہے کہ اس جماعت کو برداشت نہ کرے۔ جس کا دامن ملک سے وفاداری کی نسبت سے ماضی میں داغدار رہا ہے۔ دارالعلوم اور جمعیت العلماء کے علماء کرام نے ہمیشہ ہی یہ فرض پورا کیا ہے اور آج پھر الحمد للہ! مذہبی اور دینی لحاظ سے دارالعلوم کو اس فتنے کا شدید احساس ہوا اور ہمیشہ کی طرح پھر یہ مرکزی ادارہ آگے آیا ہے۔ ”ربنا تقبل منا انک انت العزيز الحکیم“

اور اب ان کے بارے میں اس کے علاوہ کیا کہا جائے۔ ”لا تحسبن الله غافلاً

عما يعمل الظالمون انما يؤخرهم لیوم تشخیص فیہ الابصار“

مسئلہ ختم نبوت کتاب وسنت کی روشنی میں

از: محمد ظفر الدین مفتی دارالعلوم دیوبند

”الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی رسولہ خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین“

دنیا جانتی ہے کہ ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے۔ اس کے رنگ و ریشہ میں مذہب رچا بسا ہوا ہے۔ یہاں بسنے والے مختلف مذاہب کے پیرو ہیں۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، سبھی یہاں رہتے سہتے ہیں اور اپنے دین و دھرم سے انس و محبت رکھتے ہیں۔ بلکہ اپنے دین کی حفاظت پر اپنی جانیں بچھا کر دیتے ہیں۔

مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر دور میں کچھ افراد مختلف راستوں سے مذہب پر حملے کرتے رہے ہیں۔ چونکہ یہاں عرصہ تک مسلم حکمران رہے۔ اس لئے اسلام کو سب سے زیادہ نشانہ بنایا گیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ جہاں غیر مذہب والوں نے مخالفت کی اس کی رد میں اپنے لوگ بھی حملہ آور ہوتے رہے۔

مسلمانی حکومت کے ختم ہوتے ہی کہنا چاہئے اسلام مخالفین کے زعم میں آ گیا۔ انگریز جو نئے حکمران کی حیثیت سے آئے تھے انہوں نے خصوصی طور پر اسلام کو مٹانے کی جدوجہد کی اور یہی وجہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے بے دردی کے ساتھ علماء اسلام کو تہ تیغ کیا، ان کو پھانسیوں پر لٹکایا اور جو تھوڑے بہت بچ گئے تھے ان پر مقدمہ قائم کر کے کالا پانی بھیج دیا اور انہیں ترپ ترپ کر جان دینے پر مجبور کیا۔

دوسری طرف عیسائیت کی تبلیغ کے لئے پوپ پادریوں کا جم غفیر بلا لیا اور ان کی پشت پناہی کے لئے ایک مکتی فوج بنادی۔ نئے حکمرانوں نے سوچا تھا کہ وہ بڑی آسانی کے ساتھ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائیت میں داخل کر لیں گے اور اس طرح ان کی طرف سے حکومت وقت کو جو شدید خطرہ لاحق ہے وہ نکل جائے گا۔

اوپر بچے کچھے علماء دین متشکر تھے کہ اس میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے کیا کیا جائے اور ان کو اپنے سچے دین قیم پر کس طرح باقی رکھا جائے؟ یہ بڑا ہی صبر آزما اور خطرناک وقت تھا، حکومت کے ساتھ ساتھ جان و مال کی بھی بربادی ہو چکی تھی۔ لے دے کر دین باقی تھا۔ وہ بھی زور تھا۔ بلکہ سب سے زیادہ وہی نشانہ بنا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء کرے بانیان دارالعلوم دیوبند کو جنہوں نے ایسے نامساعد حالات کے باوجود ہمت نہیں ہاری، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ بڑی جرأت اور ہمت کے آدی تھے۔ ساتھ ہی دوراندیش اور ملک و ملت کے بھی خواہ تھے۔ وہ برابر اپنے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرکتی سے پنجاب جا کر مشورہ کرتے رہے۔ جو وہاں ۱۸۵۷ء کے بعد روپوش ہو گئے۔ بالآخر رب العالمین نے ان بزرگوں کے دلوں میں مدارس دینیہ کے قیام کا جذبہ بطور الہام پیدا فرمادیا۔ حضرت نانوتویؒ اس کے متحرک اوّل تھے۔ انہوں نے اپنے ساتھی اور احباب حضرات امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حاجی سید عابد حسینؒ، مولانا ذوالفقار علیؒ، مولانا فضل الرحمن عثمانیؒ اور دوسرے ہمدردوں سے مل کر پہلے دیوبند میں ایک عربی اسلامی مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ پھر مراد آباد، مگنیہ، گلاٹھی اور جہاں جہاں اثرات تھے، مدارس دینیہ قائم کرائے اور مسلمانوں کے چندوں سے ان کو چلانے کی رہنمائی فرمائی اور اصول ہشت گانہ لکھ کر ہدایات جاری فرمایا کہ ان اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے۔

دیوبند کا یہی مدرسہ اسلامی عربی جو ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں چھتہ کی مسجد میں قائم ہوا تھا، بہت جلد تھوڑے ہی دنوں میں پورے متحدہ ہندوستان میں پھیل گیا اور مرکزی دارالعلوم بن گیا۔ پوپ پادریوں اور آریہ تحریک کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گیا۔ پہلے خود حضرت نانوتویؒ اور آپ کے علاوہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ، مولانا احمد حسن امرتویؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا رحیم اللہ بجنوریؒ، مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ، مولانا منصور مراد آبادیؒ اور دوسرے شاگردان گرامی قدر، میدان عمل میں آئے اور حفاظت دین کے لئے اپنی جانوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ یہ واقعہ ہے کہ پوپ پادریوں اور انگریزی حکومت کو اسلام کے سلسلے میں علماء دیوبند کے مقابلہ میں شکست کھانی پڑی اور مذہبی طور پر ان کی برتری ماننے پر مجبور ہوئی۔

مگر انگریز پھر بھی کہاں چین سے بیٹھنے والے تھے۔ انہوں نے علماء کو شکست دینے کی دوسری تدبیریں اختیار کیں۔ خود مسلمانوں میں سے بہت سارے لوگوں کو اسلام کے خلاف کھڑا کر دیا۔ فرقہ بھائی، بابائی، اور دوسرے طہرین کو طاقت پہنچائی کہ وہ مسلمانوں میں مذہب کے نام پر تفریق پیدا کریں اور علماء کا رخ انگریز دشمنی سے اپنے مذہب کی حفاظت کی طرف پھیر دے۔

لیکن دارالعلوم دیوبند اب توانا ہو چکا تھا۔ اس کے فرزند پورے ملک میں پھیل چکے تھے بلکہ ہندوستان سے نکل کر غیر ممالک میں جا چکے تھے اور اشاعت دین کی خدمت میں منہمک ہو چکے تھے۔ اس لئے ملک میں وہ تمام تحریکیں آگے نہ چل سکیں، جو انگریزوں کے سہارے اٹھ رہی تھیں۔

خوب ذہن نشین کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء دیوبند کو ایک خاص ”نور بصیرت“ عطا فرمائی ہے۔ وہ بہت جلد بھانپ لیتے ہیں کہ کن تحریکوں کا کیا منشاء ہے اور اس کا رخ کدھر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیسیوں نئی نئی جماعتیں بنیں اور انہوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ مگر ان کو کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ علماء دیوبند ہر محاذ پر سینہ سپر ہو گئے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے جب تک مخالف جماعت نے دم توڑ نہیں دیا۔

قاویانیت کا فتنہ بھی دراصل انگریزی حکومت کا پیدا کردہ ہے۔ یہ دور جنگ آزادی کا دور شباب تھا۔ علماء آگے بڑھ کر انگریزی حکومت کے خلاف بول رہے تھے۔ انگریزوں نے ان کا رخ موڑنے کے لئے اس تحریک کا قادیانیت کو بھرپور تعاون دیا۔ اس جماعت سے جہاد کے خلاف فتویٰ دلایا اور چاہا کہ مسلمانوں کو اس میں الجھا دیا جائے اور علماء اس میں الجھ کر انگریزی حکومت کے خلاف جہاد بند کر دیں۔

خاکسار نے قادیانیت بالخصوص ہانی قادیانیت کا جہاں تک مطالعہ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس فتنہ کا نیا نیا لیا گیا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اور جن لوگوں نے اس فتنہ کو قبول کیا۔ یقیناً وہ بھی عقل و خرد سے بیگانہ تھے یا انگریزوں کو خوش کرنا چاہتے تھے اور عہدوں کے طالب تھے۔

ہانی فتنہ نے کبھی مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ کبھی مہدی بننے کا اعلان کیا۔ کبھی مسیح موعود بنا اور آخر میں آ کر نبوت کا دعویٰ بن گیا اور اسلامی تعلیمات میں من مانی کتر بیونت شروع کر دی۔ پھر نبوت کی مختلف قسمیں بیان کیں۔ تشریحی، غیر تشریحی، بطلی، بروزی، لغوی، مجازی، نہ معلوم کیا کیا بکواس کی۔ کوئی شبہ نہیں کہ صورتحال علماء حق کے لئے بڑی ہی ناگوار اور خطرناک تھی۔ بالخصوص علماء دیوبند یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر انہوں نے طے کر لیا کہ اس فتنہ کو ختم کرنا ہے۔ خواہ اس کے لئے جتنی بھی قربانیاں دینا پڑیں اور جس قدر بھی مصیبت برداشت کرنا پڑے۔

اس زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کی صدارت تدریس پر محدث العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ قدس سرہ جیسے جلیل القدر عالم ربانی فائز تھے۔ جن کے علم و عمل اور قوت حافظہ کی اپنے اور غیروں سکھوں میں دھوم تھی۔ کچھ لوگ انہیں چلا پھرتا کتب خانہ کہا کرتے تھے اور بلاریب حضرت شاہ صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں دافتر علم حدیث و فقہ سے نوازا تھا۔ اہتمام کی مسند پر حضرت نانوتوی کے خلف الرشید مولانا حافظ محمد احمد صاحب جلوه افرز

تھے۔ جب ان تک اس فتنہ کی خبر پہنچی تو یہ سراپا عمل بن کر میدان میں اتر آئے اور فرمایا کہ بھائی یہ فتنہ، محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دینِ قیم پر بڑا حملہ ہے۔ جب تک یہ مٹ مٹانہ جائے چین سے بیٹھنا جائز نہیں ہے۔

اس زمانہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کے تلامذہ ذی علم، ذی استعداد اور دینِ مبین پر جان دینے والے تھے۔ استاذ کے ساتھ یہ سارے تلامذہ اس فتنہ کی سرکوبی پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے خود بھی اس فتنہ کے خلاف متعدد کتابیں لکھیں۔ دورے کئے اور اسی کے ساتھ دارالعلوم کے دوسرے اساتذہ نے بھی کتابیں تصنیف کیں اور دورے کئے۔ پھر سارے ہندوستان میں ہر مسلک کے علماء بھی اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے میدان میں نکل آئے۔ مولانا شام اللہ امرتسریؒ، محمد العلم والعرفان مولانا سید محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دوسرے علماء کرام نے بھی اس محاذ پر اپنی طاقت لگا دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ فتنہ بہت جلد قادیان میں سکڑ کر رہ گیا۔ ہندوستان کی سرزمین بہت حد تک پاک و صاف ہو گئی۔ ملک کی تقسیم کے بعد اس فتنہ نے پھر ایک دفعہ پاکستان میں سر اٹھایا اور بڑی قوت کے ساتھ تحریک شروع ہوئی۔ مگر پاکستان میں علماء دیوبند کی ایک بڑی جماعت موجود تھی وہ اس کو کہاں برداشت کر سکتی تھی۔ حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد ادریس سیڑھیؒ اور دوسرے علماء سینہ سپر ہو گئے اور پوری قوت کے ساتھ اس کی سرکوبی میں جدوجہد شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے عالم اسلام (ممالک اسلامیہ) نے قادیانیوں کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا اور اس کا اعلان کیا۔ پھر حکومت پاکستان نے اس فرقہ کو غیر مسلم قرار دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کو ابھرنے سے روک دیا۔ بلکہ ایک محد و دائرہ میں بند کر دیا۔ اب یہ فتنہ بحمد اللہ دب دیا گیا۔ مگر بہر حال اب بھی کہیں کہیں دو چار گھرانے اس فتنہ میں مبتلا ہیں اور مخالف اسلام طاقتیں اس کو ابھارتا چاہتی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند چاہتا ہے کہ موجودہ نسل جو اس فتنہ سے تقریباً نا آشنا ہے اس کو آگاہ کرے اور آئندہ کے لئے ان کو آمادہ و تیار کرے تاکہ جب کبھی وقت آئے تو یہ میدانِ عمل میں کود پڑیں اور جہاں جہاں اس وقت اس فتنہ کی چنگاری نظر آئے اسے ہمیشہ کے لئے بجھا ڈالیں اور اسی نام پر وہ دوسرے آنے والے فتنوں کی سرکوبی کا بھی بھرپور جذبہ پیدا کر لیں۔ اس فتنہ کا سب سے بڑا محاذ ختم نبوت کا مسئلہ ہے۔ جس کو اس نے مشکوک بنانے کی سعی کی ہے۔ مگر اس عنوان پر بڑی عمدہ اور مضبوط کتابیں چھپ چکی ہیں۔ لہذا اس وقت مناسب معلوم ہوا کہ اس پر سرسری نظر ڈالی جائے اور یہ بتا دیا جائے کہ مسئلہ ختم نبوت مسلم

ہے اور سارے فکوک و شبہات سے بالاتر ہے۔ عہد نبوت سے لے کر اب تک یہ مسئلہ بے غبار رہا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت بے غبار رہے گا۔

مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اگر یہ ذہن نشین ہو جائے کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے، نہ تشریف باقی ہے، نہ غیر تشریف باقی ہے، نہ ظنی باقی ہے اور نہ بروزی، آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد جو بھی کسی طرح کی نبوت کا مدعی ہے وہ جھوٹا، کذاب اور دجال ہے۔ جیسا کہ خود سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے: ”لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون، کلہم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۷)“ ﴿قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بہت سے دجال اور جھوٹے نہ اٹھائے جائیں۔ جن میں سے ہر ایک یہ خیال کرتا ہو کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی اور نبی دوسرا ہونے والا نہیں ہے۔﴾

سکڑوں آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت آنحضرت ﷺ پر تمام ہو چکی ہے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیء علیما (الاحزاب: ۴۰)“ ﴿محمد تمہارے مروجوں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔﴾

اس آیت میں صراحت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے بعد آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی اور دوسرا ہونے والا نبی نہیں ہے۔ بلکہ خاتم النبیین خود آپ ﷺ ہی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک جتنے انسان ہوں گے وہ سب آپ ﷺ کی امت میں داخل ہوں گے۔

خود قرآن پاک میں ہے: ”قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً، الذی لہ ملک السموات والارض (الاعراف: ۱۵۸)“ ﴿آپ کہہ دیجئے! اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔﴾

اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق صراحت ہے کہ آپ ﷺ زمین پر تمام بسنے والے انسانوں کے رسول برحق ہیں۔ قیامت تک جو بھی انسان پیدا ہوگا آپ ﷺ کی امت میں داخل ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ آپ ﷺ کے لئے ہوئے دین قیم کی پیروی

کرے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ”وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً (سبا: ۲۸)“ اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے۔ ﴿

دنیا کے تمام انسانوں کی رہبری و ہدایت آپ ﷺ کی ذات اقدس سے تعلق رکھتی ہے۔ جنت کی خوشخبری سنا دیجئے۔ ان لوگوں کو جو ایمان و اسلام کی دولت قبول کریں اور دوزخ سے ڈرائیں ان کو جو ایمان و اسلام کی دولت سے محروم رہ گئے ہیں۔

ایک اور جگہ قرآن نے کہا: ”وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (الانبیاء: ۱۰۷)“ اور ہم نے نہیں بھیجا آپ ﷺ کو لیکن دنیا جہاں کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے۔ ﴿

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت عام ہے۔ اپنے عہد کے انسانوں کے لئے بھی اور قیامت تک پیدا ہونے والوں کے لئے بھی۔ آپ ﷺ کے بعد کسی نبی و رسول کو آنا نہیں ہے اور خدا کا دین آپ ﷺ پر مکمل کر دیا گیا ہے۔ اس دین میں کہیں سے کس کی یا خالی باقی نہیں رہی کہ کسی اور نبی کی ضرورت باقی کہی جاسکے۔ رب کائنات جل مجدہ نے اعلان فرمایا: ”الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (المائدہ: ۳)“ ﴿ میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل، کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ ﴿

یہاں ایک اور بات بتا دینے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ خاتم النبیین میں دو قرأتیں ہیں۔ تاہ کے زبر کے ساتھ بھی ہے اور تاہ کے زیر کے ساتھ بھی ہے۔ قاری حسن اور عاصم نے تاہ کو زبر کے ساتھ پڑھا ہے اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے تمام قاریوں نے تاہ کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور دونوں کے معنی ختم کرنے والے اور اخیر کے آتے ہیں۔ معنی خاتم النبیین ”الندی ختم النبیین بہ و ما لہ آخر النبیین (روح المعانی ج ۷ ص ۵۹)“ پس خاتم النبیین کے معنی ہوں گے وہ ذات جس پر سلسلہ انبیاء ختم کر دیا گیا ہو اور اس کا حاصل آخر النبیین ہی ہے۔ معلوم ہوا کہ خاتم ہو یا خاتم نتیجہ کے اعتبار سے دونوں کے معنی ایک ہیں کہ نبیوں کے ختم کرنے والے اور سارے نبیوں کے بعد آنے والے، اور پر کی امتیں جو نقل کی گئیں ان سے بھی وضاحت کے ساتھ یہی معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم المرسلین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

مفردات امام راغب میں ہے: ”وخاتم النبیین لانه ختم النبوة ای تمہا بمجیئہ (ص ۱۴۲)“ ﴿نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا یعنی آپ ﷺ کے آنے سے وہ سلسلہ تمام ہو گیا۔﴾

کلیات الی البقاء، تاج العروس اور لسان العرب وغیرہ سمجھوں نے یہی معنی بیان کئے ہیں اور یقیناً یہی معنی ہیں۔ یہ واضح رہے کہ قرآن کی وہی تفسیر معتبر ہے جس کی تائید قرآن کے دوسرے حصے سے ہوتی ہو، یا خود نبی کریم ﷺ نے جو تشریح فرمائی ہو یا صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے منقول ہو۔

ان لوگوں کی تفسیر قطعاً قابل اعتماد نہیں ہے جو اپنی رائے سے کرتے ہیں یا جو تفسیر حدیث نبوی سے ہٹ کر کی جائے۔ رسول رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

”من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبعوا مقعده من النار (مشکوٰۃ ص ۳۰، کتاب العلم)“ ﴿جو شخص قرآن میں بغیر علم گفتگو کرے اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم کو بنائے۔﴾ حتیٰ کہ فرمایا گیا، مگر اس نے اپنی رائے سے صحت کو پایا تو بھی اس کا شمار خطایں میں ہوگا۔

”من قال فی القرآن برأیه فاصاب یقظاً خطاً (مشکوٰۃ ص ۳۰، کتاب العلم)“ ﴿جس نے قرآن میں اپنی رائے سے گفتگو کی اور صحت کو پہنچ گیا تو بھی اس نے خطا کی۔﴾ آج کل یہ بھی ایک دبا پھوٹ پڑی ہے کہ تجدید پسند قرآن کی تفسیر اپنے ذوق سے کرتے ہیں جو ذوق موجودہ ماحول سے پیدا ہوا ہے۔ پھر وہ صحیح معنی میں ان علوم و فنون سے واقف نہیں ہوتے ہیں۔ جن کی قرآن کے معنی سمجھنے میں ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ ان میں مہارت تامہ ضروری ہے۔ لہذا خاتم النبیین کے وہی معنی مستند ہیں جس کی تائید قول رسول سے ہوتی ہے اور جس کو اہل لغت نے اختیار کیا ہے۔ یا صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے اور بہت صحیح لکھا ہے: ”وان الصحابة والتابعین والائمة ان کان لهم فی الایة تفسیر وجاء قوم ففسروا الایة بقول اخر لاجل مذهب اعتقدوا وذلك المذهب لیس من مذاهب الصحابة والتابعین صار مشارکاً للمعتزلة وغیرهم من اهل البدع فی مثل هذا (الاتقان ج ۲ ص ۷۸)“ ﴿اگر آیت میں صحابہ و تابعین اور ائمہ تفسیر کی کوئی تفسیر منقول ہے اور کوئی شخص اس کے بعد اپنے معتقد مذہب کے مطابق نئی تفسیر کرے اور وہ صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کی تفسیر کے خلاف ہو تو ایسا شخص معتزلہ اور دوسرے اہل بدعت کے فرقہ میں شامل ہو گیا۔﴾

یہ عجیب بات ہے کہ گمراہ فرقہ جو مسلمانوں میں پیدا ہوتا ہے وہ عوام کو سب سے پہلے قرآن کا نام لے کر ہی گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بے پڑھے لکھے عوام یا وہ جدید تعلیم یافتہ جنہوں نے قرآن نہیں پڑھا ہے بڑی آسانی سے اس کی باتوں میں آ جاتے ہیں اور اپنی عاقبت برباد کر لیتے ہیں۔

حالانکہ جو فرقہ قرآن کا ایسا معنی بیان کرتا ہے جو صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین سے منقول نہیں ہیں وہ یقیناً الحادود و ہریت ہے اور دینِ قیم سے کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ قادیانی فرقہ نے بھی الحادود و ہریت کی یہ راہ اختیار کی اور دنیاوی اغراض کے لئے قرآن پاک کے غلط معنی بیان کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کی۔ ختم نبوت کا بیان قرآن پاک میں متعدد جگہ آیا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب ختم نبوت میں ننانوے آیتیں نقل کی ہیں۔ جن سے آنحضرت ﷺ کا آخری نبی ہونا ثابت ہے۔

ختم نبوت پر خود احادیث نبوی میں بھی بڑا ذخیرہ ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھ امور میں مجھے اللہ تعالیٰ نے دوسرے انبیاء کرام میں فضیلت عطا فرمائی۔ ان میں سے ایک یہ ہے: ”وارسلت الی الخلق كافة و ختم بی النبیون (رواہ مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۱۲، باب فضائل سید المرسلین)“ ﴿میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر نبیوں کی آمد ختم کر دی گئی ہے﴾۔

ایک بار ارشاد ہوا کہ ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ مگر مجھے عام انسانوں کے لئے مبعوث کیا گیا۔

”وكان النبی یبعث الی قومہ خاصة و یبعث الی الناس عامة (متفق علیہ، مشکوٰۃ ص ۵۱۲)“ ﴿نبی اپنے خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور میں عام کی طرف مبعوث ہوا﴾۔

ایک موقع سے سرور کونین ﷺ نے فرمایا: ”انسی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین (مشکوٰۃ ص ۵۱۳)“ ﴿میں اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا گیا ہوں﴾۔

ایک حدیث ہے: ”انا العاقب و العاقب الذی لیس بعده نبی، متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۵۱۵، باب اسماء النبیین)“ ﴿میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نہ آئے﴾۔

ان تمام حدیثوں میں ختم نبوت کی صراحت ہے۔ پھر اس میں تاویل کیسے چل سکتی ہے۔ خود رحمت عالم ﷺ نے اس باب میں کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا ہے جس سے اس مسئلہ میں کوئی تحریف کی جاسکے۔ اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول ہرگز نہیں بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: ”انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم (رواہ ابن ماجہ ایضاً)“ ﴿میں تمام نبیوں کے بعد آیا اور تم ساری امتوں کے بعد آخری امت ہو۔﴾

ختم نبوت سے متعلق علماء کی تحقیق کے مطابق دو سو حدیثیں ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ان میں سے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے دو سو سے زیادہ حدیثیں نقل کر دی ہیں۔ ان حدیثوں کا مطالعہ وہاں کیا جاسکتا ہے۔ آیت کریمہ اور آپ ﷺ کے خاتم النبیین کے پیش نظر امام غزالیؒ نے لکھا ہے: ”ان الامة قد فهمت من هذا اللفظ انه افهم عدم نبی بعده ابدآ وعدم رسول بعده ابدآ وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص فكلامه من انواع الهذيان لا يمنع الحكم بتكفيره لا نه مكذب لهذا النص الذي اجمعت الامة على انه غير مآول ولا مخصوص (كتاب الاقتصاد)“ ﴿پوری امت نے خاتم النبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ رسول خدا ﷺ کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ کوئی تخصیص اور جس نے اس کے خلاف سمجھا ہے وہ اس کی بکواس ہے اور جو تاویل کرے۔ اس کے کافر قرار دینے کو کوئی روک نہیں سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اس طرح نص صریح، آیت قرآنی کی تکذیب کرتا ہے۔ جس کے متعلق امت محمدیہ کا اجماع ہے اور اس میں نہ کوئی تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی تخصیص کی۔﴾

ایسے لوگ جو ختم نبوت میں شک کرتے ہیں ان کو علماء اسلام نے بالاتفاق کافر و مرتد اور واجب القتل قرار دیا ہے اور گزشتہ زمانہ میں ایسے اشخاص کو علماء کرام کے فتاویٰ کی بنیاد پر قتل بھی کیا گیا ہے۔ عہد نبوی میں مسیلہ کذاب قتل کیا گیا۔ اسود عسی قتل کیا گیا۔ حضرت کشمیریؒ نے اس سلسلے میں بہت سارے فتاویٰ اپنی کتاب اکفار المسحدین میں جمع کر دیا ہے۔ ایک جگہ شرح شفاء کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ”اسی طرح ابن قاسم مالکی نے اس شخص کو مرتد کہا جو خود کو نبی کہے اور دعویٰ کرے کہ ہمارے پاس وحی آتی ہے۔ ہجون مالکی کا قول بھی یہی ہے۔ ابن قاسم نے نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو مرتد قرار دیا ہے۔ خواہ وہ پوشیدہ طور پر اپنی نبوت کی دعوت دیتا ہو۔ خواہ اعلانیہ طور پر۔ اس لئے کہ وہ اس طرح آیت قرآنی، خاتم النبیین کا انکار کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بھی

مکذیب کرتا ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے اور مجھے رسول بنایا ہے۔“ (اکفار المحدثین)

قاضی عیاضؒ اپنی کتاب شفاء میں فرماتے ہیں کہ: ”خلیفہ عبد الملک بن مروان نے حارث نامی مدعی نبوت کو قتل کر کے عبرت کے لئے سولی پر لٹکایا تھا۔ اسی طرح اور بہت سے دوسرے خلفاء اور سلاطین نے ایسے تمام مدعیان نبوت کو قتل کیا ہے اور علماء امت نے اس قتل کو تصویب و تائید کی ہے اور جو کوئی اس تصویب کرنے والے کا مخالف ہے وہ بھی کافر ہے۔“ (ایضاً)

علامہ غفائیؒ لکھتے ہیں: ”اسی طرح ہم اس شخص کو بھی کافر کہیں گے جو آپ ﷺ کے بعد کسی اور کے نبی ہونے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً مسیلہ کذاب کو یا اسود عسی کو یا کسی اور کو نبی مانتا ہو، یا آپ ﷺ کے بعد کوئی اور شخص نبوت کا دعویٰ کرے (جیسے قادیانی فرقہ کے لوگ) اس لئے کہ آپ ﷺ قرآن و حدیث کے نصوص اور تصریحات کے مطابق خاتم النبیین اور آخری رسول ہیں۔ لہذا ان کے عقائد اور دعویوں سے ان تمام نصوص کی تکذیب اور انکار لازم آتا ہے جو صریحاً کفر ہے۔“ (اکفار المحدثین)

اسی طرح وہ شخص بھی کافر ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے۔ اگرچہ وہ نبی ہونے کا دعویٰ نہ بھی کرے۔ یہ سارے لوگ اس لئے کافر ہیں کہ اس ضمن میں وہ رسول اکرم ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی تصریحات کے خلاف جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ختم نبوت کے سلسلے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ اپنے ظاہر پر ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ جو اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ کافر ہے۔

محدث جلیل حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے الاشباہ والنظائر کے حوالہ سے یہ بھی نقل کیا ہے: ”کہ جو شخص یہ نہ جانتا ہو کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے۔“

گویا نہ جاننا عذر قرار نہیں پایا۔ دوسرے امور میں جہل کو عذر مانا گیا ہے۔ مگر اس بات میں قطعاً عذر تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ شرح عقائد نسلی میں علامہ نقی رازیؒ نے لکھا ہے کہ: ”سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی محمد ﷺ ہیں۔“

اسی طرح عقائد کی تمام کتابوں میں صراحت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

صاحب روح المعانی نے لکھا ہے: ”وكونه ﷺ خاتم النبيين مما نطق به الكتاب وصدعت به السنة واجتمعت عليه الامة ويكفر مدعى خلافة ويقتل ان أصّر (ج ۷ ص ۱۰)“ ﴿آحضرت ﷺ کا آخری نبی ہونا ان مسائل میں سے ہے جس پر کتاب اللہ ناطق ہے اور سنت میں جن کی صراحت ہے اور امت کا جن پر اتفاق و اجماع ہے اس کے خلاف جو دعویٰ کرے گا وہ کافر قرار دیا جائے گا اور اگر اپنے دعویٰ پر مصر ہوگا تو قتل کیا جائے گا۔﴾

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ آحضرت ﷺ نے فرمایا: ”فانسي آخر الانبياء وان مسجدي آخر المساجد (مسلم ج ۱ ص ۴۴۶)“ ﴿میں خاتم النبیین ہوں اور میری مسجد انبیاء کرام کی مسجدوں کی خاتم المساجد ہے۔﴾

حدیث میں اس کی بھی صراحت موجود ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ آحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ البتہ اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ ”لم يبق من النبوة الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤيا الصالحة (مشکوٰۃ ص ۳۹۴، کتاب الرؤيا)“ ﴿مبشرات نبوت میں سے اچھے خوابوں کے سوا دوسرا اور کچھ باقی نہ رہا۔﴾
 مختصر یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی امت آخری امت ہے۔ اب دینِ قیم کی اشاعت و حفاظت کی ساری ذمہ داری آپ ﷺ کی امت پر ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں تم لوگوں میں چھوڑ رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب، دوسری اپنی سنت، تم لوگ جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

”قال رسول الله ﷺ تركت فيكم امرين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتاب الله وسنة رسوله (رواه في الموطأ، مشکوٰۃ ص ۳۱، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)“ ﴿اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب قرآن پاک ہے اور دوسرے اس کے رسول کی سنت احادیث نبوی ہے۔﴾

رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ مستقبل کے فتنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: ”قال رسول الله ﷺ يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤكم فاياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم (رواه مسلم، مشکوٰۃ ص ۲۸)“ ﴿آخری زمانہ میں بہت سارے دجال و کذاب

ایسی باتیں لے کر تمہارے پاس آئیں گے جو کبھی نہ تم نے سنا ہو گا اور نہ تمہارے آباء و اجداد نے لہذا تم ان سے خبردار رہنا، وہ تم کو نہ گمراہ کرنے پائیں اور نہ تو فتنہ میں ڈالنے پائیں۔ ﴿

شاید وہ زمانہ آ گیا ہے کہ طرح طرح کے دجال و کذاب پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ نئی نئی باتیں گڑھ کر پیش کر رہے ہیں اور مختلف انداز میں مسلمانوں کو راہ حق سے ہٹانے کے درپے ہیں۔ نام بظاہر بڑا خوشنما ہے۔ مگر زہر آلود یہ قادیانی فتنہ بھی دراصل اسی دجالی فتنہ کی ایک صورت ہے جو ہندوستان میں ہمارے سامنے ظاہر ہیں۔ حیرت ہے کہ ہندوستان میں ایک طہ و زعفریق کھڑا ہو کر یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے کہ وہ حضرت مہدی ہے۔ مسیح موعود ہے اور نبی ہے۔ معاذ اللہ! ایسی بے باکی، ایسی گستاخی اور ایسا غلط دعویٰ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو اسی وقت وہ قتل کر دیا جاتا۔

یاد رکھا جائے جب تک دارالعلوم دیوبند اور اس کی فیض یافتہ جماعت موجود ہے کوئی ایسی دجالی تحریک کامیاب نہیں ہو سکی ہے۔ جس طرح دارالعلوم دیوبند اور اس کے حلقہ نے گزشتہ سو سال سے دین مبین کی حفاظت کی ہے۔ آئندہ بھی یہ دینی اور بین الاقوامی درس گاہ اپنا یہ فریضہ انجام دیتی رہے گی اور یہ ان افراد کو پیدا کرتی رہے گی جن کی زندگی کا مشن حفاظت و صیانت تعلیمات اسلامی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو تاقیامت زندہ و تابندہ رکھے۔ اخیر میں مجھے بے ساختہ اس وقت سابق مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب کی بات یاد آ رہی ہے۔ فرمایا کہ اب اس برصغیر میں مجدد کا فریضہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے علماء پر عائد ہے۔ جو فتنے اور خس و خاشاک مخالفین کی طرف سے آئیں گے۔ ان فتنوں کا مٹانا اور خس و خاشاک سے دامن اسلام کو محفوظ رکھنا ان کے فرائض میں داخل ہے۔ اللہ رب العالمین خادمان دارالعلوم دیوبند کی دینی جرأت و ہمت برقرار رکھے۔ تاکہ یہاں سے حق کی آواز اٹھتی اور پھیلتی رہے۔

”ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم . آمین یا رب العلمین“

عقیدہ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

از: مولانا عبد العظیم فاروقی و اراکھلین لکھنؤ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ جو مقدس شریعت لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے وہ خدا کی آخری اور دائمی شریعت ہے جو بالکل واضح اور روشن ہے۔ نہ تو اس میں کوئی الجھاؤ ہے اور نہ ہی کسی قسم کا ابہام ہے۔ اسی طرح جن پاکہاڑہستیوں نے اس دین متین کو

ذات رسالت سے براہ راست حاصل کیا اور آنے والی نسلوں تک حد درجہ ذمہ داری اور کمال ویانت و ثقاہت کے ساتھ منتقل کیا ان کی شخصیات علم و عقل، فضل و کمال، فہم و تدبیر، ذہن و مزاج اور طہارت و پاکیزگی کے اعتبار سے کامل و اکمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام کو منانے یا اس کے مزاج و طبیعت کو بدلنے کے لئے جب مخالفین اسلام کی طرف سے کوئی کوشش یا سازش رونما ہوئی تو ان حضرات نے کبھی اس کو پروا نہ کیا اور سر بکف میدان عمل میں اتر آئے۔ حضور اقدس ﷺ کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے آغاز میں جب فتنہ ارتداد اٹھا اور مدعیان نبوت نے اپنی جھوٹی نبوتوں کے محل تعمیر کرنے کی ناکام کوشش کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے ساتھیوں نے ان جھوٹے دعویداران نبوت کے حلقوں کو اپنی ٹھوکروں سے گر کر پوری دنیا کو بتا دیا کہ قعر نبوت کی تکمیل ہو چکی۔ اب اگر کوئی اس محل کے سامنے دوسرا محل بنائے گا اسے زمین بوس کر دیا جائے گا۔

ہمارے زمانہ میں تقریباً ایک صدی قبل قادیانی فتنہ کا وجود ہوا جس کی بنیاد انیسویں صدی عیسوی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے رکھی۔ یہ شخص ۱۸۳۹ء میں پنجاب کے ایک گاؤں قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا۔ وہیں اسی نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور کچھ دیگر فنون و علوم کا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد طویل مدت تک انگریزی حکومت کی ملازمت کی۔ ابتداء اس نے دعویٰ کیا کہ اللہ کی طرف سے اسے یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طرز پر مخلوق خدا کی اصلاح کرے۔ پھر آہستہ آہستہ وہ مسلسل گمراہیوں کی طرف بڑھتا رہا۔ کبھی کہتا تھا کہ مجھ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح حلول کر گئی ہے اور کبھی دعویٰ کرتا کہ مجھے الہامات و مکاشفات ہوتے ہیں۔ وہ توریت، انجیل اور قرآن پاک کی طرح خدا کا کلام ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ آخری زمانہ میں قادیان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ مجھ پر دس ہزار سے زائد آیتیں اتاری گئی ہیں اور قرآن کریم حضور پاک ﷺ اور دیگر انبیائے سابقین نے میری نبوت کی شہادت دی ہے اور اس شخص نے اپنے گاؤں قادیان کو مکہ اور مدینہ کے ہم رتبہ اور اپنی مسجد کو حضور پاک ﷺ کی مسجد سے افضل کہا اور اس بات کی لوگوں میں تبلیغ کی کہ یہی وہ مقدس ہستی ہے جس کو قرآن پاک میں مسجد اقصیٰ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے اور جس کا حج کرنا فرض ہے۔ یہ اور ان جیسے نامعلوم اس نے کتنے دعوے کئے جو اس کی اور اس کے قبیحین کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی دراصل ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کا خواہشمند تھا جس کے

لئے اس نے پوری کوشش کی وہ اسی لئے انگریزوں کا اطاعت گزار رہا۔ جن کی ان دنوں ہندوستان میں حکومت تھی اور ان کی خدمت گزاری اور کاسہ لہیسی میں اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ گزارا اور زبان و قلم سے انگریزوں کی محبت و خیر خواہی اور ہمدردی کا خوب خوب اظہار کیا۔ انگریزی حکومت کو بھی اپنے اغراض و مفادات کے لئے یہ شخص موزوں نظر آیا۔ چنانچہ اس نے بڑی تیزی سے اپنا کام شروع کیا۔ پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر چند قدم آگے بڑھ کر امام مہدی بن گیا۔ کچھ دن اور گزرے تو مسیح موعود بن بیٹھا اور آخر کار منصب نبوت کا مدعی ہو گیا۔ انگریز نے جو چاہا تھا وہ پورا ہوا۔ حکومت انگلشیہ نے اس کی سرپرستی کا پورا حق ادا کیا اور اس کی حفاظت میں کوئی کمی نہ کی۔ ہر طرح کی سہولتیں اور مراعات بہم پہنچائیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہمیشہ حکومت کے احسانات کا معترف رہا اور صاف طور پر اس نے اقرار کیا کہ ”میں حکومت برطانیہ کا خود کاشٹہ پودا ہوں۔“ اور ایک جگہ اپنی وفاداریوں اور خدمت گزاریوں کو گناتے ہوئے لکھتا ہے: ”میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریز کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔“ (ترباقی القلوب ۱۵، خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۵)

خلاصہ گفتگو یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی خود ساختہ جھوٹی نبوت کے ثبوت میں اور عقیدہ ختم نبوت کو مٹانے کے لئے بھرپور جدوجہد کی یہاں تک کہ مسلمہ اصول اور قرآنی نصوص و قطعیات کا انکار کیا اور ان کی من مانی بے جا اور رکیک تاویلات کیں جب کہ عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کا ایک ایسا اجماعی اور قطعی عقیدہ ہے جس میں کسی قسم کی تاویل و توجیہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس عقیدہ کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی کافی ہے کہ جودہ سو برس سے تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے آخری رسول اور آخری نبی ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت

صدر اسلام سے آج تک تمام مسلمان یہی مانتے رہے ہیں اور آج بھی اسی پر ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات پر باب نبوت کلی طور پر بند کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا مشہور اور بنیادی عقیدہ ہے کہ عالمی سے عالمی مسلمان بھی اسے دین کے اساسی اور ضروری عقائد میں شمار کرتا ہے۔ جس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک نے بھی بڑی صراحت و صفائی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ ”خاتم النبیین“ ہیں۔ یہ عقیدہ دراصل دین اسلام کی حیات اجتماعی اور امت کی شیرازہ بندی کا محافظ ہے

اور اس پر ہمیشہ مسلمانوں کا اجماع رہا ہے اور اس اجماع کی حکایت بھی متواتر ہے۔ قرآن و سنت اور اجماع امت تینوں میں جا بجا ”ختم نبوت“ پر واضح اور روشن دلائل موجود ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ”ماکان محمد ابدا احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین (احزاب: ۴۰)“ ﴿محمد ﷺ﴾ تم لوگوں میں سے کسی کے ہاپ نہیں ہیں۔ وہ تو اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ ﴿

آیت قرآنیہ میں ”خاتم“ کا لفظ ”ت“ کے زبر اور زیر دونوں کے ساتھ بھی مطلب واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں یا یہ کہ آپ ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم فرمادیا اور آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص مقام نبوت پر سرفراز نہ ہو سکے گا۔ اب اگر کوئی شخص اس کا دعویٰ کرے تو وہ ایسی چیز کا مدعی ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

”خاتم النبیین“ کا یہی مطلب ماہرین لغت نے لکھا ہے کہ ”خاتم القوم آخر القوم“ کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ لسان العرب جو لغت عرب کی مشہور و مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے: ”ختم القوم وخاتمهم آخرهم ومحمد ﷺ خاتم الانبیاء“ پھر آگے لکھتے ہیں: ”وخاتم النبیین ای آخرهم“ القاموس اور اس کی شرح ”تاج العروس“ میں بھی خاتم اور خاتم کے معنی یہی تحریر کئے ہیں اور اسی کو تمام محققین و علمائے مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ امام ابن کثیرؒ خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اس کے رسول نے اپنی متواتر سنت میں بتایا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ ﷺ کے بعد جو بھی شخص اس مقام کا دعویٰ کرے گا وہ انتہائی جھوٹا، مکار، و جال اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہوگا۔“

امام آلوسیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں: ”محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی خبر قرآن میں دی گئی ہے۔ سنت میں بھی اسے دو ٹوک الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ اس پر پوری امت کا اجماع ہے۔ لہذا جو شخص اس کے خلاف دعویٰ لے کر اٹھے گا اسے کافر قرار دیا جائے گا۔“

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: ”نبی ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کرتے تھے۔ ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

(بخاری ج ۱ ص ۳۹۱)

ایک دوسری جگہ پر نبی ﷺ نے فرمایا: ”میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے۔ ہر

ایک اپنے متعلق دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔“ (ترمذی ج ۲ ص ۴۵، ابوداؤد ج ۲ ص ۱۷۷)

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی متعدد احادیث اور صحابہ کرام کے متعدد آثار سے قطعی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اگر عقل و درایت کی روشنی میں ختم نبوت پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ تک سلسلہ نبوت کے جاری رہنے اور آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی پر نبوت ختم نہ ہونے کے تین اہم اور بنیادی اسباب ہیں۔

۱..... یہ کہ حضور اقدس ﷺ تک جس قدر انبیاء علیہم السلام مختلف ادوار میں..... دنیا میں تشریف لائے ان میں سے کسی کی بھی نبوت عام نہ ہو کرتی تھی..... ہر نبی کسی ایک خاص قوم یا کسی خاص بستی کے لئے ہوا کرتا تھا۔ اسی لئے ضرورت ہوتی تھی کہ دوسری قوم اور دوسری بستی کے لئے دوسرا نبی بھیجا جائے۔

۲..... اجرائے نبوت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ انبیاء سابقین جب دنیا سے تشریف لے جاتے تو ان کے چلے جانے کے بعد ان کی شریعت میں تحریف ہو جاتی تھی اور خداوند قدوس نے کسی بھی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی تھی۔ بنائیں ضرورت پڑتی تھی کہ دوسرا نبی آئے اور اس کو نئی شریعت دی جائے یا سابقہ شریعت کی اس کے ذریعہ سے اصلاح کرائی جائے۔

۳..... یہ کہ انبیاء پیشین جو شریعت لے کر مبعوث ہوئے اس کو اللہ نے اکمال کا شرف عطا نہیں فرمایا۔ اسی لئے ان کا لایا ہوا دین غیر اکمل ہوتا تھا۔

مذکورہ بالا وجہ کی بناء پر آپ ﷺ سے پہلے یکے بعد دیگرے انبیاء آتے رہے اور سلسلہ نبوت دراز ہوتا رہا۔ مگر جب اللہ نے آپ ﷺ کو اپنا نبی و رسول بنا کر دنیا میں بھیجا تو ان تینوں امور سے پورے طور پر مطمئن کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت بھی پوری دنیا کے لئے عام کر دی۔ چنانچہ قرآن پاک میں اس مضمون کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا۔ کبھی تو ارشاد ہوا: ”وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً“ اور کبھی آپ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کرایا گیا: ”قل ینا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً“ اور اسی مضمون کو اس طرح بھی ذکر فرمایا گیا: ”وما ارسلناک الا رحمة للعلمین“ اسی طرح آپ ﷺ کی شریعت کو ابدی اور دائمی فرما کر اس کو رو بہ دل، تحریف و تنسیخ کے عمل سے محفوظ فرمادیا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اپنے اوپر لی۔ ”انا نحن الذکر و انالہ لحافظون“ اور پھر یہ بھی خوشخبری سنادی گئی کہ ہم نے آپ ﷺ پر اپنے دین کو اکمل فرمادیا۔

”اليوم اكملت لكم دينكم“ اور ”هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهر على الدين كله“

نقل و شریعت عقل و روایت ہر اعتبار سے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رسول خدا ﷺ اللہ کے آخری پیغمبر ہیں۔ آپ کے ذریعہ سے جو شریعت ہم کو ملی ہے وہ اس کی آخری ابدی اور دائمی قیامت تک باقی رہنے والی شریعت ہے۔
ختم نبوت کی نئی تفسیر

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین نے تاریخ میں پہلی بار ختم نبوت کی جو زالی تفسیر کی ہے وہ مسلمانوں کی متفقہ تفسیر سے ہٹ کر کی ہے کہ ”خاتم النبیین“ کا مطلب یہ ہے کہ..... آپ ”نبیوں کی مہر“ ہیں اور اس کی وضاحت یہ بیان کی کہ حضور ﷺ کے بعد اب جو بھی نبی آئے گا اس کی نبوت آپ ﷺ کی مہر تصدیق لگ کر مصدقہ ہوگی۔ اس کے ثبوت میں قادیانی مذہب کی کتابوں سے بکثرت عبارتوں کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔ مگر ہم چند حوالوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: ”خاتم النبیین کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی۔ جب مہر لگ جاتی ہے تو وہ کاغذ سند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی مہر اور تصدیق جس نبوت پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔“ (ملفوظات احمدیہ ج ۳ ص ۳۰۸)

”اگر کوئی شخص کہے کہ جب نبوت ختم ہو چکی ہے تو اس امت میں نبی کس طرح ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائے عزوجل نے اس بندہ (یعنی مرزا قادیانی) کا نام اسی لئے نبی رکھا ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ کی نبوت کا کمال امت کے کمال کے ثبوت کے بغیر ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور اس کے بغیر محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے جو اہل عقل کے نزدیک بے دلیل ہے۔“

(ترجمہ استنباط عربی عمیرہ حقیقت الوحی ص ۱۶، خزائن ج ۲۲ ص ۶۳۷)

”ہمیں اس سے انکار نہیں کہ رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں مگر ختم کے وہ معنی نہیں جو احسان کا سوا اعظم سمجھا جاتا ہے اور جو رسول کریم ﷺ کی شان اعلیٰ اور ارفع کے سراسر خلاف ہے کہ آپ نے نبوت کی نعمت عظمیٰ سے اپنی امت کو محروم کر دیا بلکہ یہ ہیں کہ آپ ”نبیوں کی مہر“ ہیں“ اب وہی نبی ہوگا جس کی آپ تصدیق کر دیں گے۔“

(افضل قادیان نمبر ۲۱۸، مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء)

ختم نبوت کی تفسیر کا یہ اختلاف صرف ایک لفظ کی تاویل و تفسیر تک محدود نہ رہا۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے والوں نے اس سے آگے بڑھ کر یہاں تک اعلان کیا کہ نبی ﷺ کے بعد ایک نہیں ہزاروں نبی آ سکتے ہیں۔ یہ بات بھی ان کے اپنے واضح بیانات سے ثابت ہے۔ ہم اس موقع پر بطور نمونہ چند حوالے زیر تحریر لاتے ہیں: ”یہ بات بالکل روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔“

(حقیقت الہیہ ص ۲۲۸)

”اگر میری گردن کے دونوں طرف تلواریں رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو میں اسے ضرور کہوں گا تو جھوٹا ہے کذاب ہے۔ آپ کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں۔“

(انوار خلافت ص ۶۵)

”انہوں نے (یعنی مسلمانوں نے) یہ سمجھ لیا کہ خدا کے خزانے ختم ہو گئے۔ ان کا یہ سمجھنا خدا تعالیٰ کی قدر کو ہی نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔ ورنہ ایک نبی کیا میں تو کہتا ہوں ہزاروں نبی ہوں گے۔“

(انوار خلافت ص ۶۲)

مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت

اس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کے لئے راہ ہموار کر کے تخت نبوت بچھا دیا اور ان کے قبیحین و مریدین نے بھی ان کو حقیقی معنوں میں نبی تسلیم کر لیا۔ قادیانی گروہ کی بے شمار کتابوں میں ان کے اس دعویٰ کے ثبوت میں بہت سی عمارتیں ہیں۔ ہم مختصراً کچھ تحریریں نقل کئے دیتے ہیں جن سے مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کا پتہ چلے گا۔

”میں ہار ہاتھ لگا ہوں کہ بموجب آیت ”وآخرین منهم لما یلحقوا بہم“

بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔“

(ایک غلطی کازالہ ص ۵، خزائن ج ۸ ص ۲۱۲)

”مبارک وہ جن نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور

میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بد قسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے۔ کیونکہ

(کشتی نوح ص ۵۶، خزائن ج ۹ ص ۶۱)

میرے بغیر سب تاریکی ہے۔“

”پس شریعت اسلامی نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب (یعنی

مرزا غلام احمد قادیانی) ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔“

(حقیقت الہیہ ص ۱۷۴)

منصب نبوت کی توہین

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کے ثبوت اور ختم نبوت کے انکار میں فاسد خیالات اور باطل افکار کا اظہار کیا ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا حصہ ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں: ”وہ دین دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لہنتی اور قابل نفرت ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ صرف چند منقول باتوں پر انسانی ترقیات کا انحصار ہے اور وحی الہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حی و قیوم کی آواز سننے اور اس کے مکالمات سے قطعی ناامیدی ہے اور اگر کوئی آواز بھی غیب سے کسی کان تک پہنچتی ہے تو وہ ایسی مشتبہ آواز ہے کہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ خدا کی آواز ہے یا شیطان کی۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۳۸، ۱۳۹، خزائن ج ۲ ص ۳۰۶)

”یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے وحی الہی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور آئندہ کو قیامت تک اس کی کوئی بھی امید نہیں۔ صرف قصوں کی پوجا کرو۔ پس کیا ایسا مذہب کچھ مذہب ہو سکتا ہے۔ جس میں براہ راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا جو کچھ ہیں قصے ہیں اور کوئی اگرچہ اس کو راہ میں جان بھی فدا کرے۔ اس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے اور ہر ایک چیز پر اس کو اختیار کرے۔ تب بھی وہ اس پر اپنی شناخت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات و مخاطبات سے اس کو مشرف نہیں کرتا۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہیں ہوگا میں ایسے مذہب کا نام شیطانی رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۸۳، خزائن ج ۲ ص ۳۵۳)

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ایمانداروں کو مذہب قادیانیت کے جرائم اور مفاسد کو کون کہاں تک گنائے۔ افسوس کہ قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی جیسے ایک پست، ذلیل اور کم عقل انسان کو تاج نبوت پہنا کر ”عقیدہ ختم نبوت“ کے مفہوم کو بالکل الٹا کر دیا۔ ”قادیانیت“ جو درحقیقت اسلام کے خلاف ایک گھناؤنی سازش اور نبوت محمدیہ کے خلاف ایک کھلی بغاوت ہے وہ عالم اسلام کے جسم کو وہ بد گوشت اور فاسد مادہ ہے جس کو دور کرنا امت مسلمہ کا اہم فریضہ ہے۔ ”قادیانیت“ اسلام کے بنیادی عقائد سے لے کر فروعی مسائل تک اپنا الگ راستہ اختیار کرتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ چند بحثوں میں مسلمانوں سے الگ ہے۔ بلکہ دین کے ہر معاملہ میں مسلمانوں سے اختلاف رکھتی ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود اپنی ایک تقریر میں جو ”الفصل“ کے ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء کے شمارے میں مسلمانوں سے اختلاف کے

عنوان سے شائع ہوئی تھی کہتے ہیں: ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔“

قادیانیت کا اہم موضوع اگرچہ کافی وقت کو چاہتا ہے۔ مگر ہم نے صرف ایک عنوان کے تحت اجمالاً کچھ عرض کیا ہے۔ امید ہے کہ دیگر اصحاب کلم اور ارباب علم و فن اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور کھل کر وقت کے اس خطرناک فتنہ کا تعاقب کریں گے۔ اللہ پاک دین حق کی حمایت و حفاظت اور حقانیت و نقابت کے سلسلہ میں ہونے والی ہر خدمت کو بار آور فرمائے۔ آمین!

ختم نبوت علم و عقل کی روشنی میں

از: فرید الدین مسعود، ڈائریکٹر اسلامک فاؤنڈیشن بنگلہ دیش
یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور محمد ﷺ خدا کے آخری رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نیا نہیں آئے والا نہیں ہے۔ اسلام خدا کا آخری پیغام اور زندگی کا مکمل نظام ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کریم، سنت متواترہ، اجماع امت، اولین و آخرین اور قیاس، چاروں دلائل کی رو سے ایک طے شدہ امر ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ رب العالمین ہیں۔ رب کے معنی یہی ہیں کہ کسی چیز کو اس کے مناسب تربیت دے کر تدریجاً کمال تک پہنچانے والا۔ اسی ربوبیت کا تقاضا تھا کہ انسان کے مادی ارتقاء کو حد تک تکمیل تک پہنچانے کے لئے سارے مادی اسباب کا انتظام فرمایا گیا۔ پس رب العالمین کی حکمت بالغہ سے یہ کیونکر متصور ہو سکتا ہے کہ وہ انسان کی روحانیت کی تکمیل کا بندوبست اور اس کا مکمل انتظام نہ فرماتے۔

روح عالم امر کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے امر و تدبیر ہی سے اس کی تسکین ہوتی ہے۔ خدائے رحیم و کریم نے بے پناہ ربوبی شفقت ہی کی بناء پر مادی ارتقاء کے اسباب مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی ابتدائے آفرینش ہی سے انسانیت و روحانیت کی تربیت و ترقی کے لئے وحی اور نبوت کا سنہری سلسلہ جاری فرمایا ہے اور بتدریج اس کو تکمیل تک پہنچایا۔

انسان اس انسانیت کے ارتقاء کی راہ میں بالکل اس قافلہ کے مانند ہے جو ایک متعین منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ لیکن اس منزل تک پہنچنے کے راستے سے وہ آگاہ نہیں۔ کوئی واقف راہ شفیق رہنما اس کو راہ کی کچھ نشانیاں بتا دیتا ہے اور وہ قافلہ اس کی بتائی ہوئی نشانوں کے مطابق کچھ راستہ طے کر لیتا ہے۔ لیکن اب اس قافلہ کو پھر کسی رہنما کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ اس کی بتائی ہوئی علامات کے مطابق مزید کچھ اور فاصلہ طے کر لیتا ہے۔ اس طرح منزل کی طرف بڑھنے کی صلاحیت میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

بالآخر اسے ایک ایسا شخص مل جاتا ہے جو اسے راہ سفر کا ایک کھل نقشہ دے دیتا ہے اور قافلہ اس نقشے کے حاصل کرنے کے بعد کسی نئے رہبر کی ضرورت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں انسان اور معاشرہ کا ارتقاء کوئی اندھا دھند عمل میں آنے والی حرکت نہیں بلکہ یہ ایک باہدف عمل ہے اور اس کی ایک ہی راہ ہے جسے صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ اس عمل کا نقطہ آغاز اور راہ سفر اور منزل مقصود سب متعین اور مشخص ہے۔

سنت الہی کے مطابق نبوت اور وحی کی یہ راہ بتدریج کمال تک پہنچی ہے۔ جیسا کہ ایک عمارت مکمل ہوتی ہے۔ عمارت کی تعمیر کا ہدف اس کے ستون اور دیواریں ہیں۔ ان سے ایک مکمل مکان ہوتا ہے نبوت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ نبوت مصطفویٰ اس کی کامل صورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم مکمل ہو جانے کے بعد وہ مزید کسی اضافے کو قبول نہیں کرتا۔ کیونکہ تکمیل کے بعد کوئی اضافہ کمال کے منافی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک مشہور حدیث میں اسی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نبوت ایک مکان کی مانند ہے لیکن اس کے مکمل ہونے میں صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی۔ میں ہی وہ اینٹ ہوں۔

یہ تکمیل انسانی ارتقاء کا ایک امر فطری ہے۔ ایک انعام خداوندی و مہربان الہی کی حیثیت سے قرآن اسی اتمام کا اعلان کرتا ہے۔ ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (المائدہ: ۳)“

عقیدہ ختم نبوت کا انکار دراصل انسانی اور انسانیت کی فطری تکمیل اور ایک نعمت الہی کی بغاوت ہے۔ دوسرے نبی کی ضرورت عقلاً کئی وجوہ سے ہوتی ہے اور ماضی کی تاریخ بھی اس پر شاہد ہے۔

..... کسی کی نبوت وقتی ہو۔ پس وہ وقت گزر جانے پر دوسرے کسی نبی کی ضرورت ہو۔

۲..... کسی کی نبوت خاص کوئی علاقے کے لئے محدود ہو۔ پس اس محدود علاقہ کے باہر کے لئے دوسرے کسی نبی کی ضرورت ہو۔

۳..... یا تو کوئی نبی اپنی حمایت تائید میں دوسرے کسی نبی کو اللہ تعالیٰ سے مانگ لے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو مانگ لیا تھا۔

۴..... یا تو نبی کی تعلیمات محفوظ نہ ہوں۔ تحریف کا شکار ہو گئی ہوں۔

۵..... یا تو دین و شریعت کی تکمیل نہ ہوئی ہو۔

ان تمام وجوہ سے اگر ہم نظر کریں تو دیکھتے ہیں کہ نیا نبی ظلی ہو یا صلی۔ اب اس کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ آپ ﷺ کی نبوت کسی زبان و مکان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ”وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً ولکن اکثر الناس لا یعلمون“ ایسا ہی آپ ﷺ نے اپنی تائید کے لئے کسی کو رب العزت سے طلب بھی نہیں کیا۔ اس کے برخلاف قرآن کریم میں صاف اعلان ہوتا ہے۔ ”ماکان محمد با احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین (احزاب: ۴۰)“

آپ ﷺ کی تعلیمات بھی من وعن محفوظ ہیں۔ لفظاً بھی معنی بھی، ارشاد ہوتا ہے۔ ”انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (الحج: ۹)“ ساتھ ساتھ دین محمدی ﷺ کی تکمیل و اتمام کا بھی واضح طور پر اعلان کر دیا گیا۔ ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (مائده: ۳)“

ختم نبوت رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا طرز امتیاز اور خاصہ لازمہ ہے اور اس صفت میں آپ ﷺ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کو ذات و صفات میں لا شریک ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اللہ کو معبود والہ ماننا ہے۔ مگر الہ واحد اور اکیلا نہ ماننا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی رسول ﷺ کو رسول تو مانتا ہے مگر آخری نبی و رسول نہیں مانتا تو یہ ماننا بھی حقیقتاً نہ ماننے کے مترادف ہے۔

شاید یہ بھی ایک حکمت ہو کہ کلمہ شہادت میں اللہ رب العزت کی الوہیت کی توحید کے ساتھ ساتھ نبی ﷺ کی رسالت کی شہادت بھی لی گئی ہے اور یہ گویا کہ اس بات کی وضاحت ہے کہ ایمان کے لئے اللہ کو ماننے میں جیسا کہ موحد ہونا ضروری ہے۔ ایسا ہی آپ ﷺ کو خاتم المرسلین والا نبیاء یقین کرنے میں بھی موحد ہونا ضروری ہے۔ یہی عقیدہ اسلام کے لئے حد فاصل ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا: ”یہ عقیدہ کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ تنہا وہ

عامل (Factor) ہے جو اسلام اور ان کے ادیان کے درمیان ایک مکمل سرحدی خط (Lene Of Demarcateon) کھینچتا ہے جو توحید میں مسلمانوں کے ہم عقیدہ ہیں اور محمد ﷺ کی نبوت کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن وحی نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ جیسا کہ ہندوستان میں برہمنوں، سکھوں، جینوں اور دیگر گروہ پر داخل اسلام یا خارج اسلام ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔ میں تاریخ میں کسی ایسے مسلمان گروہ کا نام نہیں جانتا جس نے اس خط کو پھاند جانے کی جرأت کی ہو۔“

اور یہی حکمت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سارے انبیاء کرام علیہم السلام آپ ﷺ کی نبوت کی بشارت دیتے نظر آتے ہیں اور قیامت سے پہلے پہلے جھوٹے مدعی نبوت نے وہاں اور کذاب کے فریب کو چاک کرنے کے لئے سارے انبیاء سابقین کی طرف سے اسی شہادت کو دہرانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور کذابین کا قلع قمع فرمائیں گے۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا ہوتا تو آپ ﷺ پر فریضہ عائد ہوتا کہ آنے والے نبی کی بشارت دیتے جب کہ پہلے انبیاء آپ ﷺ کی بشارت دے کر گئے۔ حالانکہ کہیں پر ایسا کوئی لفظ آپ ﷺ سے منقول نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف تواتر کے ساتھ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی (ظلی ہو یا اصلی) نہیں آئے گا۔

ایک طریق زندگی جو انسانی فطرت کے مطابق ہو، جامع اور کلی ہو اور ہر طرح کی تبدیلی اور تحریف سے محفوظ ہو اور جو مسائل کی اچھی تشخیص کرے۔ جسے اچھی طرح منطبق کیا جاسکے۔ عمل و نفاذ کے مرحلے میں ہمیشہ رہنمائی کر سکے اور حالات کے مطابق مختلف طریقوں اور بے شمار جزئی قوانین کے لئے سرچشمہ ثابت ہو سکے۔ یہ انسانی فطرت کا ایک عام تقاضا اور انسان کی ایک بنیادی ضرورت تھی۔ دین محمدی ﷺ کی تکمیل کے ذریعہ جب یہ ضرورت پوری ہو گئی تو فطرۃ و عقل کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہذا نبی، یا نبوت کا اذعان فطرت اور عقل کے خلاف ہے۔

حضرات! اب میں بلکہ دیش میں قادیانیوں کی کچھ سازش کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پاکستان سے قادیانیوں کے ناامید ہو جانے کے بعد برصغیر میں بلکہ دیش کی زمین انہیں اپنے عزائم پورا کرنے کے لئے ہاتھ آ گئی ہے۔ دوسرے علاقے کے مانند یہاں..... سامراجی ایجنٹ کریمین مشینری اور یہودیوں کی بھرپور تائید ان کو مل رہی ہے۔ ڈھاکہ کے مشہور علاقہ بخشی بازار میں ان کا مرکز ہے۔ دارالحکومت ڈھاکہ کے مختلف علاقوں میں زمین خرید کر بستیاں بسا رہے

ہیں۔ اس کے علاوہ برہمن باڑیا، سلہٹ، سنم گنج، دیماج پور وغیرہ علاقوں میں بھی وہ اپنا اثر درسوخ بڑھا رہے ہیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری طرف سے وہاں خاص کوئی بیداری نہیں۔ چار پانچ سال پہلے ڈھاکہ میں انجمن تحفظ ختم نبوت کی طرف سے چند جلسے جلوس ہوئے تھے لیکن آج کل یہ بھی سرد پڑ گئی۔

مادر علمی کی طرف سے اس عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد عالم بھر میں خصوصاً بنگلہ دیش میں اس فتنے کے خلاف نئی تحریک میں روح پھونکنے میں مؤثر ثابت ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ! دارالعلوم کے اکابر اور اس عظیم الشان کانفرنس کے منتظمین کو میں پھر تہہ دل سے شکریہ اور مبارکباد پیش کرنے کی سعادت میں حصہ لیتے ہوئے رب العزت سے دعا گو ہوں۔ مرضیات کی توفیق بخشے اور ناموس خاتم الانبیاء پر مرثیے کی سعادت نصیب فرمائے۔

واخرد عوانا ان الحمد للہ رب العلمین!

ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

از: مولانا عزیز احمد قاسمی (بی. اے)

مرزا غلام احمد قادیانی بہت کایاں انسان تھے۔ ابتداء میں انہوں نے عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے کامیاب مناظرے کئے۔ قابلیت کو اگر کنٹرول میں نہ رکھا جائے تو وہ غلط راستہ پر ڈال دیتی ہے۔ یہی معاملہ مرزا قادیانی کے ساتھ پیش آیا۔ حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں ختم نبوت پر بحث فرماتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ خاتمیت تین طرح کی ہوتی ہے۔ خاتمیت زمانی، خاتمیت مکانی، اور خاتمیت رتبی۔ آنحضرت ﷺ کے لئے تینوں طرح کی خاتمیت ثابت ہے۔

خاتمیت رتبی پر بحث فرماتے ہوئے مولانا نے تحریر فرمایا ہے کہ خاتمیت رتبی کا مفہوم یہ ہے کہ نبوت کا ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبہ آپ ﷺ کو عطاء فرمایا گیا تھا اور جو خاتم رتبی ہو اسے سب سے آخر میں آنا چاہئے تھا۔ کیونکہ اس کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں رہتی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے تحذیر الناس میں ختم نبوت کے سلسلہ میں جو بحث فرمائی ہے اس کے بعد ضرورت نہیں رہ جاتی کہ اس کو ثابت کرنے کی سعی کی جائے۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے مقدمہ بہاول پور میں جو بحث فرمائی ہے وہ بھی کافی روشانی ہے۔ البتہ بحث کی چیز یہ رہ جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو دعویٰ نبوت کیا ہے وہ

دعویٰ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے قبل اس کے کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت پر بحث کی جائے۔
آنحضرت ﷺ کی خاتمیت پر کچھ دلائل بیان کر دیئے جائیں تو بہتر ہے۔

..... سب سے پہلے تو قرآن پاک کی یہ آیت ہے: ”الیوم اکملت لکم دینکم
واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (مائدہ: ۳)“ اس میں اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ یعنی دین کی تکمیل آنحضرت ﷺ کی ذات
گرامی پر ہو گئی۔ اب کسی پیغمبر کی ضرورت نہیں رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے دین کو ہر پیغمبر پر نازل فرمایا۔ مگر ابتدائی انسانوں کا وہی ارتقاء زیادہ نہیں
ہوا تھا۔ اس لئے جوں جوں زمانہ گزرتا گیا انسانی ذہن میں ترقی ہوتی رہی۔ اسی کے مطابق
اللہ تعالیٰ دین کے احکام نازل فرماتے رہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی
انسانی ذہن کا ارتقاء مکمل نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ انجیل مقدس کے عہد جدید میں مذکور ہے کہ ایک بار
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے سامنے تقریر فرماتے ہوئے یہ فرمایا کہ میں بہت سی
باتیں تمہیں بتا چکا ہوں۔ مگر بہت سی باتیں ایسی ہیں جو میں نے تمہیں نہیں بتائیں۔ کیونکہ تم ان کو
ابھی نہیں سمجھ سکتے۔ میرے بعد فارقلیط آئیں گے۔ وہ تمہیں وہ باتیں بھی بتائیں گے جو میں بتا چکا
ہوں اور وہ باتیں بھی بتائیں گے جو میں نے تمہیں نہیں بتائی ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی ذہن کا ارتقاء اس وقت تک مکمل نہیں ہوا تھا۔
آنحضرت ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے پانچ سو سال بعد تشریف
لائے۔ اس وقت انسانی ذہن..... ارتقاء کی آخری منزل طے کر چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام اور آپ سے پہلے آنے والے انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں کبھی سارے عالم
کے انسانوں کے دماغ میں یہ بات نہیں آئی تھی کہ ساری دنیا کی قوموں کی کوئی ایک انجمن ہونی
چاہئے۔ مگر آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا کے سارے ممالک کی پہلی انجمن بنی جو آپس کے
اختلافات کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ اس کے بعد دوبارہ انجمن اقوام متحدہ (یو این او) قائم ہوئی جو آج
تک قائم ہے۔ نیز ایک عالم تنظیم اقتصادی، سماجی، اور ثقافتی (یو ایسکو) کے نام سے قائم ہوئی۔ جو
آج تک قائم ہے۔ ان کے علاوہ عالمی بینک اور عالمی فوج بھی قائم ہوئی اور انسانی ذہن نے اتنی
ترقی کی کہ ریڈیو، ٹیلی ویژن، تاریقی، لاسکلی، (وائر لیس) اور ایٹمی توانائی ایجاد کر لی اور راکٹ
ایجاد کئے جن میں سوار ہو کر انسان نے ساری دنیا کے کئی پھکر لگائے اور چاند تک پہنچ گیا۔ اس سے
پہلے ان چیزوں کا تصور بھی انسانی ذہن نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا ذہن اتنا ترقی یافتہ نہیں تھا۔

آنحضرت ﷺ کی خاتمیہ رتبی کے بارے میں ذیل کے بیانات ملاحظہ فرمائیں:

”قرآن پاک میں بارہ ”سبحان الذی“ کی ابتداء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو لیلۃ المعراج میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچایا۔ وہاں تمام انبیاء سابقین علیہم السلام جمع تھے۔ آنحضرت ﷺ نے امامت فرمائی اور تمام انبیاء علیہم السلام نے اقتدا کی۔ اس سے بھی آپ ﷺ کا مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔ وہاں سے حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کو معراج کے لئے لے گئے اور کسی اور پیغمبر کو معراج نہیں ہوئی۔ یہ عروج کا انتہائی درجہ تھا جو آنحضرت ﷺ کو عطا فرمایا گیا۔“

تمام انبیاء سابقین علیہم السلام نے جب اپنی قوم کو مخاطب فرمایا تو قوم کا نام لے کر مخاطب فرمایا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے ”یا ایہا الناس“ فرما کر مخاطب فرمایا۔ یعنی اے انسانو! کیونکہ آپ تمام انسانوں کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اور انبیاء علیہم السلام قومی نبی تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ بین الاقوامی (انٹرنیشنل) نبی تھے۔ اس سے بڑا کوئی درجہ نہیں ہو سکتا۔

خود مرزا قادیانی نے اپنے نبی ہونے کا صاف لفظوں میں انکار فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو:

.....۱..... حمایت البشری ص ۳۴، خزائن ج ۷ ص ۲۱۹، معصفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

.....۲..... کتاب البریہ ص ۱۸۳، خزائن ج ۱۳ ص ۲۱۷ حاشیہ۔

.....۳..... از الداد ہام ص ۵۷۷، ۵۳۳، خزائن ج ۳ ص ۳۸۷، ۳۱۱۔

.....۴..... انجام آتھم ص ۲۷، خزائن ج ۱ ص ایضاً حاشیہ۔

.....۵..... ”میرے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ میں اپنے بارے میں نبی ہونے کا اعلان کروں اور

کافر ہو جاؤں۔“ (حمایت البشری ص ۲۹، خزائن ج ۷ ص ۲۹۷)

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے مرزا قادیانی نے پہلے اپنے ولی یا مجدد ہونے کا اعلان

فرمایا جو (تخلیج رسالت ج ۶ ص ۳۲، مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۷، ۲۹۸) پر شائع ہوا۔

اس کے بعد اپنے مسیح موعود ہونے کا اعلان اس طرح فرمایا: ”خدا کی قسم جس نے مجھے

بیجا ہے اور جس کی تخلیق کرنا کفر ہے۔ میں قسم کہتا ہوں کہ اس نے مجھے مسیح موعود بنا کر بھیجا

ہے۔“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۰، ملخص)

اس کے بعد مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ”میرے اعتقاد کے مطابق نہ تو کوئی نیا پیغمبر

بیجا گیا اور نہ کوئی قدیم پیغمبر بلکہ ہمارے پیغمبر محمد ﷺ نے خود ہی نزول فرمایا ہے۔“

(لیکچر مرزا غلام احمد قادیانی شائع شدہ الحکم قادیان مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء، ملفوظات ج ۲ ص ۴۰۴)

غور فرمائیے کہ پہلے محدث بنے، پھر مسیح موعود بنے اور آخر میں آنحضرت ﷺ بننے کا دعویٰ کیا۔

مرزا قادیانی نے نبوت وغیرہ کے جو دعاوی کئے اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں شدید قسم کے جسمانی اور دماغی امراض نے گھر رکھا تھا۔ چنانچہ اپنی تصنیف میں فرماتے ہیں: ”جب میری شادی کے بارے میں غیبی پیغامات وصول ہوئے اس وقت میں جسمانی اور دماغی اعتبار سے بہت کمزور تھا اور ایسے ہی میرادل بھی کمزور تھا۔ ذیابیطس، دوران سر، اور قلبی تکلیف کے علاوہ تپ دق کی علامات ابھی تک باقی تھیں۔ جب ان ناگفتہ بہ حالات میں میری شادی ہوگئی۔ میرے ہی خواہوں کو بہت رنج ہوا۔ کیونکہ قوت رجولیت مفرقی اور میں بالکل بڑھوں کی طرح زندگی گزار رہا تھا۔“

(نزل اسحٰس ص ۲۰۹، خزائن ج ۱۸ ص ۵۸۷)

دوسری جگہ درج ہے: ”مرزا قادیانی کے خاندان میں مراق کی بیماری درامتا نہیں تھی۔ بلکہ یہ چند خارجی اسباب کی بناء پر (مرزا قادیانی کو) ہوگئی تھی۔ خارجی اثرات کی وجہ دماغی مکان کی کثرت دنیاوی افکار اور قبض تھا جس کا نتیجہ مستقل دماغی کمزوری تھا۔ جس نے مراق کی شکل اختیار کر لی تھی۔“

شرح اسباب و العلما، سر کی بیماری، معنفہ علامہ برہان الدین نقیسی میں ہے کہ: ”کچھ مریض جو مراق کے مرض میں مبتلا ہوں اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہیں اور آئندہ ہونے والے واقعات کی پیشین گوئی کرتے ہیں اور بعض مریض تو اپنے آپ کو پیغمبر سمجھتے ہیں۔“

(سیرت النہدی ج ۲ ص ۵۵) میں ہے: ”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل نے مجھے بتایا کہ مسیح موعود نے مجھے اکثر بتایا کہ مجھے ہسٹریا کی شکایت ہے اور بعض وقت وہ مراق کی شکایت بھی کرتے تھے۔“

(افضل قادیان ج ۷ نمبر ۶، مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء) میں ہے کہ: ”حضرت مسیح موعود نے ایک دوا تیار کی جس کا نام ”تریاق الہی“ تھا۔ یہ دوا الہامی ہدایات کے ماتحت تیار ہوئی تھی۔ اس کا خاص جزء افیون تھی۔“

مرزا قادیانی جب ایسے امراض میں مبتلا تھے اور افیمی تھے۔ نیز بماغی شراب بھی استعمال فرماتے تھے۔

(دیکھو الحکم قادیان ج ۳۹، نمبر ۲۵، مورخہ ۷ نومبر ۱۹۳۶ء)

تو ایسے انسان کو ایک صحیح الدماغ انسان کہنا بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ پیغمبر کہا جائے۔ ”محمد عاشق صاحب نائب صدر مجلس احرار کی موت ہیضہ میں ہوئی تھی۔ مرزا قادیانی کو انہوں نے برا بھلا کہا تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی نے فرمایا کہ ان کو بہت خراب موت ہوئی۔“

(الفضل قادیان ج ۲۳، نمبر ۳، اگست ۱۹۳۶ء)

حالانکہ خود مرزا قادیانی کی موت ہیضہ کے مرض میں ہوئی۔

(رسالہ سیرت مسیح ص ۱۴، مصنف شیخ یعقوب عرفانی، قادیان)

ختم نبوت اور امت کی ذمہ داریاں

از: مولانا سعید احمد پالپوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

الحمد لله رب العلمین، والصلوة والسلام علی سید المرسلین

وخاتم النبیین وعلی آله وصحبه اجمعین، اما بعد!

الھدرب العالمین کا تعارف، حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرعون لعین

کے روپر اس طرح کرایا ہے: ”قال ربنا الذی اعطى کل شیء خلقه ثم ھدیٰ

(طہ: ۵۰)“ کہہ! ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب پتاوٹ عطا فرمائی۔ پھر

راہنمائی فرمائی۔ ﴿

یعنی کائنات کی ہر چیز کو جیسا ہونا چاہئے تھا پہلے اس کو ویسا ہی بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر

مخلوق کے لئے جو شکل و صورت اور جو اوصاف و کمالات مناسب سمجھے عطا فرمائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی

نے سب کی راہنمائی بھی فرمائی جو مخلوق جس راہنمائی کی محتاج تھی سب کی حاجت روائی فرمائی۔

انسان پیدا کیا گیا تو اس کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی ضرورت بقاء تھی۔ چنانچہ اس کی صورتیں

اس کو الہام کی گئیں۔ بچے کو ابتدائے پیدائش کے وقت جب کہ اس کو کوئی بات سکھانا کسی کے بس

میں نہیں تھا۔ یہ کس نے سکھایا کہ ماں کی چھاتی سے اپنی غذا حاصل کرے؟ چھاتی کو دبا کر چوسنے کا

ہنر اس کو کس نے بتلایا؟ بھوک پیاس، سردی، گرمی کی تکلیف ہو تو رو پڑنا اس کی ساری ضروریات

پوری کرنے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ مگر یہ روٹنا اس کو کس نے سکھایا ہے؟ یہی وہ ہدایت رہائی ہے

جو ہر مخلوق کو اس کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق غیب سے بغیر کسی کی تعلیم کے عطا ہوئی ہے۔ اسی

طرح اللہ رب العالمین نے ہر مخلوق کو ایک خاص قسم کا ادراک و شعور بخشا ہے جس کے ذریعہ اس کو

ہدایت کردی ہے کہ وہ کس کام کے لئے پیدا کی گئی ہے اور اسے کیا کرنا ہے۔

عام مخلوقات کے لئے تو اتنی رہنمائی کافی تھی۔ مگر اہل عقول، جن و انس، اس تکوینی ہدایت کے علاوہ ایک دوسری ہدایت کے بھی محتاج تھے اور وہ تھی روحانی یا تشریفی ہدایت۔ کیونکہ تکوینی ہدایت انسان کی صرف مادی ضروریات پوری کرتی ہے۔ جب کہ انسان کا قلب و ضمیر، اور عقل و فہم، جن کی وسعت پذیری کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ سب سے زیادہ ہدایت ربانی کے محتاج تھے سورۃ فاتحہ میں ان کو جو دعائیں فرمائی گئی ہے اور جسے بار بار پھیرنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے وہ ”اهدنا الصراط المستقیم“ (اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیجئے) ہے یہ دعا واضح کرتی ہے کہ انسان کے لئے تکوینی اور مادی ضروریات سے بھی اہم اور مقدم روحانی اور تشریفی ہدایت ہے۔ پھر بھلا کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مادی ضروریات کا تو سامان کریں مگر اس کی سب سے اہم ضرورت سے صرف نظر فرمائیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ اور ربوبیت کاملہ نے انسان کی اس ضرورت کا بھی انتظام فرمایا اور سب سے پہلے انسان سیدنا حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام مرسل بھی تھے اور مرسل الیہ بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل فرماتے تھے اور اس کے مطابق زندگی گزارتے تھے۔ پھر ان کے ذریعہ ان کی اولاد تک اللہ تعالیٰ کی ہدایت پہنچی۔

روحانیت کا یہ نظام ہزاروں سال تک اپنے ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ تا آنکہ اس کی ترقی حد کمال پر جا کر رک گئی اور اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ آفتاب ہدایت طلوع ہوا۔ جس کی ضیا پاشی سے عالم کا چہرہ روشن ہو گیا اور دنیا نجوم و کواکب کی روشنی سے مستغنی ہو گئی اور انسانیت کو یہ مژدہ جانفرانیا گیا کہ: ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً“ (ماخذہ: ۳) ”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔“

ساتھ ہی دین اسلام کی حفاظت کا اعلان بھی فرمایا گیا کہ: ”انما نحن نزلنا الذکر وانما له لحفظونہ“ (الحج: ۹) ”بے شک ہم ہی نے نصیحت (قرآن کریم) نازل فرمائی ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“

جب دین پایہ تکمیل کو پہنچ گیا، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تام ہو گئیں اور دین اسلام کی قیامت تک کے لئے حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لے لی۔ تو اب سلسلہ نبوت رسالت کی کوئی حاجت باقی نہ رہی۔ اس لئے ایک سلسلہ بیان میں صاف اعلان کر دیا گیا کہ: ”ماکان محمد ابالمحد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین (احزاب: ۴۰)“

﴿حضرت﴾ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ ہاں اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ ﴿

احادیث متواترہ میں بھی آپ ﷺ کی خاتمیت مختلف انداز سے واضح کی گئی ہے اور شروع سے آج تک پوری امت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ سرور کونین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کی ذات سے قصر نبوت تکمیل پذیر ہو چکا ہے۔ اب کسی نبی کی نہ ضرورت ہے نہ امکان ہے اور جو بوالہوس ایسا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، افتراء پرداز، مرتد اور ملعون ہے۔

اس جگہ پہنچ کر ایک سوال قدرتی طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کتاب و سنت کی شکل میں اپنی اصلی صورت میں آج موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی۔ اس لئے اب کسی بھی طرح کے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر انبیاء کے بغیر اللہ کی یہ ہدایت لوگوں تک پہنچائے گا کون؟

حضرات انبیاء کرام کا کام اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل کر کے لوگوں تک پہنچانا تھا۔ آج چونکہ ہدایات ربانی موجود ہے اس لئے تحصیل دین کی ضرورت تو نہیں ہے مگر تبلیغ دین تو بہر حال ضروری ہے؟ اسی طرح انہوں اور پرائیوں کی چیرہ دستیوں سے..... دین کی حفاظت کی بھی ضرورت ہوگی۔ یہ فریضہ کون انجام دے گا؟ اس کا جواب واضح ہے کہ یہ ذمہ داری امت کے سپرد کی گئی ہے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: ”کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ (آل عمران: ۱۱۰)“ ﴿آپ لوگ (علم الہی میں) بہترین امت تھے۔ جو لوگوں کے نفع کے لئے ظاہر کی گئی ہے جو نیک کام کا حکم دیتی ہے اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے۔﴾

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: ”بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً“ ﴿میری طرف سے لوگوں کو (دین) پہنچاؤ چاہے ایک ہی آیت ہو۔﴾

مشہور جملہ جو زبان زد عام و خاص ہے کہ: ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“ ﴿میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔﴾

یہ جملہ حدیث ہونے کے اعتبار سے تو بے اصل ہے۔ ”قال السقاری حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل لا اصل له کما قال الدمیثری والزرکشی والعسقلانی (المصنوع فی الاحادیث الموضوع لعلی القاری ص ۱۶۳)“

مگر مضمون کے اعتبار سے قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے۔ اس قول میں علماء امت کا مقام درجہ نہیں۔ بلکہ ان کی ذمہ داری بتائی گئی ہے کہ جس طرح دین موسوی کی حفاظت واشاعت کی ذمہ داری انبیاء بنی اسرائیل کو تفویض ہوتی تھی، اسی طرح دین مصطفوی کی تبلیغ واشاعت اور حفاظت وصیانت کی ذمہ داری علماء امت کو سپرد کی گئی ہے۔

ایک حدیث شریف میں پیشین گوئی کے انداز میں۔ خبر دی گئی ہے کہ: ”یحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين، وانتحال المبطلين وتاويل الجاهلين (مشکوٰۃ ص ۳۶، کتاب العلم)“ ﴿یہ علم دین ہر آئندہ نسل کے معتبر لوگ حاصل کریں گے جو اس دین سے غلو کرنے والوں کی تحریفات، باطل پرستوں کی بدعات اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے﴾

الغرض! عقیدہ ختم نبوت برحق ہے۔ دین کی حفاظت واشاعت کے لئے اب کسی طرح کے کوئی نبی تشریف نہیں لائیں گے۔ یہ فریضہ پوری امت کو اور خاص طور پر علماء امت کو انجام دینا ہے۔ الحمد للہ امت کبھی اپنے اس فریضہ سے غافل نہیں ہوئی۔ مگر یہ بھی واقعہ ہے۔ فی الوقت اندر اور باہر کام کا جو تقاضا ہے وہ شاید پورا نہیں ہو رہا ہے۔ خود امت استجابہ میں ایک بڑی تعداد ایسی موجود ہے جن تک تعلیمات نبوی تفصیل کے ساتھ نہیں پہنچ سکی ہیں اور وہ دین کی بنیادی باتوں سے بھی بے خبر ہیں اور ایسے مسلمان بھی ہیں جن کو دین اس کی اصلی صورت میں نہیں پہنچا جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی بدعات و خرافات میں مبتلا ہیں۔ اس کے علاوہ انسانی دنیا کا تقریباً آدھا حصہ وہ ہے جن تک دین کی دعوت بھی شاید نہیں پہنچ سکی ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ نمائندہ اجتماع اس سلسلہ میں عملی اقدام کے لئے غور و فکر کرے اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے کمر بستہ ہو کہ میدان عمل میں اتر آئے۔ ”واخرو دعوانا ان الحمد لله رب العلمین“

قصر نبوت پر اسلام کے باغیوں کا حملہ اور ہماری ذمہ داری

از: امام علی دانش قاسمی لکھنؤ پوری

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على خاتم النبيين محمد

والله وصحبه اجمعين . اما بعد!

حضرت محمد عربی ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی و رسول ہیں۔ ان پر نازل کی جانے والی کتاب قرآن مجید اپنے اصلی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ ان کی شریعت کامل و مکمل ہے۔ ان کی

تعلیم و ہدایت زندہ ہے۔ ان کے افعال ان کے اقوال سب کے سب محفوظ ہیں۔ ان کے ذریعہ اسلام کی دائمی اور آفاقی تعلیم دی گئی ہے۔ ایسے اصول و قوانین سکھائے گئے جو ہمیشہ اور ہر دور میں رہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ وہ ذرائع بھی خدا کی قدرت سے میسر ہیں اور میسر رہیں گے۔ جن سے شریعت محمدی کے عقائد و احکام معلوم کرنا سہولت کے ساتھ ممکن ہے۔

یہ وہ قطعی اور اصولی باتیں ہیں جن کو ہر مسلمان تسلیم کرتا ہے۔ قرآن وحدیث اور امت مسلمہ کا متفقہ اجماعی فیصلہ ہے کہ ہر قسم کی نبوت و رسالت اور نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت عمومی و دوائی ہے۔ آپ ہر ملک اور ہر قوم اور ہر دور کے لئے نبی و رسول ہیں جو شخص بھی آپ ﷺ کے بعد کسی بھی درجہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہے وہ کذاب و مفتری ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔“ (شرح نقذ اکبر ص ۲۰۲)

قاضی عیاضؒ نے وضاحت سے لکھا ہے: ”جو شخص آپ ﷺ کے ساتھ یا آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے یا صفائی قلب کے ذریعہ نبوت کے درجہ تک پہنچے اور کسب کے ذریعہ اس کو حاصل کرنے کو جائز سمجھے یا جو یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے اگرچہ صراحۃً نبوت کا دعویٰ نہ کرے پس یہ سب کفار ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلانے والے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔“ (شفاء شریف ص ۲۷۰)

(تفسیر روح المعانی ج ۶ ص ۶۵) پر لکھا ہے کہ: ”آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے پر کتاب اللہ ناطق ہے اور احادیث نے کھول کر بتا دیا اس پر امت کا اجماع ہے۔ اس کے خلاف جو دعویٰ کرے کا فر ہو گیا اور اگر اپنے دعوے پر اصرار کرتا ہے تو قتل کر دیا جائے گا۔“

اسود بن عسیٰ کذاب نے دور رسالت میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے خلاف جہاد کا حکم دیا جس کی تعمیل کرتے ہوئے فیروز نے اسے قتل کر کے جہنم رسید کر دیا۔ مسیلہ کذاب اور طلحہ اسدی نے نبوت کے دعویٰ کئے۔ حضرت خالد ابن ولید سیف اللہؓ نے خلیفۃ الرسول حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ کے حکم سے ان باغیان رسالت سے جنگ کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا۔ صحابہ کرامؓ کے دور زریں کے بعد بھی عقیدہ ختم نبوت سے بغاوت کرنے والے پیدا ہوتے رہے اور اپنے برے انجام تک پہنچتے رہے۔

قرآن وحدیث کی واضح تشریحات اور امت مسلمہ کے اجماعی فیصلہ و عمل کے ہوتے ہوئے اسلام کے دشمنوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے براہ راست نبوت کا دعویٰ کرنے کے بجائے تلمیسات و تحریفات کے دوسرے طریقے بھی اپنائے۔ ابن سبا یہودی نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر محبت اہل بیت کا نعرہ لگایا۔ نبوت کے مقابلہ میں امامت کا عنوان اختیار کیا اور اسلام کا دنیا ایڈیشن تیار کر کے لوگوں کو گمراہ کیا جس کے فتنہ انگیز اثرات آج بھی مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرتے رہے ہیں جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام کی شکل مسخ کرنے کے لئے مستشرقین کو کھڑا کیا۔ تعلیم و تہذیب کے دلکش نام پر اللہ کے آخری نبی کی شریعت کو مٹانا چاہا۔ الحاد، دہریت، عقل پرستی، معجزات کا انکار، اسلاف امت سے بدظنی، تفسیر وفقہ کے قدیم ذخیروں پر عدم اعتماد، اکابر امت کی تنقیص، علماء حق کی بدگوئی، خالص عقلیت پرستی یا پھر خاندانی و ملکی رسم و رواج کی اتباع پر اصرار وغیرہ سب گمراہی کی جتنی شکلیں ظاہر ہوئیں ان تمام کا مقصد اور جتنے طہدین دشمنان دین ہوئے ہیں یا جو موجود ہیں ان سب کی مشترکہ اور متحد کوششوں کا خلاصہ یہی رہا ہے کہ اسلام اپنی اصلی شکل میں جو اس وقت مسلمانوں کے سامنے ہے لائق اعتماد ہے۔ قابل اطمینان نہ رہے۔ اسی لئے تمام طہدوں، دہریوں اور دین کے نام پر بددینی پھیلانے والوں کا پہلا نشانہ علمائے حق رہے ہیں اور آج..... قرآن وحدیث کی تعلیم و ہدایت کو صحیح شکل میں پیش کرنے والے علمائے دین ہی کو یہ مارا ستین گروہ مطعون کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

قادیانی فتنہ

چودھویں صدی ہجری میں مسلمانوں کی دنیاوی شوکت و قوت کو پامال کرنے کی کوششوں میں اسلام دشمن یہودیوں اور انگریزوں نے کامیابی عارضی طور پر حاصل کر لی۔ جس سے ان کے ناپاک حوصلے بلند ہوئے اور انہوں نے اسلام میں تحریف اور شریعت محمدی میں رخنہ اندازی کے لئے پھر ختم نبوت کے عقیدہ کی مخالفت اور قصر نبوت پر باغیانہ یورش کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی حمایت شروع کر دی۔ قادیان کے رئیس حکیم غلام مرتضیٰ کے لڑکے مرزا غلام احمد قادیانی نے پادریوں سے مذہبی عقائد میں بحث کر کے شہرت حاصل کر لی تھی۔ دماغ میں بڑائی کا سودا سلیا۔ انہوں نے پہلے ۱۸۸۰ء میں الہام کا دعویٰ کیا اس کے ۲۸ سال بعد مسیح موعود اور مہدی معبود ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۰ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور مئی ۱۹۰۸ء میں اپنی موت سے پہلے مستقل نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کر بیٹھے۔ غالباً مرزا قادیانی کو بھی اندازہ ہو گا کہ نبوت کا دعویٰ اگر

وہ اوّل لمحہ میں کر دیں گے تو مسلمانوں کے لئے قطعی ناقابل برداشت ہوگا۔ اسی لئے انہوں نے تدریجی چال چلی اور دل کا مدعا کافی تاخیر سے زبان پر لائے۔ مرزائے قادیان کے خلیفہ اور پسر مرزا محمود صاحب نے حقیقت النبوۃ میں پوری تفصیل و وضاحت سے اپنے والد کے نبوت رسالت کے دعویٰ کو ثابت مانا ہے اور جو لوگ پہلی تحریروں کی بناء پر مرزا قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت میں تاویلیں کرتے ہیں ان کو گمراہ اور غلط کو بتایا ہے۔ اگرچہ مرزا قادیانی کے جمعین مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے آج بھی دوسرے موضوعات حیات مسیح و خرد و جلال و آمد مہدی وغیرہ پر گفتگو کر کے شکوک و سوسائیں پیدا کرتے ہیں اور اجزائے سلسلہ نبوت اور مرزا آنجنابی کے دعویٰ نبوت کا اظہار بہت بعد کو اپنے دام ترویر میں گرفتار کرنے کے بعد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علمائے ربانی کو اور اکابر دیوبند کو، غیر متند مسلمانوں کو، شیخ نبوت کے پروانوں کو جنہوں نے علم و ثقہ سے اخلاص و التمسیت سے، جہد و عمل سے، حق گوئی و بے باکی سے عوام الناس کے اجتماعات سے لے کر حکومت کے ایوانوں تک میں ہر جگہ و ہر محاذ پر فتنہ قادیان کا مقابلہ کیا اور ان باغیان ختم نبوت اور قصر شریعت محمدی پر حملہ کرنے والوں کو ناکام و نامراد کیا۔ مگر اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی ہے۔

بدل کے بھیس زمانے میں پھر سے آئے ہیں
اگرچہ عید ہے آدم جواں ہیں لات و منات
تبلیغ اسلام کے عنوان سے مرزا نیت کی اشاعت اور خدمت علم وین کے نام سے
قادیانیت کا پرچار بعض مقامات پر جاری ہے۔

ہماری ذمہ داری

تمام مسلمانوں کی اور خاص طور پر اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ شریعت محمدی کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کی شریعت کی بغاوت کا تعاقب پوری ہوشیاری کے ساتھ ساتھ کرتے رہیں۔ اس سلسلہ میں بنیادی اور اہم بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی تفسیر و تعبیر کا حق ہر کس و ناکس استعمال کرنا چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ عربی سے ناواقف لوگ محض ترجمہ کی بنیاد پر مفتی و محقق بن جانا چاہتے ہیں۔ شریعت محمدی کو اسلامی دستور و قانون کو باز مچھ اطفال سمجھا جانے لگا ہے۔ قانون خداوندی کے ساتھ استہزاء کا یہ سلسلہ بند کرنے کی تدبیر کرنی چاہئے۔ حیرت ہے وہی لوگ جو دنیاوی قانون میں صرف ماہرین قانون کی رائے کو تسلیم کرتے ہیں وہی اسلامی دستور پر معمولی معلومات کی بنیاد پر رائے ذنی کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ اسلام کی بنیادی کتاب قرآن مجید ہے

جس کے الفاظ بھی خدا کے نازل کردہ ہیں اور مفہوم و معنی بھی خدا نے محمد رسول اللہ ﷺ کو سکھایا اور آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو تولی و عملی طور پر قرآن کا مفہوم سمجھا دیا۔ جسے سنت سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کتاب و سنت کی تعلیمات کی تشریح و توضیح اجتہاد و اجماع سے امت مسلمہ کے وہ حضرات جن کو علم ربانی میں رسوخ حاصل تھا کرتے رہے ہیں۔ اس امت مسلمہ کی اسلام سے وابستگی اور ایمان پر چٹکی صرف اسی صورت میں نصیب رہ سکتی ہے کہ کتاب و سنت کی وہی تفسیر و تعبیر معتبر مانی جائے جو اسلاف و اکابر ملت کر چکے ہیں یا جدید مسائل پر اکابر کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے علمائے حدیث یہ فریضہ انجام دیں۔

مرزائیوں سے غیر مسلموں جیسا سلوک کیا جائے

قصر نبوت محمدی پر حملہ کرنے والے مرزائی باغیوں نے مسلمانوں جیسا سلوک ہرگز نہ کیا جائے۔ ان کے اسلامی ناموں سے فریب نہ کھایا جائے۔ بلکہ ان سے دو ٹوک انداز میں بات کی جائے اور ان پر واضح کیا جائے کہ عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرنے والے اسلام کے دشمن ہیں۔ ہم ان سے موالات کا معاملہ نہیں کر سکتے اور عوام مسلمانوں کو سمجھایا جائے کہ مرزائی دین قادیانی شریعت قرآن و حدیث اور اجماع امت کے متفقہ فیصلہ سے انحراف و بغاوت ہے اور رسول اکرم ﷺ کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کو تسلیم کرنا اسے مصلح یا مجدد دین ماننا اسلام کے دامن کو چھوڑنا ہے۔

اسلام کے مقابلہ میں مرزائی نظریات

مرزائیوں نے اسلام کے مقابلہ میں جن نظریات کو مذہبی حیثیت سے تسلیم کیا ہے ان کی تعداد بہت ہے۔ بطور تمثیل ملاحظہ کیجئے:

۱..... اسلامی شریعت میں حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔ مگر مرزائی نظریہ میں مرزا قادیانی کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے۔

۲..... اسلامی شریعت میں حضور ﷺ کی شریعت مدار نجات ہے۔ مگر مرزائی نظریہ میں مرزا قادیانی کی تعلیم پر عمل کئے بغیر نجات نہیں۔

۳..... اسلامی شریعت میں کسی نبی کی پیشین گوئی جھوٹ نہیں نکلتی۔ مگر مرزائی نظریہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشین گوئیاں صاف جھوٹ نکلیں اور مرزا قادیانی کی کئی پیشین گوئیاں جھوٹ نکلیں۔

۴..... اسلامی شریعت میں وحی آنے کا سلسلہ بند ہے۔ مگر مرزائی نظریہ میں مرزا قادیانی پر

دجی نبوت بارش کی طرح اترتی تھی۔

۵..... اسلامی شریعت میں معجزات بھی اب کسی سے ظاہر نہیں ہوں گے۔ مگر مرزائی نظریہ میں مرزا قادیانی کے معجزات ہزاروں لاکھوں ہیں۔

۶..... اسلامی شریعت میں جہاد کا حکم ہے جو منسوخ نہیں ہو سکتا۔ مگر مرزائی نظریہ میں جہاد کا حکم خراب تھا۔ مرزا قادیانی نے منسوخ کر دیا۔

۷..... اسلامی شریعت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے قریب اتریں گے۔ مگر مرزائی نظریہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے اور ان کے مرزا عیسیٰ موجود ہیں۔

۸..... اسلامی شریعت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ”یأتی من بعدی اسمہ احمد“ کا مصداق حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ہیں۔ مگر مرزائی نظریہ میں اس آیت کا مصداق مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

۹..... مسلمانوں کا اجماعی فیصلہ ہے کہ قرآن وحدیث کا جو مطلب صحابہ کرامؓ اور اسلاف نے سمجھا وہی حق ہے۔ مرزائی نظریہ میں قرآن وحدیث کا مطلب مرزا قادیانی کی عقل وفہم کے تابع ہے۔

۱۰..... مسلمانوں کے نزدیک دجال، مہدی، یاجوج وماجوج کا جو مطلب علماء نے لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ مرزائی نظریہ میں ان الفاظ کے مفہوم بدلتے رہتے ہیں۔

(ہدیۃ الموحی، مؤلفہ مولانا عبدالحق)

مرزا غلام احمد کی ناپاک جسارت تحریف قرآن

از: مولانا شمیم احمد لکھنوی (کتب خانہ دارالعلوم دیوبند)

قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو اللہ کے آخری رسول ﷺ پر نازل ہوئی۔ چونکہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد اب بندوں کی ہدایت کے لئے کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور نہ کوئی جدید آسمانی کتاب نازل ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تاکہ قیامت تک کے لئے بندوں کے پاس ایک کتاب ہدایت موجود رہے۔

خدا کی حفاظت کے باوجود ہر دور میں باطل پرستوں نے قرآن کو اپنی بیجا تحریفات کا نشانہ بنانے کی مردود کوشش کی ہے اور اس روشن کتاب پر اپنی ظلمت خیز تلویحات کا پردہ ڈالنے کی

تہج سہی کی ہے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ ذیل میں اس کی تحریفات کے نمونے پیش کئے جا رہے ہیں۔

تحریف کے معنی اور مطلب

اصل الفاظ کو بدل کر کچھ اور لکھ دینا (لغات فیروز) بات کو بدل دینا (السنجد عربی اردو) قول کو اس کے معنی سے پھیر دینا۔ (مصباح اللغات)

تحریف کی اقسام

فرقہ احمدیہ یا خود مرزا قادیانی نے قرآن پاک میں جن جگہوں پر ایسی حرکتیں کی ہیں وہ تین طرح کی ہیں۔

اول لفظی تحریف یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں یا تو کسی کردی یا پھر زیادتی کردی۔
دوم معنوی تحریف۔ یعنی قرآن پاک کا ترجمہ کرتے وقت اس فرقہ نے بالارادہ اصلی ترجمہ اور معنی نہیں کئے۔ بلکہ اس سے ہٹ کر دوسرا ترجمہ کر دیا۔

سوم منہی یا مرادی تحریف۔ یعنی جو آیات آنحضرت ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہیں ان کو یا تو اپنے اوپر منطبق کیا گیا ہے یا کسی غیر کے اوپر یا جو آیات خانہ کعبہ اور مکہ معظمہ کی شان میں نازل کی گئی ہیں انہیں کسی اور جگہ چسپاں کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی یہ تحریفات خواہ لفظی ہوں یا معنوی یا مرادی بہر حال ایک جرم عظیم کا ارتکاب ہے۔ ایسا کرنے والا آخرت میں عذاب الیم کا مستحق ہوگا۔

تحریف لفظی کے چند نمونے

۱..... قرآن پاک کی اصل آیت ”وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی اللہ الشیطان فی امنیته (حج: ۵۲)“ اس کا مفہوم یہ ہے اور (اے محمد ﷺ) یہ لوگ جو شیطان کے اغواء سے آپ ﷺ سے محالہ کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہم نے آپ ﷺ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے اللہ کے احکام میں سے کچھ پڑھا۔ (جب ہی) شیطان نے اس کے پڑھنے میں (کفار کے قلوب میں) شبہ (اور اعتراض) ڈالا (اور کفار ان ہی شبہات اور اعتراضات کو پیش کر کے انبیاء سے محالہ کیا کرتے)۔

(معارف القرآن ج ۶ ص ۲۶۴)

اس آیت میں ”من قبلك“ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لوگوں کا آپ ﷺ سے مجادلہ بوجہ اغواء الشیطان آپ سے قبل بھی ہو چکا ہے۔ آپ کے بعد اس امر کا وقوع اس لئے ممکن نہیں کہ اب رسالت ختم ہو چکی۔ اگر آپ ﷺ کے بعد بھی اس کا امکان رہتا تو یہ مذکورہ آیت اس طرح ہونی چاہئے تھی کہ جس سے قبل اور بعد دونوں میں اس مجادلہ کا وقوع ثابت ہو سکتا۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے لئے اس کا راستہ مسدود ہونے نہیں دیا۔ اس لئے ”من قبلك“ کو حذف کر دیا۔

تحریف شدہ آیت: ”وما ارسلنا من رسول ولا نبي الا اذا تمنى“

(حاشیہ از الادبام ج ۱ ص ۲۵۷ قدیم)

۲..... قرآن پاک کی اصل آیت: ”وجاهدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ (توبہ)“ اس سے پہلے قرآن میں جہاد کا بیان چل رہا ہے۔ باری تعالیٰ کا حکم ہے۔ لکھو ٹکے اور بو جھل اور اللہ ہی کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے صیغہ امر کا استعمال کیا ہے اور امر و وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ جہاد کی فرضیت اور وجوب کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر مرزا قادیانی تو جہاد کو ختم کرنے کے لئے آئے تھے۔ انگریزوں کے ایماء پر وہ کتابوں سے جہاد کا باب ختم کر چکے تھے۔ بھلا کس طرح گوارا کرتے۔ اس لئے اس آیت میں صیغہ امر کے بجائے صیغہ مضارع ”ان یجاہدوا“ استعمال کیا اور مخاطب کی ضمیروں کے بجائے اس مضارع کی ضمیر کی مطابقت کی وجہ سے کم کی جگہ غائب کی ضمیر ہم استعمال کی اور فی سبیل اللہ کو آخر سے اٹھا کر ”ان یجاہدوا“ کے بعد رکھ دیا تاکہ وجوبیت و فرضیت ثابت نہ ہو سکے۔

تحریف شدہ آیت: ”ان یجاہدوا فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم“

(جگ مقدس ص ۱۷۶، سورہ ۵ جون ۱۸۹۳ء، ریاض ہند پر بس امر تر)

۳..... اصل آیت قرآن: ”کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (رحمن)“ خداوند قدوس نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتا ہے۔ تم کو ان کا شکر ادا کرنا چاہئے اور کفر و معصیت سے ناشکری نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس عالم کے فنا کے بعد ایک دوسرا عالم آنے والا ہے۔ جہاں جزا و سزا دی جائے گی۔ چنانچہ مذکورہ بالا آیت کے اندر ارشاد ہے کہ جتنے (جن وانس) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت (والی) اور (باوجود عظمت کے) احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔

تحریف شدہ آیت: ”کل شیء فان ویبفی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام“
(ازالہ اوہام ص ۱۳۶ قدیم)

یہ دو آیتیں تھیں پہلے تو ان کو ایک کر دیا اور ”من علیہا“ کو حذف کر کے لفظ ”شیء“ کو بڑھا دیا۔ ممکن ہے مرزا قادیانی کے ذہن میں یہ بات رہی ہو کہ ”شیء“ کے تحت دنیا کی ہر چیز داخل ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہو گئے۔ جس سے ان کی موت و فنا کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ خود مرزا قادیانی اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہوئی اور وہ زندہ نہیں۔ ان کے نزول کے سلسلہ میں جو وارد ہوئے وہ مثل مسیح ہوگا۔ چنانچہ وہ میں ہی ہوں۔ العیاذ باللہ!

۴..... مرزا قادیانی کا چونکہ دعویٰ ہے کہ میں (مرزا غلام احمد قادیانی) مسیح موعود ہوں۔ اس لئے اس دعویٰ کے اثبات میں نہ جانے انہوں نے کتنے جتن کر ڈالے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ دمشق میں نزول ہوگا..... اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کا بھی قول ملاحظہ فرمائیے۔ مگر دمشق میں تو کوئی خوبی کی بات نہیں جس کی وجہ سے تمام امکانہ متبرکہ کہ چھوڑ کر نزول کے لئے صرف دمشق کو مخصوص کیا جائے۔ اس جگہ بلاشبہ استعارہ کے طور پر کوئی مرادی معنی مخفی ہیں جو ظاہر نہیں کئے گئے اور یہ عاجز اس کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ معنی کیا ہیں۔ اسی اثناء میں حکیم نور الدین صاحب قادیان تشریف لائے اور انہوں نے مجھ سے کہا ایسے چند مجمل الفاظ ہیں ان کے انکشاف کے لئے جناب الہی میں توجہ کی جائے۔ لیکن ان دنوں میری طبیعت علیل اور دماغ ناقابل جدوجہد تھا۔ اس لئے میں ان تمام مقاصد کی طرف توجہ کرنے سے مجبور رہا۔ پھر تھوڑی توجہ کرنے سے ایک لفظ کی تشریح یعنی دمشق کے لفظ کی حقیقت میرے پرکھولی گئی۔

(حاشیہ ازالہ اوہام حصہ اول ص ۶۵، خزائن ج ۳ ص ۱۵۳)

اس کے بعد کئی صفحات میں اپنی عقل کے اعتبار سے بڑی اچھوتی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”دمشق جو نزول مسیح کی جگہ ہے اور احادیث وغیرہ میں جو لفظ دمشق استعمال کیا گیا ہے وہ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔“ مرزا قادیانی نے اپنے سارے علم کو اس بات کے ثابت کرنے پر صرف کر دیا کہ دمشق سے مراد وہ مخصوص جگہ نہیں بلکہ اس کی خصوصیات کی حامل جگہ مراد ہے۔ چنانچہ ان خصوصیات کا حامل قادیان ہے۔ آگے چل کر اسی مذکورہ بالا کتاب کے (ص ۷۳، خزائن ج ۳ ص ۱۳۸ حاشیہ) پر لکھ ہی دیا کہ یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے۔ ”انا انزلناہ قریباً من القادیان وبالحق انزلناہ بالحق نزل وکان وعد اللہ مفعولاً“ یہ آیت

براہین احمدیہ میں بھی ہے۔ (حاشیہ نمبر ۳ ص ۴۹۸) یعنی ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اتارا اور ایک دن وعدہ اللہ کا پورا ہوتا تھا۔ اس الہام پر نظر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیش گوئی پہلے لکھا گیا تھا۔ (ازالہ ابہام ص ۴، خزائن ج ۳ ص ۱۳۹) پھر آگے پر اپنی بات کی مزید توثیق کرتے ہوئے ایک اور کذب بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: ”جس روز وہ الہام مذکور جس میں قادیان میں نازل ہونے کا ذکر ہے ہوا تھا۔ اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا میرے بھائی غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر ہاؤاز بلند قرآن پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا۔ ”انا انزلناہ قریباً من القادیان“ تو میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انہوں نے کہا یہ دیکھو تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔“ العیاذ باللہ

(ازالہ ص ۶، ۷، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰ حاشیہ)

۵..... اصل آیت: ”ولقد اتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم“ حجر، تحریف شدہ آیت ”انا اتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم“ ”ولقد“ کو حذف کر دیا۔ قرآن کے ”ن“ پر زبرداری طرح الحظیم کے ”م“ پر بھی زبرداری ہے۔ مگر مرزا قادیانی کی کتاب میں زیر موجود ہے۔ (براہین احمدیہ حاشیہ نمبر ۱ ص ۴۸۸ قدیم)

۶..... اصل آیت: ”الم یعلموا انه من یحاده الله ورسوله فان له نار جهنم خالداً فیہا وذلك الخزی العظیم (توبہ)“

تحریف شدہ آیت: ”الم یعلموا انه من یحاده الله ورسوله یدخله ناراً خالداً فیہا ذلك الخزی العظیم“ مرزا قادیانی نے یدخلہ کا اضافہ کیا اور فان لہ اور جہنم کو حذف کر دیا۔ (حقیقت الوحی ص ۱۳۰ قدیم)

۷..... اصل آیت: ”یاایہا الذین آمنوا ان تتقوا الله يجعل له فرقاناً ویکفر عنکم سیاتکم ویغفر لکم واللہ ذو الفضل العظیم (انفال)“

محرف آیت: ”یاایہا الذین آمنوا ان تتقوا الله يجعل لکم فرقاناً ویکفر عنکم سیاتکم ویجعل لکم نوراً تمشون بہ“ ”سیاتکم“ کے بعد مرزا قادیانی نے ”یجعل لکم نوراً تمشون بہ“ کو بڑھا دیا اور ”یغفر لکم واللہ ذو الفضل

العظیم ” کو ختم کر دیا۔ (روح الباری ص ۷۷، طبع ۲، وزیر ہند پریس امرتسر ۱۹۲۳ء)

۸..... اصل آیت: ”وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحى اليه انه لا اله الا انا فاعبدون“

تحریف شدہ آیت: ”وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبى ولا محدث الا اذا تمنى القى الشيطان فى لمنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله آياته“ اصل آیت میں رسول تک تحریر کی۔ آگے اپنی جانب سے کمال عبارت بڑھا دی اور محدث کا لفظ جو قرآن میں ہے ہی نہیں داخل کر دیا۔ یہ سارا ڈھونگ مرزا قادیانی نے اس لئے رچایا کہ اپنے کو محدث اور ملہم من اللہ ثابت کر دکھائیں۔

(براہین احمدیہ باب اول حاشیہ درخبر نمبر ۳۵۴۸، قدیم، طبع بدر لاہور)

معنوی تحریف کی چند مثالیں

مرزا یوں نے معنوی تحریف بھی کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر کی ہے جس میں ارادہ معنوی تحریف کی ہے۔

۱..... ”غير المغضوب عليهم ولا الضالين“ کے معنی میں تحریف کرتے ہوئے اس طرح ترجمہ کیا ہے جن پر نہ تو بعد میں تیرا غضب نازل ہوا ہے اور نہ وہ بعد میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ (بحوالہ قادیانی نمبر قوی ڈائجسٹ پاکستان) حالانکہ صحیح ترجمہ یہ ہے۔ نہ دکھان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہو گئے۔

۲..... ”والذين يؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وبالاخرة هم يوقنون“ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے۔ ”اور جو تجھ پر نازل کیا گیا یا جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا اس پر ایمان لاتے ہیں اور آئندہ ہونے والی موعود باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں۔“ (بحوالہ قادیانی نمبر)

حالانکہ اصل ترجمہ یہ ہے اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں آپ ﷺ پر جو نازل ہوا اور جو کچھ آپ ﷺ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

۳..... ”اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم“ کا ترجمہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ”اے میرے خداوند رحمان درجہ ہمیں ایسی ہدایت بخش کہ آدم صفی اللہ کے مثل ہو جائیں۔ شیخ نبی اللہ کے مثل بن جائیں۔ حضرت نوح آدم ثانی کے مثل ہو جائیں۔“ (ازالہ اوہام ج ۱ ص ۲۵، خزائن ج ۳ ص ۲۲۹)

اور (ازالہ اوہام ج ۲ ص ۵۳۹، خزائن ج ۳ ص ۲۲۹، ۲۸۹، ۲۹۰) میں رقمطراز ہیں: ”اس دعا کا حاصل کیا ہے یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدائیوں اور رسولوں کا مثل بنا۔“

۴..... ”یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک یا بل رفعہ اللہ الیہ“ میں مرزا قادیانی کہتے ہیں۔ رفع سے مراد ان کی روح ہے نہ کہ جسد اور یہ ہر مومن کے لئے ضروری ہے۔ ضروری کو چھوڑ کر غیر ضروری کا خیال دل میں لانا سراسر جہل ہے۔

(ازالہ اوہام ج ۱ ص ۲۶، خزائن ج ۳ ص ۲۲۵)

دوسری جگہ مزید اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن میں تمیں کے قریب ایسی شہادتیں ہیں جو مسیح ابن مریم کے فوت ہونے پر دلالت بین کر رہی ہیں۔ غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر بڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا۔ نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔

(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۳۰۲، ۳۰۳، خزائن ج ۳ ص ۲۵۲)

۵..... ”انا انزلناہ فی لیلة القدر“ فرماتے ہیں کہ اس کے صرف یہی معنی نہیں کہ ایک با برکت رات ہے جس میں قرآن شریف اترا بلکہ باوجود ان معنوں کے اس آیت کے لفظ میں دوسرے معنی بھی ہیں جو رسالہ فتح الاسلام میں درج کئے گئے ہیں۔

(ازالہ اوہام ج ۱ ص ۳۱۲، خزائن ج ۳ ص ۲۵۹)

۶..... ”یضل بہ کثیراً ویہدی بہ کثیراً“ فرماتے ہیں کہ اکثر پیش گوئیاں اس آیت کا مصداق ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے ہمیشہ ظاہر پرست لوگ امتحان میں پڑ کر پیش گوئی کے ظہور کے وقت دھوکہ کھا جاتے ہیں اور زیادہ تر انکار کرنے والے اور حقیقت مقصودہ سے بے نصیب رہنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ حرف حرف پیش گوئی کا ظاہری طور پر جیسا کہ سمجھا گیا پورا ہو جائے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔

(ازالہ اوہام ج ۱ ص ۶۲، ۶۳، خزائن ج ۳ ص ۱۳۲، ۱۳۳)

۷..... ”قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم الایہ“ یعنی ان لوگوں کو کہہ کہ اے میرے بندو خدا کی رحمت سے نا امید مت ہو۔ خدا تمام گناہ بخش دے گا۔ بعد ترجمہ مطلب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ اب دیکھو ”یا عباد اللہ“ کی جگہ ”یا عبادی“ کہہ دیا گیا۔ حالانکہ لوگ خدا کے بندے ہیں نہ آنحضرت ﷺ کے مگر یہ استعارہ کے رنگ میں بولا گیا ہے۔ اس میں تمام مخلوق کو رسول اللہ کا بندہ قرار دیا گیا ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۶۲، خزائن ج ۳ ص ۶۶)

تحریف منہجی کی چند جھلکیاں

..... ”وَمَرِيْمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا (تحریم)“ ترجمہ اور دوسری مثال اس امت کے افراد کی مریم عمران کی بیٹی ہے جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ تب ہم نے اس کے پیٹ میں اپنی قدرت سے روح پھونک دی۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی روح۔ اب خود غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا جزو میرے کوئی دنیا میں مصداق نہیں۔ پس یہ پیش گوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لئے ہے۔

(حقیقت الوحی ص ۳۳۸، خزائن ج ۲۲ ص ۳۵۱)

.....۲ ”اِنَّا اعطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ“ اس کا ترجمہ بھی غلط کیا ہے۔ ”ہم نے کثرت سے تجھے دیا۔“ (تذکرہ ص ۶۵۷ طبع سوم)

.....۳ ”يَسِّنْ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ“ (حقیقت الوحی ص ۱۰۷، خزائن ج ۲۲ ص ۱۱۰)

.....۴ ”وَمَا ارْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ“ (حقیقت الوحی ص ۸۲، خزائن ج ۲۲ ص ۸۵)

.....۵ ”قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ الْاٰیَہ“ (حقیقت الوحی ص ۷۹، خزائن ج ۲۲ ص ۸۲)

.....۶ ”قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰی اِلٰی“ (حقیقت الوحی ص ۸۱، ۸۲، خزائن ج ۲۲ ص ۸۵)

.....۷ ”اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا“ (ضمیمہ حقیقت الوحی الاستخارہ ص ۸۲، خزائن ج ۲۲ ص ۷۱۱)

”اراد اللہ ان بیعتک مقاماً محموداً“ (ایضاً ص ۸۶، خزائن ج ۲۲ ص ۷۱۳)

مندرجہ بالا سچے آیتیں مرزا قادیانی نے اپنے اوپر ملہم ثابت کی ہیں اور جہاں حقیقت الوحی میں الہامات درج کئے ہیں وہیں ان کو بھی درج کیا ہے۔ ایسی نہ معلوم کتنی تحریفات ہیں جن کو مرزا قادیانی نے بڑی دلیری کے ساتھ انجام دیا ہے اور اسی پر بس نہیں کی بلکہ کلمہ اور درود پاک میں بھی دست درازی کی ہے۔

تحریف کلمہ اور درود شریف

اصل کلمہ جس کو مسلمان پڑھتے ہیں اور جس پر ایمان ہے وہ یہ ہے: ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ مگر اس کلمہ کی بھی اس نے تحریف کر ڈالی اور محمد کی جگہ احمد رکھ دیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور احمد (مرزا غلام احمد قادیانی) اللہ کے رسول ہیں۔

(بحوالہ قادیانی نمبر)

اسی طرح درود پاک میں بھی اس تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔ اصل درود جو اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی رو سے درست ہے وہ یہ ہے: ”اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اللہم بـارک السخ!“ اس میں اس نے یہ کیا کہ جہاں لفظ محمد آیا ہے وہاں اس کے آگے لفظ احمد کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔ (بحوالہ قادیانی نمبر پاکستان)

یہ ہیں مرزائیوں کے ناقابل معافی جرائم جن سے امت مسلمہ کو ایک زبردست مقابلہ کا سامنا ہے۔ اس معرکہ آرائی میں ایک طرف تو ایمان کو متزلزل ہونے سے محفوظ رکھنا ہے۔ دوسری طرف تقدس رسول کو برقرار رکھتے ہوئے خدا کی وحدانیت کے ساتھ قرآن مجیدی پیش بہا اور آخری کتاب کی دل و جان سے حفاظت کرنی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

قادیانیت

از: مولانا نظام الدین اسیر ادروی
۱۸۳۹ء میں ایک منحوس ساعت آئی جب پنجاب کے ضلع گورداسپور میں ایک شخص پیدا ہوا اور اس نے انگریزی حکومت کے زیر سایہ اور اس کی تلواروں کی حفاظت میں اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ چونکہ یہ حکومت کا خود کاشت پودا تھا اور انگریزوں کا نیر اقبال عروج پر تھا۔ اس لئے ہندوستان کی آب و ہوا اس کے پنپنے اور بڑھنے کے لئے سازگار ثابت ہوئی۔ اس خود ساختہ نبی کا نام مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ جو پنجاب کے ایک مقام قادیان میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا اور ۱۸۷۵ء کے آس پاس نبوت کا دعویٰ کیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے باپ کا نام غلام مرتضیٰ اور اس کے بڑے بھائی کا نام مرزا غلام قادر تھا۔ جو انگریزی حکومت کی طرف سے ضلع گورداسپور کا سپرنٹنڈنٹ تھا۔ اس خاندان کے بعض دوسرے افراد بھی انگریزی حکومت کے ملازم تھے۔ مرزا غلام احمد نے پہلے مسیح اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ چنانچہ مرکز قادیان سے مرزا غلام احمد کی جو سوانح حیات شائع ہوئی ہے سوانح نگار نے اس میں اس کے دعویٰ مسیحیت کے سلسلہ میں لکھا ہے: ”جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپ کو الہام ہوا کہ تم ہی وہ مسیح اور مہدی ہو جس کے آنے کا مسیحیوں اور مسلمانوں سے وعدہ تھا۔ جب یہ الہام آپ کو ہوا تو آپ نے ایک مدت تک اس کو ظاہر پر محمول کیا۔ لیکن بار بار الہام ہونے کے بعد آپ نے اپنے مسیح و مہدی ہونے کا اعلان کیا۔“ (سیرت و سوانح مرزا غلام احمد شائع کردہ مرکز قادیان ص ۹)

چالیس سال کی عمر میں آپ کا پہلا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا تھا اور اسی کی تبلیغ و اشاعت کرتا رہا۔ جب اس کے حلقہ بگوشوں کی تعداد پانچ چھ سو سے زائد ہو گئی تو اس نے ایک اور چھلانگ لگائی اور تاج نبوت زینب سرکر کے منصب رسالت کی کرسی زریں پر متمکن ہو گیا۔ دعویٰ مسیحیت کے کئی سال بعد اس نے ایک کتاب لکھی۔ اس میں اس نے غیر مبہم لفظوں میں لکھا۔ ”خدا وہ خدا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب و اخلاق کے ساتھ بھیجا۔“ (اربعین نمبر ۳۶، خزائن ج ۷ ص ۴۲۶)

اب اس نے صراحتاً اپنے نبی و رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اس سلسلہ میں اس کی سوانح عمری کے مرتب نے مزید تفصیلات مہیا کی ہیں۔ وہ لکھتا ہے: ”حضور کا وہ مکتوب جو آخری مکتوب کہلاتا ہے اور جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار عام لاہور میں شائع ہوا ہے۔ جس کی عبارت یہ ہے۔ جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں۔ وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے اوپر کھولتا ہے۔ جب تک کہ انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پردہ اسرار نہیں کھولتا اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں۔“ (عقائد احمدیت شائع کردہ انجمن احمدیہ قادیان ص ۹۷، ۹۸)

مرزا غلام احمد قادیانی جب نبی بن گیا تو اس کے پاس وحی بھی آتی چاہئے۔ وہ شیطان ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ اس لئے اس پر وحی آئی اور مسلسل آتی رہی۔ اس پر جب وحی آتی تھی تو اس کی کیا کیفیت ہوتی تھی؟ اس کی منظر کشی اسی کے الفاظ میں سنئے۔

”وحی آسمان سے دل پر ایسی گرتی ہے جیسے کہ آفتاب کی شعاع، میں روز و دیکھتا ہوں جب مکالمہ و مخاطبہ کا وقت آتا ہے تو اول دل پر ایک ربودگی طاری ہو جاتی ہے۔ تب میں ایک تبدیل یافتہ کے مانند ہو جاتا ہوں اور میری حس اور میرا ادراک اور میرے ہوش کو بکثرت باقی ہوتے ہیں۔ مگر اس وقت میں یوں پاتا ہوں کہ گویا ایک وجود شدید الطاف نے میرے تمام وجود کو اپنی ہستی میں لے لیا ہے اور میں اس وقت محسوس کرتا ہوں کہ میری ہستی کی تمام رگیں اس کے ہاتھ میں ہیں اور جو کچھ میرا ہے اب وہ میرا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ہے۔ جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو سب سے پہلے خدا تعالیٰ دل کے ان خیالات کو میری نظر کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جن پر اپنے کلام کی شعاع ڈالنا اس کو منظور ہوتا ہے اور ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک خیال دل کے سامنے آیا تو

جھٹ اس پر ایک ٹکڑا کلام الہی کا شعاع کی طرح گرتا ہے اور بسا اوقات اس کے گرنے کے ساتھ ہی تمام بدن مل جاتا ہے۔“ (عقائد احمدیت شائع کردہ انجمن احمدیہ قادیان ص ۱۱۳، ۱۱۵)

مرزا قادیانی مہدی سے نبی تک ترقی کر گئے اور الہام سے وحی تک پہنچ گئے اور ان کے حلقہ بگوشوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا تو انہوں نے اور بھی ہاتھ پاؤں نکالے۔ اب تک اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے اور مسلمانوں کے سوا داعی عظم کے عقائد پر قائم رہنے کا بھی اعلان کرتے رہتے تھے۔ لیکن جب نبی بن کر اپنی شریعت خاص کا اجرا کیا تو اپنے مبعین کے سوا سارے مسلمانوں کے خارج از ایمان ہونے کا اعلان کر دیا اور کہا کہ: ”جو لوگ میری تکذیب کریں گے ان کو ”الحمد“ سے ”والناس“ تک پورا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے؟ یہ میں از خود نہیں کہتا، خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھ کو چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا گوزبان سے نہ سہی مگر اپنے عمل سے اس نے پورے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔ اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے۔“ انست منسی واننا منك ”بیشک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے۔ پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے۔“ (عقائد احمدیت ص ۱۲۳، ۱۲۴)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی میلہ کذاب کی طرح ایک مدعی نبوت ہے اس طرح حضور اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے سے اس کو انکار ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ناروا اور ناپاک الزامات لگائے ہیں۔ اس لئے قادیانیت ایک فرقہ نہیں۔ شدید ترین اسلام دشمن ایک مستقل مذہب ہے۔ اس کی بنیاد ہی اسلام دشمنی پر پڑی ہے۔ اس کی براہ راست زدا اسلام پر پڑتی ہے۔ کیونکہ وہ قرآن وحدیث پر اپنے عقیدہ کا اظہار کرتا ہے اور تمام مذہبی اصطلاحات کو اپنے فرقہ میں استعمال کرتا ہے جو خالص اسلامی اصطلاحیں ہیں۔ اس لئے غیر مسلم اقوام کو تو اپنے مذہب میں لانے میں ناکام ہے۔ البتہ مسلمانوں کو مرتد بنانا اس کا اصل مشن ہے۔ وہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا۔ اسلامی نام پایا۔ اس لئے اس کے دعویٰ نبوت کا عذاب مسلمانوں کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے ہی مرحلہ پر نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اس لئے مسلمان حلقوں میں اس کی بات سنی جاتی تھی۔ پنجاب ہمیشہ سے جاہل اور جعلی پیردوں کی جولا نگاہ رہا ہے۔ اس لئے بتدریج اس کی پھیلائی ہوئی منالالت و گمراہی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ جب اس کے گرد و پیش کچھ افراد جمع ہو گئے تو وہ اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہوا اور پر پرزے نکالے اور اپنے عقائد کا اعلان کیا۔ جب لوگوں کی آنکھیں کھلیں۔ تب تک رستا ہوا پانی

سیلاب بن چکا تھا اور جب ۱۹۰۸ء میں اس کا انتقال ہوتا ہے تو اس وقت تک قادیانیت ایک طاقتور مذہب کی شکل اختیار کر چکی تھی۔

آج یہ فرقہ دنیا کا مالدار ترین فرقہ ہے۔ اس کے دو مرکزی دفاتر ہیں۔ ایک ہندوستان کے شہر قادیان میں ہے۔ یہیں سے اس کے اشاعتی لٹریچر تیار کر کے پورے ملک میں مفت تقسیم کئے جاتے ہیں اور ایک ہفتہ وار اخبار بدر کے نام سے نکلتا ہے۔ اس مرکز کے ماتحت کئی درجن ہاتھواہ مشینری پورے ملک میں اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ ان کا دوسرا مرکزی دفتر پاکستان میں چنیوٹ کے قریب اپنے آباد کردہ شہر ربوہ میں ہے۔ اس دفتر سے عالمی پیمانے پر قادیانیت کی نشر و اشاعت کے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ یہیں کی حبیب گاہ سے نکلے ہوئے قادیانی دنیا کے مختلف ملکوں میں جا کر اپنے مذہب کی تبلیغ کا فرض انجام دیتے ہیں۔ وہاں ان کے بہت سے مدارس اور کالج ہیں۔ ان میں سب سے اہم احمدیہ مشنری کالج ہے۔ جس میں قادیانیت کے مشنری تیار کئے جاتے ہیں۔ قادیان اور ربوہ دونوں مرکزی دفاتر کا سالانہ بجٹ گیارہ کروڑ روپے سے زیادہ ہے۔

(سیرت دسواں مرزا غلام احمد قادیانی ص ۶۰، شائع کردہ مرکز قادیان)

یہی دونوں مرکز اپنے عالمی مشنریوں کو منظم کرتے ہیں۔ ہدایات دیتے ہیں۔ ان کے دفاتر کا بجٹ پورا کرتے ہیں۔ ایک سو سے زائد مرکزی مشنری ہیں اور ۶۳ الوکل مشنری کام کرتے ہیں۔ اس طرح ۲۶۳ پر جوش، با اختیار، مالیات کی فراہمی سے بے نیاز داعی اور مشنری عالمی پیمانے پر تبلیغ قادیانیت کے نظام کو پوری قوت سے چلا رہے ہیں۔ یہ طریقہ انہوں نے عیسائی مشنریوں سے لیا ہے اور ٹھیک اسی بیج پر وہ کام کرتے ہیں۔ ان کے نظام تبلیغ و اشاعت مذہب کی وسعت اور پھیلاؤ کا اندازہ مندرجہ ذیل تفصیل سے کیا جاسکتا ہے۔ امریکہ کی چار ریاستوں میں ۹ مشن کام کرتے ہیں۔ ان کی ۱۴ عبادت گاہیں ہیں اور تین مدرسے، پانچ اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں۔ یورپ کے ملکوں میں کینڈا، انگلینڈ، ہالینڈ، سویٹزر لینڈ، جرمنی، ڈنمارک، سویڈن، ناروے، بلجیم، اسپین اور اٹلی میں ان کے ۲۴ مشن، ۱۳۰ مسجدیں، ۲ مدرسے ہیں اور ۹ رسالے اور اخبارات جاری ہیں۔ مشرق وسطیٰ میں فلسطین، شام، لبنان، عدن، مصر، کویت، بحرین، مسقط، عمان اور اردن میں ۱۰ مشن چار عبادت گاہیں اور ایک مدرسہ ہے اور ایک رسالہ البشری عربی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ مشرقی افریقہ میں کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، زامبیا میں ۲۶ مشن ۱۷ مسجدیں ۵ مدرسے ہیں اور ۱۵ اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں۔ سب سے زیادہ کامیابی ان کو مغربی افریقہ میں ملی ہے۔

وہاں تاجخیرا، گھانا، سیرالیون، گیمبیا، آئیوری کوسٹ، لائیبریا، ٹوگو، لینڈ، نائجر، بھین اور صومالیہ میں ۲۳۷ مشن ۳۶۹ عبادت گاہیں ۱۵۳ مدارس اور ۲۵ ہسپتال ہیں اور ۱۴ اخبارات و رسائل شائع کئے جاتے ہیں۔ ممالک بحرہند میں مارشس، لنکا، برما میں ۷ مشن ۱۳ عبادت گاہیں اور ایک مدرسہ ہے۔ ۱۳ اخبارات و رسائل جاری ہیں۔ مشرق بعید میں انڈونیشیا، ملیشیا، فجی، آئی لینڈ، جاپان، فلپائن، جنوبی افریقہ میں کیپ ٹاؤن میں ۳۷ مشن ۱۲۷ عبادت گاہیں اور ۵ مدرسے ہیں۔ ۶ اخبارات و رسائل ہیں۔ مشرق بعید میں سب سے زیادہ کامیابی ان کو انڈونیشیا میں حاصل ہوئی جو ایک مسلم ملک کہا جاتا ہے۔ صرف انڈونیشیا میں ۳۰ مشن مصروف کار ہیں اور ۱۱۵ عبادت گاہیں اس کے مختلف شہروں میں موجود ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قادیانیت کی تبلیغ میں کتنی منظم اور کتنی بڑی فوج لگی ہوئی ہے اور یہ ساری فوج صرف امت محمدیہ پر حملہ آور ہے اور اس کی مدافعت میں کوئی منظم جماعت ہماری نگاہوں میں نہیں ہے۔

ان کی سب سے کاری ضرب اسلام پر ان کے ترجمہ قرآن سے پڑتی ہے۔ وہ اپنی تائید میں مسلمانوں کی کتاب قرآن کو استعمال کرتے ہیں۔ اس کا دنیا کی تمام لہجہ ترین زبانوں میں ترجمہ کرتے ہیں اور ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں شائع کرتے ہیں۔ تمام مترجمین قادیانی ہیں۔ انہوں نے ترجمہ میں کیا کیا بددیانتیاں کی ہوں گی۔ اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ان تراجم کو اتنے بڑے پیمانے پر تمام ممالک میں پھیلا چکے ہیں۔ جن کا آپ اندازہ نہیں لگا سکتے۔

قرآن کے انگریزی ترجمہ کے متعدد ایڈیشن کئی لاکھ کی تعداد میں وہ شائع کر چکے ہیں۔ انگریزی زبان میں پانچ جلدوں میں ایک تفسیر بھی شائع کی ہے جو ۳۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس تفسیر کا خلاصہ بھی انگریزی میں شائع کر دیا گیا ہے جو ۱۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہالینڈ کی ڈچ زبان میں قرآن کے ترجمے کے تین ایڈیشن اب تک وہ شائع کر چکے ہیں۔ جرمنی ترجمے کے تین ایڈیشن، مشرقی افریقہ میں کینیا کی سواحلی زبان میں ترجمہ قرآن کے بھی تین ایڈیشن یعنی تین ہزار نسخے شائع ہو چکے ہیں۔ تاجخیرا کی زبان یورہا میں قرآن کا ترجمہ کیا گیا۔ اس کے بھی تین ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ڈنمارک کی زبان ڈینش میں ترجمہ کر کے اس کو دس ہزار کی تعداد میں طبع کر کے تقسیم کیا گیا۔ یوگنڈا کی زبان یوگنڈی، یورپ کی جدید زبان اسپرینگو میں انڈونیشیا کی انڈونیشین میں، فرانس کی زبان فرینچ میں، روسی، اٹالین، سپینش، پرتگالی، ہنگر زبان میں قرآن کے ترجمے کرائے گئے ہیں۔ مشرقی افریقہ کی بعض دوسری زبانوں کیلکویو، لوو، کی کامیہ میں بھی

قرآن کا ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ آسامی، بنگالی اور ہندی زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں جن میں سے بعض شائع ہو چکے ہیں۔ بعض طباعت کے مرحلے میں ہیں۔ عنقریب وہ بھی شائع ہو جائیں گے۔ مغربی افریقہ کی مقامی زبانوں میں مثلاً سیرالیون کی زبان بینڈی، گھانا کی زبان فٹے، توکی، نايجیریا کی ایک زبان ہاؤسا اور فجی کی زبان فینین میں ترجمہ کا کام جاری ہے۔ مستقبل قریب میں وہ بھی شائع ہو جائیں گے۔ چینی زبان میں بھی ترجمہ کی تیاریاں ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ قادیانیت کی جڑیں کتنی گہرائی تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اس کی مدافعت میں جتنی توانائیاں ہمیں لگانی چاہئے تھیں ہم نے نہیں لگائیں۔ ہم چند دلچسپ مباحثوں، مناظروں اور اشتہار بازیوں میں مصروف رہے اور اسے ایک حقیر اور مختصر سی جماعت سمجھ کر اس کی طرف سے بے نیازی برتتے رہے اور وہ خاموشی سے مسلمانوں کے ایمانوں پر ڈاکے ڈالتے رہے اور ہم خاموش تماشاخی بنے رہے۔ قادیانیت کی جنم بھومی ہندوستان کی سرزمین ہے۔ یہیں کے علماء کا سب سے پہلے فریضہ تھا کہ اس نئے مذہب کی تباہ کاریوں اور ہلاکت آفرینیوں سے تمام عالم اسلام کو باخبر کرتے اور ابتداء ہی سے اس کے خلاف ایک متفقہ اجتماعی پالیسی اختیار کر کے اپنے فیصلہ سے اسلامی دنیا کو باخبر رکھتے تو شاید اتنے بڑے پیمانے پر یہ جانی نہ پھیلتی۔ یہ ہماری کوتاہی تھی، اسلام نے ہمارے اوپر اپنی حفاظت کی جو ذمہ داری عائد کی تھی اس کو کما حقہ ہم نے پورا نہیں کیا اور ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کی پوچھی ہماری غفلت سے لٹ گئی۔ خدا ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے۔

تلافی مافات کے لئے ضروری ہے کہ آج ہم ایک غیر حترزل لائحہ عمل لے کر اٹھیں اور قادیانیت کے بارے میں غیر مبہم الفاظ میں اپنی رائے دینا، اسلام کے سامنے پیش کر دیں۔ اس سلسلہ میں میری تجویز ہے کہ:

۱..... واضح اور غیر مبہم لفظوں میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ قادیانیت مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ یہ اسلام دشمن ایک مستقل مذہب ہے جس کا اسلام سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

۲..... ان کی پوجا پاٹ کی جگہ کو مسجد نہ کہا جائے اور حتی الامکان اس نام کے استعمال سے ان کو روکا جائے۔

۳..... قادیانیوں کا حدود و حریم مکہ و مدینہ میں داخلہ ممنوع ہو، ان کے ساتھ غیر مسلموں کا سلوک کیا جائے۔

۴..... مسلمانوں کے کسی مذہبی اجتماع میں ان کو شرکت کی اجازت نہ دی جائے اور نہ ان کو مدعو کیا جائے۔

۵..... پورے ملک میں جہاں بھی قادیانی بستے ہوں وہاں کے مسلمانوں کو ان سے ہر طرح کے روابط سے روکا جائے۔

۶..... تمام اسلامی ممالک سے اپیل کی جائے کہ مردم شماری میں قادیانیوں کو مسلمانوں کی فہرست میں نہ شمار کیا جائے۔

۷..... حکومت ہند سے اپیل کی جائے کہ وہ قادیانیوں پر مسلم پرسنل لاء کا اطلاق نہ کرے۔ ان کے مقدمات نکاح و طلاق، وراثت وغیرہ کا فیصلہ عام قوانین ہند کے تحت کیا جائے اور مسلم پرسنل لاء کو ان پر نافذ العمل نہ تسلیم کیا جائے۔

۸..... کانفرنس کے فیصلہ سے تمام عالم اسلام کو باخبر کرنے کی ہر امکانی کوشش کی جائے۔ اردو، عربی اور انگریزی میں طبع کرا کے تمام اہم اور ضروری مقامات، اداروں اور مسلم تھیکوں کو ارسال کیا جائے۔

مسیح اور مہدی دو شخصیتیں

از: جمیل احمد ندیری، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مہار کپور اعظم گڑھ

قادیانی عقیدہ کے مطابق مسیح موعود اور مہدی معبود دونوں دو شخصیتیں نہیں بلکہ دونوں ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں۔ یہ عقیدہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تحریروں سے وجود میں آیا جو ”حقیقت المہدی، حقیقت الوحی، نزول المسیح، اعجاز احمدی، ازالہ اوہام اور ضرورۃ الامام“ وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معبود، دونوں کے مصداق وہ خود ہیں۔

”ایہا الناس انی انا المسیح المحمدی واحمد المہدی“ اے لوگو! میں ہی مسیح محمدی اور میں ہی احمد مہدی ہوں۔ (خطبہ الہامیہ ص ۲۷ خزائن ج ۱۶ ص ۶۱)

ضرورۃ الامام میں لکھتے ہیں: ”اب ہالا خریہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدائے تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں اور مجھ میں خدائے تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں، شرطیں جمع کی ہیں۔“ (ضرورت الامام ص ۳۲ خزائن ج ۱۶ ص ۶۹۵)

چند سطروں کے بعد پھر لکھتے ہیں: ”پس یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنے والے حکم کو چاہتے تھے۔ سو وہ حکم میں ہوں۔ میں روحانی طور پر کسر صلیب کے لئے اور نیز اختلافات کے دور کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ انہیں دلوں امروں نے تقاضا کیا کہ میں بھیجا جاؤں۔“ (مردود الامام ص ۲۲، ۲۵، خزائن ج ۳ ص ۳۹۵)

مرزا قادیانی کے ایک امتی قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں: ”پس یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ مسیح موعود اور مہدی معبود کا بنیادی کام ہو چکا ہے۔“

(امام مہدی کا ظہور ص ۳۹)

یہی صاحب ان سطور سے پہلے ص ۱۶ پر اپنی جماعت کی تحقیق ان الفاظ میں پیش کر چکے ہیں۔ ”امام مہدی اور مسیح موعود ایک ہی شخص ہے۔“ (کتاب مذکور ص ۱۶)

قادیانی دعوے کا جائزہ

لیکن مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی جماعت کا یہ دعویٰ صحیح نہیں، احادیث کریمہ میں مسیح موعود (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور امام مہدی کے بارے میں جو تفصیلات موجود ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں دو شخصیتیں ہیں۔ سب سے پہلے وہ احادیث ملاحظہ کیجئے جن میں مسیح موعود کے نزول کا تذکرہ ہے۔

”عن ابی ہریرۃ، قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض للمال حتی لا یقبلہ احد حتی تكون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابو ہریرۃ فافقر او ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰، مسلم ج ۱ ص ۸۷)“

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ قریب ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں، حاکم عادل کی حیثیت سے۔ پس وہ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ کو ختم کر دیں گے۔ مال (پانی کی طرح) بہے گا۔ لیکن اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ سجدہ واحد دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو۔ (کیونکہ اس میں اسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے) ”وامن من اهل الکتاب“ بیشک اہل کتاب ضرور بالعدو ایمان لائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی وفات سے پہلے۔ ﴿

دوسری روایت میں ہے: ”واللہ ینزلن ابن مریم حکماً عادلاً (مسلم ج ۱ ص ۸۷)“ ﴿خدا کی قسم! ابن مریم ضرور بالضرور نازل ہوں گے حاکم عادل بن کر۔﴾
 ابن عباسؓ کی روایت میں ہے: ”ینزل اخی عیسیٰ بن مریم من السماء (کنز العمال ج ۷ ص ۲۶۸، ۲۰۹)“ ﴿میرے بھائی عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے۔﴾
 نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے: ”فیبعث اللہ المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء الشرقی دمشق بین مہرودتین واضعاً یدیه علی اجنحة ملکین (مسلم ج ۲ ص ۴۰۱، ترمذی ج ۲ ص ۴۷، ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۵، ابن ماجہ ص ۳۰۶)“ ﴿پس اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا۔ پس وہ دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس دو چادریں اوڑھے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔﴾

مراہیل حسن بصریؒ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا تھا: ”ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامة (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۰)“ ﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی۔ وہ تمہاری جانب قیامت سے پہلے اتریں گے۔﴾
 نجران کے عیسائی وفد سے حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ”الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۸۸، درمنثور ج ۲ ص ۲۰۳)“ ﴿کیا تم جانتے نہیں کہ ہمارا پروردگار زندہ ہے۔ مرے گا نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئے گی۔﴾

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود، حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا تھا۔ قیامت کے قریب انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے گا۔ وہ آسمان سے دو فرشتوں کے سہارے دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اتریں گے۔ ان احادیث، یا جتنی بھی حدیثیں نزول مسیح سے متعلق ہیں، کسی میں مثل مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صاف صاف بغیر کسی ابہام و استعارہ کے مسیح ابن مریم، عیسیٰ ابن مریم یا صرف ابن مریم کے الفاظ مذکور ہیں۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ تمام حدیثوں میں ”نزول“، یعنی اترنے کا ذکر ہے۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں سے اتریں گے۔ بعض میں تو آسمان کی بھی صراحت ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب آسمان پر اٹھائے گئے ہیں تو نزول بھی وہیں سے ہوگا۔

نزل کا وقت کیا ہوگا؟ اس کے متعلق یہ احادیث ملاحظہ کیجئے۔ ”وامامہم رجل صالح فبینما امامہم قد تقدم یصلی بهم الصبح اذا نزل علیہم عیسیٰ بن مریم الصبح فرجع ذالک الامام ینکص یمشی القهقری ليقدم عیسیٰ یصلی فیضع عیسیٰ یدہ بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لك اقیمت فیصلی بهم امامہم (ابن ماجہ ص ۳۰۸)“ ﴿ان کا امام ایک صالح مرد ہوگا۔ پس اس درمیان کہ وہ امام انہیں نماز فجر پڑھانے کے لئے بڑھے گا، اچانک حضرت عیسیٰ ابن مریم اتر آئیں گے۔ پس وہ امام پیچھے بیٹھ جائے گا۔ تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگے بڑھائے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھیں گے اور کہیں گے آگے بڑھئے اور نماز پڑھائیے۔ کیونکہ آپ ہی کے لئے اقامت کی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا امام انہیں نماز پڑھائے گا۔﴾

دوسری حدیث میں ہے: ”فینزل عیسیٰ بن مریم فیقول امیرہم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمة اللہ تعالیٰ لہذہ الامۃ (مسلم ج ۱ ص ۸۷)“ ﴿پس حضرت عیسیٰ ابن مریم اتریں گے تو ان کا امیر کہے گا۔ آئیے! ہمیں نماز پڑھائیے۔ وہ کہیں گے نہیں، تم میں کا بعض، بعض پر امیر ہے اس بزرگی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا کی ہیں۔﴾

ایک اور حدیث میں ہے: ”کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰، مسلم ج ۱ ص ۸۷)“ ﴿تمہارا کیا حال ہوگا؟ جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔﴾

حضرت عیسیٰ علیہ السلام وصال کو قتل کریں گے۔ حج بھی کریں گے۔ شادی بھی ہوگی۔ اولاد بھی ہوگی۔ وفات کے بعد حضور ﷺ کے پاس دفن ہوں گے۔

(مسلم ج ۱ ص ۳۸۸، ج ۱ ص ۳۸۱، مسند احمد ج ۳ ص ۲۹، عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۳ ص ۲۰۵، مشکوٰۃ ج ۳ ص ۲۸۰)

امام مہدی کا نام اور خاندان

اب امام مہدی کے نام، خاندان اور کام کے متعلق احادیث ملاحظہ کیجئے: ”عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ لا تذهب الدنیا حتی یملک العرب من اہل بیتی یواطی اسعہ اسمی (ترمذی ج ۲ ص ۴۶)“ ﴿عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ دنیا ختم نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک کہ (اس) دنیا کا مالک میرے اہل بیت میں سے ایک عرب نہ ہو جائے۔ جس کا نام میرے ہی نام جیسا ہوگا۔﴾

یعنی اس کا نام محمد ہوگا۔ دوسری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام عبد اللہ ہوگا۔

”لو یبق من الدنيا الا يوم قال زائدة ل طول الله ذالك اليوم حتى یبعث الله فيه رجلاً منی او من اهل بیتی یواطی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی یملاء الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۴۷)“
 ﴿اگر دنیا کا ایک ہی دن رہ جائے تو بھی اللہ تعالیٰ اس کو سب کر دے گا۔ یہاں تک کہ اس میں ایک ایسے شخص کو بھیجے گا جو مجھ سے ہوگا۔ یا حضور ﷺ نے یوں فرمایا کہ میرے اہل بیت سے ہوگا۔ اس کا نام میرے نام اور اس کے باپ کا نام میرے والد کے نام جیسا ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جب کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔﴾

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ مہدی کا آنا بالکل یقینی اور شک و شبہ سے بالاتر ہے۔
 ام سلمہؓ کی روایت میں ہے: ”المہدی من عترتی من ولد فاطمة کتاب مذکور ص ۲۴۸)“ ﴿مہدی میرے خاندان سے اولاد فاطمہ سے ہوگا۔﴾

امام مہدی کی یہ خصوصیت بکثرت احادیث میں وارد ہوئی ہے کہ وہ دنیا کو، جب کہ دنیا ظلم و جور سے بھر چکی..... ہوگی۔ عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ بخشش و سخاوت کے دریا بہائیں گے۔ ان کے زمانہ میں مال و دولت کی فراوانی ہوگی۔ بارش بھی خوب ہوگی۔ پیداوار بھی خوب ہوگی۔ لوگ آرام و راحت اور چین و سکون سے گزر بسر کریں گے۔ (مشکوٰۃ ج ۳ ص ۴۷۰، ۴۷۱)
 صحیح مسلم میں اگرچہ مہدی کے لفظ کی صراحت نہیں۔ مگر جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور جو وقت بتایا گیا ہے وہ مہدی کے علاوہ کسی پر صادق نہیں آتا۔

”عن جابر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ یكون فی آخر امتی خلیفة یحیی المال حیثاً ولا یعده عدداً (مسلم ج ۲ ص ۳۹۰)“ ﴿حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال عطا کرے گا۔ لیکن اسے شمار نہیں کرے گا۔﴾

”عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ من خلفاء کم خلیفة یحثو المال حیثاً ولا یعده عدداً (حوالہ منکودہ)“ ﴿حضرت ابو سعید خدریؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے خلفاء میں سے ایک خلیفہ مال لٹائے گا مگر اسے شمار نہیں کرے گا۔﴾

ایک اور حدیث میں ہے: ”یكون في آخر الزمان خليفة يقسم المال ولا بعده“ (حوالہ بالا) آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال تقسیم کرے گا اور اسے شمار نہیں کرے گا۔
امام مہدی کی یہی خصوصیت، بغیر کسی ابہام و اجمال کے لفظ ”مہدی“ کی صراحت کے ساتھ ترمذی میں یوں موجود ہے۔

”قال فيجئ اليه الرجل فيقول يا مہدی اعطني اعطني قال فحشی له فی ثوبه فلا استطاع ان يحمله (ج ۲ ص ۴۶)“ ﴿رسول اللہ ﷺ﴾ نے ارشاد فرمایا۔
ایک آدمی اس کے پاس آ کر کہے گا۔ اے مہدی! مجھے دو، مجھے دو، پس وہ اس کے کپڑے میں دیتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے اٹھانے کی استطاعت نہیں رکھے گا۔ ﴿﴾
حاکم نے مستدرک میں شرط نشین پر کئی روایات نقل کی ہیں جن میں لفظ ”مہدی“ کی صراحت ہے اور وقت اور صفات بھی وہی بیان کی گئی ہیں جو احادیث بالا میں ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۱۹)

ان تمام احادیث پر جو شخص انصاف کی نظر ڈالے گا اسے یہ فیصلہ کرنے میں ذرا بھی تردد نہ ہوگا کہ مسیح موعود اور مہدی معبود، دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ ایک با حیات ہے، آسمان سے اترے گی، دوسری رسول اللہ ﷺ کے خاندان میں پیدا ہوگی۔ ایک کا نام عیسیٰ ابن مریم ہے۔ دوسرے کا نام محمد بن عبد اللہ۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی الگ الگ خصوصیات ہیں۔
پھر اس حدیث جس کی سند کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے، نے بالکل ہی فیصلہ کر دیا کہ مسیح اور مہدی دو شخصیتیں ہیں۔

”عن جعفر عن ابيه عن جده قال قال رسول الله ﷺ كيف تهلك امة انا اولها والمهدي وسطها والمسيح آخرها ولكن بين ذلك فيج الاعوج ليسوا مني ولا انا منهم (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۸۳)“ ﴿جعفر صادق﴾ نے اپنے باپ محمد باقر سے انہوں نے زین العابدین علی بن حسین بن علیؑ بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اوّل میں میں ہوں۔ درمیان میں مہدی اور آخر میں مسیح علیہ السلام۔ لیکن درمیان درمیان میں کچھ کج روگردہ ہوں گے جو مجھ سے نہ ہوں گے اور نہ میں ان سے ہوں گا۔ ﴿﴾

حدیث لا مہدی الا عیسیٰ موضوع و منکر ہے

ابن ماجہ میں انس بن مالک سے مروی ہے۔ ”ولا المہدی الا عیسیٰ بن مریم

(ص ۳۰۲، باب شدة الزمان) ﴿عیسیٰ ابن مریم ہی مہدی ہیں۔﴾
 اس حدیث کے متعلق قاضی محمد نذیر لکھتے ہیں: ”اس حدیث نے ناطق فیصلہ دے دیا
 ہے کہ عیسیٰ ابن مریم ہی ”المہدی“ ہے اور اس کے علاوہ کوئی ”المہدی“ نہیں ہے۔“

(امام مہدی کا ظہور ص ۲۰)

لیکن یہ حدیث ”ناطق فیصلہ“ تو کیا ہوتی۔ سرے سے لائق استناد ہی نہیں۔ وہ بھی
 ان احادیث کی موجودگی میں جن میں صراحۃً عیسیٰ ابن مریم اور مہدی کو الگ الگ شخصیت
 قرار دیا گیا ہے۔

اگر قادیانی حضرات اس حدیث کا حوالہ دینے سے پہلے ابن ماجہ کا حاشیہ ہی دیکھ لیتے تو
 بھی انہیں پتہ چل جاتا کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے کیسی ہے؟ اور اس لائق ہے یا نہیں کہ اسے
 مشہور و مستفیض احادیث کے مقابلے میں پیش کیا جائے۔ ابن ماجہ کے حاشیہ پر صاف لکھا ہوا ہے
 کہ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ہذا خبر مکرر (یہ حدیث مکرر ہے) پھر آگے چل کر
 اسے منقطع بھی کہا ہے۔ سلسلہ سند میں ایک راوی محمد بن خالد ہے جس کے متعلق حاکم کہتے ہیں کہ
 مجہول (وہ مجہول ہے) اسی طرح حافظ نے بھی اسے رجل مجہول قرار دیا ہے۔

(ابن ماجہ ص ۳۰۲، حاشیہ نمبر ۳)

مقدمہ ابن خلدون میں ہے: ”وبالجملة فالحدیث ضعیف مضطرب
 (ص ۲۲۲)“ خلاصہ کلام حدیث ضعیف و مضطرب ہے۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے: ”حدیث لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم ضعیف
 باتفاق المحدثین کما صرح بہ الجزری علیٰ انہ من باب لا فتی الا علی (ج ۱
 ص ۱۸۰)“ ﴿حدیث ”لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم“ باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ جیسا
 کہ ابن جزریؒ نے اس کی صراحت کی ہے کہ یہ ”لا فتی الا علی“ کے باب میں ہے۔﴾

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: ”قال ابو الحسن الخسعی الابدی فی
 مناقب الشافعی تواترت الاخبار بأن المہدی من هذه الامة وأن عیسیٰ
 یصلی خلفه ذکرہ ذالک ردًا للحدیث الذی اخرجہ ابن ماجہ عن انسؓ وفیہ
 ولا مہدی الا عیسیٰ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۳)“ ﴿ابو الحسن حسنی ابدیؒ مناقب شافعی میں
 کہتے ہیں کہ مہدی کے اسی امت میں سے ہونے کے متعلق احادیث متواتر ہیں اور یہ کہ حضرت
 عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ابو الحسن حسنیؒ نے یہ بات اس حدیث پر رد کرتے

ہوئے رکھی ہے۔ جسے ابن ماجہ نے انسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی مہدی ہیں۔ علامہ طبریؒ کہتے ہیں کہ مہدی کے اولاد فاطمہ میں سے ہونے کی احادیث میں تصریح ہے۔ لہذا حدیث ”لا مہدی الا عیسیٰ بن مریم“ ظاہری معنی میں قبول نہیں کی جاسکتی۔ جبکہ وہ سند اضعیف بھی ہے۔ (مرقات المفاتیح ص ۵۱۸)

چنانچہ بعض حضرات نے تاویلات بھی کی ہیں اور وہ بھی انہیں آراء کے دوش بدوش موجود ہیں۔ جہاں اسے ضعیف و منکر کہا گیا ہے۔ مگر جب اس حدیث کا باتفاق محدثین ضعیف و منکر ہونا ثابت ہو چکا ہے تو میرے خیال میں تاویلات کے نقل کرنے کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی۔ ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ اس حدیث کو ابن ماجہ نے ص ۳۰۲ باب شدۃ الزمان کے تحت نقل کیا ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر ص ۳۰۹ پر خود ہی باب خروج المہدی (مہدی کے خروج کا باب) باندھا ہے۔ وہاں اس حدیث کو نہیں لائے۔ وہاں صرف وہی حدیثیں نقل کی ہیں جو مہدی کے امت محمدیہ یا اولاد فاطمہ میں سے ہونے کے متعلق ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن ماجہ خود بھی اس حدیث کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کرتے تھے۔ ورنہ باب خروج المہدی میں اسے ضرور نقل کرتے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کنز العمال میں بھی یہ حدیث موجود ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں پر اس سند کے ساتھ ہے جو ابن ماجہ میں ہے۔ لہذا اس کے بھی وجہ ضعف وہی ہوں گے جو ابن ماجہ کی روایت کے ہیں۔

قادیانی حضرات کی ایک دلیل مسند احمد کی یہ حدیث بھی ہے: ”یتوشک من عاشر منکم ان تلقی عیسیٰ ابن مریم اماماً مہدیاً حکماً عادلاً“ ”قریب ہے کہ تم میں سے جو زندہ رہے وہ عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کرے۔ ورنہ تمنا کیجئے وہ امام مہدی اور حاکم عادل ہوں گے۔“

اس روایت کے متعلق قاضی محمد زبیر لکھتے ہیں: ”اس میں صاف الفاظ میں موجود عیسیٰ ابن مریم کو امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔“ (امام مہدی کا ظہور ص ۱۹)

مگر قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں پر حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کو امام مہدی لغوی معنی میں کہا گیا ہے۔ نہ کہ اصطلاحی معنی میں۔ مہدی کے لغوی معنی ہیں ہدایت یافتہ۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر ہدایت یافتہ نہ ہوگا تو کون ہوگا؟ اور امام کے معنی ہیں پیشوا اور مقتدی ظاہر ہے کہ پیغمبر پیشوا اور مقتدی ہوتا ہی ہے۔

یہاں پر مہدی کو لغوی معنی پر محمول کرنے کی خاص اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ جن جن احادیث میں مہدی کو اصطلاحی معنی میں استعمال کیا گیا ہے وہاں مہدی کے ساتھ کوئی صفت نہیں لائی گئی۔ بلکہ مطلقاً لفظ مہدی لایا گیا ہے۔ (اس سلسلے میں قارئین کرام پچھلے صفحات میں مہدی سے متعلق احادیث کو ایک بار پھر دیکھ لیں)۔

اس کے علاوہ ان احادیث میں ”مہدی“ کو مسند الیہ یا متبوع کی حیثیت سے لایا گیا ہے نہ کہ بطور صفت اور یہاں پر مہدی عیسیٰ بن مریم کی صفت واقع ہے اور یہی ایک صفت نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی اس لفظ سے پہلے امام اور بعد میں حکم اور عدل کل تین تین صفات اور بھی موجود ہیں۔

بحث اصطلاحی مہدی سے ہے نہ کہ لغوی مہدی سے۔ لغوی اعتبار سے تو مسلمانوں کے ہر امیر و خلیفہ کو جو کہ صحیح راہ پر گامزن ہو۔ امام مہدی کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اس لغوی اطلاق سے وہ اصطلاحی مہدی نہیں بن سکتا۔
امامکم منکم کا مطلب

قادیانی حضرات نے عیسیٰ ابن مریم اور امام مہدی کے ایک ہونے کو اس حدیث سے بھی ثابت کیا ہے: ”کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم“ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰، مسلم ج ۱ ص ۸۷) ”تم کیسے ہو گے جب کہ تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔“

حدیث کے الفاظ ”وامامکم منکم“ کا ترجمہ قادیانی حضرات یوں کرتے ہیں: ”اور وہ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ یعنی یہ امام باہر سے نہیں آئے گا۔ امت محمدیہ میں سے قائم ہوگا۔“ (امام مہدی کا ظہور ص ۱۱)

قارئین اس بنیادی نکتہ کو یاد رکھیں کہ اس حدیث کے متعلق اصل بحث یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے تو نماز کی امامت کون کرے گا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا امام مہدی؟ اس بات کے صاف ہونے کے بعد ہی ثابت ہو سکے گا کہ قادیانی حضرات کا مذکورہ ترجمہ صحیح ہے یا غلط اور ان کا مقصود اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

اس سلسلے میں یہ احادیث ملاحظہ کیجئے: ”فینزل عیسیٰ بن مریم فیکول امیرہم تعال صل لنا فیکول لا ان بعضکم علی بعض امرأتکرمہ اللہ تعالیٰ لہذہ الامۃ“ (مسلم ج ۱ ص ۸۷) ”پس عیسیٰ ابن مریم اتریں گے مسلمانوں کا امیر کہے گا

آئیے! ہمیں نماز پڑھائیے۔ وہ فرمائیں گے نہیں تم میں کا بعض بعض پر امیر ہے۔ اس تقیہ کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو عطا فرمائی۔ ﴿

ابن حجر عسقلانی، مسند احمد کے حوالہ سے حضرت جابرؓ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

”واذا هم بغیسی فیقال تقدم یا روح الله فیقول لیتقدم امامکم فلیصل بکم (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۳)“ ﴿اچانک ان کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے پس کہا جائے گا اے روح اللہ آگے بڑھئے، وہ کہیں گے چاہئے کہ تمہارا ہی امام آگے بڑھے اور نماز پڑھائے۔ ﴿

ابن ماجہ میں اس سے بھی زیادہ صراحت ہوئی ہے کہ امام حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہوں گے۔ بلکہ امام مہدی ہوں گے۔ ”وامامهم رجل صالح فبینما امامهم قد تقدم یصلی بهم الصبح اذا نزل علیهم عیسیٰ بن مریم الصبح فرجع ذالک الامام ینکص یمشی القهقری لیتقدم عیسیٰ یصلی فیضع عیسیٰ یدہ بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لک اقیمت فیصلی بهم امامهم (ابن ماجہ ص ۳۰۸)“ ﴿مسلمانوں کا امام ایک مرد صالح ہوگا۔ پس جس درمیان کہ وہ امام انہیں نماز فجر پڑھانے کے لئے آگے بڑھے گا اچانک حضرت عیسیٰ ابن مریم اتر آئیں گے۔ پس وہ امام پیچھے ہٹے گا تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگے بڑھائے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھیں گے اور کہیں گے آگے بڑھئے اور نماز پڑھائیے۔ کیونکہ آپ ہی کے لئے اقامت کہی گئی ہے۔ چنانچہ ان کا امام انہیں نماز پڑھائے گا۔ ﴿

اب شارحین کی آراء ملاحظہ کیجئے۔ فتح الباری میں ہے: ”قال ابو الحسن الخسعی الابدی فی مناقب الشافعی تواترت الاخبار بأن المہدی من هذه الامة وأن عیسیٰ یصلی خلفه (ج ۶ ص ۴۹۳)“ ﴿ابو الحسن حسنی ابدی مناقب شافعی میں کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں احادیث تو اتروا تو کتب صحیحہ میں ہیں کہ مہدی اسی امت کے فرد ہوں گے اور حضرت عیسیٰ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ﴿

عمدة القاری میں ہے: ”معناه یصلی معکم بالجماعة والامام من هذه الامة (ج ۱۶ ص ۴۰)“ ﴿امامکم منکم کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ تمہارے ساتھ باجماعت نماز پڑھیں گے اور امام اسی امت میں سے ہوگا۔ ﴿

مرقات المفاتیح میں ہے: ”والحاصل ان امامکم واحد منکم دون عیسیٰ

(ج ۵ ص ۲۲۲) ”حاصل یہ کہ امام جمہیں میں کا ایک شخص ہوگا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔“
 ان احادیث و عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نزول کے وقت امامت، امام مہدی ہی کریں
 گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت کی نماز امام مہدی ہی کی اقتداء میں ادا کریں گے۔ ان احادیث
 سے یہ بھی صاف طور پر معلوم ہوگئی کہ نزول مسیح کے وقت، امام مہدی پہلے سے موجود ہوں گے۔
 لہذا ”امامکم منکم“ کا ترجمہ درآئیکہ وہ ابن مریم تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔ صحیح
 نہیں بلکہ ترجمہ یوں ہونا چاہئے۔ ”درآئیکہ تمہارا امام جمہیں میں سے ہوگا۔“ یعنی وہ امام پہلے
 سے موجود ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی امام کی اقتداء کریں گے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی سے افضل دیر تر ہوں گے۔
 پھر اشکال یہ ہے کہ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے ہوئے امامت، کیوں امام مہدی کریں
 گے اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انہیں کو آگے بڑھانے پر کیوں اصرار کریں گے۔ جب کہ
 افضل طریقہ یہی ہے کہ امامت افضل شخص ہی کرے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی
 افضل طریقہ چھوڑ کر غیر افضل کیوں اختیار کریں گے؟

اس اشکال کا جواب بھی شارحین حدیث نے دیا ہے۔ چنانچہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت کے لئے آگے بڑھ جائیں گے تو یہ شبہ پیدا ہونے لگے گا کہ پتہ
 نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آگے بڑھنا، رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اور نائب کی حیثیت سے ہے
 یا مستقل شارع کی حیثیت سے۔ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی شبہ کو دور کرنے کے لئے امام
 مہدی کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھیں گے تاکہ یہ بات صاف ہو جائے کہ ان کا نزول بحیثیت
 شارع کے نہیں بلکہ بحیثیت شریعت مصطفویہ کے ایک متبع کے ہے۔ یہاں تک کہ نبی ہونے کے
 باوجود انہوں نے امت محمدیہ کے ایک فرد کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کے اس
 فرمان لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں مبعوث ہو سکتا) کی عملی تصدیق ہوگئی۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۳)

مرقات الفاتح میں ہے: ”(فیقول لا) ای لا امیر اماماً لکم لئلا یتوهم
 بامامتکم لکم نسخ دینکم (ج ۵ ص ۲۲۲)“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں
 تمہارا امام نہیں بنوں گا۔ یہ اس لئے تاکہ میری امامت میرے ذریعہ تمہارے دین کے فتح کا وہم نہ
 پیدا کرے۔“

لیکن امام مہدی کی یہ امامت مستقل امامت نہ ہوگی۔ بلکہ صرف اسی وقت ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ اس کے بعد جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہیں گے، وہی امام ہوں گے۔

کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ مسلم شریف کی بعض روایات میں ”وامکم منکم“ اور ”فنامکم منکم“ کے الفاظ آئے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ امامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی فرمائیں گے اور امام مہدی مقتدی ہوں گے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اس سے بھی قادیانی حضرات کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمارے مذکورہ بالا جواب سے صاف ظاہر ہے کہ امام مہدی کے مقابلے میں اصلی اور واقعی امام (افضلیت کے اعتبار سے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہوں گے اور صرف ایک وقت امام مہدی کا امامت کرنا اسی شبہ کو زائل کرنے کے لئے ہوگا جو ادھر بیان کیا گیا اور اس وقت کی امامت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہی حکم اور مرضی سے ہوگی۔

اس کے ساتھ ہی مسلم شریف کی اس روایت نے قادیانی حضرات کے ایک اعتراض کا جواب بھی فراہم کر دیا جو ان کے خیال میں نہایت ہی معرکہ آرا اعتراض ہے اور غالباً وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔

اعتراض یہ ہے:

۱..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت بنی اسرائیل کی طرف ہوئی تھی اور حضور ﷺ کی بعثت سارے عالم کی طرف، اب اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی مسیح موعود بن کر آئیں گے؟ اور کیا یہ عقیدہ حضور ﷺ کی اس خصوصیت (سارے عالم کے لئے نبی ہونا) کو نہیں توڑتا؟

۲..... اگر ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا کیا ختم نبوت کے منافی نہ ہوگا؟

۳..... اس اعتبار سے خاتم النبیین، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے۔ کیونکہ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ حضور ﷺ خاتم النبیین نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ (نزول اسحٰص ۵۳، از قاضی محمد غدیر)

اس اعتراض کا بہت ہی آسان اور سیدھا سادہ جواب ہے جو اعتراض کی تینوں شقوں کو شامل ہے، جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، حضرت عیسیٰ کی بعثت نہ ہوگی۔

کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو حضور ﷺ سے کئی سو سال پہلے مبعوث ہو چکے تھے اور جب بعثت نہ ہوئی تو یہ سوال ہی ختم ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لئے نبی ہوں گے یا حضور ﷺ کی طرح سارے عالم کے لئے۔ بعثت پر ہی دارودار تھا عقیدہ ختم نبوت کا بھی۔ جب بعثت نہ ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے متنافی نہ ہوا۔ اس طرح خاتم النبیین حضور ﷺ ہی رہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، کیونکہ خاتم النبیین کا مطلب ہی یہی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہو اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

رہا یہ سوال کہ کیا نبوت ہے کہ حضرت علیہ السلام کا نزول، بحیثیت بعثت نہ ہوگا۔ اس کا جواب مسلم شریف کی اسی زیر بحث روایت میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا تھا۔

”وامکم منکم“ اور وہ امامت کریں گے تمہاری اور تمہیں میں سے۔

یعنی تمہاری شریعت کے مطابق نماز پڑھائیں گے (نہ کہ اپنی شریعت کے مطابق) اس روایت کے ایک راوی ابن ابی ذئب ہیں اور ان سے روایت کرنے والے ولید بن مسلم ہیں۔ ولید بن مسلم کہتے ہیں کہ ابن ابی ذئب نے مجھ سے کہا: ”أتدري ما امکم منکم“ (کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ تمہاری کیا امامت کریں گے تمہیں میں سے؟) ولید بن مسلم نے کہا ”تخبرنی“ (آپ ہی بتائیے) انہوں نے کہا: ”فامکم بکتاب ربکم عزوجل وسنة نبیکم ﷺ (مسلم ج ۱ ص ۸۷، فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۳، فتح العلم ج ۲ ص ۳۰۲)“ پس وہ تمہاری امامت کریں گے تمہارے رب عزوجل کی کتاب (قرآن) اور تمہارے نبی ﷺ کی سنت کے مطابق۔ ﴿

طبرانی میں عبد اللہ بن مغفل کی روایت میں ہے: ”ینزل عیسیٰ بن مریم مصدقاً بمحمد علی ملئہ (فتح الباری ج ۶ ص ۴۹۱)“ ﴿ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اتریں گے محمد ﷺ کی تصدیق کرتے ہوئے ان کے مذہب پر۔ ﴿

لودی میں ہے: ”ای ینزل حاکماً بهذه الشریعة لا ینزل نبیاً برسالة مستقلة وشریعة ناسخة بل هو حاکم من حکام هذه الامة (نوی علی المسلم ج ۱ ص ۸۷)“ ﴿ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، اسی شریعت کے مطابق، مستقل رسالت و شریعت لے کر نہیں آئیں گے کہ وہ ادیان باقیہ کے لئے ناسخ بن جائے۔ بلکہ وہ اسی امت کے حکام میں سے ایک حاکم ہوں گے۔ ﴿

خ الحکم میں ہے: ”قال الطیبی المعنی يؤمکم عیسیٰ حال کونہ فی دینکم (ج ۲ ص ۳۰۳)“ ”طیبی فرماتے ہیں۔ ”یؤمکم“ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہاری امامت کریں گے۔ ان کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر۔ ﴿

مرقات المفاتیح میں ہے: ”ای يؤمکم عیسیٰ حال کونہ من دینکم (ج ۵ ص ۲۲۲)“ ”امامت کریں گے عیسیٰ علیہ السلام ان کے ہونے کی حالت میں تمہارے دین پر۔ ﴿

ایک نکتہ

ایک قابل غور نکتہ یہ بھی ہے کہ زیر بحث حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے امت محمدیہ کی خوش قسمتی اور نصیبہ دہی کو بیان فرمایا ہے۔ ”کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم“ ”تم کتنے اچھے اور خوش قسمت ہو گے جب تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ حالانکہ تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ ﴿ اس خوش قسمتی کی دو ہی شکل ہو سکتی ہے۔ تیسری نہیں۔

..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوتے ہوئے، امت محمدیہ کا یہ اعزاز ہو کہ امامت امت کا ہی کوئی فرد کرے۔

ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں: ”کیف حالکم وانتم مکرمون عند اللہ تعالیٰ والحوال ان عیسیٰ ینزل فیکم وامامکم بنکم وعیسیٰ علیہ السلام یقتدی بامامکم تکرمة لدینکم وبیشہد لہ الہدیث الاتی (مرقات المفاتیح ج ۵ ص ۲۲۲)“ ”کیا حال ہوگا تمہارا (یعنی تم کتنے خوش قسمت ہو گے کہ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قابل اعزاز و اکرام ٹھہر دے۔ حال یہ کہ عیسیٰ ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام تمہارے امام کی اقتداء کریں گے۔ تمہارے دین کے اعزاز کو ظاہر کرتے ہوئے اور اس کی تائید آنے والی حدیث (روایت جاڑ) بھی کرتی ہے۔ ﴿ (یہ حدیث گزر چکی ہے)

..... ۲ امامت حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام ہی کریں۔ لیکن اپنی شریعت کے مطابق نہیں ہیں، بلکہ امت محمدیہ کو عطا کردہ شریعت کے مطابق، جیسا کہ ابن ابی ذئب کی روایت سے پتہ چلا۔ دونوں میں سے جو مفہوم بھی لیا جائے۔ قادیانی حضرات کا یہ دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا کہ امامت کرنے والے عیسیٰ امت محمدیہ میں سے ہوں گے۔ وہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نہ ہوں گے۔ جن کے متعلق رفع الی السماء کا عقیدہ ہے۔

مذکورہ بالا مباحث نے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہی حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام ہوں گے جو زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور مہدی امت محمدیہ کے ایک فرد ہوں گے۔ جو نزول مسیح کے وقت امت محمدیہ میں پہلے سے موجود ہوں گے۔ لہذا دونوں ایک شخصیت نہیں، دو شخصیتیں ہیں۔

رد قادیانیت پر فضلاء دارالعلوم دیوبند کی تصنیفی خدمات

از: برہان الدین سنہلی، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

”الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على رسوله الامين خاتم النبيين محمد واله واصحابه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين“
اللہ تعالیٰ نے اپنے علم و حکمت کے تقاضے سے ساتویں صدی عیسوی کے اوائل میں کم و بیش چھ سو سال کے طویل فترہ (وقفہ) کے بعد پھر وحی آسمانی اور ملائکہ ربانی اپنے ایک مقرب ترین بندے اور رسول جناب محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الهاشمی (علیہ الف الف صلوة و سلام) کے پاس بھیجے اور تقریباً ۲۳ سال تک یہ آمد و شد جاری رکھنے کے بعد اکمال دین و اتمام نعمت کا اعلان فرما کر ہمیشہ کے لئے یہ سلسلہ بند کر دیا۔ کیونکہ اس میں نہ پھر تبدیلی کی ضرورت تھی نہ اضافہ کی گنجائش۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا احمد بن عبد الرحیم المعروف شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنے حکیمانہ اسلوب میں فرمایا ہے کہ آخری شریعت کا مادہ فطرت انسانی کے عین مطابق بنایا گیا ہے۔ یا الفاظ دیگر قامت انسانی کے لئے ایسا جامہ عطا کر دیا گیا جو ہر طرح لائق و مناسب نیز پائیدار ہے تو پھر اس میں کتریزیت یا پیوند کاری اور تبدیلی فضول کام ہی قرار پائے گا۔ (جس سے اللہ تعالیٰ جو حکیم و خبیر بھی ہے کی ذات پاک ہے) البتہ یہ ضرورت بہر حال تھی کہ وہ ”جامہ“ ربودگی و فرسودگی

۱۔ مشہور مفسر عالم علامہ محضری (صاحب تصانیف کثیرہ) نے اپنی مشہور زمانہ کتاب تاریخ التشریح الاسلامی ص ۶۰۵ میں قول راجح اسے قرار دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر پہلی وحی کا نزول ۷ اردو رمضان المبارک کو ہوا اور آخری آیت ۹ ربی الحجہ کو نازل ہوئی۔ اس طرح کل مدت وحی ۲۲ سال ۲ ماہ ۲۲ دن ہوتی ہے۔ (تاریخ التشریح الاسلامی ص ۶۰۵، مطبوعہ مصر)

۲۔ شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں: ”واذا كان كذلك وجب ان تكون مادة شريعة ما هو بمنزلة المذهب الطبيعي (حجة الله ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ مصر)“

سے محفوظ اور صحیح و سالم رہے۔ چنانچہ اس کی ذمہ داری بھی اسی علیم و قدیر نے خود لے کر اعلان بھی ہمیشہ باقی رہنے والی اپنی کتاب میں فرمایا: ”وانسالہ لحافظون“ لیکن عالم اسباب میں جس طرح اس کی صفت ربوبیت و رزاقیت کبھی شفقت مادی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی زمین سے روئیدگی کی صورت میں۔ اسی طرح اس نے اپنے خاص بندوں کو توفیق بخش کر دینِ قیم کی حفاظت کا سامان کیا۔ جس کی اطلاع اسی کے صادق و معذور پیغمبر ﷺ نے مختلف پیرایوں میں دی۔ مثلاً ایک موقع پر فرمایا: ”يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين (مشکوٰۃ المصابيح ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ اصح المطابع دہلی، بحوالہ بیہقی)“

ایک اور ارشاد یہ ہے: ”لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى يأتى امر الله (صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۴۳، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی)“

چنانچہ یہ عدل اور طائفہ منصورہ ہر اس موقع پر کبھی سرکف اور کبھی دست بقلم، میدان میں آیا جب بھی دین کا مل کو تحریف یا اور کسی طرح کا خطرہ پیش آیا۔ اس پر امت مسلمہ کی پوری تاریخ گواہ ہے۔ خواہ وہ خطرہ صدرِ اوّل میں مسیلہ کذاب کی شکل میں آیا ہو یا چودھویں صدی کے مسیلہ پنجاب کی صورت میں۔

اس وقت وقت کی قلت کی بناء پر پوری تاریخ تو کیا اس کا مختصر ترین حصہ بھی بیان نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ آخر الذکر قلم کے ظہور کے بعد سے اس مؤید و منصور جماعت کے چند افراد کی مساعی جلیلہ کا تذکرہ کر کے سعادت دارین کا سامان اپنے لئے فراہم کرنا مقصودِ اصلی ہے۔ (یہاں یہ بتانا بھی غیر ضروری ہی معلوم ہو رہا ہے کہ اس مختصر سے وقت میں چند افراد کے تمام کارناموں کا بھی مکمل جائزہ لینا مشکل بلکہ ناممکن ہے)

راقم نے اپنے لئے جیسا کہ مقالہ کے عنوان سے ظاہر ہے۔ ردِ قادیانیت پر ”فضلاء دارالعلوم کی تصنیفی خدمات“ عنوان اختیار کیا ہے۔ یہ عنوان بظاہر محدود و مختصر ہونے کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ اپنے اندر سمندر جیسی وسعت و پہنائی رکھتا ہے اور شاید یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ اس ”دارالعلوم“ کے تمام فضلاء کا نہیں، صرف اس کے ایک فاضل (اور گل سرسبد) علامہ کشمیریؒ کی خدمات کا اگر تفصیل تذکرہ کیا جائے تو مجھ جیسا بے بضاعت بھی آپ لوگوں کا یہ سارا وقت لے کر بھی غالباً آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہوتا کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

زیر نظر مقالہ میں اگرچہ اصلاً محدث جلیل علامہ انور شاہ کشمیری کی خدمات کو موضوع بحث نہیں بنایا گیا ہے۔ بلکہ ان کے تلامذہ کی قادیانیت کے بارے میں مسامحہ کا تذکرہ اصلاً مقصود ہے۔ لیکن یمن و تقاول کے طور پر مقالہ کی ابتداء علامہ کشمیری ہی کے بعض اہم علمی کارناموں سے کی گئی ہے کہ اسی ایک چراغ سے ادروں میں بھی روشنی آئی ہے۔

یک چراغ است

عام طور پر یہ بات واقف لوگوں کو معلوم ہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ دفعۃً نہیں کیا بلکہ اس میں چالاک سے۔ ایک خاص ترتیب و تدبیر ملحوظ رکھی۔ چنانچہ پہلے ولایت و مجددیت، نیز محدثیت و مہدویت کا دعویٰ کیا جو پھر شبہ مسیحیت کے مراحل سے گذر رہا ہوا بلا آخر کامل رسول و نبی۔ بلکہ افضل الرسل کے برابر ہونے کے انجام تک پہنچا۔ اس ابتداء و انتہاء کے درمیان خاصا زمانی فاصلہ ہے جس کی تفصیل الیاس برنی (پروفیسر صلاح الدین محمد الیاس) صاحب کی لا جواب کتاب ”قادیانی مذہب“ میں مدلل و مفصل طور پر بیان کر دی گئی ہے۔ (قادیانیت کی پوری حقیقت جاننے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ ضروری ہے) مرزا قادیانی نے جیسے ہی اپنے دعویٰ کا سلسلہ شروع کیا۔ مؤمنانہ فراست رکھنے والوں نے ان کی تردید کا فرض کفایہ بھی ادا کرنا شروع کر دیا۔

مرزائی دعویٰ کے ابطال کے لئے اس بات کی بھی ضرورت محسوس کی گئی کہ مرزا قادیانی اور ان کے اعمان و انصار کی طرف سے مغالطہ انگیز اور نام نہاد علمی اعزاز میں پیش کئے گئے اقوال سلف اور اٹھائے گئے شبہات کی ایسے مضبوط علمی اعزاز میں صحیح توجیہ ہو اور شبہات کا ازالہ کیا جائے کہ پھر کس غلط طالب حق کے لئے غلط فہمی میں مبتلا ہونا اور مرزا قادیانی کے بچائے اور پھیلانے ہوئے جال میں پھنسا ممکن نہ رہ جائے۔ اس اہم کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت نے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا اور اسے توفیق بخشی جس سے زیادہ اہل اور موزوں اس خدمت کے لئے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا تھا۔ ”وللہ جنود السفوف والارض اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون“ یوں تو موصوف نے اپنے بے پایاں مطالعہ اور قابل رشک ذہانت کے ذریعہ بہت سے اشکالات رفع فرمائے اور مرزائی مغالطوں کا پردہ چاک کیا کہ ان سب کا ذکر کسی مقالہ کا نہیں۔ کتاب کا موضوع بن سکتا ہے۔ لیکن بعض اشکال ایسے بھی رفع کئے جو اکابر سلف کے اقوال سے پیدا ہونے کی بناء پر اچھے اچھے اہل علم کے لئے بھی موجب پریشانی اور باعث تشویش بنے ہوئے تھے اور جن کی موجودگی میں مرزا اور مرزائیوں پر کفر کا فتویٰ لگانا مشکل ہو

رہا تھا۔ مثلاً امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا گیا۔ ان ہی کی طرف منسوب کتاب ”فقد اکبر“ کی شرح ملا علی قاری میں یہ قول کیا ما فرماتے تھے: ”لا نکفر احدا من اهل القبلة“ یا اسی شرح میں شرح موافق کے حوالہ سے ذکر شدہ یہ تصریح ”ان جمهور المتکلمین والفقهاء علی انه لا یکفر احد من اهل القبلة“ (شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص ۱۸۶)

اس طرح کی بکثرت مہارتیں عقائد و کلام کی دیگر کتابوں میں بھی بعض اکابر علماء کی طرف منسوب ملتی ہیں۔ مثلاً امام غزالی کی شہرہ آفاق کتاب ”فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقة“ میں ہے۔ ”اما الوصیه فان تکف لسانک عن اهل القبلة ما ممکن ما داموا قائلین لا اله الا الله محمد رسول الله غیر مناقضین لها والمناقضة تجویزهم الکتاب علی رسول الله ﷺ بعذر او بغیر عذر فان التکفیر فیہ خطر والسکوت لا خطر فیہ“ (لیعل الترقہ ص ۵۶)

امام ابوحنیفہؒ کی طرف یہ قول بھی منسوب کیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کے قول میں ۱۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا تو اس کے کافر ہونے کا تقویٰ نہیں دیا جائے گا۔

(مقدمہ از مولانا محمد یوسف بخاری مصنف علامہ کشمیری)

یہ اور اس جیسی دیگر عبارتوں اور مسلمات کے درجہ میں پیش کئے جانے والے اقوال کی بناء پر عام اہل علم مدتوں غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین کے بارے میں غلط رویہ اپناتے رہے۔ جس سے یہ فرقہ ناجائز قائدہ اٹھا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو دام فریب میں گرفتار کرنے بلکہ بہتوں سے مرزائی نبوت کا اعتراف کرا لینے میں کامیاب ہوتا رہا۔ اس لئے شدید ضرورت اس بات کی تھی کہ ایسی کوئی شخصیت میدان میں آئے جس کی نہ علمی برتری میں کوئی شبہ ہو نہ تقویٰ و دیانت میں۔ جو اس موضوع پر ایسے انداز میں علمی بحث و گفتگو اور مواد فراہم کرے جس کے بعد پھر کسی جو یائے حق کے لئے عذر باقی نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و حکمت سے صحیح وقت پر ایسے ہی..... ایک عظیم شخص کو اس کام کی توفیق بخشی یعنی امام عصر، محدث جلیل، ماہر معقول و معقول حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ نے یہ خدمت بطریق احسن انجام دی کہ اپنے وسیع و عمیق مطالعہ اور بے نظیر حافظہ کی مدد سے اس موضوع پر اتنا مواد جمع کر دیا کہ جو مرزائی عمارت کی تمام دیواروں کو شکستہ و منہدم کرنے کے لئے بالکل کافی ہے اور بعد میں اس راہ پر چلنے والوں کے لئے مزید تحقیق کی حاجت نہ چھوڑی۔

ذالك فقد كفر وقال ابوالبقاء في كلياته والكفر قد يحصل بالقول تارة وبالفعل اخرى والقول الموجب لكفر انكار مجمع عليه فيه نص ولا فرق بين ان يصدر عن اعتقاد او عناد او استهزاء“ (ایضاً ص ۶۸، ۶۹)

اس کے ساتھ شاہ صاحبؒ نے ان امور کی تفصیل بہت شرح و بسط کے ساتھ فرمائی جن کا نام علماء شریعت کی اصطلاح میں ضروریات دین ہے کہ ان میں سے ہر ایک پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور کسی ایک کا بھی انکار کفر کا موجب ہو جاتا ہے۔ یہ بحث خاصی طویل ہے۔ اختصاراً اسے یہاں پیش نہیں کیا جا رہا ہے۔

قادیانی عمارت کو سہارا دینے کے لئے متکلمین کے اس اصول سے بھی مرزائی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی نص کی تاویل یا تاویل سے انکار کی بناء پر کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا۔ علامہ موصوف نے اس اصول کی تشریح فرما کر بتایا کہ وہ کون سی تاویل ہے جس سے محذور ٹھہرایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ فرماتے ہیں: ”والشارع لم يعذر قط في تاويل باطل فقال في عبد الله بن حذافة امير السرية من تحته بدخول النار لودخلوها ماخرجوا منها الى يوم القيمة انما الطاعة في معروف..... وغير ذلك من الوقائع..... حمالكان التاويل فيها في غير محله وعلى تعبير الفقهاء في فصل غير مجتهد فيه (ای لم يكن التاويل فيه قطعي البطلان كما يظهر من كلامه بعد سطرین)“

اس کے بعد علماء تفتازانی کی مشہور کتاب ”مقاصد الطالبین فی اصول الدین“ سے حسب ذیل عبارت شاہ صاحبؒ نے بطور تائید نقل فرمائی۔ ”الکافر ان اظهر الايمان خص باسم المعنفاق وان ابطن عقائد هي كفر بالاتفاق فبالزندق“ پھر اس کی مزید توضیح یوں کی۔ ”قال في شرحه قد ظهر ان الکافر..... وان كان مع اعترافه بنبوۃ النبی ﷺ واظهار شعائر الاسلام يبطن عقائد هي كفر بالاتفاق خص باسم الزندق..... فالمراد بابطال بعض عقائد الکفر ليس هو الکتمان من الناس بل المراد ان يعتقد بعض ما يخالف عقائد الاسلام مع ادعائه اياه وهو المراد بقولهم يبطن الکفر ای يخلط کما فی فتح الباری وحکم المجموع من حيث المجموع الکفر لا غير (اکثر الملخین ص ۱۲ تا ۱۴)“

قادیانی عمارت کا اہم ستون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مغالطہ انگیز اور پر فریب تاویلات ہیں۔ جن میں غالباً سب سے اہم یہ فریب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت طاری کی جا چکی ہے۔ اس لئے اب ان کا دوبارہ دنیا میں واپس آنا ممکن نہیں اور اپنے اس مغالطہ میں وزن پیدا کرنے کے لئے یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی دوبارہ آمد کے عقیدہ سے ختم نبوت کے عقیدہ پر زلزلہ پڑتی ہے۔ حالانکہ خود مراحۃ نبوت کا دعویٰ کر کے ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ اس قسم کی فریب دہی کے ذریعہ دراصل وہ بڑے عم خویش، یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث نبویہ میں جس مسیح کی آمد کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں اس کا مصداق خود مرزا قادیانی ہیں۔ (العیاذ باللہ) نہ کہ مشہور اسرائیلی پیغمبر (چنانچہ قادیانی امت ان مرزا قادیانی کو مسیح موعود کہتی ہے) مرزائیوں کا یہ دعویٰ اگرچہ اس درجہ لغو اور باطل ہے کہ اس کی تردید تو کیا تذکرہ کی بھی ضرورت نہ ہونی چاہئے تھی۔ لیکن اسے زمانہ کی ستم ظریفی کہنے یا بقول ایک مفکر، انتشار لکرو خیال کے اس دور کی کمزوری کا نام دیجئے کہ ایسا لغو بلکہ بیہودہ دعویٰ نہ صرف قابل غور ٹھہرا بلکہ بہت سے ضعیف العقل لوگ اس کا شکار ہو گئے۔

اس لئے یہ بھی بہت ضروری تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے اور دوبارہ دنیا میں واپس آنے سے متعلق جو احادیث صحیحہ اور قرآنی آیات سے حقائق ثابت ہوتے ہیں وہ سامنے لائے جائیں تاکہ پھر کسی طالب حق کے لئے فریب خورگی کا امکان نہ رہے۔ اس غرض سے شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے ایک طرف خود عقیدۃ الاسلام، و تحجۃ الاسلام کے نام سے گراں قدر علمی مواد اور کثیر الجہات نیز پر مغز مباحث پر مشتمل ایک قیمتی کتاب تصنیف فرمائی۔ دوسری طرف اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (جو اسی دارالعلوم کے مایہ ناز فرزند ہیں) سے اپنی راہنمائی و نگرانی میں ”التصريح بما تواتر في نزول المسيح“ نامی کتاب مرتب کرائی۔ جس میں تقریباً ستر حدیثیں ہیں جس میں چالیس سے زیادہ صحیح و حسن کے درجہ کی ہیں۔ مختلف حصر، متداول و غیر متداول مآخذ سے جمع کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول یعنی دنیا میں قیامت کے قریب دوبارہ تشریف لانے کا مسئلہ احادیث متواترہ سے ماخوذ اور اجماعی ہے۔ جس پر ہر دور کے اہل سنت صحابہ سے لے کر آج تک متفق رہے ہیں۔ مزید کہ قادیانی امت نے اپنی عادات کے موافق جن حضرات (علمائے سلف) پر یہ افتراء کیا کہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مرزائیوں جیسا عقیدہ رکھتے تھے (کہ ان کی موت ہو چکی ہے لہذا دوبارہ آمد کا گویا امکان نہیں) موصوف نے اس غلط بیانی کا پردہ چاک کر کے مدلل طریقے اور مکمل

حوالوں کے ساتھ واضح کیا ہے کہ وہ حضرات بھی دیگر علمائے اہل سنت کی طرح ان کی دوبارہ آمد کے قائل تھے۔ اس بارے میں ان کی تصریحات، معتبر مآخذ کے حوالوں سے نقل کی ہیں جس سے ان حضرات کے دامن کا اس الزام سے پاک و صاف ہونا متح ہو کر سامنے آ جاتا ہے یہ کتابیں دراصل اہل علم کے استفادہ کی غرض سے لکھی گئی ہیں۔ (اسی وجہ سے عربی زبان میں ہیں) اور ان کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ بھی اہل علم ہی کر سکتے ہیں۔

ان کے علاوہ شاہ صاحب قدس سرہ کی ایک کتاب فارسی زبان میں بھی ”خاتم النبیین“ ہے جو دراصل انہوں نے اپنے اہل وطن کشمیریوں اور بلوچستان کے رہنے والوں کے واسطے لکھی ہے۔ کیونکہ ان علاقوں میں فارسی بھی عام طور سے مقامی زبانوں کے علاوہ بھی جاتی ہے جیسا کہ کتاب کے مقدمہ نگار علامہ کے شاگرد مولانا مفتی حقیق الرحمن عثمانی مرحوم نے تصریح کی ہے۔ اس میں مصنف کے بیان کے مطابق قرآن مجید کی سورہ احزاب کی آیت ”خاتم النبیین“ کی صحیح تفسیر و تشریح احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ و تابعین نیز جمہور امت کی آراء کی روشنی میں کی گئی ہے کہ اس سے مرزائیوں کی غلط توجیہات اور باطل تاویلات کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ مرزائیوں نے مذکورہ آیت کی ایسی ایسی رکب اور محکمہ غیر تاویلات کی ہیں کہ سن کر ان کے علم و فہم نیز ان کی عقل و خرد پر بے ساختہ ہنسی آ جاتی ہے۔ رسالہ کا تعارف کراتے ہوئے خود مصنف علیہ الرحمہ نے لکھا ”اس مقالہ رسالہ ایست و رختم نبوت، تفسیر آیت کریمہ ”خاتم النبیین“ کہ در زود و الحاد و دمدقہ و کفر و ارتداد قادیانی علیہ ما علیہ صورت تحریر بست۔“ (مقدمہ خاتم النبیین)

علامہ کشمیری کے بعض تلامذہ کی مساعی

حضرت شاہ صاحب کے نزدیک اس فتنہ (قادیانیت) کی کس قدر اہمیت تھی اس کا اندازہ کرنے کے لئے تنہا یہ بات کافی ہے کہ موصوف نے اپنے ذوق و حراج کے خلاف اور دیگر کثیر علمی مشاغل میں اشتغال اور قلت فرصت کے باوجود نہ صرف یہ کہ خود گراں قدر علمی ذخیرہ جمع کر کے اس فتنہ کے قلع قمع کرنے کی فکر کی بلکہ اپنے متعدد ممتاز تلامذہ کو بھی اس راہ پر لگایا۔ چنانچہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے نزول عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق احادیث جمع کرنے کا کام اپنی راہنمائی اور نگرانی میں انجام دلوا دیا۔ جس کے نتیجہ میں ”التصریح بمسا تواتر فی نزول المسیح“ جیسی عظیم و نافع کتاب وجود میں آئی اس کتاب کو بعد میں محقق عمر و محدث روزگار شیخ عبدالفتاح ابو عدہ شامی استاذ جلدۃ الامام محمد بن سعود (ریاض) نے نہایت اہتمام سے شائع کر کے اس کے حسن معنوی و مصوری میں غیر معمولی اضافہ کیا۔ ”فجزاه اللہ خیر الجزاء“

اس کے علاوہ مفتی صاحب نے ایک کتاب طلیس اردو زبان میں ”ختم النبوة“ کے نام سے لکھی جو تین حصوں میں مکمل ہوئی۔ پہلے حصہ ”ختم النبوة فی القرآن“ میں نہایت سادہ و تفصیل کے ساتھ آیت ”خاتم النبیین“ کی عالمانہ تفسیر و تشریح ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد مرزائی باطل تو جیہات اور رکیک تاویلات کا تار پود کھڑ کر رہ جاتا ہے۔ موصوف نے اس حصہ میں پوری ایک سو آیتوں سے آنحضرت ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو جانا ثابت کیا ہے۔

دوسرے حصہ میں معصوف کے بیان کے مطابق دوسو دس احادیث ختم نبوت کے اثبات میں جمع کر کے پیش کی گئی ہیں۔ تیسرے اور آخری حصہ میں دلائل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت ان مسائل میں سے ہے جن پر صحابہ، تابعین، ائمہ، مجتہدین اور جمہور امت کا اجماع و اتفاق رہا ہے۔ نیز یہ کہ ان چیزوں میں سے جنہیں ضروریات دین کا درجہ حاصل ہے۔ اس بارے میں خود معصوف کے الفاظ یہ ہیں۔ ”یہ مسئلہ ملت اسلامیہ کے ان ضروریات میں سے ہے کہ جس پر آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تیرہ سو سال تک تمام امت اسلامیہ کے افراد کا قطعی اجماع و اتفاق رہا ہے جس نے کسی مسلمان گھرانے میں پرورش پائی ہو وہ کبھی اس مسئلہ میں شبہ یا تاویل کے درپے نہیں ہو سکتا۔“ (ختم نبوت حصہ سوم ص ۱)

علامہ کشمیریؒ ہی کے ایک دوسرے ممتاز شاگرد جن کی سنی و توحید سے علامہ کی بخاری شریف کی درسی تقریر ”فیض الباری“ کے نام سے عربی کا جامہ پہن کر اور زیور طبع سے آراستہ ہو کر زندہ و جاوید بن گئی۔ یعنی حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی ثم البدئی کے بھی اس سلسلے میں گراں قدر نقوش ہیں جن میں ان کا ایک رسالہ ”آواز حق“ جب مہر عام پر آیا تو اہل نظر نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ چنانچہ پروفیسر صلاح الدین محمد الیاس برنی جن کی تصنیف قادیانی مذہب اس موضوع پر سنگ میل کا درجہ رکھنے والی ایسی کتاب ہے جس سے قادیانیت پر کام کرنے والا کوئی شخص بے نیاز نہیں رہ سکتا نے اپنی اس کتاب کی تمہید میں لکھا ہے۔ ”قادیانی صاحبان کی یہ غیر معمولی پورش اور سرگرمیاں اذکیہ کہلا کر ہلا خرمسلمانوں میں بھی توجہ و حرکت پیدا ہوئی۔ تحقیق کا شوق پھیلا۔ چنانچہ ختم نبوت کے مسئلہ پر مسلمانوں کی طرف سے بھی رسالے لکھنے شروع ہوئے۔ لیکن اس سلسلہ میں سب سے مدلل اور جامع رسالہ ”آواز حق“ نکلا۔ جو مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی استاذ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا طبعی کرشمہ ہے..... اور حیدر آباد میں شائع ہوا۔“ (قادیانی مذہب ص ۳)

اس کے علاوہ مولانا مرحوم نے اپنی گرانقدر بلکہ شاہکار تصنیف ”ترجمان السنہ“ کے حصہ سوم کے مستقل ایک باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے

اور قیامت کے قریب پھر آسمان سے تشریف لانے پر احادیث نبویہ نیز دلائل عقلیہ سے استدلال کر کے اسے ثابت کیا ہے۔ مولانا نے مسئلہ نزول عیسیٰ علیہ السلام پر اس تفصیل کے ساتھ کلام قادیانی فتنہ کے ہی پیش نظر کیا ہے اور قادیانی تلویحات کا اچھی طرح جائزہ لے کر برا فائدہ نکال دیا ہے۔ اسی لئے یہ باب کتابی شکل میں مصنف کے پیش لفظ کے ساتھ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے پاکستان کے ایک ادارہ (ادارہ نشریات اسلام رحیم یار خان) نے علیحدہ شائع کر دیا ہے۔ اس میں مولانا نے اپنے خاص محققانہ اسلوب میں بہت بصیرت افروز اور علمی طریقہ پر نزول مسیح کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کا اثبات اور مرزائی دعوائے مسیحیت کا ابطال کیا ہے۔ موصوف نے بحث کا آغاز ہی ایک نسبت اچھوتے اور موثر انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رُفَع و نزول بے شک عالم کے عام دستور کے خلاف ہے۔ لیکن ذرا اس پر بھی تو غور کیجئے کہ ان کی ولادت کیا عالم کے عام دستور کے موافق ہے؟ ان کا نزول عالم کے درمیانی واقعات میں سے نہیں بلکہ عالم کے تحزیب کی علامات میں شمار ہے اور ”تحزیب عالم“ یعنی قیامت کی بڑی علامات میں سے ایک علامت بھی ایسی نہیں جو عالم کے عام دستور کے موافق ہو۔“

(نزول مسیح ص ۶)

اس بارے میں علامہ کشمیری کے ایک اور شاگرد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کی قلمی کاوشوں کا ذکر نہ کرنا موصوف کے ساتھ ہی نہیں، موضوع کے ساتھ بھی ناانصافی ہوگی۔ مولانا نعمانی کے قلم کی سادگی اور پرکاری عوام بالخصوص بے پڑھے لکھے یا بہت کم پڑھے لکھے لوگوں کے لئے جس درجہ مفید اور موثر ہوتی ہے اس کا مقابلہ نیز دلوں میں اتر جانے والے ان کے انداز تحریر کا اثر عام لوگ جتنا لیتے ہیں اس کی برابر کم سے کم موجودہ فضلاء دارالعلوم میں شاید ہی کوئی کر سکے۔ مولانا محترم کے اپنے اسی خاص طرز میں مختصر مگر نہایت جامع اور موثر دور سائلے ”قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ“ اور ”قادیانی کیوں مسلمان نہیں“ عام طور پر قادیانیت کے توڑ میں جتنے مفید بلکہ سم قادیانیت کے بارے میں عوام کے لئے جس درجہ اکسیر ہیں اس میں غالباً اس درجہ کی کسی اور کتاب کا نام لینا مشکل ہوگا۔ البتہ دارالعلوم کے مستفیدین میں عالمی شہرت کے حامل مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب ”قادیانیت“ خصوصاً جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے مرادانیت کے زہر کا تریاق فراہم کرتی ہے۔ مولانا نے محترم نے اس گروہ کی نفسیات اور ان کی ذہنی سطح و مذاق کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے عصری اسلوب میں یہ کتاب لکھی ہے اور ایک خاص بات یہ تحریر فرمائی ہے جس کے لئے بعض غیر مسلم ہندوستانیوں کے مضامین بطور حوالہ پیش کئے ہیں کہ

قادیانیوں کو ”ہندو“ قومیت کے علمبردار ذہین لوگوں کی تائید و حمایت بھی حاصل رہی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ”قادیانی نبوت پر ایمان لانے والوں کا قبلہ ہندوستان ہوگا نہ حجاز۔“ اور اس تحویل قبلہ کے جو دور رس نتائج ہو سکتے ہیں وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ (قادیانیت ص ۱۷۵، طبع لاہور ۱۳۸۶ھ)

مولانا علی میاں صاحب ہی نے ایک دوسری کتاب ”النبی الخاتم“ بھی لکھی ہے جس میں اس فتنہ کے بعض اور اہم پہلو بھی سامنے لائے گئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ختم نبوت کا عقیدہ جن ملتوں میں نہیں ہے (مثلاً عیسائیت) وہ اس درجہ انتشار اور پراگندگی کا شکار بنیں کہ ہر روز نئے نئے پیغمبروں سے تنگ آ کر وہ ان سب کی تکذیب ہی میں عافیت سمجھنے لگیں۔ اس پر مولانا نے ان ملتوں کے بعض ذہین لوگوں کی تصانیف شہادت میں پیش کیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے النبی الخاتم (عربی) اردو ص ۱۳ تا ۵۵)

آخر میں ”مسک الخاتم“ کے طور پر دارالعلوم کے اس عظیم فرزند کے ذکر سے قلم کو عزت بخشا اور مقالہ کا حسن اتمام مقصود ہے۔ جس نے نہ صرف زبان قلم سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا بلکہ اس کی سرکوبی کے لئے سربکف میدان میں اتر پڑا کہ پھر جس کی قلندرانہ جرات کی بناء پر ان فتنہ ساموں کا عرصہ حیات اسی سر زمین میں تنگ ہو گیا۔ جو سب سے زیادہ ان کے لئے فراخ اور اپنے سینہ میں وسعت رکھتی تھی میری مراد حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے ہے کہ جن کی مسائی جیلہ اور تحریک ”حفظ ختم نبوت“ (کہ جس کے آخری اور فیصلہ کن دور میں وہ قائد تھے) کی بدولت پہلے پاکستان میں، پھر اس کی اجراع میں عالم اسلام کے دیگر ملکوں میں قادیانیوں کو غیر مسلم اور کافر قرار دیا گیا۔ ”ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب“

رأس الانکیاء

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امرودیؒ اور مرزا قادیانی

از: مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی امرودی

حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امرودیؒ (م ۱۳۳۰ھ) حضرت قاسم العلوم والمعارف کے ارشد حلقہ میں سے تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی اور حضرت نانوتویؒ کے غلیفہ مجاز بھی تھے۔ تحریر و تقریر میں اپنے استاذ معظم سے بہت مشابہت رکھتے تھے۔ اس لئے ان کو

تصویر قاسم کہا جاتا تھا۔ حضرت مولانا نالوتوی ہی کے زمانے میں وہ کافی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ مدرسہ اسلامیہ خوجہ اور مدرسہ عبدالرب دہلی میں مسند صدارت پر فائز رہے۔ بعدہ ۱۲۹۶ھ میں وہ حضرت نالوتوی کے انہاء سے مدرسہ شای مراد آباد کے سب سے پہلے صدر المدرسین ہوئے۔ ۱۳۰۳ھ میں مدرسہ شای سے مستعفی ہو کر مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کی داغ بیل ڈالی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ مدرسہ ہام عروج پر پہنچ گیا اور ملک و بیرون ملک سے جوق در جوق تشنگان علوم اس دارالعلوم میں آتے رہے۔ حضرت محدث امروہی کی شخصیت اور حضرت نالوتوی کی نسبت کی وجہ سے یہ مدرسہ بھی دیوبند اور سہارنپور کے مدارس سے کسی طرح کم نہ تھا۔ حضرت محدث امروہی کے شاگرد رشید جو حضرت نالوتوی اور حضرت گنگوہی کے بھی شاگرد نیز حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ و مجاز یعنی مفسر قرآن حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صدیقی محشی بیضاوی، حافظ عبدالغنی صاحب پھلاودی اور دیگر ہاکمال اساتذہ نے اس مدرسہ کو حضرت امروہی کی رفاقت میں چلایا۔ استاذ القراء حضرت قاری ضیاء الدین لد آبادی نے اس مدرسہ میں درس تجوید دیا اور یہیں دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ مولانا سید علی دغنی امروہی ہابائے طب حکیم فرید احمد عباسی، مولانا محمد امین الدین مترجم نفیسی جیسے سیکڑوں ہاکمال حضرات نے جو اپنے اپنے علاقوں میں صاحب درس و فتویٰ ہوئے اور تعلیم و تبلیغ کا کام انجام دیا اس چشمہ فیض سے سیرابی حاصل کی۔

پروفیسر عبدالعزیز مبین نے بھی اس مدرسہ میں کچھ عرصہ تعلیم پائی ہے۔ معقول و معقول کی انتہائی تعلیم اس درس گاہ میں ہوتی تھی۔ یہاں کے فارغ شدگان کی ایک طویل فہرست ہے جس کو یہاں درج کرنا مقصود نہیں۔

۱۔ حضرت شیخ الہند نے حضرت محدث امروہی کا مرثیہ لکھا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں:

گم ہوئی آج صد حضرت ہمارے ہاتھ سے
حضرت قاسم نشانی دے گئے تھے اپنی جو
سید العلماء امام الی عقل و الی نقل
پاک صورت پاک سیرت صاحب خلق کو
جب شبیہ قاسمی سے بھی ہوئے محروم ہم
تم ہی بتا دو کہ پھر ہم کیا کریں اے دوستو!
لوگ کہتے ہیں کہ چلے علامہ احمد حسن
اور میں کہتا ہوں وفات قاسمی ہو نہ ہو
کابل و اکمل سبھی موجود ہیں پر اس کو کیا؟
جو کہ مشتاق ادائے قاسم خیرات ہو
اپنی اپنی جائے پر قائم ہیں سب الی کمال
پر جگہ استاد کی خالی پڑی ہے دیکھ لو
بادل پر یاس آئی کان میں میرے صدا
حک ہوئی تصویر قاسم صفحہ ہستی سے لو

حضرت امروہیؒ نے اپنے استاد حضرت قاسم العلوم والمعارف کی طرح ہر فتنہ کا مقابلہ کیا اور اپنی تحریر و تقریر سے باطل کو ابھرنے نہ دیا۔ باطل کی سرکوبی کرنا ان کا خاص نصب العین تھا۔ اس کام کو کہاں کہاں اور کس کس تدبیر سے انجام دیا اس کی تفصیل بھی مد نظر نہیں۔ مجھے اس مقالہ میں صرف حضرت محدث امروہیؒ کی اس جدوجہد کو ذکر کرنا ہے جو انہوں نے مرزا قادیانی کے مقابلہ میں کسی بد قسمتی سے امروہہؒ میں حکیم محمد احسن جو ایک اچھے خاندان کے فرد تھے مرزا قادیانی کے دام فریب میں آ گئے اور قادیان سے ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا۔ قادیانی مذہب کے واقفین پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حکیم محمد احسن امروہیؒ اور حکیم نور الدین بمبھروی قادیانیوں کے یہاں نعوذ باللہ یخنین کا مرتبہ رکھتے ہیں ان کو رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کا دارودار انہیں دونوں کی دخل آ میز تحقیق پر تھا۔ حکیم محمد احسن نے اپنے محلہ کے قریب رہنے والے چند اشخاص کو مرزا قادیانی کی طرف مائل کر دیا تھا۔ حضرت مولانا امروہیؒ اور ان کے ذی استعداد شاگردوں نے حکیم محمد احسن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور وہ اپنی باطل و بیجا کوشش میں امید کے مطابق کامیاب نہ ہو سکے۔ ان لوگوں میں سے جو قادیانی کی طرف مائل ہو گئے تھے بعض لوگوں نے توبہ کر لی تھی۔ حضرت محدث امروہیؒ کو یوں افسوس تھا کہ ان کے وطن میں یہ فتنہ دہائ کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک مکتوب گرامی میں جو مولانا حافظ سید عبدالغنی صاحب پھلاؤدی کے نام ہے اس فتنہ کا ذکر فرماتے ہیں:

بندہ مخیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ!

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم حافظ مولوی محمد عبدالغنی سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام مدعا نگار ہے کہ..... امروہہؒ میں اور خاص محلہ دربار (کلاں) میں ایک مرض دہائی مہلکہ یہ پھیل رہا ہے (ہے) کہ محمد احسن جو مرزا قادیانی کا خاص حواری ہے اس نے حکیم آل محمد کو جو مولانا نوٹوٹی سے بیعت تھے مرزا قادیانی کا مرید بنا چھوڑا اور سید بدر الحسنؒ کو جس نے مدرسہ میں مجھ کا کارہ سے بھی

۱۔ مولانا سید بدر الحسنؒ امروہیؒ حضرت امروہیؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ ان کی آمد و رفت حکیم محمد احسن امروہیؒ قادیانی کے پاس رہنے لگی اور ان کی باتیں سن کر حیات صحیح علیہ السلام میں ان کو شک و تردید ہو گیا۔ بہت سے علماء نے ہر چہ ان کو سمجھایا۔ بلکہ ان میں باطل کا اثر ہو گیا تھا۔ اس لئے کسی کی نہ سنتے تھے اور ان کا مناظرہ کرتے تھے۔ حضرت محدث امروہیؒ کو اس کی اطلاع ہو چکی تھی۔ ایک دن ان کو حضرت کے پاس لایا گیا۔ وہ خود بخود آئے۔ حضرت نے ان کو دیکھ کر فرمایا مولوی بدر الحسنؒ، حقیقت میں تم ہمارے طیب روحانی ہو۔ ہمیں غرور ہو چلا تھا کہ ہمارا شاگرد اور ہمارے پاس بیٹھنے والا باطل میں گرفتار نہیں ہو سکتا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ بات غلط ہے تم نے ہمارا غرور توڑ دیا۔ نہ معلوم کہ کس جذبہ سے یہ الفاظ فرمائے تھے کہ مولوی بدر الحسنؒ زار و زور سے لگے اور حقہ موں پر لوٹے لوٹے بھڑے اور اپنے فاسد عقیدہ سے توبہ کی۔ یہی بدر الحسنؒ حضرت کے ساتھ مجلس مناظرہ راپور میں موجود تھے۔

کچھ پڑھا (ہے) مرزا قادیانی کی طرف مائل (کر دیا) ان دونوں کے بگڑنے سے محمد احسن کی بن پڑی۔ کن ترانیاں کرنی شروع کیں۔ طلبہ کے مقابلہ سے یون عقب گزاری (کی) احمد حسن میرے مقابلہ پر آوے، میں جب مناظرہ پر آمادہ ہوا اور یہ پیغام دیا کہ حضرت! مرزا کو بلائیے صرف راہ میرے ذمہ (یا) مجھ کو لے چلئے میں خود اپنے صرف کا تکفل (ہوں گا) بسم اللہ آپ اور مرزا دونوں مل کر مجھ سے مناظرہ کر لیجئے یا میرے طلبہ سے مناظرہ کیجئے۔ ان کی مغلوب میری مغلوبی، تب مناظرہ کا دعویٰ چھوڑ، مباہلہ کا ارادہ کیا۔ بنام خدا میں اس پر آمادہ ہوا اور بے تکلف کہلا بیجا۔ بسم اللہ مرزا آوے، مباہلہ، مناظرہ جو شق وہ اختیار کرے میں موجود ہوں۔ (میں نے) اس کے اہد جامع مسجد (امروہہ میں) ایک وعظ کہا اور اس پیغام کا بھی اعلان کر دیا اور مرزا قادیانی کے خیالات فاسدہ کا پورا رو کیا۔

کل بروز جمعہ دوسرا وعظ ہوا جو بفضلہ تعالیٰ بہت پر زور تھا اور بہت زور کے ساتھ یہ پکار دیا کہ دیکھو مولوی فضل حق کا یہ اشتہار مطبوعہ (اور) میرا یہ اعلان مرزا قادیانی کو کوئی صاحب لوجہ اللہ غیرت دلائیں۔ کب تک خلوت خانہ میں چوڑیاں پہنے بیٹھے رہو گے؟ میدان میں آؤ اور اللہ برتری قدرت کاملہ کا تماشا دیکھو کہ ابھی تک خدا کے کیسے کیسے بندے تم جیسے دجال امت کی سرکوبی کے واسطے موجود ہیں۔ اگر تم کو اور تمہارے حواریں کو غیرت ہے تو آؤ۔ ورنہ اپنے اغوات سے باز آؤ۔ بفضلہ تعالیٰ ان دونوں وعظوں کا اثر شہر میں امید سے زیادہ پڑا اور دشمن مرعوب ہوا۔

پیشین گوئی تو یہ ہے کہ نہ مباہلہ ہونہ مناظرہ۔ مگر دعا سے ہر وقت یاد رکھنا مولانا گنگوہی مدظلہ (اور) مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے بہت کلمات اطمینان تحریر فرمائے ہیں۔ ارادہ (ہے) دو چار وعظ اور کہوں۔ (۲۰ یقصد ۱۳۶۹ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۰۲ء ماہ امروہہ)

خود حضرت محدث امروہی نے مرزا قادیانی کو براہ راست بھی ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا جو قادیانیوں کی روئیداد مباحثہ راہپور میں درج ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں: "بسم اللہ آپ تشریف لائیے! میں آپ کا مخالف ہوں۔ آپ مع موجود نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ آپ اپنے کو کج موجود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میں بنام خدا مستعد ہوں، خواہ مناظرہ کیجئے یا مباہلہ آپ اپنے اس دعویٰ کا احادیث معتبرہ سے ثبوت دیجئے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس دعوے کی قرآن و احادیث

مجھ سے ترویج کروں گا۔“ والسلام علی من اتبع الهدی!

راقم خادم الطلہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہ مدرس مدرسہ عربیہ امروہہ!

(ستہ ضروری مباحثہ راپوری ص ۵۶)

ان تمام کوششوں کا ذکر مرزائے قادیان کے سامنے بھی ان کی جماعت کی طرف سے بذریعہ خط یا براہ راست کیا جاتا ہوگا۔ مرزا کو جہاں دیگر علماء حق سے عداوت تھا حضرت امروہی سے بھی دلی بغض ہو گیا اور ایک رسالہ واقع البلاء لکھا جس میں ایک بڑی لمبی چوڑی تمہید کے بعد حضرت

۱۔ حضرت محدث امروہی کی ایک تحریر مجھے ملی ہے جو عربی زبان میں ہے اور جس کو میں رسالہ دارالعلوم دیوبند بابت شعبان ۱۳۷۳ھ میں بسلسلہ سوانح حضرت محدث امروہی شائع کرا چکا ہوں اس کا ترجمہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ ”اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسیح ابن مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان کی طرف اٹھایا اور ان کو کھل و صلیب سے بچا لیا وہ قرب قیامت میں خرد و جال کے بعد جامع دمشق کے منارہ شرقی سے اتریں گے اور وہ دوزخ چادروں میں لپٹے ہوں گے اور دوزخ نشینوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا۔ گویا وہ ابھی غسل کر کے غسل خانہ سے برآمد ہوئے ہیں۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کر دیں گے۔ جزیہ موقوف کر دیں گے و جال اکبر ان کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ ان کے سانس سے کافر مر جائے گا۔ جہاں تک ان کی نظر جائے گی۔ باطل ختم ہو جائے گا۔ یہ باتیں حق ہیں اس میں باطل کو راہ نہیں۔ کتاب اللہ سے اور نبی صادق و مصدق ﷺ کے اقوال سے یہی ثابت ہے جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح ابن مریم وفات پا گئے اور وہ خود نعوذ باللہ! مسیح موعود ہے۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کی اور اس نے کتاب اللہ اور احادیث کی نصوص ظاہرہ سے اعراض کیا اور امر ثابت کی مخالفت کی وہ ”ومن یشاقق الرسول“ کا مصداق ہے۔ یہ مرزائی جمعوں بولتے ہیں۔ یہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے قول کو باطل کر دکھلائے گا اور حق کی فتح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بہترین کارساز ہے۔ اے مسلمانو! اور اے کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ کے شیدائیو! تم اس گمراہ اور گمراہ کن شخص سے بچتے رہو اور اس کے میل جول سے سخت پرہیز رکھو۔ اس لئے کہ یہ اس امٹ کا دجال ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میں جموئے دجال نہ آجائیں۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ حورہ خادم الطلہ احقر الزمن!“

احمد حسن امینی الامروہی غفرلہ ولوالدہ ووالدہ حسن الہم ما والیہ!

امروہی کو مخاطب کیا ہے۔ مخاطبت میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو حضرتؑ کی ذات سے اپنے لئے بڑا خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ دافع البلاء سے مرزا قادیانی کی تحریر کے چند جملے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

”مولوی احمد حسن صاحب امر وہی کو ہمارے مقابلہ کے لئے خوب موقع مل گیا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ بھی دوسرے مولویوں کی طرح اپنے مشرکانہ عقیدہ کی حمایت میں تاکہ کسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کو موت سے بچالیں اور دوبارہ اتار کر خاتم الانبیاء بنادیں۔ بڑی جانکاهی سے کوشش کر رہے ہیں..... اگر مولوی احمد حسن صاحب کسی طرح ہانپیں آتے تو اب وقت آ گیا ہے کہ آسمانی فیصلہ سے ان کو پتہ لگ جائے۔ یعنی اگر وہ درحقیقت مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں اور میرے الہامات کو انسان کا افتراء خیال کرتے ہیں نہ خدا کا کلام تو سہل طریق یہ ہے کہ جس طرح میں نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر ”انہ اوی القرۃ لولا الاکرام لہلک المقام وانہ اوی الامروہہ“ لکھ دیں۔ مومنوں کی دعا تو خدا شناس ہے۔ وہ شخص کیسا مومن ہے کہ ایسے شخص کی دعا اس کے مقابلہ میں سنی جاتی ہے۔ جس کا نام اس نے دجال اور بے ایمان اور مفتری رکھا ہے۔ مگر اس کی اپنی دعائیں نہیں سنی جاتیں۔ پس جس حالت میں میری دعا قبول کر کے اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ میں قادیان کو اس جہاں سے محفوظ رکھوں گا خصوصاً ایسی جہاں سے کہ لوگ کتوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں یہاں تک کہ بھاگنے اور منتشر ہونے کی نوبت آوے۔ اسی طرح مولوی احمد حسن صاحب کو چاہئے کہ اپنے خدا سے جس طرح ہو سکے امر وہہ کی نسبت دعا قبول کرالیں کہ وہ طاعون سے پاک رہے گا اور اب تک یہ دعا قریب قیاس بھی ہے۔ کیونکہ ابھی تک امر وہہ طاعون سے دو سو کوس کے فاصلہ پر ہے۔ لیکن قادیان سے طاعون چاروں طرف سے بغافلہ دو کوس آگ لگا رہی ہے۔ یہ ایک ایسا صاف صاف مقابلہ ہے کہ اس میں لوگوں کی بھلائی بھی ہے اور نیز صدق اور کذب کی شناخت بھی۔ کیونکہ اگر مولوی احمد حسن صاحب لعنت باری کا مقابلہ کر کے دنیا سے گزر گئے تو اس سے امر وہہ کو کیا فائدہ ہوگا۔ لیکن اگر انہوں نے اپنے فرضی مسیح کی خاطر دعا قبول کر کے خدا سے یہ بات منوالی کہ امر وہہ میں طاعون نہیں پڑے گی تو اسی صورت میں نہ صرف ان کو فتح ہوگی بلکہ تمام امر وہہ پران کا ایسا احسان ہوگا کہ لوگ اس کا شکر نہیں کر سکیں گے اور مناسب ہے کہ ایسے مہلبہ کا مضمون اس اشتہار کے شائع ہونے سے چند دن تک بذریعہ چھپے ہوئے اشتہار کے دنیا میں شائع کر دے۔ جس کا یہ مضمون ہو کہ میں یہ اشتہار مرزا غلام احمد کے مقابل پر

لے مرزا قادیانی کے یہاں طاعون موٹ ہے۔

شائع کرتا ہوں۔ جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میں جو مؤمن ہوں دعا قبولیت پر
 مجروحہ کر کے یا الہام پا کر یا خواب دیکھ کر یہ اشتہار دیتا ہوں۔ کہ امر وہ ضرور ہاضرور طاعون کی
 دست برد سے محفوظ رہے گا۔ لیکن قادیان میں جہاں پڑے گی۔ کیونکہ مفتی کے رہنے کی جگہ ہے۔
 اس اشتہار سے غالب آئندہ جاڑے تک فیصلہ ہو جائے گا۔ دوسرے تیسرے جاڑے
 تک..... اول یہ کارروائی (طاعون) پنجاب میں شروع ہوئی۔ لیکن امر وہ بھی مسیح موعود کی محیط
 ہمت سے دور نہیں۔ اس لئے اس مسیح کا کافر کش دم ضرور امر وہ تک بھی پہنچے گا۔ یہی ہماری طرف
 سے دعویٰ ہے۔ مولوی احمد حسن اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد جس کو وہ قسم کے ساتھ شائع کر
 ے گا امر وہ کو طاعون سے بچا سکا اور کم سے کم تین جاڑے امن سے گذر گئے تو میں خدا تعالیٰ کی
 طرف سے نہیں پس اس سے بڑھ کر اور کیا فیصلہ ہوگا اور میں بھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں
 مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نبیوں نے وعدہ دیا ہے اور میری نسبت اور میرے زمانے کی
 نسبت تو ریت اور انجیل اور قرآن شریف میں خبر موجود ہے کہ اس وقت آسمان پر خسوف و کسوف ہوگا
 اور زمین پر طاعون پڑے گی اور میرا یہی نشان ہے کہ ہر ایک مخالف خواہ وہ امر وہ میں رہتا ہو اور خواہ
 امر تر میں اور خواہ وہی میں اور خواہ کلکتہ میں اور خواہ لاہور میں اور خواہ کوئٹہ میں اور خواہ مثالہ میں اگر وہ
 قسم کھا کر کہے گا کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون میں گرفتار ہو
 جائے گا۔ کیونکہ اس نے خدائے تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی کی اور یہ امر کچھ مولوی احمد حسن صاحب
 تک محدود نہیں بلکہ اب تو آسمان سے عام مقابلہ کاقت آ گیا اور جس قدر لوگ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں
 جیسے شیخ محمد حسین بٹالوی جو مولوی کر کے مشہور ہیں اور میر علی شاہ گلڑوی جس نے بہتوں کو خدا کی
 راہ سے روکا ہوا ہے اور عبد الجبار اور عبدالحق اور عبد الاحد غزنوی جو مولوی عبداللہ کی جماعت میں سے
 ملہم کہلاتے ہیں اور فشی الہی بخش صاحب اکا وکلف جنہوں نے میرے مخالف الہام کا دعویٰ کر کے
 مولوی عبداللہ صاحب کو سید بنا دیا ہے اور اس قدر صریح جھوٹ سے نفرت نہیں کی اور ایسا ہی نذیر
 حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے ان سب کو چاہئے کہ ایسے موقع پر اپنے الہاموں اور اپنے
 ایمان کی عزت رکھ لیں اور اپنے اپنے مقام کی نسبت اشتہار دے دیں کہ وہ طاعون سے بچایا جائے
 گا۔ اس میں مخلوق کی سر اسر بھلائی اور گورنمنٹ کی خیر خواہی ہے اور ان لوگوں کی عظمت ثابت ہوگی
 اور وہی سمجھے جائیں گے۔ ورنہ اپنے کاذب اور مفتی ہونے پر مہر لگا دیں گے اور ہم معترب انشاء
 اللہ اس بارے میں مفصل اشتہار شائع کریں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ"

(راج البلاء میں ۱۸۴۱ء، خزائن ج ۱۸ ص ۳۳۵ تا ۳۳۸)

طاعون کی پیش گوئی کا انجام

قادیان میں طاعون کا آنا، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا قادیانی کی بہت سی پیش گوئیوں کا الٹا اثر دکھانے کے بعد اس پیش گوئی پر بھی اپنے رسالے ”الہامات مرزا“ میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ میں اس موضوع پر ان کے کہے ہوئے مضامین میں سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ مولانا امرتسری فرماتے ہیں: ”اس پیش گوئی پر تو مرزا قادیانی نے اپنی صداقت کا بہت کچھ مذاکر کیا ہے۔ رسالہ دافع البلاء میں تو اس قدر زور ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کو لکارا جاتا ہے۔“ کوئی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے اپنے شہر کی بابت کہے۔ ”انہ اوہ القریۃ“ یہاں (قادیان میں) طاعون کیوں نہیں آتا؟ بلکہ جو کوئی باہر کا آدمی قادیان میں آ جاتا ہے وہ بھی اچھا ہو جاتا ہے۔ مگر خدا کی شان کیا ہی کسی نے سچ کہا ہے۔

حباب بحر کو دیکھو وہ کیسا سر اٹھاتا ہے

تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

چند روز تو مرزا قادیانی نے بہت کوشش کی کہ قادیان کے طاعون کا اظہار نہ ہو۔ مگر بکری کی ماں کب تک خیر متائے۔ آخر جب یہ امر ایسا حقیق ہو گیا کہ مرزا قادیانی کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تو ایک اعلان جلی حروف میں جاری کیا جو درج ذیل ہے۔

”اعلان..... چونکہ آج کل مرض طاعون ہر جگہ بہت زور پر ہے۔ اس لئے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برحایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کیا جائے۔ اس لئے یہ قرین مصلحت ہوا کہ دسمبر کی تعطیلات میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔ اب کی دفعہ اس اجتماع کو ملحوظ اندکوردہ بالاضرورت کے موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے ان کو اور لن کے اہل و عیال کو بچا دے۔“

اللہ اللہ! کیسی دلی زبان سے قادیان میں طاعون ہونے کا اقرار ہے۔ کس سوچ بچار سے لکھا گیا ہے کہ نسبتاً آرام ہے۔ جس سے دام افتادوں کو بالکل آرام ہی معلوم ہو مگر دانا نسبتاً کے لفظ کی نسبت کو سمجھتے ہیں اور اس کی جانچ کرنے کو سرکاری رپورٹیں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ قادیان کے اخبار البرد (جو مرزا قادیانی کا ڈائری نوٹس ہے) کے نمبر ۱۳ پر لکھا ہے کہ: ”رائے پرتاب سنگھ نے (جو قادیان میں لوگوں کو ٹیکہ لگانے آئے تھے) کہا کہ میں مرزا قادیانی سے بھی کہتا مگر انہوں نے ڈھنگ بنایا ہوا ہے۔ اس لئے میں سر دست ان کی خدمت میں کچھ نہیں کہتا۔“

میں یہاں نہ آتا مگر چونکہ متواتر رپورٹ پہنچ رہی ہے کہ (یہاں) چو ہڑوں میں طاعون ہے۔ اس لئے آنا پڑا۔“

یہ سن کر جناب مرزا قادیانی کس ناز دادا سے بعد تسلیم وجود طاعون دہلی زبان سے تاویل فرماتے ہیں: ”انہ اوی القرية“ میں قریہ کا لفظ ہے قادیان کا نام نہیں اور قریہ قیرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں۔ وہ لوگ جو آپس میں مواصلت رکھتے ہیں اس میں ہندو اور چو ہڑے داخل نہیں۔

حالانکہ (دافع البلاء ص ۱۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰) پر لکھتے ہیں: ”خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے، اب یہاں صاف ہی انکار ہے۔ خدا کی شان کہ ابھی کل ہی کا ذکر ہے کہ یوں لکھا جاتا تھا اور شور مچایا جاتا تھا کہ (تیسری بات جو اس وحی (متعلق طاعون) سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہر حال جب تک کہ طاعون دنیا میں رہے گا گوستر برس تک رہے گا) قادیان کو اس کی خوفناک جابجی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ (ہے) اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔“

مولانا امرتسری اس عبارت کو درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”مگر آج یہ بات کلی کہ قادیان کا نام ہی نہیں قادیان کے رہنے والوں سے ہم نے بغوش خود سنا کہ اگر مرزا قادیانی یہ پیشین گوئی نہ کرتا تو قادیان میں کبھی طاعون نہ آتا۔ جب سے اس نے پیش گوئی کی ہے ہم نے اسی روز سے سمجھا تھا کہ ہماری خیر نہیں۔ خدا اس کی تکذیب کرنے کو قادیان میں ضرور ہی طاعون بھیجے گا۔ سو ایسا ہی ہوا۔“

۱۶ اپریل ۱۹۰۴ء کے اخبار البدر قادیان میں مندرجہ ذیل ایک نوٹ ایڈیٹر کی طرف سے لکھا تھا۔ (وہ یہ ہے)

”قادیان، آریہ سماج کے دوسرے سالانہ جلسہ پر جو کہ ۲۳ مارچ کو ہوا۔ سنا گیا ہے کہ یوگنڈر پال صاحب نے بڑے دعوے سے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہم بذریعہ ہون کے قادیان کو (طاعون سے) پاک و صاف کریں گے۔ سو جلسہ کا ختم ہونا تھا کہ یوگنڈر پال تو کیا صاف کرتے خود طاعون نے صفائی شروع کر دی۔“

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۰۴ء کے پرچہ میں محضر شہادت کے حوالہ سے بتلایا گیا ہے کہ مارچ اپریل ۱۹۰۴ء کے دو مہینوں میں ۳۱۳ آدمی قادیان میں طاعون سے مرے ہیں۔ حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ کی ہے۔ سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے۔ تمام قصبہ ویران منساں نظر آتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری مرزا غلام احمد قادیانی کی مندرجہ ذیل عبارت (حقیقت الہی
 ص ۸۳، خزائن ج ۲ ص ۸۷) سے نقل فرماتے ہیں: ”طاعون کے دلوں میں جب کہ قادیان میں
 طاعون زور پر تھا میرا کاشریف احمد بیمار ہوا۔“ (ماخوذ از الہامات مرزا معنفہ مولانا ثناء اللہ امرتسری)
 مناظرہ کورام پور

راپور میں فشی ذوالفقار علی قادیانی ہو گئے تھے (جو مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی
 تھے) اور ان کے چچا زاد بھائی حافظ احمد علی خان شوق راپوری جماعت حقہ کے ساتھ تھے۔ دونوں
 ہی لواب راپور کے خاص ملازم تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے قول کے مطابق ان دونوں میں
 بحث و مباحثہ ہوا کرتا تھا۔ لواب حامد علی خان وائی ریاست راپور نے اس بحث و مباحثہ کا حال
 معلوم کر کے کہا کہ دونوں فریق سرکاری خرچ پر اپنے اپنے علماء کو بلائیں۔ چنانچہ ۱۵ جون
 (۱۹۰۹ء) مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی۔ اہل حق کی طرف سے حضرت مجدد امر دینی، شیخ الہند مولانا
 محمود حسن دیوبندی، حضرت مولانا حافظ محمد احمد، حضرت مولانا قحطابوی وغیرہم کو مدعو کیا گیا۔ ابوالوفا
 مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مناظرہ کیا۔ فریق ثانی کی حمایت کے لئے حکیم محمد احسن امر دینی
 قادیانی، خواجہ کمال الدین قادیانی وغیرہما راپور پہنچے تھے۔ حضرت مولانا امر دینی نے مولانا حافظ
 عبد الغنی پھلاودی کو ایک مکتوب گرامی میں اس مناظرہ کے بارے میں یوں تحریر فرمایا تھا۔

..... اس سال ایک مرتبہ دہرہ دون جانا ہوا اور پھر بھاکپور اب ریاست راپور میں فیما
 بین اہل سنت و جماعت و گروہ قادیانی مناظرہ قرار پایا ہے۔ رئیس (لواب) کی خواہش ہے میری
 مشابہت میں مناظرہ ہو، قادیانیوں نے مولوی محمد احسن امر دینی، مولوی سرور قادیانی دو چار اور کو
 منتخب کیا ہے۔ ادھر سے اول میرا نام لیا گیا ہے اور مولوی محمد اشرف علی صاحب کا (اور) مولوی
 غلیل احمد، مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری کا، نیز چندہ جون مقرر ہے۔ کل بطلب بندہ رجسٹری خط آیا
 کہ آپ بروز پنجشنبہ دس جون کورام پور آجاویں۔ امور ضروریہ آپ کے سامنے طے ہونے ہیں۔
 غالباً جمعہ کے بعد روانہ ہوں۔ میں نے مولانا محمود حسن صاحب، صاحبزادہ صاحب (مولانا حافظ
 محمد احمد) اور مولانا حبیب الرحمن صاحب کو لکھا ہے کہ (امردہ) جمعہ پڑھیں اور ایک ساتھ روانہ
 ہوں۔ غالباً سب حضرات تشریف لا دیں۔ آپ کو ضروریہ تکلیف دی جاتی ہے کہ دعا اور ہمت قلبی
 سے اعانت کریں۔ (۱۹ جمادی الاول ۱۳۲۷ھ بروز چار شنبہ مطابق ۹ جون ۱۹۰۹ء)

اپنے دوسرے مکتوب گرامی میں اس مناظرہ میں جو نمایاں کامیابی ہوئی اس کو مولانا
 حافظ عبد الغنی پھلاودی کے نام ایک مکتوب میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ!

بخدمت جامع کلمات برادر مکرم مولوی حاجی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم! بعد سلام مسنون مکلف ہے..... رامپور جانے کے بعد سہ شنبہ کے روز مناظرہ شروع ہوا۔ مسئلہ وفات مسیح کا مولوی محمد احسن قادیانی..... مرزائی نے ثبوت پیش کیا۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اہل اسلام کی طرف سے تحقیق و انزای وہ جوابات و مذاہل حکم دیئے کہ ماشاء اللہ! مجلس میں ہر خاص و عام پر محمد احسن کی مغلوبی اور مولوی ثناء اللہ کا غلبہ واضح و ثابت ہو گیا۔ اسی روز رامپور میں عام شہرت ہو گئی (کہ) قادیانی پسپا ہوئے۔ مگر وہ بے غیرت اگلے روز بھی آکر زیادہ ذلیل ہوئے۔ محمد احسن کو ناقابل مان کر خود ان کے گردہ نے دوسرا مناظرہ مقرر کیا۔ وہ بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ تیسرے روز انزای جوابات میں بہت ذلیل ہوئے۔ نواب صاحب نے فرمایا۔ یہ مسئلہ ختم ہوا اور حاضرین کو حق و ناحق معلوم ہو گیا۔ اب نبوت مرزا قادیانی کا ثبوت دیجئے۔ آمادہ نہ ہوئے اور ایک شب کی مہلت لی، شب میں یہ درخواست لکھی کہ حضور (نواب صاحب) اہل اسلام کے حامی ہیں۔ بمقابلہ حضور ہم کو مناظرہ کرنا منظور نہیں۔ نیز مناظر اہل اسلام بد زبان ہے۔ ہمارے مقتدا وسیلہ نجات (مرزا قادیانی) کی بھاری گستاخی کرتا ہے۔ لہذا ہم کو مناظرہ کرنا کسی حال میں منظور نہیں۔ معاف فرمائیے۔ یہ درخواست لکھ کر بعضے شب میں ہی روانہ ہوئے اور بعضے دن میں رانی..... والحمد للہ! (۲۸ جون ۱۹۰۹ء)

اب مناسب خیال کرتا ہوں کہ مناظرہ رامپور کی کچھ روئید اہفت روزہ اخبار دبدبہ سکندری رامپور سے پیش کیا جائے۔

دبدبہ سکندری کے دو پرچوں میں مناظرہ کا مختصر حال لکھا ہے۔ مفصل طور پر مناظرہ کی رپورٹ نہیں لکھی ہے۔ ایک پرچہ سے معلوم ہوا کہ حافظ احمد علی صاحب نے مناظرہ کی مکمل روئید دبدبہ سکندری کو بھیجے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن وہ بعض مواعظ کی وجہ سے پوری کیفیت تحریر کر کے دبدبہ سکندری کو نہ بھیج سکے۔ ممکن ہے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے رسالہ اہل حدیث میں مناظرہ کے تمام احوال و کوائف شائع کر دیئے ہوں۔ لیکن رامپور کی رضا لاہوری میں اخبار اہل حدیث کا کوئی قائل ۱۹۱۱ء سے پہلے کا نہیں ہے۔ حضرت محدث امر دہی کی ایک معرکہ لا راہ تقریر بھی مناظرہ کے دوران یا اختتام پر نواب کی موجودگی میں ہوئی تھی۔ اس کا بھی حاضرین پر بہت اثر پڑا تھا۔ مولانا عبدالوہاب خان رامپوری مرحوم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میں نے یہ تقریر سنی تھی۔ یہ مناظرہ قلعہ رامپور کے اندر ہوا تھا اور اعزازہ ہوتا ہے کہ علاوہ خواص کے شہر کے اور بھی بہت سے

تعلیم یافتہ اشخاص کو سماعت کا موقع ملا تھا۔ مناظرہ ۱۵ جون ۱۹۰۹ء کو شروع ہوا۔ اخبار دہد بہ سکندری کے پرچوں میں اس کی جو روئید اچھی ہے۔ اس کی تکمیل یہ ہے۔

”اس ہفتہ میں کئی روز حضرات علماء اسلام اور جماعت احمدیہ قادیانی میں نہایت عمدہ مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ کے محرک و مجوز جناب حافظ احمد علی خاں صاحب حنفی نقشبندی مہتمم کارخانہ جات، ذات خاص حضور اور فشی ذوالفقار علی خان صاحب سپرنٹنڈنٹ محکمہ آبکاری ریاست رامپور ہیں۔

بہت سے حضرات علماء اسلام مناظرہ میں تشریف لائے ہیں۔ جن میں سے چند حضرات کے نام نای یہ ہیں۔ (حضرت) مولانا احمد حسن امروہی حضرت مولانا غلیل احمد صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، جناب مولانا محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری، جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی، جناب مولانا محمد الدین صاحب امرتسری، جناب مولانا محمد برکات علی صاحب لدھیانوی، جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب دہلوی، جناب مولوی محمد عاشق الہی صاحب میرٹھی، جناب مولوی محمد یحییٰ صاحب کانڈھلوی، جناب حاجی محمد عبدالغفار صاحب سوداگر دہلی، جناب مولوی حکیم قیام الدین صاحب جونپوری، جناب مولوی محمد حامد رضا خاں صاحب حنفی قادری بریلوی، جناب ڈاکٹر محمد عبدالحکیم صاحب اسٹنٹ سرجن پٹیالہ، حضرت مولانا سید محمد شاہ صاحب محدث رامپوری، جناب مولوی عبدالغفار خاں صاحب حنفی نقشبندی رامپوری، جناب مولوی محمد لطف اللہ صاحب مفتی ریاست رامپور، جناب مولانا محمد فضل حق صاحب رامپوری مدرس اول مدرسہ عالیہ ریاست رامپور، جماعت قادیانی کی طرف سے یہ اشخاص آئے ہیں۔

مولوی محمد احسن امروہی، میاں سرور شاہ صاحب، فشی مبارک علی صاحب، فشی قاسم علی صاحب، فشی محمد علی صاحب، ایم۔ اے، خواجہ کمال الدین صاحب وکیل لاہور، فشی یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم قادیان، حافظ روشن علی صاحب، ڈاکٹر محمد یعقوب خاں لاہوری، شیخ رحمت اللہ سوداگر لاہور وغیرہ۔

۱۵ جون ۱۹۰۹ء حیات و ممات مسیح علیہ السلام کی بحث چلی، سب سے پہلے جماعت قادیانی کی طرف سے محمد احسن امروہی نے ایک تحریری مضمون پڑھا۔ مولانا محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ان کے چاروں استدلالوں پر نقض قائم کر دیے۔ مولوی محمد احسن کے بیان کی بے ربطی کا خود قادیانی جماعت نے اقرار کیا اور اس امر کو ان کی غیرانہ سالی کے سرمنڈھا۔

۱۶ جون ۱۹۰۹ء کو بعد معزونی محمد احسن فشی قاسم علی قادیانی نے تحریری بیان وفات مسیح

علیہ السلام پر پڑھنا شروع کیا۔ بجائے اس کے کہ مولانا محمد ثناء اللہ کے کل کے چار اعتراضات کا جواب دیا جاتا وہ ڈیڑھ گھنٹہ کی تقریر کے بعد صرف ایک اعتراض کی جانب پلٹ کر آئے۔

۱۷ جون ۱۹۰۹ء کو ناسازی طبع کی وجہ سے نواب صاحب جلسہ مناظرہ میں نہیں آئے اور ان کی قائم مقامی چیف سیکرٹری اور یونیورسٹی سیکرٹری نے کی۔ (آج) قادیانی جماعت کے مناظر سے کہا گیا کہ وہ مولانا امرتسری کے اعتراضات کا جواب دیں۔ مگر جماعت قادیانی کی جانب سے جواب دینے میں پہلو تہی کی گئی۔

۱۸ جون ۱۹۰۹ء کو مناظرہ نہیں ہوا۔

۱۹ جون ۱۹۰۹ء کو مناظرہ ہوا۔ آج بھی قادیانی مناظر وقات مسیح علیہ السلام کا کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے۔“ (اخبار دہ بدہ سکندری ۲۱ جون ۱۹۰۹ء)

”۲۰ جون کو اہل اسلام نے کہا کہ قادیانی ثبوت وقات مسیح علیہ السلام دینے سے گریز کرتے ہیں اور بار بار کے اصرار پر بھی عاجز ہیں۔ کل سے حضرات علماء اہل اسلام ابطل ثبوت مرزا قادیانی پر گھنگو کریں گے۔ اس پر خولجہ کمال الدین نے مناظرہ سے جان بچانے کے ڈھنگ لگا لے اور ہٹ دھرمی سے کام لینا چاہا۔ بہت رو و قدح کے بعد قادیانیوں سے کہا گیا کہ وفات حضرت مسیح علیہ السلام پر آپ کو جو کچھ کہنا ہو کہیں تاکہ مسئلہ کو ختم ہو۔ چنانچہ منشی قاسم علی نے تحریر مضمون پڑھنا شروع کیا اور اہل اسلام کی طرف سے جو قطع ان پر وارد ہوئے تھے بعض کا جواب دیا۔ قادیانیوں کی تحریر کے ختم پر جناب مولانا ثناء اللہ صاحب کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر میں انہوں نے فریق مخالف کے تمام دلائل کو تار و عنکبوت کی طرح توڑ دیا۔ اسی دن قادیانیوں نے یہ لکھا کہ ہم مناظرہ کرنا نہیں چاہتے۔“ الحق یعلوا ولا یعلیٰ

اللہ تعالیٰ نے دین حق کی نصرت فرمائی اور قادیانی غائب و خاسر ۳۰ جون کی شب اور ۳۱ جون کو یہاں سے چلے گئے۔ جناب مولانا قیام الدین صاحب بخت جو پوری نے کیا خوب تاریخ کہی۔

قادیانی بچے احقاق حق
احمدی کہتے ہیں اپنے کو وہ لوگ
بخت نے لکھی یہ بھی تاریخ
رام پور آئے مگر کھائی شکست
لیکن این نسبت آنہا غلط است
احمدیوں کو ہوئی فاش شکست

(اخبار دہ بدہ سکندری ۲۸ جون ۱۹۰۹ء)

اخبار دہ بدہ سکندری ۲۲ جون ۱۹۰۹ء کو ایک تحریر ”فیصلہ حضرات علماء کرام اہل اسلام

دوبارہ مسئلہ حیات و ممات حضرت مسیح علیہ السلام کے عنوان سے چھپی ہے۔ جس کے آخر میں علماء امر دہہ، مراد آباد، رامپور، بسولی، دیوبند، سہارنپور، کاندھلہ، میرٹھ، دہلی، امرتسر، سیالکوٹ، جونپور کے علماء کے دستخط ہیں۔ ذیل میں فیصلہ کی تحریر اور دستخط کنندگان کے نام لکھے جاتے ہیں۔

۱۵، ۱۶ جون ۱۹۰۹ء کو مباحثہ

بموجودگی نواب صاحب رامپور یہ مباحثہ مجمع عام میں ہم لوگوں کے سامنے تواریخ مذکورہ میں ہوا۔ جماعت اہل اسلام کی طرف سے جناب مولانا مولوی ابوالوفاء محمد ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسر مناظر مقرر ہوئے۔ (پہلے دن جماعت قادیانی کے مولوی محمد احسن صاحب نے ایک تحریر پڑھی جس پر اعتراضات ہوئے) مگر دوسرے تیسرے روز جماعت قادیانی کی طرف سے مفتی قاسم علی صاحب دہلوی نے تحریر پڑھی۔ وفات مسیح علیہ السلام کے متعلق جتنے دلائل قادیانی جماعت کی طرف سے پیش ہوئے۔ اسلامی مناظر نے ایک ایک کا جواب بڑی خوبی سے دیا۔ نمایاں طور پر حیات مسیح علیہ السلام کو ثابت کر دیا۔ فجزاہ اللہ عنا و سائر المسلمین خیراً!

اس بحث سے شکستہ خاطر ہو کر قادیانیوں کو دوسرے مسئلہ (نبوت مرزا قادیانی) پر ہاوجود قرار دوا دوسرہ بحث کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لہذا دوسرا مسئلہ پیش کئے بغیر خود بخود چلے گئے۔ ”فللہ الحمد علی ذالک صدق اللہ العلی العظیم جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقاً“ (مولوی) محمد عبدالغفار رامپوری، (مولوی) محمد لطف اللہ، (ابن مفتی سعد اللہ رامپوری)، (مولوی) محمد اعجاز حسین وکیل رامپوری، (مولوی) محمد فضل اللہ رامپوری، (مولوی) محمد بشیر احمد مدرس اول مدرسہ الوار العلوم رامپور، (مولوی) محمد اسلم، (مولوی) فضل حق رامپوری مدرس اول مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) افضال الحق رامپوری، (مولوی) محمد نبی رامپوری، (مولوی) مرتضیٰ حسن چاند پوری مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند، (مولوی) ابراہیم سیالکوٹی، (مولانا) محمود حسن مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند، (مولانا) عبدالرحمن مدرس اول مدرسہ شاعی مراد آباد، (مولوی) محمود حسن سہوانی مدرس دوم مدرسہ شاعی مراد آباد، (مولانا) محمد اشرف علی تھانوی، (مولانا) احمد حسن امر دہی، مدرس اول مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امر دہہ، (مولوی) محمد امین مدرس مدرسہ جامعہ مسجد امر دہہ، (مولوی) رضا حسن مدرس مدرسہ امر دہہ،

۱۔ دبدبہ سکندری میں بجائے محمود حسن کے محمد میاں لکھا گیا ہے جو غالباً نامہ نگار کی عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

(مولوی) عبدالرؤف امروہی (ابن مولانا سید راست علی)، (مولوی) محمد شفیق احمد امروہی، (مولوی) محمد معظم حسین امروہی، (مولوی) محمد سلیم سکندر پوری مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) سید محمد شاہ محدث رامپوری، (مولوی) سید حامد شاہ رامپوری، (مولوی) محمد منور علی (محدث) رامپوری مدرس درجہ حدیث مدرسہ عالیہ رامپوری، (مولوی) محمد طیب عرب، (مولوی) محمد قیام الدین جونپوری، (مولانا) محمد سہول بھاگلپوری مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند، (مولوی) محمد ابراہیم دہلوی، (مولوی) محمد قدرت اللہ مدرس مدرسہ شاہی مراد آباد، (مولانا) خلیل احمد (محدث) سہارنپوری مدرس اقل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، (مولوی) محمد عاشق الہی میرٹھی، (مولوی) محمد یحییٰ مدرس دوم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (والد شیخ الحدیث)، (مولوی) محمد اسماعیل انصاری امروہی، (مولوی) سید بدراکمن امروہی، (مولوی) سردار احمد امروہی، (مولانا) محمد خلیل اللہ محدث مقیم رام پور، (مولوی) احمد امین مدرس دوم مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) احمد نور مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) غلام رسول مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) صاحبزادہ محمد الطاف المعروف میانجا نفاں رامپوری، (مولوی) معزز اللہ خاں مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) محمد یوسف مقیم رامپور، غلام رحمانی مقیم رامپور، (مولوی) سید سجاد علی بسولوی مقیم رامپوری، (مولوی) وزیر خان مدرس مدرسہ عالیہ رامپور، (مولوی) محمد فضل کریم مقیم رامپور، (مولوی) دیانت حسین مقیم رامپور، (مولوی حافظ) عبدالغفار دہلوی، (مولانا حافظ) نور الدین احمد دہلوی۔

نواب رامپور نے اس مناظرہ کا جو فیصلہ دیا ہے اس کو مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے صحیفہ محبوبیہ اور الہامات مرزا کے آخر میں درج کیا ہے۔ ذیل میں اس کو بھی نقل کیا جاتا ہے۔

”رامپور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفاء محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔ مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہیدی اسے بدلائل ثابت کیا۔ ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔“

فتنہ قادیانیت اور حضرت مولگیریؒ کی خدمات جلیلہ
از: امیر شریعت بہار داڑیہ حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی مدظلہ، مولگیر
فرق باطلہ میں قادیانی فرقہ بڑی تیزی سے ابھرا، بڑھا اور مسلمانوں میں پھیلتا چلا

گیا۔ اس سے جاہل عوام اور ناخواندہ مسلمان بھی متاثر نہ ہوئے۔ تعلیم یافتہ بھی ان کے حلقہ بگوش ہوئے۔ قادیانی فرقہ نے جس زمانے میں اپنی تحریک و دعوت کا آغاز کیا یہ وہ زمانہ تھا کہ متحدہ ہندوستان کے مسلمان مختلف گروہوں، ٹولیوں میں منقسم تھے۔ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تردید میں سرگرم اور کمر بستہ تھا۔ مذہبی مناظروں اور مباحثوں کا بازار گرم تھا۔ جس کے نتیجے میں اکثر مار پیٹ، قتل و خون اور عدالتی چارہ جویوں کی نوبت آئی۔ گویا سارے ہندوستان میں مذہبی خانہ جنگی قائم تھی۔ اس صورتحال سے علماء کے وقار اور دین کے احترام کو بڑا نقصان پہنچا تھا۔

نیز سارے مسلمان اختلافی باتوں کے سننے پڑھنے اور سمجھنے کے عادی ہو چکے تھے اور انہیں اس میں بڑا لطف آتا تھا۔ یہ تو دینی حالات کا ایک اجمالی خاکہ ہے جس میں اس وقت کے ہندوستانی مسلمان مبتلا تھے۔ سیاسی لحاظ سے مسلمان شکست خوردگی سے چور تھے، حکومت برطانیہ کے قدم ہندوستان میں جم چکے تھے اور ۱۸۵۷ء میں آزادی کی جدوجہد میں ناکامی کے بعد مسلمان تنگ دل اور کم ہمت ہو چکے تھے۔ ان کے سامنے ماحول تاریک تھا اور راستے مسدود، مسلمانوں کے احساس شکست خوردگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی مذہبی لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے درمیان آئے۔ ”براہین احمدیہ“ نامی کتاب پانچ جلدوں میں لکھ کر کافی نام پیدا کیا۔ شہرت بڑھی اور عوام سے لے کر خواص تک میں ان کا خاصہ تعارف ہوا۔ جب کہ آنجنابی مرزا قادیانی خود تحریر فرماتے ہیں۔ ”یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی نہیں جانتا تھا، نہ کوئی موافق تھا نہ کوئی مخالف۔ کیونکہ میں اس زمانے میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک ”احد من الناس“ اور زاویہ کمنامی میں پوشیدہ تھا۔ اس قصبہ قادیان کے لوگ اور دوسرے ہزار ہا لوگ جانتے ہیں کہ اس زمانے میں درحقیقت میں اس مردے کی طرح تھا جو قبر میں صد ہا سال سے مدفون ہوا اور کوئی نہ جانتا ہو کہ یہ کس کی قبر ہے۔“ (تہذیب حقیقت الوحی ص ۲۸، ۲۷، خزائن ج ۲۲ ص ۳۶۰)

۱۸۸۸ء میں مرزا قادیانی نے ہوشیار پور میں ایک آریہ سماج سے مناظرہ کیا۔ اس مناظرہ کے متعلق ایک کتاب لکھی جس کا نام ”سرمہ چشم آریہ“ ہے۔ اس کتاب سے مرزا قادیانی کی شخصیت اور نمایاں ہوئی۔ مرزا قادیانی نے محسوس کیا کہ ان میں اپنے ماحول کو متاثر کرنے اور ایک دینی تحریک کے چلانے کی اچھی صلاحیت ہے۔ چنانچہ اس احساس نے ان کے ذہن میں ایک نئی تبدیلی پیدا کی اور اب ان کا رخ عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے ہٹ کر خود مسلمانوں کی طرف ہوا۔

تدریجی ارتقاء

مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے (۱۸۹۰ء تک) مجدد مامور ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر بمشورہ حکیم نور الدین ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے دعویٰ کی حمایت میں فتح اسلام نامی کتاب لکھی۔ ۱۹۰۰ء کی بات ہے کہ قادیان (ضلع گورداسپور پنجاب) کی مسجد کے امام عبدالکریم صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں آنجنابی مرزا قادیانی کا نام لیا اور ان کے لئے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے۔ خطبہ میں ان باتوں کو سن کر مولوی محمد احسن امر وہی بیچ و تاب کھانے لگے۔ دوسرے جمعہ میں پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے مرزا قادیانی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کو خدا کا رسول اور نبی مانتا ہوں۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو میری اصلاح فرمادیں۔ نماز کے بعد جب مرزا قادیانی جانے لگے تو پھر مولوی عبدالکریم صاحب نے مخاطب کیا تو اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے کہا: ”مولوی صاحب ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا۔“ مولوی عبدالکریم اور مولوی محمد احسن صاحب میں اس موضوع پر باتیں تیز ہونے لگیں۔ مرزا قادیانی گھر سے باہر آئے اور غلام نے یہ آیت پڑھی: ”یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (القرآن)“ جس میں آواز اونچی کرنے والوں کو ہدایت بھی ہے اور اپنے نبی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ مرزا قادیانی متعدد مراحل طے کرنے کے بعد نبوت تک پہنچے۔ اس دعوے کے بعد کوئی مسلمان خاموش ہو کر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور اقدس محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور شریعت قیامت تک کے لئے ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہے۔ نہ اس میں کمی کی ضرورت ہے اور نہ ہی زیادتی کی گنجائش ہے۔ اگر مرزا قادیانی کی کتابوں کو پڑھا جائے اور ان کی عیاری کو مرتب کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آنجنابی مرزا قادیانی ایک متوازی نبوت اور متوازی امت قائم کرنا چاہتے ہیں جو نبوت کی طرح حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے کم نہیں اور جو امت کدامت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے کم تر نہیں بلکہ فائق ہی ہے۔

اس دعویٰ کے بعد علمائے اسلام پر ان کی بدعتی اور اسلام کے خلاف ان کی سازش کھل کر سامنے آئی۔ چنانچہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی مقیم امرتسر مرزا قادیانی کی مخالفت میں برابر سرگرم رہے اور اشتہارات کے ذریعہ مرزا قادیانی کے فاسد خیالات کی دجھیاں بکھیرتے رہے اور وہ مہلہ کے لئے تیار ہوئے جسے مرزا قادیانی نے منظور کیا۔ اس وقت جو اشتہار شائع ہوا اس کا مضمون یہ تھا۔

اطلاع عام برائے اہل اسلام

از: مولوی صوفی عبدالحق غزنوی مہابلی مرزا

اس میں کچھ شک نہیں کہ میں مرزا قادیانی کے مہبلہ کادمت سے پیاسا ہوں اور تین برس سے اس سے یہی درخواست ہے کہ اپنی کفریات پر جو تو نے اپنی کتابوں میں شائع کئے ہیں۔ مجھ سے مہبلہ کر..... لہذا میں نے یہ خط مسطور الذیل بتاریخ ۷ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ ارسال کیا کہ ہم کو آپ سے مہبلہ بدل و جان منظور ہے۔ مگر تاریخ تبدیل کر دو۔ مرزا قادیانی نے اس کے جواب میں ۷ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ میں خط لکھا کہ میں مہابلی کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۱۰ھ کو امرتسر کی عید گاہ میں دونوں صاحبوں کا مہبلہ ہوا اور دونوں فریق اہل ایمان سے واپس آ گئے۔ لیکن مرزا قادیانی اپنے مہابلی مولوی عبدالحق غزنوی کی موجودگی میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو فوت ہو گئے اور الحمد للہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی مرزا قادیانی کی وفات کے بعد بھی کئی برس زندہ رہے۔

مولانا محمد نذیر حسین دہلوی کا مناظرہ

مولانا سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد رشید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شروع ہی سے مرزا قادیانی کی شدت سے مخالفت کر رہے تھے۔ مرزا قادیانی نے خود ان کے بجائے ان کے استاذ سے مناظرہ کرنا پسند کیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے ایک اشتہار نکالا اور اس میں مناظرہ کی دعوت دی جس میں لکھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب سمجھتے ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہوں اور قرآن کریم اور احادیث مجھ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں کہ میرے ساتھ پابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء ہلا تفاق بحث کر لیں۔ اگر انہوں نے بقول شرائط اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کے لئے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچھ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کر لیا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب نے مناظرہ کو قبول کیا۔ میاں صاحب کے شکلم مولوی بشیر احمد صاحب تھے۔ انہوں نے پہلے دن حیات مسیح پر پانچ دلائل حاضرین مجلس کو سنائے اور پھر اس پر دستخط کر کے مرزا قادیانی کو دیے۔ مرزا قادیانی نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے عذر کیا۔ دوسرے دن بھی جواب نہ پیش کر سکے اور اس طرح مناظرہ سے شکست کھا کر واپس ہو گئے۔

(حوالہ رسالہ الحق الصریح ص ۲)

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فاضل دیوبند

مرزا قادیانی کی مخالفت و پنجاب میں کل کر مولانا ثناء اللہ صاحب کرتے رہتے تھے۔ اس لئے مرزا غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو قادیان آنے اور ٹھٹھکو کرنے کی دعوت دی۔ دعوت نامہ میں وہ لکھتے ہیں: ”مولوی ثناء اللہ اگرچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیشین گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیشین گوئی کے لئے ایک ایک سو روپے انعام دیا جائے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ۔“ (اچاز احمدی ص ۱۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۷، ۱۸)

آگے پھر وہ لکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ: ”مولوی ثناء اللہ کے ذریعے سے عنقریب تین نشانیاں میرے ظاہر ہوں گی۔“

۱..... وہ قادیان میں تمام پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیشین گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

۲..... اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب، صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تران کی رو سیاہی ثابت ہو جائے گی۔ (اچاز احمدی ص ۳۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸)

مولانا ثناء اللہ صاحب ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچے اور مرزا قادیانی کو اطلاعی خط لکھا کہ خاکسار قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ مگر مرزا قادیانی ٹال مٹول کرتے رہے اور بیجا شرطیں لگاتے رہے۔ اس لئے دونوں حضرات میں مباحثہ نہ ہو سکا۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مرزا قادیانی سے تقریری مقابلہ بھی کیا اور تحریری بھی۔ مختلف کتابوں، رسائل اور اشتہارات کے ذریعہ ان کی کذب بیانی اور دروغ بانی اور افتراء پردازی کی دھجیاں نکھیرتے رہے اور اپنے لطائف سے مرزا قادیانی کو ذلیل و خوار کرتے رہے۔ بلا آخر عاجز آ کر مرزا قادیانی مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو یہ خط لکھتے ہیں کہ: ”اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرتا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین! مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر بہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے۔“

اس لئے اب میں تیری ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں پہنچتی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔ یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو جھٹلا کر۔ اے میرے پیارے مالک ایسا ہی کر۔“

پھر مرزا قادیانی اعلان کرتے ہیں کہ: ”ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔“

(حوالہ اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸، ۵۷۹)

اللہ تعالیٰ نے مرزا قادیانی کے کذب و افتراء کو دنیا پر آشکارا فرمایا اور مرزا غلام احمد قادیانی ۲۹ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت کر گئے اور محمد اللہ مولا ثناء اللہ صاحب ہر طرح صحت و عافیت سے بہت دن زندہ رہے۔

حضرت مولانا محمد علی موٹگیری اور فتنہ قادیانی

جب فتنہ قادیانیت پنجاب سے نکل کر دوسری جگہوں پر پھیلا تو علمائے حق بے چین ہو گئے۔ ان کا آرام حرام ہو گیا اور ان کی راتوں کی نیند اڑ گئی۔ اسی گروہ کے سرخیل مجدد علم و عرفان حضرت مولانا سید محمد علی موٹگیریؒ بھی ہیں۔ جن کو اس فتنہ کا انتشار شدید احساس ہوا کہ تہجد کے وقت بھی فتنہ قادیانیت سے متعلق رسائل تصنیف کرتے کتابیں لکھتے اور اس کی اشاعت کا انتظام کرتے۔ حضرت مولانا موٹگیریؒ کے اضطراب کو اس خط میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ”قادیانی کی سعی اور کوشش اس قدر انتھک اور منظم ہے کہ جس کو دیکھ کر ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے کہ الہی یہ کیا طوفان کفر اور سیلاب ارتداد ہے۔ اس کو رد کرنے کی کیا صورت ہو، ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں جہاں ان کے لوگ تبلیغ نہ کرتے ہوں اور ہندوستان کے علاوہ یورپ، انگلستان، جرمنی، امریکہ اور جاپان میں بڑے زوروں اور نہایت نظم سے اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں۔ ان کے پاس کوئی بینک نہیں، کوئی ریاست نہیں، صرف ایک بات ہے کہ مرزا قادیانی نے کہہ دیا ہے کہ ہر مرید حسب استطاعت ماہانہ مذہب کی اشاعت کے لئے کچھ دے اور جو تین ماہ تک کچھ نہیں دے گا وہ بیعت سے خارج ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیت المال میں لاکھوں روپے جمع ہو گئے اور ان کا ہر مرید اپنی آمدنی کا کم از کم دسواں حصہ اور بعض تو تہائی اور چوتھائی حصہ قادیان بھیجتے رہتے ہیں۔ جس سے وہ خاطر خواہ اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں۔“

(کنالات محمدیہ ص ۲۷)

حضرت موٹگیریؒ نے یہ محسوس کیا کہ اگر پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کا مقابلہ نہ کیا گیا تو

اس سے بڑے افسوسناک نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں۔ یہی وہ موڑ تھا جہاں حضرت مونگیرؒ اپنی ساری صلاحیتوں کے ساتھ میدان میں اتر آئے اور اپنا سارا وقت اور ساری قوت اس کے لئے وقف کر دی۔ اپنے تمام مریدین و مسترشدین رفقاء اور اہل تعلق کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین کی اور صاف صاف کہا کہ جو اس معاملہ میں میرا ساتھ نہ دے گا میں اس سے ناخوش ہوں۔ (کلمات محمدیہ ص ۴۳)

بہار میں قادیانیوں نے چار ضلعوں میں بہت کامیابی حاصل کی تھی۔ خاص طور پر مونگیر اور بھاگلپور کے متعلق یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ یہ دونوں ضلع قادیانی ہو جائیں گے۔ بھاگلپور میں آنجنابی مولوی عبدالماجد صاحب پورینی، بھاگلپور (جو ایک جید عالم اور اچھے مدرس تھے، منطق اور فلسفہ میں بڑی دستگاہ حاصل تھی اور انہوں نے شرح تہذیب پر حاشیہ لکھ کر فن منطق سے اپنی مناسبت کا پورا ثبوت پیش کیا اور ان کا حاشیہ آج بھی کتب خانہ رحمانیہ خانقاہ مونگیر میں موجود ہے) قادیانی ہو چکے تھے اور اپنی پوری صلاحیت اس باطل مذہب کی اشاعت و تبلیغ میں صرف کر رہے تھے۔ مونگیر کا تو کہنا ہی کیا، مونگیر میں آنجنابی مرزا قادیانی کے خاص سہمی اور مرزا بشیر محمود آنجنابی کے خسر مولوی حکیم غلیل احمد صاحب آنجنابی تشریف فرما تھے اور خدا کی دی ہوئی ذکات اور طلاقت لسانی کو مرزا قادیانی کے نو زائدہ مذہب کی حمایت میں شب و روز صرف کر رہے تھے۔ ان دو حضرات نے بھاگلپور اور مونگیر کی فضا کو بہت زیادہ مسموم کر رکھا تھا اور اس کا خطرہ تھا کہ ان دونوں جگہوں پر رہنے والے مسلمان رفتہ رفتہ قادیانی مذہب اختیار کر لیں گے۔ پٹنہ اور ہزاری باغ میں قادیانی تحریک زوروں پر پھیل رہی تھی۔ حضرت مولانا مونگیریؒ نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے کہ بہار کے علاوہ بنگال میں بھی اس نے مہم شروع کر دی ہے۔

حضرت مولانا مونگیریؒ نے قادیانیت کے خلاف باقاعدہ اور منظم طریقے پر زبردست مہم شروع کی۔ اس کے لئے دورے کئے خطوط لکھے، رسائل اور کتابیں تصنیف کیں۔ دہلی اور کانپور سے کتابیں طبع کرا کے مونگیر لانے اور اشاعت فرمانے میں خاصہ وقت صرف ہوتا تھا اور حالات کا تقاضا یہ تھا کہ اس میں ذرا بھی تاخیر نہ ہو اس لئے مولانا نے خانقاہ میں پریس اسی مقصد کے لئے قائم کیا۔ اس پریس سے سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں رو قادیانیت پر شائع ہوئیں جو سب مولانا کے قلم سے ہیں۔ اس قدر ضعف اور سلسلہ علالت کے ساتھ اتنا واقع عظیم تصنیفی کام بجائے خود ایک کرامت سے کم نہیں اور جس کی توجیہ تائید الہی و توفیق خداوندی کے سوا کسی اور چیز سے نہیں کی جاسکتی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے اس کام پر مامور تھے۔ ہر چیز میں خدا کا فضل ان کے شامل حال تھا۔

حضرت موقتیری نے اپنے ایک معتمد اور خادم خاص کو ایک خط میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میرا ضعف و ناتوانی اے عزیز تم اور اس کے سب بھائیوں پر ظاہر ہے کہ میں مدت سے بیکار ہو چکا ہوں اور میرے ظاہری قویٰ نے جواب دے دیا ہے۔ مگر خدائی ارشاد ”انما ننحنى لنسأ الذکر وانالہ لحافظون“ نے اپنی غیر محدود قدرت کو ایک ضعیف و ناتواں ہستی میں جلوہ گر فرما کر وہ کام لیا جس کا خیال و خطرہ بھی نہ تھا۔ اس قدر رسائل اور ضعف و ناتوانی میں لکھوا دینا اسی کا کام ہے۔ (کلمات محمدیہ)

حضرت مولانا محمد علی موقتیریؒ نے قادیانیت کی تردید میں سو سے زیادہ کتابیں اور رسائل تصنیف کئے جس میں سے صرف چالیس کتابیں ان کے نام سے طبع ہوئیں اور بقیہ دوسرے ناموں سے یا ابوالاحمد کے نام سے جو حضرت کی کنیت تھی۔ حضرت مولانا نے فقہ قادیانیت کے ہر گوشہ اور ہر پہلو پر گفتگو کی اور رسائل لکھے اور اس باطل مذہب کے رو میں لکھنے کے لئے کوئی چیز نہ چھوڑی۔ انہوں نے قادیانیت کی بے کفی کی اور اس کے استیصال کو وقت کا اہم ترین جہاد قرار دیا ہے۔ حضرت موقتیریؒ کتاب پر کتاب تردید میں لکھتے جاتے اور لوگوں میں مفت تقسیم کرتے اور مناسب جگہوں پر پہنچاتے۔ اس راہ میں ہزاروں روپے صرف کئے۔ اس مہم میں اپنے دوستوں، عزیزوں اور عقیدہ مندوں کو بھی حمید اور منظم ہو کر مقابلہ کرنے کی ہدایت کرتے۔ حضرت موقتیریؒ اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں: ”میں چاہتا ہوں کہ مخالفین اسلام کی بے انتہاء سعی اور کوشش کا جواب دیا جائے۔ بالخصوص مرزائی جماعت کا فقہ رفع کرنے میں جو کچھ ہو سکے اس سے دریغ نہ کیا جائے اور نہایت انتظام کے ساتھ یہ سلسلہ میرے بعد جاری رہے۔ اس لئے رائے یہ ہے کہ ایک انجمن قائم کی جائے۔ جس کا نظم تم لوگ اپنے ہاتھ میں لو اور اس کے لئے ہر وہ شخص جو مجھ سے ربط و تعلق رکھتا ہے وہ اس میں حسب حیثیت التزام کے ساتھ ماہانہ شرکت کرے۔ ورنہ جو شخص میرے اس دینی اور ضروری ہدایت کی طرف متوجہ نہ ہوگا میں اس سے ناخوش ہوں اور وہ خود یہ سمجھ لے کہ اس کو مجھ سے کیا تعلق باقی رہا۔“ (کلمات رحمانی ص ۲۷۶)

حضرت موقتیریؒ کو فقہ قادیانی کا شدید احساس تھا اور اس کے مقابلہ کا ان کو اس قدر اہتمام تھا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے: ”تاکھو اور اس قدر طبع کراؤ اور تقسیم کرو کہ ہر مسلمان جب صبح کو سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے دو قادیانی کی کتاب پائے۔ حضرت موقتیریؒ نے تصنیف و تالیف ہی کے ذریعہ قادیانی کی تردید پر استغناء کیا بلکہ مناظرہ بھی کیے موقتیر کے مناظرہ سے قادیانیت کی تحریک پر ضرب کاری لگی جس سے اس کے قدم اکڑ گئے اور ملت اسلامیہ کو اس سے بڑا فائدہ پہنچا۔“

یہ مناظرہ ۱۹۰۶ء میں ہوا جس میں تقریباً چالیس علماء شریک ہوئے۔ مرزا قادیانی کی طرف سے حکیم نور الدین وغیرہ آئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ مرزا قادیانی کے نمائندے حکیم نور الدین صاحب، سرور شاہ صاحب اور روشن علی صاحب مرزا قادیانی کی تحریر لے کر آئے کہ ان کی شکست میری شکست ہے۔ ان کی فتح میری فتح، اس طرف سے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبدالوہاب بہاری، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی (تقریباً چالیس علماء) بلائے گئے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ عجیب منظر تھا۔ صوبہ بہار کے اصلاخ کے لوگ قماشانی بن کر آئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ خانقاہ میں علماء کی ایک بڑی بارات ٹھہری ہوئی ہے۔ کتابیں اٹنی جا رہی ہیں۔ حوالے تلاش کئے جا رہے ہیں اور بحثیں چل رہی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ مولانا محمد علی کی طرف سے مناظرہ کا وکیل اور نمائندہ کون ہو؟ قرعہ فال مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے نام پڑا۔ آپ نے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کو تحریر اپنا نمائندہ بنایا، علماء کی یہ جماعت میدان مناظرہ میں مگنی وقت مقرر تھا۔ اس طرف مولانا مرتضیٰ حسن صاحب اسٹیج پر تقریر کے لئے آئے اور اس طرف آپ سجدہ میں گر گئے اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک کہ فتح کی خبر نہ آ گئی۔ بڑوں کا کہنا ہے کہ میدان مناظرہ کا منظر عجیب تھا۔ مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی ایک ہی تقریر کے بعد جب قادیانیوں سے جواب کا مطالبہ کیا گیا تو مرزا قادیانی کے نمائندے جواب دینے کے بجائے احتجاجی بدحواسی اور گھبراہٹ میں کرسیاں اپنے سر پر لئے ہوئے یہ کہتے بھاگے کہ ہم جواب نہیں دے سکتے۔

فیصلہ آسمانی

مولانا کی سب سے پہلی تصنیف فیصلہ آسمانی ثابت ہوئی۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔ اس کے تین ایڈیشن مولانا کی زندگی میں ہی شائع ہو گئے۔ لیکن کسی قادیانی کو اس کا جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ مولانا کی وفات کے بعد بھی کسی قادیانی نے اس کا جواب دینے کی جرأت نہ کی۔ قادیانیت کے خلاف سارے لٹریچر میں جواب تک لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب ایک خاص امتیاز رکھتی ہے اور اپنے محکم طرز استدلال، اسلوب کی وضاحت اور صفائی و صحت و طاقتور گردنت کے اعتبار سے بہت کم کتابیں اس معیار پر پوری اترتی ہیں۔ اس راہ کے شیبہ و فراز کو دیکھتے ہوئے اور اس کے ایک بڑے مصرعے کے رائے یہ ہے کہ قادیانیت کی رو میں لکھی ہوئی اکثر کتابوں میں بعض بعض جگہ احتمال کی گنجائش نکل آتی ہے۔ لیکن اس کتاب میں کسی جگہ احتمال کی گنجائش یا استدلال میں کوئی خالی اور کمزوری نظر نہیں آتی۔

مرزا قادیانی نے اپنے کمال و اعجاز کے لئے ”اعجاز احمدی“ لکھی یا لکھوائی تھی اور اس کا دعویٰ کیا تھا کہ اس رسالہ اور قصیدہ اعجازیہ کی ادبی بلاغت اور فنی کمال کی نظیر کوئی دوسرا پیش نہیں کر سکتا۔ مولانا نے اس قصیدہ کا بہت پر لطف قصہ بیان کیا ہے اور اس سارے جال کا تار و پود بکھیر دیا ہے جو مرزا قادیانی نے علماء اور عام مسلمین دونوں کو بیک وقت فریب دینے کے لئے پھیلایا تھا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ اس جال میں خود ہی گرفتار ہو گئے اور تدبیر ان کے لئے الٹی پڑ گئی۔

مرزا قادیانی نے ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں یہ اعلان کیا تھا۔ ”۳۷ میرے مولیٰ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں تو ان تین سالوں کے اندر جو جو جوری ۱۹۰۰ء سے آخر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے ہلا تر ہو۔ اگر تین برس کے اندر میری تائید اور تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلاوے تو میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں۔ جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔“ مولانا لکھتے ہیں کہ ”اس دعا کے بعد مرزا قادیانی تین برس اسی فکر و تجویز میں رہے کہ کوئی نشان تراش کر مسلمانوں کو دکھایا جائے۔ میرے خیال میں انہوں نے یہ تدبیر سوچی کہ ہندوستان میں عربی ادب کا مذاق نہیں ہے۔ اس لئے ایک عربی قصیدہ لکھوا کر اور اس کی تمہید اردو میں لکھ کر رسالہ شائع کر کے اعجاز کا دعویٰ کیا جائے۔ اس زمانہ میں ایک عرب طرابلس کے رہنے والے ہندوستان میں آئے ہوئے تھے۔ جا بجا وہ پھرتے رہے اور حیدر آباد میں ان کا قیام زیادہ رہا ہے۔ یہ عربی کے شاعر تھے اور مزاج میں آزاد و بھی شاعروں کی سی رکھتے تھے۔ اس شہر میں مرزائی زیادہ ہیں۔ انہوں نے مرزا قادیانی سے ربط کرادیا اور خط و کتابت ہونے لگی۔ انہوں نے قصیدہ کی فرمائش کی، عرب صاحب نے روپیہ لے کر قصیدہ لکھ دیا۔ مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری مفتی دارالعلوم دیوبند کہتے ہیں کہ حیدر آباد میں، میں نے ان سے ادب کی کتابیں پڑھی ہیں۔ بڑے ادیب تھے۔ کہتے تھے کہ مجھے روپیہ کی ضرورت پیش آئی تھی۔ میں نے مرزا قادیانی کو لکھا اس نے قصیدہ لکھوایا۔ میں نے لکھ دیا اس نے مجھے روپے دیئے۔“

(فیصلہ آسانی ص ۵۹)

اس شخص نے جان بوجھ کر کچھ ایسی غلطیاں بھی قصیدہ میں شامل کر دی تھیں جو اہل زبان سے مستبعد ہیں۔ اس کے متعلق مولانا لکھتے ہیں: ”سعید (شاعر کا نام) مرزا قادیانی کو جھوٹا جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ عربی ادب سے مرزا کو مس نہیں ہے۔ اس لئے اس نے قصداً غلطیاں رکھیں تاکہ اہل علم اس سے واقف ہو کر اس کی تکذیب کریں۔ چونکہ عرصہ تک ہند میں رہا ہے اور

بعض علوم عقلیہ اس نے یہاں پڑھے ہیں۔ اس لئے وہ ہندی محاورات سے بھی واقف تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی کو فریب دیا اور بعض ہندی الفاظ بھی قصیدہ میں داخل کر دیئے۔ الحاصل یہ قصیدہ مرزا قادیانی کا اعجاز نہیں ہے۔ اگر اعجاز کہا جائے تو سعید شامی کا اعجاز ہوگا۔“ (ایضاً)

حضرت موگییریؒ کی اس سعی عظیم اور آہ عمر گامی نے بہار کا بالخصوص نقشہ پلٹا اور پھر سے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

فتنہ قادیان اور علمائے دیوبند

فتنہ قادیانیت کے استیصال کے سلسلے میں علمائے دیوبند کی خدمات اور کوششیں بھی نہایت اہم اور ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند جو راقم الحروف کے استاذ بھی ہیں نے اس سلسلہ میں دورے کئے۔ تقریریں کیں اور مناظرے بھی کئے اور موگییر کے مناظرہ میں مولانا مرحوم ہی حضرت موگییریؒ کے وکیل اور نمائندہ تھے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ نے رواق قادیانیت پر متعدد رسائل بھی تصنیف کئے جو مطبع رحمانی موگییر اور دوسرے مطابع سے شائع ہوئے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے اس فتنہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور بہادل پور کے مقدمہ میں جا کر شہادت دی اور اپنے علمی و تحقیقی بیان سے جوں کو قادیانی کے خلاف فیصلہ کئے پر مجبور کر دیا۔ اس مقدمہ میں شہادت دینے والوں میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب بھی شامل تھے۔ پھر حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے حیات مسکا پر ایک نہایت قیمتی بیالیس صفحہ کا رسالہ لکھ کر مرزا قادیانی کے دعویٰ مسک موعود کے سامنے لوہے کی دیوار کھڑی کر دی۔ حضرت شاہ صاحب کا یہ رسالہ ”القصرت بما تو اترت فی نزول المسح“ دارالاشاعت دیوبند سے شائع ہوا ہے۔ اسی طرح حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب اور دوسرے علمائے دیوبند نے اس طرف اپنی توجہ مبذول کی اور قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اور پھر اس عاجز کے استاذ المحترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ نے مسئلہ ختم نبوت پر تین رسائل لکھ کر انکار ختم نبوت کے فتنہ کو علمی طور پر قیامت تک کے لئے دفن کر دیا۔

ختم نبوت فی القرآن، ختم نبوت فی الاحادیث، ختم نبوت فی الآثار، یہ تینوں رسالے مسئلہ ختم نبوت پر حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس فرقہ باطلہ کے استیصال کے لئے جن علمائے کرام نے جدوجہد کی ہے ان کا استکساء مقصود نہیں ہے۔ یقیناً جن حضرات کے نام لکھے ہیں ان

سے کہیں زیادہ وہ لوگ ہیں جن کا ذکر اس مختصر سے مقالہ میں نہیں کر سکا ہوں۔ تقریباً یہ سب حاصل بحق ہو چکے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمادے ان کے مراتب بلند کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس موقع پر نامناسب ہو گا اگر پروفیسر محمد الیاس صاحب برقی عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کا نام نہ لیا جائے۔ انہوں نے ”قادیانی مذہب“ کے نام سے ایک ہزار صفحوں پر کتاب لکھ کر خود قادیانیوں کے ہاتھ میں آئینہ دے دیا ہے کہ وہ اپنی صورت اور قادیانیت کے سارے خدوخال صاف طریقہ پر ”قادیانی مذہب“ کے آئینہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس کتاب میں الیاس صاحب مرحوم و مغفور نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ اس میں جو کچھ ہے وہ قادیانی سربراہوں اور ان کے رہنماؤں اور مبلغوں کی تقریریں اور تحریریں ہیں جو صحیح حوالے کے ساتھ درج کر دی گئی ہیں۔ پروفیسر صاحب مرحوم نے ان تحریروں اور تقریروں کو مختلف حصوں اور ابواب میں جمع کر کے عنوان لگادیا ہے۔ اس کتاب کی قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ پروفیسر صاحب مرحوم اس وقت دنیا میں نہیں ہیں۔ ہم ان کے لئے سعادت و نجات کی دعا کرتے ہیں۔

رد قادیانیت پر دو اہم رسائل

از: مولانا عبدالحی قاروقی، ایم اے (عربی)، ایم اے (معاشیات) نئی دہلی
مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۵ء تا ۱۹۰۸ء) نے جب سے اپنے باطل دعاوی کا آغاز کیا اسی وقت سے علماء حق نے ان کے خلاف آواز اٹھانا شروع کر دی تھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی حق و صداقت کی راہ میں رہنے ڈالے گئے طاغوتی طاقتوں نے سر اٹھانا شروع کیا اور اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی جانے لگی تو اس کے خلاف جو طبقہ سب سے پہلے سامنے آیا وہ ہمارے علمائے کرام ہی کا تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (م ۱۶۲۳ء)، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۷۲۳ء)، شاہ عبدالعزیز دہلوی (م ۱۸۲۳ء)، حضرت سید احمد شہید (ش ۱۸۳۱ء)، مولانا سید محمد علی مونگیری (م ۱۳۳۶ھ) اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی (م ۱۹۵۷ء) وغیرہ ایسے ہی مجاہد علماء حق میں سے تھے جو مذہب کے نام پر پیدا ہونے والی ہر اسلام مخالف تحریک کے خلاف سر بکف اور کفن پر دوش اٹھ کھڑے ہوئے اور یہاں تک نبرد آزما ہوتے رہے جب تک کہ حق و باطل کے درمیان حد فاصل قائم نہیں ہو گئی۔ قادیانیت بھی اسی قسم کی ایک اسلام دشمن اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ سے بغض و عناد رکھنے والی ایک

جماعت ہے جس نے ہندوستان میں جنم لے کر پورے عالم اسلام کو اپنے گرداب بلا میں لپیٹنا چاہا تھا۔ مرزا قادیانی کی تحریرات کے منظر عام پر آنے کے بعد ہی سے علماء نے ان کے عزائم اور مستقبل کی خطرناکیوں کو اچھی طرح بھانپ لیا تھا۔ لہذا اس کے سدباب کے لئے قلمی اور لسانی جہاد کا آغاز کیا گیا۔ مضامین لکھے گئے۔ رسائل اور کتابیں تصنیف کی گئیں اور آخر میں براہ راست مناظرے بھی کئے گئے۔ تاکہ عوام و خواص کو عقائد کی گمراہیوں سے بچایا جاسکے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ رد قادیانیت پر دیکھتے ہی دیکھتے اچھا خاصا ذخیرہ معرض وجود میں آ گیا جس کی مدد سے دین کی فہم و فراست رکھنے والوں کو اس فرقہ کو سمجھنے اور اس کو خارج از اسلام قرار دینے میں بڑی مدد ملی۔ افسوس ہے کہ آج ہمارے ترویجی لٹریچر میں اب ایسے بہت سے رسائل اور کتب اگر نایاب نہیں تو کیا بضرور ہوتی جا رہی ہے۔ اس وقت ہم ایسے ہی دو کیا ب مطبوعہ رسائل پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں جو اپنے موضوع پر نہایت جامع اور مکمل ہیں۔ ان دونوں رسائل کا تعلق مشہور عالم دین اور مصلح امت حضرت مولانا عبدالکھنڈی مدظلہ العالی کی علمی تحقیقات سے ہے۔

۱۔ حضرت مولانا عبدالکھنڈی صاحب فاروقی لکھنؤی ۲۳؎ مئی ۱۲۹۳ھ کو قصبہ کا کوری ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد مولوی حافظ ناصر علی صاحب، ضلع فتح پور یوپی میں تحصیلدار تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اور عربی کتب درسیہ یعنی جلالین، ہدایہ، قطبی اور نور الانوار ضلع فتح پور ہی میں مختلف مقامات پر مکمل ہوئیں۔ لیکن بعد کی ساری کتابیں استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سید عین القضاۃ صاحب حیدر آبادی ثم لکھنؤی بانی مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے پڑھیں جو حضرت مولانا عبدالحی فرقانی محلّی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ۱۳۱۷ھ میں آپ نے تعلیم سے فراغت پائی۔ آپ استاذ کے نہایت معتد اور مقرب شاگردوں میں سے تھے۔ شروع کے کچھ دونوں دارالعلوم ندوۃ العلماء، مدرسہ عالیہ فرقانیہ اور مدرسہ عالیہ امروہہ یوپی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ لیکن جلد ہی ملازمتوں کا سلسلہ ختم کر کے ساری زندگی تصنیف و تالیف میں بسر کی۔ ۱۳۳۲ھ میں اپنا مشہور ماہنامہ، علم اللہ، ۱۳۵۱ھ میں لکھنؤ میں ایک دینی ادارہ ”دارالمبلغین“ کی بنیاد ڈالی جو اب بھی باقی ہے۔ تقریباً ۵۷ کتابیں آپ نے تصنیف و تالیف اور ترجمہ کیں۔ رد قادیانیت اور رد بدعت کے علاوہ روشیعت میں آپ نے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ اسی بناء پر اسلامیان ہند کی طرف سے آپ کو ”امام اہل سنت“ کے خطاب سے نوازا گیا۔ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ ابوالاحمد صاحب بھوپالی سے آپ کو بیعت و خلافت حاصل تھی۔ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں لکھنؤ میں آپ نے وفات پائی۔

پہلا رسالہ

اس سلسلہ کا پہلا رسالہ ”میچہ رنگون برہمروان دجال زیون“ ہے ایک سو چھیالیس صفحات پر مشتمل یہ رسالہ اس مناظرے کی روداد ہے جو مولانا لکھنوی اور قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کے سربراہ خواجہ کمال الدین بی. اے، ایل. ایل. بی کے درمیان ۱۹۲۰ء میں بمقام رنگون ہوا تھا۔ اس مناظرے کا اہتمام جمعیت علمائے رنگون نے کیا تھا۔ جس کے سربراہ مولانا احمد بزرگ مسلک تھے جو اس وقت جامع سورتی رنگون کے مہتمم اور مفتی بھی تھے۔ آپ ہی کی خصوصی دعوت پر مولانا لکھنوی رنگون تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالمومن صاحب فاروقی (م ۱۹۶۷ء) اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدبر الفرقان دامت برکاتہم بھی شریک سفر تھے۔

اس رسالہ کو ایک مقدمہ، دو ابواب اور ایک خاتمہ میں منقسم کیا گیا ہے۔ مقدمہ میں مرزا اور مرزائیت کی مختصر تاریخ و لچب انداز میں بیان کی گئی ہے۔ پہلے باب میں خواجہ کمال الدین اور مولانا لکھنوی کے رنگون کھینچنے کے بعد خواجہ صاحب کے مقابلہ میں اتمام حق کی کتنی بھی کارروائیاں ہوئیں تھیں ان کا مفصل بیان ہے۔ دوسرے باب میں مرزا قادیانی اور مرزائیت کے باطل اور خارج از اسلام ہونے کے دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں جن امور کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے ان میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں۔

.....۱۔ مرزا قادیانی کی کذب گوئی خود غیبی کی کتابوں سے۔

.....۲۔ مرزا قادیانی کے اقوال توہین انبیاء علیہم السلام۔

.....۳۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت۔

.....۴۔ مرزا قادیانی کا منکر ضروریات دین ہونا۔

.....۵۔ ختم نبوت کی بحث۔

.....۶۔ حیات مسیح علیہ السلام کی بحث۔

.....۷۔ مرزائیوں کے شائع کردہ انگریزی ترجمہ قرآن مجید کے کچھ مفاسد اور خاتمہ میں مرزا

اور مرزائیوں کے کفر پر علماء اسلام کے فتوے۔ اس کے بعد حکومت وقت کا ایک فیصلہ درج کیا گیا

ہے۔ جس میں مرزائیوں کا خارج از اسلام ہونا اور مسلمانوں کے قبرستانوں سے ان کا بے دخل ہونا

ظاہر کیا گیا ہے۔ اس رسالہ کے حقائق مولانا احمد بزرگ صاحب تحریر فرماتے ہیں: ”الحمد للہ کہ یہ

کتاب ایسی جامع و مکمل تیار ہو گئی ہے کہ جو شخص اس کو اڈل سے آخر تک دیکھ لے وہ مرزاہیت کی پوری حقیقت سے واقف ہونے کے علاوہ بڑے سے بڑے مرزائی کو بحث میں مغلوب و مہبوت کر سکتا ہے۔“ (سمیرگون ص ۲)

کادیان یا قادیان؟

ضلع گورداسپور پنجاب میں ایک قصبہ کادیان ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی وہیں کے رہنے والے تھے۔ اس قصبہ کا صحیح اور اصلی نام کادیان ہے۔ اہل پنجاب اب بھی اس کو اسی نام سے پکارتے ہیں۔ پنجابی زبان کا دی، کیڑہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ اس بستی میں زیادہ تر کیڑہ فروش رہا کرتے تھے۔ اس لئے پوری بستی کو کادیان کہا جانے لگا۔ مرزا قادیانی کو جہاں دینی دزد ہی ماخذ میں توڑ مروڑ تحریف اور تاویل کرنے کا چمک لگا ہوا تھا وہاں وہ دنیاوی معاملات میں بھی رد و بدل اور حقائق کی پردہ پوشی کیا کرتے تھے۔ لہذا اپنی اس ذہنیت کی بناء پر انہوں نے کافی روپیہ خرچ کر کے سرکاری کاغذات میں اس کو قادیان لکھوایا اور مشہور یہ کیا کہ یہ لفظ درحقیقت قاضیان تھا جواب بگڑ کر قادیان ہو گیا۔ (سمیرگون ص ۳)

چند اعتراضات اور ان کے جوابات

فرق باطلہ کا ہمیشہ یہ دستور رہا ہے کہ وہ براہ راست مناظرے سے گریز کرتے ہیں۔ لیکن آڑ میں بیٹھ کر خطوط یا اشتہار بازی سے کام لے کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خواجہ کمال الدین مرزائی نے بھی رنگون میں یہی کیا اور صرف مراسلات و اشتہارات ہی کو ذریعہ خطاب بنایا۔ براہ راست مناظرے کی نوبت نہیں آنے دی۔ اپنے آخری اشتہار میں خواجہ صاحب نے اسلامی معتقدات کے خلاف چار سوالات قائم کر کے شائع کئے اور اپنے دماغ میں یہ مغرضہ قائم کر لیا کہ علماء اسلام سے ان کا جواب دیتے نہ بن پڑے گا۔ لیکن حضرت مولانا لکھنوی نے فی النور ان سوالات کے جوابات لکھ کر شائع کر دیئے جو حسب ذیل ہیں۔

پہلا اعتراض..... قرآن مجید ظاہر کرتا ہے کہ ہر رسول پر اسی قوم کی زبان میں وحی آئی ہے جس کی طرف وہ بھیجا گیا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اس لئے نازل ہوا ہے تاکہ مخاطب لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ قرآن اور محمد (ﷺ) صرف عرب ہی کے لئے آئے تھے۔ اس لئے یہ دعویٰ کیوں کیا جاتا ہے کہ قرآن ساری دنیا کے لئے آیا ہے؟

جواب..... قرآن مجید میں مذکورہ مضمون صرف ان نبیوں کی بابت آیا ہے جو

آنحضرت ﷺ سے پہلے آئے تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کی نبوت ساری دنیا کے لئے نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ ہر نبی صرف ایک خاص قوم کے لئے ہوتا تھا اور اسی قوم کی زبان میں ان پر وحی اترتی تھی۔ اس قضیہ کو الٹ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ جس نبی کی جو زبان ہو اس کی نبوت اسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے، غلط ہے۔ قرآن عربی زبان میں اس لئے آیا ہے کہ سب سے پہلے اس کی روشنی عرب میں پھیلے اور پھر اس کے ذریعے ساری دنیا منور ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہوتا ہے: ”لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا“ (بقرہ: ۱۲۳)۔
 ﴿اے اہل عرب! تم سب لوگوں کے سامنے گواہی دینے والے ہو اور رسول تمہارے سامنے گواہی دینے والے بنیں۔﴾

یہاں قرآن یہ صاف تصریح کر رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کی ہدایت ساری دنیا کے لئے ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حسب ذیل آیتیں مزید اس کی شاہد ہیں۔
 ”قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا..... فَاْمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ (الاعراف: ۱۵۸)“ ﴿اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی امی پر۔﴾

۲..... ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سجادہ: ۲۸)“ ﴿اے نبی! ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔﴾
 ۳..... ”وَإِوحَىٰ إِلَيْهِ هَٰذَا الْقُرْآنُ لِأَنْذَرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ (الانعام: ۱۹)“ ﴿یہ قرآن مجھ پر وحی کیا گیا تاکہ میں تم کو اس کے ذریعہ سے ڈراؤں اور نیز ان تمام لوگوں کو (ڈراؤں) جن تک یہ قرآن پہنچ جائے۔﴾

۴..... ”تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَلَمِينَ نَذِيرًا (الفرقان: ۱)“ ﴿برکت والا ہے وہ خدا جس نے اپنے بندوں پر قرآن اتارا تاکہ وہ تمام دنیا کے لئے ڈرانے والا بنے۔﴾

لہذا جب قرآن مجید کی یہ واضح تصریح ہے تو اس کے خلاف آیت کا مطلب لینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کسی کلام سے کوئی ایسا مفہوم استنباط کرنا جو اس کلام کے دوسرے حصہ کی تصریح کے خلاف ہو یہ عقلاً بھی جائز نہیں ہے۔

دوسرا اعتراض..... قرآن دوسرے مذاہب کو تسلیم کرتا ہے اور توریت کو نور ہدایت کہتا ہے

اس لئے ایسی حالت میں اگر یہ وحیاں کامل تھیں تو کیوں منسوخ ہوئیں اور اگر کامل نہیں تھیں تو وہ لوگ کیوں کامل چیز سے محروم کئے گئے۔

جواب..... قرآن شریف نے بیشک یہ بیان کیا ہے کہ ہر قوم اور ہر ملک میں نبی آئے اور ہدایت اتری ہے۔ مگر یہ کہیں نہیں بیان کیا گیا کہ دنیا کے موجودہ مذاہب بھیہ وہی ہیں جن کی تعلیم ان کی نبیوں نے دی تھی۔ جب کہ اس کے برعکس یہ تصریح ضرور اکثر آیتوں میں ہے کہ انبیاء کی تعلیمات اور ان کی خدائی کتابوں میں ان نبیوں کے بعد بہت کچھ تحریف و ترمیم کر دی گئی ہے۔ اس تحریف و ترمیم کا ثبوت تاریخی واقعات اور دوسرے دلائل سے بھی ہم کو ملتا ہے۔ لہذا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگلی شریعتوں کے منسوخ ہونے کے دو اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ شریعتیں اصلی حالت پر باقی نہیں رہی تھیں اور ان میں بہت کچھ تحریفات کر دی گئی تھیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید دین کامل لے کر آیا ہے۔ جب کہ اگلی شریعتیں بہ نسبت شریعت محمدیہ کے دین کامل لے کر نہیں آئی تھیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ”الیوم اکملت لکم دینکم (مائدہ: ۳)“ ﴿آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا﴾۔

لہذا اگلی شریعتوں کے بہ نسبت شریعت محمدیہ کا مکمل ہونا اور مذکورہ بالا دوسری شریعتوں کے مسائل دیکھنے سے بھی بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

اب یہ کہنا کہ اگلی قومیں کیوں ایسے دین کامل سے محروم کی گئیں۔ یہ ایک بے جا اعتراض ہے۔ نظام عالم ہم کو بتا رہا ہے کہ قانون قدرت یہی ہے کہ ترقی بدرتج ہوتی ہے۔ چنانچہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ اس وقت کمزور ہوتا ہے۔ کیونکہ بولنا چلنا پھرنا اور تمام وہ قوتیں جو انسان سے تعلق رکھتی ہیں وہ بدرتج اس میں پیدا ہوتی ہیں اور ترقی کرتی ہیں۔ لہذا اس پر یہ اعتراض کرنا کہ پہلے ہی سب قوتیں انسان کو کیوں نڈل گئیں اور بچے اس کمال سے کیوں محروم کئے گئے۔ قانون فطرت پر اعتراض کرنا ہے۔

تیسرا اعتراض..... بھائی لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبری ختم نہیں ہوئی ہے۔ خدا نے حضرت آدم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ ہم دقا فقا پیغمبر بھیجے رہیں گے۔ اس لئے بنی آدم میں ہمیشہ نبوت کا سلسلہ قائم رہنا چاہئے اور محمد (ﷺ) پر نبوت ختم ہونے کا عقیدہ غلط ہے۔

جواب..... بھائی لوگوں کا، یا ان سے سیکھ کر مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروؤں کا یہ کہنا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی ہے۔ قرآن اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔ قرآن واضح طور پر کہتا ہے کہ محمد (ﷺ) پر نبوت ختم ہو گئی ہے۔

پہلے کسی نبی کی نبوت ساری دنیا کے لئے ہوتا تھا اور اسی قوم کی زبان میں ان جو زبان ہو اس کی نبوت اسی قوم کے لئے ہے کہ سب سے پہلے اس کی روشنی نیچے قرآن مجید میں ارشاد باری ہوتا علیکم شہیدا (بقدرہ: ۱۲۳) ”ہو اور رسول تمہارے سامنے گواہی دے“

رسالت ﷺ کی نبوت اور قرآن کی آیتیں مزید اس کی شاہد ہیں۔

حکم جمیعاً..... فامنوا باللہ یجنے کہ میں تم سب کی طرف اللہ

﴿۱﴾ اے نبی الا بتا کر پیجا ہے۔

ن بلع (الانعام: ۱۶۰) ﴿یہ اداں اور نیز ان تمام لوگوں کو

ہ لیكون للعلمین نذیراً

قرآن اتارنا کہ وہ تمام دنیا کے

آف آیت کا مطلب لینا کیسے

س کلام کے دوسرے حصہ کی

توریت کو نور ہدایت کہتا ہے

”ملکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین
(احزاب: ۵۰)“ ﴿محمد ﷺ﴾ کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ ﴿﴾
قرآن مجید کی وہ آیات جن کا حوالہ اعتراض میں ہے۔ ان کا مطلب وہ نہیں ہے جو
بہائی اور مرزائی بیان کرتے ہیں بلکہ ان کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ خدا کی طرف سے نئی آئیں
کے اور ہدایت آئے گی کسی لفظ سے اشارہ بھی یہ نہیں نکلتا کہ نبوت کبھی ختم نہیں ہوگی۔ یہ بات
دوسرے اعتراض کے جواب میں بیان ہو چکی ہے کہ اگلی شریعتیں کیوں منسوخ ہوئی ہیں۔ چونکہ
منسوخیت کی وہ وجہ شریعت محمدیہ میں نہیں ہے۔ اس لئے محمد ﷺ پر نبوت کا ختم ہو جانا عقل کے بھی
موافق ہے۔ اگلی شریعتیں دین کامل نہیں تھیں اور شریعت محمدیہ دین کامل ہے۔ اگلی شریعتوں میں
تحریف ہو گئی تھی۔ لیکن شریعت محمدیہ کے محفوظ رہنے کا خود خدا تعالیٰ ذمہ دار ہے۔

”انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (الحجر: ۹)“ ﴿یہ نصحت ہم نے
اتاری ہے اور ہم خود (ہی) اس کے محافظ ہیں۔﴾

شریعت محمدیہ کا محفوظ رہنا ان سلسلہ اسانید کے علاوہ جو اہل اسلام کے پاس ہیں
تاریخی واقعات اور غیر مسلم اصحاب کی شہادت سے بھی بخوبی ظاہر ہے۔

چوتھا اعتراض..... قرآن کسی خاص پیغمبر کی پیروی میں نجات کو منحصر نہیں کرتا جیسا کہ دوسرے
پارے کی آیت سے ظاہر ہے۔ لہذا صرف دین اسلام ہی قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب..... کسی خاص پیغمبر کی پیروی میں نجات کا منحصر نہ ہونا صرف خواہ کمال الدین
ہی کا قول ہے۔ ورنہ قرآن کی بہت سی آیتوں میں بیان ہوا ہے کہ نجات دین اسلام میں منحصر ہے۔

”ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه (آل عمران: ۸۵)“ ﴿جو
غرض اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا تو وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔﴾

دوسرے پارے کی وہ آیت جس کا حوالہ لائق معترض نے دیا ہے اس کا مطلب انہوں
نے سمجھ بیان نہیں کیا ہے۔ اس آیت کا منشاء صرف اس قدر ہے کہ قرآن نجات کو کسی قوم کے ساتھ
مخصوص نہیں بناتا۔ جیسا کہ یہودیوں کا قول تھا: ”الذین امنوا“ اور ”نصارائی“ اور
”صابلین“ وغیرہ الفاظ مذہبی حیثیت سے تہاد ہو کر قومیت کے معنی میں مستعمل ہونے لگے
تھے۔ لفظ عرب، قومیت کے معنی میں مخصوص ہے۔ مگر تمدن عرب کا مصنف مذہبی معنوں میں
استعمال کرتا ہے۔ یعنی مسلمانوں کو خواہ کسی بھی قوم کے ہوں وہ عرب کہتا ہے۔ اس لئے قرآن نے

بتایا کہ جو شخص اسلام قبول کرے خواہ وہ کسی قوم کا ہو نجات کا حقدار ہے۔ اگر آیت کے وہ معنی لئے جائیں جو خوبہ کمال الدین کہتے ہیں تو معاذ اللہ یہ ایک مہمل کلام ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ ”الذین آمنوا“ کے ساتھ ”من امن“ کا لفظ کسی طرح نہیں لگ سکتا۔ یعنی ایمان والوں کے لئے یہ شرط لگانا کہ وہ ایمان لائیں بے معنی ہے۔
(سجہ رنگون ص ۱۸-۱۷)

رسالہ کے بعض دوسرے مباحث

ان مکمل جوابات کے بعد پھر خوبہ صاحب کی طرف سے کوئی جواب الجواب نہیں آیا اور وہ انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ رنگون سے روانہ ہو گئے۔ اس رسالہ کا ایک اہم حصہ وہ ہے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں کے ستائش اقتباسات بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔ جن سے پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ وہ دعویٰ نبوت تھے۔ یہ اس لئے ضروری ہوا کہ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی اکثر مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہہ دیتی ہے کہ مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت تو کیا ہے مگر یہ دعویٰ محض مجازی، ظنی، بردازی اور غیر مستقل نبوت کا ہے اور یہ کہ انہوں نے صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔
(سجہ رنگون ص ۱۰۱)

اس کے علاوہ اس رسالہ کا سب سے زیادہ لائق توجہ وہ حصہ ہے جس میں ختم نبوت کے مسئلہ پر کھٹکوں کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ ایسا مہتمم بالشان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر اس وقت تک ہر زمانہ اور ہر مقام کے مسلمانوں کا اس پر اجماع قطعی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ لہذا جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ کذاب و دجال ہے اور قطعاً کافر ہے۔

ایک ہارمولا ناکھنوی سے مناظرہ کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ حکیم نور الدین (م ۱۳۳۲ھ) نے تین مرزائی مولویوں کو جن کے نام مولوی سرور شاہ، مفتی محمد صادق اور میر قاسم علی دہلوی تھے۔ لکھنؤ بھیجا تھا ان لوگوں نے ذہانی مناظرہ کرنے کے بجائے تحریری مناظرہ کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ مولانا ممدوح نے اپنے رسالہ ”النجیم“ لکھنؤ کی جلد ۱۰ نمبر ۱۳ میں ایک مضمون ختم نبوت پر اور ایک مضمون حیات مسیح پر سر قلم کیا جس کا آج تک کسی مرزائی نے کوئی جواب نہیں دیا۔
(سجہ رنگون ص ۱۱۳)

کفر کا فتویٰ

رسالہ کے آخر میں ۱۸۸۸ء اسلام کے اسماء گرامی درج ہیں جنہوں نے فتویٰ پر دھنچکا

کئے تھے کہ مرزا غلام احمد اور ان کے قبیحین قطعاً کافر ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی اسلامی معاملہ جائز نہیں ہے۔ نہ ان کے ساتھ مناکحت درست ہے۔ نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ نہ ان کو اپنی مسجدوں میں نماز کی اجازت دینی چاہئے اور نہ ہی ان کے مردوں کو اپنے قبرستانوں میں دفن کرنے کی، ان دستخط کنندگان میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری (م ۱۳۸۱ھ)، مولانا محمد داؤد غزنوی (م ۱۹۶۳ء)، مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ)، مولانا محمد یحییٰ قاضی شہر بھوپال، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی (م ۱۳۷۲ھ)، مولانا مفتی محمد سہول صاحب بھاکپوری (م ۱۳۶۷ھ)، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب (م ۱۳۳۹ھ)، مولانا شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ)، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی (م ۱۳۸۷ھ)، شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحب (م ۱۳۷۳ھ)، مولانا ظلیل احمد صاحب سہارنپوری (م ۱۳۳۶ھ)، مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری (م ۱۹۱۹ء)، مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری (م ۱۳۸۳ھ)، مولوی عبدالرؤف صاحب دانا پوری، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی بھٹی (م ۱۳۳۳ھ)، مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی اور مولانا سید فخر الدین صاحب مراد آبادی (م ۱۹۷۲ء) وغیرہم کے نام نامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

اس فتوے کے بعد قادیانیوں کے خلاف ایک عدالتی فیصلہ بھی درج کیا گیا ہے جو مسلمانان اڑیسہ کی درخواست پر کلک کی عدالت نے ۱۰ فروری ۱۹۱۹ء کو صادر کیا تھا۔ اس مقدمہ کی پوری کارروائی اخبار ”وی اڑیا کلک“ نے ۲۶ مارچ ۱۹۱۹ء کو شائع کی تھی۔

دوسرا رسالہ

اس سلسلہ کے دوسرے رسالہ کا نام ہے۔ ”صورت محمدیہ بر فرقہ غلمدیہ“ سب سے پہلے رسالہ ۱۹۲۳ء میں ”انجم“ لکھنؤ کے صفحات پر قسط وار شائع ہوتا رہا پھر اس کے بعد علیحدہ سے کتابی شکل میں شائع کر دیا گیا۔ اس کے مرتب و ناشر مولانا عبدالسلام صاحب فاروقی (م ۱۹۷۳ء) تھے جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت لکھنؤی کے صاحبزادے تھے۔ اس رسالہ کے اندر ایک تاریخی مقدمہ کی کارروائی درج ہے جو غیر منقسم ہندوستان کی مشہور ریاست بہاول پور (پنجاب) کی عدالت میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان دائر تھا۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ مضافات بہاول پور میں مولوی الہی بخش نامی ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شخص کے ساتھ کیا۔ ابھی رخصتی نہیں ہونے پائی تھی کہ وہ شخص مرتد ہو کر قادیانی ہو گیا۔ مولوی صاحب نے عدالت میں فتح نکاح کا

مقدمہ دائر کر دیا۔ لیکن بعض روشن خیال افسران نے قانون وقت کے مطابق اس دعویٰ کو خارج کر دیا۔ مجبور ہو کر مولوی الہی بخش نے ریاست کی عدالت میں جو کہ ایک اسلامی ریاست تھی اپیل دائر کر دی۔ اسلامی عدالت نے فریقین کو ہدایت دی کہ وہ اپنے مشہور اور مستند علماء کی مذہبی شہادت عدالت میں پیش کریں۔ اس عرصہ میں یہ بجائے شخصی کے ایک ملی معاملہ بن گیا۔ لہذا اس کی پیروی انجمن مونیہ الاسلام بہاول پور نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مولانا غلام محمد صاحب، شیخ الجامعہ جامعہ حماسیہ بہاول پور نے جو کہ ریاست کے صدر الصدور بھی تھے اس وقت کے اکابر اور اہل کسب و کدورت کے سامنے قادیانیت کے خلاف شہادت دینے کے لئے دعوت دی۔ جن علماء نے بہاول پور جا کر عدالت میں شہادت دی ان میں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری (۱۳۸۱ھ) سابق صدر المدینہ مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مولانا نجم الدین صاحب (۱۹۵۲ء) سابق پروفیسر اور نیشنل کالج لاہور، مولانا محمد شفیع صاحب (۱۳۹۶ھ) سابق مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد حسین صاحب ساکن کولوتار و ضلع گوجرانوالہ اور مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی (۱۹۶۲ء) تھے۔ (صورت محمدیہ ص ۲۳۲)

علماء کا فیصلہ

ان حضرات کی شہادتوں کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے مقبضین کافر و مرتد ہیں۔ ان کے ساتھ مناکحت حرام ہے۔ اگر نکاح کے بعد کوئی شخص مرزائی ہو جائے تو وہ نکاح بغیر قضاء قاضی فتح ہو جاتا ہے اور اس کی منکوحہ کو دوسری جگہ نکاح کر لینا درست ہے۔

(صورت محمدیہ ص ۲۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کے کافر و مرتد ہونے کے پانچ وجوہ بیان کئے گئے تھے۔ اول یہ کہ انہوں نے اپنے اوپر وحی نازل ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ دوم یہ کہ انہوں نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ سوم یہ کہ انہوں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی اور حضرت سید الانبیاء علیہ السلام کی شان میں سخت گستاخیاں کیں تھیں۔ چہارم یہ کہ انہوں نے ضروریات دین کا مثلاً حشر جسمانی وغیرہ کا انکار کیا تھا اور پنجم یہ کہ انہوں نے تمام دنیا کے ان مسلمانوں کو جو ان کو نبی نہیں تسلیم کرتے کافر کہا ہے۔

اس فرقہ کو احمدی کہنا گناہ ہے
مولانا لکھنوی فرماتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے ماننے والے اپنے کو ”احمدی“ لکھتے اور

افر ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی اسلامی معاملہ جائز نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ نہ ان کو اپنی بی بی ان کے مردوں کو اپنے قبرستانوں میں دفن و اللہ شاہ بخاری (م ۱۳۸۱ھ)، مولانا محمد داؤد (۱۳۶۷ھ)، مولانا محمد یحییٰ قاضی شہر بھوپال، (۱۳۶۷ھ)، مولانا مفتی محمد سہول صاحب بھاپوری، (م ۱۳۳۹ھ)، مولانا شبیر احمد عثمانی (۱۳۳۶ھ)، شیخ الادب مولانا اعجاز علی صاحب (۱۳۳۶ھ)، مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب صاحب رائے پوری (۱۳۸۳ھ)، مولوی حب فرنگی محلی (م ۱۳۳۳ھ)، مولانا عبدالشکور بادی (م ۱۹۷۲ء) وغیرہم کے نام نامی خاص (میر رنگون ص ۱۳۳ تا ۱۳۴)

ایک عدالتی فیصلہ بھی درج کیا گیا ہے جو ۱۰ فروری ۱۹۱۹ء کو صادر کیا تھا۔ اس مقدمہ ۱۹۱۹ء کو شائع کی تھی۔

صورت محمدیہ بر فرقہ غلطیہ سب سے پہلے شائع ہوتا رہا پھر اس کے بعد علیحدہ سے کتابی ہذا السلام صاحب فاروقی (م ۱۹۷۲ء) تھے صاحبزادے تھے۔ اس رسالہ کے اندر ایک کی مشہور ریاست بہاول پور (پنجاب) کی غلط اصل مسئلہ یہ تھا کہ مضامین بہاول پور نکاح ایک شخص کے ساتھ کیا۔ ابھی رخصتی مولوی صاحب نے عدالت میں فتح نکاح کا

کہتے ہیں اور اکثر مسلمان بھی اپنی نادانی اور کم علمی کی بناء پر انہیں ”احمدی“ کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ ان کو احمدی کہنے میں تین گناہ ہیں۔

اول..... احمدی کہنا گویا اس افتراء کی تصدیق کرنا ہے جو وہ اپنی کتابوں میں لکھ گیا ہے کہ آیہ کریمہ: ”وَمُبَشِّرٌ بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصافات: ۶)“ اور میں بشارت سنا تا ہوں کہ ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے ان کا نام احمد ہوگا۔ کچھ کا مصداق میں ہی ہوں۔

دوم..... احمدی کہنے میں اس امر کا شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ نسبت سید الانبیاء ﷺ کے نام مبارک ”احمد“ کی طرف ہے جب کہ ایسا بالکل نہیں ہے۔

سوم..... آج سے بہت پہلے لفظ ”احمدی“ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی کے متوسلین کا مخصوص لقب رہ چکا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کے اکابر بطور شعار یہ لفظ اپنے نام کے ساتھ استعمال کیا کرتے تھے جیسے (شاہ) غلام علی احمدی اور (شاہ) احمد سعید احمدی وغیرہ ان حضرات کی مہر وں میں یہ نسبت اسی طرح کثندہ تھی اس لئے قادیانیوں کو احمدی کہنا گویا اکابر امت کے ایک امتیازی لقب کا غصب کرنا ہے۔ (صورت نمبر ۲۰)

فرقہ غلطیہ

اس فرقہ کا ایک مشہور نام مرزائی ہے لیکن یہ لوگ اس نام سے چڑتے ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد علی موگیریؒ اس فرقہ کو ”جدید صیائی“ کہا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کا مقتدی اپنے صیائی ہونے کا مدعی تھا۔ لیکن حضرت مولانا عبدالغفور صاحب لکھنؤیؒ اس فرقہ کو غلطی کہہ کرتے تھے۔ غلام احمد نام میں دو چیز ہیں اور دونوں کی طرف نسبت اس نام میں آگئی ہے۔ عربی قاعدہ کے مطابق بھی یہ طریق نسبت کثیر الاستعمال ہے۔ جیسے عبدالغفور سے غفور، عبدالدار سے عبدوری اور عبدالقیس سے قیس وغیرہ علی حلقوں میں یہ نام بہت مقبول ہوا تھا۔ حضرت موگیریؒ نے بھی اس نام کو بہت پسند کیا تھا۔ چنانچہ ان کے متوسلین اس نام کو برابر اپنی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تحریروں میں استعمال کیا کرتے تھے۔ (صورت نمبر ۲۱)

یہ پورا در سالہ چھپا سٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے اکثر و بیشتر مضامین وہی ہیں جو ”صحیفہ رنگون برہمدوان دجال زیون“ میں لکھے گئے ہیں۔ لہذا ان کی تکرار کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ ایسے رسائل اور کتابیں جواب نایاب ہوتی جا رہی ہیں۔ انہیں دوبارہ شائع کیا جائے تاکہ ان سے روشنی حاصل کر کے آنے والی تسلیں صحیح اور سیدھی راہ کو اختیار کر سکیں اور عقائد کی گمراہیوں سے خود بھی بچ سکیں اور دوسروں کو بھی بچا سکیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ششمین ماہنامہ
شش الا سلام بھیرہ
کا دیان نمبر



حضرت مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلام اور مرزائیت کا تضاد

تکفیر اہل قبلہ اور لعن معین پر عالمانہ بحث

حضرت ارژنگ کا یہ مضمون اخبار زمیندار مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا خلاصہ دوبارہ نئے الاسلام میں شائع کیا جاتا ہے۔ اس کی اشاعت سے انشاء اللہ بہت ہے شکوک رفع ہو جائیں گے۔ اور جو لوگ مذہب کی قبا اور گھر مسلمانوں کو مرزا کے دام میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ عام مسلمان ان کے مکائد سے بخوبی واقف ہو جائیں گے۔

وہ دجالی فتنہ اور انکار ختم نبوت جس کی پیش گوئی حضور مجرب صادق ﷺ سے تو اتر کو پہنچ چکی ہے۔ ایک بار پھر اٹھا اور ہند کے آغوش میں پلا۔ حکومت ہند کے سایہ میں روایتی پچاس الماریوں کی کیف آور میجون کھا کھا کر جوان ہوا اور ہجکم کل شنی یرجع الی اصلہ بھی یورپ کے ہوش رہا ہو گئیں اور گاہے امریکہ کی دل رہا رقص گاہوں میں مصروف کار رہا۔ ہماری حیرت و تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی۔ جب ہم اس کو یگانہ ایک اس دور نامسجود میں حکومت کے ایوانوں، عدالت کی قہرمان طاقتوں، پھر مساجد کے ممبروں، واعظوں کی طاقت لسانی اور شیریں مقالیوں، علماء کے جدال علمی، حضرات صوفیہ کے رین بیروں کے دامن دراز میں پناہ گزین ہوتا دیکھتے ہیں۔

دو گنا عذاب است جان مجنوں را

دو گنا مصیبت

مسلمانان ہند کان کھول کر اچھی طرح سن لیں کہ اس وقت یہ فتنہ دوجہوں سے مسلح ہو کر ہل من مبارز کا اعلان کر رہا ہے۔

۱..... حکومت وقت کی طاقت اس کی پشتپان ہے۔

۲..... علماء و خواجگان کا علم و تصوف اس کا حوصلہ افزاء اور اس کے لئے راستہ صاف کر رہا ہے۔

یہ حربہ بالکل نیا اور نہایت ہی خطرناک ہے۔ جنگ عظیم کے دوران میں اور اس کے بعد استعمار پسندوں کے لئے جس قدر یہ حربہ مفید ثابت ہوا ہے۔ اتنا ہی بڑھٹ دہانے کی توپیں بھی

کارگر ثابت نہیں ہوتیں۔ یہی وہ حربہ ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی تحریک کسی صورت میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ آج اس کے ذریعہ مرزائیت کی جڑوں کو سیراب کیا جا رہا ہے۔ علماء اپنے زور علم اور فتادہ سے، خواجگان اپنے مکاشفات اور وجدانیت سے اس فتنہ کو برابر ہوا دے رہے ہیں۔ خدا کی شان بے نیازی بجز اس کے کیا کہا جائے۔

والشمس لولا انہا محجوبة
عن ناظريك لما اضاء الفرقد

علماء وخواجگان کے ارشادات کا خلاصہ

غور کے بعد تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نئے حربہ کے تین حصے ہیں۔
۱..... یہ زمانہ باہمی اختلاف و فساد کا نہیں بلکہ اتحاد و یکاگت کا ہے۔ جب ہندو اچھوتوں کو اپنے ساتھ ملارہے ہیں تو مسلمانوں کے لئے افتراق باہمی کس طرح زیبا نہیں۔
مگر حیرت ہے کہ حضرت داعظہ اور تقدس مآب زاہد بیگم مرزائیوں کو کیوں ملتقین نہیں فرماتے۔ تمام روادار یاں صرف ہم پر کیوں ختم کر دی جاتی ہیں۔ پھر یہی کتہ حضرت صدیق اکبرؓ کو کیوں نہ سوجھا۔ صدیق و فاروقؓ نے قیصر کے مقابلہ کے لئے مرتدین عرب، مگرین ختم رسالت سے اس نہایت ہی آڑے وقت میں کیوں سیاسی اتحاد نہ کیا۔ جب کہ حضور ﷺ کی وفات کے باعث حضرت عثمان ذی النورینؓ جیسے اکابر صحابہ دریائے حیرت و سراسیمگی میں غوطے کھا رہے تھے۔ نعوس شاہد ہیں۔ واقعات تاریخیہ گواہ ہیں کہ سیلہ اور قادیانی کو کلمہ گو قرار دیکر سیاسی اتحاد کی دعوت دینا قرن اول کی مقدس ترین جماعت (صحابہ کرامؓ) کے خلاف ووٹ آف سسٹر (قرار داد مذمت) پاس کرنا ہے۔ جیسے آئندہ چل کر واضح ہوگا۔

۲..... اہل قبلہ کی تکفیر ناجائز ہے۔ فتادہ ہندیہ میں ہے: "اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلى المفتي ان يعيل اي ذالك الوجه"
جب کوئی مسئلہ متعدد وجوہ سے کفر کا باعث ہو۔ مگر ایک وجہ کفر کی مانع بھی ہو تو مفتی کو چاہئے کہ صرف اسی ایک وجہ کو لے۔ لیکن اسی عبارت کے بعد یہ بھی مذکور ہے: "الا اذا صرح بارادة توجب الكفر فلا ينفعه التاويل"
لیکن اگر کوئی شخص کلمہ کلام ایسے عقیدے کا اعلان کرے جو کفر صریح کا موجب ہو تو پھر وہ کفر سے بچ نہیں سکتا۔

۱۹۳۳ء میں شائع ہوا تھا۔
ت سے انشاء اللہ بہت ہے
کو مرزا کے دام میں پھنسانا

صادق علیہ السلام سے تواتر کو پہنچ
کے سایہ میں روایتی پچاس
یہ يرجع الی اصلہ بھی
میں معروف کاررہا۔ ہماری
نا مسود میں حکومت کے
ظہور کی طاقت لسانی اور
کے دامن دراز میں پناہ

یہ فتنہ دوجہوں سے مسلح

راستہ صاف کر رہا ہے۔
دوران میں اور اس کے
دشمن دہانے کی تو ہیں بھی

۳..... تکفیر شخص معین لعن فرد خاص ناجائز ہے۔ حالانکہ سائرہ میں ہے۔
 ”ان ابا حنیفة: قال لجهنم اخرج عني يا كافرہ وفي التسعينية لابن
 تيمية باسناد عن محمد قال قال ابو حنیفة لعن الله عمرو بن عبیدہ“
 امام اعظم ابو حنیفہ نے حم بن مھوان، ثبوتاً نے حمیمہ سے کہا ادا کافر امیرے گھر سے
 چلے جاؤ، امام ابن تیمیہ رسالہ تسبیحہ میں امام احمد سے نقل ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: خدا
 عمرو بن عبیدہ پر لعنت کرے۔
 ذیل میں ہم ان پر سب شہادت کا تفصیلی جواب لکھنا چاہتے ہیں اور یہی ہماری اس خلدہ
 فرسائی کا مقصد ہے۔ واللہ التوفیق

جواب شیعہ اول اور فقہ مرزاہیت کی تاریخ

اسلام میں سب سے پہلا فقہ اور اس کے مکمل دستور العمل پر سب سے پہلا دارا انکار ختم
 رسالت اور شرک فی القبۃ سے شروع ہو کر اسود عیسیٰ، مسیلہ کذاب، طلحہ اسدی، سحاح کے رنگ
 میں نمودار ہوا۔ اگر ختم المسلمین علیہ السلام کی تہذیب صاحب اور حضور ﷺ کی پیش گوئیاں۔ صدیق اکبر کی
 فراست ایمانی، خالد بن ولید کی شمشیر خارا شکاف بروئے کار نہ آئیں تو یہ فقہ اپنے اندر لاکھوں
 طوفان اور گردوں آئندہ حیاں پوشیدہ رکھتا تھا۔

اسود عیسیٰ: فقہ الزعماء نبوت، حضور سرور کائنات ﷺ کے آخری دور حیات میں
 نمودار ہوا۔ چنانچہ حضور جب ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے اور سفر کی تھکان کے
 باعث چند دن طبیعت طویل ہوئی۔ تو اسود نے اس کی اطلاع پاکر ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے اپنی
 نبوت کا اعلان کر دیا۔ بلاذری کی توحید البلدان اور تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر میں ہے:-

کہ: ”اسود عیسیٰ کا ارتداد اور نبوت کا اولین ارتداد تھا۔ وہ مرتد اس لئے تھا کہ اس نے
 نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ شخص کاہن اور شعبہ ہذا تھا۔ عجیب و غریب کرشمے دکھاتا تھا۔ قوم محس اور بعض
 دوسری اقوام نے اس کی نبوت کا اعتراف کیا۔ اسود نے اپنا نام رحمن یمن مجبور کیا تھا۔ جیسے مسیلہ
 اپنے آپ کو رحمن یمن کہتا تھا۔ پہلے اسود نے نجران پر حملہ کیا۔ پھر اس کی تحریک آگ کی طرح
 طائف، بحرین، احساء و حدی تک پھیل گئی۔“

ختم الانبیاء کا اسود کے ساتھ سلوک

”وجہا الی السکون والی من بالیمن من المسلمین کتاب النبی ﷺ

لهم بقتال الاسود مصادمة اوغيلة“
 آنحضرت ﷺ نے قوم سکون اور مسلمانان یمن کو حکم
 دیا کہ اسود کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ قبیل ارشاد کے لئے فیروز آباد
 وقت اسود کے گھر میں محس کر اس کو قتل کر دیا۔ علی الصبح ہر سہ حضرات
 نے اس کے لشکر میں پھینک دیا اور باواز بلند اذان دیتے ہوئے یہ
 رسول اللہ وان مہلۃ الاسود کذاب“
 حضور علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ وحی آئی
 ذریعے اس کے قتل کی بشارت مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے انتقال
 آخر میں پہنچی۔ قتل اسود صدیق اکبر کے لئے پہلی بشارت تھی۔

طلحہ اسدی

تاریخ طبری اور کامل میں ہے: ”وکان طلحۃ ق
 یقول ان جبریل یاتیننی و لیسجع للناس الاکاذیم
 نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ طلحہ کہا کرتا تھا کہ میرے پاس جبرائیل
 کے سامنے جھوٹی مکر سب عبارات پیش کریں۔“

اس کے گردہ نے حضرت صدیق اکبر کو پیغام
 میں مکرز کو لکھا نہیں دیں گے۔ اس پر صدیق نے فرمایا کہ بخدا
 بھی روکیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

صدیق اور طلحہ

طاقت کے مضبوط ہو جانے کے بعد طلحہ نے مع
 بہت ہی کم وقفہ کے بعد بری طرح پہا کر دیے گئے۔ سلسلہ
 تھی۔ فقہ طلحہ کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس روز
 ”ذالقصۃ“ تک مرتدین کا تعاقب کیا۔ کامل ابن اثیر
 عودہ فی اربعین یوماً“
 حضرت صدیق اس مہم میں چالیس روز

لئے۔

بأنهم بقتال الاسود مصادمة او غيلة“
آنحضرت ﷺ نے قوم سکون اور مسلمانان یمن کو حکم نامہ لکھا کہ جس طرح بھی یمن پرے اسود کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ قبیل ارشاد کے لئے فیروز اور ازویہ اور قیس نے رات کے وقت اسود کے گھر میں گھس کر اس کو قتل کر دیا۔ علی الصبح ہر سہ حضرات نے سرکاٹ کر قلعہ کی دیوار کے نیچے اس کے لشکر میں پھینک دیا اور ہاوازا بلند اذان دیتے ہوئے یہ الفاظ کہے: ”اشهد ان محمد رسول الله وان مهلة الاسود كذاب“
حضور علیہ السلام کو اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ وحی اسی شب کو ہو گئی تھی مگر پیغام بر کے ذریعے اس کے قتل کی بشارت مدینہ منورہ میں حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ماہ ربیع الاول ۱۰ھ کے آخر میں پہنچی۔ قتل اسود صدیق اکبر کے لئے پہلی بشارت تھی۔

طلیحہ اسدی

تاریخ طبری اور کامل میں ہے: ”وكان طليحة قد تنبأ في حياته ﷺ كان يقول ان جبريل ياتيني وليسجع للناس الاكاذيب“ ﴿حضور کی حیات ہی میں طلیحہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ طلیحہ کہا کرتا تھا کہ میرے پاس جبرائیل وحی لایا کرتے ہیں۔ اس نے لوگوں کے سامنے دعویٰ مکر سبج عبارتیں پیش کیں۔﴾
اس کے گروہ نے حضرت صدیق اکبر کو پیغام بھیجا کہ ہم نماز کی فریضت تسلیم کرتے ہیں مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ اس پر صدیق نے فرمایا کہ بخدا مال زکوٰۃ میں سے اگر اونٹ کا داراؤ بند بھی روکیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

صدیق اور طلیحہ

طاہق کے مضبوط ہو جانے کے بعد طلیحہ نے مع فوج کے مدینہ پر شب خون مارا۔ لیکن بہت ہی کم وقفہ کے بعد بری طرح ہپسا کر دیئے گئے۔ سلسلہ روت میں اسلامی فوج کی یہ پہلی فتح تھی۔ قتلہ طلیحہ کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اس روز صدیق اکبر نے مع اسلامی لشکر کے مقام ”ذالقصہ“ تک مرتدین کا تعاقب کیا۔ کامل ابن اثیر میں ہے: ”وكانت غزوة الصديق عوده في اربعين يوماً“
﴿حضرت صدیق اس مہم میں چالیس روز تک معروف رہ کر مدینہ واپس تشریف لائے۔﴾

لاکھ سائزہ میں ہے۔

یا کافره وهي التسعينية لابن

من الله عمرو بن عبیده“

سے جمہ سے کہا اذکار امیرے گھر سے

قل ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا: خدا

منا چاہتے ہیں اور یہی ہماری اس خدمت

تو را عمل پر سب سے پہلا دارا کا رستم

کہ کذاب، طلیحہ اسدی، سجاح کے رنگ

کی پیش گوئیاں۔ صدیق اکبر کی

ارند آئیں تو یہ قتلہ اپنے اندر لاکھوں

سے قتلہ کے آخری دور حیات میں

تشریف لائے اور سفر کی تھکان کے

مگر قتلہ نبوت کا انکار کرتے ہوئے اپنی

اور کامل ابن اثیر میں ہے۔

تھا۔ وہ مرتد اس لئے تھا کہ اس نے

کہ شہد کھاتا تھا۔ قوم جس اور بعض

مہم بن یمن جمہور کیا تھا۔ جیسے میلہ

ہند پھر اس کی تحریک آگ کی طرح

خالد و طلحہ

صدیق اکبرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو فوج دے کر طلحہ کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ مقام بزااحہ پر طرفین میں خون ریز جنگ ہوئی۔ عیینہ بن حصن مزارعی نے (جو طلحہ کا کمان دار اعظم تھا) طلحہ سے ہار ہار یافت کیا۔ کیا جبرائیلؑ تمہارے پاس مژدہ فتح نہیں لائے۔ طلحہ عین جنگ میں وحی کا اسی طرح منتظر رہا جیسے قادیانی آسمانی منکوحہ کا۔ آخر مرتدین کو شکست فاش ہوئی۔ طلحہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ بعد میں تائب ہو کر دوبارہ ختم المرسلین کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہوا۔ فتوح عراق۔ علیؓ الخصوص نہاوند اور جلولا وغیرہ معرکوں میں اس نے اپنی مردانگی کے اسلامی جوہر پوری شان سے دکھائے۔

مسئلہ کذاب

مسئلہ کذاب ۱۰ھ میں وفد بنی حنیفہ کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہوا اور حضورؐ سے کہنے لگا: "ان شئت اخذناک الامرو بایعناک علی انه لنا بعدک فقال رسول اللہ لا ولا نعمة عين ولكن الله فانتك" (توڑ البلدان از بلاوری) اگر آپ چاہیں تو ہم آپؐ کی حراست ترک کر کے آپؐ سے اس شرط پر بیعت کر لیتے ہیں کہ آپؐ کے بعد مسند نبوت پر ہمارا قبضہ ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ البتہ خدائی لشکر تم سے برسر پیکار ہوں گے۔

دعویٰ نبوت

وفد مذکور واپس گیا۔ جیہ الوداع کے بعد حضورؐ کی ناسازی طبیعت سن کر مسئلہ نے موقع کو فہمیت سمجھا اور نبوت کا اعلان کر دیا۔ بلاذری، طبری، کامل میں ہے کہ مسئلہ جب سفر مدینہ بمایہ واپس آیا تو مرتد ہو کر اس نے نبوت کا اعلان کر دیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ میں نبوت میں حضورؐ کا شریک ہوں۔ قرآن کا معارضہ کرتے ہوئے اس نے چند کج جملے بھی بطور وحی پیش کیے۔ اہل یمن سے فریفت نماز ساقط کر دی۔ شراب اور زنا کو حلال قرار دیا۔ بالیں ہمہ وہ حضورؐ کی رسالت کا اعتراف کیا کرتا تھا۔ اس پر بنو حنیفہ نے خوشی کے مارے تالیاں بجانیں۔

مسئلہ کا دعوت نامہ

قادیانی کی طرح مسئلہ کو بھی تبلیغ نامہ و پیام کی سوجھی، حوصلہ بڑھایا تھا۔ اس لئے خود

کتابت اللہؐ کو ۱۰ھ میں دعوت نبوت کے بعد ذیل کی چٹھی لکھی کہ
"من مسیلمة رسول الله الى محمد
الارض ولقریش نصفها ولكن قریشاً قوم لا
از مسیلمہ پیغمبر خدا بسوئے محمد رسول اللہ، واضح رہے
(کیونکہ میں نبوت میں آپ کا شریک ہوں) اور نصف
انصاف ہیں۔

اسم الانبیاء کا جواب

"فکتب اليه رسول الله ﷺ، بسم
رسول الله الى مسیلمة الکذاب اما بعد فلان الا
یشاء والعاقبة للمتقين والسلام علی من اتبع الهدی
حضورؐ نے اس کے جواب میں لکھا از
ہو کہ مملکت در حقیقت خدا تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں
آخری کامیابی صرف نیکوں کے لئے ہے۔ آخر میں تمام ہمارے
دعوائے اسلام اور مسئلہ

مذکورہ بالا واقعات سے ظاہر ہو چکا ہے کہ
نبوت کا معترف تھا۔ مگر ختم نبوت کا منکر ہو کر شرک
فریفت کا قائل نہ تھا۔ مگر اس کے ہاں برابر اذان و
طبری اور کامل میں ہے: "وكان الذي يوذن له
له حجیر بن عميرة"

"مسئلہ کذاب کا مؤذن عبداللہ بن نواح
قطعی بات ہے کہ مسئلہ کذاب، اسود
پر صحابہ کرامؓ نے ان سے جہاد کیا۔ حالانکہ مسئلہ صراحتاً
تھا۔ ورنہ نہ تو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور نہ خلافت
میں (قادیانی کذاب کی طرح) یا خاندان نبوت کا

مرد کا کذاب کلمہ کوہ احد میں دعوت نبوت کے بعد ذیل کی چٹھی لکھی۔

”من مسیلمة رسول الله الى محمد رسول الله اما بعد فان لنا نصف الارض ولقریش نصفها ولكن قریشاً قوم لا ينصفون“

(طبری وکامل و بلاذری)

﴿از مسیلہ پیغمبر خدا بسوئے محمد رسول اللہ، واضح رہے کہ عرب کی نصف مملکت ہماری ہے۔﴾ (کیونکہ میں نبوت میں آپ کا شریک ہوں) اور نصف قریش کی لیکن قریش بڑے بڑے بے انصاف ہیں۔ ﴿

ختم الانبیاء کا جواب

”فکتب اليه رسول الله ﷺ . بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى مسيلمة الكذاب اما بعد فان الارض لله يورثها من عباده من يشاء والعاقبة للمتقين والسلام على من اتبع الهدى“

﴿مضمون کلمہ﴾ نے اس کے جواب میں لکھا از محمد رسول اللہ بسوئے مسیلہ کذاب واضح ہو کہ مملکت درحقیقت خدا تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ مگر آخری کامیابی صرف نیکوں کے لئے ہے۔ آخر میں تمام راہ راست پر چلنے والوں کو سلام۔ ﴿

دعوائے اسلام اور مسیلہ

مذکورہ بالا واقعات سے ظاہر ہو چکا ہے کہ مسیلہ کذاب حضور رسالت مآب ﷺ کی نبوت کا معترف تھا۔ مگر ختم نبوت کا منکر ہو کر شرک فی القیوۃ کا مدعی تھا۔ ہر چند کہ وہ نماز کی فرضیت کا قائل نہ تھا۔ مگر اس کے ہاں برابر اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا ہوا کرتی تھی۔ طبری اور کامل میں ہے: ”وكان الذي يوذن له عبد الله بن النواحة والذي يقيم له حجيرة عميرة“

”مسیلہ کذاب کا مؤذن عبد اللہ بن نواحہ اور اقامت کہنے والا حجر بن عمیر تھا۔“

قطعی بات ہے کہ مسیلہ کذاب، اسود بنی، طلحہ، سجاح کے ہم خیال مرتد تھے۔ اسی بناء پر صحابہ کرام نے ان سے جہاد کیا۔ حالانکہ مسیلہ صرف ختم نبوت کا منکر اور شرک فی القیوۃ کا قائل تھا۔ ورنہ نہ تو اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور نہ خلاف توحید کوئی کتاب تصنیف کی بلکہ اس کے کلام میں (قادیانی کذاب کی طرح) یا خانہ ساز نبوت کا تذکرہ ہوتا رہا۔ یا چند فضول مکر مسیح فقرے۔

کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔
ری نے (جو طلحہ کا کمان دار
دفع نہیں لائے۔ طلحہ عین
تردین کو شکست فاش ہوئی۔
کے حلقہ بگوشوں میں داخل
مرہ معرکوں میں اس نے اپنی

سالت میں حاضر ہوا اور
ک علی انه لنا بعدك
(توح البلدان اور بلاذری)
نے اس شرط پر
نے فرمایا کہ یہ ہرگز

طبیعت بن کر مسیلہ نے
کہ مسیلہ جب سمرقند
تھا کہ میں نبوت میں
سچ پہلے بھی بطور وحی
قرار دیا۔ ہا ایں ہمہ وہ
سے تالیاں بجاتیں۔

پایا تھا۔ اس لئے خود

۳۲۲

تا آنگہ اس کا مؤذن کہتا تھا (شہدان محمد و مسیلہ رسول اللہ قادیانی چونکہ زیادہ کانیاں واقع ہوا تھا) اس لئے اس نے نہایت سوچ بچار کے بعد کہا کہ میں تمام انبیاء کے کمالات کا مظہر ہوں۔ تا آنگہ ہر رسولے نہاں بہ پیر ہنم

(درشمن قاری ص ۱۷۳)

اور تا آنگہ

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(درشمن قاری ص ۱۷۸)

یہاں اس کو اذان اور اقامت میں اضافے کی ضرورت نہ ہوئی۔ یقین جانئے کہ اس شعر کے پیش نظر قادیانی "اشہدان محمد رسول اللہ" سے محمد عربی ﷺ کو مراد نہیں لیتا بلکہ مرزائے غلام احمد قادیانی کو مراد لیتا ہے۔

مسئلہ کا انجام

جادو دان حالات کے صحابہ کرام نے اس کذاب سے جہاد فرض سمجھا اور بے شمار قربانیاں دیئے کے بعد حضرت وحشی کے حربہ (خوردنیزہ) اور ایک انصاری کی تلوار سے قتل ہوا۔ حضرت وحشی مسموم کیا کرتے تھے کہ اگرچہ حالت کفر میں میں نے بزرگ ترین ہستی (حضرت سید الشہداء حمزہ) کو شہید کیا تھا تو حالت اسلام میں میں نے دنیا کے بدترین شخص اور خبیث کو بھی اس حربہ سے قتل کیا۔ امید ہے کہ کفارہ ہو جائے گا۔

ختم نبوت کا انکار ہر دور میں ارتداد ہے

مذکورہ بالا حقائق سے بداہتہ ثابت ہوتا ہے کہ صدر اول کے منکرین ختم نبوت اس لئے اور صرف اس لئے واجب القتل، مرتد، فریق محارب قرار دیئے گئے ہیں کہ وہ حضور ختم المرسلین ﷺ کے ساتھ شریک فی التوبۃ ہونے کے مدعی تھے۔ ورنہ وہ عام طور پر احکام الاسلامیہ کو تسلیم کرتے اور حسب استطاعت ان پر عمل درآمد رکھتے تھے۔ ختم نبوت کے انکار کی تحریک مختلف ادوار میں مختلف نام بدلتی رہی۔ کبھی اس کو اسود یعنی مسیلہ، طلحہ کی قیادت نصیب ہوئی اور آج اس کی زمام قیادت مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھ میں ہے۔ گو اس وقت صدیق و فاروق و خالد کے

۳۲۳

نے پچاس الماریوں والی حکومت قائم ہے اور مل کر رہا ہے۔ مگر احکام شرعیہ بدل نہیں سکتے اس سے دور صحابہ کرام میں کیا گیا: "فلن قادیانی"

مسئلہ تکفیر اہل قبلہ

شہاد اول کے جواب میں جن مرتد و کافر و عدم تکفیر کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ کی تاریخ

اہل قبلہ سے جہاد نہ کرنے کا مشورہ پیش کیا جب کہ حضرت صدیق اکبر مرتدین الفاظ حسب ذیل ہیں۔

حضور ﷺ کے انتقال کے بعد

جہاد کرنے کے لئے آپ تیار ہوئے تو فار

ہیں۔ جب حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ "لا

ہو جاتا ہے۔ اس کے باطن کا معاملہ خدا کے

کی جاسکتی ہے۔ یہ سن کر ابو بکر نے فرمایا۔

فرضیت میں فرق کرے گا۔ میں اس سے

بکری کا ایک بچہ بھی روکا جو حضور کے عہد

فرماتے ہیں کہ بس میں نے سمجھا کہ صدیق

کی تلقین سے میں بھی حقیقت کو سمجھ گیا۔

نتیجہ

اس روایت سے صاف معلوم

کے انجام بد یعنی قتل سے بچائیں سکتا۔

بجائے پچاس الماریوں والی حکومت قائم ہے اور متنبی قادیان اس کو کل اللہ کہہ کر من مانی مرادیں حاصل کر رہا ہے۔ مگر احکام شرعیہ بدل نہیں سکتے۔ آج بھی یہ جماعت شرعاً اس سلوک کی مستحق ہے جو اس سے دور صحابہ کرام میں کیا گیا: ”فلن تجد لسنة الله تبديلاً ولن تجد لسنة الله تحويلاً“

مسئلہ تکفیر اہل قبلہ

شبہ اول کے جواب میں جن مرتع واقعات کا ذکر ہوا۔ ان کے سمجھ لینے سے اہل قبلہ کی تکفیر وعدم تکفیر کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ کی تاریخ

اہل قبلہ سے جہاد نہ کرنے کا مشورہ سب سے پہلے حضرت فاروق اعظمؓ نے اس وقت پیش کیا جب کہ حضرت صدیق اکبرؓ مرتدین سے بدسرپیکار ہونے کو تیار ہو گئے تھے۔ صحیحین کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

حضور ﷺ کے انتقال کے بعد جب صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے اور عرب کے مرتدین سے جہاد کرنے کے لئے آپ تیار ہوئے تو فاروقؓ نے صدیقؓ سے کہا کہ آپ ان سے کیوکر لڑ سکتے ہیں۔ جب حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”لا الہ الا اللہ“ کہنے والے کا جان اور مال ہم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کے باطن کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ ہاں حقوق اسلام کے متعلق اس سے گرفت کی جاسکتی ہے۔ یہ سن کر ابو بکرؓ نے فرمایا۔ تو زکوٰۃ بھی حق مال ہے۔ پس جو شخص صلوٰۃ اور زکوٰۃ کی فریضت میں فرق کرے گا۔ میں اس سے ضرور جہاد کروں گا۔ بخدائے لایزال اگر انہوں نے ہمارے بکری کا ایک بچہ بھی روکا جو حضور کے عہد میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔ فاروقؓ فرماتے ہیں کہ بس میں نے سمجھ لیا کہ صدیقؓ کو اس مسئلہ میں شرح صدر حاصل ہو چکا ہے۔ پس ان کی تلقین سے میں بھی حقیقت کو سمجھ گیا۔ (مشکوٰۃ)

نتیجہ

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ اہل قبلہ کو ضروریات دین کا انکار کفر وارندہ اور اس کے انجام بد یعنی قتل سے بچا نہیں سکتا۔

یانی چونکہ زیادہ کانیاں واقع ہوا تھا) کے کلمات کا مظہر ہوں۔ تا آنکہ سر ہنم (درشین فارسی ص ۱۷۳)

بسم خدا ن باشد (درشین فارسی ص ۱۳۸) مدت نہ ہوئی۔ یقین جانئے کہ اس سے محمد عربیؐ شہ لولاک مراد

سے جہاد فرض سمجھا اور بے شمار انصاری کی تلوار سے قتل ہوا۔ رنگ ترین ہستی (حضرت سید زین العابدینؓ اور غیبت کو بھی اس

کے مکرین ختم نبوت اس لئے گئے ہیں کہ وہ حضور ختم عام طور پر احکام اسلامیہ کو انکار کی تحریک مختلف تفسیر ہوئی اور آج اس صدیق و فاروق و خالد کے

تکفیر اہل قبلہ کی اصل

اس بحث میں سب سے ضروری بات یہ ہے کہ مسئلہ مذکور کے اصلی الفاظ جو سلف سے منقول ہوئے ہیں۔ سامنے رکھے جائیں تاکہ مرتد زندقہ اور عامی کے درمیان مابہ الامتیاز قائم کیا جاسکے۔ شرح تحریر ابن ہمام مصنفہ ابن امیر الحاج ص ۳۱۸ میں بحوالہ منشی مسئلہ مذکور حضرت امام اعظم سے بالفاظ ذیل منقول ہوا ہے۔ ”لأنکفر اهل القبلة بـذنب“ علیٰ ہذا القیاس ”یواقیت“ میں یہ مسئلہ حضرت امام شافعی سے بھی مذکور ہوا بالفاظ سے منقول ہوا ہے۔ غرض یہ مسئلہ سلف صالحین سے جہاں کہیں بھی منقول ہوا ہے۔ ”ذنب“ سے مقید ہے لیکن طہرول اور زندقہ نے ان کو فلاح رنگ میں پیش کر کے اپنے کفر والہاد کو چھپانا چاہا ہے۔

جملہ مذکورہ کا حل

جملہ مذکور کی ساخت اور وضع صاف بتا رہی ہے کہ یہ جملہ دراصل خوارج پھر معتزلہ کی تردید میں کہا گیا۔ ضروریات دین کے منکر اس سے مراد نہیں تھے۔ خوارج گنہگار کو کافر قرار دیتے ہیں اور بقول معتزلہ عامی نہ مومن ہے نہ کافر۔ علامہ قنوی، حنفی شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۳۷ میں لکھتے ہیں: ”اس جملہ میں خوارج کی تردید ہے جو گناہ کے مرتکب کو (مغیرہ ہو یا کبیرہ) کافر کہتے ہیں اور بعض خوارج فقط کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اس جملہ میں معتزلہ کی بھی تردید ہے۔ جن کے ہاں مرتکب گناہ ایمان سے قطعاً محروم ہو جاتا ہے جس کی پاداش میں ابدلاً باؤتک جہنم میں رہے گا۔ گو کفر میں داخل بھی نہیں ہوتا۔“

۲..... شیخ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ”نحن اذا قلنا اهل السنة متفقون علی انه لا یکفر بالذنب فانما یزید به المعاصی كالزنا والشرب“ (ص ۱۸ کتاب الایمان) ہم کہیں جب یہ کہیں کہ اہل سنت گناہگار کو کافر نہیں کہتے تو اس سے ہماری مراد فقط عامی ہوتا ہے جیسے بدکار اور شراب خور وغیرہ (ضروریات دین کا منکر مراد نہیں ہوتا)۔

۳..... شرح فقہ اکبر بحث ایمان میں علامہ قنوی سے نقل ہے: ”ولم اجده لعلہ لا اختلاف النسخ وفي قوله بذنب اشارة الى تکفیر لفساد اعتقاده کفساد الاعتقاد المعجمة والمشبهة ونحوهم لان ذلك لا یسمى ذنباً والكلام فی الذنب“ لفظ ”ذنب“ میں اوہر اشارہ ہے کہ بدعتیہ مثلاً تجسیم باری کا

کامل اس کو مخلوقات سے مشابہہ ماننے والا وغیرہ عقائد کے اصطلاحاً ”ذنب“ نہیں کہتے۔ ﴿

۱..... واضح رہے کہ دورروت میں مرتدین کے کئی گروہ قوم کندہ اور قوم تہیم صرف فریضہ زکوٰۃ کی منکر قوم حنیفہ اور قوم اسد کا ارتداد ووجہ سے تھا۔

۲..... کی نبوت کا اعتراف۔

۳..... قوم حنیفہ اس لئے بھی کہ وہ صبح اور مغرب کی سب سے بڑھ کر کافر تھے۔ (دورروت میں مرتدین کے کلمہ مجھے علم سے معالم السنن خطابی سے بڑھ کر کہیں نہیں صحیح مذہب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے

۴..... ہے۔ مثلاً حدیث عالم توحید باری تعالیٰ اس کا قدم اس تمام انبیاء علی الخصوص حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار آپ نے تو جہاد کو منسوخ قرار دیا) اور یہ اعتراف کہ آپ ﷺ شرعیہ کی اصل ہے۔ کعبہ رخ ہو کر نمازیں ادا کرنا فرض تمام ضروریات دین کا محترف ہو وہی مسلمان ہے۔ علامہ تفتازانی شرح مقاصد ص ۲۶۸

متعلق اختلاف علماء صرف ایسی صورت میں ہے وغیرہ ضروریات دین کا تو قائل ہے مگر بعض دوسرے ہو۔ مثلاً صفات الہیہ کا مسئلہ خلق افعال کا نظریہ و حق متحد نہیں بلکہ واحد ہے۔ نقطہ ایسے فرقہ کی ہے۔ ورنہ جو فرقہ یا فرد ضروریات دین کا منکر ہو کے علمی احاطے کا منکر ہو یا اسی نوع کا کوئی اور کہ خواہ ہمہ عمر عبادت الہی میں صرف کرے۔“ شرح فقہ اکبر میں ہے: ”اہل قبلہ“ عالم، حشر اجساد، خدا تعالیٰ کے احاطہ علمی اسی نو

قائل اس کو مخلوقات سے مشابہہ ماننے والا وغیرہ عقائد رکھنے والا کافر ہے کیونکہ بدعتیہ کی کو
اصطلاحاً ”ذنب“ نہیں کہتے۔ ﴿

واضح رہے کہ دورِ ردت میں مرتدین کے کئی گروہ تھے۔

۱..... قوم کندہ اور قوم تمیم صرف فرضیتِ زکوٰۃ کی منکرتھی۔ اس لئے مرتد قرار دی گئی۔

۲..... قوم حنیفہ اور قوم اسد کا ارتداد و دو وجہ سے تھا۔ فرضیتِ زکوٰۃ سے انکار اور میلہ۔ طلیمہ

کی نبوت کا اعتراف۔

۳..... قوم حنیفہ اس لئے بھی کہ وہ صبح اور مغرب کی نماز کی فرضیت کی منکرتھی۔ لہذا قوم حنیفہ

سب سے بڑھ کر کافر تھی۔ (دورِ ردت میں مرتدین کے اصناف و انواع کی تحقیق و تفصیل جہاں تک

مجھے علم سے معالماً السنن خطابی سے بڑھ کر کہیں نہیں۔ معالماً حلب یا دمشق میں زیرِ طبع ہے۔

۴..... صحیح مذہب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے تمام ضروریاتِ اسلام کا اعتراف لازم

ہے۔ مثلاً حدوثِ عالم تو حیدِ باری تعالیٰ اس کا قدم اس کا عدل اور اس کی حکمت نفی تہمید، تعطیل

تمام انبیاء علی الخصوص حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار، آپ ﷺ کی شریعت کے دوام کا عقیدہ (مرزا

نے تو جہاد کو منسوخ قرار دیا) اور یہ اعتراف کہ آپ ﷺ کی تعلیم تمام تر صحیح ہے۔ قرآن تمام احکام

شرعیہ کی اصل ہے۔ کعبہ رخ ہو کر نمازیں ادا کرنا فرض ہے۔ زکوٰۃ حج فرض ہیں۔ الغرض جو غرض

تمام ضروریاتِ دین کا معترف ہو وہی مسلمان ہے۔

علامہ تفتازانی شرح مقاصد ص ۲۶۸ میں لکھتے ہیں: ”اہل قبلہ کی تکفیر و عدم تکفیر کے

متعلق اختلاف علماء صرف ایسی صورت میں ہے کہ کوئی فرقہ یا فردہ حدوثِ عالم، حشر اجداد

وغیرہ ضروریاتِ دین کا تو قائل ہے مگر بعض دوسرے عقائد میں عامہ مسلمین سے اس کا اختلاف

ہو۔ مثلاً صفاتِ الہیہ کا مسئلہ خلق افعال کا نظریہ وغیرہ مسائل اختلافیہ جن میں بالاتفاق فریقین

حق متحد نہیں بلکہ واحد ہے۔ فقط ایسے فرقہ کی تکفیر و عدم تکفیر میں علماء کا اختلاف منقول ہوا

ہے۔ ورنہ جو فرقہ یا فردہ ضروریاتِ دین کا منکر ہو جیسے قدمِ عالم کا معتقد ہو۔ یا قیامت یا خدا تعالیٰ

کے علمی احاطے کا منکر ہو یا اسی نوع کا کوئی اور کفر اس سے سرزد ہو تو وہ بالاتفاق علماء کافر ہے۔

خواہ ہمہ عمر عبادتِ الہی میں صرف کرے۔“

شرح فقہ اکبر میں ہے: ”اہل قبلہ“ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین مثلاً حدوث

عالم، حشر اجداد، خدا تعالیٰ کے احاطہ علمی اسی نوع کے دوسرے اہم مسائل کے معترف ہوں۔ بنا

اور کے اصلی الفاظ جو سلف سے
کے درمیان بابہ الامتیاز قائم کیا
لہ منہی مسئلہ مذکور حضرت امام
سلا بذنب ”علیٰ ہذا القیاس
ط سے منقول ہوا ہے۔ غرض یہ
” سے مقید ہے لیکن محدود اور
ہا ہے۔

دور اصل خوارج پھر معتزلہ کی
اراج گنہگار کو کافر قرار دیتے
ح عقیدہ طحاویہ ص ۲۳۷ میں
مغیرہ ہو یا کبیرہ) کافر کہتے
کیاس اس جملہ میں معتزلہ کی
اتا ہے جس کی پاداش میں

متفقون علی انہ لا
ص ۱۲۱ کتاب الایمان) ہم
ط عامی ہوتا ہے جیسے بدکار

ولم اجدہ لعلہ
نیر لفساد اعتقاده
ذلك لا یسمی ذنباً
عقیدہ مثلاً تجسیم باری کا

ہیں جو شخص ہمہ عمر عبادت الہی میں صرف کر دے۔ گمراہی کا عقیدہ یہ ہو کہ عالم قدیم ہے قیامت نہیں آئے گی۔ خدا تعالیٰ جزئیات کو نہیں جانتا۔ یہ شخص اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ سے نہیں۔ رہا اہل سنت کا یہ قول کہ ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ اس کے بھی معنی ہیں کہ افعال کفر (مثلاً سجدہ صغیر) کا مرتکب ہو۔ علامات کفر اس سے ظاہر نہ ہوں۔ (جسے زنا رہا نہ ہوتا)

علامہ عبدالعزیز فرہادی نیز اس ص ۵۷۲ میں لکھتے ہیں: ”اہل قبلہ متکلمین کی اصطلاح میں جو ضروریات دین یعنی دین کے بدھیکی مشہور مسائل کے مقرر ہوں۔ بنا بریں جو شخص ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہوگا۔ جیسے حدود عالم یا قیامت یا خدا کے احاطہ علمی یا فریضت صلوٰۃ و صوم کا منکر ہو۔ تو وہ اہل قبلہ میں داخل نہیں۔ اگرچہ زاہد مرتاض ہی ہو۔ علیٰ ہذا القیاس۔ جس شخص میں کفر کے علامات پائے جائیں۔ مثلاً سجدہ صغیر یا کسی شرعی مسئلہ کا استخفاف کرے۔ وہ بھی اہل قبلہ سے نہیں۔ اہل سنت کا یہ مسئلہ کہ ”ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔“ اس سے مراد صرف یہ ہے کہ ہم عامی کو، دین کے غیر ضروری نظری مسائل کے منکر کو کافر نہیں جانتے۔ یہ محققین کا مذہب اور عقیدہ اور تحقیق ہے۔“

فقہاء اور اصولیین کی رائے

۱..... تحقیق شرح مسائ میں اور کشف الاسرار شرح اصول یزدی ج ۳ ص ۳۳۸ میں ہے: ”وان غلافی ہوا حق وجب اکفارہ بہ لا یعتبر خلافہ و وفاتہ ایضاً لعدم دخوله فی مسمى الامة المشہد دلہا بالصحة وان صلی الی القبلة واعتقد نفسه مسلماً لان الامة لیست عبادت عن المصلین الی القبلة بل عن المؤمنین وهو کافر وان کان لا یدری انه کافر“ ”اگر کسی متبدع کا غلو کفر کے درجہ تک پہنچ جائے تو اجماع امت کے مسئلہ میں داخل ہی نہیں۔ جس کے لئے آں حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ تمام کی تمام گمراہ نہ ہوگی۔ ہرچند کہ وہ قبلہ رخ ہو کر نمازیں پڑھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان شمار کرتا ہو۔ یہ اس لئے کہ امت محمدیہ عبارت اس سے نہیں۔ کہ کوئی قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھ لے۔ بلکہ امت مومنین کا نام ہے اور یہ شخص مومن نہیں بلکہ کافر ہے۔“

۲..... علامہ ابن عابدین رد المحتار ص ۳۷۷ میں لکھتے ہیں: ”لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کما فی شرح التحرير“ ”ضروریات دین کا منکر بالافتاق کافر ہے۔ اگرچہ اہل

ظہر ہوا اور تمام عمر طاعات میں صرف کر دے۔ جیسے ابن ابراہیم نے کہا: ”بجرا لرائق سے رد المحتار میں منقول ہے: ”والحد من المخالفین فیما لیس من الاصول“ ”مذہب یہ ہے کہ مسلم اپنے کسی مخالف کو کافر نہیں کہتے۔“

۳..... خفای شرح شفا ج ۳ ص ۳۳۰ میں آئمہ میں لکھا ہے: ”قال ابننا لقاسم وکذا سخون فی من تنبأ من زعم انه نبی فهو کالمرتد وقال اشہب بعد نبیکم نبی سیاتی من اللہ بشریہ مکذب النبی ﷺ فی قوله لانہی بعدی نبوت مرتد ہے۔ اشہب نے کہا اگر یہودی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ مرتد ہے۔ اگر تو یہ کہے تو یہ نبوت کے ارشاد لا نبی بعدی کی تکذیب کی۔“

حضور خاتم الانبیاء الرسل ہیں اور اس کا امام ابو منصور عبد القادر بغدادی اپنی شہادت میں فرماتے ہیں: ”کل من اقر بنبوة بنیہ والرسول واقربتا بید شریعت ومنع من اذا نزل من السماء یُنزل بنصرة شہادۃ ویمیت ما امانتہ القرآن خلاف فرقة الی یزید بن ابی انیسۃ فانہم زعموا العجم ویُنزل علیہ کتاباً من السماء نص القرآن محمد ﷺ خاتم النبیین بعدی۔ ومن ردحجة القرآن والسنة طرح آں حضرت ﷺ کی نبوت کا معترف ہے۔ آپ ﷺ کی شریعت کا دوام اور اس کا عدم نسخ

..... ہوا اور تمام عمر طاعات میں صرف کر دے۔ جیسے ابن امیر الحاج نے شرح تحریر میں لکھا ہے۔ ﴿.....
بجز اراک سے رد الحار میں منقول ہے: ”والحاصل ان المذهب عدم تکفیر
بعد من المخالفین فیما لیس من الاصول المعلومہ ان الدین ضرورۃ“ ﴿ہمارا
مذہب یہ ہے کہ مسلم اپنے کسی مخالف کو کافر نہیں کہتے جب تک کہ وہ ضروریات دین کا منکر نہ
ہو۔﴾

..... خواجه شرف شجاع ص ۳۳۰ میں آئمہ مالکیہ کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”قال ابننا لقاسم وكذا سخنون في من تنبأ كالمترد وقال الصبغ بن الفرج
من زعم انه نبي فهو كالمترد وقال اشهب في يهودي زعم انه نبي اوقال ان
بعد نبيكم نبي سيأتي من الله بشريعة انه كالمترد يستتاب والاقتل لانه
مكذب النبي ﷺ في قوله لاني بعدى“ ﴿ابن قاسم سخنون اصح فرماتے ہیں کہ مدعی
نبوت مرتد ہے۔ اشہب نے کہا اگر یہودی نبوت کا دعویٰ کرے یا یہ کہے کہ حضور کے بعد کوئی دوسرا
نبی آنے والا ہے تو وہ مرتد ہے اگر توبہ کرے تو فیماورد نہ قتل کر دیا جائے۔ اس لئے کہ انہوں نے
حضور کے ارشاد لانی بعدی کی تکذیب کی۔﴾

حضور خاتم الانبیاء الرسل ہیں اور اس کا منکر کافر ہے

امام ابو منصور عبد القادر بغدادی اپنی شہرہ آفاق تصنیف اصول الدین مطبوعہ استانبول
میں فرماتے ہیں: ”کل من اقر بنبوۃ بنسینا محمد ﷺ اقر بلانہ خاتم الانبیاء
والرسل واقربنا بید شریعت ومنع من نسخها وقال ان عیسیٰ علیہ السلام
اذا نزل من السماء یُنزل بنصرة شریعة الاسلام یحییٰ ما احیاه القرآن
ویمیت ما اماتہ القرآن خلاف فرقة من الخوارج تصرف بالیزیدیة المفتبة
الی یزید بن ابی انیسۃ فانهم زعموا ان الله یبعث فی اخر الزمان نبیا من
العجم ویُنزل علیہ کتاباً من السماء وینسخ ذالك الشرع شرع القرآن وقد
نص القرآن محمد ﷺ خاتم النبیین وقد تواترت الاخبار عنه بقوله لانی
بعدی۔ ومن رد حجة القرآن والسنة فهو الکافر“ ﴿ج ۱ ص ۱۶۲﴾ ہر ایک مومن جس
طرح آں حضرت ﷺ کی نبوت کا منکر ہو رہا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کو خاتم الانبیاء والرسل،
آپ ﷺ کی شریعت کا دوام اور اس کا عدم نسخ بھی مانتا ہے۔ نیز یہ بھی عقیدہ رکھتا ہے کہ حضرت مسیح

یہ ہو کہ عالم قدیم ہے قیامت
کے نزدیک اہل قبلہ سے نہیں۔
ہیں کہ افعال کفر (مثلاً سجدہ
رہنا)

اہل قبلہ متکلمین کی اصطلاح
بتائیں جو شخص ضروریات
کے احاطہ علمی یا فرضیت صلوات
علیہذا القیاس۔ جس شخص
ف کرے۔ وہ بھی اہل قبلہ
سے مراد صرف یہ ہے کہ ہم
محققین کا مذہب اور عقیدہ

ج ۳ ص ۳۳۸ میں ہے:
ووفاته ایضاً لعدم
الی القبلة واعتقد
الی القبلة بل عن
نذیر کا غلو کفر کے درجہ
آں حضرت ﷺ نے
ماتا ہوا اور اپنے آپ کو
بلکہ رخ ہو کر نماز پڑھ

ی کفر المخالف
طول عمرہ علی
فر ہے۔ اگرچہ اہل

علیہ السلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے تو شریعت اسلامیہ کی تائید کریں گے۔ ان ہی احکام کی دوبارہ اشاعت کریں گے۔ جو قرآن نے پیش کئے اور انہی امور سے روکیں گے جو قرآن نے ممنوع قرار دیئے۔ برخلاف فرقہ یزیدیہ کے (اتباع یزید بن ابی ہشیم خارجی) ان کا عقیدہ ہے کہ ہختر زمان میں خدا تعالیٰ عجم سے ایک نبی مبعوث فرمائے گا۔ (مرزا کے حق میں پیشین گوئی ہو رہی ہے۔) اس پر کتاب نازل ہوگی۔ اس کی شریعت شریعت قرآنی کی ناسخ ہوگی۔ حالانکہ قرآن نے صاف اعلان کیا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اس کے علاوہ ”لانیسی بسعدی“ حضور ﷺ سے یہ تو اتر مروی ہے۔ جو شخص قرآن اور حدیث کی تردید کرے وہ پکا کافر ہے۔

زندیق اور مرتد میں فرق

شبہ ثانی کے جواب میں ہم سلف سے نقل کرائے۔ کہ لصوص ختم نبوت کو اپنے ظاہر پر رکنا لازم اور ضروری ہے۔ ان میں ہر تاویل باطل ہوگی۔ جو ماذل کو کفر سے بچائیں سکتی۔ مرزا اور اس کی امت کی تمام تر بنیاد تاویل پر ہے۔ مرزا کی لٹریچر کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ یہ گروہ باب تاویل میں باطنیہ جیسے باطل پرست فرقہ سے بھی دو قدم آگے بڑھا ہوا ہے۔ (باطنیہ کی تسویلات و تاویلات کا مطالعہ کرنا ہو تو کتاب الفرق کو ص ۲۶۵ سے ص ۲۹۹ تک دیکھئے۔) اور یہ تاویلات سراسر زندقہ ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زندیق کا ترجمہ بھی سلف سے نقل کر دیا جائے تاکہ مرزائیہ کی حقیقت پورے طور پر سمجھ آ سکے۔

۱..... علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں: ”الکافران اظهر الایمان خص باسم المنافق وان کفر بعد الاسلام خص باسم المرتد وان قال بالہیین او اکثر خص باسم المشرك. وان کان متعذرا وان کان مع اعترافہ بنبوۃ النبی ﷺ و اظہارہ شعائر الاسلام یطعن عقائدہ کفر بالاتفاق خص باسم الزندیق“ ”کافر اگر بظاہر اسلام کا اقرار کرے تو وہ منافق ہے اور اگر کوئی شخص اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے۔ تو وہ مرتد ہے اور اگر تعدد معبود کا قائل ہو تو مشرک ہے اور اگر حضور ﷺ کی نبوت کا اعتراف کرتے ہوئے شعائر اسلام کی پابندی بھی دکھائے لیکن ضروریات دین کے خلاف عقائد رکھتا ہو تو یہ زندیق ہے۔“

۲..... حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ دہلوی مسوئی شرح موطا ج ۲ ص ۱۰۹ میں زندیق کی حقیقت بالفاظ ذیل واضح کرتے ہیں۔ ”دین حق کا مخالف اگر سرے سے اس کا معتقد اور مقرر

نہیں۔ نہ ظاہر نہ باطن تو وہ کافر ہے اور اگر زبان سے اعتقاد منافق ہے اور اگر بظاہر دین حق کا اعتراف کرے مگر بعض کرے جو صحابہ، تابعین، اجماع امت کے برخلاف ہو۔ شخص شریعت میں زندیق ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ قرآن حق اس قدر ہیں کہ انسان کو اچھے اخلاق سے وہاں گونہ سر برد اخلاق کو اس عالم میں گونہ ندامت ہوگی۔ فی الواقع ہے۔“ (غرض زندیق سب کچھ مانتا ہے۔ مگر سب پر دین کی صورت بحال رہتی ہے مگر حقیقت مسخ ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ تاویل دوم کی ہے۔

۱..... جو کسی نص قطعی اور حدیث صحیح اور اجماع امت سے.....
 ۲..... جو کسی نص قطعی سے ٹکرائے۔ ثانی الذکر.....
 ۳..... آنحضرت خاتم انبیاء ہیں۔ مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت کا مفہوم (یعنی ایسا انسان جو خدا تعالیٰ کی طرف سے الطاف اور گناہوں سے معصوم اور غلطی سے مبرا ہو۔) ہے۔ پس یہ شخص زندیق ہے۔ جمہور فقہاء حنفیہ اور شافعیہ توبہ زندیق

زندیق اور مرتد کی حقیقت میں فرق واضح اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ منظور کر لی جائے گی۔ لیکن اس کے باطن میں حیثیت پوشیدہ ہے۔ توبہ سے کیا فائدہ احکام القرآن ج ۱ ص ۵۳ میں۔ اور علامہ بدرالدین ابویوسف قال ابو حنیفۃ اقتلو الزندیق اس لئے کہ اس کی توبہ کاپہ لگانا مشکل ہے۔ ”قال والالتیاب لان المسلم اذا ارتد بالحنالم ج ۱ ص ۱۵) ”مالک فرماتے ہیں اگر کوئی مسلمان جاہل کرنا ضروری نہیں کیونکہ باطنی مرتد کی توبہ اظہار اسلام

نہیں۔ نہ ظاہر نہ باطنی تو وہ کافر ہے اور اگر زبان سے اعتراف کرے مگر دل میں کفر بھرا ہوا ہو تو یہ منافق ہے اور اگر بظاہر دین حق کا اعتراف کرے مگر بعض ضروریات دین کی ایسی من مانی تاویل کرے جو صحابہ، تابعین، اجماع امت کے برخلاف ہو۔ (جیسے مرزا محمود کا ترجمہ نبوت) تو ایسا شخص شریعت میں زندیق ہے۔ جیسے کوئی کہے کہ قرآن حق، جنت و جہنم حق، لیکن جنت کے معنی فقط اس قدر ہیں کہ انسان کو اچھے اخلاق سے وہاں کو نہ سرور حاصل ہوگا اور جہنم سے مراد یہ ہے کہ بد اخلاق کو اس عالم میں کو نہ عذاب ہوگی۔ فی الواقع کوئی جنت و جہنم نہیں۔ ایسا شخص زندیق ہے۔“ (غرض زندیق سب کچھ مانتا ہے۔ مگر سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔ یہ ہے زندقہ۔ اس میں دین کی صورت بحال رہتی ہے مگر حقیقت مسخ ہو جاتی ہے۔ یہ مرتد سے کئی گنا بدتر ہے۔)

”واضح رہے کہ تاویل دوم کی ہے۔“

۱..... جو کسی نص قطعی اور حدیث صحیح اور اجماع امت کے مخالف نہ ہو۔

۲..... جو کسی نص قطعی سے ٹکرائے۔ ثانی الذکر زندقہ ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ بیشک آنحضرت خاتم انبیاء ہیں۔ مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد نبی کہلاتا جائز ہے۔ رہا نبوت کا مفہوم (یعنی ایسا انسان جو خدا تعالیٰ کی طرف خلق خدا کو ہدایت کرنے آئے۔ واجب الطاعت اور گناہوں سے معصوم اور غلطی سے مبرا ہو۔) سو یہ آپ ﷺ کے بعد آئمہ دین میں موجود ہے۔ پس یہ شخص زندیق ہے۔ جمہور فقہاء حنفیہ اور شافعیہ کا اتفاق ہے کہ زندیق واجب القتل ہے۔“

توبہ زندیق

زندقہ اور مرتد کی حقیقت میں فرق واضح ہو چکا ہے۔ اس کے بعد احکام کا درجہ ہے۔ مرتد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ منظور کر لی جائے گی۔ لیکن زندیق کی توبہ کا اعتبار کریں تو کیونکر اس لئے کہ اس کے باطن میں حیثیت پوشیدہ ہے۔ توبہ سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ امام ابو بکر جصاص رازی تفسیر احکام القرآن ج ۱ ص ۵۳ میں اور علامہ بدر الدین عینی حنفی عمدہ ص ۲۱۳ میں لکھتے ہیں: ”قال ابو یوسف قال ابو حنیفۃ اقتلو الزندیق سرفان توبۃ لا تعرف“ (زندقہ کو قتل کر دو اس لئے کہ اس کی توبہ کچھ مشکل ہے۔) ”قال مالک المسلم اذا تولی عمل السحر قتل والالتیاب لان المسلم اذا ارتد بالحنال لم تعرف توبته باظهاره الاسلام“ (ج ۱ ص ۱۵) ”مالک فرماتے ہیں اگر کوئی مسلمان جادو کا عمل اختیار کر لے تو اس کی سزا قتل ہے تو یہ پیش کرنا ضروری نہیں کیونکہ باطنی مرتد کی توبہ اظہار اسلام سے معلوم نہیں ہو سکتی۔“

اسلامیہ کی تائید کریں گے۔ ان ہی احکام راجعی امور سے روکیں گے جو قرآن نے بنی الہیہ خارجی (ان کا عقیدہ ہے کہ مرزا کے حق میں پیشین گوئی ہو رہی قرآنی کی تاریخ ہوگی۔ حالانکہ قرآن نے کے علاوہ ”لانیسی بعدی“ کی تردید کرے وہ پکا کافر ہے۔“

۱..... کہ نصوص ختم نبوت کو اپنے ظاہر پر مائل کو کفر سے بچا نہیں سکتی۔ مرزا اور اللہ کرنے والا جانتا ہے کہ یہ گروہ باب کے بڑھا ہوا ہے۔ (باطنیہ کی تسویلات ۲۹۹ تک دیکھئے) اور یہ تاویلات کا ترجمہ بھی سلف سے نقل کر دیا جائے

کسا فران اظہر الایمان خص باسم المرتد وان قال بالالہین وان کان مع اعترا فہ بنبوۃ قاشد ہی کفر بالاتفاق خص وہ منافق ہے اور اگر کوئی شخص اسلام کو قائل ہو تو مشرک ہے اور اگر پابندی بھی دکھائے لیکن ضروریات

موطا ج ۲ ص ۱۰۹ میں زندیق کی سرے سے اس کا معتقد اور مقرر ہی

جواب شبہ اور تکفیر معین

گزشتہ تمام تفصیلات شبہ ثانی کے جواب سے متعلق تھیں۔ رہا شبہ سوم کا جواب اول تو ہر دو شبہات کے جوابات کو مطالعہ کر لینے کے بعد اس کی لغویت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ابتدا میں بعض جزئیات نقل بھی کر دیئے گئے ہیں۔ یہاں ہم ایک جامع مانع قاعدہ اس مسئلہ کے متعلق لکھ کر مضمون کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ قاعدہ کو عبارت سابقہ سے صریحاً استنباط کیا جاسکتا ہے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ اپنے مقصد کو سلف صالحین ہی کے الفاظ میں ادا کریں۔

علامہ محمود حنفی قنوی شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۳۸ میں لکھتے ہیں کہ: ”کسی معین شخص کی نسبت اگر مسلم سے دریافت کیا جاوے کہ آیا وہ (قیامت میں) سزا پاب ہوگا؟ اور آیا وہ کافر ہے؟ تو اس کے متعلق واضح رہے کہ یہ بڑی بے انصافی ہے کہ کسی معین شخص کے متعلق ہم (خم ٹھوک کر) کہہ دیں کہ خدا تعالیٰ اس کو (آخرت میں) نہیں بخشے گا۔ اس پر رحم نہیں کرے گا۔ بلکہ اس کو میران جہنم میں رکھے گا۔ کیونکہ اس قسم کا فیصلہ صرف اس شخص کے متعلق ہے جو کفر پر مہر چکا ہو۔ (جیسے فرعون، ابو جہل، مسلمان)۔“

لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ ہمارا یہ توقف صرف آخرت کے متعلق ہے۔ رہا دنیاوی احتساب، جیسا ہم اس کو اشاعت بدعت سے روکتے ہوئے مزادیں کے اور اس سے کہیں گے کہ ان خیالات سے باز آ جا۔ اگر مان لے تو بیجا اور نہ مل کر دیا جائے گا۔

مزید برآں ہر دو شکیں بھی اسی وقت تک جب تک کوئی عقیدہ کفر صریح کو مستلزم نہ ہو ورنہ ہم ایسے خیالات کو کفر اور ان کے قائل اور معتقد کو کافر قرار دیں گے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص منافق و زندیق ہو جائے نہ بتا بریں ہم اہل قبلہ میں سے منافق اور زندیق کو کافر کہیں گے۔ خواہ معین ہی کہیں نہ ہو۔“

موازنہ نبوت

(مولانا حضرت شاہ رحمہ اللہ شاہ پور چھاوی)

جہاں میں جتنے رسول آئے خدا سے لکر عام وحدت ہر اک مل رہے ہیں مہرے دہن سے ان کے کل صفات دے نہ ہاں سے کہ چہ آفت میں اس نے ان کو ہزار ڈالا بھی بھی قول و فعل میں ان کے نہ ذرہ بھر بھی ہوا تفاوت ہزار کہتا ہے جس کو عالم نہ قہادہ ان کے لئے جہاں میں رہی ہیں ان کی لگا ہیں اٹھن مام سوتے رخ حقیقت

صلوات ان کی صلات ان کی رضا حق کے رہی ہے تان
اٹھائے تانے لڑائیں جائیں حکم پر کو بندہ رہے ہے ہر
نہ اس فوج میں نہ ملک و دولت اور اس پر طرہ کہ سب تھے دشمن
مگر نبوت یہ قادیانی قسم خدا کی ہے وہ نبوت
میں ملائی کا طوق پہنا کسی نبی نے جہاں میں ہرگز
دقیب گائے اصر حمرے سے اصر نبی ہی شکستہ دل سے
مکڑی میں ماشہ کڑی میں قور لہر اس کون پہ ہے نہ وہی
کہیں تو بچتے ہیں آپ پہنسی کہیں ہیں مہدی کہیں خدا ہیں
یہ کشمکش فریب مرد خدا جتنے انہیں دعا ہے
رہی ہے قدرت اسی کی عادی کرے وہ پیرا رسول اہی
وہیں پیر ہے دن ہوتا جہاں ملائی ہو وہ قضا سے
بھی طریقہ وہاں قدرت سے کہ رہا ہے کہ ہے یہ کاذب
کسی نبی نے نہیں ہے اب تک وہا سے ہرگز وفات پائی
ہیں اس طرح کی ہزار باتیں جو پل کھولتے ہوئے دفن
جہاں میں مٹوں گے تیر کا کردار کی صحت میں وہاں کہ

(نوٹ: رسالہ ماہنامہ شمس الاسلام
دیا گیا۔ اس کو احتساب قادیانیت جلد ۳ ص ۳۰
سے حذف کر دیا گیا ہے۔ مرتب ۱)

از خواب
از منوکاناژ
مسلمانوں! اٹھو بیدار ہو خواب گراں کب تک
رہے گا خفتگان بخت کا دیں پاسباں کب تک
کہو احساس بھی
نہیں کیا پاس

۳۳۳

حیات ان کی ممت ان کی رضا حق کے رہی ہے تالی
انہائے فائے لڑائیں جائیں حکم پر کہ بندہ رہے ہے پھر
نہ پاس تو جس نہ ملک دولت اور اس پر طرہ کر سب ہے دشمن
مگر نبوت یہ قادیانی قسم خدا کی ہے وہ نبوت
نہیں ملای کا طوق پہنا کسی نبی نے جہاں میں ہرگز
رجب گائے احرار سے ہے لہر نبی جی شکستہ دل سے
کڑی میں اندک کڑی میں تیر اور اس تکون پہ ہے یہ دوشی
کہیں تو جتنے ہیں آپ جی کہیں ہیں مہدی کہیں خدا ہیں
یہ کشمکش لربب مرزا خدا چٹائے انہیں دعا ہے
رہی ہے قدرت اسی کی مادی کرے وہ پیدا رسول اسی
وہیں عبیر ہے دن ہوتا جہاں ملای ہو وہ تھا سے
یہی طریقہ زبان قدرت سے کہہ رہا ہے کہ ہے یہ کاذب
کسی نبی نے نہیں ہے اب تک وہاں ہے ہرگز وقت پالی
ہیں اس طرح کی ہزار باتیں جو پول کھول تو ہو یہ دشمن
جہاں میں غصوں کے حیرت کار خدا کی محنت میں دبا کر
(نوٹ: رسالہ ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ دسمبر ۱۹۳۳ء کے شمارہ جسے قادیان نمبر کا نام
دیا گیا۔ اس کو احتساب قادیانیت جلد ۳ ص ۵۳۰ تا ۵۳۹ پر شائع کیا جا چکا ہے۔ اس لئے کہ یہاں
سے حذف کر دیا گیا ہے۔ مرتب)۔

از خواب گراں خیز!

از منزل ناز و پیر مائل شانی!

مسلمانو! اٹھو بیدار ہو خواب گراں کب تک
رہے گا خفتگان بخت کا دین پاسہاں کب تک
کہو احساس بھی رکھتے ہو کچھ اپنی جانی کا
نہیں کیا پاس کچھ تم کو محمدؐ کی غلامی کا

موم کا جواب اذل تو ہر دو شبہات
وجاتی ہے۔ اس کے علاوہ ابتدا
مائع قاعدہ اس مسئلہ کے متعلق
ریحاً استنباط کیا جاسکتا ہے۔ مگر

ہیں کہ: "کسی معین شخص کی
باب ہوگا؟ اور آیا وہ کافر ہے؟
س کے متعلق ہم (غم ٹھوک کر)
ن کرے گا۔ بلکہ اس کو ممبران
ہے جو کفر پر مچکا ہو۔ (جیسے

آخرت کے متعلق ہے۔ رہا
ادیں گے اور اس سے کہیں
گا۔

نیدہ کفر صریح کو مستلزم نہ ہو
اس کی صورت یہ ہے کہ
شق اور ذہنی کو کافر کہیں

۲۰ دن سے ان کے کل صدقات
کے نہ ذرا بھر بھی ہوا نکاح
حق عام سے ذرا حقیقت

غلامان محمد کو محمد کا یہ فرماں ہے کہ حق کی اطاعت پیروی میری یہ ایماں ہے
 صحابہ کی چلن سیکھو کہ اس میں نور ایماں ہے بچو ہر قسم سے کہ اس میں دیں کا نقصان ہے
 مسلمانو! بہت فتنے جہاں میں رونما ہوں گے
 نبوت کے بھی دعوے کرنے والے اشیاء ہوں گے
 خدا نے مجھ پہ کامل کر دیا دین اور نعمت بھی ہوا اسلام سے راضی ملی مجھ کو بشارت بھی
 بتایا مجھ کو تاج الانبیاء ختم الرسالت بدھایا رحمت العالمین سے شان و رفعت بھی
 نبوت کے جو میرے بعد جتنے مدعی ہوں گے
 وہ سارے مفتری، کذاب، دجال و شقی ہوں گے
 رسول اللہ کا فرماں دنیا میں عیاں دیکھا اٹھے مرتد زمانے میں نبوت کا کیا دعویٰ
 کیا گمراہ لاکھوں کو مچایا شور و شر ہرجا مسلمانوں میں اکثر کر گئے فتنے بنے برپا
 نبی بن بن کے مرتد شورشیں دن رات کرتے تھے
 وہ ابلیس لعین کو بھی جہاں میں مات کرتے تھے
 مگر کچھ اور بھی فتنہ ہے اک ابلیس ثانی کا نہیں یہ صرف دشمن ہے مسیح آسمانی کا
 ہے جو کرا انبیاء کی شان میں بھی بدزہانی کا زمانے میں نبوت اچھا دیا گندہ لسانی کا
 کہ شرم آئی اسے توہین سے خاتونِ جنت کی
 نہ کیا کیا حضرت حسنین کی اس نے اہانت کی
 اور اس کا ہے دعویٰ رحمت العالمین ہوں میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں نور اولین ہوں میں
 بشارت کی بناء پر پیشوائے مرسلین ہوں میں شرف رکھتا ہوں میں نبیل پہ شہید ہوں میں
 محمد کی غلامی سے نکل کر جو بنے ہانی !!!
 غلام آقا کا جب ہسر بنے کیوں کر نہو غلامی
 رسول پاک کا ہسر غلام قادیانی ہے تعجب ہے کس کو قصد سیر آسمانی ہے
 ایسے بے ہاکی یہ گستاخی جانی کی نشانی ہے مسلمانوں کا ان فتنوں سے بچنا کارانی ہے
 یہ تبلیغ و اشاعت کے بہانے ہم میں آتے ہیں
 یہ ہرن دولت ایمان پہ ڈاکے ڈال جاتے ہیں

کسی کر کبھی ہرگز مسلمان ہو نہیں سکتا کہاں
 بسوا کو حاصل نور ایماں ہو نہیں سکتا مسلمانو!
 خبر تھی کس کو یہ ملعون فتنہ
 یہاں بسوا گدک سے آ کے قہر
 فر رسل بسویشور بسون گڈی آیا صداقت
 سب ہے حضرت یوسف سے برتر خود کو دکھلایا جیاسون
 نہ آئی شرم کچھ فرضی زلیخا کا
 عزیز احباب کی توہین سے ایسا
 بسویشور سے آج کل ہر ایک کو دھشت ہے کہ
 شرم خاص کو اس کے بہت شرم و عداوت ہے یہ
 سنا بسویشور جی کے عجب الہا
 تحیر خیز جس کے تحت میں سب
 کسی ہے وہی ہم پے کے خزانے چھ کو ملتے ہیں کچھ
 خطا انگیز عشرت کے ٹھکانے چھ کو ملتے ہیں نہال
 بشارت ہو تجھے تو لذت
 تو تخت و تاج بھی پانا حکومت
 عزیزو دیکھنا مرزائیوں کی یہ صداقت ہے کیا
 یہی عظیم ہے تصویر تبلیغ و اشاعت ہے کیا
 یہ جو کے دے کر قریوں میں مبلغ
 اشاعت کے فریب کر ہے
 گدک سے بن کے بسوا کوئی بنگور آتا ہے
 اشاعت کی نئی تحریک سے سکھ جاتا ہے
 نوالا رنگ تھا دو چار پر چہ
 ریاست میں مبلغ بن کے ہر

نبی بن کر کبھی ہرگز مسلمان ہو نہیں سکتا کہاں سودا نبوت کا جب انساں ہو نہیں سکتا
 کبھی بسوا کو حاصل نور ایماں ہو نہیں سکتا مسلمانوں سے اس کا مکر پنہاں ہو نہیں سکتا
 خبر تھی کس کو یہ ملعون قتنہ چابجا ہوگا
 یہاں بسوا گدک سے آ کے قرالانیاء ہوگا
 بنا فخر رسل بسولہ شور بسون گڈی آیا صداقت کے لئے مرزا کی شیطانی دجی لایا
 غضب ہے حضرت یوسف سے برتر خود کو دکھلایا حیا سوز اپنے قصوں سے ذرا دل میں نہ شرمایا
 نہ آئی شرم کچھ فرضی زلیخا کی کہانی سے
 عزیز احباب کی توہین سے ایذا رسانی سے
 سنا بسولہ شور ہے آج کل ہر ایک کو وحشت ہے کس مامور کے طرز عمل سے سب کو حیرت ہے
 شیر خاص کو اس کے بہت شرم و ندامت ہے یہ تبلیغ و اشاعت کا نتیجہ درس عبرت ہے
 سنا بسولہ شور جی کے عجب الہام ہوتے ہیں
 تحیر نیز جس کے تحت میں سب کام ہوتے ہیں
 کبھی ہے دجی ہم پے کے خزانے چھ کو ملتے ہیں کچھ الہام ہے ایسے گھرانے چھ کو ملتے ہیں
 نشاط انگیز عشرت کے ٹھکانے چھ کو ملتے ہیں نہال آرزو میں آشیانے چھ کو ملتے ہیں
 بشارت ہو تجھے تو لذت دنیا اٹھانا ہے
 تو تخت و تاج بھی پانا حکومت بھی بنانا ہے
 عزیز و دیکنا مرزائیوں کی یہ صداقت ہے یہی ان حصہ داران نبوت کی حماقت ہے
 یہی عظیم ہے تصویر تبلیغ و اشاعت ہے یہی عملی نمونے ہیں یہی سرگرم خدمت ہے
 یہ دھوکے دے کر قریوں میں مسلمان بن کے جاتے ہیں
 اشاعت کے فریب مکر سے مرتد بناتے ہیں
 گدک سے بن کے بسونا کوئی بنگلور آتا ہے انوکھی چال سے بسون گڈی میں گھر بناتا ہے
 اشاعت کی نئی تحریک سے سکھ جاتا ہے بنا اک انجمن ماموریت کے گل کھلاتا ہے
 نوالا رنگ تھا دو چار پر جب چل گیا چادو
 ریاست میں مبلغ بن کے بس پھرنے لگا ہر سو

بھڑدی میری یہ ایماں ہے
 میں میں دیں کا نقصان ہے

ی ملی مجھ کو بشارت بھی
 ن سے شان و رعت بھی

میں نبوت کا کیا دعویٰ
 کر گئے تھے نئے پرپا

ن ہے سچ آسانی کا
 چھا دیا گندہ لسانی کا

میں نور اولین ہوں میں
 اپنے شہنشاہیں ہوں میں

تقدیر آسانی ہے
 سے پچنا کامرانی ہے

بہانہ کر کے ہندو قوم کے مسلم بنانے کا نرالا ڈھنگ نکالا قریہ قریہ لوٹ کھانے کا ویسا موقع جو خود غرضوں نے اجلاسوں میں آنے کا تعارف سے ملا قابو اشاعت کے بہانے کا نہیں ہندو کوئی مسلم بنا اس طرز حکمت سے مسلمان ہو گئے مرتد مگر بسوا کی بیعت سے

مسلمانو! یہ مرزائی عجیب فتنے مچاتے ہیں مسلمانوں میں یہ مرتد منافق بن کے آتے ہیں قریب آموز ہاتھوں پر مسلمان پھول جاتے ہیں تو دام مکر میں سو طرح سے ان کو پھنساتے ہیں مسلمانوں میں مل کر وہ اپنا کام کرتے ہیں جو ان کا کام کرتے ہیں برا انجام کرتے ہیں

عزیزو! کیا یہی قومی حیثیت کا تقاضا ہے تمہارے دشمنان دین پر تم کو بھروسہ ہے تمہیں غارت گراں دین و ایمان سے مدد ہے تمہاری اس روش سے سب مسلمانوں کو دھوکا ہے سب اپنی مجلسوں میں شوق سے ان کو بلاتے ہیں عنایت سے تمہاری اور ہی وہ گل کھلاتے ہیں

یہ مار آستیں ہیں دوستو! خوب و خطر کچھ زہید اب قوم کو اس فتنہ نو سے خبر کچھ نہ کچھ تو ان کی تبلیغ و اشاعت پر نظر کچھ یہ دھوکہ ہے یہ دھوکہ ہے بہت اس سے خدشہ جو الہی اس شر دجال کو پامال کر دینا دلوں کو لغت ایمان سے مالا مال کر دینا

ایک انوکھا رحمت للعالمین

مرزا قادیانی کا سید الانبیاء علیہ السلام کا ہسرینا از ابو النور مولوی محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں مغربی!

یہ امر مثل روز روشن واضح رہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور خاتم المرسلین ﷺ کو اس عالم میں تاج "رحمت للعالمین" پہنا کر مبعوث فرمایا۔ قرآن پاک میں صاف ارشاد ہے: "وما ارسلناک الا رحمة للعالمین" ہم نے آپ ﷺ کو تمام عالموں کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا۔ کچھ چنانچہ حضرت رحمت للعالمین کے صدقہ میں رب العالمین نے مخلوق پر قسم قسم کے انعام و اکرام فرمائے اور حضور ﷺ کی خاطر کافروں کو بھی باوجود ان کی درخواست عذاب کے عذاب دینے سے محفوظ رکھا۔

یہ امر بھی مثل نصف النہار روشن ہے کہ رحمت میں پروردگار نے رحمت للعالمین ہونا حضور علیہ السلام کو ہی عطا کیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے "رحمت رانبت خاص است"

امام جلال الدین سیوطی نے حضور ﷺ کے ہونا بھی شمار کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۸۹، ۱۹۰) امام غزالی میں زیر تفسیر آیت "تلك الرسل فضلنا" حضور علیہ السلام نے (تفسیر کبیر) امام عز الدین بن عبد السلام نے بیان کیا ہے۔ (جہاں) رحمت للعالمین ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت لکھی ہے۔ (جہاں) و ابن مردودہ اور بزار ابو یعلیٰ تبیعی نے حضرت ابو ہریرہ واقع معراج مفصل بیان ہوتے ہوئے حضور علیہ السلام نے تمام انبیاء کے حمد کر چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد فرمائی ہے۔ (جہاں) خاصاً ظاہر کرتے ہوئے اپنا رحمت للعالمین ہونا بھی (دیکھئے)

مختصر یہ کہ رحمت للعالمین بجز محمد رسول اللہ ﷺ کی کہیں کہیں مرزا قادیانی کی جرأت اور دلیری کے۔ کہ جس کے غلام بننے ہیں۔ اسی آقا کی مسند پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ خاتم النبیین ﷺ کا ہسر وہم پایہ بننے کی خاطر اپنی آنکھوں نے مجھے بھی یہ الہام کیا ہے۔ "وما ارسلنا الا رحمة للعالمین"

استغفر اللہ! کتنی جرأت اور بے غوفی ہیں اور جس صفت سے کسی نبی کو بجز حضور ﷺ کے وصف کا مالک بننا چاہتا ہے۔ مرزا قادیانی رحمت للعالمین بننے کو تو یہ پیشہ گئے۔ (معاذ اللہ) مگر ہمیں دیکھنا تو یہ ہے کہ آقا

۳۳۷

یہ امر بھی مثل نصف النہار روشن ہے کہ رحمت للعالمین بجز مصطفیٰ ﷺ کے اور کوئی نہیں۔ پروردگار نے رحمت للعالمین ہونا حضور علیہ السلام سے مخصوص فرمایا ہے۔ یہ تاج صرف شاہِ یزدی ہی کو پہنایا گیا ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”رحمت رابست خالص است ہاں حضرت“

(مدارج المجد ج ۱ ص ۱۳۸)

امام جلال الدین سیوطی نے حضور ﷺ کے خصائص میں آپ ﷺ کا رحمت للعالمین ہونا بھی شمار کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۱۸۹-۱۹۰) امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں زیر تفسیر آیت ”تلك الرسل فضلنا“ حضور علیہ السلام کا مخصوص یہ رحمت للعالمین ہونا لکھا ہے۔ (تفسیر کبیر) امام عز الدین بن عبدالسلام نے ہدایہ السؤل میں حضور علیہ السلام کا رحمت للعالمین ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت لکھی ہے۔ (جواہر النجاشی ص ۱۸۹) ابن جریر اور ابن ابی حاتم وابن مردودہ اور بزار ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ سے ایک حدیث کا اخراج کیا جس میں واقع معراج مفصل بیان ہوتے ہوئے حضور علیہ السلام کا خدا کی حمد کرتا درج ہے۔ جو آپ ﷺ نے تمام انبیاء کے حمد کر چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد فرمائی۔ اس حمد میں حضور علیہ السلام نے اپنے خصائص ظاہر کرتے ہوئے اپنا رحمت للعالمین ہونا بھی اپنی خصوصیت بیان فرمائی۔

(دیکھئے شرح الشفاء ص ۳۹۱، نیز خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۱۷۳)

مختصر یہ کہ رحمت للعالمین بجز محمد رسول اللہ ﷺ کے نہ کوئی ہے نہ خدا نے کسی کو فرمایا مگر کیا کہنے مرزا قادیانی کی جرأت اور دلیری کے۔ کہ آپ بمصداق ”مان نہ فان میں تیرا مہمان“ جس کے غلام بنے ہیں۔ اسی آقا کی مسند پر بیٹھنا چاہتے ہیں۔ یعنی آپ نے حضرت سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کا ہمسروہ ہم پایہ بننے کی خاطر اپنی کتاب حقیقت الوحی میں یہ الہام لکھ مارا کہ اللہ نے مجھے بھی یہ الہام کیا ہے۔ ”وما ارسلنا الا رحمت للعالمین“

(حقیقت الوحی ص ۸۲، خزائن ج ۳ ص ۸۵)

استغفر اللہ! کتنی جرأت اور بے خونی ہے جس خصوصیت کے مالک صرف آپ ﷺ ہیں اور جس صفت سے کسی نبی کو بجز حضور ﷺ کے موصوف نہیں کیا گیا۔ آج گستاخ قادیانی اس وصف کا مالک بننا چاہتا ہے۔

مرزا قادیانی رحمت للعالمین بننے کو تو مین گئے۔ حضور علیہ السلام کے پہلو پہ پہلو بیٹھنے کو تو بیٹھ گئے۔ (سعاد اللہ) مگر ہمیں دیکھنا تو یہ ہے کہ آپ دنیا کے لئے رحمت ثابت بھی ہوئے یا نہیں۔

ڈھنگ نکالا قریہ قریہ لوٹ کھانے کا
سے ملا قابو اشاعت کے بھانے کا
رہکت سے

بیعت سے
وں میں یہ مرتد منافق بن کے آتے ہیں
ر میں سو طرح سے ان کو پھنساتے ہیں
م کرتے ہیں
م کرتے ہیں

ے دشمنان دین پر تم کو بھروسہ ہے
س روش سے سب مسلمانوں کو دھوکا ہے
لو بلاتے ہیں
کھلاتے ہیں

س اب قوم کو اس فتنہ نو سے خبر کیجئے
ہ یہ دھوکہ ہے بہت اس سے غد کی جو
ل کر دینا
مال کر دینا

بن
کا ہمسر بننا
راں مغربی

نے حضور خاتم المرسلین ﷺ کو اس
ک میں صاف ارشاد ہے: ”وما
تمام عالموں کے واسطے رحمت بنا کر
لین نے مخلوق پر قسم قسم کے انعام
کی درخواست عذاب کے عذاب

۳۳۸

آپ دنیا بھر کے لئے رحمت ثابت ہوئے یا عذاب۔ پس سنئے! کہ حضرت رحمت للعالمین ﷺ کے تاج رحمت کے تین کنارے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کی رحمت کے تین پہلو ہیں۔

۱..... حضور ﷺ کی موجودگی میں کافروں کا عذاب دنیا سے محفوظ رہتا۔

۲..... حضور ﷺ کا کافروں کے حق میں بددعا نہ فرمانا اور ان کی اصلاح کی دعا فرمانا۔ باوجود یہ کہ کافروں کا آپ کو سخت سے سخت ایذا نہیں دیتا اور باوجود صحابہ کا عرض کرنا کہ حضور ﷺ ان کے لئے بددعا فرمائیے۔

۳..... حضور کا ”احسن الناس خلقاً“ ہونا۔

اب ذرا حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی رحمت اور اس انوکھے رحمت للعالمین قادیانی کی رحمت کا موازنہ کیجئے۔

پہلا پہلو

کافروں نے کہا ”اللہم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او فتننا بعذاب اليم“ (یعنی اے اللہ اگر یہ دین (محمدی) حیرے نزدیک سچا ہے اور ہم جھوٹے ہیں تو ہم پر آسمان پر سے پتھر برسسا۔ یا دردناک عذاب لے آ۔) اس آیت سے ظاہر ہے کہ کافروں نے خود عذاب کی درخواست کی۔ مگر ملاحظہ فرمائیے حضور ﷺ کے طفیل اللہ تعالیٰ بجائے اس کے کہ کافروں پر عذاب نازل کرے۔ یوں فرماتا ہے: ”ماكان الله ليعذبهم وانت فيهم“ (اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں کرے گا در ان حالیکہ تو (یعنی رحمت للعالمین ﷺ) ان میں جلوہ گر ہے۔) علامہ اسماعیل حنفیؒ اس آیت کے ماتحت فرماتے ہیں: ”الرحمة والعذاب ضدان والضدان لا يجتمعان“ (روح البیان ج ۳ ص ۸۴)

یعنی حضور علیہ السلام جب رحمت ہیں تو عذاب اور رحمت دونوں ضدیں ہیں اور دو ضدیں آپس میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ آیت زیر بحث ”وما ارسلناك الا رحمت للعالمين“ کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ”هو عام في حق من آمن ومن لم يؤمن فمن آمن هو رحمة في الدنيا والآخرة ولم يؤمن فهو رحمة له في الدنيا بتأخير العذاب عنه“ (خازن ج ۳ ص ۲۷۹)

یعنی حضور ﷺ کی رحمت مومن اور کافر کے لئے عام ہے۔ مومن کے لئے تو حضور ﷺ دنیا و آخرت میں رحمت ہیں اور کافر کے لئے صرف دنیا میں اس سے عذاب دنیا مؤخر

۳۳۹

ہو جانے سے رحمت ہیں۔ علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں: ”وللكافرين في الدنيا بتأخير العقوبة“

حضور ﷺ مومنوں کے لئے ہر دو جہان میں رحمت ہیں۔

مؤخر ہو جانے سے صرف دنیا میں رحمت ہیں۔

مختصر یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے رحمت اللعالمین

عذاب دنیوی سے امن پایا اور کیوں نہ پاتے۔ جب

کافر بھی شامل ہیں۔ وہ مردود ہستیاں جو بندہ اور

استیصال اور عذاب حنف و مسخ میں مبتلا ہو جانے کی

للعالمین کے صدقہ میں ہر بلا سے محفوظ رکھا۔

ہاں۔ اب ذرا مرزا قادیانی کی رحمت

مرزا قادیانی کی رحمت کا یہ پہلو

مرزا قادیانی آتے ہی سناتے ہیں: ”ا“

میں بیماریاں پھیلیں گی اور بہت جانیں ضائع ہوں

”پہلو میں طاعون پھیل جائے گی اور

بہت مری پڑے گی اور ہزار ہا لوگ طاعون کا شکار

ہوں گے۔“

”یاد رہے خدا نے مجھے عام طور پر

پیشین گوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے

مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں

خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے چھ ماہ

آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی

”میرے آنے کے ساتھ خدا کے

ہو گئے۔“

ہو جانے سے رحمت ہیں۔ علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں: ”ہو رحمة للمؤمنين في الدارين
وللكافرين في الدنيا بتأخير العقوبة فيها“ (مدارک ص ۲۷۹ بر حاشیہ خازن) یعنی
حضور ﷺ مومنوں کے لئے ہر دو جہان میں رحمت ہیں اور کافروں کے لئے ان سے عذاب دنیا
مؤخر ہو جانے سے صرف دنیا میں رحمت ہیں۔

مختصر یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے رحمت اللعالمین ہونے کے صدقہ میں کافروں نے بھی
عذاب دنیوی سے امن پایا اور کیوں نہ پاتے۔ جب کہ حضور رحمت اللعالمین ہیں اور عالمین میں
کافر بھی شامل ہیں۔ وہ مردود ہستیاں جو بندہ اور سوز بن جانے کے لائق تھیں اور جو عذاب
استیصال اور عذاب حنف دستخ میں مبتلا ہو جانے کی مستحق تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مدنی رحمت
للعالمین کے صدقہ میں ہر بلا سے محفوظ رکھا۔

ہاں۔ اب ذرا مرزا قادیانی کی رحمت کے اس پہلو پر نظر ڈالئے:

مرزا قادیانی کی رحمت کا یہ پہلو

مرزا قادیانی آتے ہی سناتے ہیں: ”الامراض تشعاع والنفوس تضاع۔ ملک
میں بیماریاں پھیلیں گی اور بہت جانیں ضائع ہوں گی۔“ (حقیقت الوحی ص ۹۴، خزائن ج ۲۳ ص ۹۷)
”عجائب میں طاعون پھیل جائے گی اور ہر ایک مقام طاعون سے آلودہ ہو جائے گا اور
بہت مری پڑے گی اور ہزار ہا لوگ طاعون کا شکار ہو کر مرجائیں گے اور کئی گاؤں ویران ہو جائیں
گے۔“ (حقیقت الوحی ص ۱۲۰، خزائن ج ۲۳ ص ۱۲۰)

”یاد رہے خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ
پیشین گوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیاء کے
مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ
خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے چرند پرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس قدر چابی
آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی چابی کبھی نہیں آئی ہوگی۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۵۶، خزائن ج ۲۳ ص ۲۶۸)

”میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے غلی جو ایک بڑی مدت سے غلی تھے ظاہر

(حقیقت الوحی ص ۱۵۶، خزائن ج ۲۳ ص ۲۶۸)

ہو گئے۔“

نے! کہ حضرت رحمت للعالمین ﷺ
کے تین پہلو ہیں۔

سے محفوظ رہنا۔

ان کی اصلاح کی دعا فرماتا۔ ہا وجود
بہ کا عرض کرنا کہ حضور ﷺ ان کے

نو کے رحمت للعالمین قادیانی کی

من عندك فامطر علينا

اللہ اگر یہ دین (محمدی) تیرے

یا دردناک عذاب لے آ۔

مگر ملاحظہ فرمائیے حضور ﷺ

یوں فرماتا ہے: ”ماکان

کا درواں حالیکہ تو (یعنی رحمت

ت کے ماتحت فرماتے ہیں:

(روح البیان ج ۱ ص ۸۴)

ت دونوں ضد ہیں اور دو

الرحمت للعالمین

من آمن ومن لم يؤمن

و رحمة له في الدنيا

(خازن ج ۳ ص ۲۷۹)

ہے۔ مومن کے لئے تو

اس سے عذاب دنیا مؤخر

”نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوہ کی زمین کا واقعہ تم چشم خود دیکھ لو گے۔“

(حقیقت الوحی ص ۲۵۷، خزائن ج ۳۳ ص ۲۶۹)

دوسرا پہلو

صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ: ”ادع علی المشرکین“ حضور ﷺ مشرکین کے حق میں بددعا فرمائیے۔ رحمت للعالمین نے فرمایا: ”انی لم ابعث لقانا وانما بعثت رحمة“ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۱) میں بعثت اور بددعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ قریش نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی تو حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی:

”ان الله عز وجل قد سمع قول قومك لك وما ردوا عليك وقد بعث اليك ملك الجبال لتامره بما شئت فيهم قال فناداني ملك الجبال وسلم علي ثم قال يا محمد ان الله قد سمع قول قومك لك وانا ملك الجبال وقد بعثني ربك اليك لتامرني بامرک فما شئت ان شئت اطبقت عليهم الاخشبين فقال له رسول الله ﷺ بل ارجوان يخرج الله تعالى من اصلاهم من يعبد الله وحده لا يشرك به شيئا“ (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۰۹)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کو جو کچھ کہا اور جو جواب دیا، سناس نے آپ ﷺ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے۔ تاکہ جو کچھ آپ ان مشرکین کے حق میں چاہیں۔ اس کو حکم کریں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں پھر پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے ندام کی اور مجھ پر سلام بھیجا اور عرض کی کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپ مجھے اپنے امر سے حکم فرمائیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں آتشیں (پہاڑا بوقیاس اور جو اس کے مقابلہ میں ہے۔ دونوں بڑے بڑے پہاڑوں کو) ان مشرکین پر ڈال دوں۔ رحمت للعالمین ﷺ نے فرمایا بلکہ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی جوشوں سے ان کو پیدا فرمائے۔ جو ایک اللہ کی عبادت کریں اور جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

جنگ احد میں جب مشرکین نے حضور ﷺ کو بے حداذیت پہنچائی تو بجائے اس کے کہ آپ ﷺ ان کے حق میں بددعا فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ چہرہ انور سے خون مبارک پونچھتے جاتے اور فرماتے: ”رب اغفر قومی فانهم لا يعلمون“ (مسلم

ابن مسعودؓ (۲۹۰-۱۰۸) ؓ اے میرے رب میری قوم کو تیری حق تعالیٰ نے شعب الایمان میں روایت کیا اور کہ شہید ہوا۔ اور جب آپ ﷺ کا چہرہ منور ہو گیا تو دعوت علیہم ”حضور ﷺ! آپ ان بعثت لقانا ولكن بعثت داعياً رحمة“ (بخاری ص ۷۳) میں بعثت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے حضرت عمرؓ نے ایک بار حضور ﷺ سے

نوح علی قومه فقال رب لا تذر علی اهل کفنا من عند آخرنا قد وطئ فیابیت ان تقول الاخیرا“ (شرح الشفاء السلام نے اپنی قوم کے حق میں بددعا فرمائی اور کہہ دیتا را۔ حضور! اگر آپ بھی اسی طرح ہم پر بددعا کی پیٹھ دہائی گئی۔ حضور کا چہرہ انور خون آلود نہ ہو چکی۔ عذاب کو موخر کرتا ہوں۔ شاید انہیں اس ہاں اب ذرا انوکھے رحمت للعالمین

یہ عرض کی: ”ان الله امر السماء والارض فقال اوخر عن امتی الذی استحقوه“ نے زمین اور پہاڑوں کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنی اس ہو چکی۔ عذاب کو موخر کرتا ہوں۔ شاید انہیں اس ہاں اب ذرا انوکھے رحمت للعالمین

مرزا قادیانی کی رحمت کا یہ پہلو
..... ”وخذ رب من عبادی

شریف ص ۲۹۰، ۱۰۸) اے میرے رب میری قوم کو بخش، وہ جانتے نہیں۔ ﴿یہی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے کہ جنگ احد میں جب حضور ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا۔ اور جب آپ ﷺ کا چہرہ منور ٹھی کیا گیا تو صحابہؓ پر بہت شاق گزرا اور عرض کی "لو دعوت علیہم" ﴿حضور ﷺ! آپ ان کے حق میں بددعا فرمائیے۔﴾ فرمایا: "اَنّی لم ابعث لَعَنًا و لکن بعت داعیاً رَحِمَہُ اللّٰہُ اَہْدَ قَوْمِی فَاَنہُمْ لَا یَعْلَمُونَ" (شرح الشفاء ص ۷۳) ﴿میں لعنت کرنے والا ہوں لیکن بھیجا گیا لیکن رحمت اور اللہ کی طرف بلائے والا ہوں کہ بھیجا گیا ہوں۔ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں ہیں۔﴾

حضرت عمرؓ نے ایک بار حضور ﷺ سے عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ لقد دعا نوح علی قومہ فقال رب لا تذّر علی الارض الایۃ ولو دعوت علینا مثلہا لہلکنا من عند آخرنا قد وطئی ظہرک و ادمی وجہک و کسرت رباعیتک فایبیت ان تقول الاخیرا" (شرح الشفاء ص ۲۳۸) ﴿یا رسول اللہ! حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے حق میں بددعا فرمائی اور کہا: رب لا تذّر علی الارض من الکفرین دیتارا۔ حضور! اگر آپ بھی اسی طرح ہم پر بددعا فرمادیے تو ہماری توقع کنی ہو جاتی۔ آپ ﷺ کی پیٹھ دہائی گئی۔ حضور کا چہرہ انور خون آلود کیا گیا۔ حضور ﷺ کا دانت شہید کیا گیا مگر پھر بھی آپ ﷺ نے سوائے خیر کے اور کچھ نہیں فرمایا اور یہی فرمایا: اللّٰہم اَہْدَ قَوْمِی فَاَنہُمْ لَا یَعْلَمُونَ﴾

ابن مکتدر نے روایت کی کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کے خدمت میں یہ عرض کی: "ان اللہ امر السماء والارض والجبال ان تطیعک فمرہا بما شئت فقال اوخر عن امتی الذی استحقوہ بکفرہم تعل اللہ ای یتوب علیہم" ﴿اللہ نے زمین اور پہاڑوں کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں۔ پس آپ ﷺ جو چاہیں حکم فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں اپنی اس امت سے جو اپنے کفر کے سبب سے عذاب کی مستحق ہو چکی۔ عذاب کو مؤخر کرتا ہوں۔ شاید انہیں ایمان کی توفیق مل جائے۔﴾ (شرح الشفاء ص ۲۸۰) ہاں اب ذرا انوکھے رحمت للعالمین قادیانی صاحب کی رحمت کا یہ پہلو ملاحظہ ہو۔

مرزا قادیانی کی رحمت کا یہ پہلو

..... "وخذ رب من عادی الصلاح ومفسدا۔ ونزل علیہ الزجر حقا

کی زمین کا واقعہ تم ہیچتم خود
(۲۵۵ خزائن ج ۳ ص ۲۶۹)

سی المشرکین
"اَنّی لم ابعث لَعَنًا
کے لئے نہیں بھیجا گیا۔
کی تکذیب کی تو حضور

ا علیک وقد بعث
جبال وسلم علی
جبال وقد بعثنی
لا خشیین فقال
ہم من یعبد اللہ
(تذکرہ ج ۲ ص ۱۰۹)

جواب دیا، سنا اس
رکین کے حق میں
مجھے عداوت کی اور مجھے
۔ تاکہ آپ مجھے
پہاڑا بوتیس اور
ما دون۔ رحمت
سے ان کو پیدا

یائے اس کے
ﷺ چہرہ انور
ون" (مسلم

۳۳۲

ودمتر۔ وفسرخ کروبی یا کریمی ونجنی۔ ومزق خصیمی یا الہی وغفر۔ ترجمہ جو مرزا نے خود کیا: اے میرے خدا جو شخص ایک راہ اور ایک کام کا دشمن ہے اور فساد کرتا ہے اس کو پکڑ اور اس پر طاعون کا عذاب نازل کر اور اس کو ہلاک کر اور میری بے قراریاں دور کر اور مجھے غموں سے نجات دے۔ اے میرے کریم اور میرے دشمن کو کھڑے کھڑے کر اور خاک میں ملا دے۔“

(سراخلافہ ص ۶۲، خزائن ج ۸ ص ۳۹۱، نیز حقیقت الوحی ص ۲۲۲، خزائن ج ۲ ص ۲۳۵)

۲..... ”میں نے طاعون پھیلنے کی دعا کی ہے سو وہ دعا قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیل گئی“

(حقیقت الوحی ص ۲۲۲، خزائن ج ۲ ص ۲۳۵)

۳..... ”اور پھر مذکورہ بالا دعائیں جو دشمنوں کی سخت ایذا کے بعد کی گئیں۔“

(حقیقت الوحی ص ۲۲۵، خزائن ج ۲ ص ۲۳۶)

۴..... ”اور جب فتن ہلاک کرنے والا حد سے بڑھ گیا تو میں نے آرزو کی کہ اب ہلاک کرنے والی طاعون چاہئے۔“

(حقیقت الوحی ص ۲۲۵، خزائن ج ۲ ص ۲۳۶)

۵..... ”میرے مالک تو ان کو خود سمجھا۔ آسمان سے پھر ایک نشانی نکلا۔ اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ نشان کے طور پر کوئی اور بلا آریوں پر نازل ہو۔“

(تحریر حقیقت الوحی ص ۱۶۸، خزائن ج ۲ ص ۲۳۶)

۶..... ”میں نے کہا کہ اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت ہو۔ تو ملعون کے سبب سے ملعون ہو گئی۔“

(اعجاز احمدی ص ۷۵، خزائن ج ۲ ص ۱۸۸)

۷..... ”وہ شریر جو گالیاں دینے سے باز نہیں آتا اور طعنا کرنے سے نہیں رکتا اور توہین کی عادت نہیں چھوڑتا اور ایک مجلس میں میرے نشانوں سے انکار کرتا ہے اس کو چاہئے کہ میعاد مقررہ میں اس نشان کی نظیر پیش کرے ورنہ ہمیشہ کے لئے اور دنیا کے انقطاع تک مفصلہ ذیل لعنتیں اس پر آسمان سے پڑتی رہیں گی اور وہ لعنتیں یہ ہیں: لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، تلك عشرة كامله! (اعجاز احمدی ص ۳۸، خزائن ج ۲ ص ۱۳۹)

تاظرین! اور اس انوکھے رحمت للعالمین کی حرکت دیکھئے۔ لعنت تقسیم کر رہے ہیں اور پھر کس مزے سے نقشے کھینچ کھینچ کر اور پھر رحمت للعالمین کی رحمت کا تقاضا ملاحظہ ہو۔ لعنت تقسیم کرتے وقت آیت قرآنیہ تلک عشرۃ کملۃ کو مد نظر رکھتے ہوئے دس بار لعنت ارسال فرمائی ہیں۔

مرزا نے انہماک سے اس انوکھے رحمت للعالمین کی ان لعنتوں کے ماتحت آیت قرآن کیا

عیز و رب دے رہی ہے؟

۳۳۳

پہلو

حضور سید المرسلین ﷺ کے اخلاق سے کون واقف

ہو سکتا ہے۔ حضور رحمت للعالمین ﷺ کی عادت میں

آپ اور دل آزار جملہ نہ فرماتا، کسی کو گالی نہ دیتا، چنانچہ حضور

ﷺ کی خدمت کی۔ حضور ﷺ نے مجھے کبھی ”اے

نیز فرمایا: ”کمان رسول اللہ ﷺ من احب

حضور تمام مخلوق سے بہتر خلق تھے۔“ کہ اور فرمایا: ”لکم

جاننا ولا سبایا“ (مشکوٰۃ ص ۵۱۱) حضور ﷺ کو اور

تھے۔ کہ الغرض حضور علیہ السلام کے اخلاق نہایت پاکیزہ

سب ذرا آپ ﷺ انوکھے رحمت للعالمین کی رحمت کا یہ

مرزا قادیانی کی رحمت کا یہ پہلو

مرزا قادیانی پر لے درجہ کے فتن گولعان

کی کتابیں مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ

کلمات استعمال کرنے میں بڑے ماہر تھے۔ ہمیں یہاں

وقت ہم مرزا قادیانی ہی کی ایک نظم کے دو شعر یہاں

اخلاق کا صحیح فوٹو کھینچ دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

نطقی کسیف قساط

قوالی کفالیۃ ال

کم من قلوب قد ش

کم من صدور قد

ترجمہ جو مرزا قادیانی نے خود کیا ہے:

ہلاک کرتی ہے۔ بات میری نیزہ کی نوک کی طرح

غلاف میں نے پھاڑ دیئے۔ بہت سینے ہیں جو میں

سرا پہلو

حضور سید المرسلین ﷺ کے اخلاق سے کون واقف نہیں۔ آپ ﷺ کے اخلاق حمیدہ کے اثر خود قائل تھے۔ حضور رحمت للعالمین ﷺ کی عادت میں داخل تھا کہ کہ نرمی سے گفتگو فرماتا، کسی کو ریش اور دل آزار جملہ نہ فرماتا، کسی کو گالی نہ دیتا، چنانچہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ: ”میں نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی۔ حضور ﷺ نے مجھے کبھی ”اف“ بھی نہیں کہا۔“ (مشکوٰۃ ص ۵۱۰)

نیز فرمایا: ”کان رسول اللہ ﷺ من احسن الناس خلقا“ (مشکوٰۃ ص ۵۱۰)

حضور تمام مخلوق سے بہتر خلق تھے۔ کہ اور فرمایا: ”لم یکن رسول اللہ ﷺ فاحشا ولا لعاننا ولا سبایا“ (مشکوٰۃ ص ۵۱۱) حضور قس کو اور لعنت کرنے والے اور گالی دینے والے نہ تھے۔ کہ الغرض حضور علیہ السلام کے اخلاق نہایت پاکیزہ اور محمودہ تھے۔ اسے ہر کوئی جانتا ہے۔ اب ذرا آپ ﷺ انوکھے رحمت للعالمین کی رحمت کا یہ پہلو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی کی رحمت کا یہ پہلو

مرزا قادیانی پر لے دوجہ کے قس کو لعان تھے۔ آپ کی کتابیں اس پر شاہد ہیں۔ آپ کی کتابیں مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ گالی دینے اور دلخراش حملات، دل آزار کلمات استعمال کرنے میں بڑے ماہر تھے۔ ہمیں یہاں اتنا لمبا بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ اس وقت ہم مرزا قادیانی ہی کی ایک نظم کے دو شعر یہاں لکھ دیتے ہیں جن میں مرزا قادیانی نے اپنے اخلاق کا صحیح فوٹو کھینچ دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

نطقی کسیف قساطع یسردی العدا
قوالی کعالیة القنا او لہدم
کم من قلوب قد شقیقت غلافها
کم من صدور قد کلمت واکلم

(حقیقت الوبی ص ۳۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۳۶۲)

ترجمہ جو مرزا قادیانی نے خود کیا ہے: ”میرا نطق تلوار کاٹنے والی کی مانند ہے جو دشمن کو ہلاک کرتی ہے۔ ہات میری نیزہ کی نوک کی طرح یا لہدم کی طرح ہے۔ بہت دل ہیں جن کے غلاف میں نے پھاڑ دیئے۔ بہت سینے ہیں جو میں نے مجروح کئے اور کرتا ہوں۔“

فقہ طا

صیبی یا الہی وغفر۔ ترجمہ جو دشمن ہے اور فساد کرتا ہے اس کو پکڑے۔ بے قراریاں دور کر اور مجھے ظموں نے کر اور خاک میں ملا دے۔“

الوبی ص ۲۲۲، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۵)

ہو کر ملک میں طاعون پھیل گئی۔“

الوبی ص ۲۲۲، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۵)

لے بعد کی گئیں۔“

الوبی ص ۲۲۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۶)

میں نے آرزو کی کہ اب ہلاک

ص ۲۳۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۶)

ایک نشانی دکلا۔ اس دعا کا

الوبی ص ۲۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۲۳۸)

تو ملعون کے سبب سے ملعون

ص ۱۸۸، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸)

نے سے نہیں رکنا اور توہین کی

ہ اس کو چاہئے کہ میعاد مقررہ

تک مفصلہ ذیل لعنتیں اس

لعنت، لعنت، لعنت، لعنت،

ص ۱۳۹، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۹)

نست تقسیم کر رہے ہیں اور پھر

ملاحظہ ہو۔ لعنت تقسیم کرتے

سال فرمائی ہیں۔

کے ماتحت آیت قرآن کیا

عربی حقائق

از جناب غلام دنگیر خان صاحب بیخود جان دھری!

گزشتہ ماہ میرے ایک دوست کے ہاں ٹی پارٹی تھی۔ میرا خیال تھا کہ وقت مشرقی ہوگا۔ یعنی دعوت ہوتی ہے دس بجے کی۔ اور بمشکل لوگ پہنچتے ہیں بارہ بجے۔ انتظام بھی دئے ہوئے وقت سے ایک گھنٹہ بعد تک ٹھیک نہیں ہوتا۔ اسی خیال سے میں ذرا دیر سے پہنچا۔ رائج الوقت فیشن کے مطابق چند ایک فھرے نکسالی تہذیب کے جن میں کسی کو خطا کا جواب نہ دینے یا کسی جگہ دیر سے پہنچنے کی شرمندگی کو عذیم الفرصتی کے سیاہ نقاب میں چھپایا جاتا ہے۔ کہہ کر میں بھی ایک خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ٹی پارٹی کیا تھی۔ اچھی خاصی فرقہ پارٹی تھی جس میں ایک صاحب مرزائی تھے، ایک شیعہ، ایک وہابی اور ایک آریہ۔ چند ایک رند مزاج، کچھ زاہد تر، کچھ زاہد خشک اور چند نئے تعلیم یافتہ، جاوید خیالات، ہورہا تھا اور ہوتا رہا۔ مجھے ان سب فرقوں کے نمائندوں سے الجھتا پڑا۔ اور سب سے پہلے مرزائی صاحب سے۔

محبت امر وہ میں ان ہی کا ذکر خیر کرتا ہوں۔ تاکہ یہ مضمون مرزا نمبر میں شائع ہو سکے۔ آئندہ سب کافرو افراد آئینہ خیال لے کر حاضر ہوں گا۔ انشاء اللہ! حتی الامکان میں اختصار کے ساتھ پورا مفہوم ادا کرنے کی کوشش کروں گا۔

مرزائی صاحب مشنری رنگ میں فرما رہے تھے۔ صاحبان! ایک نجات دہندہ دنیا میں آیا لیکن دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ اس نے اسلام کی عزت کو اس زمانے میں بچایا۔ آریوں کو جواب دیئے۔ عیسائیوں کو ساکت کیا۔ سب دین والوں پر الزام رکھا۔“

میں: اور مسلمانوں کو کافر بنایا۔
مرزائی: مسلمان تو خود کافر بنے۔ انسان خود کافر بننا ہے۔ کسی کے بنائے نہیں بننا۔ آپ لوگ مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے نہ مانیں۔ مجدد و مان لیں۔ اس میں تو کوئی حرج نہیں۔
چودھری صاحب: یہ کیا؟ میں نہیں سمجھا۔ نبوت سے انکار اور مجددیت کا اقرار۔ کفر تو پھر قائم رہا۔

مرزائی: اس سے بڑے کفر نہیں رہو گے۔
چودھری صاحب: کافر تو پھر بھی رہے۔ قمر ڈکلاس ہی سہی۔ آدھے تیر آدھے شیر۔

میں: احمدی صاحب! آپ اس بات سے مرزا قادیانی کی توہین کرتے ہیں۔ وہ تو دعویٰ کرتے ہیں نبوت کا۔ اور آپ کہتے ہیں مجدد ہی مان لو۔

مرزائی: ان کا دعویٰ نبوت کا تھا بھی اور نہیں بھی۔

میں: یعنی مثبت (+) اور منفی (-) ملکر برابر ہوا صفر کے۔ ایک وقت میں ایک چیز موجود بھی ہے اور معدوم بھی۔ خندہ نور بھی ہے۔ ظلمت کی سیانی بھی۔

مرزائی: میرا کہنا یہ ہے کہ آپ مطلق انکار نہ کریں۔ کچھ تو مانیں۔ ورنہ میں تو ان کو نبی ہی مانتا ہوں۔

میں: آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ آپ ان کو اضافی نبی مانتے ہیں یا سادہ نبی۔

مرزائی: اس کا مطلب؟

میں: لاہوری پارٹی کی طرح غلطی اور بروزی نبی مانتے ہیں یا صرف نبی؟

مرزائی: مستقل نبی بھی اور غلطی بھی۔

میں: میں غلطی اور بروزی کے جھگڑے میں پڑ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اور نہ بحث کو طول دینا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بہ فرض محال یہ مان لیا جائے کہ باب نبوت قیامت تک کھلا ہے تو پھر مرزا قادیانی نبی کیسے ہو گئے۔ ان کے کردار، ان کے افعال اور ان کے اعمال سے آپ کو نبی تو بعد میں سہی پہلے مسلمان اور مومن تو ثابت کیجئے۔

مرزائی: وہ کیسے؟

میں: ایسے کہ قرآن اور حدیث شریف میں مسلم اور مومن کے لئے جن صفات اور جن اخلاق کا ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ مرزا قادیانی میں وہ صفات ثابت کیجئے۔

مرزائی: ان کے اخلاق نہایت بلند تھے۔

میں: کیونکہ مرزا قادیانی نے حروف چھپی کا کوئی حرف بچانہ رکھا جس کے تحت میں انہوں نے مسلمانوں کو گالیاں زد دی ہیں۔ بالخصوص علماء کو جو راشت الانبیاء ہیں۔

مرزائی: یہ کیا بات ہے۔ انسان حیرتی میں کچھ کہہ ہی دیتا ہے۔ یہ معمولی بات ہے۔

میں: گالی گلوچ کرنا، فحش گو اور بد زبان ہونا۔ آپ کے نزدیک عیب نہیں اور معمولی بات ہے۔ لیکن خیال کیجئے کہ جو شخص ہدایات قرآن پاک اور حدیث شریف کے تحت زبان قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ وہ دل کے مذموم اور برے خیالات کو کیسے روک سکتا ہے اور اخلاق اللہ سے کیسے متصف ہو سکتا ہے۔

مرزائی: آپ اس بحث کو چھوڑیے۔ یہ تو دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے خدمت دین کیسی شاعر کی ہے۔

میں: ہاں! ان کی خدمت دین میں مانتا ہوں کیونکہ انہوں نے باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے جدا کر دیا۔ امت مرحومہ میں تفرقہ اندازی کی۔ نمازیں اور جنازے تقسیم کر ڈالے۔ نبوت کو اتنا سستا کر دیا کہ ہر کس و نا کس و خواب و بیدار کو یہی بننے لگا۔ اس سے جو شتر چونکہ دماغوں میں نبوت کا کوئی تخیل نہیں تھا۔ اس لئے لوگ رب (نور اللہ) بنتے تھے۔ نبی نہیں بنتے تھے۔ (صدیاں ہو چکیں کہ اسی طرح لوگ نبی بنتے تھے۔ مگر یہ قصہ پارینہ ہو چکا تھا اور لوگ بھول چکے تھے۔) جس وقت آپ نے ان کے دل میں ڈال دیا کہ نبوت بند نہیں ہوئی۔ فوراً خیال نے دل اور دماغ کو متاثر کر دیا۔ بھولے ہوئے قصہ تازہ ہو گئے اور پچاسوں کو سراب پانی نظر آنے لگا۔

مرزا قادیانی نے جہاد کو جو مسلم کے بدن میں بہ منزلہ روح کے ہے۔ منسوخ کر کے مسلمانوں کی رہی سہی قوت عمل کو بیکار کرنے میں ایک شاعر کام کیا۔ مرزا قادیانی نے آریوں اور عیسائیوں سے حسب عادت اور وہ آپ کی معمولی سی بات سے حیرت کلام کر کے مذہب اور ہانتی مذہب کی شان میں ان سے بدزبانی کرائی۔

مرزا قادیانی نے زبردستوں کی گری ہوئی چالوسی اور خوشامد کر کے مسلمانوں میں نفاق کی ذلت آمیز عادات کو ترقی دی۔ مرزا قادیانی نے مباحثہ کا مذہب طریق چھوڑ کر جنگ و جدال کا راستہ اختیار کیا اور جب کبھی بحث میں اپنا پہلو دیتا دیکھا۔ فوراً موت و ذلت کی پیشینگوئیاں شروع کر دیں۔

یہ ہیں مٹتے نمونہ اس پیغمبر بے جبرائیل کے کارنامے جس نے خلاف شان پیغمبروں کے ترکہ چھوڑا اور پھر قرآن کے احکام کے مطابق مسلمانوں کی طرح تقسیم بھی نہ کیا۔ اگر ضرورت ہو تو اور سناؤں۔ یہ داستان بہت لمبی ہے۔

مرزائی: میں نہیں سنتا چاہتا۔ یہ سب کچھ چھوڑ دیں۔ میری ایک بات کا جواب دیں۔ آپ سب مانتے ہیں کہ خدا کی قدرتوں کا نہ کوئی شمار ہے اور نہ حد۔ اس کا علم اس قدر وسیع ہے کہ وسعت کا لفظ بھی اس کے اظہار سے قاصر ہے۔ اس کی قدرت کا احاطہ کرنا ناممکن۔ وہ فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آج سے چودہ سو سال جو شتر اس کی قدرتوں اور علموں میں یک لخت رکاوٹ پیدا ہو گئی اور وہ محمد ﷺ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں کر سکا اور نہ کبھی کر سکے اور اس کا

خزانہ خالی ہو جائے۔ ہم تو محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت بڑھا رہے ہیں کہ وہ ایسا خاتم النبیین ہے کہ مہر لگا کر نبی بھیجتا رہتا ہے۔ اور آپ خدا کو بھی بے چارہ بنا رہے ہیں۔ اور حضرت محمد ﷺ کی شان بھی کم کر رہے ہیں۔

میں: آپ رسول پاک کی عزت بڑھانے والے کون۔ خدا نے ان کی شان وہ بڑھائی کہ سبحان اللہ: ”الم فنشرح لك صدرك، ورفعنا لك ذكرك و اوحى الي عبده ما اوحى وانسا اعطينك الكوثر“ آپ ﷺ کی شان میں فرمایا گیا۔ آپ ﷺ کے لئے دین اکمل کر دیا گیا۔ آپ ﷺ رحمت للعالمین کے ممتاز لقب سے ملقب کئے گئے۔ قیامت میں مقام محمود کے آپ ﷺ یقیناً امیدوار کئے گئے۔ پھر وہ آپ لوگوں کا شان بڑھانا کیا معنی۔ دوسرے رسول پاک کا مہر لگا کر نبیوں کو بھیجتا عجیب بات ہے۔ اول تو چودہ سو سال میں صرف ایک نبی بھیجا۔ اور وہ بھی بخوابی جس کے آسمانی الہامات میں صرف دھوکہ کی غلطیاں۔ نعوذ باللہ منها۔ لیکن پھر میں کہتا ہوں کہ عطائے نبوت تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ (رسول کریم ﷺ کے ہاتھ میں نہیں۔) جو ارشاد کر چکا: ”اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي“ دین بھی کامل ہو گیا اور نعمت بھی تمام ہو گئی۔ پھر مرزا کے لئے نہ کوئی نیا دین بچا نہ نئی نعمت۔ سب کچھ طے ہو چکا۔ اب اگر آپ شتم نبوت یا شتم نعمت خدا کی قدرت کا نقص خیال کریں تو پھر یہ رشتہ بیسیوں جگہ سے ایسا ٹوٹے گا کہ اس کا جوڑنا نہ قادیانی کے لئے ممکن ہوگا نہ ایرانی کے لئے۔ اس کا رخا نہ عالم کو اس زمین و آسمان کو۔ اس ساری کائنات کو پیدا کر کے ان کو انکی موجودہ صورت میں جیسے کہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ چھوڑ دینا قدرت کے منافی ہوگا۔ اگر یہ کامل اور مکمل ہیں تو مکمل سے اوپر کون درجہ ہوگا۔ اور اگر نہیں تو آپ کے پاس مکمل نہ ہونے کی کیا دلیل ہے۔

مرزائی: میں نہیں سمجھا۔ اس آخر کی بات کو ذرا واضح طور پر کہئے۔

میں: اگر یہ کارخانہ عالم جیسا کہ اب ہے۔ اس سے بہتر ہونا ممکن تھا تو پھر صنعت کردگار میں نقص ہوگا کیونکہ باوجود اس کے کہ اس سے بہتر ہونا ممکن تھا اور پھر خدا نے قادر و توانا و لطیف و حکیم نے نہ بنایا تو یا تو اس کے بہتر بنانے پر قادر نہ تھا یا باوجود قادر ہونے کے بہتر نہ بنایا۔ تو کمال کیا یا عقلیت کی یا کچھ اور۔ اور اگر اس سے بہتر ہونا ناممکن تھا تو پھر نہ قدرت کی نفی ہوتی ہے نہ حکمت کی۔ اسی طرح نبوت کو قیاس کر لیں۔ اخلاق و عرفان مکمل طور پر عطا کر دیئے گئے۔ تمدن و مباحثت و سیاست و شریعت کے اصول و فروع مکمل دے دیئے گئے اور یہ پیمانہ عارفان سے

کہ مرزا قادیانی نے خدمت دین کیسی

انہوں نے باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو خمازیں اور جنازے تقسیم کر ڈالے۔ بننے لگا۔ اس سے دوستر چونکہ دماغوں باللہ بنتے تھے۔ نبی نہیں بنتے تھے۔ سہ پارہ ہو چکا تھا اور لوگ بھول چکے ت۔ بند نہیں ہوئی۔ فوراً خیال نے دل رسول کو سراپ پانی نظر آنے لگا۔

منزلہ روح کے ہے۔ منسوخ کر کے کام کیا۔ مرزا قادیانی نے آریوں اور سے تیزی کلام کر کے مذہب اور ہانچی

ور خوشامد کر کے مسلمانوں میں نفاق ہندو طریق چھوڑ کر جنگ و جدال فوراً موت و ذلت کی پیشینگوئیاں

جس نے خلاف شان پیغمبروں روح تقسیم بھی نہ کیا۔ اگر ضرورت

بات کا جواب دیں۔ آپ سب س قد ر وسیع ہے کہ وسعت کا لفظ کن۔ وہ فہم و ادراک سے بالاتر مذہبوں اور علموں میں یک لخت سر کا اور نہ کبھی کر سکے اور اس کا

ایسا لہریز کر دیا گیا کہ ایک قطرہ کی بھی گنجائش نہ رہی۔ توحید مکمل، تفرید و تجرید مکمل، ولایت مکمل، کتاب مکمل، کتاب کی شرح مکمل، کتاب لانے والا اور اس کی توجیح کرنے والا مکمل، قاب قوسین اودائی۔ تو پھر وہ کیا چیز رہ گئی جس کے لئے نبی کی ضرورت ہو۔
مرزا: خیر آپ ان کو ہم ہی مانتے ہیں۔

میں: ہاں تراشیدہ و ناتراشیدہ الہامات جو آسمان کے تاروں سے بھی زیادہ مخائب مرزا قادیانی شائع ہوئے اور جن میں سے کئی ایک کے معنی وہ منیا سبوں کے شعور کی طرح قبروں میں ساتھ لے گئے۔ اگر عقائد و مذہب میں کوئی قیمت رکھتے ہوں تو بہت قابل قدر ہیں اور آئندہ سب کے لئے حجت ہوں گے۔ ہر ایک مدعی ہو جائے گا۔ مرزا قادیانی کی کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ مگر میں تو ان کو ہم بھی نہیں مانتا۔
چودھری صاحب: تو پھر آپ کافر ظلی۔

میزبان: صاحبان! یہ بحث ختم۔ دوسری شروع ہو گئی۔ اس سے نتیجہ نکلا کہ ہم پہلے اپنے مکمل نبی کی ہدایات پر تو کار بند ہو لیں۔ پھر نئے نبی دیکھ لیں گے۔

کفریات مرزا

۱..... مرزا قادیانی (حاشیہ فیہ انعام آتم ۹، خزائن ج ۱ ص ۲۹۳) میں لکھتے ہیں: ”مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسوع کی قرآن مجید میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔“ (اورست بچن ص ۱۵۹، خزائن ج ۱ ص ۲۸۳) میں لکھا ہے یسوع مسیح ایک اسرائیلی آدمی مریم کا بیٹا ہے، اور (انعام آتم ص ۴۱، خزائن ج ۲ ص ۱۱) میں لکھا ہے۔ (مریم کا بیٹا کھلیا کے بیٹے یعنی راجندر سے کچھ زیادتی نہیں رکھتا۔) توبہ توبہ نعوذ باللہ من ذلک، حالانکہ سیدنا مکی بن مریم کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید سورہ مائدہ میں فرماتا ہے: ”ما المسيح ابن مریم الا رسول“ یعنی حضرت مسیح ابن مریم خدا کے رسول ہیں۔

۲..... مرزا قادیانی (دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱ ص ۳۴۰) میں لکھتا ہے: ”خدا نے ہمیں تو بتلایا کہ انجیل ایک مردہ اور ناتمام کلام ہے“ اور (برہان احمدیہ حاشیہ ص ۳۶۱، خزائن ج ۱ ص ۳۴۱) میں لکھتا ہے: ”حضرت عیسیٰ تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے۔“ حالانکہ اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں فرماتا ہے: ”وآتیناہ الانجیل فیہ ہدی ونور“ یعنی دی ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل جس میں ہدایت اور نور ہے۔

۳..... مرزا قادیانی (اعجاز ص ۱۱۳) میں لکھتا ہے: ”اللہ تعالیٰ نے جنہوں نے کہا اللہ اور محمد ایک ہی چیز ہے۔ حالانکہ یہ کفر میں فرماتا ہے: ”لقد کفر الذین کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا اللہ اور محمد ایک ہی چیز ہے۔“ (اعجاز ص ۱۱۳) میں لکھتا ہے: ”الموعود یوم الدین۔ یعنی میں ۱۶۹ میں لکھتے ہیں: ”خدا تعالیٰ کر آتے ہیں اور انہی کا وجود قیام میں قیامت کے متعلق ایک مستطاب میں ہے: ”الیس ذلک بقدر اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کے سے انکار ہے“

۵..... مرزا قادیانی (توحید ص ۱۱۳) میں لکھتا ہے: ”گرمی پیدا ہوتی ہے اس کو فرشتہ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ”فان اللہ عدو للکافر جبرائیل اور میکائیل فرشتوں مرزا قادیانی (۲) میں لکھتا ہے: ”کہ میرا خدا کہتا ہے کہ اللہ کے ظاہری الفاظ یہ ہیں خدا؟ یہی وجہ ہے کہ محمدی دی۔ جیسا کہ (ازالہ ابہام مسلمانوں کے خدا کی صفہ جوارادہ کرتا ہے۔“

۳..... مرزا قادیانی (اعجاز السح م ۱۰۱، خزائن ج ۸ ص ۱۰۴) میں لکھتے ہیں: ”فیکون رحمن محمد ﷺ یقیناً یعنی یقیناً رحمن محمد ہی ہے۔“ اور ص ۱۰۲، خزائن ج ۸ ص ۱۰۵ میں لکھا ہے: ”ان الرحمن محمد ﷺ وان محمد الرحمن۔ یعنی رحمن محمد ﷺ ہے اور محمد رحمن ہے۔“ یعنی اللہ اور محمد ایک ہی چیز ہے۔ حالانکہ یہ کفر ہے۔ نصاریٰ کا بھی یہی دعویٰ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں فرماتا ہے: ”لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم“ ﴿یعنی یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا اللہ مسیح بن مریم ہے۔﴾

۴..... اسی (اعجاز السح م ۱۴۳، خزائن ج ۸ ص ۱۴۷) میں لکھا ہے: ”مسمی زمان المسيح الموعود يوم الدين۔ یعنی یوم الدین میرے زمانہ کا نام ہے۔“ اور از الہاد ہام ص ۱۴۳، خزائن ج ۳ ص ۱۶۹ میں لکھتے ہیں: ”خدا تعالیٰ کے تائید یافتہ بندے یعنی خود مرزا قادیانی قیامت کا ہی روپ بن کر آتے ہیں اور انہی کا وجود قیامت کے نام موسوم ہو سکتا ہے۔“ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید پارہ ۲۹ میں قیامت کے متعلق ایک مستقل سورہ نازل فرمائی جس کا نام ہی سورہ قیامت ہے۔ اس کے آخر میں ہے: ”الیس ذلک بقادر علی ان یحیی الموتی“ ﴿یعنی کیا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو پھر زندہ کرے۔﴾ (مگر مرزا قادیانی اور امت مرزائیہ کا اس بات سے انکار ہے)

۵..... مرزا قادیانی (توضیح مرام ص ۲۳، خزائن ج ۳ ص ۱۶۳) میں لکھتے ہیں: ”جس قدر روح میں گرمی پیدا ہوتی ہے اس کو فرشتہ و ملک کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔“ حالانکہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی پارہ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ”من کان عدو الله وملائکته ورسله وجبریل ومیکائیل فان الله عدو لِّلکافرین“ ﴿یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسولوں کے اور جبرائیل اور میکائیل فرشتوں کے دشمن ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔﴾

۶..... مرزا قادیانی (حقیقت الہی ص ۱۰۳، خزائن ج ۳ ص ۱۰۷) میں اپنی وحی نقل کرتے ہیں: ”کہ میرا خدا کہتا ہے کہ اٹھ لی دایم اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ دوں گا کبھی پورا کر دوں گا۔“ اس وحی الہی کے ظاہری الفاظ یہ سمجھ رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کرتا ہوں اور صواب بھی۔ واہ مرزا قادیانی کا خدا؟ یہی وجہ ہے کہ محمدی بیگم کے نکاح کا مرزا قادیانی کے ساتھ وعدہ بھی کر دیا اور وحی بھی بھیج دی۔ جیسا کہ (از الہاد ہام ص ۱۴۶، ۱۴۷، خزائن ج ۳ ص ۲۰۵) میں مرقوم ہے اور پورا بھی نہ کر سکا۔ مگر مسلمانوں کے خدا کی مفت یہ ہے کہ: ”فقال لما یرید سورہ بروج“ ﴿یعنی پورا کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔﴾

۷..... مرزا قادیانی (توضیح مرام ص ۷۵، خزائن ج ۳ ص ۹۰) میں لکھتے ہیں: ”ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایسا وجود عظیم ہے جس کے بے شمار ہاتھ بے شمار پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض اور طول بھی رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح (جو ایک دریائی جانور ہے) اس وجود عظیم کی تاریں بھی ہیں۔“ یہ ہے مرزا قادیانی کا خدا۔ اور مسلمانوں کے خدا کی صفت یہ ہے: ”لیس کمثله شیئ وهو السميع البصیر“ (سورہ شوریٰ) اور اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

۸..... (حقیقت الوحی ص ۸۳، خزائن ج ۲۲ ص ۸۷) میں لکھا ہے: ”قرآن مجید خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں۔“ حالانکہ اللہ تعالیٰ سورہ اسراء میں فرماتا ہے: ”قل لئن اجمعت الجن والانس علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لیاقتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا“ ”یعنی اگر جن و انسان سب جمع ہو کر قرآن کے مثل کوئی کلام لانا چاہیں تو نہ لائیں گے۔ اگرچہ ایک دوسرے کی امداد بھی کریں۔“

۹..... اسی (کتاب حقیقت الوحی ص ۸۹، خزائن ج ۲۲ ص ۹۲) میں لکھا ہے: ”آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔“ اور نزول ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷ میں لکھا ہے: ”آدم نیز احمد مختار۔ دربرم جامہ ہمہ ابرار“ آگے لکھتے ہیں: ”کم ندم زان ہمہ بروی یقیں۔ هر که گوید دروغ است لعین۔ یعنی تمام انبیاء آدم سے لیکر آنحضرت ﷺ تک جتنے گزرے ہیں۔ سب کے مدارج مجھ (مرزا) میں پائے جاتے ہیں۔ اور درجہ میں کسی سے کم نہیں اور یہ معمولی بات نہیں۔“ گویا مرزا قادیانی درجہ میں آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ (نعموذ باللہ من ذلك) حالانکہ حضور ﷺ کے بے شمار فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بنایا جیسا کہ سورہ احزاب میں مذکور ہے اور آپ ﷺ کے سوا یہ شان کسی کو حاصل نہیں۔ مرزا قادیانی نے اسی کتاب (نزول ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۳۸۱) میں لکھا ہے: ”میں رسول اور نبی نہیں ہوں۔“ اور ازالہ اہام ص ۱۷۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۵ میں لکھا ہے: ”من نیستم رسول و نبیا و ردہ ام کتاب“ اب تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ ادھر مرزا قادیانی رسول اور نبی بھی نہیں اور ادھر اولو العزم انبیاء سے بھی درجہ میں زیادہ ہیں۔ گویا اپنے قول پر بول کر مٹا ہے۔

۱۰..... (حقیقت الوحی ص ۱۰۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۸) میں لکھا ہے: ”انما امرک اذا اردت شیئ ان تقول له کن فیکون۔ یعنی خدا نے کن فیکون کا اختیار مرزا قادیانی کو دے دیا۔“ پس

اسی بناء پر مرزا قادیانی (کتاب البریہ ص ۷۸، خزائن ج ۱۸ ص ۷۸) میں لکھتے ہیں: ”ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔“ کی خبر سورہ قصص میں دی ہے: ”وقال فرعون غیری“ ”یعنی فرعون نے کہا اے جماعت الغرض جو کچھ مذکور ہوا یہ مرزا قادیانی کے کفر و ایمانی حالت ہو کہ وہ امام یا مجدد یا مقرب خدا

مرزا غلام احمد از جناب حکیم محمد علی صاحب مرزا غلام احمد قادیانی کا قول کتاب ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ بیمار یوں میں ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی حکیم نور احمد صاحب سکندر لودھی پر مرزا قادیانی کے اس دعویٰ کی طبیعتی مراق تھا“ اب مراقی مریض کے متعلق حکیم ایک شاخ ہے۔ بالخصوص مراق میں دماغ کو خود مرزائی ڈاکٹر شاہ نواز صاحب م ۱۶ پر لکھتے ہیں کہ: ”ایک مدعی الہام کے مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعویٰ کی تردید۔ چوتھ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو حواریوں کی تحریرات سے ثابت ہو گیا کہ تھے اور جس خرافات کو وہ الہامات سے نتیجہ تھی۔ جب تغیر مراقیہ کا زور ہو تو غلام احمد ہیں۔ اسی وجہ سے جب مرزا قادیانی کو تغیر زور کم ہونے پر وہ خود بھی اپنے اقوال پر

اسی بناء پر مرزا قادیانی (کتاب البریہ ص ۷۸، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰۳) میں لکھتے ہیں: ”میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں۔“ حالانکہ یہ فرعون کا دعویٰ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر سورہ قصص میں دی ہے: ”وقال فرعون یا ایہا السعلاء ما علمت لکم من الہ غیری“ یعنی فرعون نے کہا اے جماعت تمہارے لئے میں اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا۔ پھر الغرض جو کچھ مذکور ہوا یہ مرزا قادیانی کے کفریات سے شے نمونہ از خردوار ہے۔ پس جس شخص کی یہ ایمانی حالت ہو کب وہ امام یا مجدد یا مقرب خدا بن سکتا ہے۔ نبوۃ تو بجائے خود رہی۔

مرزا غلام احمد قادیانی مراتی تھا

از جناب حکیم محمد علی صاحب معصفت ”سودائے مرزا“ امرتسری!

مرزا غلام احمد قادیانی کا قول کتاب منکورا لہی کے ص ۳۳۸ پر لکھا ہے: ”میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ بیمار یوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں۔ تاہم آج کل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اسی کام کو کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے۔“

حکیم نور احمد صاحب سکندر لودھی منگل نے ریویو آف ریپبلکینر مہجور مہماہ اپریل ۱۹۲۵ء کے ص ۲۵ پر مرزا قادیانی کے اس دعویٰ کی طبی تصدیق کرتے ہوئے لکھا ہے: ”بے شک مرزا قادیانی کو مرض مراق تھا“ اب مراتی مریض کے متعلق حکیم نور الدین کی تشریح ظاہر کرتی ہے کہ ”مراق بالخصوص لیا کی ایک شاخ ہے۔ بالخصوص مراق میں دماغ کو ایذا پہنچاتی ہے۔“ (پیشہ لودین ج ۱ ص ۳۱۱) خود مرزائی ڈاکٹر شاہ نواز صاحب اسسٹنٹ سرجن ریویو آف ریپبلکینر مہماہ اگست ۱۹۲۶ء کے ص ۱۶ پر لکھتے ہیں کہ: ”ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا بالخصوص لیا کی مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعویٰ کی تردید کے لئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھڑ دیتی ہے۔“ پس خود مرزا اور اس کے حواریوں کی تحریرات سے ثابت ہو گیا کہ مرزا قادیانی کے مختلف دعاوی کی محض مرض مراق کا نتیجہ تھے اور جس خرافات کو وہ الہامات سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ انجرا مراقیہ کے پیدا کردہ تخیلات فاسدہ کا نتیجہ تھی۔ جب تبخیر مراقیہ کا زور ہو تو علامات مرض بڑھ جاتی اور جب زور کم ہو تو علامات گھٹ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے جب مرزا قادیانی کو تبخیر مراقیہ کا زور ہوتا تھا تو وہ انٹ سنسٹ بولنے لگتے تھے لیکن زور کم ہونے پر وہ خود بھی اپنے اقوال پر تادم ہو جاتے تھے۔ چنانچہ (کشف الغطاء ص ۱۱، خزائن

ج ۱ ص ۹۰) میں لکھتے ہیں: ”ہم فرض کر سکتے ہیں کہ بے شمار ہاتھ بے شمار عیرو اور ہر ایک عضو اس شخص اور طول بھی رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح بڑھتا رہتا ہے۔“ یہ ہے مرزا قادیانی کا خدا۔ اور اسلئے شئی وهو السميع البصیر“ (سورہ یونس ص ۱۰۱) دیکھنے والا ہے۔

میں لکھا ہے: ”قرآن مجید خدا کی کتاب اور میں فرماتا ہے: ”قل لئن اجمعت الجن ان لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضهم حاکم ہو کر قرآن کے مثل کوئی کلام لانا چاہیں تو نہ

۱۹۲۱ء میں لکھا ہے: ”آسمان سے کئی تخت کج ص ۹۹، خزائن ج ۱ ص ۲۷۷ میں لکھا ہے: ابرار آگے لکھتے ہیں: ”کم نینم زان بنت لعین۔ یعنی تمام انبیاء آدم سے لیکر آنحضرت (مرزا) میں پائے جاتے ہیں۔ اور درجہ قادیانی درجہ میں آنحضرت سے بھی بڑھ کر ہے۔ بے شمار فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ سورہ احزاب میں مذکور ہے اور آپ ﷺ کتاب (نزل آج ص ۲، خزائن ج ۱ ص ۳۸۱) ص ۱۷۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۵ میں لکھا ہے: ”اب تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ ادھر مرزا بھی درجہ میں زیادہ ہیں۔ گویا اپنے قول پر

لکھا ہے: ”انفسا امرک اذا اردت ان کا اختیار مرزا قادیانی کو دے دیا۔“ پس

ج ۱۳ ص ۱۹۳) پر وہ لکھتے ہیں: ”ممکن ہے کہ کئی لوگ میری ان باتوں پر ہنسیں گے یا مجھے پاگل اور دیوانہ قرار دیں گے کیونکہ یہ باتیں دنیا کی سمجھ سے بڑھ کر ہیں اور دنیا ان کو شناخت نہیں کر سکتی۔“
مرزا کے قول پر مردائی طبی بورڈ کا فیصلہ اور پھر مرزا کی تحریروں سے اس امر کی تائید کہ اسے حراق کا عارضہ لاحق تھا۔ ایسی چیز ہے جس سے مردائی امت الکار نہیں کر سکتی۔ پھر تعجب ہے کہ لوگ اس کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔

فتنہ قادیان

از مولانا ظفر علی خان صاحب

ملا یہ امتیاز اسلام ہی کو سارے دینوں میں
محمد کے غلام اسکندر و جم بن ہی جاتے ہیں
انگوٹھی ایک ہے اسلام کی ہم سب نگیں اس کے
حسین ہے اور بھی لیکن جو میری آنکھ سے دیکھو
جلال اسلام کا منظور ہو گرد و کینا تم کو
زمانہ نے ترقی علم و فن میں اس قدر کی ہے
مسلمان بھی نہ تھے نا آشنا اس رحا کبر سے
عرب نے سارے عالم میں تکمیر ان جواہر کو
وہ بت جن سے نہیں اڑتی ہے اپنی ناک کی کمی
زبان پر دین کا غل اور سر میں کفر کا سودا
کہاں پنجاب میں اسلام تیری اٹھ گئی غیرت
تقو آئے گنبد گردوں گرداں اکیا قیامت ہے
کھلونا قادیان کا بن گئی وہ سطوت کبریٰ
حدیث اسمہ احمد غلام احمد پہ چسپاں ہو
مسلمانو! کچھ اس دجال اعظم کی خبر بھی ہے
گھر کی قدر ہو کس طرح کوئی جوہری بھی ہو
مثالب کا مجھے کیا ڈر مرا ایمان ہے قرآن پر
میرے اشعار ہیں یا گنبد گردوں کے تارے ہیں

گدا اس کے نظر آتے بیٹھے شہ نشینوں میں
امانت کچھ اثر دکھلا ہی جاتی ہے امینوں میں
رسول اللہ کر لیں انتخاب اپنے گلینوں میں
تو ہے اسلام کی صہت ہی پیاری سب حسینوں میں
تو سجدوں کی تڑپ کو دیکھ لو آ کر جبینوں میں
کہ طے ہوتی ہے منزل آج رسول کی مہینوں میں
کہ ہونی چاہئے تفسیر سینوں کی سفینوں میں
خدا کی شان وہ بھی ہیں خدا کے نکتہ چینوں میں
چھپائے جا رہے ہیں آج کل بت آستینوں میں
بٹھایا کفر کو لاکر نبی کے ہم نشینوں میں
کہ ہمسر شیر کی روہاہ بنتی ہے عربوں میں
ہے اب تک شور جس کا آسمانوں اور زمینوں میں
پڑے خاک اس سلیقے پر لگے آگ ان قرینوں میں
ملایا جس نے آتے ہی سعیدوں کو لعینوں میں
نہیں فرق اب رہا کچھ پھر دوں اور آئینوں میں
کہ حق تک میں سے پہنچا ہوں میں اپنے یقینوں میں
نظر آتا ہے رنگ آسمان میری زمینوں میں

پاپائے قادیان کی شوخ چشمانہ جسارت

(ایک آلودہ خطا انسان کو مسند اکملیت پر بٹھانے کی کوشش!)

از مولانا ظفر علی خان!

ہماری ہاتھیں موسویو بشیر اور ان کے خرد باختہ حلقہ مجبوسوں کو کڑوی معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارے اقوال ان کو کراں گزرتے ہیں۔ اور ہمارے ان چمکوں کی تفصیل ہمارے ہار گنا کی جاتی ہے جو ہمارے دھنہ استہزاء نے قادیانیت کے جگر میں رو رہ کر لگائے جاتے ہیں۔ اور ہم سے استدعا کی جاتی ہے کہ اس سلسلہ طعن و تعریض کو بند کر دیں۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہونے کہ موسیو بشیر اور ان کی امت ”کثیر الانفاذ“ کو تو یہ اختیار دے دیا جائے کہ اسلام کا منہ چڑائیں۔ روایات اسلام کا استخفاف کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی نقلیں اتاریں۔ ازواج مطہرات حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناموس کو اپنے خاندان کی خواتین کے القاب و آداب کے لئے وجہ محاکات بنائیں۔ لیکن ہم کو اجازت نہ ہو کہ اس بے کاندہ طرز عمل پر ایک حرف بھی زبان قلم سے نکالیں۔

آپ اس حقیقت کبریٰ سے دور جا پڑے۔ لیکن ہمارے دل کے پاک ترس گوشے اور ہماری آنکھ کے نازک ترین پروے میں اس کا جیتا جاگتا مفہوم ہر وقت موجود ہے کہ خدائے برتر و بزرگ کے بعد محمد مصطفیٰ ﷺ اور احمد مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و انما ابد اخلاصہ کائنات و زبدۃ موجودات ہیں جن پر انسان کے لئے جنت حق ختم ہو گئی۔ جن کی ذات عدیم المثال ہے اور جن کی صفات فقید الظہیر ہیں۔ پھر آپ ہی انصاف فرمائیں کہ ہمارے دل کو کس درجہ تکلیف ہوتی ہے۔ ہماری روح کو کس قدر صدمہ پہنچتا ہے۔ ہمارے جذبات کس حد تک مجروح ہوتے ہیں۔ جب آپ مرزا غلام احمد جیسے آلودہ خطا و نسیان انسان کو حضور محمد مصطفیٰ ﷺ جیسے انسان کامل کی مسند اکملیت پر بٹھا کر اسلام کا منہ اس طرح چڑاتے ہیں:

”۱..... ہم بغیر کسی فرق کے بہ لحاظ نبوت انہیں (مرزا غلام احمد قادیانی کو) ایسا ہی رسول مانتے ہیں جیسے کہ پہلے رسول مبعوث ہوتے رہے۔

۲..... ہم مانتے ہیں اور صدق دل سے جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت اول جیسی کہ پانچویں ہزار میں ہوئی ایسی ہی چھٹے ہزار کے لئے مقدس تھی اور سورہ جمعہ میں اس کا ذکر ہے۔

۳..... مرزا قادیانی کی صداقت کے لئے اس قدر نشانات ظاہر ہوئے کہ اگر وہ ہزار ہا پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی نبوت بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۳۱۷، خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۲)

۴..... پھر ہم کہتے ہیں کہ وہ (مرزا قادیانی) جبری اللہ فی حلال الانبیاء تھا۔ یعنی تمام انبیاء کا نمونہ آپ کی ذات قدسی صفات میں جمع تھا۔

۵..... آپ نے اس کو (مرزا قادیانی کو) نہیں پہچانا۔ مگر ہم نے تو اسے دیکھنے کی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ یقیناً سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے جمیع کمالات قدسیر کا جامع ہے۔ اور ”مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد“ کا مصداق۔

۶..... جس بات نے حضرت محمد ﷺ کو حضرت محمد ﷺ بنا دیا۔ وہی بات اس (مرزا قادیانی) میں ہمارے نزدیک موجود تھی۔

۷..... اس (مرزا قادیانی) کے اقوال و تصانیف کا ایک ایک لفظ ہمارے لئے ایسا ہی حجت قوی اور قیحتی ہے جیسے کسی اور نبی کا۔

۸..... جب ایک شخص کی بھی تعظیم کی جاتی ہے جو دو چار خادم رکھتا ہو اور کوئی مہذب آدمی پسند نہیں کرتا کہ ایک معمولی و جاہلت کے انسان کو بھی برا کہے۔ اور اس کی توہین کرے۔ تو آپ کے لئے یہ کیونکر جائز ہو گیا کہ اس خدا کے برگزیدہ جاہ و جلال کے نبی عظیم الشان نبی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار کی شان رکھنے والے نبی ”انت منی وانا منک ظہودک ظہودی“ کے مخاطب نبی کو کھلے کھلے الفاظ میں کالیاں دیں۔“ (الفضل قادیان ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

ہنر ہولی نس موسیو بشیر اور ان کے عقیدت کیش یقین مانیں کہ ”الفضل“ کے محولہ فوق اقتباس کے الفاظ پڑھ کر فرط غیظ و غضب سے ہماری حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔ اور ہمارا غرق خون دل کھڑے کھڑے ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ان کا مصعب و حنین کر کسی نا اہل کو دے دینا مسلم آزاری کا ایک ایسا فعل ہے جس کے ارتکاب کی جرأت اس سوا تیرہ سو سال کے عرصہ میں قادیان والوں ہی کو ہوئی ہے۔ مسلمان باقی تمام حرکات مذہبی کو برداشت کر سکتے ہیں لیکن اس کی تاب نہیں لاسکتے۔ کہ ہر ایرے غیرے کو محمد مصطفیٰ ﷺ بنا دیا جائے۔ اگر موسیو بشیر جنہیں اپنے لاکھوں مریدوں کے انثار و فدویت پر گھمنڈ ہے۔ ہم چالیس کروڑ جانثار محمد ﷺ کو بھی کسی شمار و تظار میں سمجھتے اور ہمارے جذبات کی بھی پرواہ کرتے تو ہم ان کی خدمت میں عرض کرتے۔

میخورد مصحف بسوز د آتش اندر کعبہ زن

ہر چہ خواہی کن ولیکن مسلم آزاری مکن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي جعل القرآن
سورة فاتحة الكتاب

ماہنامہ
شمس الاسلام بھیرہ
ختم نبوت کا
نمبر



حضرت مولانا افتخار احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیباچہ

لمعات

۷ ستمبر ۱۹۷۳ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد کے ذریعے موجودہ آئین میں یہ دستوری ترمیم کی کہ وہ تمام لوگ اور داعی جو نبی کریم ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے۔ یا کسی نوع کے داعی نبوت کو مصلح یا مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ ”وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“ چنانچہ اسی روز تیسری خواندگی کے بعد یہ اہم ترمیم آئین پاکستان کا حصہ بن گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ قرارداد اور ترمیم کسی خاص فرد، جماعت یا وقتی علاقائی کوششوں کا کوئی اضطرابی نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس اہم تبدیلی کے پیچھے برصغیر کے علمائے ربانی کی ان گنت کٹھن اور طویل قربانیوں کا سلسلہ ہے۔ جن کے نتیجے میں جہاں ایک طرف عوام کے دلوں میں ایمان کا جذبہ اور عشق مصطفیٰ کا شعلہ پوری آب و تاب کے ساتھ فروزاں رہا۔ وہاں دوسری طرف اس فتنے کا برصغیر اور بیرون، مناسب تذکرہ اور استیصال ہوتا رہا۔ چنانچہ تمام تر سرکاری سرپرستی، شاہ کی معاجرت، فرقے کی تنظیم، سرمائے اور وسائل کے باوجود، محض علماء کی انہی مساعی کی بناء پر قادیانیت برصغیر میں پوری طرح پنپ نہیں سکی۔

قادیانیت

چند اعتقادات و اجتہادات، اختراعات و موعوبات یا اوہام و اشتہارات کا ہی نام نہیں، اسلام کے متوازی اس تحریک کے پیش نظر مخصوص سیاسی اور تاریخی مقاصد بھی ہیں۔ اگر تو حید کو اس کائنات کے ربط و اتحاد کی فطری اساس قرار دیا جائے تو نبی کریم ﷺ کی رسالت اور عقیدہ ختم نبوت کو عالم اسلام کے لئے بجا طور پر اتفاق و اتحاد بلکہ امتیاز و افتخار کی علامت سمجھا جاسکتا ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریک اسی علامت کے درپے ہے تاکہ مسلمان اپنا شخص و امتیاز، اتحاد اور سرمایہ افتخار چھوڑ دیں۔

۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی، غیر ملکی سامراج کے خلاف محکوم ہندوستان کی پہلی ہمہ گیر کوشش تھی۔ اس جنگ میں اور اس کے بعد اس سوتے سے جو تحریکیں برپا ہوئیں۔ ان سب کی

قیادت عملی اور فکری اعتبار سے مسلمان علماء کے پاس تھی۔ اس لئے انگریز نے مسلمانوں کو اقتصادی تہذیبی، فکری، دینی اور عملی لحاظ سے بے جان اور بے آبرو کرنے کے لئے جو طویل المیعاد منصوبے تراشے۔ ان میں وہ علماء کو نہیں بھولا۔ چنانچہ لارڈ میکالے کی تعلیمی پالیسیوں نے دینی مدارس کی افادیت اور اہمیت کو سرے سے ختم کر دیا اور مسلم عوام کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم کرنے، انگریزی اقتدار کو مستحکم بنانے اور علماء کی توجہ اور توانائی کو ضائع کرنے کے لئے ایک ہندی نبوت کی داغ بیل ڈالی۔ ان اقدامات سے نہ صرف لوگوں کی رغبت دینی تعلیم سے کم ہوتی چلی گئی۔ بلکہ علماء کی قوت منتشر ہوئی اور قادیانیت کی شکل میں انگریز کو مسلمانوں کے اندر ہی سے ایک اطاعت گزار اور وفادار جماعت ہاتھ آئی۔

آئیں تو محض ایک تحریری دستاویز ہے جو اصل میں ذریعہ ہوتا ہے چند مقاصد کی تکمیل کا صرف الفاظ بدلنے سے تو حقیقت حال نہیں بدل سکتی جب تک ترمیم عملاً نافذ نہ ہو۔ اس وقت تک تحریک کا مقصد اور آئینی تبدیلی کا تقاضا پورا نہیں ہوتا۔ قرآن و حدیث کی رو سے مرزا قادیانی، اور ان کے پیروکار گمراہ، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس بات پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے اور یہ فیصلہ آج یا کل کا نہیں ہوا۔ بلکہ اس روز سے بدیہی حقیقت اور ایک امر واقعہ ہے جب سے مرزا قادیانی گمراہ ہوئے۔ بنابرین عملی اور انتظامی اقدامات کے بغیر دستوری ترمیم ایک جانی پہچانی صداقت کا محض اعتراف ہے۔

تریمی مقاصد سے ہم آہنگ عملی اقدامات کے فقدان کے باوجود اس فیصلے سے چند فوائد ضرور حاصل ہوئے ہیں۔

اولاً: اس عجبی نبوت کے ابطال سے فتنہ ارتداد کا قلع قمع۔

ثانیاً: اندرون ملک عموماً اور بیرون ممالک میں خصوصاً اس فتنے کی ترویج و اشاعت میں کمی۔

ثالثاً: نظریہ پاکستان کے اس جزوی احیاء سے بے دین اور خدا بیزار عناصر اور مختلف

ازموں کے پرچار کوں کی حوصلہ شکنی۔

رابعاً: ملکی سیاست، معاشرے اور دستور کا دینی مزاج اور مسلم تشخص کی مزید وضاحت۔

اس فیصلے کے بعد ہمارے سامنے کرنے کے چار کام ہیں۔

..... آئینی ترمیم کی روشنی میں اب جلد عملی اقدامات کئے جائیں اور علماء کے تعاون سے اس

نئی غیر مسلم اقلیت کے حقوق کا مناسب تعین اور تحفظ کیا جائے۔

۲..... نظریہ پاکستان یعنی اسلام کے عملی نفاذ اور مسلم (قومیت کے) شخص کے لئے واضح، مؤثر اور دور رس لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔

۳..... بیرون ملک خصوصاً جہاں قادیانی کام کر رہے ہیں۔ قومی فیصلے کی مناسب تشہیر کی جائے اور راہ گم کردہ اور بھٹکے ہوئے قادیانی اصحاب کو پوری دل سوزی اور درومندی کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جائے۔

۴..... فقہ ارتداد کے کلی سد باب، اسلام کے اساسی عقیدہ ختم نبوت اور ناموس مصطفیٰ کی صیانت کے لئے قادیانی نظریات اور جماعت پر کھل پابندی لگائی جائے۔ اگر ایک سیاسی جماعت، نظریہ پاکستان اور وطن کی سالمیت کے منافی سرگرمیوں کے الزام میں ختم کی جاسکتی ہے تو ایک مذہبی اور سیاسی گروہ اتنے واضح اور سنگین جرائم کی بناء پر کیوں ختم نہیں کیا جاسکتا؟

نبی کریم ﷺ کی رسالت اور عقیدہ ختم نبوت پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص عملی یا آئینی طور پر مسلمان نہیں ہو سکتا اور نہ مسلم معاشرے نے کسی ایسے فکر یا افہام کو کبھی قبول کیا ہے۔ جس طرح ایک مردہ شاخ درخت سے یا ایک مردہ حصہ، زندہ جسم سے الگ ہو کر رہتا ہے۔ اسی طرح قادیانیت جو مسلم معاشرے کا طفیلی اور عالم اسلام کا مردہ حصہ تھی۔ اسے عملاً اور آئیناً بہر حال الگ ہونا تھا۔ سو وہ فکری تقاضا پورا ہوا۔ اس یادگار موقع پر ماہنامہ شمس الاسلام کا ”ختم نبوت نمبر“ نکالنے کا مقصد یہ ہے:

- ۱..... قادیانیت کے خدو خال، مضمرات اور مستقبل کے خدشات اور پیش بندیاں۔
- ۲..... تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۸۸۵ء سے ۱۹۷۵ء کے موجودہ عبوری انجام تک۔
- ۳..... قیام پاکستان سے پہلے اور پھر ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریکوں میں علماء اور عوام کا کردار۔
- ۴..... حالیہ تحریک ختم نبوت میں قومی اسمبلی، طلبہ اور عوام کا کردار۔
- ۵..... تردید قادیانیت میں علماء ”اور مشائخ بگویہ“۔ ”مجلس حزب الانصار“ اور شمس الاسلام کی خدمات۔

۶..... ستمبر ۱۹۷۴ء کی دستوری ترمیم کے عملی تقاضے اور اب کرنے کے کام۔

۷..... عالم اسلام کے لئے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور اس کی حفاظت کے لئے مستقل اقدامات کی ضرورت۔ حالیہ تحریک اس اعتبار سے بہت منفرد تھی کہ اپنی سیاسی حیثیت اور جماعتی قوت کے ذمہ ہاتھ میں ارباب ربوہ نے اپنی پسند کے مجاز پر دعوت مبارزت دی تھی۔ اس چیلنج کا

مقابلہ کرنے اور یوں تحریک شروع کرنے کا سہرا نوجوانوں خصوصاً طلبہ کے سر ہے۔ نوجوانوں خصوصاً طلبہ کا اور عوام کا جذبہ ایمان، جوش عمل، مخلصانہ تعاون اور دینی غیرت..... دراصل ایک متحدہ متفق قوم کی علامات تھیں۔ مختلف مکاتیب فکر کے علماء کی مشترکہ قیادت، مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی خوش اسلوبی اور حسن تدبیر سے قوم کی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں ٹھیک ٹھیک استعمال ہوئیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہر شخص یا جماعت جس کا تعلق حریم اقتدار سے تھا یا اختلاف کی وادی آبلہائے پاء سے جس نے بھی اللہ کے دین مبین کی سر بلندی اور نبی کریم ﷺ کے ناموس کی خاطر جس جگہ اور جتنا بھی کام کیا۔ وہ لائق تحسین و تحریک ہے۔

اس تحریک میں بھیرہ نے بہت موثر اور جاندار کردار ادا کیا۔ یقیناً اس کا سہرا بھیرہ کے غیور اور بیدار مغز عوام اور یہاں کی جواں اور فعال مجلس عمل کے سر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بھیرہ کا مزاج بنیادی طور پر اجتماعی، تاریخی اور مذہبی ہے۔ جیسا وجہ ہے کہ یہ ایک کثیر المساجد شہر ہے۔ موجودہ تحریک اور ۱۹۵۳ء کی تحریک میں المل بھیرہ روز اول سے آخر تک پوری طرح شریک رہے۔ عوام نے مقامی اور مرکزی مجلس عمل کے تمام فیصلوں ان کی اپیلوں اور ہدایات کی مکمل اطاعت کی اور تمام سرگرمیوں خصوصاً سماجی مقاطعے، جلسے اور جلوسوں میں پورے خلوص، جوش اور استقامت سے حصہ لیا۔

۱۹۷۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت

ایک واقعاتی جائزہ..... صاحبزادہ لعات احمد بگوی محکم بی اے زیر نظر ۱۹۷۳ء کی ملک گیر، انتہائی منظم، پرامن اور موثر تحریک تحفظ ختم نبوت کا ایک مختصر واقعاتی جائزہ ہے جو سعودی ترتیب کے ساتھ مدون کیا گیا ہے۔ اس کی تیاری میں کو مختلف رسائل اور جرائد کو پیش نظر رکھا ہے۔ تاہم فوقیت اور ادیت آزاد جرائد کی بے لاگ خبروں اور حقیقت پسندانہ تبصروں کو حاصل ہے۔

بظاہر تو یہ تحریک ۲۹ مئی کو ربوہ ریلوے سٹیشن سے شروع ہوئی اور ۷ ستمبر کو اسلام آباد میں اپنے آئینی اختتام کو پہنچی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ انیسویں صدی کی آخری دہائی میں قادیان میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کے ساتھ ہی مسلم علماء اور عوام کی بھرپور شعوری اور عملی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ چنانچہ وہ گردہ اپنے بانی سمیت گمراہ، جھوٹا، کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار پایا۔ حالیہ آئینی ترمیم، دراصل علماء حق کے اولیو، مذہبی فیصلے کی بازگشت اور ان کی نوے سالہ

(ادارہ)

کوششوں کا ایک نتیجہ ہے۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴: ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ۲۹ مئی کو ہزاروں مسلح افراد نے چناب ایکسپریس پر حملہ کر دیا۔ نیشنل میڈیکل کالج ملتان کے ۱۶۰ طلباء کو بری طرح پینا گیا۔ ۳۰ طالب علم شدید زخمی، حملہ آوروں میں طالب علم، دکاندار، شہری شامل ہیں۔

حکومت امن و امان درہم برہم کرنے کی ہر کوشش کو کچل دے گی۔ (سرکاری اعلان) ۳۰ مئی: واقعہ ربوہ کے خلاف ملک کے مختلف شہروں میں ہڑتالیں اور زبردست مظاہرے، تعلیمی ادارے موسم گرما کی تعطیلات کے لئے بند کر دیئے گئے۔ یونیورسٹی اور بورڈ کے مختلف امتحانات غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی۔ ربوہ کے واقعہ کی عدالتی تحقیقات کا حکم دے دیا گیا۔ پنجاب ہائی کورٹ کے جسٹس کے ایم صدیقی کا بطور تحقیقاتی افسر تقرر۔

۳۱ مئی: مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے اور کلیدی اسامیوں پر فائز قادیانی ملازموں کو علیحدہ کرنے کا مطالبہ، ربوہ میں بے شمار اسلحہ ہے جو مسلمانوں کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔ (قائد حزب اختلاف علامہ ارشد کی پنجاب اسمبلی میں تقریر، مختلف شہروں میں بھرپور ہڑتالوں اور پر جوش مظاہرے، متعدد مکان اور دکانیں غدر آتش، فائرنگ سے کئی افراد زخمی ہو گئے۔ پولیس کا لاٹھی چارج اور آنسو گیس کا استعمال، ملازموں کی گرفتاری کے لئے پولیس نے ربوہ میں کئی جگہ چھاپے مارے۔ ربوہ کا قادیانی اسٹیشن ماسٹر گرفتار۔

یکم جون: پورے صوبے میں امن و امان کی صورتحال انتظامیہ کے کنٹرول میں ہے۔ گوجرانوالہ، ہارون آباد، رحیم یار خان میں بعض ناخوشگوار واقعات (سرکاری اعلان) فرقہ وارانہ خبروں کی اشاعت پر ایک ماہ کے لئے سفر عائد کر دیا گیا۔

۲ جون: روزنامہ نوائے وقت لاہور کے ادارے کا کالم مسٹر کے باعث خالی۔ ۳ جون: رسول اکرم ﷺ خدا کے آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ پاکستان میں اسلامی احکام پر عمل ہو گا۔ (بھٹو)

۴ جون: مسجد وزیر خاں کے باہر جلوس کو منتشر کرنے کے لئے پولیس نے آنسو گیس استعمال کی۔ منتشر ہونے والے ہجوم نے بعض مقامات پر آگ لگا دی۔ (سرکاری اعلان) قوی اسمبلی میں واقعہ ربوہ کے التواء کی سات تحریکیں مسٹر درویش لگیں۔ اپوزیشن کے ارکان ختم نبوت زندہ ہاد کے نعرے لگاتے ہوئے واک آؤٹ کر گئے۔ احمدیوں کو اقلیت قرار دینے کے لئے آئین میں ترمیم کرنی پڑے گی۔ (پٹیکر)

۵/ جون سرگودھا میں آتشزدگی کی وارداتیں۔ بعض شہروں میں ہڑتال رہی۔ صوبے میں حالات معمول پر آ گئے ہیں۔ (سرکاری اعلان) سانحہ ربوہ کے ذمہ دار افراد پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلائے۔ (میاں افتخار احمد) احمدیہ جماعت کے امیر مرزا ناصر احمد کو شامل تفتیش کرنے کا حکم۔ سانحہ ربوہ کی تفتیش کرانٹر براؤنچ کے سپرد کر دی گئی۔

۶/ جون حکومت ختم نبوت پر ایمان رکھتی ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے آئینی طور پر طے کیا جاتا ہے۔ (بھٹو کا قوی اسٹیبل میں بیان) ملکی حالات پر غور کرنے کے لئے ۹/ جون کو لاہور میں علماء کرام کی میٹنگ طلب کر لی گئی۔ اپوزیشن جماعتوں کے سربراہوں کا اجلاس بھی اسی دن ہوگا۔

۷/ جون قادیانیوں پر ظلم ہو رہا ہے مگر انتظامیہ خاموش ہے۔ عالمی اداروں سے اپنے مبصرین بھیجنے کی اپیل (سرفظر اللہ) امیر جماعت احمدیہ مرزا ناصر کی طرف سے ہائی کورٹ میں ضمانت قبل از گرفتاری کی درج خواست۔ سرکاری وکیل کی وضاحت کے بعد درخواست غیر مؤثر قرار دے دی گئی۔

۸/ جون ختم نبوت پر عوام سے مکمل اتفاق رکھنے کے باوجود حکومت لاقانونیت کی اجازت نہیں دے سکتی۔ (راے) علماء قادیانیوں کے بارے میں اپنے مطالبات منوانے تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ اخبارات پر سینسر کی تمام پابندیاں ختم کر دی گئیں۔ غیر ملکی مبصرین کو پنجاب کا دورہ کرنے کی دعوت۔

۹/ جون چودھری ظفر اللہ کا بیان غیر ممالک کو پاکستان کے داخلی امور میں مداخلت کی دعوت دینے کے مترادف ہے۔ (میاں طفیل محمد) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور انہیں تمام کلیدی اسامیوں سے برطرف کیا جائے۔ اگر مطالبہ پورا نہ ہوا تو ۱۲/ جون کو ملک گیر ہڑتال کی جائے گی۔ (کل پاکستان مجلس عمل ختم نبوت کی تشکیل)

۱۰/ جون قادیانی انگریزوں کے مفاد کی خدمت کر کے اپنا وجود برقرار رکھ سکے تھے۔ (بی بی سی) وزیر اعظم بھٹو آخرت کمالیں۔ (نوائے وقت کا اداریہ)

۱۱/ جون قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا گیا تو ۱۲/ جون کو ملک گیر ہڑتال کی جائے گی۔ (مرکزی مجلس عمل) عوام ہڑتال کے موقع پر تشدد پسندوں اور شری پسندوں سے ہوشیار رہیں۔ (متحدہ جمہوری محاذ) قادیانیوں نے غیر ممالک میں کروڑوں روپے کا ناجائز زرمبادلہ جمع کر رکھا ہے۔

۱۲ جون..... لاہور میں قادیانی مسئلے پر ممتاز دینی اور سیاسی رہنماؤں سے وزیر اعظم کے صلاح و مشورے۔

۱۳ جون..... حکومت قادیانیوں کے مسئلہ کا مستقل حل تلاش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ دینی و سیاسی رہنماؤں سے مذاکرات ختم ہونے سے پہلے ایجنٹیشن کا کوئی جواز نہیں۔ کل ہڑتال نہ کی جائے (وزیر اعلیٰ حنیف رائے)

دوسرے روز میں وزیر اعظم نے میاں طفیل محمد، مولانا محمد یوسف بنوری، نوابزادہ نصر اللہ خان اور دیگر رہنماؤں سے جادہ خیال کیا۔ واقعہ ربوہ کے خلاف احتجاج کے طور پر کل پورے ملک میں ہڑتال کی جائے کیونکہ وزیر اعظم نے ابھی تک مطالبات تسلیم کرنے کا اعلان نہیں کیا۔ (مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی اپیل)

۱۴ جون..... ربوہ کے واقعہ سے تعلق رکھنے والے سارے مسئلے کو جولائی کے پہلے ہفتے میں قومی اسمبلی میں پیش کر دیا جائے گا۔ اسمبلی اسے اسلامی مشاورتی کونسل یا سپریم کورٹ کے جج کو بھی پیش کر سکتی ہے۔ عوام ہڑتال کر لیں لیکن امن و امان تباہ کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ فوج کو شہریوں کے جان و مال کے تحفظ کے لئے تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (بھٹو کی نشری تقریر) وزیر مملکت عزیز احمد کی ظفر اللہ خان سے لندن میں ملاقات۔

۱۵ جون..... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے کی حمایت میں ملک گیر ہڑتال۔ مجلس عمل کی اپیل پر کامیاب ہڑتال ریفرنڈم کی حیثیت رکھتی ہے۔ کسی جگہ کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہیں ہوا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ان کا سماجی بائیکاٹ کرنے کی اپیل۔ مختلف شہروں میں ممتاز علماء گرفتار۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دی جائے گی۔ تاخیری حربوں سے مسلمانوں کے جذبات سرد نہیں ہڑ سکتے۔ مسئلہ حل کرنے کے لئے حکومت کو ۳۰ جون تک مہلت دی جائے گی۔ (مسجد وزیر خان کے اجتماع میں تقریریں)

۱۶ جون..... قادیانیوں کے بارے میں وزیر اعظم بھٹو کی نشری تقریر پر مرکزی مجلس عمل نے عدم اطمینان کا اظہار کر دیا۔

۱۹ جون..... سرحد اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد کے ذریعے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی سفارش کر دی۔ قرارداد جمیعت علماء اسلام کے مولانا حبیب گل نے پیش کی۔ ۲۰ جون..... حکومت قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے میں جان بوجھ کر تاخیر کر رہی ہے۔ شریعت کی رو سے قادیانی غیر مسلم ہیں۔ (انار مارشل اصغر خان)

۲۱ جون آج اعلیٰ سطحی اجلاس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر غور کیا جائے گا۔ متعدد وفاقی وزراء و وزیر اعلیٰ پنجاب، اعلیٰ سول و فوجی حکام شریک ہوں گے۔ مجلس عمل کے مطالبات پورے ہونے تک تحریک ختم نبوت جاری رہے گی۔ سوشل ہائیڈکٹ کے فیصلے پر سختی سے عمل پیرا ہونا چاہئے۔ (سیکرٹری مرکزی مجلس عمل)

۲۲ جون قادیانیوں کا مسئلہ پارلیمنٹ میں پیش ہوگا۔ ۳ جولائی کو قومی اسمبلی غور کرے گی۔

۲۳ جون حکومت قادیانیوں کے مسئلہ کو مستقل طور پر حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ (بھٹو۔ آرمی ایجوکیشن کورس سے خطاب) مرزا ناصر احمد اور سر ظفر اللہ کے بیانات قطعی بے بنیاد ہیں۔ فرقہ وارانہ فسادات میں ۲۲ افراد ہلاک ہوئے۔ حکومت نے واقعہ ربوہ سے پیدا ہونے والی صورت حال پر تین ہفتوں میں قابو پالیا۔ (سرکاری اعلان) وفاقی حکومت نے کلیدی مناصب پر فائز قادیانیوں کی فہرستیں تیار کرنے کا حکم دے دیا۔

۲۴ جون قادیانی فرقہ درحقیقت اسلام کے خلاف ایک منظم تحریک ہے۔ برطانیہ اور قادیانی تحریک کے درمیان مضبوط رشتے پائے جاتے ہیں۔ (سعودی عرب کے اخبار الاسلامی کا ادارہ) حکومت قادیانیوں کو غیر مسلم اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کا فی الفور اعلان کرے۔ (مفتی محمود)

۲۵ جون قادیانی مسئلہ پر اسلامی ممالک سے رائے طلب کر لی گئی۔ حکومت مستفقہ موقف اختیار کرنا چاہتی ہے۔ ایس بی گجرات کو فوری طور پر معطل کر کے تشدد کے الزامات کی تحقیقات کرائی جائے۔ (چودھری ظہور الہی)

۲۶ جون قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلے کی بھرپور مزاحمت کی جائے گی۔ (سر ظفر اللہ کی دھمکی) یہ ہمارے لئے آزمائش ہے۔ ہم بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ میں نے قائد اعظم کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ (ظفر اللہ کا انٹرویو کے دوران اعتراف)

۲۷ جون ہر بیزید کی طرح مخالفین پر پانی بند کر دینے کے قابل نہیں۔ قادیانیوں کے مسئلے کو آئین اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں حل کیا جائے گا۔ (حنیف رائے)

پنجاب اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہیں دینی گئی۔ قرارداد ہینلز پارٹی اور حزب اختلاف کے ۷۰ ارکان نے مشترکہ طور پر تیار کی تھی۔ حزب اختلاف کے ارکان احتجاج کرتے ہوئے داک آؤٹ کر گئے۔

۲۸ جون..... مجلس عمل تحفظ ختم نبوت آج قادیانیوں کے بارے میں مجوزہ تحریک پر غور کرے گی۔ (مفتی محمود) ظفر جمال بلوچ ناظم اعلیٰ اسلامی جمعیت طلبہ کو قابل اعتراض تقریر کی بناء پر گرفتار کر لیا گیا۔ طلبہ ۳۰ جون کو اسلام آباد میں مظاہرہ کریں گے۔ ہم اب تک ایک سو چلے منعقد کر چکے ہیں۔ اب دہلی علاقوں میں تحریک کا آغاز کر رہے ہیں (فرید پراچہ کی پریس کانفرنس)

۲۹ جون..... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لئے کل قوی اسمبلی میں بل پیش کیا جائے۔ بل کی منظوری تک اجلاس جاری رہنا چاہئے۔ (مجلس عمل کا مطالبہ) قادیانیوں کا مسئلہ حل کرنے میں تاخیر پر تشویش کا اظہار۔

۳۰ جون..... وزیراعظم جھنڈو حاکم کے ۳ روزہ دورے کے بعد راولپنڈی واپس پہنچ گئے۔

یکم جولائی..... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مسئلہ قوی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔ خصوصی کمیٹی تمام ارکان قوی اسمبلی پر مشتمل ہوگی۔ اپوزیشن کی قرارداد اور سرکاری تحریک دونوں متفقہ طور پر قبول کر لی گئیں۔ (قرارداد اور تحریک کا مکمل متن، شمس الاسلام میں کسی اور جگہ دیکھئے) اب اس مسئلے پر مظاہرے بند ہو جانے چاہئیں۔ (حفیظ پیرزادہ)

مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے آج سے تحریک شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔ رائے عامہ کو ہمارا کرنے کے لئے مجلس عمل کے دعواء آج ملک کے مختلف حصوں کے تفصیلی دورے پر روانہ ہوں گے۔ (مجلس عمل کی قراردادیں)

۲ جولائی..... خصوصی کمیٹی نے مسئلہ ختم نبوت پر قراردادیں اور تجاویز طلب کر لیں۔

اخبارات چیئر مین کمیٹی کی جاری کردہ خبروں کے سوا کوئی مواد شائع نہ کر سکیں گے اور نہ کمیٹی کی کارروائی پر کسی قسم کا تبصرہ یا قیاس آرائی کرانے کی اجازت ہوگی۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے اسیر طلبہ کو فی الفور رہا نہ کرانے سے حالات سنگین ہو سکتے ہیں۔ حکومت پولیس کے ذریعے علماء کرام کو دھمکانے کا سلسلہ بند کر دے۔ (ظہیر میاں محمد)

۳ جولائی..... قوی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے تجاویز پر غور کرنے کے لئے ذیلی کمیٹی قائم کر دی۔

۵ جولائی..... عوام سے خصوصی دعائیں مانگنے کی اپیل تاکہ اراکین کو ایمان و ضمیر کے مطابق رائے دینے اور قوی اسمبلی کو اللہ کے دین کے منشاء کے مطابق فیصلہ کرنے کی توفیق ملے۔

(مولانا نوری اور علامہ رضوی)

۶ جولائی..... پنجاب سرکار نے آغا شورش کاشمیری مدیہفت روزہ چٹان کوڈی پٹی آر کے تحت گرفتار کر لیا۔

۷ جولائی..... قومی اسمبلی کی خاص کمیٹی نے اپنی رہنما کمیٹی کی طرف سے پیش کردہ پروگرام، قراردادوں اور تجاویز پر غور کیا اور ناظم اعلیٰ انجمن احمد ربوہ اور جنرل سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور کی جانب سے اپنا اپنا نقطہ نظر تحریری طور پر پیش کرنے اور بعض امور میں دستاویزی ثبوت مہیا کرنے کی درخواست منظور کر لی۔

۸ جولائی..... اخبارات میں قابل احترام علماء کو بدنام کرنے کی مہم بند ہونی چاہئے۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کو اپنا اہم کام مکمل کرنے کے لئے سازگار ماحول مہیا کرنے کی اپیل۔ (کوثر نیازی)

۹ جولائی..... گرفتار شدہ علماء اور ایڈیٹروں کو رہا کر کے اخبارات پر سے پابندیاں ہٹائی جائیں۔ عوام پر امن رہیں اور تشدد پھیلانے والے عناصر سے ہوشیار رہیں۔ (مرکزی مجلس عمل)

۱۰ جولائی..... وقوعہ ربوہ کے تحقیقاتی ٹریبونل جج مسٹر جسٹس کے ایم اے صدیقی کے رویہ و سماعت جاری ہے۔

۱۱ جولائی..... نشر میڈیکل کالج کے کسی طالب علم کا کوئی عضو یا رہان نہیں کاٹی گئی۔ (جسٹس صدیقی کا فیصلہ)

۱۲ جولائی..... میں ارکان اسمبلی سے مسئلہ جلد نمٹانے کے لئے کہوں گا۔ قادیانیوں کا ہائیکٹ مناسب نہیں اسلام بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ (بھٹو)

۱۳ جولائی..... قومی اسمبلی کی رہبر کمیٹی نے انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بیانات پر غور کیا۔

۱۴ جولائی..... قومی اسمبلی کی خاص کمیٹی نے اپنی رہبر کمیٹی کی سفارشات منظور کر لیں۔ اب تک کی کارگزاری اور رفتار کار پر اظہار اطمینان۔

۱۵ جولائی..... قومی اسمبلی قادیانیوں کا مسئلہ حل کرنے میں ایک دن کی بھی بلا ضرورت تاخیر نہیں کرے گی۔ خاص کمیٹی اور رہبر کمیٹی نے اب تک تمام فیصلے اتفاق رائے سے کئے ہیں۔

۱۹ جولائی..... قادیانیوں کا سماجی مقاطعہ ختم کر دینے کی اپیل (حفیظ حمید زادہ) جاوید ہاشمی کو قابل اعتراض تقریر کی بناء پر دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔

۲۰ جولائی..... تحقیقاتی ٹریبونل آج ربوہ کے ریلوے سٹیشن کا معائنہ کرے گا۔

۲۳ جولائی اسیر لیڈروں کو رہا کر کے اخبارات و جرائد کے ڈیپیکٹریشن بحال کئے جائیں۔ (مولانا غوری) تحریک کے رہنماؤں اور طلبہ کو رہا کر کے فضا کو خوشگوار بنایا جائے۔ ٹرسٹ کے اخبارات، ویڈیو اور ٹیلیوژن کے ذریعے مجلس عمل کے خلاف پروپیگنڈہ بند کرنے کا مطالبہ۔
۲۴ جولائی قومی اسمبلی کی خاص کمیٹی نے مرزا ناصر احمد کا حلفیہ بیان مکمل طور پر قائم بند کر لیا۔ اجلاس اگلے ہفتے تک ملتوی ہو گیا۔

۲۶ جولائی حکومت مرزا نیہل کے مسئلہ کی نصف فائدہ مکمل طور پر حل کر دینا چاہتی ہے۔ (بھٹو)
۲۷ جولائی آغا شورش کا شمیری مدیر چٹان رہا کر دیئے گئے۔ ان کا پریس واکز ارا اور چٹان بحال کر دیا گیا ہے۔

۳۰ جولائی قادیانیوں کا مسئلہ عوام کی خواہشات کے مطابق حل کیا جائے۔ (متحدہ جمہوری محاذ) مرکزی مجلس عمل کے دکناء، صمدانی ٹریبونل کی کارروائی سے دستبردار ہو گئے۔ تحریک ختم نبوت کے بارے میں حکومت کا رویہ غیر جمہوری ہے۔ (علامہ رضوی)

۳۱ جولائی وزیر اعظم نے قادیانی مسئلہ کو جلد حل کرنے کے لئے اعلیٰ سطح کا اجلاس طلب کر لیا۔ قومی اسمبلی کا فیصلہ قطعی اور آخری ہو گا۔ (بھٹو) صمدانی کمیشن نے واقعہ ربوہ کی تحقیقات مکمل کر لی۔ بعض تنظیموں کی علیحدگی سے تحقیقات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

یکم اگست قادیانیوں کا مسئلہ حل ہونے ہی والا ہے۔ (بھٹو) خبروں پر سینسر شپ میں ایک باہ کی توسیع (پنجاب سرکار) قادیانی مسئلہ کا ۱۴ اگست تک فیصلہ کر دیا جائے۔ (مفتی محمود، مولانا نورانی، پروفیسر غفور احمد)

۲ اگست قادیانی مسئلے کے حل کی تاریخ متعین کرنے پر اعلیٰ سطح کی کانفرنس میں غور و خوض۔

۴ اگست ربوہ کا واقعہ پہلے سے طے شدہ منصوبے اور سازش کا نتیجہ ہے۔ (مسلم دکناء کا موقف) آئینی اعتبار سے ہمیں اپنے عقیدے کی تبلیغ اور اسے اپنانے سے نہیں روکا جاسکتا۔ (قادیانی وکیل کا موقف) واقعہ ربوہ تحقیقاتی ٹریبونل کی کارروائی کے اختتام کا اعلان۔ ٹریبونل ۲۰ اگست تک اپنی رپورٹ پیش کر دے گا۔

۵ اگست قادیانی مسئلہ ۷ ستمبر تک حل کر دیا جائے گا۔ مسئلے میں بعض قومی اور بین الاقوامی صحیحہ گمیاں ہیں۔ ٹھنڈے بدل سے غور کی ضرورت ہے۔ تاہم تاخیر قومی مفاد میں نہیں۔ (بھٹو)

۶ اگست قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی نے مرزا ناصر احمد سے مزید معلومات حاصل کیں۔

۷ اگست قادیانی مسئلہ آئین دوا میں مناسب ترمیموں کے ذریعے مستقل طور پر حل ہونا چاہئے۔ (مرکزی مجلس عاملہ جماعت اسلامی)

۱۰ اگست ملک خصوصاً پنجاب میں ہونے والے اشتعال انگیز واقعات، علماء اور طلبہ کی گرفتاریوں اور ان پر تشدد۔ حزب اختلاف کے اراکین اسمبلی کی سخت تشویش کا اظہار اور مطالبہ کہ ملک میں پھیلی ہوئی بد امنی کے پیش نظر ۱۰ اگست کے بعد وقفہ نہ کیا جائے اور خصوصی کمیٹی کو بلا حوقف کام کرنے کی اجازت دی جائے۔

۱۱ اگست ارکان اسمبلی اہم قومی مسئلہ کے بارے میں قانونی تقاضوں کو جلد پورا کریں۔ (میاں طفیل محمد)

۱۳ اگست آزاد کشمیر اسمبلی نے اسلامی تحریکات کا مسودہ قانون منظور کر لیا۔

۱۸ اگست عوام اپنا موقف واضح کر چکے ہیں۔ حکومت حسب وعدہ ۷ ستمبر تک قادیانی مسئلہ حل کرے۔ ہمارا کسی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں۔ (مجلس عمل)

ایک ترمیمی بل وزیراعظم کی مقررہ تاریخ کے اندر منظور نہ ہوا تو پھر قوم کا اضطراب جو شکل اختیار کرے۔ اس کی تمام تر ذمہ داری ارباب حکومت پر ہوگی۔ (مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی قراردادیں)

۱۹ اگست قومی اسمبلی منکرین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے گی۔ (مولانا نورانی)

۲۰ اگست اپوزیشن قادیانی مسئلے پر خصوصی کمیٹی کی کارروائی سے مطمئن ہے۔ (پروفیسر غفور احمد) یکم ستمبر کو لاہور میں مجلس عمل کا کل پاکستان کنونشن منعقد ہوگا۔

۲۱ اگست صدائی ٹریبونل نے رپورٹ وزیراعلیٰ کو پیش کر دی۔

۲۲ اگست قادیانیوں کا مسئلہ سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق حل ہو جائے گا۔ (مولانا عبدالحکیم ایم این اے)

۲۳ اگست کسی سیاسی جماعت کو تحریک ختم نبوت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (مولانا بخاری)

۲۴ ستمبر ۷ ستمبر کو فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق نہ ہوا تو تحریک چلائی جائے گی۔ عقیدہ ختم نبوت کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے گی۔ قومی اسمبلی اور حکومت کو منکرین ختم نبوت کے بارے میں فیصلہ مسلمانوں کی خواہشات کو مد نظر رکھ کر کرنا ہوگا۔ (مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم

نبوت کے زیر اہتمام بادشاہی مسجد لاہور میں تاریخی جلسہ عام)

۴ ستمبر..... قادیانیوں کے بارے میں قرارداد منظور کرنے پر غور کیا جا رہا ہے۔ ممکن ہے ۷ ستمبر کے بعد قوی اسمبلی کا اجلاس دوبارہ بلاتا پڑے۔

۶ ستمبر..... سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق قادیانی مسئلے کا قابل قبول حل تلاش کر لیا گیا۔ حکومتی پارٹی اور حزب اختلاف کے مابین حل کے بارے میں مکمل اتفاق رائے۔ قوی اسمبلی کی کمیٹی نے مسئلے کے بارے میں متفقہ قرارداد منظور کر لی۔

قوی اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر امن وامان برقرار رکھنے کے لئے ضروری اقدامات (خان قوم) ختم نبوت کے مسئلہ پر جذبات کا اظہار کرنے کے لئے پنجاب سٹوڈنٹس کونسل کی اپیل پر صوبے بھر میں طلبہ کی علامتی ہڑتال۔

۷ ستمبر..... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ قوی اسمبلی اور سینٹ نے اتفاق رائے سے آئین میں دوسری ترمیم کی اجازت دے دی۔ رسول اکرم ﷺ کو آخری نبی نہ ماننے والا پانہوت کا دعویٰ کرنے والا یا مدعی نبوت کو نبی یا مصلح ماننے والا مسلمان نہیں۔

کوئی شخص ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف پرچار نہیں کر سکے گا۔ خلاف ورزی قابل تعزیر جرم ہوگی۔

مکرمین ختم نبوت کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلہ کا ہرجوش خیر مقدم۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا اسلامی تاریخ کا اہم فیصلہ ہے۔ (مرکزی مجلس عمل) دستور میں ترمیم کے بعد اب عملی اقدامات بھی کئے جانے چاہئیں۔ (مولانا مودودی) یہ ایک صحیح فیصلہ ہے۔ (مفتی محمود)

قادیانی اب افریقی عوام کو دھوکہ نہ دے سکیں گے۔ (نورانی میاں) آج کا دن بڑا مبارک ہے۔ قادیانیوں کے مسئلہ کا حل بہت بڑی کامیابی ہے۔ (امیر خان) مکرمین ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ پوری قوم کی خواہشات کا آئینہ دار ہے۔ (وزیر اعظم بھٹو)

اے مسلمان نوجوانو

غازیان سر بکف کا ہانکین پیدا کرو اپنے دل میں جذبہ حب وطن پیدا کرو
خاک کے ذروں میں ہولولوئے لالہ کا مزاج اسی خزاں میں بھی یہاں سر و دامن پیدا کرو

کوڑیوں کے بھاؤ جکتے ہیں ادبیاں کہن ان ہتوں سے مختلف ذوق سخن پیدا کرو
 اے عزیزانِ مکرّم اے قلمکارانِ نو عصر حاضر میں روایات کہن پیدا کرو
 میکدوں میں ہادۂ عشقِ نبی کا دور ہو بت کدوں میں غیرت وین حسن پیدا کرو
 خواجہ کون دمکال کے نقشِ پاکو چوم کر اپنی ہر تحریک میں ان سے لگن پیدا کرو
 داستانِ کربلا کے نام لیا ہیں کہاں ان سے کہتا ہوں لہو دے کر جہن پیدا کرو
 جہد و استقلال کی تاریخ دہرائے ہوئے اک زمانہ ہو گیا دار و رسن پیدا کرو
 (شورشِ کاشمیری)

تحریک ختم نبوت اور طلبہ کا کردار

(فرید احمد پراچہ سابق صدر سٹوڈنٹس یونین پنجاب یونیورسٹی و صدر پنجاب سٹوڈنٹس کونسل)

ایک شخص سامان سے لدے ہوئے اونٹ سمیت جنگل میں سفر کر رہا تھا۔ وہ پہر کا وقت تھا۔ سخت گرمی اور چمچلاتی دھوپ سے بچاؤ کے لئے اس نے ایک درخت تلے پڑاؤ ڈالا۔ اور اونٹ کو کھلا چھوڑ کر خود سو گیا۔ لمبی ٹان کر ایسا سویا کہ جب آنکھ کھلی تو نہ اونٹ تھا نہ سامان۔ لقی و دق صحراء میں مسافر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اونٹ کی تلاش میں وہ مارا مارا پھرا کبھی پہاڑیوں پر چڑھا۔ کبھی میدانوں میں اترنا۔ کبھی صحرا کے ذروں سے دریافت کیا۔ کبھی جنگل میں پکارتا رہا۔ لیکن اونٹ کو نہ ملتا تھا نہ ملا آخر تھک ہار کر اسی درخت کے تلے آ بیٹھا۔ ٹھنڈی ہوا چلی تو مسافر کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں یہی تلاش..... یہی جستجو..... اچانک آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مجرّانہ طور پر اونٹ سامنے موجود تھا۔..... صحابہؓ کے سامنے اس تمثیل کو بیان فرما کر حضور انور ﷺ کی دہان صداقت ترجمان نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا: ”بتاؤ! ایسے شخص کی خوشی کی کیا انتہا ہوگی؟“ بحیثیت قوم ہم بھی خوش کے انہی جذبات سے دوچار ہیں۔ جب ہم خواب غفلت میں مبتلا تھے تو عشقِ مصطفیٰ کی متاع بے بہا ہم سے کھو گئی۔ ڈاکو ختم نبوت کی عمارت پر ڈاکہ ڈال چکے تھے۔ جب ہم نے تحریکیں چلائیں، تقریریں اور جلسے کئے۔ نعرے لگائے۔ جلوس نکالے پھر جب ہماری ہمتیں جواب دے گئیں تو اچانک خدا نے فضل کیا اور کوششیں ہار آور ہو گئیں۔ اچانک ہمیں اونٹ مل گیا..... اچانک ڈاکو پکڑے گئے۔

یہ کس کا کارنامہ ہے؟ کس کی جیت ہے؟..... اس معرکے کا ہیرو کون ہے؟ عوام؟

طلبہ؟ علماء؟ صحافی؟ حکومت؟ سیاست دان؟

یہ فیصلہ اتنا آسان نہیں اس لئے کہ میرے نقطہ نظر میں ختم نبوت تحریک کی کامیابی فی الحقیقت کوئی بڑا کارنامہ ہی نہیں۔ یہ تو خدا اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے امت مسلمہ پر ایک قرض تھا۔ نوے سال پرانا قرض۔ ہم نے صرف قرض ہی اتارا ہے۔ اور کیا ہی کیا ہے۔

کسی قدر شرم کا مقام ہے کہ آقائے عربی کے غلاموں میں نوے سال ایک جھوٹی نبوت چلتی اور بڑھتی رہی اور ہم نے اسے ٹھنڈے پٹوں برداشت کرتے رہے۔ اب خدا نے ہم پر کرم کیا اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے صدقے ہم نے اپنے جسم کے اس ناسور کو کاٹ کر علیحدہ پھینکا ہے۔ اس تحریک کی کامیابی کا سہرا دراصل عشق مصطفیٰ کے سر بندھتا ہے۔ اس تحریک میں طلبہ کا کردار کیا رہا؟

یہ سوال اب تھنہ جواب نہیں۔ اس لئے کہ طلبہ کا کردار اتنا نمایاں اور بھرپور تھا کہ نہ اسے تاریخ نظر انداز کر سکے گی اور نہ ہی اس ملک کے عوام۔

اس تحریک کا آغاز ہی طلبہ کی جدوجہد سے ہوا۔ اس تحریک کے سفر کے آغاز پر ایک خونی سنگ میل نصب ہے۔ جس پر طلبہ کی اس جدوجہد کی داستان رقم ہے۔

۲۹ مئی کو نیشنل میڈیکل کالج کے طلبہ اپنے سفر سے واپس آ رہے تھے کہ ربوہ کے پلیٹ فارم پر انہیں ایک اور سفر کی دعوت دی گئی۔ ایک طویل اور بھرپور سفر کی جس کی منزل تحفظ ختم نبوت مقرر ہوئی۔ پھر کاررواں نکلتے رہے۔ قافلے آدہ سفر ہوئے۔ اور بالآخر منزل نے ان جیالوں کے قدم چوم لئے۔ ۲۹ مئی کو جب ربوہ پلیٹ فارم پر طلبہ کو اپنی سلاخوں اور آتشیں اسلحہ سے پٹا گیا۔ اور ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ ظلم کے ہتھیاروں سے دبانے کی کوشش کی گئی تو ایک ہلاکت خیز طوفان ملک کے تعلیمی ادارہ سے اٹھا۔ ۳۰ مئی کو لاہور، ملتان، لاکھنؤ، راولپنڈی اور دیگر مقامات پر احتجاجی جلوس غم و غصہ کے جذبات سے لبریز سڑکوں پر موجود تھے۔ چونکہ مغربیوں میں اسلامی جمعیت طلبہ نیشنل کالج کے ناظم محمد امین اور سٹوڈنٹس یونین کے صدر ارہاب عالم موجود تھے۔ اس لئے اسلامی جمعیت طلبہ پاکستان کی طرف سے تمام ملک کے منتخب شدہ طلبہ نمائندوں کو اس تحریک کے آغاز کی ہدایت کی گئی۔ چنانچہ پورے ملک میں طلبہ سراپا احتجاج بن گئے۔ پنجاب یونیورسٹی اس تحریک کا مرکزی اور سٹوڈنٹس یونین نے اس تحریک کو ملک کے کونے کونے میں پھیلانے کا عزم کر لیا۔ ملک کے دوسرے شہر سرگرم عمل تھے۔ آتش احتجاج میں جل رہے تھے۔ لیکن لاہور جو تحریکوں کا شہر ہے۔ اس وقت تک خاموش تھا۔ چنانچہ ۶ جون کو سینئر ذہ اخبارات میں ایک مختصر سا اعلان چھپا کہ ۷ جون کو طلبہ کے نمائندے مسجد نبیلا گنبد میں نماز جمعہ ادا کریں گے۔

یہ اعلان دراصل اعلان جنگ تھا۔ سمجھنے والے سمجھ چکے تھے کہ نماز جمعہ ادا کرنے سے کیا مراد ہے۔ اس روز نماز جمعہ پر مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ نماز جمعہ ختم ہوئی تو طلبہ نے مسجد میں ہی جلسے کا اعلان کر دیا۔ جلسہ بھر پور تھا۔ طلبہ کا لہجہ آتشیں تھا۔ وہ اہل لاہور کو جھنجھوڑ رہے تھے۔ اہل لاہور بیدار ہو گئے۔ طلبہ جلوس کی قیادت کرتے ہوئے مسجد سے باہر نکلے تو پولیس اور فیڈرل سکیورٹی فورس کے دستے راستہ روکے کھڑے تھے۔ یہ لاہور کا پہلا جلوس تھا۔ طلبہ کا عزم تھا کہ مال روڈ تک پہنچیں گے۔ انتظامیہ کا فیصلہ تھا کہ طلبہ کو آگے بڑھنے نہ دیا جائے۔ لیکن انتظامیہ ہار گئی۔ طلبہ جیت گئے۔ پولیس کا گھیراؤ چرتے ہوئے طلبہ آگے نکل گئے۔ اس موقع پر طلبہ کے نمائندے گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن تحریک کی ابتداء ہو چکی تھی۔

چند روز کے بعد طلبہ کے نمائندے رہا ہوئے تو پولیس کا نفرس میں انہوں نے اعلان کیا کہ اگر ۱۴ جون تک قادیانیوں کو اقلیت قرار نہ دیا گیا تو ۱۴ جون کو ملک گیر تحریک چلائی جائے گی اور ۱۴ جون بھر پور ہڑتال کا دن ہوگا۔ چنانچہ ۱۴ جون کو طلبہ نے پنجاب یونیورسٹی میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا۔ شہر میں فوج گشت کر رہی تھی۔ لیکن طلباء جلوس کی شکل میں باہر نکلے اور پورے شہر پر چھا گئے۔ انتظامیہ بے بس ہو گئی۔ ۱۴ جون کو ہی طلبہ نے پنجاب کو تین سینکڑوں میں تقسیم کر کے رابطہ عوام کی مہم کا آغاز کر دیا۔ لاہور سیکٹر میں لاہور، شیخوپورہ، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، ساہیوال، لاسکپور اور جھنگ کے اضلاع شامل تھے۔ اس سیکٹر میں نعیم سر دیا صدر انجینئرنگ یونیورسٹی، رابعہ شفقت حیات سیکرٹری ایف سی کالج، انور گوندل ناظم اسلامی جمعیت طلبہ جامعہ پنجاب کے علاوہ راقم شامل تھے۔ راولپنڈی سیکٹر میں پنڈی، جہلم، گجرات، کیمبل پور، میانوالی اور سرگودھا کے اضلاع شامل تھے۔ اور اس ٹیم میں حفیظ اللہ نیازی صدر اسلام آباد یونیورسٹی شامل تھے۔ ملتان سیکٹر میں ملتان، ڈیرہ غازی خان، بہاول پور، بہاول نگر، رحیم یار خان اور مظفر گڑھ کے اضلاع شامل تھے اور اس علاقہ کی ذمہ داری عبدالشکور سیکرٹری پنجاب یونیورسٹی، منظور خان، سابق صدر گورنمنٹ کالج ملتان اور احسان باری پڑوالی گئی۔ طلبہ ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرتے رہے۔ ایک ایک دن میں تینہین جلسے ہوئے جلوس نکالے گئے۔ ہر جگہ عوام نے بھرپور استقبال کیا۔ ہر جلسے میں ہزاروں کی تعداد میں عوام شامل ہوئے۔ ۳۰ جون تک طلبہ اپنے طوفانی دورے میں دو ہزار سے زائد جلسے اور ۱۸ جلوس نکال چکے تھے۔ اسی دوران لاہور شہر میں مسجود کھوکھر، نائب صدر پنجاب یونیورسٹی اکمل جاوید سیکرٹری انجینئرنگ یونیورسٹی اور احسان اللہ وقاص ناظم اسلامی جمعیت طلبہ لاہور کی قیادت میں ڈیڑھ سو جلسے منعقد کئے گئے۔ ۳۰ جون کو طلبہ کے نمائندے ایک ایک ماہ کے لئے

نظر بند کر دیئے گئے لیکن تحریک پھر بھی جاری رہی۔

طلبہ نے پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے جلسے کئے۔ مظاہرے کئے اور ملک کے درود دیوار پر ختم نبوت زندہ باد، قادیانیوں کو اقلیت قرار دو اور بوہ کو کھلا شہر قرار دو کے نعرے لکھ دیئے گئے۔ اگست میں طلباء رہا ہوئے تو فیصلہ کیا گیا کہ اب حکومت سے کھلم کھلا اور آخری جنگ کے لئے پنجاب یونیورسٹی میں پنجاب سٹوڈنٹس کونسل کا اجلاس بلایا جائے۔ اس اجلاس میں اہم نوعیت کے فیصلے کئے گئے۔ فیصلہ کیا گیا کہ جب تک قادیانیوں کو اقلیت قرار نہ دیا گیا۔ تعلیمی اداروں میں قادیانی طلبہ اور اساتذہ کا داخلہ بند رہے گا۔ پنجاب میں ایک اور طوفانی دورہ ہوگا۔

۵ ستمبر کو تمام تعلیمی اداروں میں کلاسوں کا بائیکاٹ ہوگا۔ ۱۴ اگست کو لاہور میں تاریخی جلوس نکالا جائے گا۔ ۵ ستمبر کو اسلام آباد میں کل پاکستان طلبہ کونشن ہوگا۔ اور سب سے اہم فیصلہ یہ کیا گیا کہ اگر ۵ ستمبر کو قادیانیوں کو اقلیت قرار نہ دیا گیا تو پھر طلبہ ”حکومت چھوڑ دو“ تحریک کا آغاز کریں گے۔ ۱۴ اگست کو طلبہ نے لاہور میں عظیم الشان جلوس نکالا اور پھر ۱۸ اگست کو لاہور کی مسلم مسجد میں ۸۰ سے زائد پنجاب بھر کے منتخب طلبہ کے نمائندوں نے ایک عظیم الشان جلسہ عام سے خطاب کیا۔ یہ اپنی نوعیت کا واحد جلسہ عام تھا۔

۵ ستمبر کو پورے صوبہ میں طلبہ نے کلاسوں کا بائیکاٹ کیا۔ اتنا بھر پور کہ حکومت بوکھلا اٹھی۔ ۵ ستمبر کو طلباء کے نمائندے اسلام آباد میں جمع تھے۔ اسی روز اسلام آباد میں عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔ اسلام آباد کے راستے بند تھے۔ لیکن طلبہ بچنے رہے تھے۔ خان قیوم نے بیان دیا کہ طلبہ کو اسلام آباد میں کل دیا جائے گا۔ طلبہ..... نمائندے اتنی کثیر تعداد میں بچنے گئے تھے اور ممبران اسمبلی پر دھاؤ ڈال رہے تھے کہ حکومت کے لئے طلبہ کا وجود ناقابل برداشت ہو گیا۔ چنانچہ پولیس نے ہر راستہ کی ناکہ بندی کی۔ اور ہلاٹ خرابہ کر کے رکھ لئے گئے۔

اس تحریک میں طلبہ نمائندوں کی یہ چوٹی گرفتاری تھی۔ طلباء نے اسلام آباد کو اپنی تحریک کے فاصلے مچ کے لئے منتخب کر کے حکومت کے اعصاب شل کر دیئے تھے۔ طلبہ نمائندوں کی گرفتاریوں کے باوجود احتجاج جاری رہے۔ پولیس اور طلبہ میں آنکھ پھولی ہوتی رہی۔ طلبہ ہر کوئی میں پھیل گئے۔ جگہ جگہ جلسے کرتے رہے۔ جوش پھیلاتے رہے۔ ممبران اسمبلی تک پہنچنے کے راستے بھی بند کر دیئے گئے۔ لیکن طلبہ ہر حدود پھیلا گئے۔ اور ہلاٹ خرابہ کرنے لگے۔ ۵ ستمبر کو طلبہ جیت گئے۔ عوام جیت گئے۔ علماء جیت گئے اور اسی ملک میں تمام مسلمانوں کا جذبہ عشق نبی ﷺ جیت گیا۔

بھیرہ میں حالیہ تحریک ختم نبوت

ملک محمد معصوم

برصغیر پاک و ہند میں گاہ بگاہ تحریکیں اٹھتی رہی ہیں۔ یہ تحریکیں مخصوص سماجی، اقتصادی، مذہبی یا سیاسی پروگرام نے کروام الناس کے سامنے آئیں۔ ہر تحریک نے اپنا نقطہ تقریروں، تحریروں، جلسے جلوسوں اور دیگر ذرائع سے پیش کیا تاکہ عوام ایک طرف تو تحریک کے مقاصد اور ترقی سے آگاہ رہیں اور دوسری طرف عوامی جوش و جذبہ اور تحریکی دلولہ تابندہ رہے۔ مگر کسی تحریک کی زندگی چند ماہ ہی ہے۔ کوئی چند ہفتے اور بعض اس سے بھی کم وقفے میں دم توڑ گئیں۔ اس کے برعکس تحریک ختم نبوت جو مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت کے ساتھ شروع ہوئی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ مدہم پڑھنے کے بجائے ۹۰ رسالوں میں حیرت رہی۔ دراصل اس تحریک کی آبیاری علماء حق کی جالہاریوں اور عوام کے عشق مصطفیٰ نے کی۔ حالیہ تحریک اپنی شدت گیراؤ اور گہرائی کے سبب اتنی موثر نتیجہ خیز اور جامع تھی کہ تمام تر تاخیری حریوں کے باوجود ارباب اختیار کو یہ مسئلہ مسلمانوں کی خواہشات اور ان کے مطالبے کے مطابق طے کرنا پڑا۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں ملک بھر میں ہر سطح پر بڑا منظم اور پر جوش کام ہوا۔ بھیرہ اگرچہ چھوٹا سا قصبہ ہے لیکن علماء و صلحاء کے اثرات کے سبب اس کے خمیر میں باطل قوتوں کا مقابلہ کرنے کا جذبہ اور قومی تحریکوں میں بھرپور شمولیت کا دلولہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ اگر بھیرہ کی سرزمین سے حکیم نور الدین قادیانی اور حکیم فضل دین قادیانی پیدا ہوئے تو یہیں سے مجاہد ملت حضرت مولانا ظہور احمد گبوتی نے جنم لیا۔ جنہوں نے اپنی تحریر اور تقریر سے پورے علاقے میں تعاقب کر کے قادیانی تحریک اور قادیانیوں کا ناٹھ بند کر دیا۔ چنانچہ حالیہ تحریک کے دوران اہل بھیرہ نے اپنے علماء کی آواز پر لبیک کہا اور یوں دل و جان سے تحریک کو کامیاب بنایا۔

۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ریلوے سٹیشن پر جب قادیانیوں نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت نہتے اور بے خبر طلبہ کو اپنی وحشت اور بربریت کا نشانہ بنایا تو ملک بھر کے مسلمانوں میں شدید اضطراب اور بے چینی پھیل گئی۔ اس فطرتی رد عمل کا پہلا بھرپور عوامی اور دینی اظہار ۳۱ مئی کو جمعہ کے خطبوں میں ہوا۔ شہر کے علماء اور خطباء نے مساجد میں اس موضوع پر تقریریں کیں۔ انہوں نے عوام کو قادیانیت کے فتنے کے ضد و خال اور برگ و بار سے آگاہ کیا اور ان مضمرات اور خطرات

کی نشاندہی کی جو اس حملے کی جسارت کا باعث بنے اور جس سے اسلام مسلمانوں اور وطن عزیز کو مزید نقصانات کا احتمال تھا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت، بھیرہ کے صدر مولانا سراج الدین، مولانا جلال الدین مولانا محمد یامین جلسہ و جلوس کے باقاعدہ پروگرام کے لئے حضرت امیر حزب الانصار کے پاس تشریف لائے۔ چنانچہ باہمی مشورے اور اتفاق رائے سے ایک باضابطہ لائحہ عمل طے ہوا۔ اس جمعہ کو جامع مسجد بگویہ میں معمول سے زیادہ اجتماع تھا۔ حضرت مولانا افتخار احمد بگویہ امیر حزب الانصار نے اپنی پر جوش تقریر میں واضح کیا۔

ربوہ کا حادثہ اس لحاظ سے بہت سنگین ہے کہ مرزائیوں نے تاریخ میں پہلی بار کسی اشتعال کے بغیر اپنی ریاست میں مسلمانوں کو لٹکا رہا ہے۔ خصوصاً جب کہ ملک حالیہ بھارتی ایٹمی دھماکے اور دیگر داخلی معاملات کی بناء پر خطروں سے دوچار ہے۔ دراصل مرزاناصرانے اپنی قوت اور سوخ کے گھمنڈ میں یہ دیکھنا چاہا ہے کہ حالات کے ہاتھوں تنگ آئے ہوئے اور دین سے رغبت نہ رکھنے والے مسلمانوں کا رد عمل کیا ہوتا ہے۔

میں مرزائیوں کو خبردار کرتا ہوں کہ اب ان کے احتساب کا دن آ پہنچا ہے۔ طلبہ کے خون کے یہ چھینے رائیگاں نہیں جائیں گے۔ ۱۹۵۳ء کے مجاہدین اور شہدائے ختم نبوت کی قربانیاں اب رنگ لا کر رہیں گی۔ محمد عربی کے غلام اور شمع رسالت کے پروانے اب کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔“

تقریر کے اختتام پر مولانا نے اعلان کیا کہ نماز جمعہ کے بعد مرزائیوں کے اس وحشیانہ جسارت اور ملت اسلامیہ کے خلاف ناپاک عزائم کی مذمت کے لئے جلوس نکالا جائے گا جس کے اختتام پر ایک عظیم الشان اجتماع سے شہر کے علماء خطاب کریں گے۔ چنانچہ نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد سے ایک بہت بڑا جلوس نکلا جس کی قیادت امیر حزب الانصار جناب پیر بدرالامیر گیلانی، مولانا حکیم برکات احمد بگویہ اور مولانا محمد یعقوب احسن کر رہے تھے جب یہ جلوس پیرون دروازہ چک والہ پہنچا تو امیر حزب الانصار نے شرکاء جلوس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہمارا جلوس احتجاجی ہے ہم مرزائیوں کی جسارت کی مذمت کر رہے ہیں۔ لہذا ہمیں پرامن رہنا چاہئے اور بد امنی یا توڑ پھوڑ کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے۔ ایسی بات نہ صرف اسلامی رواداری کے خلاف ہے بلکہ اس سے ان ساج دشمن عناصر کو کھل کھیلنے کا موقع ملے گا جو تحریک کو سیوتاؤ کرنے کے لئے تخریبی سرگرمیوں کی آڑ چاہتے ہیں۔ علاوہ ازیں ابتدائی مرحلے پر لاء اینڈ

آرڈر کا مسئلہ انتظامیہ اور سرکار کے ساتھ غیر ضروری اور نقصان دہ تصادم کا باعث بن سکتا ہے۔“
 جلوس بڑے وقار اور امن کے ساتھ بڑھ رہا تھا۔ قائدین کے طے کردہ نعرے بلند ہو رہے تھے۔ مگر جب جلوس بازار کے ایک حصے میں پہنچا تو بعض غیر ذمہ دار عناصر کی انگلیخت پر نوجوانوں کے جذبات برافروختہ ہو گئے اور اس طرح چند غیر مسلموں کی دکانوں کو نقصان پہنچا مگر قائدین کی فوری اور موثر مساعی سے صورتحال جلد قابو میں آ گئی اور جلوس پھر پوری تمکنت اور شان کے ساتھ، نعرہ زن اپنے راستے پر آگے بڑھتا چلا گیا۔ زبانوں پر تحمید و تقدیس کے کلمات جاری تھے اور دل دعا گو کہ اب یہ تحریک کامیاب ہو۔

ایک جلوس مولانا جلال الدین اور مولانا سراج الدین کی قیادت میں دارالعلوم خضریہ محلہ پراچکان سے شروع ہوا جس میں بعد ازاں دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کا جلوس زیر قیادت حضرت مولانا پیر محمد کرم شاہ اور ایک جلوس مدرسہ عربیہ تعلیم الدین کے مولانا عبدالرشید کی قیادت میں شریک ہو گئے۔ شہر کے مین بازار میں یہ جلوس اور جامع مسجد بگویہ کا جلوس باہم مل گئے۔ بازار کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تاحدنگاہ سرہن سرفراز رہے تھے۔ اہل بھیرہ اپنے روایتی جوش و خروش کے ساتھ ناموس مصطفیٰ کو نذرانہ محبت و عقیدت پیش کر رہے تھے۔ بازار کے دو طرفہ مکالوں، دکانوں کی منڈیروں پر مستورات جمع تھیں۔ فضا درود و سلام، جذبہ جوش ایمان افروز اور باطل شکن کے نعروں سے گونج رہی تھی۔ اس پر مستزاد مختلف مکاتب فکر کے علماء اور کارکنوں کا اتحاد و اتفاق، یہ کیف یہ کمال بس اس کا توفیق تھا جس کے نام کی سر بلندی اور ناموس کی حفاظت کے لئے آج سارا شہر بازاروں اور گلیوں میں الٹا آیا تھا۔

اختتام جلوس پر گنج منڈی کے روایتی اور تاریخی پنڈال میں عظیم الشان احتجاجی جلسہ منعقد ہوا جس میں علماء نے معلومات افزا ولولہ انگیز اور ایمان پر درنقا ریرکیں اور عوام کو مرزا قادیانی اور اس کے مذہب کے مقاصد، خطرات اور سازشوں سے آگاہ کیا۔

۳۱ مئی کے اس پر جوش اور انتہائی موثر مظاہرے نے اچھی طرح واضح کر دیا کہ بھیرہ کا مسلمان مکمل طور پر بیدار اور آقاؐ کے نامہ اطاعت کے ناموس کے تحفظ کے لئے پوری طرح تیار ہے۔ اب وہ قادیانی فتنے سے نمٹنے کے لئے اپنے علماء کی قیادت میں ہر راست اقدام کر گزرنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے۔ اس اثناء میں دو تین جگہوں پر قادیانیوں نے کسی اشتعال کے بغیر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ اس سے جذبات کا مشتعل ہو کر قابو سے باہر ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ حکومتی کارندوں کے لئے بھیرہ کی عوام کی بیداری اور رد عمل ایک تشویشناک بات تھی۔

اس سرکاری تشویش کی حاشیہ آرائی اور وضاحت کے لئے بعض شاہ پرستوں کے کروار کے پارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف تشویش کو مبالغے کے ساتھ پیش کیا بلکہ تحریک کے ”سدا باب کے لئے اپنی گرانقدر تہادیز بھی پیش کیں۔ چنانچہ اس ”مشورے“ کے بعد رات ساڑھے دس بجے امیر حزب الانصار کے فون کی کھنٹی بجی۔ مقامی تھانے کے انچارج نے انہیں ایک ضروری میٹنگ کے لئے بلا بھیجا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد پولیس کے افراد مولانا کو اپنی نگرانی میں تھانے لے گئے۔

جانے سے پہلے اپنی متوقع گرفتاری کے پیش نظر مولانا نے اپنے رفقاء اراکین اور طلبہ دارالعلوم عزیزیہ کو پیش آئند امور سے بابت ضروری ہدایت دیں۔ کسی بستر اور آسائش کے بغیر مولانا نے وہ رات تھانے میں گزاری۔ مقامی انتظامیہ نے سارے شہر سے صرف انہیں گرفتار کیا تھا۔ ان کے لئے پولیس کے یہ پھکنڈے، قید کی صعوبتیں اور مشقتیں نئی نہیں تھیں۔ ۱۹۵۳ء میں وہ ان سے زیادہ مشکل حالات میں اور زیادہ جارح حکومت کے مظالم کا مقابلہ کر چکے تھے جب وہ کئی ماہ پنجاب کی مختلف جیلوں شاہ پور، لاہور، سرگودھا وغیرہ میں قید رہے اور آخر ساہیوال سے رہا ہوئے تھے۔ شہر کے چیدہ چیدہ افراد کو مولانا کی غیر قانونی حراست کی اطلاع رات کو ہی مل گئی تھی۔ مگر جھگڑے ہی یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی۔ لوگ مشتعل ہو گئے۔ انتظامیہ کا موقف تھا کہ شہر کی بیداری اور عوامی رد عمل کی ذمہ داری بطور خطیب شہر اور مفتی شہر امیر حزب الانصار پر عائد ہوتی ہے۔ مولانا کا کہنا تھا کہ مسلمانانِ بھیرہ کو حادثہ ربوہ کی خدمت، عقیدہ ختم نبوت کی صیانت اور قوی معاملات پر اظہار جذبات کا پورا پورا حق ہے۔ بدامنی اور توڑ پھوڑ کا کام خدا ترس مسلمان کا نہیں بلکہ بدامن اور قانون شکن مرزائیوں اور سماج دشمن عناصر کا شاخسانہ ہے۔ وہ اور اہلِ بھیرہ ایسی قانون شکنی سے بری لڑا رہے ہیں۔ اسی اثناء میں انتظامیہ نے مولانا عبدالرشید اور مولانا جلال الدین کو بھی اپنی انتظامی کارکردگی میں لپیٹ لیا۔ اس بات سے حالات مزید کشیدہ ہو گئے۔ شہر میں پولیس کی بھاری جمعیت گشت پر نامور کر دی گئی۔ کہیں بلند آواز سے احتجاجی نعرے لگے۔ بعض جگہوں پر نوجوان دھرتا مار کر بیٹھ گئے۔ حضرت امیر حزب الانصار کی گرفتاری کی خبر سن کر بھیرہ اور گرد و نواح کے مسلمان گروہ درگروہ جامع مسجد بکویہ آنے لگے۔ گیلانی

۱۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھیرہ کے کثیر رضا کاروں کے علاوہ مجلس عمل

کے درج ذیل عہدیدار اور ممتاز اصحاب کئی ماہ کے لئے صوبے کی مختلف جیلوں میں قید رہے۔

۱..... مولانا افتخار احمد بکوی، امیر حزب الانصار، ۲..... شیخ محمد اسلم مرحوم، حکیم برکات احمد بکوی

صاحب، جناب پیر بدرالامیر گیلانی، ۵..... حافظ محمد صدیق صاحب

خاندان کے سبھی افراد اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ موجود تھے اور مقامی پولیس کلب کے جوان سال صحافی ہیں۔ حکمت قدسی بھاگ دوڑ میں مصروف، علمائے شہر اور زعمائے علاقہ نے بگڑی ہوئی صورتحال کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ حضرت مولانا افتخار احمد بگٹی، امیر حزب الانصار اور دیگر علمائے مدارس دینیہ کی ناجائز حراست کے خلاف شہر میں ایسی بھرپور اور مکمل ہڑتال ہوئی کہ باید و شاید، اب واضح ہو چکا تھا کہ یہ گرفتاریاں ناجائز ہیں اور امن عامہ کا مسئلہ مقامی انتظامیہ شاہ پرستوں کے تعاون سے اپنی حسن کارکردگی کے لئے خود پیدا کر رہی ہے۔ محترم حکیم مولوی شاہ محمد صاحب کی ہدایت پر جناب حکیم غلام مرتضیٰ نے پولیس حکام سے رابطہ قائم کیا اور انہیں سمجھایا کہ ایسے غلط اقدامات سے شہر کا امن تباہ ہو جائے گا اور صورت حال کنٹرول سے باہر ہو جائے گی۔

بعد ازاں علماء و مشائخ شہر، سیاسی اور سماجی رہنما اور مقامی صحافی تھانے پہنچے اور تفصیلی مذاکرات ہوئے۔ انتظامیہ کے مقامی کارندوں نے ضلعی حکام سے رابطہ کے بعد یکم جون، سہ پہر چار بجے علمائے کرام اور دینی طلبہ کو بلا شرط رہا کر دیا۔ اس موقع پر جناب شیخ انوار الحق پراچہ، جناب راجہ سکندر خان رکن صوبائی اسمبلی اور جناب سید عاشق حسین نے صورت حال کو سنبھالنے کی بھرپور مساعی کیں۔ نوجوان کارکنوں میں محمد اقبال، عقیل، محمد عظیم تھانوی، ممتاز خان، حاجی محمد، ملک محمد عمر، محمد ریاض، مقبول احمد وغیرہ نے اس موقع پر بڑے جوش و خروش سے کام کیا۔

۳۱ مئی کے مظاہرے اور یکم جون کی ہڑتال، علماء کی گرفتاری اور رہائی۔ ان امور سے بحیرہ میں رائے عامہ کی ہمواری اور تحریک کی مستقل راہ پر خاصہ تیز کام ہوا۔ پورا ملک غیض و غضب کی آگ میں جل رہا تھا۔ قادیانیوں کی خود سری اور اشتعال انگیز یوں، انتظامیہ اور شاہ پرستوں کے ہتھکنڈوں اور سرکار کے تاخیری حربوں سے اسے ہوائی۔ مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام کے رسمی اعلان سے پہلے ہی مختلف شہروں اور قصبوں میں تحریک کی انتظامی مجالس قائم ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ مطالبات کی پذیرائی اور تحریک کو ٹھیک ٹھیک چلانے کے لئے یہ ناگزیر تھا۔ چنانچہ ۸ جون کو مولانا سراج الدین کی دعوت پر دارالعلوم محمدیہ غوثیہ میں مقامی علمائے کرام، سیاسی رہنماؤں، سماجی کارکنوں، طلبہ نمائندوں اور صحافیوں کا اجتماع ہوا۔ تاکہ آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کیا جائے۔ کیونکہ اب تک تحریکی کام منظم طور پر نہیں ہو رہا تھا۔ اس نمائندہ اجتماع میں ہینلز پارٹی کے عہدے دار شریک نہیں ہوئے۔ البتہ مرزا کی نواز گماشتوں کی بدولت کوئی خاطر خواہ نتیجہ نکل سکا۔ اور انتظامی حیثیت نہ بن سکی۔

۱۴ جون کو مرکزی مجلس عمل کی اپیل پر پہلی اور بھیرہ کی دوسری ہڑتال ہوئی جو عظیم اور تاثر کے اعتبار سے انتہائی کامیاب تھی۔ ۱۸ جون کو ایک اور نمائندہ اجتماع مسجد حاجی گلاب میں منعقد ہوا جس کے کوئیٹر مولانا محمد رمضان علوی تھے۔ اس اجتماع میں اتفاق رائے سے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بھیرہ کے درج ذیل عہدے داران نامزد ہوئے۔

صدر: مولانا حکیم برکات احمد بگوی

ناظم اعلیٰ: مولانا جلال الدین

خازن: حاجی رحیم بخش

اراکین مجلس شوریٰ: مولانا افتخار احمد بگوی، مولانا چکر کرم شاہ، مولانا عبدالرشید، جناب پیر بدر الدین گیلانی، مولانا سراج الدین، مولانا عبدالرحیم، مولانا محمد یامین، صاحب زادہ امین الحسنات، مولانا محمد یعقوب احسن، جناب عبدالرشید، جناب واحد شاہ، جناب عزیز الرحمن خورشید، ملک قارا احمد، جناب غلام اللہ، جناب عبدالوحید، جناب عبدالسلام۔

تحریک ختم نبوت کا پہلا تحرکی جلسہ مدنی مسجد میں صدر مجلس عمل کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مجلس عمل بھیرہ نے بھیرہ اور اس کے گرد و نواح میں قریباً پچاس شاعرانہ جلسے کئے۔ اور ۳۱ مئی بروز جمعہ ۱۸ جولائی بروز جمعرات، ۱۴ اگست بروز اتوار اور ۱۵ اکتوبر ہفتہ کو مقامی حالات، مرکزی مجلس عمل کی ملک گیر اپیل اور علاقائی حالات کی بناء پر ضلعی مجلس عمل کی ہدایت پر پانچ کامیاب ہڑتالیں کروائیں۔ ان ہڑتالوں کی کامیابی کا سہرا اہل بھیرہ خصوصاً کاروباری حضرات کے سر ہے جنہوں نے اخروی سرخروئی اور ناموس مصطفیٰ کی حفاظت کے لئے اپنے مالی خسارے اور کاروباری نقصان کو خوشی سے برداشت کیا۔ تحریک کے کم و بیش تمام جلسے شہر کی مختلف مساجد میں منعقد ہوئے۔ جن میں محلہ حفظانہ، محلہ پراچگان، بجکے اور رکھ چرا گاہ کے جلسوں کو کافی شہرت حاصل ہوئی کیونکہ یہ جلسہ خاص مرزائی یا مرزائی نواز آبادیوں کے درمیان ہوئے تھے۔ ان میں ضلعی مجلس عمل کے راؤ عبدالمنان، مولانا ناصر محمد، مولانا ذریہ خان اور دیگر عہدے دار بھی خصوصی دعوت پر شریک ہوئے۔ ۸ جولائی کو مجلس مرکزیہ حزب الانصار کے زیر اہتمام جامع مسجد بگویہ میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا جس کی صدارت امیر حزب الانصار نے کی۔ مجلس عمل بھیرہ کے تمام عہدیداران اس ممتاز جلسے میں شریک ہوئے۔ ناظم اعلیٰ مجلس عمل بھیرہ مولانا جلال الدین کی تقریر کے بعد مولانا محمد حسین چنیوٹی نے عقیدہ ختم نبوت پر پر جوش اور بصیرت افروز تقریر کی۔

بھیرہ کے نوجوان خصوصاً طلباء نے تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حالیہ تحریک نوجوانوں کی تحریک تھی۔ انہوں نے ہی اس کا آغاز کیا تھا۔ اور وہی شیخ ناموس رسالت کی کرکریں لے کر قریہ قریہ گاؤں گاؤں شہر شہر پھیل گئے۔ یہ انہی کی پکارت تھی جو ربوہ میں بلند ہوئی اور سارے ملک میں مانی گئی۔ مجلس عمل بھیرہ کے مشورے اور تائید سے بھیرہ میں طلبہ نے پہلے ”تنظیم طلبہ“ کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی تاکہ وہ مجلس عمل کے فیصلوں، ایملوں اور ہدایات پر عمل کرنے اور انہیں نافذ کرنے میں دست و بازو کا کام دے اس کا تاسیسی اجلاس ۲۲ جون کو مولانا محمد یعقوب احسن صدر مدرس دارالعلوم عزیزیہ کی صدارت میں ہوا جس میں اتفاق رائے سے صاحبزادہ لمعات احمد بگوی صدر، ملک شیراز فراش نائب صدر، صاحبزادہ حسنا احمد بگوی سیکرٹری اور مجلس شوریٰ کے یہ ارکان طے ہوئے۔ لیاقت قریشی، حافظ محمد منیر، ملک محمد علی، جاوید فراش، نذیر احمد، علامہ منظور قادر شاہ ”تنظیم طلبہ“ نے اپنی برادری کو فعال اور ان کی صلاحیتوں کو منظم کیا۔ طلبہ نے سماجی مقاطعے ہڑتالوں اور مجلس عمل کے جلسوں کے دوران بڑی جرأت مندانہ دوراندیشانہ اور موثر خدمات سر انجام دیں۔ انہی اقدامات اور مقاصد کے لئے مجلس عمل تحریک ختم نبوت بھیرہ نے بعد ازاں طلبہ سمیت اسے تمام رضا کاروں اور کارکنوں کی سرگرمیوں کو مربوط مستحکم اور منظم کرنے کے لئے اپنی ایک ذیلی تنظیم ”فتح“ بنائی اور صاحبزادہ امین الحسنات کو اس کا ناظم مقرر کیا۔ چنانچہ ناظم اعلیٰ مجلس عمل بھیرہ کے ایماء اور کوششوں سے ”تنظیم طلبہ“ اور ”فتح“ دونوں کو یک جا کیا۔ اس نئی تنظیم ”فتح“ کے ساتھ اور جداگانہ طور پر اسلامی جمعیت الطلہ اور جمعیت طلبائے اسلام کے کارکن بھی مقامی مجلس عمل کی ہدایات اور پروگراموں پر پوری طرح عمل پیرا اور معاون رہے۔ دراصل سماجی مقاطعے کا کشن اور صبر آزما کام انہی نوجوانوں کی محنتوں اور قربانیوں سے بار آور ہوا۔ ہر نوجوان نے خواہ وہ کسی تنظیم یا جماعت سے منسلک تھا یا نہیں۔ ہر جگہ، ہر محاذ پر ہمدوقت مستعدی اور پورے جذبہ جوش کے ساتھ دین کی سر بلندی کے لئے کام کیا۔ راتوں کو بچھنے والے پٹاخے، شاہ پرستوں کی سازشیں، انتظامیہ کی دھمکیاں اور تادیبی جھنڈے کوئی چیز اس کی راہ میں حائل نہیں ہو سکی۔ اور نہ ہی ذاتی نمود و نمائش یا شہرت و ناموری، مطلوب تھی۔ اسے اپنے مقصد کی سچائی کا یقین تھا اور خدا رسول سے سچی محبت اس محنت و ایثار یقین اور محبت ہی نے اسے کامیابی کی منزل سے ہمکنار کیا۔

اعلان عام

قادیان کے زلہ خواروں کو نچایا جائے گا غیرت اسلام کا ڈنکا بجایا جائے گا

صورت حالات کے دیرانہ آباد میں
کٹ مردوں کا خواجہ کونین کے ناموس پر
جانتا ہوں اہل ربوہ کے سیاسی بیچ وچ
گوہتا ہے نعرہ تکبیر ہر میدان میں
مند میر ام کے وارثوں کو بے خطر
عرصہ کونین میں لخت دل زہر کا نام
دار کے تختہ پر کھنچا دو کہ میں ڈرتا نہیں
قادیانی ارض پاکستان میں یا للعجب؟
سرزمین پاک میں سرمایہ داری کا وجود
ناصر احمد چیز کیا ہے کلچری گنجی کا جوش
ارتداد اس کا زمانہ کو دکھایا جائے گا

(شورش کاشمیری)

برصغیر کا پہلا اجماع امت

مولانا محمد ذاکر شاہ ایم اے

انیسویں صدی کا نصف آخر برصغیر کے مسلمانوں کے لئے انتہائی تاریک دور تھا۔ ان کی عظمت و شوکت قصہ پارینہ بن چکی تھی۔ مختلف حیلوں سے برطانوی استبداد مسلمانوں کی سیاسی، عمرانی اور مذہبی زندگی کے درپے تھا۔ ایک طرف تو ہندوؤں کو بے ضرر اور ملک کی اکثریت سمجھ کر ساتھ ملایا جا رہا تھا۔ تاکہ مسلمانوں کے ظلموں کی من گھڑت کہانیاں سنا کر انہیں خون مسلم کی ارزانی پر آمادہ کیا جاسکے اور دوسری طرف یہ مساعی بھی جاری تھیں کہ مسلمانوں کے اندرونی نظم و ضبط اور یکگت و اتحاد کو ختم کر دیا جائے تاکہ یہ جم کھوکھلا ہو کر رہ جائے۔ اس دوسرے مسئلہ پر پوری توجہ مبذول کی جا رہی تھی۔

قادیان کا ایک رئیس زادہ دنیاوی اقتدار کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس کی خوش قسمتی یہ تھی کہ وہ ایک حد تک اسلامی علوم اور عربی زبان سے واقف تھا۔ انگریز جو اپنے لئے کسی ڈھب کے آدمی کی تلاش میں تھا۔ اس ”جو ہر مراد“ کو تاڑ گیا۔ اور اس کی پھر کئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ مرض کی تشخیص تو ہو چکی تھی۔ دوا تجویز کر دی گئی۔ اب مسلمانوں کو قصر عدالت میں گرنے کی

کوششیں تیز تر کر دی گئیں۔ مسلمانوں کی اجتماعیت پر مرزاہیت کی دہ چھری چلا دی گئی جو یورپ کے شاطروں نے تیز کی تھی۔ قادیان سے دعاوی کہ ایک سیلاب اٹھ پڑا۔

مرزا قادیانی نے سوچا مسلمانوں کے مختلف طبقات سے الجھا جائے۔ انہیں مناظروں کے چیلنج دئے جائیں۔ تاکہ ”دی نعمت“ کا مقصد بھی پورا ہو۔ اپنی شہرت بھی ہو جائے اور جلب زر کے ذریعے مواقع بھی ملے رہیں۔ انہوں نے اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے ملک کے مایہ ناز علماء کو لٹکارا۔ بحثوں کے جال بچھائے۔ مغلطات کے انبار لگائے۔ جوشِ تحریر میں شرافت کا منہ نوچا۔ برطانوی استعماریت زیر لب مسکرائی اور واہ واہ کے ڈونگرے برسائے۔ کہ اسلام کی نفی اور بے ضرر تفسیر ہو رہی ہے۔

علمۃ المسلمین پر سب سے زیادہ اثر ادا لیائے کرام کا تھا۔ مرزا قادیانی انہیں چھوڑ کر ”دیو استبداد“ کر بھلا کیوں خوش نہ کرتے۔ اولیائے کرام کو ان غیر مہذب الفاظ سے نوازا۔ ”آج اس نیلگوں آسمان کے سایہ میں کسی شخص کو مجال نہیں کہ وہ میرے ساتھ ہمسری کی لاف مار سکے۔ میں آشکار اور بے باک کہتا ہوں کہ اے اہل اسلام! تمہارے درمیان بعض لوگ ہیں جو محمدیہیت اور مفسریت کا دعویٰ کر کے گردنِ فرازی کرتے ہیں۔ بعض طائفے ہیں کہ نازشِ ادب سے زمین پر پاؤں نہیں رکھتے۔ اور گروہ ہیں جو خدا شناسی کے بلند و بالا گدھے دعوے کرتے ہیں اور اپنے آپ کو چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی اور کیا کیا کہلاتے ہیں۔ ان سب سے کہو ذرا میرے سامنے تو آئیں۔“

(ترجمہ از ایامِ صلح، ص ۱۵۹، خزائن ج ۳ ص ۴۰۷)

مسلمان زعماء کب تک مہر بلب رہ کر اس انگریز کے خو و ساختہ پودے کی لہن ترانیاں سنتے۔ ان شوخیوں کے جواب میں فقرِ غیور میدان میں اتر آیا۔ پھر باطل و دعاوی کے ابطال کے لئے قلمِ حق کو ہر افشانی کرنے لگا۔ فقیرِ غیور نے پہلی ضربِ حیدری کا وار کیا۔ یہ ضربِ حیدری ”شمس الہدایت“ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ نگوار بے نیام اعلیٰ حضرت قدوۃ الاصفیاء سیدنا میر میر علی شاہ کے دستِ حق پرست میں تھی۔ کتاب بازار میں کیا آئی۔ قادیان کے ”بیت الفکر“ میں تہلکہ مچ گیا۔ بنتا کھیل بگڑنے لگا۔ حایِ اسلام نے لٹکارا ڈرا کلمہ طیبہ کے معانی بتاتے جاؤ۔

مرزا قادیانی پر سکوت مرگ طاری تھا۔ بنفیس ڈوب رہی تھیں اور حکیم نور الدین بھیروی خلیفہ اول بنفیس ٹٹولنے میں مصروف تھا۔ وہ تاڑ گیا کہ سر زمین کو لڑہ کی طرف سے طلوع ہونے والے ہدایت کے سورج نے خوں خفاشی کو بوئے مرض عطا کیا ہے۔ اس نے دلاسا دیا۔

بارہ سوال لکھے۔ حضرت کو بھیجے اور مریض مراق کو کچھ افاقہ ہوا۔ مگر جب حضرت گولڑوٹی کے جوابات موصول ہوئے تو مانچو لیا جو آنجناب کا موروثی مرض تھا بڑھنے لگا۔ اب ضرب حیدری مرحب کے ساتھ عسکر کا بھی سرکلم کرنے کے لئے بڑھی۔ حضرت نے حکیم موصوف سے ”حقیقت معجزہ“ کی تشریح کا مطالبہ فرمادیا۔ فمائیں آج تک ان ضربات کی گونج سنارہی ہیں۔ مگر مرزا کے ”بیت الفکر“ اور خلیفہ کے ”بیت الحکمت“ مقفل پڑے ہیں۔ کوئی جواب نہیں بن پڑا ہے۔

ژمی سانپ تڑپ رہا تھا۔ پھنکار شروع تھی۔ مرزا جی نے اپنے ترکش سے آخری تیر نکالا۔ ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار جاری کیا جس میں حضرت اقدسؒ کی عربی زبان میں تفسیر لکھنے کا چیلنج دیا۔ اس کا خیال تھا کہ آپ صوفی منش گوشہ نشین ہیں۔ بھلا میدان مناظرہ میں کیسے آئیں گے؟ لیکن شاید وہ یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ غوث الثقلینؒ کے پوتے کے نزدیک تو عشق مصطفوی ہی اصل اسلام اور منشاء ولایت ہے۔ ان کے نزدیک تو محور اسلام ہی حضور ﷺ کا عشق تھا۔

عقل دول ونگاہ کا مرشد اولین ہے عشق یہ عشق نہ ہو تو شرع و دین بلکہ تصورات صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق، معرکہ وجود میں بدروحین بھی ہے عشق مقام مصطفیٰ موضوع بحث بنادیا جائے اور خون حسین جوش میں نہ آئے۔ حضرت اعلیٰ نے مرزا قادیانی کا چیلنج قبول کر لیا۔ اور انہی کی خواہش کے مطابق ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء کو تاریخ مناظرہ مقرر فرمادی۔ طے ہوا کہ یہ مناظرہ تاریخی مسجد یعنی شاہی مسجد میں ہو۔ تاکہ برصغیر سے مظاہرہ کی کیفیت دیکھنے والے لوگ آسانی سے وہاں آسکیں۔ ویسے بھی لاہور مرز مین گولڑہ سے دور اور قادیان سے قریب تھا۔

حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ تفسیر نویسی میں مقابلہ ضرور ہوگا کیونکہ مرزا قادیانی کی خواہش یہی ہے۔ مگر اس کا بھی تو خیال ہونا چاہئے کہ مرزا قادیانی خود کو مثیل مسیح اور مثیل محمد ﷺ کہتے ہیں۔ (استغفر اللہ) ان ہر دو عظیم المرتبت رسولوں نے تحریری تبلیغ نہیں فرمائی۔ بلکہ زبانی تبلیغ فرماتے رہے۔ لہذا مرزا قادیانی تقریری مناظرہ بھی فرمائیں۔ اس طرح ایک تو ان عالی مقام انبیاء سے مماثلت کا راز بھی طشت از باہم ہو جائے گا اور دوسرے برصغیر کے خواص و عام تک پیغام پہنچانے کا موقع بھی مل جائے گا اور لوگ آنجناب کے اصلی قد کاٹھ کو بھی پہچان لیں گے۔ مرزا قادیانی نے حضرت سے کہا تھا کہ آپ برصغیر کے عظماء کو بذریعہ اشتہار مطلع فرمائیں گے۔

حضرت نے بر عظیم کے لوگوں کو اشتہارات بھیجے اور دعوت نامے جاری فرمائے۔

اب مرزا قادیانی پر الہامات کے دروازے وا ہو گئے۔ یہ انداز کیوں اختیار کیا گیا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ مرزا قادیانی اس شور و غوغا سے ایسے حالات پیدا کرنا چاہتے تھے کہ حضرت لاہور تشریف نہ لائیں۔ ان کی پیش گوئیاں کچھ اس قسم کی تھیں کہ حضرت کی زبان گنگ ہو جائے گی۔ مرزائیت کے پھیلنے کا وقت آ گیا ہے۔ قادیانی کا بول بالا ہو جائے گا۔ یہ تو ظاہری باتیں تھیں مگر جب تنہائی میں ”بیت الفکر“ کے کسی گوشے میں دیک کر سوچا تو جسم کا ایک ایک کاپٹنے لگا۔ دل نے کہا مناظرہ میں ”شمس الہدایت“ کے مصنف سے واسطہ پڑے گا۔ شاید وہ سر محفل کلمہ طیبہ کا معنی قرآنی ادب کے مطابق پوچھ لیں۔ وہاں جلال مصطفیٰ (علیہ السلام) بے نقاب ہوگا۔ پھر کیا ہوگا؟ ان خیالات نے ہدیائی کیفیت طاری کر دی۔ اب صبح ایک امتی کے دروازے پر سائل بنا کھڑا تھا۔ دنیا میں یہ پہلی مثال تھی کہ ایک داعی نبوت اپنے ایک امتی کے علم کے سہارے چلنے کی سعی میں مصروف تھا۔ یہ مرید محمد احسن امر دہوی تھا۔ اس نے تاریخ مناظرہ سے صرف ۴ دن پہلے حضرت کو اطلاع دی کہ مرزا قادیانی تقریری مناظرہ نہیں کرنا چاہتے۔ لہذا ضروری ہے کہ مناظرہ تحریری ہو۔ اگر تحریری مناظرہ منظور ہے تو لاہور آئیے، ورنہ نہیں۔ فقر غیور تو کسی صورت بھی مرزا قادیانی کو میدان سے جانے کی اجازت دینے پر آمادہ نہ تھا۔ لہذا حضرت نے یہ شرط منظور فرمائی۔ اگرچہ وقت مختصر تھا کیونکہ صرف چار دن بعد مناظرہ منعقد ہونا تھا۔ تاہم حضرت نے ملت کے زعماء کوئی دعوتیں بھی بھیج دیں۔

مسلمان پشاور سے اس کماری تک اس مناظرہ کے منتظر تھے۔ قافلے لاہور کی طرف بڑھنے لگے۔ زندہ ولان لاہور نے اپنی تاریخی مہمان نوازی کی داستان دہرا دی۔ اتنا بڑا اجتماع لاہور نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ مسلمانوں کا برصغیر کی تاریخ میں پہلا معرکہ لا راہ اجتماع تھا جس میں مسلمانوں کے سبب مکاتیب فکر کے علماء و صلحاء تھے اور ان کی دوش بدوش حوام کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر معرکہ حق و باطل دیکھنے حاضر ہوا تھا۔ پوری ملت اسلامیہ کی نگاہیں حضرت اقدس کی طرف اٹھ چکی تھیں اور دلوں کی دھڑکنیں ان سعادت آثار لحظات کی منتظر تھیں جب حضور اپنے قدم مہمنت لروم سے نوازیں گے۔ پورا برصغیر آپ کو اپنا مذہبی قائد مان چکا تھا اور بیٹا اکھیں اس پیش گوئی کی صداقت کو ملاحظہ کر رہی تھیں جو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے حضرت گوڑوی کے بارے میں فرمائی تھی کہ: ”آپ نے ہندوستان سے ہجرت نہ فرمائیں۔ آپ کی وجہ سے ایک عظیم

قتلہ وہاں دب جائے گا اور لوگ کفر سے بچ جائیں گے۔“

آج ۲۴ مارچ ۱۹۰۰ء تھی سرزمین کوڑہ سے اسلام کا نوری قافلہ کشاں کشاں لاہور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ برصغیر کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں کہ ”یوم موعود“ آ پہنچا۔ شوق کے فاصلے عشق کی مہمیز پا کر برق رفتار بن چکے تھے۔

یوسف کی جستجو میں روانہ ہیں قافلہ

تالاں جرس ہیں شور ہے کوس رحیل کا

حضرت نے پہلے پنڈی اور پھر لالہ موسیٰ سے قادیان تار دیئے کہ میں آ رہا ہوں۔ پچاس عالی مقام علماء حضرت کے ساتھ تھے اور راستے میں علم و عمل کے مزید دریا اس بحرِ خار میں شامل ہوتے گئے۔ جب گاڑی لاہور ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو تاحد نگاہ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنے دیدہ دل فرش راہ کئے حضور کا منتظر تھا۔ یہ لوگ حضور کو جلوس کی صورت میں شہر لے جانا چاہتے تھے مگر فقر کا نمائش سے کیا کام؟ آپ نے انکار فرما دیا۔ برکت علی محمدن ہال میں قیام فرمایا۔

رات کو اس ہال میں وہ محفل لگی جو حیات لاہور کے لئے انفاسِ قدسیہ سے کم نہ تھی۔ برصغیر کی روحِ دل علماء و اولیاء ہمہ تن گوش بنے بیٹھے تھے اور میرِ محفل علم و حکمت کے دریا بہانے میں مصروف تھے۔ اسلام کی تفسیر نے کذب کی تصویر کے پڑے اڑا دیئے۔ صحابہ کرام کی مجلس شوریٰ کی نورانی جھلکیاں پینا آنکھوں نے دیکھیں۔ اجماع امت کی مینا پاشیوں نے دجل و فریب کے اندھیروں کو تار تار کر کے رکھ دیا۔ لاہور کی قسمت جاگ اٹھی کہ تیرہ سو سال بعد اس کی چھاتی پر مسئلہ ختم نبوت پر امت کا اجماع ہوا۔

برصغیر ہند و پاک کا یہ پہلا اجماع تھا جس نے مرزائیت کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ ہوانے دیا اور حقیقی کی کتاب الہام کے اوراق بکھیر کر رکھ دیئے۔ یہ ٹھیک ہے کہ حضرت علامہ اقبالؒ اور حضرت علامہ انور شاہ کا شیرازی نے مرزائیت کے خلاف بڑا کام کیا۔ لیکن اس صحیح فہم پر کام کا آغاز حضرت کوڑوئیؒ نے فرمایا۔ اگر آپ ایک صحیح طرزِ قائم نہ فرما جاتے تو بعد کے حضرات شاید اتنا کام نہ کر سکتے تھے۔ بالخصوص یہ دور شاعرِ مشرق کی جوانی کا دور تھا اور ان کے اپنے شہر میں حیدر کرار کا پوتا کفر کو لٹکا رہا تھا۔ کیا ان حالات نے علامہ کے حساس ذہن کی قوتوں کو اس عظیم مقصد کیلئے بیدار نہ کیا ہوگا؟ اس اجماع کی وسعتوں کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ برکت علی محمدن ہال اور شاہی مسجد لاہور مسلمانوں کی پہلی قومی اسمبلیاں تھیں۔ جہاں ملت نے مرزائیت کے لئے اپنا فیصلہ

صادر فرمایا اور اسی فیصلہ کی گونج صرف ۷۴ سال بعد پاکستان پختل اسمبلی میں ستمبر ۱۹۷۷ء کو سنی گئی۔ حضرت لاہور کیا تشریف لائے۔ قادیانیت کا بانی ”بیت الفکر“ میں سو گیا۔ حیلے بہانے شروع ہوئے۔ حضرت ہر حال اسے میدان میں لانا چاہتے تھے تاکہ کذب و افتراء کا طومار دھواں بن کر اڑ جائے۔ مرزا قادیانی کو سرحدی پٹھانوں کا خوف کھائے جا رہا تھا کہ وہ لاہور آ چکے ہیں اور اگر مرزا قادیانی وہاں آ جائیں تو وہ انہیں قتل کر دیں گے۔ شاید اب حضرت حجتی کا اس بات پر بھی ایمان نہیں تھا کہ ان کا خدا انہیں بچانے کا وعدہ دے چکا ہے۔ فقر غیور میدان میں رجز خوانی کر رہا تھا۔ صداقت کے علم کی شعاعیں ”مہر اسلام“ سے پھوٹ پھوٹ کر پورے برصغیر کو منور کر رہی تھیں مگر جھوٹ جس کے پاؤں نہیں ہوتے۔ آج بیت الحکمت میں کسی پرانے حجتی کے دلائل کترنے میں مصروف تھا۔

جب مرزا قادیانی کی تفسیر نویسی کا ذکر آیا تو حضرت نے فرمایا: ”امت محمدیہ میں ایسے خادم دین موجود ہیں جو اگر قلم پر توجہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر ”تفسیر قرآن“ لکھ جائے۔“ ظاہر ہے کہ اشارہ ہی اشارہ میں حضرت نے بہت کچھ فرما دیا اور سمجھنے والے بات پا گئے۔ بعد میں اسی موضوع پر کسی نے سوال کیا تو ارشاد ہوا: ”یہ تو عام سی بات تھی اس وقت جو دعویٰ بھی ہوتا اللہ کریم کے کرم سے پورا ہوتا کیونکہ یہ کلمات از خود نہیں کہے جا رہے تھے۔ بلکہ اشارہ ہو رہا تھا۔“

حضرت عالی مقام ۲۹ اگست ۱۹۰۰ء تک لاہور کی سرزمین کو محیط انوار بہاتے رہے۔ مگر روشنی کے سامنے ظلمت نہ آسکی۔ کفر کی کالی رات ”مہر منیر“ کے سامنے کب ٹھہر سکتی تھی۔ بے شمار لوگ اندھیرے سے نور کی طرف بھاگے۔ ”یخرجہم من الظلمات الی النور“ کا قرآنی سماں آنکھوں کے سامنے تھا۔ اہل اسلام حقیقت کو پا گئے۔ مرزا قادیانی جب مرد میدان ثابت نہ ہوئے تو حضرت نے چاہا کہ قادیان پہنچا جائے مگر علماء مانع ہوئے کیونکہ ضرب حیدری مرحب کا سر قلم کر چکی تھی۔

حضرت گولڑہ شریف مراجعت فرما ہوئے۔ مرزا قادیانی نے گھر بیٹھ کر مقابلہ شروع کرانے کا پروگرام بنایا تاکہ یہ ساری کوششیں شاید اپنی گدی کو بچانے کے لئے تھیں تاکہ مرزائیوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جاسکے۔ نیز ان ادیبوں اور صحافیوں کی توجہ کو بھی موڑا جاسکے جو اس ہکست فاش کے بعد مرزا قادیانی کے لئے تیغ براہ بن چکے تھے۔ قلم سنبھالا اور اعجاز اسح نام کی

معجزاتی تفسیر لکھی۔ یہ صرف سورۃ فاتحہ کی تفسیر تھی اور ان کے مرید احسن امر ہوئی نے ”سرکار عالی“ کا اشارہ پاکر ”شمس بازغہ“ کے نام سے ”شمس الہدایت“ پر لکھنے کی سعی لا حاصل کی۔

حضرت اقدس کا قلم جولاں ہوا اور وہ کتاب عالم وجود میں آئی جس نے علمی دنیا میں دھوم مچادی۔ علامہ اشرف علی تھانوی جیسے جید فضلاء نے اس کتاب کو خراج عقیدت پیش کیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مرزا ایت کے خلاف بعد میں جتنا بھی لٹریچر سپرد قلم ہوا یہ کتاب اس کے لئے سنگ میل ثابت ہوئی اور اس کی منفرد حیثیت پون صدی گزر جانے کے بعد آج بھی جوں کی توں باقی ہے۔

حضرت نے ”اعجاز المسح“ کی نام نہاد مسیحائی کا بھانڈا چوراہے میں پھوڑ دیا۔ عربی زبان و ادب اور نحو و بلاغت کے وہ اعتراضات اٹھائے کہ آج تک مدعیانِ کلمت سے جواب نہیں بن پڑا۔ فقر مصطفوی نے ”سیف چشتیائی“ سے اعجاز المسح کی دجیاں اڑا دیں۔ اور حتمی کے ”میدان اعجاز“ میں دھول اڑادی۔ ان اعتراضات کا لطف اہل علم ہی اٹھا سکتے ہیں۔ وہ انداز جو ”سیف چشتیائی“ میں حضرت نے ”اعجاز المسح“ اور ”شمس بازغہ“ کا رد کرتے ہوئے اختیار فرمایا ہے جو آپ ہی کا حصہ تھا۔

چونکہ مرزا قادیانی خود مریدوں سے ”علمی تمہکات“ کے حصول کے قائل تھے۔ لہذا جب جواب ہی نہ بن پڑا تو کہا یہ کتاب حضرت کے کسی مرید کی تصنیف ہے۔ یہ نہیں سوچا کہ اس طرح گہرے کچڑ میں ان کی خانہ ساز نبوت ہی و ہنس رہی ہے۔ بھلا جو شخص امت محمدیہ کے ایک دلی اللہ کے مرید کی تحریر کا جواب نہیں دے سکتا۔ وہ تحریر میں ”مقام اعجاز“ پر کیسے پہنچ سکتا ہے؟ ”فاتو ابسورۃ من مثله کہنے والے تو اور ہی ہوتے ہیں۔“

ہم قارئین کی خوشنودی طبع کے لئے حضرت کی تحریر گرامی کے کچھ اقتباسات تمہر کا پیش کرنا سعادت سمجھتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے قرآنی آیت ”هو الذی ارسل رسوله بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ“ (تذکرہ ص ۴۵، طبع ۴) کو اپنے لئے دلی قرار دیا۔ حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔

..... اذل تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ اگر کسی شخص کو خواب یا بیداری میں یہ آیت سنائی دے جیسا کہ اکثر حفاظ اور شغلین کو کثرت استعمال و خیال کے سبب ایسا ہوا کرتا ہے۔ یا فرض کیا بذریعہ الہام ہی سہی تو وہ شخص بے شہادت اسی آیت کے رسول کہلانے کا مجاز ہو۔ یا ایسا ہی ”واقیمو

الصلوة واتوا الزکوة“ کے سننے سے کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں نبی اور رسول ہوں اور نبی نماز اور نبی زکوٰۃ کا حکم مجھ پر نازل ہوا ہے۔ لیکن بر تقدیر الہام آیت مذکور ”هو الذی ارسل رسولہ“ بفرض محال اگر رسول کہلانے کا مستحق بنے تو اس معنی سے رسول ہوگا جو معنی اس آیت میں مراد ہیں۔ یعنی اصل رسول، ورنہ دلیل دعویٰ پر منطبق نہ ہوگی۔ کیونکہ دعویٰ رسول ظلی اور دلیل یعنی ”ارسل رسولہ“ میں رسول اصلی اور نیز ”رسولہ“ سے رسول ظلی مراد لینے کی تقدیر میں کلام الہی میں تحریف معنوی لازم آئے گی۔ لہذا استدلال بآیت منطوره بلند آواز سے پکار رہا ہے۔ کہ دعویٰ اصلی نبوت ہونے کا ہے۔“ (بحوالہ مہر منیر ص ۵۸۰، ۵۸۱)

مرزا قادیانی نے کہا فانی الرسول ہونے والے کو ظلی طور پر وہی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ حضرت نے مواخذہ فرمایا۔

..... اگر صرف فانی الرسول کا مقام ہی رسول اور نبی کہلانے کی اجازت دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبر جن کی شان میں ”لو کنت متخذ اخیلا لا تخذت ابا بکر خلیلا“ فرمایا گیا اور ایسا ہی عرفا روقؑ نے باوجود لقب محدثیت کے اور عثمانؓ نے باوجود کمال اتباع صوری اور معنوی کے اور علیؓ مرتضیٰ نے باوجود بشارت ”انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ“ کے اور سید الشہاب اہل البیت حسنینؑ نے جن کا مجموعہ بعینہ جمال با کمال آنحضرت ﷺ کا آئینہ تھا۔ رسول اور نبی کہلانے پر جرات نہ کی اور ہزار ہا اہل اللہ جن کے فانی اللہ ہونے پر ان کے سایہ کا گم ہو جانا بھی شہادت دیتا ہے کسی نے نبی اور رسول نہیں کہلویا۔ قطب الاقطاب سیدنا الغوث الاعظم مکالمات الہیہ میں سے کسی مکالمہ میں باوجود شان ”خضنا بحر الم یقف علی ساهله الانبیاء“ کے یعنی ”فنا فی النبی الا فی الذی ہو کالبحر فی السخاء“ نبی اور رسول کے لفظ سے نہ پکارے گئے۔ یہ تو سب اسی قاعدہ مسلمہ میں محدود ہے۔ ”الولی لا یبلغ درجۃ النبی“ مگر یہ ”حضرت“ باوجود اپنے ”اوصاف“ کے مقام فنا سے نبوت تک پہنچ گئے۔“ (بحوالہ مہر منیر ص ۵۸۱)

آپ ذرا آخری سطر میں لفظ ”حضرت“ اور ”باوجود اپنے اوصاف کے“ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ کسی لطافت سے حضرت نے روئے سخن کو مرزا قادیانی کی طرف موڑا ہے اور ان کے ”اوصاف“ کا ذکر کتنے لطیف پیرایہ میں کیا ہے۔ مضمون کی طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم کچھ اور اقتباسات بھی پیش کرتے۔ اب انہی اقتباسات پر قارئین حضرات سے رخصت چاہتے ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان قادیانی فتنہ کے استیصال کی اجتماعی کوششوں کے لئے ایک منظم تحریک عزیز الرحمن خورشیدا

مرزا غلام احمد نے جو غبی دعویٰ نبوت کیا۔ اسی وقت سے علماء اور اہل حق اس فتنہ کے خلاف نبرد آزما ہیں اور اسی سلسلہ میں متعدد اکابرین کے نام جملگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے نتائج سے بے پروا ہو کر اس فتنہ ضالہ و مردہ کا مقابلہ کیا۔ لیکن چونکہ اس فتنہ کا درپردہ بانی خود انگریز تھا اور اس کی ظالمانہ حکومت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ اس لئے مرزائیت اپنا کام کرتی رہی اور اپنی موت آپ نہ مر سکی۔

ایک بات جو سبھی حضرات کو کھٹکتی تھی وہ یہ تھی کہ اس سلسلہ میں ہونے والا سارا ہی کام انفرادی طور پر ہو رہا ہے اور اس سلسلہ میں کوئی اجتماعی کوشش نہیں ہو رہی۔ لہٰذا یہ کہ دارالعلوم دیوبند میں مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری، امرتسر میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور شمالی پنجاب کے مشہور شہر بھیرہ میں مولانا ظہور احمد بکوی بانی امیر حزب الانصار رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنے محور پر حلقے بنا رکھے تھے۔ جو کسی درجہ میں اجتماعی سرگرمیوں میں معروف تھے۔ لیکن اس کے باوجود پورا اجتماعی کوشش نہ تھی جو ملکی اور بعد میں عالمگیر سطح پر اس فتنہ کا تعاقب کر سکے۔

اس ضرورت کے پیش نظر حضرت سید محمد انور شاہ قدس سرہ نے مجلس احرار اسلام کو اس طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ مجلس نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور قادیان تک میں ایک تبلیغی مرکز قائم کر دیا۔

اس زمانے میں قادیان میں دعوت حق کا کام انگاروں پر چلنے کے مترادف تھا۔ لیکن حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہ کی قیادت میں یہ کام ہوا اور اس شان سے ہوا کہ مرزائی بوکھلا اٹھے۔ پاکستان بن جانے کے بعد توقع یہ تھی کہ یہاں اسلام کا بول بالا ہوگا لیکن یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ بلکہ مرزائیت سمیت تمام فتنوں کے لئے یہ سرزمین بڑی درخیز ثابت ہوئی اور ہر فتنہ نے یہاں اپنا شروع کر دیا۔

مرزائیت کا معاملہ سب سے بڑھ کر تھا کیونکہ ایک طرف تو مرزائیوں کے ایک اہم فرد سر ظفر اللہ کوڈریا خارجہ بنادیا گیا اور دوسری طرف ایک درخیز سرزمین اور محفوظ علاقہ مہل انجیل ہزار ایکڑ اراضی کوڑوں کے بمبار دے دی گئی تھی تاکہ وہ اپنا مرکز بنا سکیں۔ انہی حالات کی وجہ سے

حضرت امیر شریعتؒ نے ان عملی سیاسیات سے کنارہ کش ہو کر صرف تبلیغی مشن قائم کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ مرزائیت سمیت تمام فتنوں کا منظم مقابلہ کیا جاسکے۔

چنانچہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی داغ بیل ڈال گئی۔ جس کے پہلے امیر، امیر شریعتؒ اور ناظم اعلیٰ، مولانا محمد علی جالندھریؒ قرار پائے۔ ایک روپیہ کے سرمائے سے اس کام کی ابتداء ہوئی اور دفتر شاہ جی مرحوم کا گھر ہی قرار پایا۔

لیکن چند مخلص اور ارباب عزیمت کی محنت و سعی رنگ لائی اور قدرت نے اس پودے کو تناور درخت بنا دیا۔ شاہ جی کے بعد خطیب پاکستان قاضی احسان احمد مرحوم امیر ثانی قرار پائے۔ جبکہ ناظم عمومی بدستور مولانا جالندھریؒ رہے اور جب قاضی صاحب بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو مولانا محمد علی امیر ثالث منتخب ہوئے اور مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر ناظم عمومی۔

امیر ثالث کا دور بڑا باہر کرت دور تھا اس دور میں مبلغین کی تعداد ۳۴۰۰۰ اور جن کے قریب ہو گئی جن میں سے بعض مختلف ضلعی ہیڈ کوارٹروں میں قیام پذیر تھے اور جہاں ضرورت ہوتی وہیں پہنچتے۔ اس کے ساتھ ہی مشرقی پاکستان میں جماعتی کام شروع ہوا اور وہاں چند باقاعدہ مبلغین نے فریضہ دعوت الی اللہ کے لئے قابل قدر قربانی دی۔

تیسرا قابل ذکر کارنامہ جو اس دور سے متعلق ہے وہ مرکزی دفتر کی تعمیر ہے۔ مرحوم مولانا نے جماعتی فنڈز سے زمین خرید کر جماعت کا ایک شاندار دفتر بنایا جو گویا مرکزی سیکرٹریٹ کا کام دیتا ہے۔ اس میں دارالمبلغین، دفاتر، مہمان خانہ، لائبریری وغیرہ سب کچھ ہے۔ چوتھا اور سب سے اہم کارنامہ اس دور کا یہ ہے کہ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر نے ۳۰ سال تک یونٹ میں قیام فرما کر مرزائیت کا کامیاب تعاقب کیا۔

امیر شریعتؒ کی دیرینہ خواہش تھی کہ یورپ میں مرزائیت کو لٹکا را جائے کہ اس کا مٹج وہی ہے۔ قدرت نے انتظام کر دیا۔ چنانچہ اپنی حکومتوں کو ہر طرح کی رکاوٹوں کے باوجود مولانا لال حسینؒ وہاں تشریف لے گئے برطانیہ، فرانس، جرمنی، جزائر فیلیپین اور یوگوسلاویہ وغیرہ ممالک میں خوب کام ہوا۔ بالخصوص فیلیپین اور برطانیہ میں جماعتی مراکز بنے، مناظرے ہوئے۔ برطانیہ سے خود مرزانا صربھا گا۔ اس کے علاوہ کثیر سرمائے سے وہاں جماعت نے دفتر خریدا۔ جو اس وقت یورپ میں مرکز اسلام کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ دو کنگ کی شاہ جہاں مسجد جس پر نصف صدی سے مرزائیوں کا غاصبانہ قبضہ تھا۔ مولانا اختر مرحوم کی کاوش سے مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ مولانا جالندھریؒ کے بعد مولانا لال حسین امیر رابع قرار پائے اور مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ناظم اعلیٰ اور جب

امیر رابع بھی دنیا سے رخصت ہو گئے تو عبوری دور کے لئے فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحب امیر مقرر ہوئے جبکہ بعد میں باضابطہ امیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مقرر ہوئے اور آج کل ناظم عمومی مولانا محمد شریف جالندھری ہیں۔

اس وقت جماعت کے ۳۰ مبلغین ہیں جو شب و روز خدمت دین میں مصروف ہیں۔ سابقہ دفتر کے علاوہ ابھی حال ہی میں جماعت نے مزید زمین ملتان میں خرید کر لی ہے جس میں ایک شاندار مسجد اور ایک لائبریری وغیرہ کا قیام ہوگا۔ جماعت نے ایوب خان کے زمانہ میں ہونے والی بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کے موقع پر اپنے محترم رکن اور سرپرست مولانا مفتی محمود مدظلہ سے ایک کتابچہ بزبان عربی لکھوا کر وسیع پیمانہ پر شائع کیا اور گزشتہ سال سربراہی کانفرنس کے موقع پر اضافوں کے ساتھ پھر وہی رسالہ شائع کیا۔ اس کے علاوہ یہ رسالہ ترکی میں کثرت سے پھیل چکا ہے۔ جسے وہیں کی ایک مسلم انجمن نے چھپوایا ہے۔ ساتھ ہی مجلس نے انگریزی اور عربی کانٹریبوشن وسیع پیمانے پر نڈل ایسٹ اور یورپ میں تقسیم کیا ہے۔

گزشتہ سال جب مرزا نیوں نے ربوہ کے نشیمن پر ادھم مچایا تو جماعت نے ملک بھر کی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر ایک دفعہ پھر اکٹھا کیا اور اتفاق رائے سے جو مجلس عمل بنی اس کے سربراہ بھی جماعت کے امیر مولانا بنوری مدظلہ قرار پائے۔ کسی قسم کا چشمہ وغیرہ کئے بغیر مرکزی سطح پر ہونے والے تمام اخراجات جماعت (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) نے ذاتی طور پر برداشت کئے۔ اس سلسلہ میں جماعت کا قائل فخر کارنامہ وہ کتاب ہے جو ”ملت اسلامیہ کا موقف“ کے نام سے چھپ کر اراکین اسبلی اور دیگر ذمہ دار حضرات میں تقسیم ہوئی اور اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ اس کتاب کے لئے مواد مہیا کرنے میں مولانا محمد حیات اور مولانا عبدالرحیم اشعر جیسے حضرات نے لائق تحسین محنت کی۔ جبکہ ترتیب کا کام مولانا سمیع الحق مدیر ”الحق“ اکوڑہ اور مولانا محمد تقی عثمانی ایڈیٹر ”البلagh“ کراچی نے سرانجام دیا اور نگرانی مکمل طور پر حضرت مولانا بنوری اور حضرت مفتی محمود صاحب نے کی۔

۷ ستمبر کے فیصلہ کے بعد امیر جماعت مولانا بنوری یورپ وغیرہ کا مختصر دورہ بھی کر آئے ہیں۔ اب وہاں کے مرکز کو اور منظم کر دیا گیا ہے۔ جماعت کے پلیٹ فارم پر تمام مکاتیب فکر اور سیاسی و فنی رکھنے والے لوگ دین حق کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اب جماعت نے لائل پور کے مشہور مفت روزہ ”لولاک“ کو سنبھال لیا ہے۔ اور اس طرح جماعت کی سرگرمیوں کی تشبیہ و تعارف کا ایک اچھا ذریعہ بن گیا ہے۔ جماعت کو ملک بھر کے علماء ارباب

طریقت اور دیندار مسلمانوں کی سرپرستی حاصل ہے۔ اس وقت خصوصی سرپرستوں میں حضرت مولانا محمد عبداللہ درخشاہی اور مولانا مفتی محمود صاحب ہیں۔ جبکہ جماعت کے نائب امیر حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین کنڈیاں ہیں۔

حکیم عبدالجبار احمد سیفی

۵۳ کی تحریک ختم نبوت کے ایک عظیم رہنما

نصیب احمد سیفی

مئے دنوں کا سراغ لے کر کدھر سے آیا کدھر گیا وہ!

عجیب مالوس اجنبی تھا مجھے تو حیران کر گیا وہ!

جب اپنوں کی بزم نے بھی اس کے ذکر سے تغافل برتا۔ حالانکہ وہی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی ایک اہم کڑی گنا جاتا تھا۔ تحریک کے ذکر کے ساتھ اس کا ذکر گویا پھول اور خوشبو کا رشہ تھا!..... پہلی اور دوسری تحریک کا قاصد ہی کتنا ہے؟..... صرف اتنا کہ اس وقت وہ جدوجہد میں پنہاں تھا مگر اب خاک میں!..... قلم اس بیگانگی حالات کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا اور جذبات و احساسات کی رو میں بہہ نکلا کہ جہاں صرف اور صرف یادوں کا بسیرا ہے..... وہ راکھ میں چھپی ہوئی چنگاریوں کو ہوا دیتا گیا اور ذہن کے نہاں خالوں کو اس کی بخشی ہوئی ضیاء سے اجاگر کرنا گیا!..... جب وہ دن رات ایک ہی سانچے میں ڈھل گئے تھے..... تب اسے کچھ خبر نہ تھی..... کسی کی بھی نہیں..... اگر تھی تو صرف اتنی کہ اب تک اس نے طاغوتی طاقتوں کو کتنا نقصان پہنچایا ہے؟ اور کتنا پچھاتا ہے؟..... اسی لگن اور شوق نے اس کے عشق رسول کو جلا بخشی اور اس کا گھر محمد ﷺ کے پردانوں کا نظیہ اڈہ بن گیا.....

جب مرزا کی نواز حکومت عوام کے جذبات سے کھیل رہی تھی۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ملت اسلامیہ کو حق بات منوانے کے لئے تلخ حقائق کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا تو اس وقت اس کو ایک ایک بل کی خبریں مل رہی تھیں۔ وہ ان کے مطابق مستحسن قدم اٹھاتا۔ اس سلسلے میں وہ اپنی انتہائی محتاط شخص واقع ہوا تھا۔ حالانکہ سی آئی ڈی والوں کی نظروں میں اس کا گھر کھٹکنے لگا تھا اور ایجنٹ ڈراڈرا کی بات کی خبر لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ کبھی دن دھاڑے اور کبھی آدھی رات کو مسلح پولیس نے (Raid) چھاپے مارے مگر اس کی ذہانت اور فراست فقید المثال ثابت ہوتی اور پولیس کی کیفیت کچھ یوں ہوتی کہ جیسے کوئی ننھا سا بچہ ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش کرے مگر جب مٹی کھولے تو اس میں

کچھ بھی نہ ہو۔ وہ تو اپنی طالب علمی کے دور میں رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کا ہم نشین رہ چکا تھا جس نے اس وقت پولیس کو گتھی کا ناچ نچا دیا۔ پھر اس وقت ان کے لئے کیا ثبوت چھوڑا!.....

پھر ایک وقت وہ آیا جب ان کا نسبتی بھائی حکیم محمد ذوالقرنین جو لاہور میں تحریک ختم نبوت کا جنرل سیکرٹری تھا اور ان کے دونوں ہم زلف مولانا افتخار احمد بکوی، مولانا لعلات احمد بکوی گرفتار ہو گئے تو پولیس نے ایک مرتبہ پھر ریڈ کیا مبادا کہ تحریک کے رہنما مولانا غلام غوث ہزارویؒ ان کے ہاں ہوں تو اسی کے اسی لمحے اس نے تحریک کے رہنما کو روپوش کر دینے کا انتظام کر لیا کیونکہ بقول اس کے سرغنہ کی گرفتاری تحریک کی موت ہوتی ہے۔ تو پھر بھلا وہ یہ قدم اٹھانے سے کیوں چوکتا؟.....

تحریک کے رہنما مولانا غلام غوث ہزارویؒ کچھ عرصہ بعد روپوش ہو گئے۔ انہوں نے اپنی روپوشی کے ایام اسی مرد قلندر کی اعانت سے پورے کئے۔ اس ہارے میں حکومت کو پختہ یقین ہو گیا تھا کہ تحریک کے صدر نے افغانستان کی سرحد پار کر لی ہے۔ حالانکہ انہوں نے یہ ساری مدت بھٹوال ضلع سرگودھا ہی میں گزاری اور اسی دوران میں تحریک کی سرگرمیوں میں سرسبز موقوف نہ آیا۔ اس سلسلے میں پولیس نے مکمل ناکہ بندی کر رکھی تھی مگر اس کے باوجود یہ دونوں ہستیاں حکومت کی آنکھوں میں دھول جھونک کر لاہور اسمبلی چیمبرز کے سامنے واقع تقریبی پارک میں ملتیں اور کسی کو شک تک نہ گزرتا!.....

یہ وہ وقت تھا کہ جب تمام مسلمان اپنے فرقہ وارانہ اور سیاسی اختلافات بھلا کر امیر شریعتؒ اور مولانا ابوالحسناتؒ کے علم تلے جمع ہو چکے تھے۔ اس سلسلے میں بھی اس شخص کی مخلصانہ کاوشوں کا دخل تھا۔ تحریک ختم نبوت میں ایک روح پھونکنے کے لئے مرزائی نواز حکومت سے حق بات منوانے کے لئے اور مرزائیوں سے براہ راست ٹکرائے لینے کے لئے اس نے اظہار خیال اور نشر و اشاعت کا ہر ممکن طریقہ اپنایا۔

میانوالی کی ایک معروف سیاسی شخصیت ملک محمد افضل خان نے ایک مرتبہ ان سے سوال کیا کہ ”آپ تو تحریک کے محور رہے مگر مخصوص لوگوں کے علاوہ آپ کو کوئی بھی نہیں جانتا؟.....“ آپ نے مسکرا کر جواب دیا ”بھلا بنیادوں کے پتھر بھی کہیں نظر آتے ہیں؟

اور یہی ہے وہ اچھے کی بات کہ وہ کبھی مکمل کر سامنے نہ آیا بلکہ تحریک کا خفیہ ترین رکن ثابت ہوا اور اندر ہی اندر وہ ایک ایسا کام انجام دے گیا جو رہتی دنیا تک اس کا نام زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔ وہ انتہائی ٹھنڈے مزاج کا بالک تھا۔ اس کا ہر فیصلہ ایک شخص حقیقت پر مبنی ہوتا۔

اس لئے اسے اپنی بات منوانے میں کبھی دشواری پیش نہ آتی۔ اس کی ذہانت، فطانت، بصیرت، اور سیاسی فہم کا ہر کوئی معترف تھا جو شرافت، صداقت، لیاقت، نفاست اور خودداری میں یکساں تھا اور انہی خوبیوں کے بل بوتے پر بڑی سے بڑی ہستی سے بھی اپنی بات منوالیتا۔

شاعرانہ مزاج اور ادیبانہ خیال کے اس شخص کو اس کی صفات نے جب سیفی کا روپ بخشا تو وہ ”عبدالجید“ کے نام سے پہچانا گیا۔ جس کا نصب العین ہی یہی تھا۔
بارے دنیا میں رہو، غم زدہ یا شاد رہو!

ایسا کچھ کر کے چلو کہ یاں بہت یاد رہو!

ان کے متعلق ماہانہ شمس الاسلام نے لکھا تھا کہ مرحوم کی پوری زندگی شاہد ہے کہ ان کے دل میں بے پناہ دینی جذبہ اور ملت کا درد موجود تھا۔ آپ علی گڑھ یونیورسٹی میں بی ایس سی کے طالب علم تھے کہ تحریک خلافت شروع ہو گئی۔ مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ نے تعلیمی سلسلہ منقطع کر دیا اور تحریک میں شامل ہو گئے۔ آپ ضلع سرگودھا میں تحریک خلافت کے روح رواں تھے۔ آپ نے کبھی تحریک کے لئے جان و مال خرچ کرنے سے دریغ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ ہر قسم کی قربانیوں کے لئے آمادہ رہے!

وہ اپنی ڈائری میں رقم طراز ہیں: ”جب تحریک خلافت ختم ہوئی تو فن طبابت کی تحصیل کے لئے مسیح الملک حافظ حکیم اجمل خان صاحب دہلوی کا تلمذ اختیار کیا۔ دہلی میں کئی سال تک قیام رہا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ حکیم عبدالرسول صاحب بمکر ضلع میانوالی سے بھی استفادہ حاصل کیا۔“
لاہور کے زمانہ قیام میں آپ نے تصوف کی کئی نایاب کتب اپنی زیر نگرانی بڑے احسن طریقے سے شائع کروائیں جن میں ارشاد الطائین، ایضاح الطریقہ، کنز الہدایت، مبداء و معاد، مکاتیب شریفہ شاہ غلام علی صاحب دہلوی شامل ہیں۔ فن طب پر آپ نے اپنے استاد مولانا عبدالرسول صاحب بمکر دی کی ”خلاصۃ الطب“ شائع کی اور اپنے تجربات کا مجموعہ ”کلیات سیفی“ میں جمع کیا۔

وفات سے کچھ عرصہ پیشتر آپ نے مکتوبات مجددیہ و مکتوبات معصومیہ طبع کروانے کا عظیم الشان کام اپنے ذمہ لیا۔ اس مقصد کے لئے پاکستان کے چوٹی کے کاجوں کی خدمات حاصل کی گئیں۔ کتابت کا کام ختم ہو چکا تھا اور اب آپ ان مکتوبات کی نہایت عمدہ طباعت کے لئے جرمی جانے ہی والے تھے کہ اجل کا پیغام آ پہنچا۔

آہ شد گلزار ما اکنون بیاد

رفت از ما عابد عالی نژاد

ثانی بقراط آن عبدالمجید
آن گراسی قدر مانیکو نہاد

بدر

ارمغان قادیان

مولانا ظفر علی خان

مولانا ظفر علی خان تحریک آزادی ہندو پاکستان کے ممتاز رہنما تھے۔ وہ شعلہ نوا خطیب قادر الکلام شاعر، بے باک صحافی اور انتہائی ذہین اور مخلص سیاسی لیڈر تھے۔ ”ارمغان قادیان“ ان کے اس مجموعہ کلام کا نام ہے جو قادیانیت سے متعلق ہے۔ اس فرقے کے بارے میں مولانا چارغ حسن حسرت دہلوی میں رقم طراز ہیں۔

”مرزا غلام احمد کی تحریک میں جو چیز سب سے نمایاں نظر آتی ہے وہ تثنیخ جہاد اور انگریزوں کی خلافت الہیہ کے مسائل ہیں۔ ان کی کتابوں میں کوئی دوسرا مسئلہ نہیں جس کا ذکر انہوں نے اس جوش و خروش کے ساتھ بار بار کیا ہو۔ ان کے خیالات میں تضاد و جہاں بے حد ہیں۔ وہ خود اپنے دعاوی کے متعلق ایسی متضاد باتیں کہتے ہیں کہ پڑھنے والا پریشان ہو جاتا ہے لیکن تثنیخ جہاد اور انگریزی حکومت کی اطاعت کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہر قسم کے ابہام و تضاد سے پاک ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دو چیزوں کو اصل کی حیثیت حاصل ہے اور دوسرے تمام مسائل حتیٰ کہ ان کا دعویٰ مہدویت بھی فرع کی حیثیت رکھتا ہے۔“

حسرت مرحوم، مولانا ظفر علی خان کے بارے میں لکھتے ہیں: ”علماء نے مرزا غلام احمد کی پرزور مخالفت کی لیکن وہ وفات مسیح، ظہور مہدی، علامات قیامت، نزول مہدی، خروج دجال وغیرہ مسائل میں الجھ کر رہ گئے اور قادیانی تحریک کے سیاسی پہلو کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ مولانا ظفر علی خان نے سب سے پہلے تحریک کے سیاسی پہلو کی جانب توجہ کی جسے علماء نے بالکل نظر انداز کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ختم نبوت کے مسئلے کی اہمیت کی جانب لوگوں کی توجہ دلائی۔ قادیانی تحریک کے عقائد کا تجزیہ کیا۔ ان عناصر و عوامل کے چہرے سے نقاب الٹ دیا جو اس تحریک کو بدوئے کار لائے ہیں۔“

مولانا کی بیشتر نظموں میں طنز و ہجو کا انداز غالب ہے۔ اس طنز و ہجو کا ہدف مرزا غلام احمد قادیانی ہیں جو نبی کریم کی ہمسری کے مدعی اور نعت گو شاعر کا نشانہ غیض و غضب بننے کے لئے

بہت موزوں ہیں۔ مولانا کی چند منتخب نظمیں درج ذیل ہیں:

چندے کا دھندہ

اگر چندے کی حاجت ہے تو کرو دعویٰ رسالت کا
سنا ہے قادیاں میں بانسری بجتی ہے گوکل کی
محمد الف ثانی سے غلام احمد کو کیا نسبت
اگر مکہ سے بھی کرتا وہ ڈھینچوں ڈھینچوں ہوائے
سرشت مومن کا بدلنا غیر ممکن ہے
یغیر اس ڈھونگ کے چندہ مہیا ہو نہیں سکتا
مگر ہر بانسری والا کتھیا ہو نہیں سکتا
شری کتنا بھی اذیچا ہو ریتا ہو نہیں سکتا
یہ ظاہر ہے حریعی گویا ہو نہیں سکتا
چنبیلی کا یہ پودا کلتا ہو نہیں سکتا

حدیث قادیان

رداء بخاری!

حقیقت قادیان کی پوچھ لیجئے ابن جوزی سے
یہ وہ تلکوس ہے ابلیس کو خود ناز ہے جس پر
پہلی ہے مغربی تہذیب کے آغوشِ عشرت میں
نصاری کی رضا جوئی ہے مقصد اس نبوت کا
پاس لہاس کی موجیں آئے دن کرتی ہیں غمزدی
کھوکھاری کے پردے میں سیہ کاری کا حیلہ ہے
مسلمانوں کو اس رندے نے اچھی طرح چھیلا ہے
نبوت بھی رسی ہے پھیر بھی رسیلا ہے
اور ابطال جہاد انجام مقصد کا وسیلا ہے
کہ پوتا قادیاں کے رب اکبر کا رگیلا ہے

مداری کی پٹواری

قسم ہے قادیان کے مگر خوں کی گلِ غداری کی
پرستان کو نہ شرمائے بھلا قصرِ خلافت کیوں
بشیر الدین اور کشمیر کی ہمدردیاں چھوڑے
جواب ”لفضل“ کا ترکی بہ ترکی دے تو دیں ہم بھی
میرے ہر شعر کی زد کا سہ سر پر بھی پڑتی ہے
یہ مانا بھول جاتے قادیاں میرے تحائف کو
غلام احمد کی الماری پٹاری ہے مداری کی
کہ فصل گل ہے اور آمد ہے ابرو بہاری کی
نظرِ تحیر سے تم پھیرتے ہو اک شکاری کی
اتاریں کیسے لیکن نقلِ اصواتِ حماری کی
نہ لائے گا کبھی محمود تاب اس ضربِ کاری کی
مگر کیا بھول سکتا ہے وہ سوغاتیں بخاری کی

قادیان کی نبوت

بروزی ہے نبوت قادیاں کی
عداوت حق ہے باطل سے محبت
برازی ہے خلافت قادیاں کی
ہے اتنی ہی حقیقت قادیاں کی

ہیں احمق جس قدر ہندوستان میں ہے آباد ان سے جنت قادیاں کی نصاریٰ کی پرستش کے سب اسرار سکھاتی ہے شریعت قادیاں کی دمشق اور اندلس کے بھاگ جاگے ہیں جس وقت لغت قادیاں کی مسلمانوں کی آزادی ہو تاہو الم نشرح ہے نیت قادیاں کی گئے رونے بشیر الدین محمود بنائی میں نے وہ گت قادیاں کی

پچی پچی

نبوت مجھے بخشی انگریز نے یہ پودا اسی کا ہے خود کاشتہ پلومر کی بھی سلامت رہے ہے جس کی صبحی مرا ناشتہ کتھیا بھی ہوں اور مہدی بھی ہوں ہے دونوں کی عزت میری داشتہ دکھائے نہ توحید آکھیں مجھے کہ کلیت ہے پرچم افزاشتہ یہ ہے پچی پچی کی بدوقت ٹچ جو ہے میری ٹیلی زر اپنا شتہ

برطانوی سامراج کی چوکھٹ پر

ڈاکٹر محمد معظم (ایم اے، ایم بی بی ایس، ڈی سی پی لندن)

”درج ذیل مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیف ”تحفہ قیسریہ“ کے بلا تمبرہ اقتباسات ہیں۔ یہ مرزا قادیانی کی اس طویل عرضداشت کا حصہ ہیں جو انہوں نے محکم ہندوستان کی انگریز ملکہ وکٹوریہ کی شصت سالہ جوبلی کی ایک تقریب میں پیش کی تھی۔ اس قصیدے کا لفظ، لفظ، قصیدہ نگار کی ذہنی اور فکری کیفیت، اخلاقی اور سیاسی حالت کا عکاس ہے۔ انگریز نے ڈیڑھ سو سال کے لگ بھگ برصغیر پر ظالمانہ قبضہ جمائے رکھا۔ اس کے اقتدار کی تحسین سامراجی عزائم کی تائید اور ان کی بقا کی آرزو صرف وہی شخص کر سکتا ہے جسے قوی جدوجہد آزادی کا پاس نہ ہو۔ اور جو دین و ملت کا خدار ہو۔ مرزا قادیانی کی عبارت من و عن درج کی گئی ہیں۔ یقیناً گرائمر کی غلطیوں سمیت صرف عنوانات مرتب کئے ہیں۔ (مرتب)

کتاب کا نام اور کوائف جو پہلے صفحے پر درج ہیں: الہدیۃ المبارکہ یعنی تحفہ قیسریہ بمقام قادیان مطبع ضیاء الاسلام میں چھپا۔ ۲۵ مئی ۱۸۹۷ء

ملکہ معظمہ (وکٹوریہ) سے جی اطاعت کا طریق سمجھانا ”مقاصد بحث“ میں شامل ہے۔ ”اس شخص کی طرف سے ہے جو یسوع مسیح کے نام پر طرح طرح کی بدعتوں سے دنیا کو چھوڑانے کے

لئے آیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ امن اور نرمی کے ساتھ دنیا میں سچائی قائم کرے اور لوگوں کو اپنے پیدا کنندہ سے سچی محبت اور بندگی کا طریق سکھائے اور اپنے بادشاہ ملکہ معظمہ سے جس کی وہ رعایا ہیں۔ سچی اطاعت کا طریق سمجھائے۔“ (تحدہ قیسریہ میں ۳۰، خزائن ج ۱۲ ص ۲۵۵)

ایک ”مسح“ ایک مسیحی امتی عورت ملکہ وکٹوریہ کے حضور: ”اور یہ نوشتہ ایک ہدیہ شکر گزاری ہے کہ جو عالی جناب قیسرہ ہند ملکہ معظمہ والی انگلستان ہندو ام اقبالہا بالقاہا کے حضور میں تقریب جلسہ جو ملی شصت سالہ بطور مبارک باد پیش کیا گیا ہے۔ مبارک! مبارک! مبارک!!! اس خدا کا شکر ہے جس نے آج ہمیں عظیم الشان خوشی کا دن دکھلایا کہ ہم نے اپنی ملکہ معظمہ قیسرہ ہند انگلستان کی شصت سالہ جو ملی کو دیکھا۔ جس قدر اس دن کے آنے سے مسرت ہوئی کون اس کو اندازہ کر سکتا ہے؟ ہماری محسنہ قیسرہ مبارکہ کو ہماری طرف سے خوشی اور شکر سے بھری ہوئی مبارک باد پہنچے۔“ (تحدہ قیسریہ میں ۱۲، خزائن ج ۱۲ ص ۲۵۴)

”ہماری ملکہ معظمہ قیسرہ ہند کو جو اپنی رعایا کی مختلف اقوام کو کنار عاطفت میں لئے ہوئے جس کے ایک وجود سے کروڑ ہا انسانوں کو آرام پہنچ رہا ہے۔ تادیر سلامت رکھے اور ایسا ہو کہ جلسہ جو ملی کی تقریب پر (جس کی خوشی سے کروڑ ہا دل برلش اٹھیا اور انگلستان کے جوش نشاط میں ان پھولوں کی طرح حرکت کر رہے ہیں۔ جو نیم صبا بھی ٹھنڈی ہوا سے ٹکفتہ ہو کر پرندوں کی طرح اپنے پیردوں کو ہلاتے ہیں۔) جس زور و شور سے زمین مہلک ہادی۔ کے لئے اچھل رہی ہے۔ ایسا ہی آسمان بھی اپنے آفتاب و ماہتاب اور تمام ستاروں کے ساتھ مبارکباد دے۔“ (تحدہ قیسریہ میں ۱۲، خزائن ج ۱۲ ص ۲۵۴)

ملکہ معظمہ کے احسانات کو یاد کرنا واجب ہے

”ہر ایک شخص پر واجب ہے کہ ملکہ معظمہ کے احسانات کو یاد کر کے مخلصانہ دعاؤں کے ساتھ مبارکباد دے اور حضور قیسرہ ہند انگلستان میں شکر گزاری کا ہدیہ گزارے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے۔ میرے لئے خدا نے پسند کیا کہ میں اپنی آسمانی کارروائی کے لئے ملکہ معظمہ کی پرامن حکومت کی پناہ لوں۔“ (تحدہ قیسریہ میں ۳، خزائن ج ۱۲ ص ۲۵۵)

کارنامہ اپنا

”اور اگرچہ میں نے اس شکر گزاری کے لئے بہت سی کتابیں اردو، عربی اور فارسی میں تالیف کر کے اور ان میں جناب ملکہ معظمہ کے تمام احسانات کو برلش اٹھیا کے مسلمانوں کے شامل

حال ہیں۔ اسلامی دنیا میں پھیلائی ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان کو کچی اطاعت اور فرمانبرداری کی ترغیب دی ہے۔ لیکن میرے لئے یہ ضروری تھا کہ یہ تمام کارنامہ اپنا جناب ملکہ معظمہ کے حضور میں بھی پہنچاؤں۔

اپنا تعارف

صبح موعود کا نام اور خاندان۔ ”عین اس بات کو ظاہر کرنا بھی اپنی روشناسی کرانے کی غرض سے ضروری دیکھتا ہوں کہ میں حضرت ملکہ معظمہ کی رعایا میں سے پنجاب کے ایک معزز خاندان میں ایک شخص ہوں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے مشہور ہوں جو میرے والد کا نام مرزا غلام مرتضیٰ اور ان کے والد کا نام مرزا اعطاء محمد اور ان کے والد کا نام مرزا گل محمد..... مجھے جیسا کہ آگے بیان ہوگا اپنی خدمت میں لے لیا اور جیسا کہ وہ اپنے بندوں سے قدیم سے کلام کرتا آیا ہے۔ مجھے اس نے اپنے مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف بخشا اور مجھے اس نے نہایت پاک اصولوں پر جو نوع انسان کے لئے مفید ہیں قائم کیا۔ چنانچہ مجملہ ان اصولوں کے جن پر مجھے قائم کیا گیا ہے۔ ایک یہ ہے۔“

دوسرا مقصد بعثت

”اور دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے اس مسئلہ کی اصلاح ہے۔ جو بعض نادان مسلمانوں میں مشہور ہے۔“

(تخفہ قیصریہ ص ۱۰، خزائن ج ۱۱ ص ۲۶۲)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی پر تبصرہ

”کسی عادل گورنمنٹ کے سایہ معدلت کے نیچے رہ کر جیسا کہ ہماری ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کی سلطنت ہے۔ پھر اس کی نسبت بغاوت کا قصد رکھنا اس کا نام جہاد نہیں ہے بلکہ یہ ایک نہایت وحشیانہ اور جہالت سے بھرا ہوا خیال ہے۔ جس گورنمنٹ کے ذریعے سے آزادی سے زندگی بسر ہو اور پورے طور پر امن حاصل ہو۔ اور فرائض مذہبی کا حقہ ادا کر سکیں۔ اس کی نسبت بذیقتی کو عمل میں لانا ایک بجرمانہ حرکت ہے نہ جہاد۔ اس لئے ۱۸۵۷ء میں مفسدہ پرداز لوگوں کی حرکت کو خدا نے پسند نہیں کیا۔ اور آخر طرح طرح کے عذابوں میں وہ مبتلا ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنی محسن اور مربی گورنمنٹ کا مقابلہ کیا۔ سو خدا تعالیٰ نے مجھے اس اصول پر قائم کیا ہے کہ محسن گورنمنٹ کی جیسا کہ یہ گورنمنٹ برطانیہ ہے۔ کچی اطاعت کی جائے اور کچی شکرگزاری کی جائے۔ سو میں اور میری

جماعت اس اصول کے پابند ہیں۔ چنانچہ میں نے اس مسئلہ پر عمل درآمد کرانے کے لئے بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کیں..... یہ کتابیں ہزار ہا روپیہ کے خرچ سے طبع کرائی گئیں اور پھر اسلامی ممالک میں شائع کی گئیں اور میں جانتا ہوں کہ یقیناً ہزار ہا مسلمانوں پر ان کتابوں کا اثر پڑا ہے۔“ (تحفہ قیصریہ ص ۱۲۱۱، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۳، ۲۶۴)

۱۸۶۷ء کی جنگ آزادی کے دوران خاندانی کردار

”میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ دربار گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریز کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں ۵۰ گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور ۵۰ جوان جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔“

(تحفہ قیصریہ ص ۱۸، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۰، ۲۷۱)

ظاہر و باطن کی وفادار جماعت

”بالخصوص وہ جماعت جو میرے ساتھ تعلق بیعت و مریدی رکھتی ہے وہ ایک ایسی پکی مخلص اور خیر خواہ اس گورنمنٹ کی بن گئی کہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ وہ گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے۔ جن کا ظاہر و باطن گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے۔“ (تحفہ قیصریہ ص ۱۲، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۳)

حسن طلب؟

”اور میں نہ اپنے نفس سے اور نہ اپنے خیال سے بلکہ خدا سے مامور ہوں کہ جس گورنمنٹ کے سایہ عطفوت کے نیچے میں امن کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اس کے لئے دعا میں مشغول رہوں۔“ (تحفہ قیصریہ ص ۱۳، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۵)

مسلمانوں پر قابو پانے کے لئے بعض مشورے

”اور میری رائے میں مسلمانوں کے لئے مذہبی خیالات کے اظہار میں قانونی حد تک وسیع اختیارات ہونے بڑی پر خیر مصلحت ہے کیونکہ وہ اس طور سے اپنی اصل غرض کو پا کر جنگجویی کی عادات کو بھلا دیں گے۔ وجہ یہ کہ جیسا کہ ایک فشی چیز کا استعمال کرنا دوسری فشی چیز سے فارغ کر دیتا ہے۔ ایسا ہی جب ایک مقصد ایک پہلو سے لکھا ہے۔ تو دوسرا پہلو خود دست ہو جاتا ہے۔“

(تحفہ قیصریہ ص ۱۲، خزائن ج ۱۲ ص ۲۶۳)

تمام نبیوں پر ظاہر ہوا اور ابتداء سے زمین کو تاریکی میں پا کر روشن کرتا آیا ہے۔ اس نے اس زمانہ کو بھی اپنے فیض سے محروم نہیں رکھا۔ بلکہ جب دنیا کو آسانی روشنی سے دور پایا تو اس نے چاہا کہ زمین کی سطح کو ایک نئی معرفت سے منور کرے اور نئے نشان دکھائے اور زمین کو روشن کرے۔ سو اس نے مجھے بھیجا اور میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے زیر سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام، فصیحت اور وعظ کا ادا کر رہا ہوں۔ اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر رعایا میں سے شکر واجب ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے۔ کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصر ہند کی حکومت کے زیر سایہ کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں۔ ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ کسی اور گورنمنٹ کے زیر سایہ انجام پذیر ہو سکتے۔“ (تحد قیصریہ ص ۳۲، ۳۱، خزائن ج ۱۳ ص ۲۸۳، ۲۸۴)

برطانوی حکومت کے سامنے الحاح وزاری

”اور نیز وہ باتیں جو میں نے یسوع مسیح کی زبان سے سنیں اور وہ پیغام جو اس نے مجھے دیا۔ ان تمام امور نے مجھے تحریک کی کہ میں جناب ملکہ معظمہ کے حضور میں یسوع کی طرف سے اپنی ہو کر بادب التماس کروں۔“ (تحد قیصریہ ص ۲۳، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۵)

”لیکن اے ملکہ معظمہ قیصر ہند ہم عاجزانہ ادب کے ساتھ حیرے حضور میں کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں کہ تو اس خوشی کے وقت میں جوشت سالہ جوہلی کا وقت ہے یسوع کے چھوڑنے کے لئے کوشش کر۔“ (تحد قیصریہ ص ۲۵، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۷)

”اگر حضور ملکہ معظمہ میرے تصدیق دعویٰ کے لئے مجھ سے نشان دیکھنا چاہیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو کہ وہ نشان ظاہر ہو جائے اور نہ صرف یہ بلکہ دعا کر سکتا ہوں کہ یہ تمام زمانہ عافیت اور صحت سے بسر ہو۔ لیکن اگر کوئی ظاہر نہ ہو اور میں جھوٹا لکھوں تو میں اس سزا میں راضی ہوں کہ حضور ملکہ معظمہ کے پایہ تخت کے آگے پھانسی دیا جاؤں یہ سب الحاح اس لئے ہے کہ کاش ہماری محبت ملکہ معظمہ کو اس آسمان کے خدا کی طرف خیال آ جائے جس سے اس زمانہ میں عیسائی مذہب بے خبر ہے۔“ (تحد قیصریہ ص ۲۳، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۶، ۲۷۷)

”اور یسوع کی طرف سے رسول کی طرح ہو کر جس طرح کشتی عالم میں اس کی زبان سے سنا حضور قیصر ہند میں پہنچا دیتے ہیں۔“ (تحد قیصریہ ص ۲۲، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۴)

”اور خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں ایک یہ بھی ہے جو میں نے عین بیداری میں جو کشتی بیداری کہلاتی ہے۔ یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے۔ قیصر ہند میری

توجہ سے مسج کو دیکھ سکتی ہیں..... کیونکہ میں وہ شخص ہوں جس کی روح میں بردز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسا تختہ ہے جو حضرت ملکہ معظمہ قیصرہ انگلستان و ہند کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لائق ہے۔“

”ان واقعات پر نظر ڈالنے سے نہایت آرزو سے دل چاہتا ہے کہ ہماری قیصرہ ہند دام اقبالہا بھی قیصرہ روم کی طرح ایسا مذہبی جلسہ پایہ تخت میں انعقاد فرمادیں کہ یہ روحانی طور پر یہ یادگار ہوگی۔ مگر یہ جلسہ قیصرہ روم کی نسبت زیادہ توسیع کے ساتھ ہونا چاہئے۔ کیونکہ ہماری ملکہ معظمہ بھی اس قیصر کی نسبت زیادہ وسعت اقبال رکھتی ہیں۔ اور اس التماس کا ایک یہ بھی سبب ہے کہ جب سے اس ملک کے لوگوں نے امریکہ کے جلسہ مذاہب سے اطلاع پائی ہے۔ طبعاً دلوں میں یہ جوش پیدا ہو گیا ہے کہ ہماری ملکہ معظمہ بھی خاص لندن میں ایسا جلسہ منعقد فرمائیں تاکہ اس تقریب سے اس ملک کی خیر خواہ رعایا اور ان کے رئیسوں اور عالموں کے گروہ وہ خاص لندن پایہ تخت میں شرف لقاء حضور حاصل کر سکیں۔“

”سو! اے ہماری عالم پناہ ملکہ خدا تجھے بے شمار فضلوں سے معمور کرے۔ اس مقدمہ کو اپنی قدیم منصفانہ عادت کے ساتھ فیصلہ کر۔“

(تختہ قیصریہ میں ۲۶، خزائن ج ۱۲ ص ۲۷۸)

خاتمہ کتاب

”اب میں حضور ملکہ معظمہ میں زیادہ مصداق اوقات ہونا نہیں چاہتا اور اس دعا پر یہ عریضہ ختم کرتا ہوں کہ:

اے قادر کریم اپنے فضل و کرم سے ہماری ملکہ معظمہ کو خوش رکھ جیسا کہ ہم اس کے سایہ عاطفت کے نیچے خوش ہیں۔ اور اس سے نیکی کر جیسا کہ ہم اس کی نیکیوں اور احسانوں کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان معروضات پر کریمانہ توجہ کرنے کے لئے اس کے دل میں آپ الہام کر ہر ایک قدرت اور طاقت تجھی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔“

الملتمس: خاکسار مرزا غلام احمد قادیان ضلع گورداس پور پنجاب

قادیانی تحریک قانون کی عدالت میں

مرتب: محمد سعید الرحمن علوی!

..... فیصلہ مقدمہ بہاول پور ۱۹۳۵ء بعدالذات ”یہ تمام مہدیے ہیں کہ جن سے سوائے مرزا قادیانی جناب شیخ محمد اکبر و سترکٹ جج بہاول پور۔ کو کافر قرار دینے کے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہو سکتا۔“

۲..... فیصلہ مقدمہ راولپنڈی ۱۹۵۵ء بعدالت شیخ محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راولپنڈی	”مرزا کی دائرۃ اسلام سے خارج ہیں۔“
۳..... فیصلہ جیس آباد ۱۹۶۹ء بعدالت شیخ محمد رفیق کوریج جج سول اور فیملی کورٹ	”مرزا کی خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری، غیر مسلم ہیں۔“
۴..... فیصلہ رحیم یار خان ۱۹۷۲ء بعدالت چودھری محمد نسیم سول جج	”مسلمان آبادیوں میں قادیانیوں کو تبلیغ کرنے یا عبادت گاہ بنانے کی اجازت نہیں۔“
۵..... فیصلہ بہاولپور ۱۹۷۲ء بعدالت ملک احمد خان، کمشنر بہاول پور	”مرزا کی، مسلم امت سے بالکل الگ گروہ ہے۔“
۶..... آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد ۱۹۷۳ء محرک میجر محمد ایوب	”قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔“
۷..... رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کی قرارداد اپریل ۱۹۷۳ء	حزب اختلاف کی اور سرکاری قراردادیں۔
۸..... آئینی ترمیم، پاکستان کے دستور میں ستمبر ۱۹۷۳ء	”مولانا ہزاروی کی قرارداد، خصوصی کمیٹی کی متفقہ قرارداد، سفارشات اور ترمیم شدہ دفعات کی تفصیلات۔“

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔

اس عقیدہ سے متعلق قرآن کریم اور حضور علیہ السلام کے ۳ سو کے قریب ارشادات موجود ہیں۔ پھر جناب نبی کریم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے جس مسئلہ پر اجماع ہوا وہ یہی مسئلہ ہے اور چودہ سو سال میں امت مسلمہ اس عقیدہ میں متفق الٹا نہیں ہے۔

لیکن انگریز سرکار نے اپنی ظالمانہ حکومت کے لئے جب رہائی سندھیا کرنے کا اہتمام کیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کو اس مقصد کے لئے منتخب کیا۔ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کر کے انگریز سرکار کی خوشامد شروع کی اور اس کی خوشنودی کے لئے جہاد کو حرام قرار دیا بلکہ اس بنیادی عقیدہ کے خلاف بھی بغاوت کی۔ چنانچہ علماء، صلحاء اور عام مسلمان شروع دن سے اس کھلی گمراہی کے خلاف برسر پیکار ہیں۔

اس کے علاوہ ۱۹۰۲ء اور ۱۹۳۳ء میں افغانستان میں جانے والے مرزا کی مبلغوں کو وہاں کی حکومت نے ارتداد کے جرم میں سنگسار کر دیا۔

مختلف مواقع پر دنیا کی مختلف عدالتیں ان کے خلاف فیصلے صادر کرتی رہیں۔ مثلاً ۱۹ نومبر ۱۹۲۷ء کا فیصلہ جو چیف جسٹس مارشل نے صادر کیا۔ ۱۹۳۵ء میں حکومت ترکیہ کا فیصلہ اور ۱۹۵۵ء میں حکومت مصر، شام اور عراق کے فیصلے اپنی مثال آپ ہیں۔

برصغیر کی تاریخ میں اس موضوع پر جو عدالتی کارروائی ہوئی یا آئین و قانون کی رو سے جو فیصلے ہوئے ان کی تفصیل پیش ہے۔

(مرتب)

ڈسٹرکٹ جج بہادور پور جناب محمد اکبر خان کا فیصلہ ۱۹۳۵ء: چند اقتباسات

”معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی جب اس میدان میں گامزن ہوئے اور ان پر مکاشفات کا سلسلہ جاری ہونے لگا تو وہ اپنے آپ کو سنہال نہ سکے اور صوفیائے کرام کی کتابوں میں وحی اور نبوت کے الفاظ موجود پا کر انہوں نے اولیاء اللہ سے اپنا مرتبہ بلند دکھانے کی خاطر اپنے لئے نبوت کی ایک اصطلاح تجویز فرمائی۔ جب لوگ یہ سن کر چوکے لگے تو انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کرنا چاہا کہ تم گھبراتے کیوں ہو۔ آنحضرت ﷺ کے اتباع سے جس مکالمہ اور مخاطبہ کے تم لوگ قائل ہو۔ میں ان کی کثرت کا نام ہو جب حکم الہی نبوت رکھتا ہوں۔ یہ صرف لفظی نزاع ہے سو ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ کوئی اصطلاح مقرر کرے۔ گویا انہوں نے نبی کے لفظ کو برعکس اس کی اصل اور عام فہم مراد کے یہاں اصطلاحی طور کثرت مکالمہ اور مخاطبہ پر حادی کیا۔ اور یہ اصطلاح بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم کی۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ اس لفظ کا استعمال کثرت سے اپنے متعلق کرنے لگے تو لوگ پھر چوکے اس پر انہوں نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کیا کہ میں کوئی اصلی نبی تو نہیں۔ بلکہ اس معنی میں کہ میں نے تمام کمال آنحضرت ﷺ کے اتباع اور فیض سے حاصل کیا ہے۔ غلطی اور بددلی نبی ہوں۔ اور اس کے انہوں نے ان آیات قرآنی کی جو ”شاید کسی اچھے وقت میں ان پر نازل ہوئی تھیں۔“ اپنے اوپر چسپاں کرنا شروع کر دیا اور شدہ شدہ تشریحی نبوت کے دعوے کا اظہار کر دیا لیکن صریح آیات قرآنی اور احادیث اور اقوال بزرگان سے جب انہیں اس میں کامیابی نظر نہ آئی تو انہوں نے اس دعویٰ کو ترک کر کے اپنا مقرر نزول عیسیٰ علیہ السلام کی احادیث میں جاسٹاش کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو بذریعہ وحی ثابت کر کے یہ دکھایا کہ ان احادیث کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں کسی شخص کو نبوت کا درجہ عطا کیا جائے گا۔“

”معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے پھر آخر عمر میں جا کر اپنے دعویٰ کی غلطی کو محسوس کیا

اور پھر اصطلاحی نبوت کو ہی جا کر قائم کیا جس سے انہوں نے اپنے دعویٰ کی ابتداء شروع کی تھی۔ جیسا کہ ان کے خط سے جو انہوں نے وفات سے دو تین یوم قبل اخبار عام کے ایڈیٹر کے نام لکھا تھا ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں درج ہے کہ ”سو میں اس درجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی میں نبی کے یہ معنی ہیں کہ خدا سے الہام پا کر بکثرت پیش گوئی کرنے والا۔“ ان تمام واقعات کو مد نظر رکھتے ہوئے سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے بجا طور پر کہا ہے کہ مرزا قادیانی کی کی کتابیں دیکھنے سے یہ بات پوری طرح روشن ہوتی ہے کہ ان کی ساری تصانیف میں صرف چندی مسائل کا تکرار اور دور ہے۔ ایک ہی مسئلہ ایک ہی مضمون کو بیسیوں کتابوں میں مختلف عنوانوں سے ذکر کیا ہے اور پھر سب اقوال میں اس قدر تہافت اور تعارض پایا جاتا ہے اور خود مرزا قادیانی کی ایسی پریشان خیالی ہے اور بالقصد ایسی روش اختیار کی ہے کہ وہ نتیجہ گزبور ہے اور ان کو بوقت ضرورت غلط اور مفریاتی رہے۔ چنانچہ کہیں ختم نبوت کے عنوان کو اپنے مشہور اور اجتماعی معنی کے ساتھ قطعی اور اجماعی عقیدہ کہتے ہیں اور کہیں ایسا عقیدہ بتلانے والے مذہب کو لعنتی اور شیطانی مذہب قرار دیتے ہیں۔ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو امت محمدیہ ﷺ کے عقیدہ کے موافق موازات دین میں داخل کرتے ہیں اور اس پر اجماع ہونا نقل کرتے ہیں اور کہیں ایسے عقیدہ کو مشرکانہ عقیدہ بتلاتے ہیں۔“

”ختم نبوت کا عقیدہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ اسلام کے اہم اور بنیادی مسائل میں سے اور خاتم النبیین کے جو معنی مدعا علیہ کی طرف سے بیان کئے گئے ہیں۔ آیات قرآنی اور احادیث صحیح سے اس کی تائید نہیں ہو سکتی۔ اس کے صحیح معنی وہی ہیں جو کہ گواہان نے مدعیہ نے بیان کئے ہیں۔“

”اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آیت خاتم النبیین قطعی الدلالت ہے اور اس کے لفظ کے معنی ایسے نہیں ہو سکتے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین بمعنی آخری نبی سمجھنے کے منافی ہوں اور چونکہ یہ اجماعی عقیدہ ہے۔ اس لئے عقیدہ مذکورہ بالا سے انکار کفر ہے۔ مدعا علیہ کی طرف سے جو یہ کہا گیا ہے کہ تاویل کرنے والے کو کافر نہیں سمجھا گیا اور جن مسائل کی بناء پر اس نے ایسا کہا ہے وہ اس قبیل کے نہیں۔ جیسا کہ مسئلہ ختم نبوت۔ لہذا یہ قرار دیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کے جو معنی مدعیہ کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ اور اس معنی کے تحت جو عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے اس عقیدہ اعراف ارتداد کی حد تک پہنچا ہے اور یہ کہ آنحضرت کے بعد عہد نبوت اور وحی نبوت منقطع ہو چکے ہیں۔ مرزا قادیانی صحیح اسلامی عقائد کی رو سے نبی نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے آیات

قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے۔ جیسا کہ ایک آیت ”هو الذی ارسل رسولہ..... الخ“ کے متعلق انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس میں میرا ذکر ہے اور دوسرے الہام بالفاظ محمد رسول اللہ بیان کر کے یہ کہا کہ اس میں میرا نام رکھا گیا اور رسول بھی۔ اس طرح کئی ایسی تصریحیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آیات قرآنی کو اپنے اوپر چسپاں کرتے تھے اور اس سے بھی رسول ﷺ کی توہین ہوتی ہے۔“

”اور حضرت مریم کی شان میں مرزا قادیانی نے جو کچھ کہا ہے اور جس کا حوالہ شیخ الجامعہ صاحب گواہ مدعیہ کے بیان میں ہے اور جس کا مدعا علیہ کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ اس سے قرآن شریف کی صریح آیات کی تکذیب ہوتی ہے۔ یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن سے سوائے مرزا قادیانی کو کافر قرار دینے کے کوئی نتیجہ اخذ نہیں ہوتا۔“

”مدعا علیہ کی طرف سے مرزا قادیانی کے بعض کتب کے حوالوں کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے کسی نبی کی توہین نہیں کی۔ اس کا جواب سید انور شاہ صاحب گواہ مدعیہ نے جواب دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ایک جگہ کلمات توہین ثابت ہو گئے تو اگر ہزار جگہ کلمات مدعیہ لکے ہوں اور ثناء خوانی بھی کی ہو تو وہ کفر سے نجات نہیں دلا سکتے جیسا کہ تمام دنیا اور دین کے قواعد مسلمہ اس پر شاہد ہیں کہ اگر ایک شخص تمام عمر کسی کا اتباع اور اطاعت گزاری کرنے اور مدح و ثناء کرتا رہے لیکن کبھی کبھی اس کی سخت ترین توہین بھی کر دے تو کوئی شخص اس کو مطیع اور معتقد واقعی نہیں کہہ سکتا۔“

عدالتی فیصلہ جناب شیخ محمد رفیق گوریہ سول جج جیمس آباد سندھ

۲۲ مارچ ۱۹۶۹ء

”مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے۔ کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے۔ اس طرح جو غیر مسلم قرار پایا غیر مؤثر ہے۔ اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ چنانچہ مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعا علیہ کی بیوی نہیں ہے۔“

فیصلہ کمشنر بہاول پور ڈویژن

بدالت ملک احمد خاں (پی سی ایل)..... ۸ نومبر ۱۹۷۷ء

”آج فریقین ہمراہ وکلاء حاضر ہیں۔ ہم نے ان کے عذرات کی سماعت کر لی ہے۔“

فیض محمد اہلانت کا حق تسلیم کیا جائے کیونکہ:

فلکثر نے اس بات پر غور ہی نہیں کیا کہ فضل احمد رسپانڈنٹ احمدی فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جو مسلم امت سے بالکل الگ تھلگ گروہ ہے۔ اس فرقہ کا مسلم امت سے سوشل کمرشل اور مذہبی کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔ اس پتی میں رسپانڈنٹ واحد پتی دار ہے جو احمدی ہے جبکہ دیگر تمام پتی دار مسلمان اہل سنت والجماعت ہیں۔ لہذا ریونیو بورڈ ۱۹۶۸ء کے رول نمبر ۱۷ (ایف) میں تقرر نمبر دار کے لئے کمیونٹی (Community) کی اہمیت اور طاقت کو زیر غور رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ان دونوں فریقوں میں بہت فرق ہے۔ مذہبی اور معاشرتی دونوں حیثیتوں سے ان کے درمیان کوئی اتحاد و اتفاق نہیں ہے۔ احمدی گروہ کے مذہبی رہنما مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی کتابوں میں احمدی گروہ کے درج ذیل قسم کے متعدد ہدایات دی ہیں۔

.....۱ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

.....۲ غیر احمدی کے پیچھے احمدی کا جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

.....۳ غیر احمدی کے نکاح میں احمدی لڑکی دینا ناجائز ہے۔

.....۴ ہمارا حج مسلمانوں کے حج سے الگ ہے۔

سر فخر اللہ وزیر خارجہ پاکستان نے قائد اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔

ریکارڈ ملاحظہ کرنے اور فاضل وکیل کے دلائل کافی وزن دار ہیں۔

مدعی اور مدعا علیہ دونوں اگرچہ ایک ہی قوم جٹ کے افراد ہیں۔

مگر ان کے مذہبی، سماجی، معاشرتی اختلاف نے ان کو ایک دوسرے سے بالکل جدا کر دیا ہے۔ اس لئے فضل محمد کو اس پر ترجیح دیتے ہوئے ہم فضل احمد کی اپیل نام منظور کرتے ہیں اور فضل محمد کی اپیل منظور کرتے ہیں۔“

آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد

۲۸ اپریل ۱۹۷۴ء آزاد کشمیر اسمبلی کے معزز رکن جناب میجر محمد ایوب صاحب نے درج ذیل قرارداد پیش کی جو اتفاق رائے سے اسمبلی نے منظور کر لی۔

”قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔ ریاست میں جو قادیانی رہائش پذیر ہیں ان کی باقاعدہ رجسٹریشن کی جائے اور انہیں اقلیت قرار دینے کے بعد ان کی تعداد کے مطابق مختلف شعبوں میں ان کی نمائندگی کا تعین کرایا جائے۔“

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ ریاست میں قادیانیت کی تبلیغ ممنوع ہوگی۔“

میجر صاحب نے اپنی قرارداد پر دلائل دیتے ہوئے دوسری چیزوں کے علاوہ آئین پاکستان کے ص ۱۴ پر درج شدہ صدر مملکت اور وزیراعظم کے مجوزہ حلف نامے بھی پڑھ کر سنائے اور کہا کہ: ”آئین میں ان دونوں سربراہوں کے لئے مسلمان ہونا لازم قرار دیا گیا اور ان حلف ناموں کے ضمن میں مسلمان کی جامع تعریف بھی شامل کر دی گئی ہے جس میں یہ بات واضح طور پر شامل ہے کہ حلف اٹھانے والا یہ اقرار کرتا ہے کہ اس کا ایمان ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

میجر صاحب نے واضح کیا کہ چونکہ احمدی حضور علیہ السلام کو آخری نبی نہیں مانتے بلکہ آپ ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تسلیم کرتے ہیں اس لئے وہ آئین کی رو سے غیر مسلم قرار پاتے ہیں۔“

۸ اپریل ۱۹۷۴ء کو رابطہ عالم اسلام مکہ مکرمہ کے زیر اہتمام ایک سو سے زائد

اسلامی انجمنوں کی

قرارداد

قادیانیت وہ باطل مذہب ہے جو اپنے ناپاک اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھتے ہوئے ہے۔ اس کی اسلام دشمنی ان چیزوں سے واضح ہے۔

الف اس کے بانی کا دعویٰ نبوت کرنا۔

ب قرآنی نصوص میں تحریف کرنا۔

ج جہاد کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا۔

قادیانیت برطانوی استعمار کی پروردہ ہے اور اس کے زیر سایہ سرگرم عمل ہے۔ قادیانیوں نے امت مسلمہ کے مفادات سے ہمیشہ غداری کی ہے اور استعمار اور صیہونیت سے مل کر اسلام دشمن طاقتوں سے تعاون کیا اور یہ طاقتیں بنیادی اسلامی عقائد میں تحریف و تغیر اور ان کی بیخ کنی میں مختلف طریقوں سے مصروف عمل ہیں۔

الف معابد کی تعمیر جن کی کفالت اسلام دشمن طاقتیں کرتی ہیں۔

ب اسکولوں، تعلیمی اداروں اور یتیم خانوں کا کھولنا جن میں قادیانی اسلام دشمن طاقتوں کے

سرمائے سے تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور قادیانی مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تحریف شدہ ترجمے شائع کر رہے ہیں۔ ان خطرات کے پیش نظر کانفرنس نے مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی ہے۔

۱..... تمام اسلامی تنظیموں کو چاہئے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے تمام مقامات میں جہاں وہ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہیں ان کا محاسبہ کریں اور ان کے پھیلانے ہوئے جال سے بچنے کے لئے عالم اسلام کے سامنے ان کو پوری طرح بے نقاب کیا جائے۔

۲..... اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کیا جائے۔

۳..... احمدیوں سے مکمل عدم تعاون اور اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ہر میدان میں مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ ان کے کفر کے پیش نظر ان سے شادی بیاہ کرنے سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔

۴..... کانفرنس اور تمام اسلامی ملکوں سے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے متبعین کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائی جائے اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ نیز ان کے لئے اہم سرکاری عہدوں کی ملازمتیں ممنوع قرار دی جائیں۔

۵..... قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان تراجم قرآن کا شمار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے اور ان تراجم کی تردید کا سد باب کیا جائے۔

۶..... دیگر تمام باطل فرقوں سے قادیانیوں جیسا سلوک کیا جائے۔“

بل محرک مولانا غلام غوث ہزاروی

ہر گاہ کہ

۱..... مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور لکھا ہے کہ: ”سرور عالم ﷺ کے اجاب سے یہ مقام پایا ہے اور وحی نے مجھے صریح نبی کا لقب دیا ہے۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۵۰، خزائن ج ۳۲ ص ۱۵۴)

۲..... مرزا غلام احمد قادیانی حضرت مسیح موعود بن بیٹھا ہے اور حیات مسیح کا اس لئے انکار کیا ہے جبکہ براہین احمدیہ لکھنے تک اس کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زمرہ موجود ہیں۔ (حقیقت الوحی ص ۱۴۸، ۱۴۹، خزائن ج ۳۲ ص ۱۵۲، ۱۵۳)

۳..... مرزا قادیانی نے سرور عالم ﷺ کی معراج جسمانی کا انکار کیا ہے۔ (ازالہ اہام ص ۴۷، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶ تا ۱۲۷) حالانکہ قرآن وحدیث اور امت کا فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ کو جاتے ہوئے

جسم مبارک کے ساتھ معراج ہوئی۔

۴..... مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد کا انکار کیا ہے اور انگریز کی اطاعت فرض قرار دی ہے۔ اس کا اپنا شعر ہے۔

اب چھوڑ دو اسے دوستو جہاد کا خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور جدال

(ہمیرہ محمد کوڑو دیہ میں ۲۶، خزائن ج ۱ ص ۷۷)

۵..... مرزا قادیانی نے وحی اور مکالمات الہیہ کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی وحی کو قرآن پاک کی طرح کہا ہے۔

آنچه من بشنوم ز وحی خدا
بخدا ہاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم
از خطا ہا ہمین ایمانم

(نزل اسحٰس ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۷۷)

اور اس سلسلہ میں امام ربانی مجدد الف ثانی پر جھوٹ بولا اور بہتان باندھا ہے کہ ”جب مکالمات الہیہ کی کثرت ہو جائے تو اس آدمی کو نبی کہتے ہیں۔“ (حقیقت الوحی ص ۳۹، خزائن ج ۲۲ ص ۴۶) حالانکہ انہوں نے محدث لکھا ہے نبی قطعاً نہیں لکھا۔

۶..... مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دیا ہے۔ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

اینک منم کہ حسب بشارت آدم
عیسیٰ کجا است تابند ہا بمنبرم

(درشین قاری ص ۷۹)

۷..... مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی لکھا ہے۔

(کشتی نوح ص ۶۶، خزائن ج ۱۹ ص ۷۱ حاشیہ)

اور پیغمبروں کی بھی توہین کی ہے۔ اس کے اشعار ہیں۔

انبیاء گرجہ بود اندب سے
من بہ عرفان نہ کمترم ز کسی

آنکہ داد است ہر نبی را جام
داد آن جام را امر ابتمام

(نزل آج ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۷۷۷)

۸..... مرزا قادیانی نے کافر کے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے کا انکار اور آخر کار ان کے نکلنے کا قول کیا ہے۔ جو قرآن پاک کے نصوص کے قطعاً خلاف ہے اور ہر گاہ کہ یہ تمام امور کفریہ ہیں ان کے کہنے اور ماننے سے آدمی اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۹..... مرزا قادیانی نے اپنے کو مسیح موعود نہ ماننے والے تمام مسلمانوں کو اسی طرح کافر کہا ہے جیسے قرآن اور حدیث کا انکار کرنے والوں کو اور عام مسلمانوں سے شادی کرنے اور ان کا جنازہ پڑھنے سے روکا ہے۔ (انوار خلافت ص ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵)

۹..... اور ہر گاہ کہ دنیا بھر کی تمام نمائندہ جماعتوں نے مکہ معظمہ میں جمع ہو کر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے اور اس مسئلہ میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو چاہے اس کو نبی مانیں یا محمد اور یا مسیح موعود، اسلام سے خارج ہیں۔ اور ہر گاہ کہ پاکستان کے عوام تمام مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور ان کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

مناہر میں پاکستان قومی اسمبلی کے اجلاس میں ہم یہ بل پیش کرتے ہیں۔

۱..... کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروں کو چاہئے کہ وہ مرزا کو نبی مانیں یا محمد و مسیح و موعود چاہے وہ قادیانی کہلائیں یا لاہوری احمدی..... سب کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔

۲..... ان سب کو کلیدی آسامیوں سے علیحدہ کر دیا جائے اور آئندہ ان کو ان آسامیوں پر متعین نہ کیا جائے۔

۳..... اور ان کا کوئی مخصوص شہر نہ ہو جہاں بیٹھ کر وہ ملک کے خلاف ہر طرح کی سازش کر سکیں۔ یہ بل پاس ہوتے ہی سارے پاکستان میں نافذ ہوگا اور اس بل کا نام ”غیر مسلم اقلیت بل“ ہوگا۔

(مولانا غلام غوث ہزاروی، (مولانا) عبدالحکیم، (مولانا) عبدالحق (بلوچستان) اراکین قومی اسمبلی)

حزب اختلاف کی قرارداد مورخہ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کا متن

۱..... چونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت محمد ﷺ کے بعد جو

اللہ کے آخری نبی ہیں، نبوت کا دعویٰ کیا۔

۲..... اور چونکہ اسی کا جھوٹا دعویٰ نبوت، قرآن کریم کی بعض آیات میں تحریف کی سازش اور جہاد کو ساقط کر دینے کی کوشش، اسلام کے مسلمات سے بغاوت کے مترادف ہے۔

۳..... اور چونکہ وہ سامراج کی پیداوار ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے۔

۴..... چونکہ پوری امت مسلمہ کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، خواہ

وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہوں یا اسے کسی اور شکل میں اپنا مذہبی پیشوا یا مصلح مانتے ہوں۔ وہ دائرہ

اسلام سے خارج ہیں۔

۵..... چونکہ اس کے پیروکار خواہ انہیں کسی نام سے پکارا جاتا ہو، وہ دھوکہ دہی سے مسلمانوں ہی

کا فرقہ بن کر اور اس طرح گھل مل کر اندرونی اور بیرونی طور پر تحریکی کاروائیوں میں مصروف ہیں۔

۶..... چونکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو ۶ تا ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء

مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی جس میں دنیا بھر کی ۱۳۰ مسلم تنظیموں اور

انجمنوں نے شرکت کی۔ اس میں کامل اتفاق رائے سے یہ فیصلہ صادر کر دیا گیا کہ قادیانیت جس

کے پیروکار دھوکہ دہی سے اپنے آپ کو اسلام کا ایک فرقہ کہتے ہیں۔ دراصل اس فرقہ کا مقصد

اسلام اور مسلم دنیا کے خلاف تحریکی کاروائیاں کرنا ہے۔ اس لئے اب یہ اسمبلی اعلان کرتی ہے کہ

مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ انہیں کسی نام سے پکارا جاتا ہو مسلمان نہیں ہیں اور یہ کہ اسمبلی میں

ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو دستور میں ضروری ترامیم کے ذریعے عملی جامہ

پہنایا جاسکے اور یہ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے ان کے جائز

حقوق کا تحفظ کیا جاسکے۔

سرکاری تحریک (مورخہ ۳۰ جون ۱۹۷۴ء) کا متن

یہ ایوان سارے ایوان پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی قائم کرتا ہے جس میں تقریریں کرنے

کا حق رکھنے والے اور دوسرے ارکان بھی شامل ہیں اور جن کے چیئرمین اس ایوان کے سپیکر ہوں

گے اور یہ خصوصی کمیٹی حسب ذیل فرائض سرانجام دے گی۔

۱..... ان لوگوں کی حیثیت متعین کی جائے جو آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت کے مسئلے پر ایمان

نہیں رکھتے۔

۲..... اس سلسلے میں کمیٹی کی پیش کردہ تجاویز، مشوروں اور قراردادوں پر اس معینہ مدت کے

اند غور و خوض مکمل کر لیا جائے جس کا تعین کمیٹی کرے گی۔

۳..... اس غور و خوض کے نتیجہ میں شہادتیں قلمبند کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے کے بعد کمیٹی اپنی سفارشات ایوان میں پیش کرے گی۔

متفقہ (تاریخی) قرارداد کا متن

جسے ۷ ستمبر ۱۹۷۲ء کو قومی اسمبلی نے منظور کیا۔

قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی مدد سے اس کے سامنے پیش یا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہے:

۱..... کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔

الف..... دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

ب..... دفعہ ۱۰۶ میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔

مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

۲..... کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح کی جائے۔

تشریح

کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق نمبر ۳ کی تشریحات کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل کرے یا تبلیغ کرے۔ وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

۳..... کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی لہرستوں کے قواعد مجریہ ۱۹۷۲ء میں منتخبہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

۴..... کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان

د مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے۔

- ۱..... عبدالحمید حمید زاده
۲..... مولانا مفتی محمود ۳..... مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی
۴..... پردیس غفور احمد ۵..... غلام فاروق ۶..... چودھری ظہور الہی
۷..... سردار مولانا بخش سومرو

آئین پاکستان کی متعلقہ (ترمیم شدہ) دفعات

آرٹیکل نمبر ۲۶۰

جو شخص خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل ایمان نہیں لاتا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی بھی انداز میں نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی نبوت یا مذہبی مصلح پر ایمان لاتا ہے۔ وہ از روئے آئین وقانون مسلمان نہیں ہے۔

آرٹیکل نمبر ۱۰۶ اگلا نمبر ۳

میں طبقتوں کے لفظ کے بعد قادیانی یا لاہوری گروپ کے اشخاص جو ”احمدی“ کہلاتے ہیں کے جملے کا اضافہ کر دیا گیا ہے اب کلاز نمبر ۳ کی صورت یہ ہوگی: ”صوبائی اسمبلیوں میں بلوچستان، پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور سندھ کی کلاز نمبر ۱ میں دی گئی نشستوں کے علاوہ ان اسمبلیوں میں عیسائی، ہندوؤں، سکھوں، بدھوں، پارسیوں اور قادیانیوں یا شیڈول کاسٹس کے لئے اضافی نشستیں ہوں گی۔“

آئین میں دوسری ترمیم کے بل کا متن

یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔ لہذا بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

۱..... یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

۲..... یہ ایکٹ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا۔ دفعہ ۱۰۶

کی شق نمبر ۳ میں لفظ اشخاص کے بعد الفاظ اور قوسین اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت اشخاص جو اپنے آپ کو ”احمدی“ کہتے ہیں درج کئے جائیں گے۔

آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم

دفعہ ۲۶۰ کی شق نمبر ۲ کے بعد حسب ذیل نئی شقیں درج کی جائیں گی۔

۳..... جو شخص حضرت محمد ﷺ جو آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی بھی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔

بیان و اغراض

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارشات کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے کہ اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے۔ اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ وزیر انچارج

شیخ اکبر اور ختم نبوت

علامہ رحمت اللہ ارشد مظلہ، قائد حزب اختلاف پنجاب اسمبلی

نبوت قادیانیہ سے وابستگان اپنے ہر اب نما دعوے کی تائید میں بہت سے بزرگان دین و ائمہ مجتہدین کے اقوال پیش کر کے خود ساختہ مطالب پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ عالم اسلام سے تعلق رکھنے والے ارباب بصیرت سمجھ چکے ہیں کہ اسلاف کے اقوال و آثار پیش کرنے سے ان کی فقید المثال شخصیت پر داغ لگ جانے کا احتمال تو ہے لیکن اسلامیان عالم کے لئے ظلمائیت و سکون کا سامان موجود نہیں ہو سکتا۔ چونکہ یزیدہ صد سال میں نبوت کی یہ موٹگافیاں ایک جدت پسندانہ تعبیر تھیں۔ اس لئے مرزا قادیانی کے لئے ایک ضروری اور لابدی امر تھا کہ وہ اپنے جرم کی اہمیت کو معدوم یا کم از کم کرنے کے لئے بہت سے سلف صالحین کے اقوال اپنی تائید میں

پیش کر کے حلقہ بگوشان آقائے مدنی کے لئے کسی قسم کا اطمینان پیدا کریں۔ ہر چند ایسی تاویلیں اور عبارات کی غلط تعبیریں قرآن کو حدیث، تفسیر و فقہ اور ادب و عربیت سے نااہل کو مطمئن کر سکتی ہے۔ لیکن میکدہ حجاز کے سرشاروں اور سرمستوں کے لئے کوئی تسکین بہم نہیں پہنچتی۔

سرمز میں ہند کی عربیت ناشعاسی اور علوم و بیہ کی لاعلمی نے ان دجل و تلحس کے علمبرداروں کے حوصلے اور بھی بلند کر دیئے۔ ایک لاعلم کی بے چارگی اور بے کسی کے لئے لاعلمیت ہی بلائے بے درمان ہے۔ اس کو مزید غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کے لئے زیادہ محنت و مشقت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ شخصیت سے مرعوب ہونے والی قوم صرف شخصیت کے نام سے مطمئن ہو جاتی ہے۔ خواہ اس بزرگ کی سلیس عبارت ہی جھوٹے مدعی کی ایسا وہ بیباک و دھڑام سے کیوں نہ گرا دے۔

اسی سلسلہ میں حضرت شیخ الشیوخ محی الدین ابن عربی کا نام پیش کر کے یہ دھوکہ دینے کی سعی کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اجرائے نبوت کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک ختم نبوت کے وہی معنی ہیں جو مرزا قادیانی نے بیان کئے ہیں۔

جہاں تک ہمارا تجربہ ہے اس مسئلہ میں نہ صرف عوام الجھے ہیں بلکہ خواص کا بھی ایک بہت بڑا گروہ اس کی پیروی کی کو نہیں سمجھا سکا۔ چونکہ شیخ ممدوح سے عقیدت کا تعلق نہ صرف علمائے دین کو ہے بلکہ سالکان طریقت اور جادہ بینایان معرفت بھی ایک خاص عقیدت رکھتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اس مسئلہ میں شیخ کی صاف و صریح عبارات پیش کر کے امت مرحومہ کو ان دینی ڈاکوؤں سے بچنے کی تلقین کریں۔

فتوحات مکیہ

شیخ کی مؤلفہ کتاب ہے۔ حقیقت میں شیخ کا یہی علمی شاہکار ان کی بلند پایہ علمیت کی بین دلیل ہے اور یہی وہ کتاب ہے کہ جس کو سہا سہتا پڑھنا سالک حضرات اپنے لئے فخر و مباہات سمجھتے ہیں۔ شیخ اپنی اسی مشہور تصنیف میں لکھتے ہیں:

”اور جان لو ہمیں (یعنی اولیاء اللہ) اللہ تعالیٰ نے صرف الہام ہوتا ہے۔ وحی قطعاً نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ وحی کا دروازہ آں حضرت ﷺ کی وفات سے بند ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ سے پہلے تو وحی موجود تھی۔ البتہ کسی خبر الہی نے ہمیں یہ نہیں بتلایا کہ آپ ﷺ کے بعد بھی وحی کا اجراء باقی رہے گا۔ جیسے قرآن میں فرمایا کہ: ”یقیناً آپ کی طرف وحی کی گئی اور آپ ﷺ سے پہلے نبیوں کی طرف بھی۔“ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد وحی کے متعلق نہیں فرمایا۔“

عبارت مذکور میں حضرت شیخ نے نہ صرف اپنا عقیدہ بتایا بلکہ اپنے اس عقیدے پر قرآن کی ایک آیت بھی بطور دلیل پیش کی۔ اور نہایت وضاحت سے بیان فرمایا کہ اولیاء اللہ کے قلوب نہ صرف الہام سے نوازے جاتے ہیں مگر وحی محض نبیوں اور رسولوں پر ہوتی ہے اور نبوت و رسالت کا دروازہ رسول خدا کی ذات گرامی پر بند ہو چکا۔ اب وحی و رسالت کا مدعی کذاب ہے۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: ”پس آج کے دن نبوت کے بند ہو جانے کے بعد سوائے عرفان الہی اور کچھ باقی نہیں۔“ (فتوحات مکتبہ ج ۳ ص ۳۹)

ایک اور جگہ انسداد نبوت کے متعلق ایک واضح طریق پر فرماتے ہیں: ”اور چونکہ نبوت بالکل مسدود تھی۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے انقطاع رسالت پر ہی اکتفاء نہیں کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امت میں نبوت کے باقی رہنے کا وہم گزر جائے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت دونوں منقطع ہو گئیں۔ اب میرے (آنحضرت ﷺ کے) بعد نہ کوئی نئی ہے اور نہ کوئی رسول“ (فتوحات مکتبہ ج ۳ ص ۳۸)

اس عبارت میں شیخ ممدوح نے حدیث نبوی سے استدلال کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ رسالت و نبوت دونوں ختم ہو گئیں۔ اب نہ کوئی نئی ہو سکتا ہے اور نہ رسول اور ساتھ ہی مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر نہایت ہی واضح الفاظ میں فرمایا کہ نبوت کے باقی رہنے کا وہم گزرتا بھی ایک بہت بڑے شرعی جرم کے ارتکاب کے مترادف ہے۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد گرامی کا منشاء بھی یہی بتلایا تاکہ امت مسلمہ کی آئندہ کے لئے نبوت کی بقاء و اجرات کے وہم میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اگر صرف یہی کہا جاتا کہ ”قد انقطع الرسالۃ“ تو پھر وہم کا امکان موجود تھا کہ شاید نبوت باقی ہو مگر حضور کے اس ارشاد نے کہ ”ان الرسالۃ والنّبوة قد انقطعت فلا نبی ولا رسول“ کی نص صریح نے اس وہم کا امکان بھی رفع کر دیا۔ شیخ نے ایک اور مقام پر اختصار مگر نہایت صراحت سے فرمایا کہ نبوت کا دروازہ بالکل بند ہے۔ (فتوحات مکتبہ ج ۳ ص ۲۶۲)

اولیاء اللہ کی رفعت مرتبت و علو منزلت کو بیان کرتے ہوئے مسئلہ ختم نبوت کی تشریح یوں فرمائی کہ:

”پس اولیاء کرام، انبیائے عظام کے ساتھ خلافت خاصہ نبویہ میں تو لاحق ہوتے ہیں مگر وہ رسالت و نبوت میں لاحق نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ نبوت و رسالت کا دروازہ مسدود ہے۔“ (فتوحات مکتبہ ج ۳ ص ۳۰۸)

حضرت شیخ کی اس تشریح نے صاف صاف بتلایا کہ اولیاء کرام صرف خلافت خاصہ نبویہ کے مستحق ہوتے ہیں مگر یہ ممکن نہیں کہ نبوت و رسالت میں لاحق ہو سکیں۔ اس لئے کہ نبوت و رسالت کا دروازہ اب بند ہو چکا ہے۔ اب الحاق کا امکان کہاں؟ ان تمام تصریحات نے ہر جھوٹے مدعی کا منہ بند کر دیا اور اپنی نبوت کے دھوکہ رچانے کے لئے شیخ جیسی اولوالعزم شخصیت کو بدنام کرنا اپنی صداقت و دیانت کا دیوالیہ لگانا نہیں تو اور کیا ہے۔

بڑے نمونہ از خردوار کے طریق پر مسئلہ ختم نبوت میں شیخ کی پوزیشن کو واضح کیا گیا ہے۔ ورنہ اس عقیدہ میں اسلاف کو قطعاً انکار نہیں۔ بلکہ ان کی تمام تر زندگی اس عقیدہ کی اشاعت میں بسر ہوئی۔ انہی حقائق کے پیش نظر شیخ ممدوح صوفیائے کرام کی باقی ماندہ جماعت کا عقیدہ بھی تشریحاً توضیحاً بیان فرماتے ہیں۔

اور ہمارے شیخ العباس ابن العزیز العنابی اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تو نے نبوت و رسالت کے دروازے کو ہم پر بند کر دیا لیکن ولایت کے دروازہ کو بند نہیں فرمایا۔
 ”اے اللہ ولایت کے ہر اس بلند رتبہ کو جو تو نے اپنے بلند درجہ ولی کے لئے متعین اور مقرر فرمایا ہے تو پھر مجھے وہی ولی بنا دے۔“ شیخ فرماتے ہیں کہ یہ وہ حق پسند لوگ ہیں جو ممکن چیز کی استدعا کرتے ہیں۔“

شیخ العباس کی شخصیت اور مقام ظاہر کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ حضرت شیخ ابن عربی انہیں شیخنا (ہمارے شیخ) کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اس حوالے سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ختم نبوت کا عقیدہ ایک اساسی اور اصولی عقیدہ ہے۔ اس پر عوام سے لے کر خواص تک سب کا اجماع ہے۔ صوفیائے کرام خصوصیت سے اس عقیدہ پر نہ صرف زور دیتے ہیں بلکہ اپنی خلوت و جلوت میں اس پر ایمان و ايقان رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی دعاؤں میں بھی اس عقیدہ کا درود کیا کرتے ہیں اور شیخ ابن عربی نے یہ بھی فرمایا کہ یہ دعا حق پسندی پر مبنی ہے اور یہ بھی تصریح فرمایا دیا کہ ولایت کی استدعا ممکن کی تلاش ہے۔ مگر نبوت غیر ممکن اور محال ہے۔

فسانہ خم گیسو دراز تر گفتم

ولم گله همین دارد کہ مختصر گفتم



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَجْلِسُ اَحْرَارِ اِسْلَامِ

رپورٹ شعبہ تبلیغ

مجلس احرار اسلام

ہندامرتسر

(از جنوری ۱۹۳۹ء تا یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء)



حضرت مولانا عبدالکریم مہتابی مدظلہ العالی

عرض حال

۱..... ہمارا ارادہ تھا کہ شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند کی مکمل رپورٹ شائع کی جائے۔ جس میں تمام معطلی حضرات کے اسماء گرامی معہ نمبر رسید وغیرہ درج کئے جائیں۔ مگر کاغذ کی موجودہ گرانہ ہمیں اس درجہ مفصل رپورٹ شائع کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

۲..... شعبہ تبلیغ کا اہم ترین مقصد دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان کی سرپرستی ہے۔ بالفاظ دیگر ہمارا مقابلہ اس گروہ سے ہے جو محض باطل کی اشاعت کے لئے لاکھوں روپیہ سالانہ خرچ کرتا ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ شعبہ تبلیغ کو اس حد تک کامیاب ہونا چاہئے کہ اس کی رپورٹ کے اعداد و شمار اس امر کا یقین دلائیں کہ ہمارا ادارہ قادیانی مفاسد کے انسداد کی طاقت رکھتا ہے۔ اس خواہش کی تکمیل کے انتظار میں اب تک رپورٹ شائع نہ کی گئی۔ مگر اب دوست و احباب کو مزید توجہ دلانے کے لئے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ہمدردان تحریک رپورٹ مطالعہ فرما کر نہ صرف خود توجہ فرمائیں گے۔ بلکہ اپنے حلقہ احباب میں معاونین کی تعداد بڑھائیں گے۔

۳..... ایک شہر میں دفتر کو پانچ روپیہ کی وصولی کے لئے جو خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ وہی خرچ چندرہ یا بیس روپیہ کی وصولی پر ہوگا۔ اس لئے آمدنی کو زیادہ اور خرچ میں کفایت کی صرف یہی صورت ہے کہ احباب کرام ممبران میں اضافہ فرمانے کی کوشش فرمائیں۔

مجلس احرار اسلام کی عظیم الشان مذہبی خدمت

مجلس احرار اسلام ہند کی سیاسی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ مذہبی میدان میں بھی مجلس احرار اسلام نے شعبہ تبلیغ کی بنیاد قائم کر کے چند سالوں میں دلائل وبراہین کے ذریعہ دشمن کو وہ شکست دی ہے جس کی نظیر گزشتہ نصف صدی میں نہیں مل سکتی۔

قادیانی کردہ نے ابتداءً مناظرہ و مباحثہ کا میدان گرم کر کے بعض سادہ لوح لوگوں کو اپنے جال کا شکار بنایا۔ آہستہ آہستہ ان کو قادیان میں ہجرت کرنے کی ترغیب دی۔ جہاں ان کی تربیت کچھ ایسی اسکیم کے ماتحت کی گئی کہ ان لوگوں نے قانون شکنی اور دہشت انگیزی کو اپنا مذہبی فرض قرار دے لیا۔

باوجودیکہ یہ کردہ ابتداءً اسلام کے مقدس نام پر جمع کیا گیا۔ مگر چند سال بعد ان میں اسلام سے اس قدر دوری پیدا کر دی گئی کہ انہیں کلمہ گو مسلمانوں کا بائیکاٹ، ان کو زد و کوب، ان کی جائیداد و املاک چھیننا، دن رات مقدمہ بازی، انتہاء یہ کہ ان کا قتل بھی کار ثواب نظر آنے لگا۔ مسلمانوں کی حقیقی غم خوار جماعت احرار نے اس فتنہ کو بھانپا اور شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند کے ماتحت قادیان میں اپنا ایک دفتر قائم کر کے وہ کار نمایاں سرانجام دیا، جس پر آج بجا طور پر ہر مسلمان فخر کر سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قادیانی جو مناظرہ و مباحثہ کے انتہائی شوقین نظر آیا کرتے تھے آج منہ چھپانے کے لئے جگہ تلاش کرتے ہیں۔ صرف اسی ایک عظیم الشان خدمت کا نتیجہ ہے کہ مجلس احرار اسلام کے وقار کو ختم کرنے کے لئے نہ صرف قادیانی بلکہ بعض نادان دوست بھی مجلس احرار کی مخالفت کر کے دانستہ طور پر مسلمانوں سے دشمنی کرتے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی سچی خدمت کے لئے اس جماعت کو سلامت رکھے۔

اغراض و مقاصد

شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند

.....۱ ہندوستان اور بیرون ہند میں اسلام کے مقدس اصولوں کی اشاعت کرنا۔

.....۲ مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا جذبہ صادق پیدا کرنا اور مبلغین اسلام کی ایک سرگرم کارکن جماعت تیار کرنا۔

۳..... فقہ قادیان کے جاہ کن اثرات سے تعلیم اسلام کو محفوظ رکھنا اور مسلمانوں کو ان کے دجل سے بچانا۔

توضیح..... شعبہ تبلیغ مجلس مرکزیہ احرار اسلام کو سیاسیات کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بلکہ ایک خالص تبلیغی اور مذہبی ادارہ ہوگا۔

مندرجہ بالا مقاصد کی تکمیل کے لئے ملک کے طول و عرض میں سینکڑوں مقامات پر مبلغین شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند نے تبلیغی دورہ کیا اور اپنے مواعظ حسہ سے لاکھوں اشخاص کو مستفید کیا۔ جن مقامات پر دفتر کی معرفت تبلیغی دورہ یا کانفرنس کا انتظام کیا گیا وہاں کے احباب دفتر شعبہ تبلیغ کی خدمات اور اپنی سہولت سے واقف ہیں۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے عرصہ زیر پرورٹ میں مبلغین شعبہ تبلیغ کی مساعی جمیلہ نہایت حوصلہ افزا ہیں۔

مبلغین شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند

جن اصحاب نے عرصہ زیر پرورٹ میں مستقل یا غیر مستقل طور پر بحیثیت مبلغ کام کیا۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:

- (۱) مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی (۲) خواجہ عبدالرحیم صاحب عاجز (۳) مولانا لال حسین صاحب اختر (۴) حکیم غوث محمد صاحب جام پوری (۵) مولوی محمد امین صاحب (۶) مولانا محمد حیات صاحب (۷) حافظ الہ یار صاحب (۸) مولوی محمد اسماعیل صاحب (۹) حکیم عبدالرحیم صاحب (۱۰) محمد جان صاحب نسیم بی۔ اے۔

اسماء گرامی محصلین

- (۱) حافظ عبدالرحیم صاحب حیدر (۲) شیخ علی بخش صاحب (۳) حاجی محمد حسن صاحب (۴) میان محمد صاحب (۵) مولوی عبدالحمید صاحب (۶) مولوی عبدالحمید صاحب (۷) مولوی عبدالصمد صاحب (۸) سید طیب شاہ صاحب (۹) حاجی مظفر علی صاحب (۱۰) مولوی محمد اسماعیل صاحب مکھیا لوی (۱۱) چوہدری اللہ دین صاحب۔

دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان

محترم مولانا عنایت اللہ صاحب چشتی انچارج دفتر قادیان کا خلوص و ایمان اپنی مثال آپ ہے۔ آپ عرصہ ۷ سال ہے جس تدریسی، محنت و مشقت سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اس کے لئے آپ مستحق مبارک باد ہیں۔ مظلوموں کی امداد، قادیانی مظالم کا انسداد، مقدمات کی پیروی، قادیانی سیاست کا مقابلہ آپ کو دن رات فرصت نہیں دیتا۔ اگر اس کام سے کبھی فرصت مل جائے تو آپ اپنے علاقہ میں تبلیغی دورہ فرماتے ہیں۔ آپ کا ماتحت عملہ بھی آپ کے نقش قدم پر ہے۔ بدرستہ نہایت کامیابی سے جاری ہے۔

گوشوارہ آمد و خرچ

از جنوری ۱۹۳۹ء تا یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء

پائی	آنہ	روپیہ	خرچ
.....۹۱۳	۲۵۵۶	دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان
.....۰۱	۳۸۸	تبلیغی لٹریچر و مطاعت رسید و قارم بلز
.....۰۱۳	۲۹	شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہالہ
.....۱۰۱۳	۲۵۷۳	تنخواہ مبلغین و محصلین
.....۰۱۳	۲۱۵۳	سفر خرچ مبلغین و محصلین
.....۰۰	۱	بنام امرت پیک امرتسر
.....۰۰	۱	بنام عبدالحمید صاحب لوہ گڈھ
.....۰۱۱	۶	امداد مستحقین
.....۳۹	۲۳۶	ڈاک خرچ، شیشنری، بلاک، منادی، وٹہ و متفرق
.....۰۱۵	۳۵۱	کرایہ دفتر و متعلقہ دفتر بابت سال ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۰ء
			یکم جنوری ۱۹۴۱ء سے کرایہ دفتر تخفیف میں لایا گیا

بنام چوہدری اللہ دتہ صاحب محصل پیشگی	۴۱۲۰
مہمان کھانا مشمولہ مہمانان کانفرنس ستمبر ۱۹۳۰ء	۹۶۱۳۰
میزان خرچ	۸۵۰۰۸۱۰
پانی	آٹہ	روپیہ	آمد
آمد از مستقل وغیر مستقل معاوینن بابت ۱۹۳۹ء	۹۳۷۶۶
آمد از مستقل وغیر مستقل معاوینن بابت ۱۹۳۰ء	۳۸۲۸۸۳
آمد از مستقل وغیر مستقل معاوینن بابت ۱۹۳۱ء	۲۵۰۲۱۳۶
قرض از مختلف اصحاب	۲۳۳۱۱
کل میزان آمد	۸۵۰۱۱۳۳
کل خرچ	۸۵۰۰۸۱۰

موجود ۱۳۶

برادران اسلام سے اپیل

ہمارے کام سے پوری ہمدردی تو ان اصحاب کو ہو سکتی ہے جن کو کبھی قادیان تشریف لانے کا اتفاق ہوا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مظالم کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ جو صاحب ایک مرتبہ قادیان میں قادیانی مظالم کی ایک جھلک بھی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ کبھی اپنی امداد سے دریغ نہیں کریں گے۔ ہمارے دوستوں کو ماہوار مستقل اعانت کی عادت نہیں۔ مگر مستقل ادارے بغیر مستقل اعانت کبھی جاری نہیں رہ سکتے۔

معاوینن کا شکریہ

عرصہ ہر پورٹ تقریباً تین سال میں جن اصحاب نے شعبہ تبلیغ کی مستقل یا غیر مستقل امداد فرمائی، وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اموال میں برکت عطا فرمائیں۔ امید ہے کہ ہمارے مستقل معاوینن مزید مہربان پیدا کر کے اور غیر مستقل معاوینن اپنی امداد کو مستقل فرما کر ثواب دارین حاصل کریں گے۔

بیازمند: عبدالکریم مہبلہ!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي هدانا لهذا
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

شعبہ تبلیغ مرکزیہ احرار اسلام ہند قادیان گورداسپور کی

سالانہ روسیداد و گوشوارہ آمد و صرف

(یکم اپریل ۱۹۴۵ء، لغایت ۳۱ مارچ ۱۹۴۶ء)



الحاج میاں قمر الدین اچھروی رحمۃ اللہ علیہ

توضیح

شعبہ تبلیغ، مجلس احرار اسلام کا ملکی سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خالص تبلیغی ادارہ ہے۔ اس کے مبلغین ہر مذہبی جماعت کی سچ پر وعظ فرماتے ہیں۔ احباب جلسہ وغیرہ کرتے وقت خاص خیال رکھیں۔

اغراض و مقاصد

سرکارِ دوعالم علیہ السلام کے تاجِ فتم نبوت کو نقصان پہنچانے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے مصنوعی نبوت کا ڈھونگ رچا کر اسلام کی توہین اور شعائر اسلام کی بے حرمتی کی اور ہر مسلمان مکملہ گو کو مرتد قرار دیا۔ اس فتنہ عظیم کا انسداد انفرادی طور پر ہوتا رہا۔ لیکن مرزائیت کے انسداد اور تبلیغ اسلام کے لئے ایک مستقل تبلیغی نظام کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے برسوں سے مجلس احرار اسلام ہند نے شعبہ تبلیغ قائم کیا ہے۔ جس کے ماتحت مبلغین روزِ رائیت اور تبلیغ اسلام کے فرائض ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ روئیداد ہذا کو مکمل طور پر مطالعہ کرنے کے بعد ناظرین کرام پر بخوبی واضح ہو جائے گا کہ شعبہ تبلیغ نے کس ماحول میں کام کی ابتداء کی ہے۔ اور آج کس منزل پر پہنچ گیا ہے۔ شعبہ ہذا کے اغراض و مقاصد حسب ذیل قرار دیئے گئے ہیں۔

- ۱..... ہندوستان اور بیرون ہند میں اسلام کے مقدس اصولوں کی اشاعت کرنا۔
- ۲..... مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا جذبہ صادق پیدا کرنا اور مبلغین کی ایک سرگرم عمل اور کارکن جماعت تیار کرنا۔
- ۳..... فتنہ قادیان (مرزائی تحریک) کے جاہ کن اثرات سے تعلیم اسلامی کو محفوظ رکھنا اور مسلمانوں کو ان کے دجل و فریب سے بچانا۔
- نوٹ..... مبلغین شعبہ ہذا جماعتی پروگرام کے علاوہ مختلف تبلیغی انجمنوں کے اجلاس میں بھی شمولیت کر کے تعلیمات اسلامی اور ترویجِ مرزائیت کے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔

معذرت

چونکہ جنگی حالات میں کاغذ کی کمیابی بلکہ نایابی زبردست رکاوٹ رہی اور انہی مجبوریوں

کی وجہ سے کچھلی روئید و شائع نہ کی جاسکی۔ اس لئے کارکنان شعبہ تبلیغ احرار اسلام جملہ دوست و احباب اور حضرات معاونین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔

نیز اب تک حسب ضرورت کاغذ دستیاب نہ ہو سکنے کی وجہ سے معاونین کرام کے اسمائے گرامی بمعہ نمبرات رسید وغیرہ مفصل طور پر شائع کرنے سے ہم قاصر رہے۔ امید ہے کہ آئندہ کے لئے کاغذ ملنے کی صورت میں مفصل سہ ماہی رپورٹ شائع کی جائے گی جس میں تمام معاونین کرام کے اسمائے گرامی بمعہ نمبرات رسید و قومات وغیرہ بالتفصیل درج ہوں گے۔

عرض حال

جیسا کہ اغراض و مقاصد میں عرض کیا گیا ہے۔ شعبہ تبلیغ کا اہم ترین مقصد شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان کی سرپرستی اور استیصال مرزائیت ہے۔ کیونکہ ہمارا مقابلہ ایک ایسے گروہ سے ہے جو محض باطل کی اشاعت اور اسلامی لباس میں فتنہ ارتداد پھیلانے کے لئے لاکھوں روپے سالانہ خرچ کرتا ہے۔

ہماری خواہش ہے کہ شعبہ تبلیغ ہذا کو اس حد تک کامیاب بنایا جائے کہ اس کی رپورٹ کے اعداد و شمار اس امر کا یقین دلائیں کہ ہمارا ادارہ قادیانی مفاسد کے انسداد کی پوری طاقت رکھتا ہے۔ اسی خواہش کی تکمیل کے لئے دوست و احباب اور جملہ مددِ جب پرور مسلمانوں کی توجہ اس طرف مرکوز کرانے کے لئے یہ چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں۔ امید ہے کہ اہلِ اردان اسلام یہ روئیداد مطالعہ فرما کر نہ صرف خود توجہ فرمائیں گے بلکہ اپنے حلقہٴ احباب میں بھی معاونین کی تعداد بڑھائیں گے۔

قادیان میں فرعونی بربریت کا دور دورہ اور مجاہدین اسلام کی استقامت کا نتیجہ ہوں تو اباب بصیرت سے غفلت نہیں کہ اس کفر والحاد کے پرفتن دور میں جبکہ حق و باطل کی کشمکش الحاد و ارتداد۔ بے دینی اور لامذہبیت کی آغوشوں نے ہر طرف سے نور اسلام کو دم مہم کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ خصوصاً قصبہ قادیان عرصہٴ دراز سے کفر و ارتداد کا پورا اڈا بن گیا ہے۔ جس جگہ پر نبی کریم ﷺ کی پیشینگوئی کے عین مطابق مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹی پیغمبری کا دعویٰ کر کے تاج ختم نبوت پر ناپاک حملہ کیا۔ چنانچہ اپنی تہنیفات کفریہ میں اپنی روحانیت کو آنحضرت ﷺ کی روحانیت سے (العیاذ باللہ) بڑھ کر بتایا۔ مسجد اقصیٰ کے مقابل میں مسجد اقصیٰ بنائی۔ اپنے مریدوں کو صحابہ کرام کا خطاب دیا۔ قادیان کو رسول کی تخت گاہ قرار دیا۔ اور اپنی بیوی کو ام المومنین کہلویا وغیرہ وغیرہ۔ غرض کہ تمام خصوصیات نبوی ﷺ پر ڈاکہ مارا۔

ناظرین کرام کو یہ سن کر حیرانگی ہوگی کہ یہ جموں نامی عبوت و راصل ایک دیہاتی زمیندار کا لڑکا تھا جو ابتداء پچھری میں قلیل تنخواہ پر ملازمت کرتا تھا۔ ہیٹ کی دوزخ کو بھرنے کے لئے امتحان مختاری میں بیٹھا۔ مگر بد قسمتی سے فیل ہو کر تلاش روزگار میں بھٹکتا ہوا ادھر ادھر دوستوں اور یاروں سے صلاح و مشورہ کرتا رہا۔ آخر کار مسلمانوں کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تبلیغ کے نام پر چندہ جمع کرنا شروع کیا اور ترقی کرتا ہوا تجدید دین (مجدد ہونے) کا دعویٰ وار بن بیٹھا۔ چونکہ تازیانہ بے روزگاری کے مارے ہوئے اسی قماش کے چند اور ساتھی بھی اسے مل گئے۔ لہذا رفتہ رفتہ دین اسلام میں رخنہ اندازی کرتا ہوا رحمت للعالمین، خاتم النبیین ﷺ کے قصر ختم نبوت پر گولہ باری شروع کی۔ اور طرح طرح کے باطل عقائد تحریر و تقریر کے ذریعے خود بھی اور اپنے ایجنٹوں کے بالواسطہ بھی ناسمجھ مسلمانوں میں پھیلانے لگا۔

بد قسمتی سے یہ گاؤں شہری آبادی سے دور تھا جب کچھ تسلط بیٹھ گیا تو قتل کے الہام، طاعون کے خواب، زلزلوں کی پیشینگوئیاں کر کے اپنے معترضین کو دمکیاں دینے لگا اور لوگوں پر اپنا سکھ قتل و غارت، لوٹ مار کے ذریعے منوانا چاہا۔ مگر خدا تعالیٰ بھلا کرے مسز ڈوکی اور ڈی ٹی کشنر کا جس نے زیر دفعہ ۱۰۷ مضابطہ فوجداری اس کا منہ بند کیا۔ مگر اس کے جانشین نے جب اس گاؤں میں غلبہ حاصل کیا۔ اور اپنے مریدوں کو ہجرت کے نام پر جمع کر کے قادیان میں اکثریت بنائی اور دیگر اثر و رسوخ سے ممتاز حیثیت حاصل کر کے غریب مسلمانوں کا بائیکاٹ، آتشزدگی، قتل و غارت سے عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کی غریب جماعت (احرار) اپنا تبلیغی مشن لے کر اس ظلم گاہ میں مئی۔ اور اس گاؤں کے مسلمانوں کی آواز کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔

جب سے قادیان میں شعبہ تبلیغ احرار اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس شعبہ کی نگرانی میں آج تک نبی کریم ﷺ کے تاج ختم نبوت کی حفاظت کے لئے مبلغین کا عملہ بفضلہ تعالیٰ کام کر رہا ہے۔ مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے اسلامی مدرسہ اور باہر سے آنے والے مسلمان مہمانوں کے لئے تنگ خانہ اور جائے رہائش وغیرہ کے ضروری انتظامات بھی کئے گئے۔ اگرچہ مرزائیوں نے ابتداء میں اس اسلامی ادارے کو اپنے مضبوط مرکز میں برداشت نہ کرتے ہوئے شدید مزاحمت شروع کی۔ شعبہ تبلیغ احرار اسلام کی راہ میں گونا گوں رکاوٹیں ڈالیں۔ مقدمات میں ہمیں الجھایا گیا۔ قہر دانہ حملے ہوئے۔ لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ شعبہ تبلیغ کے کارکنان ان تمام مصائب کے لئے سینہ سپر رہے اور ان کے استقلال میں ذرہ بھر جنبش بھی نہ آئی۔

ابتداء میں شعبہ تبلیغ کا کاروبار چلانے کے لئے جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن کس کو معلوم تھا کہ یہ چند بوریا لشیمن مالی مشکلات کے باوجود تبلیغ و تدریس لنگر و غیرہ اخراجات کو پورا کرنے کے علاوہ شعبہ ہذا کے لئے مستقل ملکیتی مکان اور زمین کا انتظام بھی کر سکیں گے۔

خوشخبری

معاونین کرام اور جملہ غیور مسلمانوں کو یہ معلوم کر کے انتہائی خوشی ہوئی کہ اس وقت تک شعبہ تبلیغ ایک پختہ مکان، نیز ایک قطعہ زمین سفید اور ایک کچا مکان قصبہ قادیان کے اندر مرزائی مرکز کے متصل خرید کر چکا ہے جو تبلیغ و تدریس اور مہمان خانہ وغیرہ کے لئے وقف ہے۔ علاوہ ازیں ایک قطعہ زرعی زمین جناب سید بھیر شاہ چراغ صاحب ساکن قادیان نے شعبہ تبلیغ کو وقف کی ہے۔ جس کی آبپاشی کے لئے پختہ کنواں بھی تیار کیا گیا ہے۔ وقف شدہ زمین میں تین عدد پختہ کمرے بھی بنائے گئے ہیں اور ایک عالی شان مسجد کی بنیاد بھی عرصہ دراز سے رکھی جا چکی ہے جو کہ جنگی حالات کے باعث خاطر خواہ سامان تعمیر نہ مل سکنے کی وجہ سے تاحال مکمل نہ ہو سکی۔ اس وقف شدہ زمین کا ٹرسٹ بھی قائم ہے۔

قادیان میں مدرسہ دارالمبلغین کا قیام!

ناظرین کرام! قادیانی امت اپنے باطل عقائد کو پھیلانے میں کس قدر ایثار و قربانی اور تن دہی سے کام لیتی ہے؟ لاکھوں روپے سالانہ خرچ کر رہی ہے۔ زر کثیر کو پانی کی طرح بہاتے ہوئے تبلیغ اسلام کی آڑ میں دور دراز ممالک تک دجل و فریب کا جال پھیلا رہی ہے۔ اور اس ناپاک جدوجہد کے لئے ایک طرف جائیدادیں مکانات اور زندگیاں وقف کی جا رہی ہیں تو دوسری طرف متعدد اخبارات، رسالے، چھاپہ خانے بھی اس فلتہ پروپیگنڈے میں رات دن مصروف کار نظر آتے ہیں۔ باوجودیکہ دنیا بھر میں ان کی تعداد ہزاروں سے زیادہ نہ ہوگی۔ لیکن حسرت و افسوس کا مقام ہے کہ ہندوستان میں مسلمان کرڈوں کی تعداد میں ہوتے ہوئے بھی نمایاں شان تبلیغی مقابلہ کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ بلکہ اکثر مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا عملی جذبہ ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شعبہ تبلیغ موجودہ رفتار کار سے پوری طرح مطمئن نہیں۔

شعبہ تبلیغ کی خواہش ہے کہ قادیان میں ایک عظیم الشان مدرسہ دارالتبلیغ ہو جس میں بڑے بڑے قارئین تحصیل طلباء کو تبلیغ و مناظرہ کی تعلیم دی جائے۔ اور جو طلباء یہاں سے فارغ ہو جائیں۔ ان کو تنخواہیں مقرر کر کے دور دور علاقوں میں تبلیغ کے لئے بھیجے جائیں۔ لیکن اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کافی سرمایہ کی ضرورت ہے۔ نیز ایسے جان نثار اور فدائے اسلام

مسلمانوں کی ضرورت ہے کہ اس سکیم کو کامیاب بنانے میں ہماری ہر طرح سے امداد کریں۔ جس قدر مدارس عربیہ ہندوستان کے مشہور مقامات میں ہیں۔ ان کے مہتممین حضرات کا بھی فرض ہے کہ ہر سال اپنے مدارس کے فارغ التحصیل طلباء میں سے کوئی نہ کوئی طالب علم، فن تبلیغ و مناظرہ سیکھنے کے لئے اس دارال تبلیغ میں بھیج دیا کریں۔

شعبہ تبلیغ کا پختہ ارادہ ہے کہ آئندہ ماہ شوال سے اس دارال تبلیغ کا افتتاح کیا جائے۔ چنانچہ مدرسین کا انتظام کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ تو کل علی اللہ دس شوال المکرم ۱۳۶۵ھ سے کام شروع کیا جائے گا۔ تبلیغ و مناظرہ سیکھنے کے شوقین طلباء یکم شوال تک اپنی اپنی درخواستیں بھیج دیں اور دس شوال المکرم تک قادیان پہنچ جائیں۔

تبلیغی پروگرام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی شعبہ تبلیغ کے زیر اہتمام قادیان اور گرد و نواح میں میلاد النبی، معراج النبی، جمعہ الوداع، عیدیں وغیرہ اسلامی تقاریب پر عظیم الشان جلسے منعقد ہوئے۔ جن میں لاؤڈ سپیکر، مہمانوں کی خوراک، جائے رہائش وغیرہ کی جملہ ضروریات کا انتظام شعبہ تبلیغ ہی کرتا رہا۔ جو حضرات تذکرہ تقاریب اور جلسوں میں شمولیت کر کے تقاریر فرما چکے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی، مولانا محمد علی صاحب جالندھری، مولانا محمد بشیر صاحب فاضل دیوبند پسروری، مولانا صدر الدین صاحب خطیب گول مسجد شریف پورہ امرت سر، مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ، مولانا عطاء محمد صاحب حافظ آباد، مولانا محمد عبداللہ صاحب معمار، مولانا محمد ادریس صاحب، مولانا عزیز الرحمن صاحب ہزاروی، مولانا چودھری عبدالعزیز صاحب گورداسپوری، مولانا فضل کریم صاحب سیالکوٹی، حاجی عبدالرحمن صاحب بٹالوی، مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر بٹالوی، مولانا محمد حسین صاحب سرحدی، مولانا محمد حیات صاحب مبلغ و مناظر، چودھری غلام فرید صاحب ساکن گھوکہ، خواجہ عبدالحمید صاحب (بٹ)، مولانا حقیق الرحمن صاحب چنیوٹی (سابق مرزائی مبلغ) جناب مولانا غلام محمد صاحب وغیرہم!

اس کے علاوہ قادیان کے گرد و نواح دیہات مثلاً ست کوہ، دیال گڑھ، مہرائے بھینی میلوں، گھوکہ، بھیشیاں گہوت، چھینا بھیشیاں، سری گوہند پور، ڈیری والا، فیض اللہ چک، کوٹ، وھرم کوٹ، شاہ پور، کوٹلی بارے خاں، شکار پانچھیاں، بھینی بسوال، داراپور، مکہ پور، گھمان، لدھامنڈا وغیرہ وغیرہ مقامات میں بھی تبلیغی پیغام پہنچایا۔

نیز ضلع گوجرانوالہ، لاہور، لاسپور، ملتان، ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ، لودھیانہ، جالندھر، سیالکوٹ، گورداسپور، شیخوپورہ، جہلم، جھنگ، امرتسر، فیروزپور، میانوالی وغیرہ پنجاب کے مختلف اضلاع اور دہلی، آگرہ وغیرہ میں بھی مبلغین شعبہ ہذا نے نہایت کامیاب دورے کئے۔ تبلیغی جیلے اور مناظرے کئے۔ جن کے نتیجے کے طور پر بہت سے مرزائیوں نے مختلف مقامات میں مرزائیت سے توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گئے۔ جن کا اخبار در سائل میں وقتاً فوقتاً اعلان کیا گیا ہے۔

مقتدر حضرات کی آراء

(انتخاب از رائے یک دفتر شعبہ تبلیغ اسلام قادیان)

ذیل میں بعض ان حضرات کی رائیں شخص طور پر نقل کی جاتی ہیں۔ جنہوں نے وقتاً فوقتاً قادیان آ کر یہاں کے انتظامات شعبہ تبلیغ کا چشم دید نظارہ کر کے رائے یک میں اظہار خیال فرمایا ہے۔

۱..... مفتی ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب دہلوی کی رائے

”قادیان جو نبوت کا ذبہ اور وجالت کا مرکز ہے۔ اس میں شعبہ تبلیغ ابطال باطل و تبلیغ حقانیت کا فریضہ نہایت مستعدی ہے انجام دے رہا ہے۔ اس کے قلع کارکن ہر وقت سر یکف خدمت اسلام میں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے مسلمانوں کو راہ حق دکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کی مخلصانہ مساعی کو قبول کرے۔ وہ تمام مسلمانوں کی اعانت و تعاون کے مستحق ہیں۔ اہل دل و اصحاب و دولت کو دامے درے جانے قدسے ان کی امداد کرنی لازم ہے۔“

محمد کفایت اللہ کان اللہ دہلی

۲..... امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی رائے

”مجلس احرار ہند کی طرف سے برطانوی نبوت کے مرکز قادیان میں ایک فیر سیاسی شعبہ تبلیغ اسلام قائم ہے۔ شعبہ تبلیغ کے مبلغ اعلیٰ مولوی محمد حیات صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہیں۔ اور فقیر اس شعبہ کا ایک ادنیٰ خادم ہے۔ سر ظفر اللہ اگر حکومت برطانیہ کی ناک کا ہال ہوتے ہوئے مسجدوں میں جا کر اور پبلک جلسوں میں کھڑا ہو کر مرزا غلام احمد کی برطانوی نبوت کی تبلیغ کر سکتا ہے اور ہندوستان و دیگر ممالک کے لوگوں سے لاکھوں روپے ہنر کر تبلیغ اسلام کے یہاں نے غریب اسلام کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ تو مسلمانان ہند کو خواہ وہ ملازم حکومت ہی کیوں نہ ہو۔ اس شعبہ

میں شامل ہو کر اس کے خوشگوار بوجھ کو سر پر اٹھالینا چاہئے۔ شعبہ ہذا کو قادیان میں کافی زمین مل چکی ہے۔ جو مسئلہ ختم نبوت کی تبلیغ و اشاعت اور درس و تدریس کے لئے وقف ہو چکی ہے۔ مسجد کی بنیادیں پڑ چکی ہیں۔ کنواں بن کر جاری ہے جس سے کاشت ہو رہی ہے۔ یہاں کے مسلمان بچوں کے لئے پرائمری اور دینیات کا مدرسہ کھلا ہوا ہے۔ جنگ کی وجہ سے بہت سا کام رکا پڑا ہے۔ ورنہ شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام اپنی دینی خدمات کو نمایاں طور پر مسلمانوں کے سامنے رکھ سکتا۔ مسلمانان ہند سے فقیر کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس طرح توجہ کریں۔ اور اس نیک کام میں شریک ہو کر دے، دے، دے، جائے، مالے، خیالے، قدمے امداد کر کے دربار رسالت علیہ السلام صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں اپنے کمر خرد کریں اور اس کام کو مسلمانوں کے لئے وسیلہ نجات بنائیں۔

چونکہ قادیان میں مسلمان مسافروں کے لئے کھانے پینے کی کوئی دکان نہیں ہے۔ اس لئے شعبہ تبلیغ کی طرف سے ایک لنگر خانہ بھی جاری ہے۔ جس میں خاص کر درغلانے ہوئے مسلمانوں کو کھانا دیا جاتا ہے۔ اور دوسرے مسافروں کو بھی کھانا دیا جاتا ہے۔“

وتمنظ..... فقیر سید عطاء اللہ بخاری

۳..... مجاہد سرحد حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی کی رائے

”۱۹۳۵ء کی احرار تبلیغ کانفرنس قادیان کے بعد پہلی بار میں برائے ادائیگی نماز جمعہ اس عجیب و غریب ہستی میں حاضر ہوا۔ مجلس احرار اسلام ہند کے شعبہ تبلیغ نے کفر و ارتداد ظلم و طغیان، زنا و گناہ کی روک تھام کے لئے شاعر اکرام جاری کر رکھا ہے۔ فی الحال یہاں ”جامعہ محمدیہ“ کے نام پر ایک مدرسہ جاری ہے۔ جس میں اس وقت نوے کے قریب مسلمان بچے تعلیم پا رہے ہیں۔

اس عجیب ہستی میں پہلے اصل مردم شناری صرف دو ہزار تھی۔ مگر مرزائی فتنہ کے بعد مرزائی تارکین وطن نے آ کر یہاں کی آبادی میں سات ہزار کا اضافہ کیا۔ ابھی سب سے بڑی کمائی ہے جو مرزا انجمنی نے آیات قرآنیہ کی تحریف کے مقابلہ میں حاصل کی۔ اس غلبہ آبادی کی وجہ سے اصلی باشندے جو مسلمان تھے، ظلم و ستم قتل و غارت کی تاب نہ لا کر یہاں سے ہجرت کر گئے۔ جو قعوڑے سے رہے وہ ضعیف الایمانی کی وجہ سے اسلام کا اظہار نہ کر سکتے تھے۔ مجلس احرار کے تبلیغی مرکز کے قیام کے بعد اس قصبہ اور ماحول کے مسلمان اب علی الاعلان اپنے کو مسلمان ظاہر کر سکتے ہیں۔

اس طرح ہزاروں مسلمانوں کا ایمان محفوظ ہو گیا ہے۔ یہاں مسلمانوں کی دو مسجدیں ہیں۔ جس کا انتظام شعبہ تبلیغ احرار اسلام کے ماتحت ہے۔ تیسری جامع مسجد مجلس احرار بنواری ہے۔ ایک بڑی زمین ختم نبوت کے لئے وقف ہے۔ اس کا انتظام بھی شعبہ تبلیغ ہی کے ماتحت ہے۔ جس کے لئے ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے۔ مولانا محمد حیات صاحب اور مولانا فضل عظیم صاحب تمام علاقہ میں فتنہ ارتداد کے خلاف کامیاب تبلیغ فرما رہے ہیں۔ جس امر سے مجھے خاص مسرت ہے۔ وہ یہ ہے کہ شعبہ تبلیغ نے لاؤڈ سپیکر حاصل کر لیا ہے۔ اور خدا کے فضل سے مرزائیوں کے سالانہ میلے کے موقع پر لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ شعبہ ہذا بھی تبلیغ اسلام کا حق ادا کر رہا ہے۔ یہ امر نہایت ہی موجب اطمینان ہے کہ حساب کتاب کے رجسٹر بہت صاف ہیں۔ آمد و خرچ کی پڑتال تک کی اجازت ہر مسلمان کو ہے۔ چاہے وہ چندہ دے یا نہ۔

مولانا محمد حیات صاحب کے حسن انتظام سے سابقہ بہت سے قرضے ادا ہو گئے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر کی مرمت پر تین سو روپیہ خرچ کیا گیا۔ جامع مسجد ذریعہ تعمیر کے لئے کنواں تیار ہو گیا ہے۔ ایک اور نئی بات کا اضافہ ہوا ہے کہ ہر نجات کا کوئی مسلمان مہمان آئے تو اس کے لئے دفتر احرار میں باقاعدہ لنگر جاری رہتا ہے۔ اس طرح اب قادیان آنے والے مسلمانوں کو جو مرزائیوں کا ذبیحہ نہیں کھاتے اور نہ ہی ان کو خورد و نوش کی کوئی سہولت تھی۔ بلکہ مرزائی لنگر کی وجہ سے برا اثر بھی علاقہ پر پڑ رہا تھا۔ اب یہ مشکل رفع ہو گئی۔ میں مقامی دفتر شعبہ تبلیغ احرار کو موجودہ بہترین قلم و نسخ اور کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔“

وخط..... غلام غوث ممبر آل انڈیا رکنگ کمیٹی مجلس احرار اسلام

۴..... حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھری کی رائے

”میں ۲۹ نومبر ۱۹۴۳ء کو مرزائیوں کے سالانہ جلسہ پر قادیان دفتر احرار اسلام کی درخواست پر مجلس احرار اسلام کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی غرض سے یہاں حاضر ہوا۔ دفتر احرار کے کارکنان کے مساعی قابل تحسین ہیں۔ قادیان جیسے شہر میں عملہ دفتر اور مولانا محمد حیات صاحب کی ہر و لعلری ان کے اخلاق حسنہ کی ترجمانی کرتی ہے۔ مدرسہ محمدیہ قادیان اور جدید تعمیر کی سکیم اور زرعی زمین کی آبادی قابل مہار کھاد ہے۔ اگر جملہ کارکنان نے موجودہ اتحاد کو قائم رکھا تو دفتر احرار اور جامعہ محمدیہ قادیان ایک کامیاب ادارہ ہوگا۔ مرزائیوں کے سالانہ جلسے پر تبلیغ حق کا طریق بہت پسندیدہ ہے۔ جملہ ماتحت جماعتوں کو شعبہ ہذا کی ہر طرح سے امداد کرنی چاہئے۔“

عہدہ المذنب محمد علی جالندھری عفا اللہ عنہ

۵..... حضرت مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی امرتسری کی رائے

”مولانا محمد حیات صاحب مبلغ شعبہ تبلیغ کے اخلاص اور سرگرمیوں کا میں پہلے سے معترف ہوں اور ہا قاعدہ حساب و کتاب وغیرہ چیزوں کو دیکھ کر مولانا موصوف کو ایک اچھا اور بہترین منظم بھی پایا۔ اگر اسی بیج پر کام ہوتا رہا، تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے بہت عمدہ نتائج و ثمرات ظہور پذیر ہوں گے۔“

۶..... مولانا عبدالحق صاحب بٹالوی بھاگووال کی رائے

”مولانا محمد حیات صاحب کے حسن انتظام کو دیکھ کر طبیعت نہایت خوش ہوئی۔ ہر مسلمان کا حق ہے کہ شعبہ تبلیغ کی ہر ممکن طریق سے امداد و اعانت کرے۔ فتنہ اردو کی بیخ کنی ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔“

۷..... جناب عبدالرشید خان صاحب پٹیالہ تحریر فرماتے ہیں

”میں پہلی مرتبہ ایک مرزائی دوست کے ساتھ قادیان پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ مرزائیوں کے سالانہ جلسے کی حقیقت ایک میلہ اور عیاشی کے اڈے سے زیادہ نہیں۔ میں نے کئی ایک مردوں کو عورتوں سے بد معاشی کی باتیں کرتے ہوئے خود دیکھا ہے۔ دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام میں انتظام نہایت اعلیٰ اور قابل تحسین پایا۔ حسابات کو بالکل درست اور مکمل پایا۔ مجھے دفتر ہذا میں پہنچ کر بہت ہی خوشی ہوئی۔ کہ قادیان میں بہت ہی ضرورت ہے کہ قادیان کے رہنے والوں کی تکالیف میں کمی واقع ہو۔ اور مسلمانوں کے ایمان محفوظ رہیں۔ تبلیغ کا انتظام بھی بہترین ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ دفتر قادیان کی ہر طرح سے امداد کی جائے۔ دفتر میں باہر سے آنے والوں کے لئے قیام و طعام کا بھی بہترین انتظام ہے۔“

عبدالرشید خان صاحب پٹیالہ محلہ گھیر سوڈھیاں، ۶ دسمبر ۱۹۴۲ء

۸..... جناب مولانا نبی بخش صاحب مدرس عربی گورنمنٹ ہائی سکول گھوڑا سپور کی رائے

”بجملہ بزرگان نے جو کچھ اوپر فرمایا ہے سن کل الوجوہ صحیح و درست ہے۔ شعبہ تبلیغ ہر طرح کی امداد و معاونت کا مستحق ہے۔“ ۲۶/۱۲/۱۹۴۳ تک اسلاف نبی بخش مدرس عربی گوروا سپور

۹..... ”آج مورخہ ۲۳/۱۲/۱۹۴۳ کو میں نے موضع قادیان میں بمعہ سات آٹھ نفر ہمرائیوں

کے شعبہ تبلیغ احرار اسلام کا جلسہ سنا۔ تبلیغ اسلام کا یہ طریقہ عمدہ پایا۔ مرزائیت کی تردید سن کر میرے تمام ساتھی جو مرزائی ہونے کے واسطے آئے تھے۔ مرزائی مذہب سے نفرت کر کے بدستور مسلمان

ہونے کی حالت میں واپس گاؤں کو چلے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم جھوٹے نبی کے پھندے سے بچ گئے۔ حساب کتاب اور لنگر کا انتظام معاہدہ سے بڑا عمدہ پایا۔“

فقیر احمد ماڑی لونیوں تحصیل بنالہ

۱۰..... جناب محمد رفیق خاں نیازی منگمری تحریر فرماتے ہیں

”آج مورخہ ۲۳-۱۲-۲۹ کو دفتر شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام قادیان کا معاہدہ کیا۔ اور عوام سے پوچھ گچھ کی۔ شعبہ تبلیغ کا جلسہ مرزائی جماعت کے مقابلے میں کامیاب رہا۔ اور تمام لوگ مولوی محمد حیات صاحب کے حسن اخلاق کی تعریف کرتے ہیں۔ حساب کتاب نہایت تسلی بخش ہے۔“

محمد رفیق نیازی ساکن منگمری ۲۹/۱۲/۱۹۴۳

۱۱..... جناب مولانا عبد المجید صاحب خطیب مسجد چیمیاں لاہور تحریر فرماتے ہیں

”آج مورخہ ۲۳/۵/۱۹۴۳ کو مولوی محمد حیات صاحب سے سرسری ملاقات دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان میں ہوئی۔ دفتری کاغذات حساب آمد و خرچ صاف پایا۔ کام بہت عمدہ ہے۔ موصوف سرگرم کارکن ہیں۔ تمام اہل اسلام کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ مولانا اور ان کے جملہ معاونین کو ہمت و استقلال عطا فرمائے۔“

عبد المجید خطیب مسجد چیمیاں لاہور

۱۲..... جناب سید افتخار احمد صاحب رضا سجادہ نشین آستانہ مکان شریف ضلع گورداسپور کی رائے

آج مورخہ ۲۳/۳/۲۰ کو عید میلاد النبی ﷺ کے جلسے کے سلسلہ میں دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ حضرت مولانا محمد حیات صاحب، مولانا عزیز الرحمن صاحب، حافظ محمد خان صاحب دفتر میں موجود تھے۔ ان تمام علماء کو شعبہ تبلیغ نے تبلیغ کے سلسلے میں اس کفر کی ہستی میں مقرر کر رکھا ہے۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب علاقہ میں تبلیغ کا کام فرماتے ہیں۔ حافظ محمد خان صاحب مقامی طور پر تبلیغ کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد حیات صاحب علاوہ تبلیغ کے علاقہ دور دراز سے شعبہ تبلیغ کے لئے امداد حاصل کرتے ہیں۔ اور تمام مقامی شعبہ کا

انتظام والہرام حضرت مولانا صاحب موصوف کے ہاتھ میں ہے۔

مولانا نے مجھے آمد و خرچ کے رجسٹر دکھائے۔ آمدنی کا حساب باقاعدہ درج ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی رقم بھی اندراج میں لائی گئی ہے۔ میں نے کیش بک کا رجسٹر کھاتہ سے موازنہ کیا۔ چند ایک رقومات مختلف مہینوں کی آمد کے نکال کر دیکھے۔ جن کا بالکل درست اندراج پایا۔ آمدنی کی ایک آنہ کی رقم تک بھی لکھی ہوئی پائی۔ اور آمدن کو مولانا موصوف کے حسن انتظام سے بتدریج ترقی حاصل ہو رہی ہے۔ اور ان کی حسن تدبیر سے شعبہ کاما ہوار خرچ جو تین صد روپے سے متجاوز ہے۔ باقاعدگی سے چل رہا ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ شعبہ تبلیغ نے ایک لنگر قائم کر رکھا ہے۔ تمام مسلمان اصحاب جنہیں کسی غرض کے لئے اس کفر کی ہستی میں آنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ انہیں بلا لحاظ کھانا مفت دیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر رات ٹھہرنے کا موقع آجائے تو ان کی رہائش کا مکمل انتظام دفتر میں موجود رکھا ہوا ہے۔ مجھے ایک رجسٹر دکھایا گیا جس میں تمام آنے والے مہمانوں کا باقاعدہ اندراج تھا۔ یہ حسن انتظام کی بہترین علامت ہے۔ مولانا محمد حیات صاحب آمد و خرچ کے رجسٹر ماہوار مہتمم صاحب سے چیک کرواتے ہیں۔ ہر مہینہ کے اخیر میں مہتمم صاحب کے دستخط موجود تھے۔ بلکہ سالانہ حساب مکمل ایڈٹ کرایا گیا ہے۔ ہر مسلمان کو ہر وقت اجازت ہے کہ وہ شعبہ کے رجسٹروں کا معائنہ کر سکتا ہے۔ اس انتظام کی پرزور الفاظ میں تعریف کرتا ہوں۔“

۲۰/۳/۱۹۴۳

نوٹ..... مندرجہ بالا آراء کے علاوہ اور بہت سے حضرات کی رائیں رائے بک میں درج ہیں۔ جو عدم گنجائش کی وجہ سے نقل کرنا مناسب نہ سمجھا گیا۔

گوشوارہ ملازمین مرکز یہ شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان

اس وقت شعبہ تبلیغ کے سٹاف (عملہ) کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	اسمائے ملازمین	عہدہ موجودہ
۱	مولانا محمد حیات صاحب	مبلغ
۲	مولانا فضل کریم صاحب	مبلغ
۳	مولانا عطاء محمد صاحب	مبلغ بلا متخواہ
۴	جناب مولانا حافظ غلام محمد صاحب	مدرس خطیب علوم عربیہ
۵	جناب حافظ محمد خان صاحب	عربی مدرس پرائمری مدرسہ

۶	جناب مولوی قطب الدین صاحب	اول مدرس پرانمری مدرسہ
۷	جناب مولوی عبدالغفور صاحب	مدرس پرانمری مدرسہ
۸	مولوی محمد عمر صاحب	محصل
۹	قاضی عبدالودود	محرر دفتر
۱۰	محمد شریف	ماٹکی
۱۱	سنتو	خاکروب

(نوٹ: گوا شوارہ آمد و خرچ یہاں پر درج تھا عدم ضرورت کی بناء پر اسے خارج کر

دیا۔ مرتب ۱)

تعمیر مکانات

گزشتہ صفحات میں خوشخبری کے طور پر تحریر کیا جا چکا ہے کہ بفضلہ تعالیٰ شعبہ تبلیغ اب تک معاونین کرام کی امداد اعانت کی بدولت قادیان میں مرزائیوں کی فرضی مسجد انصاف اور بیادہ اس کے قریب تر ایک پختہ مکان نمبر ۱۲ اور زمین سفید نمبر ۲ اور ایک کچا مکان نمبر ۳ خرید کر چکا ہے۔ لیکن موجودہ مکانات تمام ضروریات شعبہ پورا کرنے کے لئے کافی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب تک مدرسہ ”جامعہ محمدیہ“ کرایہ کے مکان میں چل رہا ہے۔ اس لئے ضرورت لاحق ہوئی کہ مکانات مذکورہ میں تعمیر کی ایزادی کی جائے۔ نیز زمین سفید کو بھی آباد کیا جائے۔ تاکہ مہمان خانہ، نگر خانہ، قیام گاہ طلباء، مکان مدرسہ وغیرہ تمام ضروریات پوری ہوں۔ اور جو تکلیف اس وقت شعبہ کو درپیش ہے۔ اس سے نجات ہو جائے۔ چنانچہ نقشہ بنوا کر برائے حصول اجازت و منظور و دفتر سید سہیلی قادیان میں دیا گیا ہے۔ جس کی نقل روئیداد ہذا میں شائع کی گئی ہے۔ (وہ بھی حذف کر دیا۔ مرتب ۱) مکانات قابل تعمیر پر تخمیناً اڑھائی تین ہزار روپے کم از کم خرچ ہونے کا اندازہ ہے۔

معاونین کرام اور جملہ اہل خیر مسلمانوں کی فیاضی، دریا دلی اور اسلام پروری سے قوی امید ہے کہ تعمیر کے اس اہم کام میں شعبہ تبلیغ کی پیش از پیش امداد اعانت فرمائیں گے۔ غیرت اسلامی رکھنے والے حضرت سے اس اپیل پر ہمدردانہ غور فرمانے کی ہمیں پوری پوری توقع ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروؤں کے کفریہ عقائد

تبلیغی فرائض کی ادائیگی کرتے کرتے ضروری ہے کہ مرزائیوں کے گندے عقائد بھی کچھ نہ کچھ بیان کئے جائیں۔ اگر ان کے تمام کفریہ عقائد اور گندے اقوال تفصیلاً لکھے جائیں تو

برسوں میں ختم نہیں ہوتے۔ کیونکہ مرزا غلام احمد اور اس کے خلیفہ اور مریدوں کے بے انتہا کتابیں کفریات، توہمیتات وغیرہ سے بھری ہیں۔ مگر ہم صرف شے نمونہ از خردارے چند عبارات مرزائیوں کی کتابوں سے نقل کر کے ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد کفریہ

مرزا قادیانی اپنی کتاب (آئینہ کمالات کے ص ۵۶۳، ۵۶۵، خزائن ج ۵ ص ۵۱۵) پر لکھتے ہیں کہ: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ کا عین ہوں اور یقین کیا کہ میں وہی ہوں اور خدا کی والوہیت میرے رگ وریشہ میں گھس گئی۔ اور میں نے اس حالت میں دیکھا کہ ہم نیا نظام بنانا چاہتے ہیں۔ نئی زمین نیا آسمان۔ پس پہلے میں نے آسمان اور زمین کو اجالی صورت میں پیدا کیا۔ جس میں کوئی تفریق و ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے ان کو مرتب کیا۔ اور میں اپنے دل سے جانتا تھا کہ میں ان کے پیدا کرنے قدرت رکھتا ہوں۔ پھر میں نے سب سے قریبی آسمان کو پیدا کیا۔ پھر میں نے کہا کہ ”انسا زینا السماء الدنيا بمصابیح“ پھر میں نے کہا کہ ہم انسانوں کو بھی پیدا کریں گے۔“

(حقیقت الوحی ص ۸۶، خزائن ج ۲۳ ص ۸۹) میں لکھا ہے۔ ”انت منی بمنزلة ولدی“ یعنی خدا نے مجھ سے کہا کہ ”تو میرے بیٹے کی مانند ہے۔“ (العیاذ باللہ)

(حقیقت الوحی ص ۱۰۵، خزائن ج ۲۳ ص ۱۰۸) میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ”خدا نے مجھے کہا کہ اب تیرا یہ مرتبہ ہے کہ جس چیز کا تو ارادہ کرے صرف اس قدر کہہ۔ ہو جائے وہ ہو جائے گی۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۰۶) میں لکھا ہے کہ: ”میں نے خدا کو مجسم دیکھا اور اس کے دستخط پیشینگوئیوں پر کرائے اور سرخی کے چھینٹے میرے کرتے پر پڑے۔“

(ازلہ الاہام ص ۴۸، ۴۹، ۷۵۲) میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ”قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسریم ہیں۔“

مرزا محمود خلیفہ ثانی مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد

(انوار خلافت ص ۹۰) میں لکھتا ہے کہ: ”ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں (مسلمانوں) کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔“

(برکات خلافت ص ۷۵) میں لکھتا ہے: ”کوئی احمدی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے۔ اس کی تعمیل کرنا بھی ہر احمدی کا فرض ہے۔“

(برکات خلافت ص ۷۳) میں لکھتا ہے: ”غیر احمدی کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اس کے وہ نکاح جائز نہیں ہے۔“

(انوار خلافت ص ۹۳) میں لکھتا ہے: ”غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا اس لئے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہئے۔“

(انوار خلافت ص ۴۳) میں تحریر کرتا ہے: ”کوئی ایسا شخص جو حضرت صاحب (مرزا غلام احمد کو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی۔ یا احمدیت کے متعلق غور کر رہا ہے۔ اور اسی حالت میں مر گیا۔ اس کو ممکن ہے۔ خدا تعالیٰ کوئی سزا نہ دے لیکن شریعت کا فتویٰ ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے متعلق بھی یہی کرنا چاہئے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔“

باقی عقائد انشاء اللہ تعالیٰ کسی آئندہ روئیداد میں نقل کئے جائیں گے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اسلام کے ان دشمنوں سے عقائد محفوظ رکھیں اور حتی الوسع میں اس فتنہ کفریہ کے انسداد میں کوشاں رہیں۔

آپ کا فرض متذکرہ المصدر صفحات میں آپ نے شعبہ تبلیغ احرار اسلام کے علماء مبلغین اور اراکین کی مساعی جلیلہ کا ایک خاکہ ملاحظہ فرمایا ہے۔ کیا۔

آپ کے نزدیک اتنا کام کافی ہے؟ آپ اس آمدنی کو کافی سمجھتے ہیں؟ جماعت مرزائیہ کے مقابلہ مختصر نظام پر اکتفا کرتے ہیں؟..... ارتداد و زندقہ کے اس طوفان میں مزید تبلیغ اسلام کی ضرورت نہیں۔

اور کیا تردید مرزائیت کے لئے مبلغین کی ضرورت نہیں؟ یقیناً آپ کو اس سے اتفاق نہیں۔ آپ کا دل گواہی دیتا ہے کہ اس وقت ان امور پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے تو پھر آپ کا فرض ہے کہ آج سے ہی حلقہ اثر میں شعبہ تبلیغ کی امداد کے لئے کوشش فرمائیں۔ اگر جلسہ میں مبلغین کی ضرورت ہو تو فوراً دفتر شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان پنجاب کو تحریر فرمائیں۔

درومندانہ اپیل

میری اپیل حاملانِ درود اور نفس تبلیغ کا احساس رکھنے والے احباب سے ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم بلغ وبلغوا سے رسالت مآب ﷺ کے زمانہ میں چارواک عالم

پر اسلامی پرچم لہرایا۔ لیکن اس زمانہ میں مسلمانوں کی بے بسی اور بے دینی نے اس فریضہ کو ادھورا چھوڑ دیا۔ جس کے نتیجہ میں قادیانی اور بہائی وغیرہ مذاہب پیدا ہو گئے اور اسلام میں ارتداد و زندقہ کا زہر پھیلا نا شروع کیا۔ دہریت کا دور دورہ ہے۔ ۸۰ فیصدی مساجد ویران ہو گئیں اور جہالت نے گھر کر لیا۔

کیا اس وقت ضرورت نہیں کہ اس ماحول کو تبدیل کر کے قرونِ اولیٰ کی پرہیزگاری، دینداری، خدا ترسی اور اخلاق پیدا کئے جائیں۔ خاص طور پر اسلام کے خلاف ہم رنگ زمین جال بچھانے والوں کا سد باب کیا جائے۔ چنانچہ انہی ضروریات کے پیش نظر شعبہ تبلیغِ احرار اسلام نے قادیان میں مرکز قائم کیا اور ہزار مصائب (مقدمات، سوشل بائیکاٹ، جھگڑے وغیرہ) پر لاکھوں روپیہ صرف کر کے بھی اپنے ارادہ کو حتمی نہ ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تیرہ چودہ سال کی محنت شاقہ کے بعد ہم ایک ٹھوس پروگرام کو چلانے کے لئے وسیع میدان میں قدم رکھ چکے ہیں۔ اور کثیر اخراجات سے تعلیمی مدرسہ مبلغین کا طائفہ اور قابلِ معلم و علماء رکھے گئے ہیں۔ جو مقامی طور پر اور مضامقات قادیان بلکہ پنجاب بھر کے دور دور مقامات میں مرزائیت کے زہر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے میں سرگرم عمل ہیں۔

مدرسہ، مہمان خانہ، لشکر خانہ، کتب خانہ، قیام گاہ، طلباء وغیرہ ضروریات کے لئے مکانات کا انتظام بھی کیا گیا ہے اور جن کی مزید تعمیر کے لئے مالی امداد کی ضرورت ہے۔ زمرہ مبلغین میں اضافہ کرنے کی بھی ضرورت لاحق ہے۔ غرضیکہ شعبہ تبلیغ کو اس وقت کئی قسم کے وسیع اخراجات کا سامنا ہے۔ اس وقت جو ماہوار آمد کا اوسط اندازہ ہے وہ بمشکل ماہانہ اخراجات موجودہ کو پورا کر لیتا ہے۔

میں ملک کے تمام سجادہ نشین حضرات صوفیائے عظام، علمائے کرام اور جملہ ہمدردانِ اسلام کے احساساتِ اسلامی، شتمِ نبوت کی حفاظت اور محبتِ رسول اکرم ﷺ کے جذبہ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی خیرات، زکوٰۃ اور صدقات میں اس تبلیغی مرکز کو خصوصیت سے یاد رکھیں۔ نیز کتب خانہ کے لئے درسی وغیرہ درسی کتب وقف کرنے میں بھی دریغ نہ فرمائیں۔ فقط والسلام!

قراردین مہتمم شعبہ تبلیغ احرار اسلام قادیان، صدر دفتر اچھرہ لاہور!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي جعل القرآن
موسمًا من شهر رمضان المبارك

قادیانی سیاست



حضرت مولانا عبدالکریم مبارک علی
رحمۃ اللہ علیہ

برادران اسلام کا فرض

صیغہ اشاعت صدر انجمن مہلبہ امرتسر نے عرصہ سے بغرض افادہ پبلک ماہواری ٹریکٹوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ جو بلا قیمت صرف محصول ڈاک آنے پر ارسال خدمت ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ کا ماہواری نمبر آپ کے سامنے ہے۔ اسلام کا درد اور قوم کی خیر خواہی رکھنے والے اصحاب خود اس ٹریکٹ کو پڑھیں اور دوسروں کو سنائیں۔ اس ٹریکٹ کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ قادیانی فرقہ کوئی مذہبی گروہ نہیں۔ بلکہ ایک تجارتی کمپنی ہے۔ جس نے مذہب کی اور حسی اوڑھ کر اپنی تجارتی اغراض کو پورا کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔

قادیانی سیاست

عنوان بالا پر ہمیں اظہار خیال کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ ان دنوں قادیانی کمپنی نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے جو طرز عمل اختیار کر رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دنیا کے ہر سیاسی معاملہ میں دخل دینا ان کا فرض اولین ہے۔ اور اس دنیا میں بسنے والے انسانوں کا کوئی معاملہ بغیر ان کے مشورہ کے طے نہیں ہو سکتا۔ مثلاً خطہ کشمیر کے سیاسی معاملات میں دخل دینے اور کشمیر کمیٹی کا ڈھونگ رچانے کی ”ان تھک کوششوں“ کوئی دیکھتے کہ قادیانی کمپنی نے اس کام کے لئے کیونکر اپنی نیند کو بھی حرام کر رکھا ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ خود قادیانی کمپنی کے اقوال سے اس کمپنی کی حقیقت کو بے نقاب کریں۔ قادیانیوں کا بڑا حربہ روحانیت کا دعویٰ، تقدس آمیز وعظ اور ہمدردی مخلوق کا اظہار ہوتا ہے۔ جن احباب کو کبھی کسی قادیانی تصنیف کے مطالعہ کا موقع ملا ہے۔ وہ اس چیز سے بے خبر نہیں کہ یہ لوگ اپنی تحریروں میں کیسی شان جلالی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انکا طرز خطاب ایسا ہوتا ہے۔ گویا خدا اپنی مخلوق کو مخاطب کر رہا ہے۔ دنیا کی زیوں حالی اور بندگان خدا کی ہمدردی میں جس درد و کرب سے ٹسوے بہانے کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

ہمیں اس روحانی گروہ کے اقوال و افعال کو واقعات کی کسوٹی پر پرکھنے کا اس وقت تک

حق حاصل ہے۔ جب تک یہ اپنے مذہب کی اشاعت اور دوسروں کو اس مذہب کے قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس نقطہ نگاہ سے یہ ٹریکٹ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

قادیانی کمپنی نے اپنے ابتدائی ایام میں خصوصاً خود کو خالص مذہبی گردہ ظاہر کیا۔ یہ حکومت کی نظروں سے بچنے کے لئے تھا۔ یادنیار تقدس کے اظہار کے لئے ہمیں اس سے بحث نہیں۔ ہمارا مقصود اس جگہ اس کمپنی کی دورنگی بتانا ہے۔ اس ٹریکٹ کے مطالعہ سے یہ چیز عیاں ہو جائے گی کہ اس کمپنی کی دورنگی اس امر کی تین دلیل ہے۔ کہ یہ کوئی مذہبی جماعت نہیں۔ بلکہ ایک تجارتی کمپنی ہے جس کا کام وقت و وقت کا راگ الاپنا ہے۔ ذیل کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ قادیانی جماعت کا لیڈر اپنی جماعت کو سیاست سے علیحدہ رہنے کی تاکید کرتا ہوا کس قدر تقدس دینداری اور پرہیزگاری کا اظہار کرتا ہے۔ خلیفہ قادیان اپنی جماعت کے ایک اعتراض کو یوں بیان کرتا ہے:

”ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ سرائیکوں سے فائدہ ہوتا ہے اور حقوق مل جاتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ جائز انجی ٹیشن کو گورنمنٹ بھی ناپسند نہیں کرتی تو پھر کیا وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو سیاست سے روکا جاتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے کیوں روکا ہے۔“ (برکات خلافت ص ۵۴)

اس سوال کا جواب خلیفہ قادیان نے ۱۸ صفحات پر دیا ہے۔ اور پورے زور سے اپنے مریدوں کو سیاست میں دخل دینے سے روکا ہے۔ ہم اس طویل جواب کے چند اقتباسات اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوگا کہ قادیانی خلیفہ کے نزدیک سیاست میں دخل ایک زہر ہے۔ اور اس میں قادیانی جماعت کی ہلاکت ہے۔ حتیٰ کہ جائز حقوق کے مطالبہ کو بھی ناجائز بتایا ہے۔ مذکورہ بالا کتاب برکات خلافت کے حسب ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمائیے: ”حضرت مسیح موعودؑ (مراد مرزا قادیانی) فرماتے ہیں کہ گورنمنٹ ایک حد تک سیاسی امور کی طرف توجہ رکھنے کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس کام کا انجام خراب ہوگا۔ اس لئے میں اپنی جماعت کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔“ (برکات خلافت ص ۵۶)

”قرضیکہ کو صوبہ کے ایک بڑے اور ذمہ دار حاکم نے اس بات پر زور بھی دیا کہ مسلم لیگ سے نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن حضرت صاحب (مرزا قادیانی) نے یہی جواب دیا کہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔“ (برکات خلافت ص ۵۷)

”اس طرح سیاست کا خون جس کسی کے منہ لگ جاتا ہے۔ پھر وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ اور اس کے اندر ہی گھسا جاتا ہے۔“ (برکات خلافت ص ۵۹)

”آج کل اسلام پر جو نازک وقت آیا ہوا ہے۔ اس سے پہلے اس پر کبھی نہیں آیا۔ اس لئے اس وقت اسلام کو جتنے بھی ہاتھ کام کے لئے مل جائیں اور جس قدر بھی سپاہی اسلام کی حفاظت کے لئے مل جائیں۔ اتنے ہی کم ہیں۔ اس لئے آج مسلمانوں کے لئے سیاست کی طرف متوجہ ہونا ایک ایسا زہر ہے جسے کھا کر ان کا بچنا محال بلکہ ناممکن ہے۔“ (برکات خلافت ص ۵۶)

”حضرت مسیح موعود نے یہ پسند نہ کیا جو تھوڑے سے آدمی ان کے ساتھ شامل ہیں۔ ان کو بھی آپ سیاست میں دخل دینے کی اجازت دے کر اپنے ہاتھ سے کھودیں۔“

(برکات خلافت ص ۹۰)

”سیاست میں پڑ کر چھوٹی قوم بڑی میں جذب ہو جاتی ہے۔“ (برکات خلافت ص ۶۲)

”سیاست کا کوئی مذہب نہیں۔“ (برکات خلافت ص ۶۳)

خلیفہ قادیان سیاست سے علیحدہ رہنے کی ایک وجہ یہ بھی فرماتے ہیں: ”احسان کا بدلہ ہونا چاہئے۔ احسان بھی تو دنیا میں کوئی چیز ہے۔ حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ وہ تنہی اور مرارت جو سکھوں کے عہد میں ہم نے اٹھائی تھی۔ گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ آ کر ہم سب بھول گئے۔“

(برکات خلافت ص ۶۳)

۸ گویا اصل وجہ کا یوں اظہار کیا ہے کہ حکومت نے ہم کو آرام پہنچایا ہے۔ اس لئے ہم خوش ہیں اور اپنے حقوق طلب کرتا بھی گناہ ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ حکومت کی ذرہ بھر ناراضگی لے کر اپنی کہنی کا خاتمہ ہونے کا خوف دامن گیر ہے۔ بہر حال سیاست سے بچنے کا وعظ سنتے جانیئے: ”نادان ہے وہ انسان جو اس وقت سیاست کی کشمکش کو دیکھ کر اور پھر اسلام کی حالت کو معلوم کر کے سیاست کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔“ (برکات خلافت ص ۶۰، ۶۱)

”اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں سیاست کے چھوڑنے کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ ہم تحصیل دار، ڈپٹی اور دیگر سرکاری عہدے حاصل نہیں کر سکے تو وہ سمجھ لے کہ اس کے چھوڑنے سے خدامت ہے اور نہ چھوڑنے سے دنیا۔ پس اگر تمہیں خدا پیا رہا ہے تو سیاست کو چھوڑو۔ ہماری اپنی تو یہ حالت ہے کہ کوئی دشمن ہمیں تنگ کرتا ہے۔ تکلیفیں دیتا ہے۔ دکھ پہنچاتا ہے تو ہم کو گورنمنٹ کے سپاہی ہی اس سے بچاتے ہیں۔ تو سیاست کی وجہ سے ہمیشہ وہی قوم کامیاب ہوتی ہے۔ جس کا جھکا ہو۔“

(برکات خلافت ص ۶۱)

دلی خیالات کا بھی اظہار ہو گیا۔ اسلام کا درود محض بہانہ ہے۔ اصلی چیز یہی ہے اور

سنئے!

”اگر ہم یہ تھوڑے سے آدمی بھی سیاست میں لگ جائیں تو اور کون ہوگا جو اسلام کی خدمت کرے گا۔ ان لوگوں کو جانے دو جو سیاست میں پڑتے ہیں۔ اور تم دین اسلام کی خدمت میں لگے رہو۔“ (برکات خلافت ص ۶۹)

”اسلام کی موجودہ ضروریات چاہتی ہیں کہ ہماری جماعت سیاسی معاملات سے ایسی الگ رہے کہ جس حد تک گورنمنٹ اپنی رعایا کو سیاسی معاملات میں دلچسپی رکھنے کی اجازت بھی دیتی ہے۔ وہ سیاست میں اس قدر بھی دخل نہ دے۔“ (برکات خلافت ص ۷۰)

حضرات! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلام کی خدمت کا رونا روتے ہوئے قادیانی خلیفہ (جس نے اپنے باپ کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔) نے کچھ جماعت کو سیاست میں کسی قسم کا دخل دینے سے منع کیا ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے۔ اور یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ سیاست اچھی چیز ہے یا بری۔ اس میں دخل دینا جماعتی و دہر ہادی ہے یا فائدہ بخش۔ بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ یہ جماعت قطعاً قطعاً مذہبی جماعت نہیں۔ اس گروہ کی بنیاد تجارتی اغراض پر ہے۔ جن کے حصول کے لئے مذہب کو آڑ بٹایا گیا ہے۔ ان کی دورگی اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

جس کتاب سے یہ اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔ وہ ۱۹۱۴ء کی ہے۔ اس وقت ضرورت تھی کہ اس قسم کا وعظ کر کے اپنے تقدس کا اظہار کیا جائے۔ مگر اس کے چند ہی سال بعد کیا ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ واقعات سے فرمائیے۔

دنیا کا کوئی معاملہ ہو۔ جاپان سے متعلق ہو یا چین سے۔ امریکہ کا معاملہ ہو یا افریقہ کا، افغانستان کا ہو یا ترکستان کا یہ گروہ اس میں دخل دینا ضروری سمجھتا ہے۔

ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ کیا اب اسلام کو سپاہیوں کی ضرورت نہیں رہی؟ کیا اسلام کی ضرورت ختم ہو گئی؟ آخر آج کوئی نہ وجہ ہیں جن کی بناء پر تم سیاسیات میں دخل دے رہے ہو۔ کیا اس کا باعث صرف یہ نہیں کہ تم ہر جگہ تفرقہ انگریزی کے ذریعہ اپنا فرض سرانجام دے رہے ہو؟ مثلاً شاہ افغانستان کا معاملہ لیجئے۔ امان اللہ خان سابق شاہ کابل کے خلاف اس کے ملک میں بغاوت ہوئی۔ بغاوت کرانے میں قادیانیوں کا دخل تھا یا نہیں۔ اس وقت یہ بحث نہیں۔ صرف یہ دیکھئے کہ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

”جس بات کا خطرہ تھا وہ ہو کر رہی۔ یعنی کابل کے ملاں فتنہ و فساد پھیلانے سے باز نہ آئے۔ اور انہوں نے ایک حصہ ملک میں بد امنی و بغاوت کرا ہی دی۔ سمجھ میں نہیں آتا وہ لوگ جو دینی علوم کے ماہر اور مسلمانوں کے مذہبی رہنما ہونے کے مدعی بنتے ہیں۔ وہ اپنی ملکی حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانا کیونکر جائز قرار دے لیتے ہیں؟ ان کی یہ حرکت کسی بھی عقل مند انسان کے نزدیک قابل معافی نہیں ہو سکتی۔ اور حکومت کابل نے ان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے۔ اس میں کوئی انہیں قابل ہمدردی نہیں قرار دے سکتا۔“ (الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۷۸ء)

”ہزیمت شاہ کابل کو اپنے ملک میں اصلاحات جاری کرنے پر سب سے بڑی مشکلات اور رکاوٹیں ان لوگوں کی طرف سے پیش آرہی ہیں جو پیر و ملاں کہلاتے اور بلاوجہ عوام کو اپنے پھندے میں پھنسائے ہوئے ہیں۔“

”محمد اتعالیٰ شاہ کابل کو جھوٹے اور بناوٹی بیروں کے رسوخ کو پورے طور پر مٹانے کی توفیق دے۔“

”ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہندوستان کے علماء کا وہ طبقہ جن کے دماغوں میں بوسیدہ خیالات بھرے ہوئے ہیں شاہ کابل کی اصلاحی تجاویز کو نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔“ (الفضل ۶ دسمبر ۱۹۷۸ء)

آپ نے امان اللہ خاں کی تائید میں زوردار الفاظ سن لئے۔ اب بچہ سقہ کی تعریف بھی سنئے۔ جو نجی اس گروہ نے دیکھا۔ کہ بچہ سقہ غالب نظر آ رہا ہے تو یہ ارشاد ہوا:

”سابق شاہ کابل امان اللہ خاں یورپ کی سیاحت سے کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ انہوں نے نہ صرف خود یورپ کی ہر بات میں تقلید کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ بلکہ اپنی ملکہ کو بھی مغربی رنگ میں رنگ دیا۔ ملکہ نے نقاب تو جہاز پر سوار ہوتے ہی اتار دیا تھا۔ لیکن یورپ پہنچ کر وہاں ایسے ایسے زنانہ فیشن اختیار کئے جو مغربی شرفاء کی خواتین میں سے بھی شاید ہی کوئی پسند کرتی ہوں۔ آخر امان اللہ خاں جب سیاحت ختم کر کے اپنے ملک میں پہنچے تو مغربی تہذیب و تمدن سے اس درجہ مسحور ہو چکے تھے کہ انہوں نے اپنے ملک میں مغربی معاشرت جاری کرنے کے لئے جبر سے کام لینا شروع کر دیا۔“ (بھی وہ مغربی تہذیب تھی جس کو چند روز پہلے آسمانی گزٹ اصلاحی تجاویز قرار دے کر علماء کو کوس رہا تھا)

”ہمارے حضرت امام ایدہ اللہ تعالیٰ (مونیو بشیر) نے پہلے ہی (بطور پیشین گوئی) بتا دیا

تھا کہ افغانستان کا اختیار کردہ راستہ ترقی کا نہیں۔ بلکہ ترقی کے لئے اسلام کی ضرورت ہے۔“
(افضل ۲۵ جولائی ۱۹۲۸ء)

”اب جب کہ دست قدرت نے امان اللہ خاں کو ہر لحاظ سے جی دست کر دیا۔ مناسب یہی ہے کہ ان کا ذکر اگر عبرت کے طور پر کرنا پڑے۔ تو انہی الفاظ میں کیا جائے۔ جو ان کی حالت کے مطابق ہوں۔ ورنہ ایک سبق کے بچہ کے خوف سے بھاگ آنے والے کو اگر غازی اور شہر یار غازی کہا جائے۔ تو یہ اس کی تو قیر نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے ساتھ تسخرو ہوگا لیکن سرزمین ہند جہاں لوگ بیٹھے بٹھائے غازی بن جاتے ہیں۔ وہاں جنگ سے بھاگا ہوا کیوں غازی نہ کہلائے۔“
”غازی“ امان اللہ خاں کا وجود جس قدر افغانستان کے لئے مفید سمجھا گیا تھا۔ خدا کی شان اتنا ہی نقصان رساں اور تباہی خیز ثابت ہوا ہے۔“
(افضل ۲۵ جولائی ۱۹۲۹ء)

ہر دو قسم کے اقوال آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ اب غور فرمائیے۔ کہ اسلام کی خدمت کی اب ضرورت ختم ہوگئی تھی جو انہوں نے سیاست میں دخل دیا اور سنے۔ کانگریس کا زور ہوا تو خلیفہ قادیان اس حکومت کے خلاف جس کے بے شمار احسانات بقول خلیفہ قادیان مرزا کے خاندان پر ہیں۔ یوں ارشاد فرماتے ہیں: ”حضرت مرزا قادیانی نے وہ کام تو کر دیا ہے جو آنے والے مسیح کے لئے مقرر تھا۔ اب آنے والے کے لئے کوئی اور کام باقی نہیں۔ اور اس لئے کسی اور کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ بات بالکل عقل کے خلاف ہے کہ کسی کے لئے خدا تعالیٰ نے کوئی کام مقرر کیا ہوا۔ اور اسے دوسرا آ کر کر جائے۔ عیسائیت میں بھی تنزل کے آثار شروع ہو چکے ہیں۔ اور عیسائیوں کا غلبہ مٹ رہا ہے۔ آج سے پچاس سال قبل کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ انگریز کبھی ہندوستان کو..... حقوق دے دیں گے۔ لیکن اب وہ آہستہ آہستہ دے رہے ہیں۔ پھر ان کی تجارتی طاقت بھی ٹوٹ رہی ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ انگریز کہتے تھے۔ ہم یورپ کی دوڑی سے بڑی طاقتوں سے دو گنا بھری بیڑا رکھیں گے۔ اس زمانہ میں حضرت مرزا قادیانی نے پیش گوئی فرمائی ہے۔“

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال

بعد ازاں آثار ضعف و اختلال

اس کے کچھ عرصہ بعد جب ملکہ وکٹوریہ فوت ہوئیں تو اس سلطنت میں آثار ضعف شروع ہو گئے۔ ہندوستان میں جو درود آج نظر آ رہی ہے یہ دراصل جنگ ٹرانسوال کے زمانہ میں

عی شروع ہو گئی تھی۔ اس وقت ہندوستانیوں نے خیال کیا کہ اگر یہ تیس لاکھ انسان انگریزوں کو تنگ کر سکتے ہیں۔ تو ہم کیوں نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اسی وقت سے یہ کشمکش شروع ہوئی۔ اور پھر روز بروز ضعف زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اب عیسائیت کھڑی رہ ہی نہیں سکتی۔ حضرت مرزا قادیانی نے مسیح کو مار دیا اور اس طرح اسلام کو عیسائیت کے غلبہ سے بچالیا۔ بلکہ اناجیل سے وفات مسیح ثابت کرے۔ باقی دنیا کو بھی عیسائیت کے غلبہ سے محفوظ کروایا ہے۔“ (الفضل ۷ مارچ ۱۹۳۰ء ص ۱۴)

”ہندوستانی غیر محدود زمانہ تک غیر ملکی حکومت گوارا نہیں کر سکتا۔ اب ہندوستان خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔“ (الفضل ۲۶، ۲۷ جون ۱۹۳۰ء)

”سائنس کمیشن اس غرض کے لئے مقرر کیا گیا تھا کہ دیکھا جائے۔ مزید اختیارات کس حد تک دئے جاسکتے ہیں۔ ادھر ہندوستان میں اس حد تک بیداری تعلیم آزادی کا احساس پیدا ہو چکا ہے۔ اور دوسرے ممالک اس طرح آزاد ہو رہے ہیں کہ اب ہندوستانی خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔ اور یہ ممکن ہی نہیں کہ دنیا کی آبادی کا ۴۲ حصہ غیر محدود اور غیر متعین عرصہ تک ایک غیر ملکی حکومت کی اطاعت گوارا کر سکے۔ اگر یہ مطالبہ منظور نہ کیا گیا۔ تو آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پرسوں ملک عقل مندی، مصلحت اور دور اندیشی کے تمام قوانین توڑنے کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ اور خواہ اسے خود کشی کہا جائے اور خواہ اس کا نام تباہی و بربادی رکھا جائے۔ خواہ اسے ہلاکت اور خوریزی قرار دیا جائے۔ ملک اس کے لئے آمادہ ہو جائے گا۔“ (الفضل ۹ مئی ۱۹۳۰ء)

”میں نے پہلے ہی لکھا تھا کہ جس وقت سے ملک میں حکومت خود اختیاری کا سوال پیدا ہوا ہے۔ حکومت ہمیشہ زبردست کا ساتھ دینے کی کوشش کرتی ہے۔ کیونکہ کوئی خواہ کتنا ہی دیانت دار ہو۔ اگر اس میں دینداری اور روحانیت نہیں۔ تو وہ قومی مفاد کے مقابلہ میں دیانت داری کی کوئی زیادہ پرواہ نہیں کرتا۔ (انگریزوں کی طرف اشارہ ہے) جس کے اخلاق کسی ہوں۔ وہ جہاں بھی قومی سوال پیدا ہوگا۔ انہیں خیر آباد کہہ دے گا۔ اس لئے میں نے پہلے بھی کئی بار کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ جوں جوں ہندوستان میں حکومت خود اختیاری کا سوال زور پکڑتا جائے گا۔ انگریز زبردست کی طرف جھکتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں۔ زبردست کی حمایت کے بغیر ہم یہاں نہیں رہ سکتے۔ آرٹ لینڈ میں دیکھ لو کیا ہوا۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر حکومت کا ساتھ دیا حکومت نے جب دیکھا کہ ملک میں مخالفت بڑھ گئی ہے۔ تو اس نے ان جانباڑوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ایسے ایسے قوانین پاس کر دیئے جنہیں ان بہادروں نے اپنی حق تلفی سمجھا۔ وہ

لوگ ان کے ہم مذہب ہم قوم اور وفادار تھے۔ لیکن ان تعلقات کے ہوتے ہوئے جب زبردست کے مقابلہ میں پرواہ نہ کی گئی۔ تو صرف وفاداروں کو جو نہ ان کے ہم مذہب ہیں۔ اور نہ ہم قوم، ساتھ چھوڑ دینا کوئی اچھے کی بات ہے۔“ (خلیفہ محمود)

مذکورہ بالا اقوال تو اس وقت کے ہیں۔ جب کانگریس زوروں پر تھی۔ مگر جو نبی چندون بعد کانگریس قادیانیوں کے خیال میں ی ناکام دکھائی دی تو خلیفہ قادیان ارشاد فرماتے ہیں: ”ہندوستان کے سے غریب ملک میں اسی قسم کی دوسری تحریکیں جو لاکھوں آدمیوں کو قوت لایوت مہیا کرنے سے باز رکھ رہی۔ جس قدر جانتی اور بدامنی پیدا کر سکتی ہیں وہ ظاہر ہے، اور حالات جس حد تک نازک ہو چکے ہیں۔ وہ خود کانگریسوں سے بھی پوشیدہ نہیں۔ لیکن ہاں جو اس کے وہ اصلاح کی طرف متوجہ ہوتے نظر نہیں آتے۔ حالانکہ عقل مندی اور دوراندیشی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان کوئی ایسی راہ اختیار نہ کرے جو حریف کے علاوہ اپنے آپ کو بھی ہلاکت کے گڑھے میں گرا دے مگر ان لوگوں کو جو ہندوستان کے نجات دہندہ بننا چاہتے ہیں۔ اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ ان کے افعال حکومت کی نسبت خود ان کے لئے ان کے ملک کے لئے اور ان کے ہم وطنوں کے لئے زیادہ نقصان رساں اور ہلاکت آفرین ثابت ہو رہے ہیں۔“

مگر ان سے باز نہیں آتے کسی نہ کسی مرحلہ پر پہنچ کر انہیں ہاز تو آنا پڑے گا۔ کیونکہ جوں جوں ان کی غلط کاریوں اور نقصان رسائیوں سے عام لوگ آگاہ ہوتے جائیں گے۔ ان کا وہ جوش سرد ہوتا جائے گا۔ جس کی وجہ سے اندھا دھند کانگریسی لیڈروں کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور جوں جوں اس کے زخم ٹھنڈے ہوتے جائیں گے۔ تھک اور ہار کر ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہوتے جائیں گے۔ اس کے آثار ابھی سے نظر آ رہے ہیں۔ چنانچہ مختلف صوبوں میں وہ لوگ جنہوں نے بڑے جوش و خروش سے قانون شکنی کی تھی۔ گورنمنٹ سے معافی مانگ کر اور آئندہ اس قسم کی حرکات نہ کرنے کا عہد کر کے رہائی حاصل کر رہے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔“ (انضال ۶، ستمبر ۱۹۳۰ء ص ۳)

اور سننے کانگریس پر نکتہ چینی کرتے ہوئے آپ ارشاد فرماتے ہیں: ”میں میں جماعت کو پورے زور سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ خلاف اس تحریکات کی خبر گیری کریں۔ اور وقتاً فوقتاً مجھے اطلاعات بھیجے رہیں۔“ (تاکہ یہی اطلاعات حکومت کو بھیج کر اپنا احسان جتایا جائے کہ دیکھو ہم ی آئی ڈی کا کام سرانجام دیتے ہیں)

آگے لکھتے ہیں: ”میں نے ایک سکیم بھی تیار کی ہے جس کے ماتحت پچیس سال تک کے تمام نوجوانوں کو منظم کیا جائے گا۔ لیکن علاوہ اس تنظیم کے ہمارے جماعت کے ہر فرد کو حکومت کے اس معاملہ میں مدد کرنی چاہئے۔“ (حکومت کی مدد کرو گے تو حکومت مضبوط ہوگی۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے مرزا کی پیش گوئی جو حکومت کی جابی کے لئے کی گئی ہے۔ کیونکر پوری ہوگی۔ پس کیا یہ باتیں تم دل سے کہہ رہے ہو) (خطبہ خلیفہ قادیان مندرجہ الفضل ۷ جولائی ۱۹۳۲ء)

سوال یہ ہے کہ اب اپنی جماعت کے نوجوانوں کو حکومت کی امداد کے لئے تیار کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا ہندوستان مسلمان ہو گیا؟ خاص قادیان کی کہو کہ وہاں ہند، سکھ، عیسائی باقی نہیں رہے۔ کیا اسلام کو آج سپاہیوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اسلام کا وہ درد جو ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوا تھا کہاں گیا۔ کیا اسلام کی خدمت کا کام ختم ہو چکا۔ جواب اس سے فارغ ہو کر خدا کو ملنے کے بجائے اب دنیا یعنی سیاست کے پیچھے پڑے ہو۔

ہمیں اس وقت اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ قادیانی فوج تیار ہوئی تو کیا کرے گی؟..... جو لوگ قادیان میں مذبح کو نہ بچا سکے وہ کیا کریں گے۔ ۲..... یہ صرف لفظی طور پر حکومت کے خوش کرنے کے لئے فوج کی تیاری کا اعلان کیا ہے۔ ۳..... یہ سمجھا ہے کہ حکومت کو امداد کی ضرورت تو ہوگی نہیں۔ لفظی ہمدردی میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ ہمارا مقصد تو اس وقت قادیانی خلیفہ کے اقوال سے ان کی دوزخی ظاہر کر کے یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ یہ کہنی کوئی مذہبی جماعت نہیں بلکہ ایک تجارتی کہنی ہے۔ جس نے مذہب کی اوڑھنی اوڑھ رکھی ہے۔

قادیانی کہنی کا موجودہ طرز عمل ملاحظہ فرمائیے۔ کشمیر میں فتنہ انگیزی، معاملات کشمیر میں دخل در معقولات، کشمیر کمیٹی کا ڈھونج، مسلم لیگ کی صدارت، ایک قادیانی کا گول میز کانفرنس میں جانے کے لئے انتہائی کوشش کرنا وغیرہ ذالک۔

قادیانی ان معاملات میں کیوں منہمک ہیں۔ یا مسلمانوں کے معاملات میں دخل دے کر قادیانیوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ اس وقت اس چیز پر ہماری بحث نہیں۔ ہمارا سوال تو صرف یہ ہے کہ کیا اسلام کی خدمت کا کام سرانجام پا چکا۔ جواب سیاست میں دخل دے رہے ہو۔ اور تمہارا یہ اعلان کہاں گیا؟ ”اگر ہم تھوڑے سے آدمی بھی سیاست میں لگ جائیں تو اور کون ہوگا جو اسلام کی خدمت کرے گا۔ اگر تمہیں خدا چاہتا ہے تو سیاست کو چھوڑ دو۔“

پس یا تو بانو کہ اب خدا چاہتا نہیں یا اس بات کا اقرار کرو کہ بقول خود ”سیاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔“ تم دراصل ہوسہ سیاسی گردہ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي هدانا لهذا
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

خطبہ عید الاضحیٰ ۱۳۵۲ھ ترکان احرار کا پیغام



ترکی کے نامہ نگار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صدق خلیل کی سالگرہ

خطبہ عید الاضحیٰ ۱۳۵۳ھ

برادران اسلام! آج اس عظیم الشان قربانی کی سالگرہ منائی جا رہی ہے۔ جس میں سرور کائنات ﷺ کے جد پاک حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے صدق اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے صبر کی آزمائش ہوئی۔ ضرورت ہے کہ ہم اس سنت کی سالگرہ مناتے ہوئے غور کریں کہ اس قربانی کا مقصد کیا تھا اور ہر سال ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور اسلام کی بین الاقوامی کانفرنس یعنی حج کے دوسرے روز عید الاضحیٰ کے نام سے اس قربانی کی یاد کیوں تازہ کی جاتی ہے۔ جس میں لاکھوں کروڑوں حلال جانداروں کا خون اللہ کی فوج کے سپاہی یعنی مسلمان اپنے ہاتھوں سے بہانے کی مشق کرتے ہیں؟

اگر صدق خلیل علیہ السلام اور صبر اسماعیل علیہ السلام کے واقعہ اور اس کے بعد کے اسلامی واقعات پر نگاہ دوڑائی جائے۔ تو ہمیں اس کا جواب خود بخود مل جائے گا۔ اور ماننا پڑے گا کہ اس مشق..... کروانے کا منشاء صرف یہ ہے کہ اللہ کی فوج دنیا بھر میں حکومت الہی قائم کرنے کی عادت حاصل کرتی رہے۔ تاکہ..... اسلام کا نصب العین پورا ہو۔

اسلام کا نصب العین کیا ہے؟

اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ دنیا میں اللہ کی حکومت قائم کی جائے۔ تاکہ نوع انسانی اسی دنیا میں اجتماعی مصیبتوں سے نجات پا کر دنیا اور آخرت میں اللہ کی نعمتوں کا لطف اٹھا سکے۔ اسی لئے بانی اسلام محمد ﷺ (ابی دمیٰ فداہ) نے شرف نبوت یعنی چالیس سال کی عمر سے اس کام کو شروع کر کے متواتر اکیس برس تک بے شمار قربانیوں کے بعد ۸ھ میں مرکز عرب اور اپنے وطن مکہ بلکہ معلوم دنیا کے تقریباً وسط میں ہونے کی وجہ سے مرکز عالم میں حکومت الہی قائم کر دی۔ اور تقریباً دو سال تک اس نظام حکومت کو چلانے کے بعد ۶۳ سال کی عمر میں ۱۱ھ میں وفات پائی۔ جبہ الوداع (آخری حج) کے موقع پر مکہ کی ایک پہاڑی کے اوپر اونٹنی پر سوار ہو کر حضور نے تقریباً ایک لاکھ اور کئی ہزار کے مجمع میں خطبہ دیا۔ جس میں آپ نے اعلان کیا۔ قیام حکومت الہی کے لئے جو کام اللہ کی طرف سے میرے سپرد ہوا۔ اس کی تکمیل ہوگئی اور اس حکومت کا نظام نامہ اور دستور

العمل (کانٹریوشن) قرآن ہے۔ اور کہ آئندہ مسلمانوں کی پالیسی یہ ہوگی۔ کہ دنیا بھر میں یہی نظام حکومت الہی (دستور العمل) نافذ کیا جائے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے عہد تک وہی نظام حکومت الہی قائم رہا۔ اور جمہوریت اسلامیہ شام، مصر، ایران اور عراق وغیرہ تک پھیل گئی۔

عہد معاویہ میں نظام حکومت الہی کے بجائے شخصی حکومت کا قیام

لیکن اس کے بعد شہادت عثمانؓ سے پیدا شدہ اموی ہاشمی سوال نے بنو امیہ کی زبردست اکثریت اور کچھ وقتی حالات کی وجہ سے معاویہؓ کے لئے سیاست اسلامیہ پر قابض ہو جانے کا موقع پیدا کر دیا۔ اور جناب امیر کرم اللہ وجہہ کا عہد خلافت ختم ہوتے ہی جمہوریت الہیہ اسلامیہ شخصی حکومت میں تبدیل ہو گئی۔ اور اسی بدعت کو قائم رکھنے کے باعث مبر حسینؓ کی آزمائش ہوئی۔ یہ اس لئے کہ معاویہؓ نے خلافت اسلامیہ الہیہ کو شخصی حکومت بنا دینے کے بعد اس بدعت کو نسل وراثت بنا دیا اور اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو وارث تخت قرار دیا۔ لیکن سید الشہداءؓ نے اس بدعت کو تسلیم کرنے کے بجائے تاج شہادت قبول کیا۔ اور رہتی دنیا تک مثال قائم کر دی کہ مرو مومن حکومت الہی میں رد و بدل برداشت کرنے کے بجائے اپنی جانوں پر کھیل جانے کی سنت تازہ رکھنا پسند کرتے ہیں۔ غلیل اللہ کی قربانی کے بعد اسلام کی اس سب سے بڑی قربانی کا لطف اقبال نے اپنی تازہ تصنیف ”بال جبریل“ میں اس طرح پھیلایا ہے کہ۔

صدق غلیل بھی ہے عشق مبر حسین بھی ہے عشق

محرکہ وجود میں بدرو حنین بھی عشق

آج اس بنیادی سبق کو بھول کر ہم مسلمان کہلاتے ہوئے بھی ذلت و خواری میں مبتلا ہیں اور ملکوں کے ملک کھودینے کے ساتھ ہی ایمان لٹا بیٹھنے کے بعد بھی اپنی اسامیت پر مطمئن ہیں۔ خدا کے لئے غور کرو کہ مقصد اسلام سے منہ پھیر کر..... بنیادی سنت کی پیروی کے بغیر ہمارا اسلام محمد ﷺ کی منافقانہ فاداری کے دھوکے باز اعلان کے سوائے اور کیا ہے؟

اب ہمارے سامنے سوال صرف یہ ہے کہ آیا ساڑھے تیرہ صدیاں گزر جانے کے بعد اس وقت تک چالیس پچاس کروڑ مسلمانوں کی موجودگی کے باوجود دنیا بھر میں حکومت الہی قائم ہو گئی یا کہ نہیں؟ جس کا جواب صاف ہے کہ دنیا بھر میں حکومت الہی قائم ہونے کے بجائے عہد معاویہ سے لے کر اب تک حکومت الہی کا صحیح تصور بھی ہمارے ذہن سے دور رہا۔ اور بنو امیہ و بنو

عباس اور دوسرے مسلمان حکمرانوں کی غیر اسلامی فحشی حکومتوں کو ہم الہی حکومتیں سمجھتے رہے۔ زیادہ تر ملت اسلامیہ کی اس ایک غلط فہمی کی وجہ سے دنیا کا بڑا حصہ اسلام یعنی حکومت الہی سے اب تک محروم ہے۔

اسی لئے امام احمد بن حنبلؒ کو ج کہنے کے بدلہ میں کوڑوں سے اپنا جسم لہو لہان کر دیا پڑا۔ اور قید و بند کا مزا چکھنا پڑا۔ امام ابو حنیفہؒ کو راست گوئی کی خاطر جیل جا کر پوسف علیہ السلام کی سلت تازہ کرنی پڑی۔ امام ابن تیمیہؒ نے بھی جیل خانہ کی ہوا کھا کر سچائی کی سند حاصل کی۔ قیام حکومت کے سلسلہ ہی میں مولانا اسماعیل شہیدؒ کی شہادت کو ابھی ایک صدی ہی کا عرصہ گزرا ہے۔ اور دور کیوں جاتے ہو۔ اس زمانے کے حامیان حکومت الہی شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حکیم محمد اجمل خاں صاحب مرحوم اور رئیس الاحرار مولانا محمد علی صاحبؒ کے تو ابھی کفن بھی میلے نہیں ہوئے۔

موجودہ زمانہ میں حکومت الہی کے قیام کی آسانیاں

ساڑھے تیرہ صدیوں میں جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ لیکن ہمارا سفر ابھی بہت زیادہ باقی ہے۔ لیکن ہمارا کام بہت آسان ہو گیا ہے۔ کیونکہ موجودہ دنیا کی علمی تحقیقات اور سائنس کی ایجادات نے قرآن کی ظاہر و پوشیدہ سچائیوں کو عقلی کسوٹیوں پر لگا کر اقرار کرنا شروع کر دیا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہی تعلیم فطرت ہے۔ اس لئے اسی تعلیم میں دنیا کی نجات ہے۔ اسی لئے دنیا خود بخود حکومت الہی کی مستلشی اور حمایت پر آمادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اور مختلف ناموں سے قیام نظام حکومت الہی کے لئے کوشاں ہے۔ مسلمانو! سمجھو کہ نظام حکومت الہی کیا ہے۔ تاکہ اسے سمجھ کر ہم اپنی منزل کا راستہ آسان بنائیں۔

نظام حکومت الہی

نظام حکومت الہی کی تفصیل و تشریح قرآن و حدیث اور ان دونوں کی زعمہ تفسیر یعنی آخری نبی کے نمونہ عمل میں موجود ہے۔ جس کا اختصار یہ ہے کہ دنیا کا حکمران یعنی اللہ ایک ہے۔ محمد ﷺ اس کے آخری رسول ہیں۔ جن کے ذریعہ سے دنیا کو آخری مکمل آئین (کانٹینیویشن) دیا گیا ہے۔ اور انہیں کے ہاتھ سے حکومت الہی کا نمونہ مکہ میں قائم ہوا۔ جس کے بعد اعلان کیا گیا کہ سب اولاد آدم ایک ہی کنبہ ہے۔ اور آدم مٹی سے بنا تھا۔ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں۔ نہ کسی عجمی کو عربی پر فضیلت ہے۔ کسی نسل کو کسی نسل پر کوئی امتیاز نہیں۔ صرف فضیلت کے قابل وہی انسان ہے۔ جو پاک باز اور نیک عمل کرتا ہے۔ حکومت الہی میں ساری دنیا کی دولت و دنیا والوں کی

مشترکہ ہے۔ کسی شخص کو حق نہیں کہ وہ سود یا دوسرے ناجائز ذرائع سے خلق خدا کی روزی چینیے۔ بلکہ حکومت الہی کا فرض ہے۔ ہر فرد پر عایا کو حسب ضرورت روٹی دے۔ اور قرآن کے اصولوں کے مطابق ضرورت سے زیادہ دولت اکٹھی کر کے رکھنے والوں سے وقتاً فوقتاً دولت حاصل کر کے مستحقین اور ضرورت مندوں میں تقسیم کرتی رہے۔ جس کا نام اسلام نے زکوٰۃ، حقوق ہمسایہ، حقوق یتیم، حقوق یتیم، حقوق یتیم، حقوق مسافر، حقوق یتیم، حقوق مساکین، حقوق اخراجات نظام حکومت و تقسیم جائیداد و بذریعہ وراثت رکھا ہے۔ عورتوں کو وراثت ملکیت کا حق ہوگا۔ رضامندی سے نکاح اور ناجاتی کی صورت میں شوہر سے طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ اور خاوند کی ہٹ دھری کی صورت میں بذریعہ قاضی خلق کا حق رکھتی ہے۔

فسق و فجور اور فضول رسومات کا رواج قانوناً بند ہوگا۔ سود کے بغیر مقررہ پابندیوں سے تجارت کرنے کا اور محنت و مزدوری یا زراعت کے لئے ہر شخص کو حق حاصل ہوگا۔ حکومت الہی کی فوج یعنی مسلمانوں پر روزانہ پانچ دفعہ جماعت بند ہونا اور ان کے نمائندوں کے لئے ہر سال مرکز اسلام میں ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کرنا فرض ہوگا۔
مسلمانو! حکومت الہی کے قیام کے لئے اٹھو!

نام کے مسلمانو! سوچو کہ اس دنیا میں بہشت کے صونہ سے لطف اٹھانے اور دوسری زندگی میں بہشتی زندگی کی عادت حاصل کرنے کے لئے حکومت الہی کے قیام سے زیادہ بیک عمل اور کونسا ہو سکتا ہے۔ تم جاننے ہو کہ ریلیں، ہوائی جہازوں، چھاپہ خانوں اور دوسری ایجادات سے تمہارا کام کس قدر آسان ہو گیا ہے۔ اللہ کا نام لے کر حکومت الہی کے قیام کے لئے اٹھو۔ زمانہ بیکار بیکار کر نہیں کہہ رہا ہے۔ کہ۔

معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

از خواب گریں، خواب گریں بخواب گریں خیز

ترکان احرار کا پیغام

ترکان احرار صدیوں سے حکومت الہی سنبھالنے کے دعویدار چلے آتے ہیں۔ گو حکومت عثمانیہ بھی کلیہ نظام حکومت الہی کے مطابق نہ تھی۔ لیکن ترکوں نے اپنے علماء دین پر بھروسہ کر کے اپنی عقل کے مطابق حکومت عثمانیہ کو ہی حکومت خلافت اسلامیہ سمجھ کر قائم رکھا۔ لیکن آخر کار مسلمانان عالم کے اعمال کی سزا اس رعی سبی خلافت اسلامیہ کو بھی اٹھانی پڑی۔ اور حکومت عثمانیہ

ہماری غفلتوں اور دینی بے حسی کی نذر ہو گئی۔ جسے اسلام کے مجاہد اعظم انور پاشا نے اپنے سر کی بازی لگا کر بچانے کی کوششوں کے بعد آخر وسط ایشیا میں غریب الوطنی کی حالت میں اپنی کروڑوں جالوں سے قیمتی جان میدان جنگ میں قربان کر دی۔ لیکن یہ سعادت غازی مصطفیٰ کمال اتاترک (ترک اعظم) کی تلوار کو حاصل ہوئی۔ اس مرد مجاہد نے غازی عصمت پاشا، غازی رؤف پاشا اور غازیہ خالدہ اویسب خانم کی امداد و اعانت سے دوبارہ جمہوریہ ترکیہ کی بنیاد رکھی۔ آج اسی مصطفیٰ کمال کے وطن ترکیہ کے شہر استنبول کی جامع مسجد کے امام حافظ نور اللہ آفندی اور خود مصطفیٰ کمال کی زبان سے پیغام آیا ہے کہ حکومت الہی کے قیام میں رکاوٹ پیدا کرنے والے اور بغاوت پھیلانے والے قوتوں کے استیصال کے لئے کمال اعظم اور ملت ترکی ہمہ تن تیار ہے۔ اس پیغام کے پہنچانے والے روز نامہ اخبار ”احسان“ لاہور کو اللہ زندہ رکھے۔

آثار بتا رہے ہیں کہ یہی پیغام انشاء اللہ مسلمانوں کی پھوٹ اور انتشار ختم کرنے کا باعث ہوگا۔ اور ایک دن آئے گا کہ۔

آملیں گے سینہ چاکان جن سے سینہ چاک

موج مضطرب نہیں زنجیر پا ہو جائے گی

حکومت الہی کی حمایت کے لئے ترکان احرار کا تازہ اقدام

اخبار ”احسان“ لکھتا ہے کہ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۳۵ء کو جامع مسجد استنبول میں ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ملت ترکیہ کے ۷۰ ہزار فرزندوں کے علاوہ ۵۰۰ قائدین ملت نے بھی شمولیت کی۔ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد رئیس العلماء حافظ نور اللہ نے آلہ جمہیر الصوت پر ایک بصیرت۔ افروز تقریر کی اور کہا کہ اس وقت دشمنان اسلام میں تشمت و افتراق کا بیج بونے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہیں اور اس بات کے ورپے ہیں۔ کہ بھائیوں بھائیوں میں پھوٹ ڈال کر مسلمانوں کی قوت کا شیرازہ منتشر کر دیں اور اسلام کے مقدس اصولوں کو پامال کر کے ملت اسلام کی یکجہتی کے رشتہ کو منقطع کر دیں۔

اکثر اسلامی ممالک میں آئے دن ایسے آدمی پیدا ہوتے رہتے ہیں جو اپنی خرافات سے حضور سید البشر ﷺ کی شان میں گستاخی کے مرکب ہو کر ہمارے محکوم مسلمان بھائیوں کے جذبات کو مجروح کرتے رہتے ہیں۔

ترکوں کے جذبہ اسلامی سے اپیل

اے ترک مجاہد و اتہارے آباد اجداد تحفظ ناموس رسالت اور رفعت و شوکت اسلام

کے لئے آٹھ سو سال تک شمشیر بکف پھرتے رہے اور پھر چار دایک عالم میں خدمت اسلام کے لئے اپنا خون بہا کر حضور رسالت مآب ﷺ کی روح مبارک کی خوشنودی سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اس لئے تمہیں بھی چاہئے، کہ اسلام کی عزت کو برقرار رکھنے کے لئے تم بھی اپنے اباؤ اجداد کے نقش قدم پر گامزن رہو اور ملت اسلام کی ناموس کی حفاظت کو فرض جانتے ہوئے اس فرض کی بجا آوری میں بالکل کوتاہی نہ کرو اور اسلام کے خلاف خرافات بکتے والوں کو جبرتناک سزا دے کر برادران اسلام کو اس روحانی عذاب سے نجات دو۔ جس میں وہ مدت سے مبتلا چلے آتے ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ تم اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی مدد کرو اور غیر مسلم اقوام کے مقابلہ میں انہیں سر بلند کر کے دنیا پر عیاں کرو کہ تمام مسلمان ایک عالمگیر اخوت کے رشتے میں منسلک ہیں۔

میں تمہارا مذہبی رہنما ہونے کی حیثیت سے درخواست کرتا ہوں کہ تم قرآن پاک کی تعلیمات کے مطابق اپنے محکوم لیکن مسلمان بھائیوں کے متعلق دل میں کوئی ایسا خیال نہ لاؤ۔ جو بغض و عناد پر مبنی ہو۔ پرانے واقعات کو بھول جاؤ۔ اور ان لوگوں کو جو توحید باری تعالیٰ، رسالت محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کی حقانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔ بلا تخصیص رنگ و نسب اپنے بھائی سمجھو۔ ان کے غم کو اپنا غم اور ان کی مسرت کو اپنی مسرت سمجھو۔ اس میں شک نہیں کہ تمہارے محکوم بھائیوں نے حکومت کی مجبوریوں کے ماتحت ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔ لیکن یقین جانو کہ وہ اپنی اس حرکت سے نادم ہیں۔ تمہیں خدا نے روئے زمین کے مسلمانوں پر فوقیت دی ہے۔ اور یہ سب خدائے تعالیٰ کا فضل ہے۔

قادیاہی و جل کی حقیقت

میرے غیور بھائیو! آج میں تمہارے ساتھ فرقہ مرزائیہ کے دجال کا تار پود بکھیرنا چاہتا ہوں۔ اس فرقہ کی ابتداء ہندوستان کے ایک قصبہ قادیان سے ہوئی تھی۔

آج سے چند سال قبل مرزا غلام احمد نامی ایک آدمی نے اپنے نبی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اپنی فریب کاریوں سے اس نے ایسا اثر پیدا کیا کہ محدودے چند حقوق نے اس کی بیعت کر لی۔ اور اس کی نبوت کا اقرار کر لیا۔ (اس وقت حاضرین میں سے کسی نے مرزا غلام احمد کی لیاقت اور اس کی اقتدار کے متعلق سوال کیا۔) مقرر نے جواب دیا کہ مرزا مذکور سرکاری دفتر میں معمولی اہلکار تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ اپنی شاطرانہ چالوں اور فوق العادہ غبات فطری کی وجہ سے ”نبی“ کے رتبہ تک جا پہنچا۔ اس نے اپنی گرد و پیش کا سہ لیسوں کا ایک حلقہ جمع کر لیا تھا۔ جو اس کی تائید و حمایت میں مضامین لکھتا۔ اور اس کی تالیفات کی تعریف میں رطب اللسان رہتا۔ اس نے

ہندوستان کی موجودہ حکومت کی تائید و اعانت کے بل بوتے پر وہاں کے مسلمانوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔

اور انہوں نے کفر و الحاد کے فتوے چسپاں کرنے شروع کر دیئے۔ میں اور میرے چند رفقاء، مرزا سیہ کی ایمان سوز سرگرمیوں کا دلچسپی سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ ترکی بدلتوں تک شخص حکومت کی زنجیروں میں جکڑا رہا اور جب ملوکیت کی محسوس دور ہوئی تو غیر مسلم اقوام نے اسے جاہ کرنے کے لئے اس پر یورش کر دی۔ اور ہمیں آج تک کوئی موقع نہیں مل سکا کہ ہم عوام کو باقاعدہ اس نئے فرقے کے حالات سے مطلع کر سکیں اور انہیں بتا سکیں کہ اس فرقہ نے افغانی کی مدد سے شعائر اسلامی میں رخنہ اندازی کر کے اسلام کو نقصان پہنچانے کی کس قدر کوشش کی ہے۔

قرآنی آیات میں تحریف

میرے عزیز د! مرزا نے قرآنی آیات کی ترجمانی میں بہت تحریف سے کام لیا ہے۔ اور قرآنی آیات میں اپنے نام کو داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے جہاد کو منسوخ کر دیا اور مکہ معظمہ کے بجائے حجاج کی عقیدت کا مرکز قادیان کو قرار دیا۔ وہ کلیم اللہ ہونے کا مدعی تھا۔ اور عوام میں ہمیشہ یہ مشہور کرتا تھا کہ رات کو مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ مجھ میں مسیح موعود کی تمام نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے مجھ پر ایمان لے آؤ۔

مرزا کے جانشین

مرزا کے مرنے کے بعد اس کے جانشین بدستور اسی غلط راہ پر کار بند رہے جو مرزا قادیانی نے ان کے لئے تجویز کیا تھا۔ وہ لوگ ذلیل سے ذلیل حرکات کے ارتکاب سے نہیں بچ سکتے اور پچھلے دنوں تو انہوں نے مسلمانوں کی حقیر اور حقوق شکنی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ان کا دعویٰ کہ ان کے سواروئے زمین کے مسلمان کافر ہیں۔ مرزا قادیانی کا جانشین بشیر الدین محمود اپنے آپ کو دنیا کا روحانی حکمران تصور کرتا ہے۔ اور مسلمانوں کو دھمکیاں دیتا رہتا ہے۔ کہ میں اپنی بددعاؤں سے تمام پر پیار یاں اور عذاب نازل کروں گا۔

”احسان“ اور ”زمیندار“ کی تحریروں کا اثر

پچھلے دنوں حاجی محمد زکریا صاحب نے جو آج کل ہندوستان مقیم ہیں۔ مجھے ایک خط اور اس کے ساتھ ”زمیندار“ اور ”احسان“ کے چند پرچے بھیجے۔ جن کا ترجمہ سن کر میں نے محسوس

کیا کہ واقعی اس فرقہ ضالہ نے ہندوستان کے مسلمانوں پر عرصہ حیات تک کر رکھا ہے۔ خود حاجی عمر زکریا صاحب نے اپنے مکتوب میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ قادیانیوں نے مسلمانوں کے خلاف ذلیل پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔ اور اس ضمن میں انہوں نے ترکی علماء پر بھی کچھ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی خرافات کو پڑھ کر میرادل خون ہو گیا ہے۔

یہ فرقہ ضالہ مرزائیہ اس وقت ملت اسلامیہ کی تخریب کے درپے ہے۔ ان کی ناپاک کوششوں کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ہر ممکن طریق سے تکلیف پہنچائیں۔ اور انہیں خوف و ہمدید سے مروع کریں۔

شدید احتجاج

میں اور ترکی کے دوسرے تمام علماء مرزا کی تعلیمات کو قرآنی پاک کی تعلیم کے منافی خیال کرتے ہیں۔ اور ہر مسلمان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس فتنہ آخرو زمان کے خلاف شدید احتجاج کریں۔ اور اگر ضرورت پڑے تو اس فتنہ کے استیصال کے لئے مالی اور جانی جہاد کرنے میں دریغ نہ کریں۔

میرے دوستو! یہ وہی ذلیل گروہ ہے۔ جس نے جنگ عظیم میں ترکی کی شکست پر خوشی کے شادیاں بجا ئے۔ اور سقوط بغداد اور عربستان سے ترکوں کے اخراج کے موقع پر حکومت ہند کو ہدیہ تحریک پیش کیا۔ میں ترکوں سے امید کرتا ہوں کہ وہ اپنی قوت کے مطابق اس فتنہ کے انسداد کے لئے کوشاں ہوں۔

ہمیں چاہئے کہ مجلس ملی کی وساطت سے حکومت ہند کے پاس اس کی مرزائیت نوازی کے خلاف احتجاجی مکتوب ارسال کریں۔ اور اس سے درخواست کریں کہ اگر حکومت ہند مرزائیوں کا قلع قمع کرنے سے قاصر ہے تو ترک مجاہدوں کو اجازت دے کہ وہ اپنے محکوم بھائیوں کی امداد کر سکیں۔ میرے بھائیو تم دنیا پر ثابت کر دو کہ ترک ابھی تک اسلام پر قائم ہیں۔ اور تاحشر بدستور قائم رہیں گے۔ نیز وقت پڑنے پر وہ دشمنان اسلام کو دندان شکن جواب دے سکنے پر قادر ہیں۔

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی تقریر

اس تقریر کے بعد آلہ جمہر الصوت پر انگورہ سے جواب دیتے ہوئے غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے کہا کہ میں نے رئیس العلماء حافظ نور اللہ آفندی کی تقریر کو سنا ہے۔ اور مجھے سخت رنج ہوا ہے۔ واقعی اغیار نے اسلام کو کھلونا سمجھ کر رکھا ہے اور وہ ذلیل اور ناپاک طریقوں سے آئے دن ملت اسلام پر کچھ اچھالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اغیار اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ترکوں نے

اسلامی تعلیمات کو ترک کر دیا ہے۔ اور اس لئے ان کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ وہ ہمارے فلاح و زور اور حکومت بھائیوں پر عرصہ حیات تک کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ مخالفین اسلام نے اسلامی تعلیمات کو تضحیک و استہزاء کا موضوع سمجھ رکھا ہے۔ اس وقت ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم دنیا پر ظاہر کر دیں کہ شوکت اسلامی کے احیاء کے لئے ہم آج بھی آمادہ عمل ہیں۔

مسلمانوں کی غلامی پر اظہار افسوس

عزیز بھائیو! جب میں کروڑوں مسلمانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھتا ہوں تو میرے دل میں ایک درد اٹھتا ہے۔

کاش مسلمان یہ سمجھتے کہ غلامی ان کے مذہبی احکام کے خلاف ہے۔ ترکوں کو ملک گیری کی ہوس بالکل نہیں۔ لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان غلامی کی قید سے نجات پائیں۔ اور اسلامی مقدمات پر کسی قسم کی آنچ نہ آئے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ دنیا کے مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں شمشیر دی ہے۔

اسلام اور جغرافیائی حدود

رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اتفاق امتی حجة قاطع“ تم یہ خیال نہ کرو کہ ہندوستان کہاں اور ہم کہاں۔ بلکہ اس حدیث شریف پر عمل کرو۔ کیونکہ مرد مجاہد کے لئے جغرافیائی حدود کی کوئی حقیقت نہیں۔ تمہارے اجداد کبھی دریائوں، پہاڑوں اور دشوار گزار راستوں سے خوف زدہ نہیں ہوئے۔ میرے دوستو! اگر کوئی موقع آیا تو تم دیکھو گے کہ تحفظ ناموس اسلام کی راہ میں سر کٹانے کے لئے میں مجاہدین کی صف اول میں شامل ہوں گا۔ تمہیں اجازت ہے کہ تم فرقہ خالہ قادیانیہ کے استیصال کے لئے ہر ممکن اور جائز ذریعہ اختیار کرو۔ اور میں تمہیں کامیابی کی نوید دیتا ہوں۔ ”وكانت حقائق علينا نصر المومنين“

جلسہ کا اختتام

غازی اعظم انا ترک کی تقریر کے اختتام کے بعد حافظ نور اللہ صاحب آفندی نے قوم کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ اور قادیانیت اور دوسرے قوتوں کے استیصال کے لئے انجمن مدافعہ حقوق مقدسہ اسلامی کے قیام کا اعلان کیا گیا۔

اس انجمن کی تشکیل کے لئے یکم فروری بروز جمعہ مسجد سلطان محمد قانع میں مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ (ترک نامہ نگار)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
لَا نَبِيَّ بَعْدِي

لَا نَبِيَّ بَعْدِي



قاری عبدالحئی عابد مرحوم

پیش لفظ

مرزائی مبلغ جب کسی سیدھے سادھے مسلمان کو اپنے دام فریب میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ تو اس انداز سے بات کرتے ہیں۔ جیسے وہ بھی کسی مسلمان فرقہ ہی کے مبلغ ہیں اور ختم نبوت کا مسئلہ بھی ایک ایسا ہی مسئلہ ہے۔ جیسے فروغی مسائل میں مسلمانوں کا باہم اختلاف رائے ہے۔ جس طرح آمین خفی اور جہری کفر و اسلام کا معیار نہیں۔ اسی طرح ختم نبوت و اجرائے نبوت بھی کفر و اسلام کا فاصلہ نہیں بن جاتے۔ یعنی یہ فریب کار اس وقت اس مسئلہ کو اتنا ہلکا اور معمولی ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ سادہ لوح مسلمان اسے معمولی تہذیبی رائے سمجھ کر ہمارے جال میں پھنس جائے۔ پھر اسے ایسا جکڑیں گے کہ ہمارے جہنم کے غار سے کبھی نہ نکل سکے گا۔ جب کوئی سادہ لوح عقیدہ ختم نبوت کو واقعی معمولی اور فروغی بات سمجھ کر ان کے حلقہ میں پھنس جاتا ہے تو پھر رفتہ رفتہ اسے ان تمام عقائد کا پابند ہوتا پڑتا ہے۔ جو اس گمراہ فرقہ کے لازمی اور مسلمہ عقائد ہائے ہیں پھر یہی معمولی اور فروغی مسئلہ ایک سنگین اور بنیادی مسئلہ بن جاتا ہے۔ پھر یہی مسئلہ کفر اور اسلام کا معیار بن جاتا ہے۔ پھر نہ تو ختم نبوت کا عقیدہ رکھنے والوں سے نکاح ہو سکتا ہے۔ نہ ان کا جنازہ پڑھا جا سکتا ہے۔ نہ ان کے پیچھے نماز ادا ہو سکتی ہے۔ غرض بقول مرزا غلام احمد قادیانی جو اس پر ایمان نہ لائے۔ وہ مردخیز یا اور ان کی عورتیں کجبریاں ہیں۔ معاذ اللہ!

سادہ لوح مسلمان اور وہ حضرات جو علوم جدیدہ سے تو کما حقہ واقف ہیں۔ مگر مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلام کے بنیادی مسائل پر بالغانہ نگاہ نہیں رکھتے۔ اشد ضرورت ہے کہ ان کو یہ سمجھا دیا جائے کہ عقیدہ ختم نبوت کوئی فروغی اور معمولی مسئلہ نہیں۔ بلکہ یہ مسئلہ ابدی جنت یا ابدی دوزخ حاصل کرنے کا مسئلہ ہے۔

یہ مسئلہ کفر و اسلام کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ایک یہودی عیسائی ہو جائے تو وہ یہودی نہیں رہتا اور ایک عیسائی مسلمان ہو جائے تو وہ عیسائی نہیں رہتا۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان مرزائی ہو جائے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔ یہ مسئلہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ جو شخص ختم نبوت کے عقیدہ کی دیوار کو پھلانگ گیا گویا وہ کفر و ارتداد کی گہری اور اندھی کھائی میں جا پڑا۔

برادر عزیز مولانا قاری عبدالحی صاحب عابد نے یہ کتابچہ اسی ضرورت کے تحت لکھا

ہے۔ تاکہ ہر مسلمان یہ یقین کرے کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ انہوں نے نہایت سلیس اور سادہ انداز میں وہ آیات قرآن پاک اور احادیث مقدسہ جو اس عقیدہ کی حقیقت اور اہمیت کو بیان کرتی ہیں۔ تحریر کر دی ہیں۔ اور جہاں ضرورت محسوس کی مختصر تشریح و وضاحت کر دی ہے۔ تاکہ ہر قاری مسئلہ کی اہمیت اور حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔ جس مسئلہ کو قرآن وحدیث اس طرح پکار پکار واضح کریں۔ وہ مسئلہ معمولی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اور چودہ سو سالوں سے تمام مسلمان اس پر متفق و متحد رہے ہیں۔ اور قیامت تک اس کی اہمیت و اصلیت میں فرق نہیں آ سکتا۔ جس شخص نے بھی عقیدہ ختم نبوت کے خلاف لب کشائی کی۔ وہ قرآن وحدیث کی رو سے اور اجماع امت کے فیصلہ کے مطابق کافر و مرتد ہے۔ اس رسالہ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ عابد صاحب کو جزائے خیر سے نوازیں اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر ہو۔ آمین۔

سید امین گیلانی شیخوپورہ!

۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

عقیدہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے

جس طرح توحید باری تعالیٰ، ایمان بالملائکہ، ایمان بالانبیاء، ایمان بالکتاب اقرار

بالبعث اسلام کے بنیادی اصول ہیں۔ اس طرح حضرت نبی کریم ﷺ کو آخری نبی یقین کرنا بھی اصل اسلام ہے۔

انکار ختم نبوت کفر و ارتداد ہے

اگر کوئی شخص نسلأ مسلمان ہو۔ نماز پڑھتا ہو۔ روزے رکھتا ہو۔ زکوٰۃ بھی دیتا ہو۔ حج بھی کیا ہو۔ مگر وہ یہ کہے کہ ملائکہ کے وجود کو میں نہیں مانتا یا یہ کہے کہ قیامت کا میں قائل نہیں۔ یا کسی پہلی کتاب کا انکار کر دے تو بالاتفاق وہ کافر و مرتد ہے۔ اس کی ساری عبادتیں اور ریاضتیں اکارت ہیں۔ وہ لاکھ اپنے آپ کو مسلمان کہے۔ مگر وہ ہرگز ہرگز مسلمان نہیں! بعینہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان تصور کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کے جاری ہونے کا قائل ہو تو وہ شخص بھی مسلمان نہ رہا۔ بلکہ کافر اور مرتد ہوا۔ کیونکہ اس نے اسلام کے جو بنیادی اصول ہیں۔ ان میں سے ایک اصل کا انکار کر دیا۔ اب احقر پہلے قرآن پاک کی آیات سے اس کے بعد احادیث مقدسہ سے نبی کریم ﷺ پر نبوت ختم ہو جانے کے ثبوت پیش کرے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین آمین!

یاد رہے کہ بندہ نے صرف قرآن و سنت سے ہی لاینبی بعدی کے دلائل حاصل کئے ہیں۔
 مخلص: عبدالحی عابد قادری راشدی، ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

کنز العمال کی روایت ہے اَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ اَدَمُ و آخر ہم محمد اس روایت کے پیش نظر نبوت ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی تو اب یہ سوال پیدا ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نبوت جاری رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَاَمَّا يٰٓاٰدِمُ فَاصْبِرْ هٰذَا هِيَ الصَّٰلٰتُ الَّتِي كُنْتَ تُرْثٰى فِيهَا مِنْ اٰدَمَ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْهَا فَاصْبِرْ هٰذَا هِيَ الصَّٰلٰتُ الَّتِي كُنْتَ تُرْثٰى فِيهَا مِنْ اٰدَمَ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْهَا فَاصْبِرْ هٰذَا هِيَ الصَّٰلٰتُ الَّتِي كُنْتَ تُرْثٰى فِيهَا مِنْ اٰدَمَ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْهَا فَاصْبِرْ هٰذَا هِيَ الصَّٰلٰتُ الَّتِي كُنْتَ تُرْثٰى فِيهَا مِنْ اٰدَمَ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْهَا فَاصْبِرْ“
 خُوف عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَخْزَنُونَ (بقرہ ۲۸) ”کہا ہم نے اترو اس سے سب کچھ جو آوے گی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت، پس جو پیروی کرے میری ہدایت کی، نہیں ڈران پر اور ندوہ غم کھائیں گے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ نبوت سیدنا آدم علیہ السلام پر بند نہیں ہوئی بلکہ یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ ہدایت یعنی نبوت سیدنا نوح تک پہنچی۔ تو پھر سوال پیدا ہوا کہ نبوت ختم ہوگئی یا آئندہ بھی نئی آئیں گے؟

تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ ہاں نبوت ابھی جاری ہے: ”وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا وَاِبْرٰهٖمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ“ (ہود ۶۱) اور ہم نے نوح اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی۔ پس بعض ان میں سے راہ پانے والے ہیں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سلسلہ نبوت جاری رہے گا۔ دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ نبوت کا ظرف اور محل آل ابراہیم ہی ہے۔ جس کا عمل نبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں دو شعبے قرار دیئے۔ ایک بنی اسحاق جس میں نبوت کا سلسلہ حضرت عیسیٰ پر ختم نبوت ہوا۔ دوسرا بنی اسماعیل جن میں حضور اکرم ﷺ تک کوئی نئی نہیں آیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف نگاہ کی جائے تو قرآن سے یہ معلوم ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے۔

”وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرَّسْلِ (بقرہ ۸۷)“ اور ہم نے اے نبی اسرائیل! تمہاری ہدایت کے لئے ہمیشہ سے بڑے بڑے سامان کے لئے سب سے اول موسیٰ کو کتاب توراۃ دی اور ان کے درمیان میں یکے بعد دیگرے برابر مختلف پیغمبروں کو بھیجے رہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی سلسلہ نبوت جاری ہے۔ کیونکہ لفظ الرسل ہے۔ یعنی کئی ایک رسولوں کے آنے کا وعدہ کیا ہے۔

اور یہ سلسلہ نبوت جاری رہا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا کہ میری طرف سے اب یہ اعلان کرو دیجئے ”واذ قال عیسیٰ ابن مریم یبٰنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدٰی من التوراة ومبشراً برسول ینتٰی من بعدی اسمہ احمد (الف۔ ۶)“ جس وقت عیسیٰ بن مریم نے فرمایا: اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ کہ مجھ سے پہلے جو تورات ہے۔ میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور میرے بعد جو ایک رسول ﷺ آنے والے ہیں۔ جن کا نام احمد ہوگا۔ ان کی بشارت دینے والا ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے جو اعلان کرایا۔ اس کی نوعیت ہی بدل گئی۔ کیونکہ حضرت مسیح سے قبل انبیاء الرسل کی خبر دیتے رہے۔ اب حضرت مسیح علیہ السلام ایک خاص رسول کی خبر دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس ایک خاص رسول کے نام کا بھی اظہار کر دیا کہ کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسمہ احمد!

اور پھر جب حضرت مسیح کی بشارت کے مطابق وہ خاص رسول آ گیا۔ جس کی بشارت ”اسما احمد“ کے ساتھ دی گئی تھی۔ پھر آخری کتاب قرآن مجید میں یوں اعلان فرمایا۔

”ملکان محمد اباء احد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین (اب۔ ۴۰)“ جس طرح تمہارے مردوں میں سے کسی کے ہاں نہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں (اور مہر سب نبیوں پر۔ شاہ عبدالقادر)“

حضرات قارئین کرام! یہاں غور فرمائیں کہ خداوند تعالیٰ نے مختلف انبیاء کے زمانہ میں سلسلہ نبوت جاری رہنے اور رسل کے آنے کی اطلاع دی اور آنحضرت ﷺ پر آ کر اس اطلاع کے برخلاف ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ کا اعلان کر دیا۔ نہ تو یہاں قبل مسیح آنے والے انبیاء کی طرح ”الوسل“ کا اعلان ہوا۔ اور نہ ہی حضرت مسیح کی طرح ”برسول ینتٰی من بعدی اسمہ احمد“ کی طرح کسی واحد نبی کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ بلکہ خاتم النبیین کی خبر دے کر دنیا کو تلا دیا کہ اب کوئی نئی پیدا نہیں ہوگا۔

”والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلك (بقرہ)“ جس اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں۔ اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے۔ اور ان

کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں۔ ﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ۔ لَا نَفْرَقَ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ (بقرہ: ۱۳۶) ﴿آپ فرمادیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ پر اور اس پر جو ابراہیم واسماعیل واسحق ویعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا ہے۔ اور اس پر بھی جو موسیٰ عیسیٰ اور دوسرے نبیوں کو دیا گیا۔ ان کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت پر کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے۔ اور ہم تو اللہ ہی کے مطیع ہیں۔﴾

ان آیات سے اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ جتنے انبیاء پر وحی نازل کی گئی ہے۔ وہ زمانہ ماضی میں کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں انہی انبیاء پر ایمان لانے کی تاکید کی جو آنحضرت ﷺ سے پہلے ہو چکے ہیں۔ ان آیات میں کسی ایسے نبی پر ایمان لانے کی تاکید نہیں فرمائی۔ جو آپ ﷺ کے بعد آنے والا ہو اور اگر کوئی آپ ﷺ کے بعد آنے والا ہوتا تو ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر ایمان لانے کی تاکید فرماتے۔ آنحضرت ﷺ سے قبل انبیاء کی وحی پر ایمان لانے والوں کو ان آیات قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے مفلحون کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

”قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ“ (الاعراف: ۱۵۸) ﴿آپ فرمادیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے﴾ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“ اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ سمجھتے۔ ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ اور ہم نے آپ کو کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا۔ مگر دنیا جہان کے لوگوں پر مہربانی کرنے کے لئے۔ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهِ لِيَكُوْنُ لِلظَّٰلِمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ ﴿بڑی عالی شان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب اپنے بندہ خاص پر نازل فرمائی تاکہ وہ تمام دنیا جہان والوں کے لئے ڈرانے والا ہو۔﴾

ان تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ حضرات جملہ بنی آدم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں اور تمام آیات ختم نبوت کے لئے ایک صاف اور صریح دلالت کرنے والی ہیں۔ ”اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ“ ﴿آپ صرف ڈرانے والے ہیں۔ اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔﴾

جیسے کہ ام ماضیہ میں ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی اس دور کے لئے ہادی ہیں۔ یعنی تمام قوموں کے لئے ہادی ہیں۔ جو قیامت تک آنے والے ہیں۔

”وَإِذَا اخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كُتُبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَقُوهُ مِنْهُنَّ بِهٖ وَلِتُنْصِرُوهُ (ال عمران: ۸۰)“ اور جب اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو مصداق ہو۔ اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر ایمان بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا۔ ﴿اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے ایک ایسے رسول کے متعلق عہد لیا ہے۔ جو سب کا مصداق رسول ہو۔ وہ جناب محمد رسول اللہ ہیں۔﴾ (ابن کثیر)

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ إِنَّ كُنْتُمْ تَوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (النساء: ۵۹)“ ﴿اے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ حاکم ہوں۔ ان کا بھی پھر اکثر کسی امر میں تم یا ہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹایا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔﴾

اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ اے لوگو! جو محمد ﷺ کی بعثت سے لے کر قیامت تک ہونے والے ہوا تم تین چیزوں کی اطاعت کرو۔ اللہ کی اور اس کے رسول کی۔ (یعنی محمد ﷺ) اور اولی الامر کی اور اگر تمہارا حکام سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ میں خدا اور رسول ہی کی رضا کی طرف لوٹنا لازم ہے۔ یہاں بھی اسی طرف کوئی اشارہ نہیں کہ کسی آنے والے رسول سے فیصلہ طلب کر لیا کرنا۔

”رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (بقرہ: ۱۲۹)“ ﴿اے ہمارے پروردگار! اور اس جماعت کے اندر، ان ہی میں سے ایک ایسا پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو کتاب فہم دوانا کی اور پاکیزگی کی تعلیم دیں۔﴾

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک رسول کے لئے دعا کی ہے جو انہی عربی قوم سے پیدا ہو اور اس دعا کے مصداق جناب نبی کریم ﷺ ہی ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں حضرت عیسیٰ کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم کی دعا ہوں۔ ”هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (الحج: ۵۸)“ ﴿وہ

اللہ ایسا ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ اگرچہ مشرک کتنے ہی ناخوش ہوں۔ ﴿اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دین محمدی تمام ادیان کے لئے ناسخ ہے۔ اور یہ آیت نبوۃ و شریعت کے اختتام کی صریح دلیل ہے۔

”وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور: ۵۵)“ ﴿تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔ ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے لوگوں کی حکومت دی تھی۔﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر ایک خاص انعام کا ذکر کیا ہے۔ وہ انعام نبوت کی خلافت اور نیابت کا ہے۔ جس کا ظہور خلفاء راشدین سے ہوا ہے اور خلافت کے معنی قائم مقامی کے ہیں۔ اس آیت میں امت سے نبوت کا وعدہ نہیں ہے۔ بلکہ نبوت کی خلافت اور نیابت کا وعدہ ہے۔ یہ کسی آیت اور حدیث میں نہیں ہے کہ ہم کسی کو نبوت عطا کریں گے۔ تو معلوم ہوا کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ صرف خلافت باقی ہے۔

”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَعْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (مائدہ: ۳)“ ﴿آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا۔ اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا۔﴾

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دین کامل ہو گیا ہے۔ اس لئے اب نہ کسی دوسرے دین کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہے اور اگر آپ ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی مانا جائے تو قرآن کریم کی نگذیب لازم آئے گی۔

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا. وَدَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِآذَانِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (احزاب: ۴۵)“ ﴿اے نبی! ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ بشارت دینے والے ہیں۔ اور ڈرانے والے ہیں۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں۔ اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔﴾

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو سراج کہا ہے۔ اس سے ظاہر کرنا یہ منظور ہے کہ جس طرح سورج کے طلوع کے بعد کسی ستارے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح حضور ﷺ کی ذات اقدس ایسی ہے کہ اس کے بعد اور کسی نبی یا ہادی کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ رات بھر تمام ستارے اور سیارے سورج ہی کے پرتو سے چمکتے ہیں۔ اور اہل زمین پر اپنی اپنی

حیثیت کے مطابق روشنی ڈالتے ہیں۔ مگر جب خورشید جہاں تاب بہ نفس نفیس طلوع ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس کی تابانیوں اور روشنائیوں کے آگے کوئی ستارہ یا سیارہ نہیں ٹھہرتا اور نہ ہی ان کی ضرورت باقی رہتی ہے۔ پس اس لئے سرورِ دو عالم ﷺ کو ”سراج منیر“ کہا گیا تاکہ زمین جان لے کہ یہ تمام روشنیاں اسی ایک آفتاب جہاں تاب کے پرتو سے تھیں۔ جب اس نے خود طلوع کیا تو اب کسی اور کی حاجت نہیں رہی۔

”فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً (النساء: ۶۵)“ جو پھر قسم ہے آپ ﷺ کے رب کی۔ یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے۔ جب تک ان کی یہ کیفیت نہ ہو کہ یہ باہمی تنازعات میں آپ کو اپنا حکم مانیں۔ پھر آپ ﷺ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں تسکین نہ پائیں اور پورا پورا تسلیم کریں۔

جب ختم نبوت اور اجرائے نبوت کا تنازعہ سامنے آ گیا ہے۔ تو آئیے بمصدقہ ”یحكموك فيما شجر بينهم“ ہم اپنا تنازعہ سرورِ دو جہاں ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کریں۔ اگر ہم پورے ایمان دار ہیں تو ان کے فیصلہ دار شاد کو بغیر کسی شک و شبہ اور عذر کے قبول کر کے سر تسلیم خم کر دیں گے۔ اگر کوئی اس فیصلہ کو مسترد کرے گا تو وہ بے ایمان ہوگا۔ جیسا کہ امام جعفر صادق کا قول ہے کہ کوئی قوم یا جماعت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نیز اسلام کے تمام کام کرے۔ مگر آپ ﷺ کے کسی فعل پر حرف گیری کرے تو وہ مشرک ہے۔ (کتاب مدح النبی ص ۶۵ ج ۵) اس لئے حضور اکرم ﷺ کی احادیث پر عمل بھی ضروری ہے۔ جو ان کا انکار کرے گا وہ مومن نہیں ہوگا۔ متواتر احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ آخری نبی و رسول ہیں۔ ان کے بعد کوئی نیا نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو آسمانوں پر زندہ ہیں۔ وہ ضرور تشریف لائیں گے۔ لیکن شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے اور شریعت عیسوی ”لیظہرہ علی الدین کلہ“ کے ماتحت منسوخ ہو چکی ہے۔ انشاء اللہ العزیز ”حیات عیسیٰ پر بھی بحث کروں گا اور قرآن و حدیث سے ثابت کروں گا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر زندہ ہیں اور قرب قیامت دنیا میں تشریف لائیں گے اور دین کی خدمت کریں گے۔ اور دجال کو قتل کریں گے اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ روضہ اقدس میں دفن ہوں گے۔“

مرزا غلام احمد قادیانی جو کچھ کہتا ہے۔ وہ لغو و کذب ہے۔ اور قرآن و حدیث کے صریحاً خلاف ہے۔ لیکن وہ احادیث پیش خدمت ہیں جو نبی کریم، جناب محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی ختم

نبوت پر دال ہیں۔ اور جن سے مسئلہ ختم نبوت، آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ دیکھئے آقائے کونین، سرور دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

احادیث نبوی

ارشادات رسول اللہ ﷺ

”عن عرباض بن ساریہ عن النبی ﷺ قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ (رواہ فی شرح السنہ احمد بن منہ کانی المغلوۃ ص ۵۱۳، باب فضاائل سید المرسلین)“ ﴿عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں خدا کے نزدیک اس وقت خاتم النبیین مقرر ہو چکا تھا۔ جب کہ آدم علیہ السلام ابھی گارے کی شکل میں تھے (یعنی ان کے جسم و روح میں تعلق پیدا نہ ہوا تھا)﴾

کنز العمال میں بحوالہ ابن سعد اس حدیث میں بجائے عند اللہ کے ام الکتاب کا لفظ ہے۔ پس اس ارشاد سے یہ واضح ہوا کہ میں لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا۔

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لما خلق اللہ عزوجل آدم علیہ السلام اخبر بنیہ فجعل یری فضائل بعضهم علی بعض فرای نوراً ساطعاً فی اسفلہم قال یا رب من هذا قال هذا ابنک احمد هو الاول وهو الآخر وهو شافع واول مشفع (رواہ ابن عساکر کانی الکونین ص ۴۳۷)“

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا تو انہیں ان کی اولاد کی خبر دی۔ آدم نے دیکھا کہ بعض بعض پر فضیلت رکھتے ہیں۔ ان سب کے آخر میں ایک بلند نور دیکھا تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا یہ تمہارے فرزند احمد ﷺ ہیں۔ یہی سب سے پہلے نبی ہیں۔ اور یہی سب سے آخر ہیں۔ یہی قیامت میں سب سے پہلے شفاعت کریں گے اور انہی کی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی۔

”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لما نزل آدم بالہند واستوحش فنزل جبریل فنادی باذان اللہ اکبر، اللہ اکبر مرتین اشہد ان لا الہ الا اللہ مرتین اشہد ان محمداً رسول اللہ ﷺ مرتین قال آدم لجبریل من محمد قال اخر ولدک من الانبیاء (کنز العمال ج ۱ ص ۴۵۵، انجم ص ۸۸)“ ﴿ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدم علیہ السلام جب ہندوستان میں نازل

ہوئے اور تنہائی کی وجہ سے گھبرائے تو جبرائیل تشریف لائے اور آذان کہی۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ دو مرتبہ اشہدان لا الہ الا اللہ۔ دو مرتبہ اشہدان محمد رسول اللہ۔ دو مرتبہ جب آدم نے محمد ﷺ کا اسم گرامی سنا تو فرمایا کہ یہ محمد کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا کہ انبیاء میں آپ کے سب سے آخری بیٹے ہیں۔ ﴿

”عن سلمان فی حدیث طویل قال قال جبرئیل للنبی اصطفیت آدم فقد ختمت بك الانبیاء وما خلقت خلقاً اکرم منك علی (خصائص ج ۲ ص ۱۹۳)“ ﴿سلمان سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ جبرائیل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا آپ ﷺ کا پروردگار کہتا ہے اگر میں نے آدم علیہ السلام کو صفی اللہ کا خطاب دیا ہے تو آپ ﷺ پر تمام انبیاء کو ختم کر کے خاتم النبیین کا خطاب دیا ہے اور میں نے کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں کی جو مجھے آپ ﷺ سے زیادہ عزیز ہو۔ ﴿

”عن جابر قال بین کتفی آدم مکتوب محمد رسول اللہ خاتم النبیین۔ (رواہ ابن مساکر خصائص ج ۱ ص ۷)“ ﴿حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان یہ لکھا ہوا تھا۔ محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ ﴿

”عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً وارسلت الی الخلق کأفۃ وختم بی النبیین (رواہ مسلم ج ۱ ص ۱۹۹، مشکوٰۃ ص ۵۱۲)“ ﴿حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے انبیاء پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں۔ مجھے مختصر کلمات جو معانی کثیرہ کے حامل ہیں، عطاء کئے گئے ہیں، دشمن پر میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی ہے۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ تمام زمین میرے لئے مسجد اور پاک کرنے کا سبب بنادی گئی ہے۔ تمام مخلوق کی طرف مجھے بھیجا گیا ہے۔ انبیاء کا سلسلہ میری ذات پر ختم کر دیا گیا ہے۔ ﴿

”عن علی قال بین کتفیه خاتم النبوة وهو خاتم النبیین (رواہ ترمذی فی شامکہ ص ۳) اب خاتم النبوة“ ﴿حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ کیونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ ﴿

”عن عرابض ابن ساریۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انی عبد اللہ وخاتم النبیین (رواہ ابی داؤد والاکم کذا فی البدایہ النور، مشکوٰۃ ص ۵۱۲) اب سید المرسلین ﷺ“ ﴿

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں اور میں خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہوں۔ ﴿

”عن ابن عمرؓ يقول خرج علينا رسول الله ﷺ يوماً كالمودع فقال انا النبي الامي ثلاثا ولا نبی بعدی (رواہ احمدی تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۹۱)“ ﴿ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور اس طرح تقریر فرمائی۔ جیسے کوئی رخصت ہونے والا تقریر کیا کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نبی امی جن کی آمد کی خبر تمہی وہ میں ہی ہوں۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ ﴿

”عن ابی ہریرۃ ان رسول الله ﷺ قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ویعجبون له ویقولون هلاً وضعت هذه اللبنة وانا خاتم النبیین (بخاری ج ۱ ص ۵۰۱، مسلم ج ۳ ص ۳۸)“ ﴿ ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اسے خوب آراستہ ہیرا ستہ کیا۔ مگر اس کے ایک گوشے میں صرف ایک اینٹ چھوڑ دی۔ لوگ آ کر اس کے ارد گرد گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے یہ اینٹ کیوں نہ رکھ دی گئی۔ تاکہ یہ عیب بھی نہ رہتا اور میں آخری نبی ہوں (بعض الفاظ میں یہ ہے کہ میں نے آ کر اس اینٹ کی جگہ کر دیا۔ اور اب قہر نبوت میری آمد سے مکمل ہو گیا ہے اور مجھ پر تمام رسول ختم کر دیئے گئے) ﴿

”عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول الله ﷺ لعلي انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبی بعدی (بخاری ج ۳ ص ۶۳۳، مسلم ج ۳ ص ۶۷۸)“ ﴿ سعد ابن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت علیؓ سے کہ تمہیں مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ ﴿

”عن ام کرز قالت سمعت النبی ﷺ ذہبت النبوة وبقیت المبعثت (احمد بن حنبل)“ ﴿ ام کرزؓ روایت فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ سے خود سنا ہے کہ نبوت تو ختم ہوئی ہاں صرف مبشرات باقی ہیں۔ ﴿

”عن عقبہ ابن عامر قال قال رسول الله ﷺ لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (رواہ ترمذی ج ۳ ص ۲۰۹)“ ﴿ عقبہ بن عامرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور

اگر ﷺ نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔ ﴿

”عن عبد الله بن ابراهيم ابن قارظ اشهداني سمعت ابا هريرة قال رسول الله ﷺ فانهي آخر الانبياء وان مسجدي آخر المساجد (رواه مسلم ج ۱ ص ۴۴۶) ﴿ ابن قارظ فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں سب انبیاء کے آخر میں ہوں۔ اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔ (یعنی اب کوئی مسجد ایسی نہ ہوگی جسے کوئی نبی تعمیر کرے) ﴿

”عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ انه سيكون في امتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم انه نبي وانا خاتم النبيين لا نبي بعدي (ابوداؤد ج ۲ ص ۱۲۸، ترمذی ج ۲ ص ۴۵) ﴿ ثوبان سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ میری امت میں تیس سخت جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ان میں ہر ایک اپنے متعلق گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں سب سے آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ ایک روایت میں دجالوں کا بھی تذکرہ ہے۔ ﴿

”كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبي خلفه نبي وانه لا نبي بعدي وسيكون خلفاء فيكثرون قالوا ما تا مرنا قال فوا بيعة الاول فسالوا (مکمل بخاری ج ۱ ص ۴۹۱، مسلم ج ۲ ص ۱۶۲) ﴿ بنی اسرائیل کی قیادت خود ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو اس کے پاس بھیج دیتے۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ ﴿ صحابہؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ ان کے ہارے میں کیا حکم دیتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ غلیفہ اول سے وفا کرو اور یکے بعد دیگرے ہر غلیفہ سے۔

”عن عتادة انه اخذ الله ميثاقهم بتصدق بعضهم بعضاً واعلان بان محمداً رسول الله واعلان رسول الله بان لا نبي بعده (در منثور) ﴿ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء سے اس بات کا عہد لیا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور اپنے اپنے زمانہ میں اس کا اعلان کریں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ اس بات کا اعلان کریں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ﴿

”عن الشعبي في مجلة ابراهيم عليه السلام انه كافن من ولدك شعوب حتى يأتي النبي الامي الذي يكون خاتم الانبياء (خاص کر فی السیوطی ج ۱

ص ۹) ”امام شمس فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے محیف میں ہے کہ اے ابراہیم! تیری اولاد میں بہت سے گروہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ وہ نبی امی ظاہر ہو کہ جو خاتم الانبیاء یعنی آخری نبی ہوگا۔ ﴿

”عن ابی ہریرۃ فی حدیث الاسراء قالوا یا جبریل من هذا معك

قال هذا محمد رسول اللہ خاتم النبیین۔ (رواہ ابوہریرۃ، کذا فی مجمع الزوائد ص ۲۷-۲۹ بحوالہ ختم نبوت کامل) ﴿

ابوہریرہؓ معراج کی حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے جبرائیل سے دریافت کیا تمہارے ساتھ کون ہے۔ وہ بولے محمد ہیں جو اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ ﴿

”عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ لما اسری بی الی السماء قربنی ربی تعالیٰ حتیٰ کان بینی و بینہ کقاب قوسین او ادنیٰ قال یا حبیبی یا محمد! قلت لیبیک یا رب قال هل غمک ان جعلتک آخر اننبیین قلت لا یا رب قال حبیبی هل غم امتک ان جعلتہم آخر الامم قلت یا رب لا قال اببلغ عنی السلام و أخبرہم انی جعلتہم آخر الامم (رواہ خطیب و قد یلی، کذا فی المکتوب ج ۶ ص ۱۱۳) ﴿

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جب شب معراج میں مجھے آسمان پر لے گئے تو میرے پروردگار نے مجھے قریب بلایا اور بہت قریب بلایا اور کہا اے میرے حبیب! اے محمد! میں نے کہا حاضر ہوں اے میرے پروردگار! ارشاد ہوا اگر ہم آپ کو آخری نبی بنادیں تو تم ناخوش تو نہ ہوں گے؟ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! نہیں۔ پھر ارشاد ہوا: اگر تمہاری امت کو آخری امت بنادیں تو وہ ناخوش تو نہ ہوگی۔ میں نے عرض کیا: نہیں۔ اے میرے پروردگار! ارشاد ہوا: اچھا تو اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتلادینا کہ میں نے انہیں آخری امت بنادیا ہے۔ ﴿

حضرت قارئین! آقائے کونینؑ کے ارشادات گرامی آپ نے ملاحظہ فرمائے اور پورے یقین و ایمان کے ساتھ ان ارشادات گرامی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اعلان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔ نبوت کا دروازہ قیامت تک کے لئے بند ہو چکا ہے۔

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ جو شخص آنحضور ﷺ کے فیصلہ و ارشاد کو تسلیم کرنے میں عذر و تاویل یا انکار یا روگردانی کرے۔ وہ مسلمان ہے یا کافر؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور ان کی آمد ناقض ختم نبوت نہیں۔
مرکزائی گروہ عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے حیات و رفع مسیح علیہ السلام اور آمد مسیح

کی بحث چھیڑ کر مختلف حیلوں اور بے جا تاویلوں سے بزم خلیش یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور جس مسیح کے آنے کا ذکر ہے وہ مثل مسیح ہے جو مرزا غلام کی صورت میں آگیا اور جو مسیح آئے گا چونکہ وہ نبی ہوگا۔ اس لئے نبوت ختم نہ ہوئی بلکہ جاری رہی۔ لہذا قرآن میں حدیث میں جہاں جہاں ختم نبوت کا ذکر ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ آئندہ جو بھی نبی آئے گا۔ آنحضرت ﷺ کے مہر تصدیق سے آئے گا۔ (استغفر اللہ)

اب میں اس مغالطہ کو دور کرنے کے لئے قارئین کرام کی خدمت میں پہلے قرآن پاک پھر احادیث مقدسہ پیش کرتا ہوں۔ تاکہ ثابت ہو جائے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ اٹھائے گئے۔ وہ قرب قیامت نزول فرمائیں گے۔ اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ شریعت محمدی پر عمل پیرا ہوں گے اور حضور اکرم ﷺ کے امتی کہلائیں گے۔ جتنے امور ان کے ذمہ ہوں گے۔ وہ سرانجام دے کر فوت ہو جائیں گے۔ اور روضہ اطہر میں حضور ﷺ، شیخین کے پاس دفن ہوں گے۔ نیز ان کی موجودہ حیات اور قرب قیامت تشریف آوری۔ حضور کی ختم نبوت کے قطعاً خلاف نہ ہوگی۔ اب دیکھئے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن پاک کیا ارشاد فرماتا ہے؟

حیات عیسیٰ علیہ السلام

ارشادات قرآن مجید

”وَمَكْرُوهٍ أَوْ مَكَرًا لِلَّهِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينَ (ال عمران ۴۵)“ یعنی یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ (حضرت تھانوی) ﴿

”وَقَوْلُهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ. وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ. مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا. بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ. وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (نساء ۱۵۸)“ اور اس کہنے پر کہ ہم نے مارا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا، نہ اس کو مارا ہے اور نہ سوئی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں۔ وہ اس جگہ شہر میں پڑے ہیں۔ کچھ نہیں ان کو اس کی خبر مگر انکل پر چلنا اور اس کو مارنا نہیں بے شک بلکہ اس کو اٹھایا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ضرور سب سے حکمت والا ہے۔ (شاہ عبدالقادر) ﴿

”اذ قال الله يعيسى اني متوفيك ورافعك الی ومطهرک من اللذین کفروا (ال عمران ۵۵)“ ﴿جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تم کو قاتل دینے والا اور میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں اور تم لوگوں کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں۔﴾ (حضرت تھانویؒ) ﴿

”وانه لعلم للساعة فلا تمتدّ بها واتبعون (الحرف ۶۱)“ ﴿اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول علامات قیامت میں سے ہے۔ تم لوگ اس میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو۔﴾ (حضرت تھانویؒ) ﴿

”وان من اهل الكتب الا ليقومن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا (نساء ۱۵۹)“ ﴿اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سو اس پر (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) یقین لائیں گے۔ اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا۔ ان کو بتانے والا (شاہ مہد القادریؒ) ﴿

”وکنت علیہم شهیداً مادمت فیہم فلما توفیننی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئی شهید (المائدہ ۱۱۱)“ ﴿اور میں ان کی حالت پر مطلع رہا۔ جب تک ان میں موجود رہا سو اس وقت تک کا حال تو میں نے مشاہدہ کیا ہے۔ اس کے متعلق بیان کر سکتا ہوں۔ پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا۔ (یعنی اول بار میں تو زندہ آسمان کی طرف اور دوسری بار میں وفات کے طور پر) تو اس وقت صرف آپ ان کے احوال پر مطلع رہے۔ اس وقت کی مجھ کو خبر نہیں کہ ان کی گمراہی کا سبب کیا ہوا اور کیوں ہوا۔ اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔﴾

حضرات قارئین کرام! آپ نے حیات عیسیٰ کے متعلق قرآن پاک کے ارشادات گرامی سنے جس میں آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر نہیں چڑھائے گئے۔ بلکہ زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے۔ قرب قیامت ان کا ظہور ہوگا اور وہ اپنے فرائض سرانجام دے کر فوت ہو جائیں گے۔ اور روضۃ الطہر میں دفن ہو جائیں گے۔ اب دیکھئے احادیث نبوی ﷺ حیات عیسیٰ کے متعلق کیا بتاتی ہیں۔

ارشادات رسول اللہ ﷺ

”اخرج ابولیلی مرفوعاً والذي بيده لينزلن عيسى ابن مريم، ثم لئن قام على قبره وقال يا محمد لا جبينه (روح الباني)“ ﴿آپ ﷺ نے اس

ذات کی قسم کھا کر فرمایا جس کے بقعہ میں آپ کی جان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن مریم ضرور اتر کر رہیں گے۔ اور اگر وہ میری قبر پر آ کر کھڑے ہوں گے اور مجھ کو یا عمر کہہ کر آواز دیں گے تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ ﴿

”عن ابی ہریرۃ مرفوعاً انی لا رجوا ان طالت بی حیاة ان ادرك عیسیٰ بن مریم فان عجل بی موت فمن ادركه فلیقرقه منی السلام (مسند احمد) ﴿ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر میری زندگی وراز ہوگی تو مجھ کو امید ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے میری ملاقات ہو جائے گی اور اگر اس سے پہلے میری موت آ جائے تو جو شخص ان کا زمانہ پائے وہ میری جانب سے ان کی خدمت میں سلام عرض کر دے۔ ﴿

”عن الحسن مرفوعاً ومرفوعاً قال قال رسول اللہ ﷺ للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم یوم القیامة (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۶۶) ﴿ حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے ارشاد فرمایا عیسیٰ ابھی مرے نہیں ہیں۔ اور قیامت سے پہلے ان کو لوٹ کر تمہارے پاس آنا ہے۔ ﴿

”عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال الانبیاء اخوة العلات ابوہم واحد واتہاتہم شتی وانا اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لانه لم یکن بینی وبینہ نبی وانه نازل فاذا زاتیموہ فاعر فوہ فانہ رجل مربوع الی الحمرة والبیاض سبط کان راسہ یقطر وان لم یصبہ بلل مصرتین فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویعطل الممل حتی یهلك اللہ فی زمانہ المسیح الدجال الکذاب وتقع الامنة فی الارض حتی ترتع الابل مع الاسد جمیعاً والنمور مع البقر الذباب مع الغنم ویلعب الصبیان والغلمان بالحیات لا یضر بعضهم بعضاً فیعمک ما شاء اللہ ان یمکث ثم یقوف فیصلی علیہ المسلمون ویدفنونه (مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷، تفسیر ابن جریر ج ۶ ص ۱۲۸) ﴿ ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کہتے ہیں کہ جتنے انبیاء ہیں سب باپ شریک بھائیوں کی طرح ہیں۔ والد ایک اور مائیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام سے سب سے زیادہ نزدیک میں ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی نمی نہیں۔ وہ کھودہ ضرور اتریں گے۔ اور جب تم ان کو دیکھو گے تو فوراً پہچان

لیتا کیونکہ ان کا قدمیانہ ہوگا۔ رنگ سرخ و سفید۔ کنگھی کئے ہوئے سیدھے سادھے۔ بال یوں معلوم ہوگا کہ سر سے پانی ٹپکنے والا ہے۔ اگرچہ اس پر کہیں تری کا نام نہ ہوگا۔ دو گہرو کے رنگ کی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔ وہ اتر کر صلیب کو توڑیں گے، سور کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کریں گے اور تمام مذاہب ان کے زمانہ میں ختم ہو کر صرف ایک مذہب اسلام باقی رہ جائے گا۔ اور ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ جھوٹے مسیح دجال کو ہلاک کرے گا اور زمین پر امن و امان کا وہ نقشہ قائم ہوگا کہ اونٹ شیروں کے ساتھ، چیتے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور لڑکے اور بچے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے اور ایک دوسرے کو ذرا کوئی تکلیف نہ دے گا۔ اسی حالت پر جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہ رہیں گے۔ پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان پر نماز جنازہ ادا کریں گے۔ اور ان کو دفن کر دیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ روضہ اطہر میں دفن کئے جائیں گے۔ ﴿

”عن عبد اللہ بن عمرؓ مرفوعاً یُنزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد (مشکوٰۃ ص ۴۸۰)“ ﴿عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے اور نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔ ﴿

”عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ مع رسول اللہ ﷺ وصاحبہ فیكون قبرہ رابعاً (در مختار ص ۲۴۶)“ ﴿عبد اللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آکر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دو چاشنوں یعنی ابو بکرؓ اور عمرؓ کے پاس دفن ہوں گے اور اس لحاظ سے ان کی قبر چوتھی ہوگی۔ ﴿

قارئین کرام! آپ نے تمام دلائل پڑھ لئے ہیں۔ جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نہ مسیح بن مریم ہے نہ مثل مسیح۔ کیونکہ اس میں کوئی ایسی علامت نہیں پائی جاتی جو احادیث میں بتائی گئی ہیں۔ بلکہ یہ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) ثلاثون کذابوں میں سے ایک ہے اور چودہ سو سال سے ختم نبوت کے معنی بھی سمجھ گئے کہ حضور اکرم ﷺ سب نبیوں کے آخر میں ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ کو خاتم النبیین ثابت کرنے کے لئے انبیاء سابقین میں سے ایک نبی کو اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا اور قیامت کے نزدیک نازل فرمائیں گے تاکہ وہ منکرین کو بتائے کہ جس آخری نبی ”اسمہ احمد“ کی میں نے بشارت دی تھی، وہ یہی آخر الزمان ہیں اس طرح حجت تمام ہو جائے گی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَوْلَانَا مُحَمَّدُ يُونُسُ بْنُ يَحْيَى
مَوْلَانَا مُحَمَّدُ يُونُسُ بْنُ يَحْيَى

قادیانیوں کے کلمہ کی حقیقت



حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قادیانی نادان مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے بڑے زور سے یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ وہ بھی محمد عربی ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت و مسیحیت کی طرح ان کا یہ دعویٰ بھی سو فیصد جھوٹ اور ابلہ فریبی ہے۔ اصل حقیقت کیا ہے؟ مندرجہ ذیل نکات کو سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ معمولی عقل و فہم کا آدمی بھی کر سکتا ہے۔

۱..... قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ دو دفعہ دنیا میں تشریف لائے۔ پہلی بار مکہ میں اور دوسری بار مرزا قادیانی کے بروزی روپ میں۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے: ”حضرت ﷺ کے دو بعثت ہیں۔ یا بہ تبدل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت ﷺ کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو کج موعود اور مہدی مسموم (مرزا قادیانی) کے ظہور سے پورا ہوا۔“ (تذکرہ گلدیہ ص ۹۴ حاشیہ، خزائن ج ۷ ص ۳۹)

۲..... چونکہ قادیانیوں کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ مرزا قادیانی کی شکل میں دوبارہ آ گئے ہیں۔ اس لئے اب مرزا قادیانی خود محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے: ”محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار حملاء بینہم اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔“ (ایک ظلی کا ازالہ ص ۱۸ ج ۱ ص ۳۷)

۳..... اور اب محمد رسول اللہ ﷺ کے تمام کمالات مرزا قادیانی کی طرف منتقل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو: ”جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو کونسا الگ انسان ہوا۔ جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔“ (ایک ظلی کا ازالہ ص ۵، خزائن ج ۱ ص ۳۱۴)

۴..... چونکہ مرزا قادیانی احمد محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اس لئے وہ آنحضرت ﷺ کے مقام و مرتبہ پر فائز ہے (نمود باللہ) چنانچہ ملاحظہ ہو: ”خدا تعالیٰ کے نزدیک حضرت کج موعود (مرزا قادیانی) کا وجود آنحضرت ﷺ کا ہی وجود ہے۔ یعنی خدا کے دفتر میں حضرت کج موعود (مرزا قادیانی) اور آنحضرت ﷺ آپس میں کوئی دوئی یا مغایرت نہیں رکھتے۔ بلکہ ایک ہی شان، ایک ہی مرتبہ، ایک ہی منصب اور ایک ہی نام رکھتے ہیں۔ گویا انگوٹوں میں باوجود دو ہونے کے ایک ہی (انفصل قادیان ۱۶/ ستمبر ۱۹۱۵ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۳۷ طبع جم لاہور) ہیں۔“

۵..... بلکہ قادیانی عقیدے کے مطابق مرزا قادیانی پہلے محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر ہے اور اس کے زمانے کی روحانیت محمد عربی ﷺ کے زمانے سے اقویٰ اکمل اور اشد ہے۔ (معاذ اللہ) چنانچہ ملاحظہ ہو: ”اور جس نے اس بات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے۔ جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی۔ پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے اقویٰ اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کی طرح ہے۔“

(خطبہ الہامیہ ص ۱۸۱، خزائن ج ۱۶ ص ۲۷۱ تا ۲۷۶)

اسی مضمون کو مرزا قادیانی کے ایک مرید قاضی ظہور الدین اکمل نے ایک قصیدہ نعتیہ کی شکل میں نظم کر کے مرزا قادیانی کو پیش کیا۔ اور مرزا قادیانی سے خراج تحسین وصول کیا۔

امام اپنا عزیزو اس جہاں میں غلام احمد ہوا دارالامان میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
غلام احمد رسول اللہ ہے برحق شرف پایا ہے نوع انس و جاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

(اخبار بدردیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء الفضل قادیان ۲۲ اگست ۱۹۰۴ء ص ۴)

۶..... اسلام، محمد عربی کے زمانہ میں پہلی رات کے چاند کی طرح تھا۔ اور مرزا قادیانی کے زمانے میں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو گیا۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۸۳، خزائن ج ۱۶ ص ۲۷۵)

۷..... مرزا قادیانی کی فتح مبین آنحضرت ﷺ کی فتح مبین سے بڑھ کر ہے۔

(خطبہ الہامیہ ص ۱۹۳، خزائن ج ۱۶ ص ۲۸۸)

۸..... آنحضرت ﷺ کا زمانہ روحانی ترقیات کے لئے پہلا قدم تھا۔ اور مرزا قادیانی کا زمانہ روحانی کمالات کی معراج ہے۔ (خطبہ الہامیہ ص ۱۷۷، خزائن ج ۱۶ ص ۲۶۶)

۹..... مرزا قادیانی کا وحی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔

(ریویو آف ریڈیو ص ۱۹۶۹ء بحوالہ قادیانی مذہب ص ۲۶۶)

۱۰..... قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کے بغیر محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ باطل اور منسوخ ہے۔ کوئی شخص یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو: ”کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا

قادیانی) کا نام بھی نہیں سنا۔ وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔“

(آئینہ صداقت ص ۱۳۵ از مرزا محمود احمد قادیانی)

۱۱..... قادیانیوں کے نزدیک کلمہ طیبہ کا مفہوم یہ ہے کہ اس میں مرزا قادیانی داخل ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو: ”ہاں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے آنے سے (کلمہ کے مفہوم میں) ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے۔ مگر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کے بعد (محمد رسول اللہ ﷺ) کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی۔“ (کلمۃ الفصل ص ۵۸ طبع اول ۱۹۱۵ء)

۱۲..... قادیانیوں نے کلمہ طیبہ کا مفہوم یوں تبدیل کیا کہ چونکہ محمد رسول اللہ نے بعینہ مرزا قادیانی کی شکل میں دوبارہ ظہور کیا ہے۔ اس لئے قادیانی عقیدہ کے مطابق:

کلمہ طیبہ: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کلمہ خبیثہ: لا الہ الا اللہ مرزا قادیانی رسول اللہ

دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔ یعنی کلمہ میں محمد رسول اللہ سے بعینہ مرزا قادیانی مراد

ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:

”مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا

ہے: ”صار وجودی (میرا وجود بعینہ محمد رسول اللہ کا وجود ہے) جو وہ نیز من فرق بینی

وبین المصطفیٰ فما عرفنی ومارای (جس نے میرے اور مصطفیٰ کے درمیان فرق کیا۔

انے مجھے نہیں پہچانا) اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا

میں مبعوث کرے گا۔ جیسا کہ آیت ”آخرین منهم“ سے ظاہر ہے۔ بس مسیح موعود (مرزا

قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے جو شاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔ اس لئے

ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی

ہے۔ فقد بروا“ (کلمۃ الفصل ص ۱۵۸)

مندرجہ بالا حوالوں سے واضح ہے کہ قادیانی اس لئے کلمہ پڑھتے ہیں کہ ان کے نزدیک

مرزا قادیانی محمد رسول اللہ ﷺ ہے اور محمد رسول اللہ مرزا قادیانی ہے۔

۱۳..... مرزا قادیانی کے بغیر ان کے نزدیک دین اسلام ”لعنتی، شیطانی، مردہ اور قابل نفرت

ہے۔“ (ضمیمہ براہین بیچم ص ۱۸۳، لکھنؤ ص ۱۲۷ ج ۱۰)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم
سورة التوبة

تحریک ختم نبوت



حضرت مولانا عبدالستار خان نیاززی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

افتتاحیہ

رفیق محترم جاناب مرزا کے فرزند گرامی عزیز خالد جانابز اور ان کے دوست شیخ پرویز صاحب سیکرٹری مجلس طلبائے اسلام پاکستان (چنیوٹ) یہ فرمائش لے کر تشریف لائے کہ میں شیخ الفاضل محترم عبدالستار خان نیازی ایم اے، ایل ایل بی کے شہدائے شہم نبوت کانفرنس (۱۰ مارچ ۱۹۵۷ء) میں خطاب کا افتتاحیہ لکھوں اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ان عزیزان گرامی نے اس بار امانت کا قریعہ فال مجھ دیوانے پر کیوں دے مارا ہے؟..... کہاں محترم نیازی صاحب کی بلند و بالا شخصیت اور کہاں یہ کوتاہ قامت شیرازی..... یعنی چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ لیکن یہ سوچ کر کہ۔

ایس سعادت بزور بازو نیست

تانه بخشد خدائے بخشنده

اس فرمائش کی تعمیل کر رہا ہوں کہ شاید یہ چند سطور مجھ گناہگار پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہانہ بن جائیں۔ اور قیامت کے روز خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ علیہ السلام کا دامان شفاعت میسر آ جائے۔

محترم شیخ الفاضل عبدالستار خان نیازی، آغا شورش کاشمیری اور جناب ابوسعید انور سے راقم الحروف کی یاد اللہ بہت پرانی ہے۔ اور یہ باتیں ہیں جب کی کہ آتش جوان تھا۔ نیازی صاحب ہندوستان میں خلافت اسلامی قائم کرتے کرتے تحریک حصول پاکستان کے سیاسی مجاہدین کی صف یعنی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ آغا شورش مجلس اتحاد ملت سے ہوتے ہوئے مجلس احرار اسلام کی سٹیج پر جلوہ فرما ہوئے۔ ابوسعید انور ہم دظنوں کو فارسی اور انگریزوں کو اردو پڑھاتے پڑھاتے مسلم لیگ بن گئے اور راقم الحروف نے غلبہ اسلام کی منزل تک پہنچنے کے لئے اس قافلے کی گروہ راہ یعنی خاکسار بیضا قبول کر لیا۔

ما ومجنون ہم سبق بودیم در دیوان عشق

لو بصحرارفت وملند کوچہ هلاسوا شدیم

لیکن جب ہم سب لوگ منزل تک پہنچے تو ہم نے یہ عجیب تماشا دیکھا۔

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھئے
 منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے
 اور ہمارے احساسات کی کیفیت اب تک یہ ہے کہ
 ڈھونڈتا پھرتا ہوں اپنے آپ کو اقبال میں
 آپ ہی گویا مسافر آپ ہی منزل ہوں میں

ہمارے یہی احساسات جب صورت پذیر ہوتے ہیں تو ان لوگوں سے جو پاکستان کے
 خطر ارضی کے حصول کی خاطر اپنے گھر بار چھوڑے۔ اپنے معصوم بچوں کے سروں کو نیزوں کی انی پر
 رقص پیا کرتے دیکھا۔ اپنی بہنوں اور بچیوں کی عصمتیں لٹتے دیکھیں۔ اپنی ماؤں کی مامتا کو ہلکتے
 دیکھا۔ اپنی بیویوں کے سہاگ اجڑنے کا تماشا دیکھا۔ اگر اس سوال کا جواب آسودگان منزل
 اثبات میں دیتے ہیں تو پھر مجھے یہ کہنے میں ہرگز باک نہیں کہ دنیا کے تختے پر ان ہندوستانی
 مسلمانوں سے زیادہ احمق، بے وقوف اور انعمی قوم ہرگز موجود نہیں اور پاکستان کے عوام اور
 رہنماؤں کو اپنے ملک کا نام فوراً تبدیل کر لینا چاہئے۔ ورنہ مستقبل کا مورخ اس ملک کا تعارف
 احمقستان کے نام سے کرانے پر مجبور ہوگا.....!

لیکن اگر پاکستان سے عبارت ایک ایسا خطر ارضی ہے جہاں اسلام کی حکمرانی، خدائے
 بزرگ و برتر کی حکومت اور خاتم الانبیاء سرور کائنات، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت کا قانون
 نافذ ہوگا اور جو ملک لاله الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرہ کو حیدر سالت کے نتیجے میں
 مملکت خدا واد پاکستان کہلاتا ہے تو اس ملک میں حکومت کی ہاگ ڈور صرف انہی لوگوں کے ہاتھ
 میں رہنا ضروری ہے۔ جن کی گردنوں میں محمد اور صرف محمد کی غلامی کا نقش ثبت ہے۔ ورنہ قانونی
 اور اخلاقی لحاظ سے ہرگز اس ملک کی کلیدی اسامیوں پر فائز نہیں رہ سکتا۔

اسلام بدھ مت کی طرح انفرادی فعل اور افراد کا ذاتی معاملہ نہیں۔ دین اسلام
 مسلمانوں کا اڈھنا بچھوتا ہے۔ جس سے مسلمان قوم ہر شعبہ زندگی میں رشد و ہدایت حاصل
 کرتی ہے۔

اس واضح امر کی موجودگی میں جو لوگ دین اور سیاست کو الگ الگ کر کے ”مختم نبوت“
 کے نعرے کو مذہبی جنون کا نام دیتے ہیں۔ وہ یا تو جنت الحمقاء میں لپکتے ہیں یا دیوانہ بکار خویش
 ہمارے مصداق ہیں۔ ختم نبوت ہی تو وہ مہر ہے، وہ نقش ہے، محمد کی غلامی کا وہ طوق ہے جس کی

بنیاد پر پاکستان کی بلند و بالا عمارت تعمیر اور قائم ہے۔ اس بنیادی پتھر کو نکالنے کی کوشش کرنے والے پاکستان کی عمارت اور اسلام کے ستون کو تباہ و برباد کر دینا چاہتے ہیں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ تحریک تحفظ ختم نبوت سے کم و بیش چار برس پیشتر علامہ عنایت اللہ خان امشرچی نے پاکستان کو پیش آنے والے جن تین بڑے خطروں کی نشاندہی کی تھی۔ ان میں سب سے بڑا خطرہ قادیانیت کا تھا۔ اس خطرے سے پاکستان کے مستقبل کو محفوظ رکھنا آج بھی انتہائی ضروری ہے۔ بابائے صحافت کہاں یاد آئے۔

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خولجہ شرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں جب حکومت نے نیازی صاحب کو تختہ دار پر چڑھانے کا حکم صادر کیا۔ راقم الحروف نے روزنامہ ”سعادت“ لائل پور میں اندھیر گری چوپٹ رانج کے عنوان سے ایک ادارہ سپرد قلم کیا تھا۔ جس میں اس وقت کے اندھے راجاؤں کو توجہ دلائی گئی تھی کہ وہ قادیانیت کی گردن میں ڈالنے والا پھانسی کا پھندا نیازی صاحب کی گردن میں صرف اس لئے ڈال رہے ہیں کہ نیازی صاحب کی گردن انہیں اس پھندے کے مطابق دکھائی دے رہی ہے۔

وقت نے ان اندھے راجاؤں کی بساط سلطنت یوں اٹھا پھینکی کہ اب ان کا نام لیوا بھی کوئی نہیں۔ اور نیازی صاحب کی فراخ پیشانی پر ختم نبوت کا نور بدستور چمک رہا ہے اور حشر تک چمکتا رہے گا۔ (انشاء اللہ)

حضرت شیخ الفاضل عبدالستار خان نیازی صاحب نے اپنی اس جامع و مانع تقریر میں تحفظ ختم نبوت کے سیاسی پہلوؤں پر خصوصی توجہ دلا کر عامۃ المسلمین اور ارباب اقتدار کو اس پر غور و فکر کی جو دعوت دی ہے۔ فی الحقیقت اس دعوت پر عمل کرنے میں نہ صرف پاکستان کے قیام و بقاء اور تحفظ استحکام کا راز مضمر ہے۔ بلکہ خود ارباب اقتدار کی فلاح و بہبود، دنیاوی اور اخروی نجات اور حسنت اسی میں پوشیدہ ہے۔ مجلس طلبائے اسلام کے نوجوان کارکن یقیناً لائق تبریک

وحسین ہیں کہ وہ اس نایاب تقریر کی اشاعت کا بیڑا اٹھا کر سعادت دارین حاصل کر رہے ہیں۔
دفتر ماہنامہ ”تذکرہ“ لاہور، خاکپائے شہیدان ختم نبوت
(حکیم) آزاد شیرازی

نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ..... الخ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الذین قالو الاخوانهم وقعدو الو اطاعونا ما قتلوا۔ قل فادرو۔ وا عن
انفسکم الموت ان کنتم صدقین۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ
امواتا۔ بل احياء عند ربهم یرزقون۔ فرحین بما اتهم اللہ من فضله
ویستبشرون باللذین لم یلحقوا بهم من خلفهم الا خوف علیهم ولا هم
یحزنون۔ یستبشرون بنعمة من اللہ وفضل وان اللہ لا یضیع اجرا للمؤمنین۔
الذین استجابو اللہ والرسول من بعد ما اصابهم القرع۔ للذین احسنوا منهم
واتقوا اجر عظیم۔ الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعو الکم فاخشوهم
فزادهم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ فانقلبوا بنعمة من اللہ وفضل
لم یمسسهم سوء واتبعوا رضوان اللہ۔ واللہ ذو فضل عظیم۔

(ال عمران: ۱۷۸ تا ۱۷۳)

یہ کانفرنس اس لئے منعقد ہو رہی ہے کہ آج سے چار سال قبل کی تحریک تحفظ ختم نبوت
کے شہداء کی یادگار منائی جائے۔ چونکہ یہ ایک کانفرنس ہے۔ محض ایک جلسہ نہیں۔ اس لئے میں
خلاف معمول اپنی معروضات تقریر کے بجائے تحریک کی شکل میں پیش کر رہا ہوں تاکہ جو شرکاء کار
یہاں موجود نہیں۔ وہ بھی بیرون جات میں ان مسائل پر غور کر سکیں اور جو احباب یہاں موجود ہیں
وہ اس نشست سے اٹھ کر جب واپس جائیں تو زیادہ غور سے ان معروضات کی نسبت سوچ سکیں۔
تحریک کی شکل میں یہ معروضات پیش کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تحریک ختم نبوت کے جو مخالفین
تحریک کے موقف کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور یوں اس کے متعلق غلط
فہمیاں پھیلاتے ہیں۔ وہ آسانی سے ایسا نہ کر سکیں۔

یادگار منانے کا مقصد

یادگار منانے سے مفہوم یہ ہے کہ جس واقعہ یا جس شخصیت یا جس پیغام کی ہم یاد ماننا

چاہتے ہیں۔ جو ہمیں پسند ہے اور جس کی ہمارے دل میں قدر ہے۔ اس کی تفصیلات وقت گزرنے سے ہمیں بھول نہ جائیں۔ اس لئے کہ جن کو وہ تفصیلات یاد ہیں۔ وہ انہیں دہرائیں۔ ہم ایک مرتبہ پھر یہ دیکھیں کہ جس شے کی ہم یادگار مٹا رہے ہیں۔ وہ ہمیں کیوں محبوب تھی؟ اس کا کون سا پہلو ہمیں عزیز تھا؟ مدت گزر جانے کے بعد بھی ہم کیوں اسے بھولنے پر آمادہ نہیں؟ اس یاد کو تازہ کرنے سے کیا فائدہ ہے اور جس مقصد کی خاطر وہ شے ہمیں عزیز تھی۔ بدلے ہوئے حالات میں وہ مقصد کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟

تحریک کیوں شروع ہوئی؟

فروری ۱۹۵۳ء کے آخر میں کراچی اور لاہور سے تحریک تحفظ ختم نبوت نے تین مطالبات کو خواجہ ناظم الدین کی مسلم لیگی وزارت سے منوانے کی خاطر راست اقدام کی تحریک کا آغاز کیا تھا۔ تحریک کی ابتداء ایک مجلس عمل نے کی تھی۔ جس نے یہ پہلے سے بتا دیا تھا کہ تحریک کا مقصد تشدد یا قانون شکنی نہیں۔ بلکہ اس وزارت کو استعفیٰ دینے پر مجبور کرنا ہے۔ جو رائے عامہ کے مطالبات کو تسلیم نہیں کرتی۔ خود اپنی جماعت کے فیصلے پر بھی عمل نہیں کرتی اور جس نے سوائے راست اقدام کے اور کوئی راستہ باقی نہیں چھوڑا۔ جس کے ذریعے یہ تین مطالبات منوائے جاسکیں۔ نہ ہی یہ وزارت ملک کا آئین مکمل کرنے پر آمادہ تھی۔ آئین کی تکمیل کی صورت میں عام انتخابات کا بھی امکان نہ تھا۔ جہاں رائے عامہ آئینی طریقے سے اپنے مطالبات پورے کر داسکتی۔

وہ تین مطالبات یہ تھے:

اول..... سر نضر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹا دیا جائے۔ کیونکہ وہ اپنے اس مذہبی عقیدے کا خود اقرار کر چکے ہیں کہ برطانوی حکومت سے وفاداری ان کے دین و ایمان میں داخل ہے اور جو شخص کسی غیر مملکت کی حکومت سے شرعی وفاداری اپنے ایمان میں داخل سمجھتا ہو وہ پاکستان کی آزاد مملکت میں وزارت خارجہ جیسے اہم عہدے پر متمکن رہنے کا ہرگز اہل نہیں۔

دوسرا..... مطالبہ یہ تھا کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ ہر مسئلہ میں جناب خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم نہ کرے اور حضور سرور کائنات کی تعلیمات میں سے کسی کی تفسیر تعبیر یا تاویل کا سوال پیدا ہو تو مسلمانوں کی کثرت رائے کے فیصلے کی پابندی کو اپنے لئے ضروری نہ سمجھے۔ پاکستان اس لئے حاصل کیا گیا ہے کہ یہاں اسلام کی

تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی خاطر ایک وطن قائم کیا جائے۔

لہذا جو لوگ پاکستان میں رہنا چاہیں۔ لیکن خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو کسی مسئلہ میں آخری حجت تسلیم نہ کریں۔ یا حضور ﷺ کی کسی تعلیم کی تاویل میں مسلمانوں کی کثرت رائے کی پابندی قبول نہ کریں۔ انہیں آئین پاکستان کے ماتحت اقلیت قرار دینا چاہئے۔

تیسرا..... مطالبہ یہ تھا کہ پاکستان بن جانے کے بعد یہاں سب سے بڑا مسئلہ حکومت کو اسلامی تعلیمات کے ماتحت لانے کا ہے۔ حکومت صرف وزارت کا نام نہیں بلکہ اس میں سرکاری ملازمین کو بھی پروا ملے ہے۔ لہذا جب تک پاکستان میں سرکاری محکموں کی کلیدی آسامیوں پر صرف ایسے سرکاری ملازمین کو مقرر نہیں کیا جاتا جو ہر مسئلہ میں خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات کو آخری حجت تسلیم کریں اور حضور ﷺ کی تعلیم کی تاویل میں مسلمانوں کی کثرت رائے کے فیصلے کی پابندی اپنا ایمان اور منہی فرض سمجھیں۔ تب تک پاکستان کو اسلامی مملکت نہیں بنایا جاسکتا۔

اس کا نفرنس میں تاخیر کیوں ہوئی؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ مطالبات تو آج سے پانچ سال قبل پیش کئے گئے تھے۔ ان کے متعلق راست اقدام کی تحریک چار سال پہلے شروع ہوئی تھی۔ اس وقت کی وزارت نے اس تحریک کو کچلنے کے لئے جب مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔ اس واقعہ کو بھی اتنی ہی مدت گزر چکی ہے۔ لیکن آج تک ان شہداء کی یاد منانے کے لئے اس پیمانے پر کانفرنس اس سے پہلے کیوں نہ منعقد ہو سکی۔

مختصر طور پر اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب یہ تحریک شروع ہوئی تو اس وقت ایک ایسی وزارت مرکز میں اور صوبے میں برسرِ اقتدار تھی جو پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی مملکت منانے کے وہ وعدے بھول چکی تھی کہ۔

پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ

یہ وزارت جس ایوان کے سامنے جواب دہ تھی (جیسا کہ بعد میں ایک عدالتی مقدمے کے دوران میں ثابت ہوا) وہ ایوان اپنے آپ کو عینِ مطلق اور سلطانِ مطلق سمجھتا تھا۔ اور جب تک ان کو عدالتی پروا نہ ملے کہ ذریعے ان کی کرسیوں سے برطرف نہ کر دیا گیا۔ تب تک انہوں نے اپنے منصب سے کسی صورت بے پروا مادی ظاہر نہ کی۔

نمائند ستمگار بدروزگار

یہ وزارت اور یہ ایوان بعض سرکاری افسروں کے ساتھ مل جل کر من مانی رنگ رلیاں مٹاتے تھے۔ لہذا جب تحریک تحفظ ختم نبوت نے ”راست اقدام“ کا آغاز کیا تو ان ارباب اقتدار نے نہ عوام کے مطالبات مانے، نہ ”راست اقدام“ کرنے والوں کی پر امن عوامی گرفتاریاں قبول کیں۔ بلکہ پہلے ان پر لاشی چلائی۔ پھر گولی چلائی اور آخر میں فوج کو دھاوا بولنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد ملک میں ارباب غرض نے ایک ایسی صورت پیدا کر دی کہ ختم نبوت کا نام لینا قانون شکنی کے ہم معنی قرار پایا۔ عام مجرموں کو اور کتاب جرم سے پہلے ارادہ جرم کی سزا نہیں دی جاتی۔ لیکن ختم نبوت کا عقیدہ بیان کرنا بھی کچھ مدت تک جرم قرار پایا تھا۔ جب ملک کے قانون نے پورا ساتھ نہ دیا تو سیٹھی ایکٹ سے کام لیا گیا۔ جو عداران وطن کے خلاف استعمال کرنے کی خاطر بنایا گیا تھا۔ جب سیٹھی ایکٹ سے بھی تسلی نہ ہوئی تو بنگال ریگولیشن سے کام لیا گیا۔ جب اس سے بھی دل ٹھنڈا نہ ہوا تو مجلس دستور ساز سات سال میں ملک کا دستور نہ بنا سکی تھی۔ اس نے سات گھنٹے کے اندر ایک انڈین ایکٹ منظور کر دیا۔ جس کا سادے الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ حاکم وقت جس کو چاہے ختم نبوت کا نام لینے کے جرم میں جیل کے اندر ڈال دے۔ پھانسی کے تختے پر لٹکا دے۔ جائیداد قرق قرق کر لے، جو فریاد کرے اس کو بھی شریک جرم قرار دے کر جو چاہے سزا دے۔

ظاہر ہے کہ اس سختی اور جبر سے دہشت پھیلی۔ جن کے دل میں دہشت نے اثر نہ کیا، ان کے سامنے یہ سوال تھا کہ جب ارباب اقتدار فوج کشی پر آمادہ ہو گئے ہیں تو ان کا مقابلہ کرنے سے ملک کے اندر خانہ جنگی پیدا نہ ہو جائے۔ جو پاکستان ہم نے لاکھوں قربانیوں سے حاصل کیا ہے۔ اس کا استحکام اور سالمیت خطرے میں نہ پڑ جائے۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے پاکستان دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہے۔ وہ گہوارہ ہے جس میں پرورش پانے والے انشاء اللہ العزیز ایک دن دنیا کے اندر اسلامی نظام قائم کر کے ہی دم لیں گے۔ اس لئے عارضی طور پر یہاں ختم نبوت کی تحریک کو کچلنے والے ارباب اختیار سے بھی کھلا تصادم ہمارے مقاصد کے لئے مفید نہ تھا۔

جس قانون کو ہم نے غلط سمجھا اس کا مقابلہ بھی ہم نے قانون کی حد سے آگے بڑھ کر نہ کیا۔ کیونکہ ہم اپنی تلواریں ان دشمنوں کے لئے بچا رکھنا چاہتے ہیں جو صرف ہماری گردنیں ہی

نہیں کاٹنا چاہتے۔ بلکہ ہمارے وطن کو ختم کر دینے کے عزائم رکھتے ہیں۔

قربانی دینے والوں کا صبر کام آیا۔ پہلے صوبے کی وہ وزارت ختم ہوئی جس نے تحریک ختم نبوت کو مکر اور تشدد سے ختم کرنا چاہا تھا۔ پھر وہ مرکزی وزارت ختم ہوئی، جس نے اقتدار کے زعم میں ختم نبوت سے سرکشی کی تھی۔ پھر وہ مجلس دستور ساز ختم ہوئی جس نے انڈین لیگ جیسے قانون بنا کر تحریک ختم نبوت کو خلاف قانون بنانا چاہا تھا۔ تب وہ آئین بھی ختم ہو گیا جس نے اس قسم کی مجلس دستور ساز کو آٹھ سال تک ہمارے سروں پر مسلط کر دیا تھا۔ ”لولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ..... الخ“ اللہ تعالیٰ اگر بعض ظالموں کو دوسرے ظالموں سے ٹکرا کر ان کا فتنہ دور نہ کر دیتا تو خدا کا نام لینے والے درویشوں کی خانقاہیں اور معابد اور مسجدیں ویران ہو جاتیں اور کوئی خدا کا نام لینے والا باقی نہ رہتا۔

نئے دستور کی سہولتیں

اس کے بعد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک نیا دستور پچھلے سال نافذ ہوا۔ ہم اس دستور کو اسلامی لحاظ سے بے نقص نہیں سمجھتے۔ لیکن اس دستور کے بن جانے کا یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ اب ملک میں ایسا کوئی گورنر جنرل باقی نہیں رہا جو ملکہ برطانیہ کا نمائندہ ہونے کی حیثیت میں عوام کے مطالبات کو ہمیشہ قانون کے دائرے کے اندر رہ کر دبا سکے۔ یہ ٹھیک ہے کہ مرکزی اور صوبائی ایوان کے اراکین ابھی رائے عامہ کے نمائندے نہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ عام الیکشن کی تاریخ ہر سال اگلے برس پر ملتوی کر دی جاتی ہے۔ لیکن یہ کھیل زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ اب ملک کے اندر آئینی جدوجہد کی ایک ایسی راہ کھل چکی ہے کہ ملک کے باشندوں کی اکثریت اگر کسی بات پر نکل جائے تو اس کے ارادے پورے ہونے میں تاخیر تو ڈالی جاسکتی ہے۔ لیکن ان ارادوں کو مٹایا نہیں جاسکتا اور بالآخر ان کی کامیابی سے مفر نہیں اور جو لوگ رائے عامہ کی مخالفت کریں یا اطاعت نہ کریں۔ ان کے زیادہ دیر تک برسر اقتدار رہنے کا بھی امکان نہیں۔

جب میں کہتا ہوں کہ نیا آئین بن جانے کے بعد رائے عامہ کے فیصلوں کو پاکستان میں زیادہ دیر تک نافذ ہونے سے باز نہیں رکھا جاسکتا تو میرا اشارہ صرف عام الیکشن کی جانب نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ عام الیکشن میں بھی بدعنوانیاں اور بے قاعدگیاں کی جاسکتی ہیں۔ میں عام الیکشن کی تیاری اور اس کے نتائج سے زیادہ اہم ملک کی جمہوری رائے عامہ کی تربیت کو خیال کرتا ہوں۔

نئے آئین کے ماتحت عوام کو جو بنیادی حقوق حاصل ہو چکے ہیں اور ان بنیادی حقوق کے نفاذ کے لئے عدالتی پروانہ حاصل کرنے کا جو آسان طریقہ رائج ہو چکا ہے۔ اور اس طریقے کو استعمال کرتے ہوئے ارباب اقتدار کی متعدد بدعنوانیوں کو روکنے میں جو کامیابی حاصل ہو چکی ہے۔ وہ ختم نبوت پر حتمی عقیدہ رکھنے والوں کے لئے یہ راہ کھول دیتے ہیں کہ وہ ملک کی رائے عامہ پر اپنے مقاصد کی اہمیت واضح کریں۔ انہیں اپنا ہم نوا بنائیں اور مخالفین نے سچائی کے سورج کو چھپانے کے لئے جھوٹ کے جو بادل پھیلا رکھے ہیں۔ ان کو چاک کر دیں۔ اگر یہ کام سلیقے اور صبر سے انجام دیا جائے۔ تو ان مٹھی بھر مفاد پرستوں کی سازشوں کو ناکام بنایا جاسکتا ہے۔ جو تحریک کو بدنام کر کے اپنا آلہ سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔

کانفرنس اب منعقد ہونے کی وجہ

یہ وجہ تھی کہ شہداء ختم نبوت کانفرنس چار سال تک اس بیان پر منعقد نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کے تازہ حالات میں نہ راست اقدام کی ضرورت باقی ہے۔ نہ تحریک کے عزائم کو آئین اور قانون کی حدود کے اندر پروان چڑھنے سے دشمنوں کی کوئی سازش رک سکتی ہے اور نہ آج کوئی ایسی طاقت ملک کے اندر موجود ہے۔ جو تشدد اور جبر سے اس تحریک کو کچل سکے۔

جب قدرت نے یوں ہمیں چار سال پہلے شمع نبوت پر قربان جانے والے ان پروانوں کی یادگار منانے کا موقع دیا ہے تو آئیے ہم ذرا غور کریں کہ شہادت کیا ہے؟ شہادت کا منصب کیا ہے؟ اسلامی شہید کی وہ کیا خصوصیت ہے جو اسے دنیا کے دوسرے نامور سوراؤں سے ممتاز کرتی ہے۔ جو کسی قومی یا دنیوی مقصد کی خاطر اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔

موت سے بڑی قربانی کوئی نہیں

اس دنیا کی تمام تکالیف اور مصیبتوں کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ موت کے ایک جزو سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اس لئے اگر کافر بھی کسی مقصد کی خاطر اپنی جان قربان کرتا ہے تو ہمیشہ احترام کی نگاہیں جھک جاتی ہیں۔ مسلمان جب کسی دنیا کے جھگڑے میں اپنی جان پر کھیل جاتا ہے تو چاہے اس میں دین کے کسی حکم کی خلاف ورزی بھی کی گئی ہو تب بھی مرنے والے سے ایک عجیب قسم کی ہمدردی محسوس کی جاتی ہے۔

دیکھئے چند سال پہلے ڈھاکہ میں بعض بنگالی نوجوانوں نے اس مقصد کی خاطر بلوہ کر دیا کہ سرکاری زبان بنگالی ہونی چاہئے۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح بنگالیوں کو سرکاری نوکریاں زیادہ

ملیں۔ بلوہ میں چند نوجوان مارے گئے۔ اس وقت انہیں مجرم، قوم کے دشمن وغیرہ القاب دیئے گئے۔ وقت گزرتے دیر نہیں لگتی۔ کچھ مدت بعد ایک ایسی پارٹی برسرِ اقتدار آگئی جو ان مرنے والوں کو شہید کے نام سے یاد کرتی تھی۔ پھر مرکز میں ایک ایسی حکومت بن گئی جو اس بنگالی پارٹی کے دوٹوں کے بغیر حکومت کی گلدی پر نہیں بیٹھ سکتی۔ مرکزی اسمبلی کا حالیہ اجلاس جاری تھا کہ کسی نے ان بنگالی زبان کے شہیدوں کی یاد میں اسمبلی کا اجلاس ۵ مرتب تک ملتوی کرنے کی تجویز پیش کر دی۔ ایوان کی ہر قائل و کر پارٹی نے اس تجویز کی تائید کی۔

اسی طرح ۱۹۳۰ء میں جب انگریز کے خلاف کانگریس کی تحریک زوروں پر تھی اور صوبہ سرحد کی سرخ پوش تحریک نے کانگریس کے ساتھ شرکت اختیار کر لی تھی۔ تو قصہ خوانی بازار پشاور میں کچھ پٹھان انگریزی فوج سے الجھتے ہوئے مارے گئے۔ بعد میں ان کو بھی شہید کا لقب دے دیا گیا۔ ان کی یاد بھی اب ہر سال دھوم دھام سے منائی جاتی ہے۔

مغربی ممالک میں یہ عام دستور ہے کہ جنگ میں کام آنے والے کسی ایک کتا سپاہی کی قبر ملک کے دارالحکومت میں بنادیتے ہیں اور باہر سے آنے والے ہر معزز مہمان اس قبر پر اسی طرح پھول چڑھاتا ہے۔ جیسے پاکستان میں قائد اعظمؒ اور شہید ملت کے مزارات پر نگہ ستے چڑھائے جاتے ہیں۔

مسلمان شہید کی خصوصیت

بلاشبہ وہ تمام لوگ جنہوں نے اپنی قوم کی کوئی خدمت انجام دیتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔ وہ اور ان کی یاد ایک احترام کی مستحق ہے۔ لیکن ہم مسلمان جو اپنے آپ کو اسوۂ ملتِ ابراہیمی کا نام لیا سمجھتے ہیں۔ ہمارے ہاں شہید کے معنی، اس کا مقام اور اس کی یاد منانے کے معنی کچھ مختلف ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں قوم کا مفہوم بھی دوسری قوموں سے بالکل مختلف ہے۔ ہماری قوم کے قومی مفاد بھی ان معنوں میں قومی نہیں جس طرح دنیا کی دوسری قوموں کے ہاں اجتماعی مفاد کی نگہداشت ہوئی ہے۔

”ملة ابيکم ابراهيم۔ هو ستکم السلمین۔ من قبل وفي هذا ليکون الرسول شهيدا عليكم وتكونوا شهداء على الناس (الحج: ۷۸)“ ”تمہاری ملت کا انتساب تمہارے بزرگ ابراہیم علیہ السلام سے ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی تمہیں مسلمان کے نام سے پکارا۔ قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے بھی تمہیں اسی وجہ سے مسلمان کہا جاتا تھا۔

قرآن مجید میں بھی تمہیں مسلمان ہی کا نام دیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ خاتم النبیین ﷺ تمہارے منصب پر شہادت دیں اور تم انسانیت کے مرتبے کی شہادت دو۔ ﴿

دوسرے مقامات پر ملت ابراہیمی کو دوسری قوموں سے ممتاز کرنے والے اوصاف کی یوں تشریح کی گئی ہے کہ: ”قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم والذين معه اذ قالوا القومهم انا برآء ومنكم ومما تعبدون من دون الله كفرنا بكم وبدا بيننا وبينكم العداوة والبغضاء ابداً حتى تؤمنوا بالله وحده..... الخ (الممتحنة)“ ﴿ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی سنت کی پیروی مسلمانوں کے لئے بہترین دستور ہے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: اے کافرو! تم اللہ کے سوا جن کی پرستش کرتے ہو ہم ان سے اور تم سے بے تعلقی کا اعلان کرتے ہیں۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے مابین ہمیشہ عداوت اور بغض رہے گا۔ جب تک کہ تم ایک خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ ﴿

کافر خدا کے سوا جن کی پرستش کرتے ہیں۔ ان کی وضاحت کرتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام نے جس رائے کا اظہار کیا وہ قرآن مجید میں ایک مقام پر یوں بیان کی گئی ہے:

”وقال انما اتخذتم من دون الله اوثاناً مودة بينكم في الحياة الدنيا ثم يوم القيمة يكفر بعضكم ببعض ويلعن بعضكم بعضاً ومأوكم النار وما لكم من ناصرين (الحکبوت ۲۵)“

ابراہیم علیہ السلام نے کافروں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگ خدا سے جدا جن بتوں کی پرستش کرتے ہو تمہاری اس پرستش کی بنیاد بتوں سے بھی کسی مخلصانہ وابستگی پر نہیں۔ بلکہ دراصل تم کو دنیا کی زندگی کا لالچ ہے اور دنیا سے یہ مشترکہ لالچ رکھنے کے باعث تمہارے اندر ایک باہمی لگاؤ پیدا ہو گیا ہے اور اس لگاؤ کی مجسم شکل تم نے بتوں کو بنالیا ہے۔ لیکن تمہاری اس وابستگی کا پول قیامت کے دن کھل جائے گا۔ (جب دنیاوی تعلقات کے رشتے کٹ چکے ہوں گے۔) تب تم ایک دوسرے سے ان تعلقات کا انکار کرو گے اور باہم لعنتیں بھیجو گے۔..... الخ

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ

غرض مسلمان اس لئے ایک ملت ہے کہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا دین قبول کر لیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کائنات کے حقائق پر غور کرنے کے بعد فیصلہ کیا تھا کہ ستارے چاند نکلنے پر دم پڑ جاتے ہیں۔ چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے زائل ہو جاتی ہے۔ اور خود سورج بھی

ایک وقت غروب ہو جاتا ہے۔ اس لئے دنیا کے محسوس حقائق جو کہ بدلتے رہتے ہیں۔ کوئی اصلیت نہیں رکھتے۔ اصلیت اس پائیدار طاقت کو حاصل ہے جو ان سب حقائق کو پیدا کرتی ہے۔ مسلمان اس مٹ جانے والے واقعات سے توجہ ہٹا کر خدا کی ہمیشہ رہنے والی قدرت کے سامنے اپنا رشتہ جوڑنے کا خواہشمند ہے۔ وہ دنیا کی قدر صرف اسی حد تک کرتا ہے۔ جس سے آخرت کی فصل کاٹی جاسکے۔ مسلمان مل کر جب تک قوم کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ تو اس قومیت کے نظام سے بھی ان کا مقصد ایک ایسا طریقہ زندگی رائج کرنا ہے۔ جو انہیں دنیا کے رشتوں سے پاک کر کے اور اونچا اٹھا کر آخرت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے کا موقع دے۔

دنیا کی دوسری قومیں قومیت کے نظام اس لئے قائم کرتی ہیں کہ کوئی اپنی نسل کو دنیا کی دوسری نسلوں کے حصے کی زمین چھین کر دینا چاہتا ہے۔ کوئی دوسروں کو غلام بنانا چاہتا ہے۔ کوئی تجارت یا دولت کی ترقی چاہتا ہے۔ لیکن مسلمان اپنی شخصیت کی اس نشوونما کا خواہش مند ہے۔ جس کے لئے زمین، نسل اور دولت وسائل سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔

موت حقیقی زندگی کا آغاز ہے

مولانا رومؒ نے حضرت امیر حمزہؑ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جوانی میں زرہ بہن کر جنگ کرتے تھے۔ لیکن مسلمان ہوئے تو زرہ اتار کر جہاد میں شامل ہوئے۔ کسی نے پوچھا: آپ جوان تھے تو زرہ پہنتے تھے۔ اب بڑھاپے میں بغیر زرہ کے لڑنا کہاں مناسب ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ جوانی میں طبعی شجاعت کے بل پر جنگ کرتا تھا۔ جیسے پروانہ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر آگ کی طرف جاتا ہے۔ جب مقصد موت نہ تھا۔ بلکہ طبیعت کی تسکین کی خاطر موت کے کھیل میں حصہ لیتا تھا۔ بہر صورت خواہش یہی ہوتی تھی کہ موت سے بچ کر دنیاوی کامیابی حاصل کر لوں۔ لیکن اب ایمان لانے کے بعد یہ راز کھلا ہے کہ وہ ناموری جس کی خاطر جنگ میں حصہ لیتے تھے۔ اصل حقیقت نہیں بلکہ اصل حقیقت اس سے ایک قدم آگے ہے۔ طبیعت کو جو سکون خطرات برداشت کرنے سے ملتا تھا۔ اس طبیعت کو تسکین دینا ہی اصل مقصد نہیں بلکہ اصلیت اس سے آگے ہے۔ اس لئے اب ایمان لانے کے بعد میں جنگ میں جاتا ہوں تو طبعی جوش کی تسکین یا ناموری حاصل کرنے نہیں جاتا۔ بلکہ ایک برتر زندگی کی تلاش میں جاتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اب مجھے نہ موت سے بچنے کی خواہش ہے اور نہ ناموری کی آرزو میں زندہ رہنے کی خاطر زرہ پہننے کی حاجت۔

لیک از نور محمد من کنوں
نیستم من شهر خاکی رازبوں

(روٹی)

میں نے اس تقریر کے آغاز میں جن آیات کریمہ کی تلاوت کی تھی۔ ان میں بھی اس نکتہ کی وضاحت ہے کہ جو لوگ خدا کی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ کہتے ہیں۔ وہ خود زندگی اور موت کی حقیقت سے جاہل ہیں۔ اگر یہ دنیا کی زندگی ہی اصل زندگی ہے تو پھر اعتراض کرنے والوں! تم خود کیوں آخر کار اپنے آپ کو موت سے نہیں بچا لیتے۔ موت یہ ہے جس میں تم دنیا کے قیام کے دوران گرفتار ہوئے اور زندگی وہ ہمیشہ رہنے والی حالت ہے۔ جو اس دنیاوی موت سے چھٹکارا پانے کے بعد تمہیں حاصل ہوگی۔ اللہ کی راہ میں جان دینے والوں کو مردہ نہ کہو۔ بلکہ یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے پاس زندگی حاصل کر لی۔ وہاں وہ کھاتے پیتے بھی ہیں اور اللہ کا فضل پانے کی خوشی سے بھی مسرور ہیں۔ اپنے سے پیچھے رہ جانے والوں کو بھی اپنے جیسی زندگی کی بشارت دیتے ہیں۔ ان کی زندگی میں نہ خوف ہے نہ غم۔

وہ یہ بشارت دیتے ہیں کہ اللہ مومنوں کا اجراء ضائع نہیں کرتا۔ اللہ کا فضل اور اس کی نعمتیں حاصل کرنے کی راہ کھلی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو چوٹ کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں۔ جن کو انہیں دشمنوں کے غلبے سے بددل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کی قوت ایمانی میں اور اضافہ ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہ بہترین مددگار اور بہترین کارساز ہے۔ یہ لوگ اللہ کے فضل سے لدے پھدے واپس آتے ہیں۔ بے شک اللہ بڑا صاحب فضل ہے۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

شہید کے مقام کے متعلق مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ وہی ہے جو میں نے آیات قرآنی کے حوالے سے ابھی بیان کیا ہے۔ ممکن ہے جو لوگ دنیاوی زندگی کی لذتوں کو حاصل زندگی سمجھتے ہیں۔ شاید وہ شہداء کی اس روحانی عظمت کو پوری طرح نہ سمجھ سکیں۔ ایسے لوگوں کو سمجھانے کی خاطر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس دنیاوی کامیابی اور ترقی کو انہوں نے اپنا معیار بنالیا ہے۔ علاوہ شہداء کی روحانی اور اخروی عظمت کے۔ یہ دنیاوی کامیابی بھی شہداء کے کارناموں ہی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہوتی ہے۔

آج ہم فخر سے سراونچا کر کے کہتے ہیں کہ روسی اور امریکی ہلاک کے مقابلے میں انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک اسلامی ہلاک بننے کا امکان موجود ہے۔ ذرا غور کرو اگر بدروحین اور احمق و احزاب کے وہ شہداء اپنی جانیں نچاؤ نہ کرتے جن کی تعداد شاید انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے تو آج ہمارا یہ اسلامی ہلاک کدھر ہوتا؟ صرف یہی نہیں۔ اس تیرہ سو سال کی مدت میں کیا کیا سلطنتیں بنیں اور بگڑیں، چشم فلک نے کیا کیا عظمتیں ابھرتی ہوئی دیکھیں۔ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون نے دہلی، کابل، بغداد، قاہرہ اور قرطبہ میں میں کیا کیا بلندیوں حاصل کیں۔ نہ معلوم روز قیامت تک اسلامی تمدن ابھی مزید کیا کیا عروج حاصل کرتا ہے۔

کیا یہ سب کارنامے، یہ سب فضیلتیں، اگر ہم محض ان کے مادی پہلو پر ہی توجہ دیں اور تھوڑی دیر کے لئے ان شہداء کی ان روحانی عظمتوں سے قطع نظر بھی کر لیں جو میرے اور آپ کے ایمان کے مطابق ان تمام دنیاوی دولتوں سے زیادہ پر شکوہ ہیں۔ تو کیا یہ تاریخ کے تمام درخشندہ صفحات ان چند شہداء کی ذات میں اسی طرح مغمر نہ تھے۔ جس طرح شاہ بلوٹا کا ایک تدار اور عظیم درخت ایک رائی کے برابر چمپا ہوتا ہے۔ صدیوں تک لوگ اس کے سائے میں بیٹھتے ہیں۔ اس کی ایک ایک شاخ سے شاندار محلات کی چھتیں تعمیر ہوتی ہیں۔ فرنیچر بنتے ہیں۔ لیکن کیا یہ سب کچھ اس ننھے جج کی قربانی کے بغیر ہو سکتا تھا؟ جس نے اپنی جان نچاؤ کر دی تاکہ ان عظمتوں کو جنم دے سکے۔

پاکستان کے اصل معمار شہداء تھے

خود پاکستان کی گزشتہ تاریخ پر ایک نگاہ ڈالئے۔ ابھی ۲۸ سال ہی تو گزرے ہیں کہ اسی شہر میں ایک ایسی صورت حال پیدا ہو گئی تھی کہ ایک گستاخ ہندو نے رگیلا رسول نامی کتاب شائع کر کے خاتم النبیین ﷺ کے ناموس پر ہاتھ بڑھانے کی جرأت کی تھی۔ ملک کا قانون ملت اسلامیہ کے اس مرکز کو اور خود کو بچانے سے انکار کر چکا تھا۔ ایک غریب بڑھئی کا نحیف لڑکا اٹھا اور اس نے وہ کارنامہ سرانجام دیا جو بڑی بڑی علم و دین رکھنے والی شخصیتوں اور ہارسونگ سیاسی لیڈروں کے بس کا روگ نہ رہا تھا۔ اس ایک شہید کی کوشش سے یہ نتائج برآمد ہوئے کہ قانون بھی بدل گیا۔ عدالت عالیہ کے فیصلے بھی بدل گئے اور جو مسلمان اقلیت کی پوزیشن میں اپنے رسول ﷺ کے ناموس کے تحفظ کے لئے مطالبات کیا کرتے تھے۔ انہیں ایک جدا گانہ قوم کی حیثیت میں ایک مستقل وطن کے مدعی ہونے کا حوصلہ مل گیا۔

مؤرخ کہتا ہے کہ پاکستان کا مطالبہ علامہ اقبالؒ کے الہ آباد کے خطبے سے شروع ہوا۔ میں آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ فلسفی کا خواب شہید کے جہاد کا محض ایک عکس تھا۔ جو ہم اور آپ دیکھ سکتے ہیں۔ خبر نہیں اس کے اور کتنے عکس لوح سے لئے کر عرش تک ابھی تک ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں اور آنے والی سلیس ان کے آثار سے کیا کیا برکتیں حاصل کریں گی۔

یہ غازی علم الدین شہید کا دکھایا ہوا راستہ تھا۔ جس پر چل کر شہید گنج کی مسجد کو غلط قانون کے پنجے سے چھڑانے کی کوشش کی گئی۔ بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ وہ کوشش ناکام رہی۔ لیکن چشم بصیرت دیکھ سکتی ہے کہ غیر مسلموں کو شہید گنج سے نکالنے کی جو کوشش شروع ہوئی تھی۔ اسی نے تمام مغربی پاکستان کو غیر مسلموں کے غلبے سے نجات دلانے کی مہم کی صورت اختیار کر لی۔

قیام پاکستان کی تحریک میں جن شہداء نے اپنی جانیں جان آفریں کے سپرد کر دیں۔ اگر آج ہمیں اپنے گناہوں کے باعث یہ نظر حاصل نہیں کہ ہم عالم اخروی میں ان کی روحانی بلند یوں کو دیکھ سکیں۔ تو کم از کم ان کا یہ اثر ہماری یہ گنہگار آنکھیں بھی دیکھ سکتی ہیں۔ جن کو آخرت کی پرواہ تھی۔ ان کو اللہ نے آخرت کے انعامات سے نوازا اور ان کے جن بھائیوں کو فقط دنیا کی ہوس تھی۔ انہیں شہداء کی قربانیوں کے طفیل ملت کے ان دنیا پرست عناصر کو دنیاوی انعامات سے یوں سیراب کیا کہ جن کو قلم پکڑنا نہ آتا تھا۔ ان کے قلم وفتروں پر حاوی ہو گئے اور جن کو کلر کی میں ترقی کی آرزو رہتی تھی۔ وہ دنیا کے بادشاہوں کی صفوں میں ہم نشین ہونے لگے۔

تحریک ختم نبوت ایک سیاسی انقلاب کا پیش خیمہ تھی

شہداء ختم نبوت کی ابھی تک تعداد معین نہیں ہو سکی۔ مغربی پاکستان کے مختلف شہروں قریوں وادریہات میں جو دور امتلا آیا۔ اس کی تفصیل بھی یک جا قلم بند نہیں ہوئی۔ لیکن میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۵۲ء تک اسلام کے نام پر جس طرح چند پیشہ ور سیاست دانوں نے ایک پولیٹیکل پارٹی کے سوا تمام سیاسی جماعتوں کے گلے گھونٹ دیئے تھے۔ اور بقول پاکستان کی عدالت عالیہ کے جس طرح مجلس دستور ساز نے یہ پوزیشن حاصل کر لی تھی کہ اگر وہ ابدلاً ہند ملک کا آئین تیار نہ کرتی تو انجی گئے چنے سیاسی بازی گروں نے پاکستان کے سیاسی اقتدار پر اجارہ داری قائم رکھی تھی۔

کیا وجہ ہے کہ تحریک ختم نبوت سے پہلے ملک میں اس جوہر استبداد سے نجات دلانے کے لئے کوئی عمومی تحریک نہ اُٹھی؟ یہ ٹھیک ہے کہ بظاہر گورنر جنرل نے اس دستور سے نجات دلائی۔ لیکن گورنر جنرل کے اس اقدام کے لئے سازگار صورتحال کس تحریک نے پیدا کی۔ اگر گورنر

جنرل ہی اس اصلاحی قدم کے محرک اولیٰ تھے۔ تو وہ کیا قوت تھی جس نے گورنر جنرل کی مطلق العنانی کے دور کو استقامت حاصل نہ کرنے دی۔ شاید کہا جائے کہ یہ ملک کی رائے عامہ تھی۔ پادانشر طبقہ کا جمہوری شعور تھا جس نے یہ کارنامے انجام دیئے۔ لیکن میں اس صورت حال میں یہ دوسرا سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا مضرب تھی جس نے ملکی رائے عامہ اور دانشر طبقہ کی رگوں میں چھ سال سے منجمد خون کو پھر زندگی کی گردش سے حرارت عطا کی۔ بلاشبہ یہ شہداء ختم نبوت کے گرم خون کی تپش تھی۔ جس نے اس جوہرِ حقیقی کو دور کیا۔

دنیا کی ہر نعمت شہداء کی قربانی کے طفیل حاصل ہے

اگر خدا نخواستہ اس تمام مجمع میں کوئی ایک شخص بھی ایسا ہے جسے شہداء کی اخروی عظمتوں کے باور کرنے میں ذرا شک ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ایسے شخص کی توجہ اس کھلی حقیقت کی طرف مبذول کر دے کہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی اسلامی تحریک جس طرح وطن پرستی کی آڑ میں جلب منفعت اور استبدادی حکومت کے استقلال کے راستے پر چل نکلی تھی۔ اس کی ہانگیں موڑ کر اسے جمہوریت، آئین اور اسلامی اقدار کے راستے پر لانے والی واحد قوت ان شہداء کی قربانی تھی۔ میں خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ایسے شخص کے سینے کو اس سیاسی کارنامے کی قدروقیمت سمجھا کر اس کی بلند تر روحانی عظمتوں کا اندازہ کرنے کی جانب متوجہ کر دے۔

اے حاضرین جلسہ! اگر ہم اپنی روزمرہ کی زندگی پر نگاہ ڈالیں۔ اگر ہم صرف ان چیزوں کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ جن سے ہمیں مادی فائدے اور جسمانی لذتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ ہمارے مکانات اور زمینیں جو باپ دادا سے ورثے میں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ باپ، بیٹے اور بہن بھائی کے رشتے جن سے آنکھوں کو سرور اور دلوں کو شغف و کشش پہنچتی ہے۔ یہ لذیذ کھانے جو کھائے جاتے ہیں اور پینے کی چیزیں جنہیں پیا جاتا ہے۔ یہ دوستوں کی محفلیں اور یہ برادریوں کی رسمیں جس سے میل جول اور دنیا کے ملاپ قائم ہیں۔ غرض دنیا کی ہر شے اور ہر وہ رشتہ جس سے یہاں آرام ملتا ہے۔ یا دنیا کی زندگی کا معنی بنتی ہے۔ کیا یہ سب چیزیں اس بات پر قائم نہیں کہ ہمارے معاشرے کے اندر ایک اپنائیت کا رشتہ قائم ہے اور ہم میں کم از کم کچھ لوگ بعض اقدار پر متفق ہیں؟ خدا نخواستہ اگر ہمارے اندر سے حرام اور حلال، جائز اور ناجائز، برے اور بھلے کی تمیز مٹ جائے تو کون کس کار ہے گا؟ نہ کوئی کسی کا باپ ہوگا اور نہ کوئی کسی کا بیٹا۔ کوئی کسی کا سیداد کا مالک ہوگا اور نہ کوئی کسی کا وارث۔ نہ کوئی اپنا ہوگا اور نہ کوئی بے گانہ وغیرہ۔

ہماری قومیت کی بنیاد عشق ناموس رسول ﷺ ہے

اب ذرا ایک لمحہ کے لئے غور کرو کہ یہ سارے رشتے اور یہ سارے بندھن کس کے واسطے سے قائم ہیں۔ کیا یہ ہمارا پیارا اور آخری نبی ﷺ ہی نہیں جس نے ہمیں سکھایا ہے کہ اس کائنات کا ایک رب بھی ہے۔ اور کیا اسی نے ہمیں آگاہ نہیں کیا کہ قرآن اس برتر اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔ اور یہ قرآن نہیں جس کے بتائے ہوئے دستور سے خاندان قائم رہتے ہیں۔ ان نکات کو فلسفیانہ موٹھا کافیاں نہ سمجھو۔ ذرا سوچو اگر نبی ﷺ کا نام سچ سے اٹھ جائے تو وہ کیا حد ہوگی۔ وہ کون سی دیوار ہوگی جو تمہیں ٹیل، تاراسنگھ یا نہرو سے جدا رکھے گی اور اگر تم نہ ہو گے تو پاکستان کہاں ہوگا؟ اور اگر پاکستان نہ ہوگا تو یہ حکومت کہاں ہوگی اور قوی غیرت کس شے کا نام ہوگا۔ پھر اگر یہ موٹی بات ہے کہ ان سب رشتوں اور ان تمام وابستگیوں کی جڑ خاتم النبیین ﷺ ہیں۔ تو جو طاقت تمہیں اس نبی سے جدا کرتی ہے۔ وہ کیا تمہارے ماں، باپ، بھائی، بہن، تمہاری جائیداد اور تمہاری زندگی کی ہر اس خوشی سے تمہیں محروم نہیں کرنا چاہتی۔ جس سے تمہاری دنیاوی زندگی کے یہ سہارے بھی قائم ہیں۔

ایسی شیطانی قوت سے جو تمہیں تمہارے نبی ﷺ سے بیگانہ کرنے کے لئے کوشاں تھی۔ بچانے کی خاطر جن لوگوں نے اپنا شباب قربان کر دیا جن یوزھوں نے بڑھاپے میں جواں ہمتی دکھائی اور جن بچوں نے لڑکپن میں ہی روانہ لشی کا ثبوت دیا گیا۔ ان تمام شہداء کے متعلق یہ کہنا کسی قسم کا مبالغہ ہوگا کہ ان کی ہمت کے بغیر تم دنیا کی ہر نعمت سے بھی محروم ہو جاؤ؟

دنیا کی سرسبزی خون شہیداں کی سرخی سے سیراب ہے

موسم آئیں گے اور رتیں بدل جائیں گی۔ باران رحمت ہوگی اور شہداء کی قبروں کو دھوکہ بہہ جائے گی۔ غزاں کے پتے ہوا سے اڑیں گے۔ اور قبرستانوں میں بکھر جائیں گے۔ موسم بہار میں شبنم اپنے شندے آنسو ان مزارات پر پکائے گی جن کو شاید کبھی لوح مزار بھی نصیب نہ ہو۔ لیکن کیا ہم اور ہماری آئندہ نسلیں ان شہداء کا دنیاوی احسان بھی کبھی فراموش کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی جانیں دیں۔ تاکہ تم زندہ رہو۔ جنہوں نے موت کی تلخی چکھی تاکہ تم نشوونما کی محاسن سے بہرہ ور ہو سکو۔ جنہوں نے اس دنیا میں اپنا سب کچھ تہ تیغ دیا۔ تاکہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ بھی محفوظ رہے اور آئندہ تم مزید بھی حاصل کر سکو۔ خدا خواستہ اگر ہمارے اندر کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے جو مرنے کے بعد ان شہداء کی شفاعت سے رحمتیں حاصل کرنے کی توقع سے محروم

ہو چکا ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں وہ کون بد بخت ہوگا۔ جو اس جہاں کی برکتوں سے محرومیت قبول کرنے کے بعد اس جہاں کی ایک ایک گمڑی کو ہامنی بنائیوالے عالی حوصلہ عاشقان پاک طینت کی عظمت کا بھی انکار کرے۔

تحریک صرف مذہبی نہیں تھی

اے دوستو! جب ہم ان پاکیزہ روحوں کو فاتحہ کا ثواب پہنچانے سے فارغ ہوں۔ تو آؤ چند منٹ اس پر بھی غور کریں کہ ان جان پر کھیل جانیا لے دلیروں کے روحانی اور مذہبی عزائم پر جہاں ہم نے نگاہ ڈالی ہے۔ وہاں اس عالم اسباب میں وہ کیا حالات تھے۔ جنہوں نے خاص مارچ ۱۹۵۳ء میں انہیں اس تحریک کا علم بردار بننے کی رغبت دی۔

یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ مسلمان کا دین اس کی دنیا سے جدا نہیں۔ مسلمان کی سیاست اس کی عبادت سے منقطع نہیں۔ باوجود اس کے تحریک تحفظ ختم نبوت کے متعلق یہ ایک افسوسناک سانحہ ہے کہ اس تحریک کو ان معنوں میں بار بار مذہبی تحریک کہا گیا ہے۔ گویا یہ ایک سیاسی، اقتصادی اور عالم گیر تحریک نہ تھی۔ جب مذہبی کا لفظ ان معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کی وہی گت بن جاتی ہے۔ جس طرح ”مذہبی سکموں“ کی ترکیب لفظی ہیں۔

مذہب کا اسلامی مفہوم مخ ہوا جاتا ہے۔ بلاشبہ تحریک تحفظ ختم نبوت ان معنوں میں ایک مذہبی تحریک تھی جن معنوں میں تحریک حصول کشمیر ایک مذہبی تحریک ہے اور جن معنوں میں سود کی ممانعت سے پاکستان کی اقتصادیات کو مغربی بنکاری کے انسانیت کش اثرات سے نجات دلانے کی تحریک ایک مذہبی تحریک ہوگی۔ اس غلط فہمی اور غلط بیانی کی ابتداء اس ماحول میں ہوئی جب کہ راست اقدام کو عبادت کے مترادف قرار دینے کی ناجائز کوشش جاری تھی۔

تحریک کا مقصد سیاسی بھی تھا

جس شخص نے تحریک تحفظ ختم نبوت کی ابتداء اور ارتقاء کے مراحل کا مطالعہ کیا ہے اور اس وقت کی تقاریر اور جلسوں کی کارروائی اور کارکنوں کی جدوجہد اور تنظیم کی سرگرمیوں پر اس کی نگاہ ہے۔ وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس تحریک کے چلانے والوں کو صرف یہ خیال دامن گیر نہ تھا کہ وہ الہیات، فقہ یا علم عقائد کا کوئی اصولی مسئلہ بجائے مدرسہ میں طے کرنے کے مسئلہ حکومت پر بیٹھ کر سلجھانے کے خواہشمند تھے۔

بات یہ تھی کہ الہیات، فقہ اور علم عقائد کے ایک مسلمہ مسئلہ کو بعض سیاسی، اقتصادی اور عملی سازشوں کی مصلحت نے یوں الجھا دیا تھا کہ بغیر اس مسئلہ کو مسئلہ حکومت پر بیٹھ کر طے کئے نہ ان

سیاسی خدایوں کا علاج کیا جاسکتا تھا، جو نبوت کا نور ملکہ و کنوریہ کے نور سے اخذ کرنا چاہتے تھے۔ نہ ان اقتصادی رخنہ اندازوں کا قلع قمع ہو سکتا تھا جو امریکہ میں پیدا ہونے والے وافر غلے کی منڈی پاکستان میں مہیا کرنے کی خاطر ایک طرف پاکستان کے دریاؤں کا رخ بدلے جانے پر کسی عملی مداخلت کے بجائے لایسنس اور میں ساڑھے بارہ گھنٹے تقریر کرنا کافی سمجھتے تھے۔ اور دوسری طرف ملکی غلے کو بھارت میں سمنل ہونے کا موقع دے کر یہاں مصنوعی قحط کی صورت پیدا کر رہے ہیں۔ نہ ہی ان عالم گیر سازشوں کا مقابلہ کیا جاسکتا تھا جو روس اور امریکہ کی لڑائی میں اسلام کے نام پر پاکستانی سپاہیوں سے وہی کام لینا چاہتے تھے جو پہلی اور دوسری عالم گیر جنگوں کے دوران میں راولپنڈی اور جہلم کے رگروٹوں نے بغداد اور مصر میں حکومت انگلشیہ کی زیریں خدمات بجالا کر انجام دیا تھا۔

تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ کے دینی پہلو کو یکسر علیحدہ رکھتے ہوئے تین سراسر دنیاوی مسائل ایسے تھے جو پاکستان کو درپیش تھے۔ اور درپیش ہیں اور جن کا حل سوائے ختم نبوت کے اصول کو پاکستان کی سیاست، پاکستان کی اقتصادیات اور پاکستان کی خارجہ پالیسی کا محور اور مرکز بنائے بغیر ممکن نہ تھا۔

پاکستان کی سالمیت ختم نبوت کے اعتقادات سے وابستہ ہے

..... پہلا مسئلہ پاکستان کی سیاسی ہیئت تشکیل قائم رکھنے اور نشوونما دینے کا تھا۔ میں منصب شہادت کے متعلق قرآنی آیات نقل کرتے وقت آپ کو توجہ دلا چکا ہوں کہ ملت ابراہیمی دنیا میں ایک الونکھی قومیت کی ابتداء تھی۔ امت محمدیہ اسی ملت ابراہیمی کے احیاء کا نام ہے۔ اس ملت کی خصوصیت یہ ہے کہ برخلاف دنیا کی دوسری تمام قوموں کے یہ ملت محض ان افراد کی حفاظت اور بہبود کی خاطر قائم نہیں جو اس کے اندر شامل ہیں۔ بلکہ یہ ملت اپنے آپ کو کائنات کی تمام مخلوقات اور دنیا کی تمام دیگر اقوام کی صحیح رہبری کے لئے بھی جواب دہ تصور کرتی ہے۔ اس ملت کی اپنی کوئی نسل نہیں۔ اس میں ہر دوسری نسل کے افراد کے لئے شامل ہونے کا راستہ ہمیشہ کھلا ہے۔ لیکن یہ ملت دنیا میں انسانیت کی ایک نئی نسل پیدا کرنا چاہتی ہے۔ جس کی نسلی خصوصیات ملت ابراہیمی کی تقلید ہے۔

بیسویں صدی میں پاکستان کا قیام ایک عجوبہ تسلیم کیا گیا۔ اس لئے کہ پاکستان کے دو منطقوں میں نہ جغرافیائی ہمسایکت ہے نہ زبان مشترک ہے۔ نہ پٹن اور روڈی کی کاشت اور فروخت یکساں اقتصادی، صوبوں کی پابند ہے۔ صرف دین کا رشتہ ہے جس کی بناء پر ملک قائم ہوا

اور قائم رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے وضاحت کر چکا ہوں۔ دین کے عام فہم معنی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ آخری نبی ﷺ کی تعلیمات کو زندگی کے ہر مسئلے میں آخری حجت مانا جائے۔ اور ہر زمانے میں جن لوگوں نے اس نبی کی تعلیمات کو زندگی کے ہر مسئلے میں آخری حجت تسلیم کیا ہے۔ ان کی کارگزاری کی روشنی میں نبی ﷺ کی تعلیمات کا مفہوم سمجھائے۔ جسے فقہاء کی اصطلاح میں سنت سلف صالحین کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں بھی قرآن و سنت کو سارے آئین کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے۔ ان حالات میں پاکستان کی سالمیت برقرار رکھنے کی خاطر پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی نبی پر نازل ہونے والی کتاب اور کسی نبی کی سنت آئین کا سرچشمہ ہے۔

ختم نبوت کے بغیر دو قوم کا نظریہ باقی رہے گا نہ ایک پاکستانی قوم

گویا ختم نبوت صرف فقہ اور عقائد کا مسئلہ نہیں۔ یہ پاکستان کے آئین اور ناموں کا مسئلہ ہے۔ یہ مشرقی پاکستان، کشمیر، سرحد، بلوچستان، پنجاب اور سندھ کو ایک دوسرے سے پیوست کرنے یا ایک دوسرے سے اکھاڑ کر ریزہ ریزہ کر دینے کا مسئلہ ہے۔ صرف یہی نہیں یہ پاکستان کو بھارت سے جدا کرنے یا بھارت کے ساتھ واپس ملحق کر دینے کا مسئلہ ہے۔ صرف یہی نہیں یہ ہر پاکستانی خاندان کے اندر نسب اور صلہ رحمی کے رشتے قائم رکھنے یا منقطع کر دینے کا مسئلہ ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ بحیثیت ایک مسلمان کے کسی مسلمان کی شخصیت کو قائم رکھنے یا ایک دیوانے کے خواب کی طرح اس کی شخصیت کے مختلف اجزاء کو ایک دوسرے سے برسر پیکار کر کے۔ اس کی اخلاقی اور دینی موت وارد کر دینے یا توحید سے اس کو باطنی بنادینے کا مسئلہ ہے۔

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ کسی شاعری کی مبالغہ آرائی یا کسی واعظ کی محفل آرائی نہیں۔ تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ جس دن سے تحریک تحفظ ختم نبوت کو پکلا گیا ہے۔ اس دن سے مشرقی اور مغربی پاکستان کے مابین مساوات نمائندگی اور مساوات تقسیم کے مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ جس پختونستان کو ہم جاہلانہ عصیبت کا نام دیا کرتے تھے۔ وہ ہمارے صدر مملکت اور ایک بیرونی بادشاہ کے مابین موضوع گفت و شنید بن چکا ہے۔ ملک کی ایک کے بجائے دو زبانیں مقرر ہو چکی ہیں۔ جس پنجاب نے پاکستان بنانے کے لئے سب سے زیادہ قربانی دی۔ جس نے سب سے زیادہ مہاجرین کو آباد کیا۔

آج اس کو ساٹھ فی صدی کے بجائے چالیس فی صدی نیابت ملتی ہے۔ اور ادنیٰ ملازمتوں میں یہ تناسب بیس سے لے کر تیس فی صدی تک گر چکا ہے۔ مجھ سے زیادہ صوبائی

عصبتوں کا مخالف کوئی نہ ہوگا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ایک مسلمان بھائی کا حق دوسرے مسلمان بھائی کو منتقل کر دینا ظلم ہے۔ ظلم سے تعصب مٹا نہیں کرتے بلکہ ہر تعصب کی پرورش کسی ظلم سے ہوتی ہے۔ کل پنجاب کے نام پر بنگال کو اس کثرت آبادی کے حق نیابت سے محروم کیا گیا تھا۔ بعض نادان پنجابی اس پر خوش ہوئے کہ بنگالی بڑے متعصب ہیں۔ اچھا ہے ان کی نیابت کم ہوگئی۔ اس کا صلہ یہ ملا کہ آج خود پنجاب ساٹھ فیصد کے بجائے چالیس فیصد نیابت پاتا ہے اور قبائلی نمائندگی کے نام پر پولیٹیکل ایجنٹوں کے بنائے ہوئے جرگے اسمبلیوں میں نمائندے بھیجے ہیں۔ غرض ظلم کی جڑ سے ہمیشہ ظلم کا پھل پیدا ہوتا ہے۔ ظلم اور انصاف کے مابین حد سوائے نبی ﷺ کی شریعت کے اور کسی پیمانے سے کھینچی نہیں جاسکتی۔

نبی ﷺ کی شخصیت کو ملک کی سیاست سے خارج کرنے کی کوشش کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ خود ملک کی سیاست مجہول اور معدوم ہو کر رہ گئی ہے۔ جن بوالعجبوں پر کبھی مسلم لیگ کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ آج ملک کی ہر سیاسی پارٹی ان بوالعجبوں کا عجائب گھر بن کر رہ گئی ہے۔ اور خود مسلم لیگ جو پاکستان کے مخالفین کے مسند اقتدار پر قابض ہو جانے کے شکوے کیا کرتی تھی۔ وہ ملک کی وحدت کی جڑ پر کلہاڑے چلانے والوں کے ساتھ سودا بازی پر مجبور ہے۔

اقتصادی مشکلات کا حل بھی ختم ہے

۲..... دوسرا مسئلہ پاکستان کی اقتصادیات کو کوئی واضح شکل دینے اور اقتصادی مشکلات کو حل کرنے کا تھا۔ یہ مسئلہ آگے میں ضمنی مسائل پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ خوراک کی کمی کس طرح دور ہو۔ اگر ہر سال بھی چلن رہا کہ قرض لے کر ادھار کھاتے رہے تو ایک دن اپنے ساتھ اولاد اور باپ دادا کے درٹے کو بھی خاتم بدین رہن رکھنے کی نوبت آ جائے گی۔ دوسرا ضمنی مسئلہ صنعت کو ترقی دینے اور صنعت کو زراعت کے مابین توازن قائم رکھنے اور بین الاقوامی تجارت کا کوئی منصوبہ بنانے پر مشتمل ہے۔ تیسرا ضمنی مسئلہ یہ ہے کہ ملک کے اندر جو دولت یا جائیداد فراہم ہو۔ اس کی تقسیم کسی منصفانہ بنیاد پر ہونی چاہئے۔ تاکہ خواجواہ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر نہ ہوتے چلے جائیں۔ کسی باہنر کے کمانے کا راستہ بند نہ ہو اور کسی بے ہنر پر دہروں کی کمائی اٹھیا لینے کے راستے کھلے نہ رہیں۔

یہ موقع ان مسائل پر تفصیلی بحث کا نہیں۔ مختصر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک ضمنی مسئلے کے مختلف حل ہیں۔ مثلاً خوراک کے متعلق کوئی کہتا ہے کہ پہلے کاشتکاروں کے حقوق ملکیت ملنے چاہئیں۔ کوئی کہتا ہے۔ بڑے زمینداروں کو ملکیت سے محروم کرنا چاہئے۔ کوئی کہتا ہے

کہ قومی ملکیت مسئلے کا اصل حل ہے۔

کوئی کہتا ہے کہ جس حکومت سے گندم اور چینی کی تقسیم منصفانہ نہیں ہو سکتی، زرعی اراضی بھی اس کے ڈپٹی کمشنروں کی قومی ملکیت بن گئی تو زعفران کی طرح پٹناری کی پڑیوں میں تلاش کرنی پڑے گی۔ علیٰ ہذا اقلیاس صنعت کے متعلق کسی کا خیال ہے کہ ملکی صنعت کاروں پر بے جا قیود عائد ہیں اور کسی کا خیال ہے کہ ان کو ناجائز نفع کمانے کے مواقع مہیا ہیں۔ دولت اور جائیداد کی مساوی اور منصفانہ تقسیم کے متعلق بھی کیونز م سے لے کر سرمایہ داری تک مختلف نظریات ہیں۔

میں یہاں ان میں سے کسی نظریہ کی مخالفت یا موافقت بے موقع سمجھتا ہوں۔ لیکن ایک سوال پوچھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیا ان میں سے کوئی حل بھی اس وقت تک قابل عمل ہو سکتا ہے۔ یا اس سے کوئی مفید نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ جب تک ملک میں کوئی ایسی قوت پیدا نہ ہو جو اس حل پر واقعی کچھ عرصہ تک استقلال اور ہمت سے عمل کر دے۔

یہ تو نہ ہو کہ چار سال میں ایک بیچ سالہ منصوبہ بنے اور چار ہفتوں میں اس کو نئی وزارت نام منظور کر دے۔ مزید برآں کوئی حل اسی وقت مفید ہو سکتا ہے۔ جب ملک کے وسیع رقبوں میں اس پر عمل درآمد ہو سکے اور ملک کے مختلف طبقات کے معتد بہ عناصر دل جمعی اور حسن نیت سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے پر آمادہ ہوں۔

زرعی اصلاحات بھی ختم نبوت کے سہارے ہی ممکن ہیں

یہ دونوں باتیں یعنی کسی حل پر عمل کرانے کے لئے کسی زبردست قوت کا مہیا ہونا اور ملک کے وسیع رقبوں میں غالب اکثریت کا اس حل کو خوش دلی سے قبول کرنا اس وقت تک ناممکن ہے۔ جب تک ملک کی آبادی میں کوئی مشترکہ معیار ایسا نہ ہو۔ جس کے مطابق مختلف خیالات اور مختلف دلائل کو جانچنا نہ جاسکے۔

میں پوچھتا ہوں کہ پاکستان میں سوائے آخری نبی ﷺ کی تعلیمات کے وہ کون سا معیار ہے جسے ملک کے ہر حصے میں ہر شخص بغیر چون و چرا کے قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ ہمارا ملک ایک دیہاتی ملک ہے۔ جس کی اکثر آبادی ناخواندہ ہے۔ سوائے اسلام کی اصطلاحات کے یہ لوگ نہ کوئی زبان جانتے ہیں۔ نہ کسی علم سے واقف ہیں۔ جس کی وساطت سے مسائل ان کو سمجھائے جاسکیں۔ اکناکس، فزکس، بیالوجی، سائیکالوجی اور سوشیالوجی کے فارمولے اور باتوں سے قطع نظر محض اس لئے بے کار ہیں کہ خود نسخہ لکھنے والوں کو بھی اکثر اجزاء کا کچھ حال سوائے اس کے معلوم نہیں کہ کسی نے کچھ اس کے متعلق

کہیں کسی زمانے میں بیان کیا تھا اور اس نسخہ کی عطاری کے لئے تو سوائے لندن یا نیویارک کے غیر ملکی ماہرین کے اور کوئی کارآمد ہی نہیں ہو سکتا۔ کسی گاؤں میں جا بیٹے، کسی شخص کو یہ سمجھائیے کہ بھی فلاں فعل نہ کرو۔ یہ بڑا اینٹی سوشل ایکٹ ہے یا فلاں منصوبے کی تائید کرو۔ اس سے جمہوریت کو نشوونما ہوگی۔

کیا سو میں سے ننانوے آدمیوں کی سمجھ میں خاک بھی پلے بڑے گی۔ برعکس اس کے خیبر سے لے کر چٹاگانگ تک کسی شخص کو یہ کہئے کہ بھی یہ فعل مسلمان کو زیب نہیں دیتا اور فلاں جوہر کی اس لئے تائید کرو کہ کالی کالی والے ~~کالی~~ نے ایسا ہی کیا تھا تو یہ دوسری بات ہے کہ وہ آپ کی رائے سے متفق ہو یا نہ ہو۔ لیکن ایسا کون ہوگا جو اس بات کو سمجھ نہ جائے۔ عورتیں اور بچے بھی اس زہلین کو بخوبی سمجھتے ہیں۔

خارجہ پالیسی بھی ختم نبوت کے اصول کی محتاج ہے

۳..... تیسرا مسئلہ عالمگیر حکمت عملی اختیار کرنے کا تھا۔ جدید ایجادات نے دنیا کی ایسی کاپیا پلٹ دی ہے کہ دور دراز کے ملک ایک رشتے میں بندھ گئے ہیں۔ بوڈاپٹ میں بغاوت ہوتی ہے تو کراچی کی سیاست پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ واشنگٹن میں صدر منتخب ہوتا ہے تو بھائی پھیر دی میونسپلٹی کے عہدے داروں میں تغیر و تبدل کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ جمہوری سرمایہ داری سوینا اور الجزائر کے زخموں پر پھایہ رکھنے میں قاصر ثابت ہو رہی ہے اور ”دنیا بھر کے مزدور متحد ہو جاؤ“ کا نعرہ لگانے والے منگری کے مزدوروں پر گولی چلانے سے باز نہیں رہ سکتے۔ اس کیفیت میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کا محور سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسلامی ملکوں سے رشتے مضبوط کئے جائیں۔

لیکن اسلامی ملکوں سے رشتے مضبوط کرنے کا مطلب کچھ عرصے سے یہی سمجھا گیا ہے کہ دو مسلمان ملکوں کے انگریزی بولنے والے اور چٹلون پہننے والے لیڈر کسی سینما میں اکٹھے بیٹھ کر کوئی اطلاوی فلم دیکھ لیں۔ یا ایک دوسرے کی صحت کے جام نوش کر لیں۔ چاہے از روئے تقویٰ قتل وینا میں سوائے سادہ پانی کے اور کچھ نہ بھرا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی ملاقات کا انتظام و اہتمام جس فرنگی لارڈ یا امریکی جنٹلمن کی مدد سے ہوگا۔ اس کے پڑھائے ہوئے میاں مٹھواپنے استاد کی سکھائی ہوئی ڈرائیں چٹک (سے زیادہ اور کیا بات کر سکیں گے۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ ملک فیروز خاں نون صاحب کو اسرائیل کی یہودی حکومت کے قیام کی ابدیت میں کوئی شک باقی نہ رہے گا اور وہ پکاراٹھیں گے۔ کہ چند رہ لاکھ یہودیوں کو سمندر میں تو نہیں دھکیلا جاسکتا۔ وہ یہ بھول جائیں گے کہ

ان یہودیوں سے زیادہ تعداد رکھنے والے فلسطینی عربوں کو ان کے وطن سے دھکیلا جا چکا ہے۔
 یا زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ پاکستان، کنیڈا اور فلپائن کی مدد سے کشمیر حاصل کرانے کی
 امید سے مست ہو کر مصر اور شام کے ساتھ تعلقات بگاڑ لے گا۔ غرض نہرو دیوا بھائی قرار پائے گا اور
 افغانستان سے سرحد کا جھگڑا اٹھنے میں نہ آئے گا۔

اتحاد عالم اسلام بھی مسئلہ ختم نبوت کے تصفیہ کا منتظر ہے

کیا اس الجھن کا حل سوائے اس کے ہو سکتا ہے کہ مسلمان ممالک سے پاکستان کے
 تعلقات صرف بادشاہوں، رئیسوں اور درقاہوں کے تہاڑے تک محدود نہ رہیں۔ بلکہ مسلمان عوام
 ایک دوسرے کے حالات اور مسائل سے آگاہ ہوں۔ لیکن جب ہمارے خارجہ تعلقات کی بنیاد یہ
 ہو تو کیا خاتم النبیین ﷺ سے وابستگی کے سوا کوئی اور وسیلہ بھی ایسا ہے جو نعت کی موسیقی، مسجد کی
 عبادات اور قرآن کی زبان کی مانند مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کے مسلمانوں کو ایک کر سکے۔

یہ تین مسائل ایسے تھے جو سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹائے بغیر حل نہیں ہو سکتے
 تھے۔ کیونکہ وہ بیرونی ممالک میں آخری نبی ﷺ سے زیادہ پرچار قادیان کے نبی کی تعلیمات کا کیا
 کرتے تھے۔ نہ ہی ملک میں اس وقت تک سیاسی استحکام پیدا ہو سکتا تھا۔ جب تک حکومت کے
 اندر ایک دوسری حکومت قائم کرنے والے نظام کا خاتمہ نہ کر دیا جاتا۔ جس کی جداگانہ پولیس،
 جداگانہ عدالتیں، جداگانہ خزانہ اور جداگانہ بیرونی سفارتیں قائم ہو چکی تھیں۔ غضب یہ ہے کہ اس
 خانہ ساز حکومت کا پاکستان کی حکومت کے حکموں سے براہ راست ربط قائم ہو چکا تھا۔ خود فوج بھی
 اس مداخلت کا نشانہ بنائے جانے سے محفوظ نہ تھی۔ جو کام ملکی حکام کے اشارے سے نہ ہو سکتا تھا۔
 وہ خلیفہ ربوہ (چناب نگر) کی سفارش سے ہو سکتا تھا۔

راست اقدام کے متعلق غلط فہمیاں

یہ سیاسی، اقتصادی اور بین الاقوامی وجوہات تھیں جن کی بناء پر تحریک تحفظ ختم نبوت
 نے ۱۹۵۳ء میں راست اقدام کا آغاز کیا۔ راست اقدام کے مفہوم کے متعلق غلط فہمی پھیلانے کی
 ایسی منظم کوشش کی گئی کہ خود تحریک کے سادہ لوح بھی اس کا مفہوم بھول چکے ہیں۔ یا کم از کم اس
 کے متعلق الجھاؤ محسوس کرتے ہیں۔ ہم جن شہداء کی یادگار منانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اگرچہ
 ان کا جذبہ قربانی ان روحانی اور دینی مقاصد سے متعلق تھا۔ جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ لیکن ان کی
 اس قربانی کے سیاسی، اقتصادی اور بین الاقوامی نتائج بھی اس قدر اہم ہیں کہ ان کی جدوجہد کے
 مادی اسباب کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ راست اقدام کے مفہوم کو سمجھنا اس لئے بھی ضروری ہے

کہ تحریک کو آئندہ چلانے کے لئے اس کی گزشتہ تاریخ سے واقف ہونا از بس ضروری ہے۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ بحالات موجودہ راست اقدام کی ضرورت نہیں۔ لیکن ۱۹۵۳ء میں جو راست اقدام کیا گیا تھا اس کے متعلق غلط فہمیاں دور کرنا اور حقیقت حال کو معلوم کرنا تحریک کو محفوظ بنانے کے لئے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

راست اقدام کی تاریخ

راست اقدام کی تاریخ سمجھنے کے لئے ہمیں ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے پر آشوب دور کی جانب رجوع کرنا ہوگا۔ مولانا محمد علی جوہر وہ مرد مجاہد تھے جنہوں نے اس برصغیر کے دور غلامی کے حالات پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ انگریزی استبداد کو ملک کے اندر تشدد و بغاوت سے ختم کرنا ممکن نہ تھا۔ فقہ اسلامی کا بھی یہ مسئلہ ہے کہ جب نہ قدرت ہو اور نہ امکان قدرت بلکہ جہاد کے آغاز میں ہی ہلاکت یقینی ہو تو امیر کو حتی الوسع قتال شروع کرنے میں توقف کرنا چاہئے۔ مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے اس وقت کے تمام سرکردہ علماء سے مشورہ کیا کہ اسلام دین فطرت ہے۔ وہ ہر قسم کی صورت حال کا مقابلہ کرنے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ اس وقت جب کہ ملک میں فرنگی کا غلبہ ہے۔ غدار طاقتوں نے انگریز کا ساتھ دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ اس وقت مسلمان جنگ آزادی کے لئے کیا حربہ استعمال کریں۔ ان لوگوں نے بین الاقوامی حالات پر نگاہ کی۔ برصغیر میں مسلمانوں کی قوت کا جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ جب کفر کا مقابلہ مادی لحاظ سے ناممکن ہو جائے تب بھی یہ امکان تو ہمیشہ باقی رہتا ہے کہ کفر کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے۔ کفر کو ظلم کرنے میں بھی ایسے مجبور کیا جائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ظلم کرنے پر مجبور ہوتا جائے۔ حتیٰ کہ ظلم و شدت کی اس انتہا کو پہنچ جائے۔ جہاں سے اس کا جاری رکھنا ظالم کے لئے ناممکن ہو جائے۔

اس نئے حربہ جنگ کو اور نئے اصول جنگ کو تحریک عدم تعاون اور ترک موالات کا نام دیا گیا۔ غالباً اس اصول اور حربے کا سرچشمہ آیت قرآنی تھی کہ ”تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“ نیکل اور بھلائی کے کام میں تعاون کرو۔ لیکن گناہ اور سرکشی سے تعاون نہ کرو۔ خود جو اہل لال نہرو کی اپنی خود نوشتہ سرگزشت میں یہ اقرار ہے کہ برصغیر میں پہلی سول نافرمانی مولانا محمد علی جوہر نے جمعیت العلماء کے تعاون سے شروع کی۔ گاندھی اور اٹل بھٹل کا گھر میں نے کہیں ایک مہینہ بعد چاکر مسلمانوں کی پیروی میں اس سول نافرمانی میں حصہ لینا شروع کیا۔ لیکن مسلمانوں کو یہ وقت تھی کہ ان کے اخبارات بہت تھوڑے تھے۔ انگریزی زبان میں تو مسلمان کے اخبارات بہت ہی کم تھے۔ اور پھر ان اخبارات میں سے

بھی کئی حکومت وقت کا ساتھ دیتے تھے۔

برعکس اس کے ہندوؤں کے کارخانے اور اخبارات ملک کے اکثر حصوں میں قائم ہو چکے تھے۔ اس لئے گاندھی ایک ماہ بعد تحریک آزادی میں مولانا محمد علی جوہر کا پیرو بننا تھا۔ لیکن ہندو پریس نے اس کو یوں اچھالا اور اس کا اتنا چرچا کیا۔ دوسری طرف ہندو مالدار طبقہ اور وکلاء نے اس کثرت سے اور اس گرجبوشی سے گاندھی کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کے اس طبقے نے کہ جس کی حکومت میں رسائی تھی، مولانا محمد علی جوہر سے ایسی کنارہ کشی رکھی کہ تحریک عدم تعاون گاندھی سے منسوب ہو گئی۔ گاندھی نے اس تحریک پر اپنا ہندو روغن پھیرنے کی خاطر ایک تو اہسا کے اصول کا زیادہ چرچا شروع کیا۔ جس کا مطلب عدم تشدد تھا۔ دوسرا اس نے سترہ گروہ یعنی سچائی پر زیادہ زور دیا۔ انگریزی اخبارات نے اس تحریک کو نان کو آپریشن اور سول ڈس ادبلی ڈینس (Non Co-operation & Civil Disobedience) کا نام دیا۔ ۳۲-۱۹۳۰ء میں جب کانگریس نے دوبارہ اسی طریقے پر حکومت چلائی تو برصغیر میں یہ سیاسی طریقہ کار ایک مسلمہ سیاسی اسلوب فکر و عمل کی شکل اختیار کر گیا۔

اس زمانے میں جب کانگریس کے عہدے دار انگریزی حکومت کو یہ تحریک شروع کرنے کی دھمکیاں دیتے تھے تو اس وقت عدم تعاون کے مقابلے میں سول نافرمانی کی تحریک کو ڈائریکٹ ایکشن کا نام دیا گیا۔

مسلم لیگ کا ڈائریکٹ ایکشن

۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ نے پاکستان کی قرارداد منظور کی۔ ۱۹۳۷ء میں جب پنجاب کے اندر مسلم لیگ پینٹل گارڈز پر پابندی عائد کرنے کی کوشش کی گئی تو مسلم لیگ نے بھی سول نافرمانی کی۔ کچھ عرصہ بعد صوبہ سرحد میں بھی مسلم لیگ نے ایسی ہی سول نافرمانی کی۔ قائد اعظم جب کانگریس اور انگریزوں پر قیام پاکستان کے مطالبے کو منوانے کے لئے زور دے رہے تھے۔ تو انہوں نے سارے ہندوستان میں ۲۶ جولائی ۱۹۳۶ء کو ڈائریکٹ ایکشن ڈے بھی منوایا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ کلکتے کے اندر سچائی ہندو اور مسلمانوں میں کچھ مدت کھلی جنگ شروع ہو گئی تھی۔

برصغیر کی سیاسی تاریخ کا یہ پس منظر تھا جس میں ”راست اقدام“ کی اصطلاح نے یہ خاص مفہوم اختیار کر لیا تھا کہ جب حکومت وقت عوام کے مطالبات کو تسلیم نہ کرے اور کوئی ایسا آئینی راستہ بھی نہ چھوڑے۔ جس کے ذریعے عوام حکومت کو اپنے مطالبات منوانے پر مجبور

کر سکیں۔ اور عوام کسی مصلحت کی بناء پر حکومت کے ساتھ کھلی جنگ پر آمادہ نہ ہوں اور تشدد و تصادم بھی شروع نہ کرنا چاہیں تو ایسی صورت حال میں عوام یہ چارہ کار بھی اختیار کر سکتے ہیں کہ کسی ایک قانون کی پر امن اور اصطلاحی نافرمانی سے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کریں۔ حکومت جو ووٹ بیلٹ میں ڈال کر فیصلہ نہیں کرنے دیتی۔ ووٹر جیل میں داخل ہو کر انہی ووٹوں کا شمار دنیا کی رائے عامہ پر ظاہر کر دیں اور اس اخلاقی دباؤ سے حکومت کو اپنے مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور کر دیں۔

پرامن سول نافرمانی مسلمہ جمہوری سیاسی طریقہ کار ہے

پرامن سول نافرمانی کا یہ طریقہ کار برصغیر ہندو پاکستان میں ایک ایسے مسلمہ سیاسی طریقہ کار کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ غالباً دونوں ڈومینوں میں لکھے ہوئے آئین کا کوئی اصول اتنا پرانا اور ایسا مسلم نہیں جیسا کہ پرامن سول نافرمانی کا اصول۔ کیونکہ پاکستان اور بھارت دونوں کے آئین خود اسی سول نافرمانی سے حاصل کی ہوئی، آزادی کے مہزون منت ہیں۔ تاریخ کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ حصول آزادی کے بعد بھارت اور پاکستان دونوں ملکوں میں جن سیاسی لیڈروں نے پرامن سول نافرمانی کے نام پر انگریز سے آزادی کے اختیارات حاصل کئے تھے۔ جب خود انہوں نے اپنے عوام کے بعض حقوق کو دبا نا چاہا اور عوام نے اپنے مطالبات ان لیڈروں سے منوانے کی خاطر پرامن سول نافرمانی کا راستہ اختیار کیا۔ تو ان لیڈروں نے ایک الٹی زندقہ لگائی اور یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ سول نافرمانی تو ہمارے لئے انگریز کے خلاف جائز تھی۔ اب جب ہم حاکم بن چکے ہیں تو عوام کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ خود ہمارے خلاف بھی یہی ہتھیار استعمال کرنا شروع کر دیں۔ انگریز بیرہرونی حاکم تھا۔ ہم ملکی حاکم ہیں۔ لہذا انگریز کے خلاف سول نافرمانی آزادی کے مترادف تھی۔ ہمارے خلاف سول نافرمانی وطن سے غداری اور بغاوت کے مترادف ہے۔

آئین کے تحت وزارت بدلنا عوام کا جمہوری حق ہے

یہ منطق اس قابل نہیں کہ اس کا کوئی جواب دیا جائے لیکن یہ نامناسب نہ ہوگا کہ امریکہ کے ۴ جولائی ۱۷۷۶ء کے تاریخی اعلان آزادی سے ایک حیدر اکراف ان لوگوں کی شرح صدر کے لئے نقل کر لیا جائے۔ جن پر آیات قرآنی اور فطری عدل و انصاف کے تقاضوں سے زیادہ اثر مہذب ممالک کی آئینی روایات کا ہوا کرتا ہے۔

"We hold these truth to be self-evident. that all men are created equal. That they are endowed by their creature with certain un-alienable rights, that among their rights are life, liberty and the persuit of hapiness. That to secver these rights governments are instituted among men. hariving their just powers from the concend of the government that when wer only form of government becomes destructive of there ends. it is the right of the people to altar or abolish the govenment, and to institute a new government laying its foundation an such principles and orgnising its powers In such form, as to them shall seem most likly to effect their safety and happliness."

”حسب ذیل اصول ہمارے ایک ایسے حق کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی چاکی از خود ظاہر ہے۔ یہ کہ سب انسان برابر ہیں۔ یہ کہ انسان کے خالق نے ہر فرد کو چند ایسے حقوق عطا کئے ہیں جو کوئی اس سے چھین نہیں سکتا۔ ان حقوق میں زندہ رہنے کا حق، آزاد رہنے کا حق اور اپنی خوشی اپنی مرضی سے تلاش کرنے کا حق شامل ہیں۔

انسانوں پر حکومت کرنے کے لئے جو نظام کھڑا کیا جاتا ہے اس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان حقوق کو حق دار تک پہنچا دیا جائے۔ ہر حکومت کا اقتدار رعایا کی رضامندی سے اخذ کیا جاتا ہے۔ جب کوئی حکومت اس اصل مقصد سے منحرف ہو جائے تو رعایا کا حق ہے کہ ایسی حکومت کو موقوف کر دے۔ یا اسے بدل ڈالے۔ پہلی حکومت کی جگہ ایک نئی حکومت قائم کر لے۔ نئی حکومت کی بنیاد ایسے اصولوں پر رکھی جائے اور اس کو صرف وہ اختیارات سونپے جائیں جو رعایا کے نزدیک رعایا کے تحفظ اور خوش حالی کے لئے مفید مطلب ہوں۔“

۱۹۵۳ء میں کئی دوسری اسلامی جمہوری تحریکیں بھی کچلی گئی تھیں

امریکیوں نے یہ تاریخی اعلان آزادی تب شائع کیا تھا جب آج سے قریباً پونے تین

سوسال پہلے انگریز انہیں کہتے تھے کہ تمہارا ملک ہم نے آباد کیا ہے۔ تم شاہ برطانیہ کی رعایا ہو۔ لہذا ہم تم سے پوچھے بغیر تم پر ٹیکس لگا سکتے ہیں اور امریکی باشندے احتجاج کرتے تھے کہ:

"No taxation without representation"

یعنی جس سیاست میں ہمیں نیابت حاصل نہیں۔ اس سیاست کو ہم سے ٹیکس وصول کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟ لیکن تاریخ کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جواہل امریکہ اس اعلان آزادی کے نام پر ایک قوم بنے۔ ۱۹۵۳ء میں اسی امریکہ کے اثر و رسوخ نے مصر کے اندر کرنل ناصر سے "اخوان المسلمین" کا معصوم خون پہایا۔ ایران میں مصدق جیسے بطل جلیل اور محبت وطن کو پابند سلاسل اور قید تہائی کا اسیر کر دیا گیا۔ قاضی کو گولی مار دی گئی۔ اور فدا یان اسلام کا وہ نواب مغوی جو قرآن مجید بخل میں لے کر شب و روز اسلامی حکومت کے قیام کی تبلیغ کرتا تھا۔ مارشل لاء کے ماتحت شہید کر دیا گیا۔

کم و بیش یہ دہائیام تھے جب پاکستان میں شہداء ختم نبوت اپنی جانیں جان آفریں کو سپرد کر رہے تھے۔ شاید قدرت جب اپنے بندوں کا امتحان لیتی ہے تو ایک ہی وقت میں مختلف ممالک کے اندر یکساں عقیدے رکھنے والوں کو ایک ہی قسم کے امتحانات سے گزرنا پڑتا ہے۔

سابقہ معروضات کا لب لباب

ہم شہداء ختم نبوت کی یادگار منانے کے لئے اس کانفرنس میں جمع ہوئے ہیں۔ اس وقت تک میں نے آپ کو بتایا ہے کہ یادگار آج سے چار برس پہلے اس بیانے پر کیوں نہ منائی جاسکی۔ وہ کیا مطالبات تھے جن کی خاطر ان شہیدوں نے جانیں دیں۔ وہ مطالبات کیوں پیش کئے گئے تھے۔ جنہوں نے ان مطالبات کو نامنکور کیا اور بڑے خود شہداء کو عیسیت و نابود کر دیا۔ آج وہ خود اور ان کی سیاسی جماعتیں اور ان کا اقتدار اور وہ تمام ادارے جن کی بناء پر وہ ظلم و ستم کرتے تھے۔ سب نیست و نابود ہو چکے ہیں۔

اس مرحلے پر میں اپنی گزارشات ختم کرنے سے پہلے دو مزید موضوعات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں:

اول..... یہ کہ کیا ہم صرف شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کرنے پر اکتفا کریں گے اور ان کے ورثاء کی دست گیری کا کوئی اہتمام نہ کریں گے۔ کیا ہماری یہ کانفرنس صرف کانفرنس تک محدود رہے گی اور ہم شہداء کی یادگار کے لئے کوئی خاص آثار کھڑے نہ کریں گے؟
دوسرے..... یہ کہ یادگار تو ہم نے منائی۔ جن کی یادگار منائی تھی ان کا چرچا بھی ہم نے

کر دیا۔ لیکن کیا ہم ان قابل یادگار مستیوں کی زندگی سے خود کو کسی سبق حاصل نہ کریں گے۔ اور ان کی پیروی میں ہم دین و ملت کی خدمت انجام دینے کا کوئی منصوبہ نہ بنائیں گے؟

جدید سرکاری تحقیقات کی ضرورت

جہاں تک شہداء کے درجہ کی نگہداشت کا تعلق ہے میں حسب ذیل تجاویز پیش کرتا

ہوں:

۱..... ۱۹۱۹ء میں جب برطانوی حکومت نے پنجاب میں مارشل لاء لگایا تھا تو اس کے بعد مارشل لاء کے دوران میں جن لوگوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچایا کسی افسر نے اپنے فرائض منصبی سے تجاوز کیا۔ اس کی تحقیق کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا تھا۔ اس کمیشن کی سفارشات کے مطابق نقصان اٹھانے والوں کو معاوضہ بھی دیا گیا تھا۔ معاوضہ کی رقم کا تعین کرنے کے لئے لنکے کمیشن مقرر ہوا تھا۔ جس میں عوام کے نمائندے بھی شامل تھے۔ ۱۹۵۳ء کے مارشل لاء کے متعلق اگرچہ ایک عدالت انکوائری کر چکی ہے۔ لیکن اس انکوائری میں عوام کے جانی اور مالی نقصان کا اندازہ نہ کرنا شامل نہ تھا۔ نہ ہی فرائض منصبی سے تجاوز کرنے والے افسروں کی کوئی پرستش کی گئی۔ بلکہ یہ عدالت تو اس مفروضے پر مقرر کی گئی تھی کہ مارشل لاء کا نفاذ بہر صورت ضروری تھا۔ اس کے نفاذ میں تاخیر کیوں ہوئی۔ اب جب کہ حالات بدل چکے ہیں اور Indimnity act کو منظور کرنے والی نہ وزارت ہاتی ہے نہ وہ پارلیمنٹ ہاتی ہے تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عوام اور پارلیمنٹ کے نمائندوں پر مشتمل ایک ایسا کمیشن مقرر کیا جائے جو یہ تحقیق کرے کہ عوام کو کس قدر جانی اور مالی نقصان پہنچا۔ اختیارات سے تجاوز کی کون سی مثالیں ہیں۔ علاوہ ازیں مجرمین اور شہداء کے درجہ کو معقول مالی معاوضہ دیا جائے۔ شہر کی جن املاک کو نقصان پہنچا۔ ان کی مرمت کی جائے۔ جن جماعتوں یا افراد کا سرمایہ ضبط کر لیا گیا تھا۔ وہ انہیں واکزار کر دیا جائے۔ جن لوگوں کو تا واجب جرمانے کئے گئے، وہ واپس کئے جائیں۔ جن کو ناجائز سزائیں ملیں، ان کو ہرجانہ دیا جائے۔ اور جن افسران نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ان کو مناسب سزا دی جائے۔

۲..... شہداء ختم نبوت کے اعزاز میں چھ مارچ کو کھل تعطیل ہوا کرے۔

۳..... تمام مغربی پاکستان کے جن جن مقامات پر شہداء پر آتش بازی کی گئی۔ وہاں یادگاری مینار نصب کئے جائیں اور ان پر ایک تختی لگا کر اس پر مختصر حالات درج کئے جائیں اور جو لوگ شہید ہوئے۔ ان کے نام ولدیت، جائے سکونت اور عمر کی بھی وضاحت کی جائے۔

۴..... شہداء کے مزارات کی جہاں نشان دہی ہو سکے۔ وہاں سرکاری خرچ پر ان کے مزارات

کی تعمیر کی جائے اور الواح مزار نصب کی جائیں۔

۵..... دہلی دروازہ لاہور کے باہر جو نیا چوک تعمیر ہو رہا ہے۔ اس کا نام چوک شہیدان ختم نبوت رکھا جائے اور چاروں جانب یہ نام مناسب حروف میں لکھے جائیں۔ ان حروف پر چراغاں کا مناسب انتظام کیا جائے۔

۶..... جہاں تک تحریک کے مطالبات کا تعلق ہے۔ ان میں سے سرفخر اللہ کو منصب سے ہٹائے جانے کا مطالبہ پورا ہو چکا ہے۔ لیکن کلیدی آسامیوں پر تقررات اور پاکستان میں اقلیتوں کے کئین کے مسائل بدستور قائم ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس پاکستان کے اندر مذہبی یا سیاسی جماعتوں نے متوازی حکومت کے نمونے قائم کر رکھے ہیں۔ اور حکومت پاکستان کی طرح ان کی جداگانہ وزارتیں اور فوجیں ہیں۔ انہیں خلاف قانون جماعتیں قرار دے کر ان کے ناپاک عزائم کی نفی اور قابل اعتراض لٹریچر کی ضبطی نہایت ضروری ہے۔

ہمارا فرض

اب میں اس موضوع کی جانب رجوع کرتا ہوں کہ شہداء ختم نبوت کی یادگار منانے سے ہم خود کیا عمل سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ آج دنیا میں جو اضطراب بدامنی اور نفسا نفسی کا عالم ہے۔ اس کے اثرات ہم سب کی زندگی پر پڑتے ہیں۔ اگر ہم میں کوئی ایسے افراد بھی شامل ہیں۔ جو احساس اخلاق سے عاری ہو چکے ہیں۔ اور دین کی خاطر یا اجتماعی مفاد کی خاطر کسی کوشش پر آمادہ نہیں تو ان کی انفرادی زندگی کے مفاد بھی انہیں مجبور کرتے ہیں کہ وہ اصلاح احوال کی جانب مائل ہوں۔

میں اس نکتے کے متعلق اپنی معروضات پہلے پیش کر چکا ہوں کہ تحفظ ختم نبوت کس طرح پاکستان میں انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا مرکزی نقطہ ہے۔ میں خاص طور پر تین طبقات سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ ان کے فوری مفاد کا تقاضا ہے کہ وہ تحریک تحفظ ختم نبوت کے پروگرام کی روشنی میں اپنی روزمرہ کی زندگی کا جائزہ لیں۔

نوجوانوں کو دعوتِ عمل

۱..... میرا پہلا خطاب نوجوانوں اور طالب علموں سے ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے زندگی کے امکانات ختم نہیں ہوئے۔ نہ ان کی عادات میں ظہر او پیدا ہو چکا ہے۔ بلکہ وہ مستقبل کے منتظر ہیں۔ دنیا کی تمام قوموں اور ملکوں میں انقلاب ہمیشہ طالب علموں نے پیدا کیا ہے۔ مہر کو

انگریز کے پنجے سے قاہرہ کے طلباء کی طول و طویل جدوجہد نے چھڑایا۔ روس میں انقلابِ طالب علموں کی مدد سے آیا۔ چین میں چیانگ کائی شیک کو طالب علموں نے بھگایا اور خود اس پاکستان کی تاریخ پر غور کیجئے کہ جب قائد اعظم کو یونیورسٹی پنجاب میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیتے تھے تو یہ پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے نوجوان اراکین ہی تھے جنہوں نے سیاست کا رخ اور اقتدار کا پائسلٹ کر رکھ دیا۔ آج ملک میں جو بیماری، بھوک، افلاس، بے حیائی، فحاشی اور انحطاط و زوال پرورش پا رہا ہے۔ بوزھوں کو تو شاید اس کی پروا نہ ہو۔ کیونکہ وہ اپنی زندگی گزار چکے اور اب میں ان یہ سکت بھی باقی نہیں کہ وہ نامساعد حالات کا مقابلہ کر سکیں۔

وہ حالات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔ لیکن میں نوجوانوں سے پوچھتا ہوں کہ تم اپنے راستے سے وہ کوڑا کرکٹ ہٹانا نہیں چاہتے، جس کی سڑامد سے تمہارے نتھنے نفرت کرتے ہیں۔ اٹھو اور پاکستان کے دیہات کے کونے کونے میں پھیل جاؤ۔ تمہیں ہر جگہ ایسے نوجوان ملیں گے جو تمہاری طرح بدی سے نفرت اور نیکی کی آرزو رکھتے ہیں۔ وہ بھی اس وہم سے بدول ہو چکے تھے کہ کوئی ان کا ساتھی نہیں۔ شاید ان کی کوششیں کوئی پھل نہیں لاسکتیں۔ ان کی تمنائوں کو آواز باز گفت سے ہرا کر دو۔ آرزوؤں کے بیج بکھرو تو دیکھو ایک ہی فصل کے اندر وہ کھیتی کھڑی ہو جائے گی جس سے تمہاری جھولیاں بھر پور ہو جائیں گی۔

علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل

۲..... میرے دوسرے مخاطب علماء، ائمہ مساجد اور مشائخ ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جن سے تحت حکومت چھن جاتا ہے وہ تو اس امید پر صابر ہو کر گوشہ نشین ہو جایا کرتے ہیں کہ حجرے اور پورے پر قاعدت کر کے گزارہ کر لیں گے۔ لیکن تم سے تو مصلیٰ اور منبر، حجرہ اور مسجد چھینا جا رہا ہے۔ یہاں سے نکل کر کہاں گزارہ کرو گے۔ بادشاہوں سے تو بھاری اختیار کی جاسکتی ہے لیکن تحریک تحفظ ختم نبوت سے روگردانی کی، تو صرف اس دنیا میں تم پر آوازے نہ کسے جائیں گے کہ دیکھو قوم کے نوہمالوں کے خون کی قربانی دے کر یہ لوگ جو رسول کے نائب ہونے کا دعویٰ کیا کرتے تھے۔ اب ناموس رسول کی نسبت اپنے فرض سے بھی غافل ہو گئے ہیں۔ بلکہ جب اس روز کا سامنا ہوگا۔ جس سے کسی کو منفر نہیں تو بتاؤ شافع محشر کو جا کر کیا جواب دو گے؟

تم اس لئے بدول ہو گئے کہ تمہاری داڑھیوں کی بے حرمتی کی گئی تھی یا جیل میں تم سے وہ سلوک نہ ہوا تھا جس کے تم مستحق تھے۔ لیکن ان دین کی محبت رکھنے والوں، گو ظم و دین سے تمہارے

جتنا حصہ نہ پانے والوں کا بھی خیال تو کرو جنہوں نے گرونیں کٹا دیں۔ اپنے سلف سے سبق حاصل کرو۔ اپنے مقام کو پہچانو۔ آپ وہ لوگ ہو جو وقت سے منہ موڑا نہیں کرتے۔ بلکہ وقت کے دھارے کا رخ پھیر دیا کرتے ہیں۔ اگر تدبیر میں کوئی غلطی رہ گئی تھی۔ تو اس کی تصحیح کر لیجئے اور نیت میں ہی کچھ کمی تھی۔ تب بھی وقت باقی ہے۔ اس کی کو بھی پورا کر لیجئے۔

چھوٹے سرکاری ملازم کلرک اور غریب تاجر توجہ کریں

۳..... تیسرے درجہ پر میرے مخاطب متوسط تجارتی طبقے اور ادنیٰ سرکاری ملازمت پیشہ افراد ہیں۔ ممکن ہے یہ طبقہ جیالے پن اور دلیری میں عوام سے کچھ پیچھے ہو۔ لیکن بہر صورت وہ اپنے خاندانوں میں شرافت کا کچھ معیار باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ حرام و حلال کی تیز سے بالکل بے بہرہ نہیں۔ عاقبت کا خوف انہیں ہر وقت نہیں تو کبھی بکھار آ ہی جاتا ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جن کو خدا نے دنیا سے زائد حصہ دے دیا ہے۔ وہ تو شاید اس لئے تحفظ ختم نبوت سے غافل ہیں کہ ان کو زندگی کے دوسرے نئے میسر ہیں۔ لیکن جس نے شراب بھی نہیں پی۔ خنزیر پر بھی نہیں کھایا اور بدکاری بھی نہیں کی۔

آخر وہ ایسا کرنے والوں کو خالی دیکھ کر وہی تصورات میں ہی ایسا کیوں الجھ گیا ہے کہ نہ حلال میں اپنے جائز حصہ کی فکر ہے اور نہ حرام کی سزا سے اپنے آپ کو بچانے کا خیال۔ ذرا تو غور کرو کہ یہ تہذیب اور یہ تعلیم جو ہمارے اندر نفوذ کر رہی ہے۔ آخر اس کا مطلب کیا ہے۔ یہی نہ کہ کہنے کی طرح حکم مانو اور دسترخوان سے بچی کھجی ہڈیاں کھا کر پیٹ موٹا کر لو۔ پھر کچھ کی طرح رقص کرو، اور بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے کے ٹیکے نوچو۔ فرصت ملے تو گدھ کی طرح مردار کھا کر اپنے تودہ غلاظت پر خود ہی بیٹھے اوگھتے رہو۔

ان تمام آلودگیوں سے نجات دلا کر تمہاری جائز توقعات کو پورا کرنے۔ تمہاری خاندانی شرافت کو بچانے اور جن چیزوں کی تم قدر کرتے ہو۔ ان کو محفوظ رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس نئی دنیا کے منصب کی خمیت کو فراموش نہ کرو۔ جس کی تعلیم کے بغیر تمہاری اس دنیا اور اس دنیا کی زندگی کو سنوارنے کا اور کوئی راستہ نہیں۔

جمہور کی اسلامی تربیت اور بیداری

اگر یہ تینوں طبقات میری معروضات پر کان دھریں تو میں کہتا ہوں جس کے پاس

فرمت ہے۔ لیکن استطاعت نہیں وہ اپنے کچھ اوقات تحفظ ختم نبوت کے لئے وقف کر دے۔ جس کے پاس استطاعت ہے۔ لیکن فرمت نہیں وہ اپنی استطاعت سے ان کا ہاتھ بٹائے جو اپنے اوقات فراغت کو اس نیک کام پر صرف کرنے کے خواہشمند ہیں۔ جس کے پاس اہلیت اور صلاحیت کا رہے۔ لیکن فرمت اور استطاعت دونوں نہیں وہ ان دونوں کو صحیح راستے پر چلنے کے لئے صاحب مشورے دے۔

اس طرح ہر پاکستان اپنی ضروریات کو کچھ کم کر کے اپنی استطاعت کا ایک حصہ تحریک کے لئے وقف کر دے۔ آخر رمضان میں روزے بھی رکھتے ہو۔ ایک دن ایک وقت کا کھانا نہ کھاؤ۔ جو سینما اور اس قسم کی دوسری التفریحات میں اپنے اوقات اور اپنی استطاعت دونوں ضائع کرتے ہیں۔ وہ مہینے کے کچھ روز اپنی وافر آمدن تحریک کے لئے وقف کر دیں۔ یہ پس انداز پونجی خود اپنے ہی پاس علیحدہ رکھو۔ تم ہی اس کو رسول کی منت سمجھ کر خود ہی اس کے امانت دار بن جاؤ۔ پھر ہر ہفتے میں ایک یا دو روز اس کام کے لئے وقف کر دو۔ جو لاہور سے باہر نہیں جاسکتے وہ کسی ایسے محلے میں جائیں۔ جہاں ان کی واقفیت ہے جو باہر جاسکتے ہیں۔ وہ کسی ایسے شہر یا قصبے میں جائیں۔ جہاں ان کی شناسائی ہے اور جو صاحب امت اپنے اندر یہ اہلیت محسوس کریں، وہ دور افتادہ دیہات میں پہنچیں۔ ”تحفظ ختم نبوت“ کیوں ضروری ہے اور اس کے لئے کیا عمل ہم سب پر فرض ہے۔

یہ مسئلہ خود آپ پر پوری طرح واضح نہیں تو میں نے ابھی آپ کے سامنے جو معروضات پیش کی ہیں۔ وہ آپ کو ایک پمفلٹ کی شکل میں ”تحریک تحفظ نبوت“ کے لاہور کے دفتر کی معرفت مل سکتی ہیں۔ انہیں کو پڑھ لیجئے جس حصے کو آپ پسند نہ کریں اسے قلم زن کر دیجئے۔ آپ کو جو بہتر تجویز سونجئے اسے خود لکھ لیجئے۔

بہر حال اس پیغام کو ایک ایک پاکستانی گھرانے کے ایک ایک بچے، بوڑھے اور مستورات تک پہنچا دیجئے۔ خواتین گھروں کے اندر رہ کر خود اپنے خاندان کے افراد کو تلقین کریں۔ عورتیں جب چاہتی ہیں تو رشتے داروں کے پرانے جھگڑوں کو مٹا دینے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے شوہروں اور اپنے بھائیوں کو اپنی منت سماجت سے ہمیشہ قائم کر سکتی ہیں اور جب اس کے الٹ چاہیں تو دوستوں کے اندر پھوٹ بھی ڈلا دیتی ہیں۔ ان کے لئے بھی توشہ آخرت

یہی ہے کہ کسی مرد کو اس وقت تک کھانے، سونے اور آرام سے بیٹھنے کی مہلت نہ دیں۔ جب تک کہ وہ تحفظِ ختمِ نبوت کے لئے کسی نہ کسی ذمہ داری کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے۔ ایک انقلاب کروٹ لے رہا ہے

جب ساری قوم اس ایک عزم سے سرشار ہو کر اٹھے گی تو حالات بدل جائیں گے۔ فضا بدل جائے گی۔ سیاست کا رخ بدل جائے گا۔ تمہاری قسمت اور تمہاری بے چارگی بھی بدل جائے گی۔ تمہیں ان لیڈروں سے نجات مل جائے گی۔ جو تحفظِ ختمِ نبوت کی نسبت اپنی نفس پروری ضروری سمجھتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ہم ان جھوٹے رہنماؤں کو چھوڑ کر اس کی پیروی نہ کریں جو دونوں جہانوں کا بادشاہ ہونے کے باوجود ایک کالی کملی پر گزارہ کرتا تھا۔ ایک کھجور کے پورے پر سوتا تھا۔ کبھی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتا تھا۔ قوم کو یہ سبق دیتا تھا کہ میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو اس کے ہاتھ کاٹ دوں گا۔ غلطی سے کسی مسکین کو کوڑا لگ جائے تو اپنی پیٹھنگی کر کے اس کے سامنے عاجزی سے کھڑا ہو جاتا تھا کہ بھائی امتی ہو، تو کیا ہے۔ مجھ سے تمہیں تکلیف پہنچی، اپنا بدلہ لے لو۔

ختمِ نبوت ایک نئی دینی اور دنیاوی زندگی کا پیغام ہے

اگر تمہاری نگاہیں ان رموز و اسرار کو نہیں پہنچ سکتیں۔ جو معراج میں پوشیدہ تھے اگر تم ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اس نئی مصلحت کے مقام سے آگاہ نہیں ہو سکتے تو کم از کم اتنا تو دیکھ سکتے ہو کہ وہ کیوں ہم جس کا شاہین فریبوں کے نام پر امیریاں کرنے لگ گیا تھا اور وہ امریکہ اور برطانیہ اور فرانس کی جمہوریتیں جو الجزائر اور فلسطین کے مظلوموں کو گولیوں سے حریت کا سبق دیتی ہیں اور مسلمان ممالک میں وطن پرستی کی تحریکوں کے وہ سربراہ جو اپنے مفاد کی خاطر قوی مفاد کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ تمہیں تمہاری زندگی بہتر بنانے ترقی کرنے اور تمہارے دکھوں اور تکالیف سے نجات دلانے کی خاطر وہ مثال مہیا نہیں کر سکتے جو کہ تمہارا اپنا آقا اور مولا مہیا کر سکتا ہے۔

”وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ والتابعین

وتبع التابعین وسلف الصالحین وبارک وسلم علیہم اجمعین“

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سندِ کمسن میں کیا ہوا؟



جناب مختار حسن صاحب

ہم اہل سنڈیکمن کو سلام کرتے ہیں!

قادیان کے نبی کاذب کی امت مرزا سیہ کی کوشش اور خواہش کے علی الرغم جب متحدہ ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی اور مرزائیوں کو اپنے شہر ”مقدس“ قادیان سے خوائی غواہی لکھنا پڑا تو پاکستان میں آنے کے بعد اس امت نے بیک وقت دو خطوط پر سوچنا اور عمل کرنا شروع کیا۔ ایک تو پھر سے اکھنڈ بھارت کا قیام۔ دوسرے پاکستان میں کسی صوبے یا علاقے کو خالص مرزائی بنانا۔ تاکہ اکھنڈ بھارت کی مرزائی کوششوں کی ناکامی کی صورت میں پاکستان ہی میں ایک اڈہ قائم کر کے بین الاقوامی استعمار کے عزائم و مقاصد کو پروان چڑھایا جاسکے۔

اس کے لئے پنجاب کے پہلے انگریز گورنر سرفرائس موڈی نے ابتداء ربوے کی سرزمین برائے نام قیمت پر۔ آئینی مرلہ کے حساب سے۔ اس امت کو الٹ کر دی جہاں اس نے اپنا بیس کیمپ قائم کر دیا۔ پاکستان کے اس انگریز گورنر کی بلا شیری و آ شیر باد سے اس امت کے مذموم عزائم میں اور پھنسی آئی اور اس نے بلوچستان کو میرزائی صوبہ بنانے کی ٹھانی۔ چنانچہ ۲۳ جولائی ۱۹۴۸ء کو خلیفہ مرزائے قادیان نے کوئٹہ میں خطبہ دیا۔ جس میں انہوں نے بلوچستان کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

”اسے (بلوچستان) بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں ہے۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلدی احمدی بنایا جاسکتا ہے۔..... اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔“ (قادیانی مسئلہ۔ از مولانا مودودی بحوالہ الفضل ۱۳ رگست ۱۹۴۸ء)

اس ہدایت کے مطابق مرزائیوں کی سرگرمیاں بلوچستان میں جاری ہیں۔ لیکن حال ہی میں بلوچستان کے ایک اہم علاقے کے غیور مسلمانوں نے اس امت کا جو حشر وہاں کیا اور ان کے مذموم عزائم کو جس طرح خاک میں ملایا ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ انگریزی

استعمار کے پروردہ اس ٹو لے کو انشاء اللہ وہاں کبھی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔
 سنڈیمین کے علاقے میں جو مسلمان مرزائی کشمکش ہوئی اور وہاں کے مسلمانوں نے
 جس عزم و ہمت اور جرأت سے مرزائیوں اور ان کے سرکاری پشت پناہوں سے ٹکری ہے۔ وہ
 پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم باب اور پاکستانی مسلمانوں کے لئے جذبہ عمل، حرارت ایمانی اور
 دینی غیرت و حمیت کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ افسوس ہے کہ اس داستان عزم و شجاعت سے اہل
 ملک پوری طرف واقف نہ ہو سکے۔ وراں حالیکہ اس کی عام اشاعت اور اہل ملک کو اس سے
 روشناس کرانے کی سخت ضرورت ہے۔ اسی لئے ہم اس رپورٹ کو ایک پمفلٹ کی صورت میں
 شائع کر رہے ہیں جو ہفت روزہ ”زندگی“ لاہور کے نمائندے نے قلم بند کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی
 ہم سنڈیمین کے مجاہدین ختم نبوت کو ان کی سرفروشانہ خدمات پر سلام کرتے ہیں اور دیگر اہل ملک
 سے یہ سوال

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
 اے روسیاء تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا
 ناظم..... ادارہ ضیاء الحدیث۔ مصطفیٰ آباد۔ لاہور
 فورٹ سنڈیمین میں مرزائی سرگرمیوں کے خلاف
 مسلمانوں کی کارگزاری کی تفصیل

(از جناب مختار حسن صاحب)

ڈوب، بلوچستان کے شمال مشرقی ضلع کا نام ہے جو صوبہ سرحد اور افغانستان سے متصل
 ہے۔ ڈوب کے صدر مقام فورٹ سنڈیمین کا نام برطانوی فاتح رابرٹ سنڈیمین سے منسوب ہے
 جس نے سازش، انتشار اور فتنگی جارحیت کے حربوں سے وہ علاقہ برطانیہ کی استعماری سلطنت میں
 شامل کیا۔ جسے آج صوبہ بلوچستان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ڈوب پشتونوں کی سرزمین
 ہے۔ مسلم برصغیر کی تاریخ کے بہت سے درخشندہ ابواب کا امین ہے۔ لیکن انگریزوں کے لائے
 ہوئے ”پولیکل ایجنسی“ نظام کی تاریکیوں میں گرفتار مقامی عوام اور پرانی دہائش کی جہالتوں کا شکار
 پاکستانی دانشور اس کا وحشی طور پر احاطہ نہ کر سکے۔ ڈوب برصغیر کے ان مسلم خطوں میں سے ہے۔
 جہاں انگریزوں کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ فورٹ سنڈیمین کا گورا قبرستان اس کا گواہ ہے کہ
 وہاں پر فتن کوئی انگریز اپنی موت نہ مرا۔ اسے کسی نہ کسی مرد مسلمان کی شمشیر یا گولی کا نشانہ بننا پڑا۔

غلط اور صحیح تصویریں

دہلی کے سوری اور لودھی بادشاہ کس علاقے سے تعلق رکھتے تھے؟ چنگیز خان اور ہلاکو خان کی وحشیانہ یلغاروں کا کس علاقے نے کامیابی سے مقابلہ کیا؟ کس علاقے کے لوگوں نے انگریزوں کو مسلسل پریشان کئے رکھا؟ ۱۹۱۹ء کے جہاد عام میں جسے انگریز چالاک سے تیسری جنگ افغانستان کا نام دیتے ہیں، کونسا پورا خطہ انگریزوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور پھر تحریک پاکستان میں ڈوب کے کیا جانے والا تھا؟ یہ سب کچھ پولیٹیکل ایجنسی نظام کی تاریکیوں اور دانشوروں کی جہالتوں کے باعث کٹامی کے دھندلوں میں کھو رہا ہے اور جو کچھ تاریخ کے ریکارڈ پر ہے۔ وہ مسلم دشمن، تحصب انگریز کا لکھا ہوا گزیر ہے۔ یا امیر عبدالرحمن امیر کابل کی خودنوشت سوانح میں ڈوب کا معجزہ خیر انداز میں ذکر ہے۔ (امیر عبدالرحمن تخت سے عارضی عروسی کے دوران دشت نوروی کرتا ہوا ڈوب کے بیابانوں اور دیوانوں سے گزرا تھا)

ڈوب کی اس غلط تصویر کے باعث چند برس پیشتر ہالی ووڈ کے فلم سازوں نے (Bandits of Zhob) (ڈوب کے لٹیرے) نامی فلم بنا ڈالی جس میں ڈوب کے عوام کا کردار مسخ کر کے پیش کیا گیا تھا۔ پاکستان میں یہ فلم بڑے اہتمام سے لائی گئی۔ لیکن لاہور کے چند قلندروں کی کوشش سے اس کی نمائش ممنوع قرار دی گئی۔ اس کے کم گشتہ ماضی کی داستان ہلّا آخر لکھی جائے گی۔ لیکن حال ہی میں ڈوب کے عوام نے اپنی پرانے جدوجہد اور عوامی قوت کے ذریعے ایک انتہائی قوی اہمیت کے معاملے میں جو کامیابی حاصل کی۔ اسے نہ صرف قومی تاریخ کے صفحات پر محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ کئی پہلوؤں سے ملک بھر کے عوام کو روشنی دکھاتی ہے۔

ڈوب کے عوام کی یہ تحریک مرزائیوں (جو اپنے آپ کو "احمدی" کہتے ہیں) کے خلاف تھی جن کی کارگزاریوں نے انہیں احتجاج پر مجبور کر دیا تھا۔ دین کے انتہائی جذباتی معاملات سے متعلق ہونے کے باوجود عوام نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک غیر مسلم بھائی کے اچانک قتل کے سوا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔ عوام پر اشتعال کے کئی مرحلے آئے۔ صوبائی اور ملکی انتظامیہ نے فورٹ سنڈھین شہر اور پورے ضلع ڈوب کے عوام کو دیدہ دانستہ طور پر بھی بھڑکا دیئے والی صورت حال سے دوچار کیا۔ بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر اور علاقے کے منتخب رکن اسمبلی مولانا شمس الدین عائب کر دیئے گئے۔ درجنوں علماء اور نمایاں شہریوں کو حوالہ زندان کیا

گیا۔ آٹھ روز تک فورٹ سنڈیمین شہر میں مارکیٹ، بازار اور ٹرانسپورٹ کی ایسی مکمل ہڑتال رہی جس کی نظیر قومی تاریخ میں شاید ہی ملے۔ شہر کا مکمل انتظام و انصرام شہریوں کی ”مجلس عمل“ کے ہاتھ میں تھا۔

انتظامیہ بالکل بے بس ہو چکی تھی۔ لیکن اس کے باوجود فورٹ سنڈیمین میں نہ کسی اقلیتی فرقے کے فرد کو نقصان پہنچا اور نہ کوئی سرکاری یا غیر سرکاری عمارت تباہ کی گئی۔ قومی اسمبلی میں حکومت کے ہاتھوں مولانا ٹنٹس الدین کی پراسرار گمشدگی کا سوال اٹھا۔ قومی اخبارات میں فورٹ سنڈیمین کے تشویش انگیز حالات پر ادارے لکھے گئے۔ لیکن اس کے باوجود اس دوران قادیانہ قصبے کی اصل صورتحال سامنے نہ آ سکی۔ ۱۹ اگست ۱۹۷۳ء کی شام جب راقم السطور فورٹ سنڈیمین پہنچا۔ تو ڈوب کے عوام کی چھتیس روزہ تحریک کو کامیابی سے ہمکنار ہوئے، بیابلیس گھنٹے گزر چکے تھے۔ مولانا ٹنٹس الدین ڈپٹی سپیکر بلوچستان اسمبلی اور دیگر علماء اور شہری رہا ہو چکے تھے۔ شہریوں کی چند روزہ بھوک ہڑتال ختم ہو چکی تھی۔

مرزائیوں کو سرکاری نگرانی میں ضلع ڈوب سے نکالا جا چکا تھا اور ان کے پھیلائے ہوئے قرآنی ترجمہ و تفسیر کے غلط نسخے ضبط ہو چکے تھے۔ اس کامرانی پر عوام کے حوصلے انتہائی بلند تھے۔ لیکن انہیں شکوہ تھا کہ ان کی ۳۶ روزہ تحریک کے دوران قومی پریس نے اس طرف کوئی توجہ نہ دی۔ قومی اخبارات کا کوئی نمائندہ ادھر نہ آیا۔

ربوہ کے ”قرآن“

فورٹ سنڈیمین کو سید سے دو سو چھ میل، ڈیرہ غازی خان سے دو سو چار میل اور ڈیرہ اسماعیل خان سے ایک سو اڑتیس میل دور پچیس ہزار آبادی کا خوابیدہ قصبہ ہے۔ ۱۹۶۱ء میں اس کی آبادی گیارہ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ لیکن اب بلوچستان میں صوبائی حکومت کے قیام اور آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ (اس اضافی آبادی میں ارد گرد کے علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں کے علاوہ بڑا حصہ افغانستان کے خانہ بدوشوں (پاوندوں) کے قبیلے ”نامر“ پر مشتمل ہے۔) فورٹ سنڈیمین بلوچستان کے پشتون علاقے کا سیاسی طور پر بیدار ترین قصبہ بن جا رہا ہے۔ حالیہ کامیاب عوامی تحریک کے بعد تو سیاسی بیداری کی دھاک بھی بلوچستان بھر پر بیٹھ چکی ہے۔ یوں تو فورٹ سنڈیمین میں تقریباً سبھی بڑی قومی پارٹیوں کا وجود ہے۔ لیکن با اثر صرف تین پارٹیاں، جمعیت العلماء اسلام، نیپ اور نیپ پشتون خوا (اینٹی، ایچکزی گروپ) ہیں۔ بارہ جولائی کی شاہ مجلس

تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری صوفی محمد علی جو قصبے کے معروف تاجر بھی ہیں، کے ہاتھ قرآن کا ایک نسخہ لگا۔ جسے مرزائی کئی دنوں سے تقسیم کر رہے تھے۔ اور جس کے متعلق چھ میگوینیاں جاری تھیں۔ صوفی محمد علی نے اسے اپنے ساتھی کئی دکانداروں کو دکھایا اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر شیخ عمر خان مندوخیل کے علم میں بھی لائے۔ دریں اثناء اس مختصر سے قصبے میں یہ بات رات پڑنے تک پھیل چکی تھی کہ مرزائی خفیہ خفیہ جس ”قرآن“ کو پھیلا رہے ہیں۔ وہ مل گیا ہے۔ مشہور یہ تھا کہ مرزائیوں نے ہزاروں کی تعداد میں تحریف شدہ نسخے منگوائے ہیں اور اسے اچھی چھپائی اور طباعت کی بدولت کم فہم لوگوں میں پھیلا رہے ہیں۔ کہا جا رہا تھا۔ مرزائیوں کے مقامی سربراہ مستری اللہ یار نے ایسے تین ہزار نسخے منگوائے ہیں۔

ثواب میں مرزائیوں نے جو ”قرآنی“ ترجمے اور تفسیریں ہانٹی تھیں۔ ان میں معنوی تحریف کی گئی تھی۔ یہ تحریف شدہ ”قرآنی“ ترجمے اور تفسیریں ہیڈ کوارٹر رز ربوہ کی شائع کردہ تھیں۔ ان میں مرزائیوں کے ”نبی“ کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین محمود کی ”تفسیر مغیر“ بھی شامل ہے۔ اس کا ایک نسخہ جو ضلعی حکام کے ضبط شدہ نسخوں میں سے تھا۔ مجلس عمل کے سیکرٹری حافظ عبدالغفور نے ہمیں دکھایا جس میں مرزائی عقائد کے مطابق قرآن کی معنوی تحریف میں سے بعض مقامات کو نشان زد کیا گیا تھا۔

مرزائی ترجمے کے مطابق سورہ فاتحہ کی آخری آیت کے نصف ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالین“ کا ترجمہ کیا گیا تھا۔

جن پر نہ تو بعد میں تیرا غضب نازل ہوا ہے اور نہ وہ بعد میں گمراہ ہو گئے ہیں۔ (ص ۴)
سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۵..... ”والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلك وبالاخرة هم یوقنون“ کا ترجمہ یہ تھا۔

”اور جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے، یا جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا، اس پر ایمان لاتے ہیں اور آئندہ ہونے والی سوجوہاتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں۔“ (ص ۵)
(خط کشیدہ فقرے تحریف شدہ ترجمہ ہیں)

یہ صرف دونوں ہیں، وگرنہ ہر صفحہ اسی طرح کی معنوی تحریف سے داغدار ہے۔ یہ وہ چیز تھی جسے قرآن کا ترجمہ اور تفسیر قرار دیکر پھیلا یا جا رہا تھا۔ یہاں عوام کے لئے بالعموم اور حفاظ و علماء اسلام کے لئے بالخصوص یہ نقطہ نظر بھی ہے کہ ربوہ کے شائع کردہ ”قرآنوں“ پر اس پہلو سے بھی غور کیا جائے کہ کہیں اس میں لفظی تحریف بھی موجود نہ ہو۔

تحریک کا آغاز

واقعات کی طرف پلٹتے ہوئے فورٹ سنڈمین میں تیرہ جولائی دس بجے صبح کا منظر ابھرتا ہے۔ جمعیت العلمائے اسلام کے رہنما اور ڈپٹی سپیکر بلوچستان اسمبلی مولانا شمس الدین جو فورٹ سنڈمین سب ڈویژن اور تحصیل قلعہ سیف اللہ سے منتخب رکن صوبائی اسمبلی ہیں۔ فورٹ سنڈمین سب ڈویژن کے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر (مخفف۔ ای اے سی، پنجاب کے ایس ڈی ایم کی طرح) سے ملاقات کرتے ہیں۔ ان کے ہمراہ شہر کے معروف عالم مولانا محمد اسحاق خوشی بھی ہیں۔ مولانا شمس الدین، قاضی غلام سرور ان حضرات کے سامنے ضلعی انتظامیہ کے سربراہ ڈپٹی کمشنر پولیٹیکل ایجنٹ جناب فقیر محمد بلوچ سے فون پر رابطہ قائم کرتے ہیں۔ جواب ملتا ہے۔ یہ اہم معاملہ ہے۔ اس کے لئے صوبائی ہوم سیکرٹری جناب ارشاد احمد سے مشورہ ضروری ہے۔ اتفاق سے تیرہ جولائی کو جمعہ کا روز ہے۔ نماز جمعہ تک تین ساڑھے تین گھنٹوں میں پولیٹیکل ایجنٹ (مخفف پی۔ اے) جناب فقیر محمد بلوچ ہمارا استفسار کے باوجود کوئی جواب نہیں دے سکے۔ قصبے کی ہر مسجد میں تقاریر کا موضوع تحریف قرآن ہے۔

شام تک پی۔ اے ڈوب ہوم سیکرٹری سے تحریف شدہ قرآن کے نسخوں کی ضبطی کا حکم حاصل نہیں کر سکے۔ لوگوں میں اضطراب بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ لوگ حیران ہیں۔ اس جائزہات کا حکم دینے میں کیا چیز مانع ہے؟ غالباً صورت یہ ہے کہ صوبائی انتظامیہ کی طرف سے التواء کے ذریعے معاملہ نمٹانے کا حکم ہے۔ شام تک عوام کا اضطراب اشتعال میں تبدیل ہونے لگتا ہے۔ وہ مرزائیوں کو ضلع سے نکال باہر کرنے کی باتیں کرنے لگتے ہیں۔ پشتون خوا کے جواں سال رہنما حافظ عبدالغفور اور نوجوان عالم مولوی عبدالرحمن لاؤڈ سپیکر پر بازاروں میں اعلان کرتے ہیں کہ کل صبح آٹھ بجے ظریف شہید پارک میں جلسہ عام ہوگا۔ عوام کے علاوہ تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں اور کارکنوں کو بھی شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔

سیاسی اختلافات ختم

چودہ جولائی کی صبح داوی ڈوب پر چمکتا سورج فورٹ سنڈمین کے مختصر سے ظریف پارک اور ارد گرد کی سڑکوں پر عوام کا جم غفیر دیکھتا ہے۔ مقامی گورنمنٹ کالج اور سکول حافظ عبدالغفور اور مولوی عبدالرحمن کی اہل پر بند ہیں۔ ظریف پارک سے میل بھر دو واقعہ کالج ہائی سکول کے طلبہ چلے آ رہے ہیں۔ اس جلسہ میں حزب اختلاف کی سب جماعتیں شرکت کر رہی ہیں۔ نیپ پشتون خواہ (انسٹی ایچ جی کرپ) جس کا نیپ اور جمعیت سے حدودیہ سیاسی اختلاف ہے۔ بھی

شریک ہے۔ حافظہ عبدالغفور پشتون خوا کے رہنما ہیں۔ ان کے مرکزی صدر عبدالرحیم ایڈووکیٹ بھی جلسے میں حاضر ہیں۔ شہر کی جامع مسجد کے خطیب مولانا میرک شاہ شہر کے سب علماء سمیت موجود ہیں۔ فورٹ سنڈھین میں موثر تینوں جماعتوں پشتون خوا، جمعیت اور نیپ کے کارکنوں کی اکٹیل پر پورا بازار بند ہو چکا ہے۔ صرف برسر افتاد رہنما پارٹی بحیثیت جماعت کے شریک نہیں۔ البتہ اس کے اکا دکا کارکن جذبہ ایمانی سے مجبور جلسے میں حاضر ہیں۔

حافظ عبدالغفور کے قریبی رفیق جناب محمد فاروق کی بیٹھک سے پلے کارڈ اور بینرز لائے جاتے ہیں۔ جنہیں چند کارکن وہاں رات بھر تیار کرتے رہے ہیں۔ ان پر مرزائیوں کی تحریف شدہ قرآن کی خوری مضبوطی، مرزائیوں کے متعلق مختلف مطالبات درج ہیں۔ پارٹیوں کی تعمیر ختم ہو چکی ہے۔ فورٹ سنڈھین کے تمام عوام ناموس مصطفیٰ کی خاطر یک جان و یک قالب ہو چکے ہیں۔ جلسے کے اختتام پر ایک قرارداد منظور کی جاتی ہے جس میں تین مطالبات ہیں۔

۱..... کلام اللہ کے مرزائی نسخوں کی خوری مضبوطی کی جائے۔

۲..... مرزائیوں کو ۲۲ رکعت کے اعراد طلع وروب سے نکال دیا جائے۔

۳..... مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

بھائی کی ہلاکت

جلسے کے بعد عوام نے جلوس کی صورت اختیار کر لی اور شہر کی شرقی جانب بلند پہاڑی پر واقع پولیٹیکل ایجنٹ کے کیسل Castle رہائشی قلعہ کو چلے۔ جلوس بازار سے نکل چکا تھا کہ پیچھے چلنے والے ایک سو کے لگ بھگ نوجوان تھانہ بازار میں مڑ گئے جہاں ایک بھائی عبدالرزاق غفوری کی دکان کھلی تھی۔ اس بازار میں کھانے پینے والی اشیاء کی دکانیں بھی کھلی تھیں۔ لیکن ہڑتال کے لئے طے شدہ اصول کے مطابق یہ دکانیں کھلی رہ سکتی تھیں۔ جبکہ ایرانی بھائی پر چون کی دکان کا مالک تھا۔ نوجوان اس دکان کو دیکھ کر مشتعل ہو گئے۔ کہا جاتا ہے جب انہوں نے اسے دکان بند کرنے کے لئے کہا تو اس نے توقف کیا اور تاویل سے انہیں ٹالنا چاہا اور یہی چیز ان کی موت کا سبب بن گئی۔

مشتعل نوجوانوں کے اس ہجوم نے دکان کے ہاٹ اور بوتلیں مار مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ جلوس کی قیادت کرنے والے رہنماؤں میں سے اکثر کو اس کا علم تک نہ ہوا۔ حتیٰ کہ جب جلوس ضلعی دفاتر کی پہاڑی کے دامن میں واقع ”چلڈرن پارک“ پہنچا تو پولیٹیکل ایجنٹ جناب فقیر محمد بلوچ نمودار ہوئے اور انہوں نے بتایا کہ جلوس کے ایک حصے نے ایک بھائی کو مار ڈالا ہے۔

جلوس کے قائدین نے اپنے تین نکاتی مطالبہ پیش کیا۔ جناب بلوچ نے بتایا کہ ضلعی انتظامیہ مرزائی سربراہ مستزی اللہ یار کے گھر پر چھاپہ مار کر قرآن کے تحریف شدہ نسخے قبضہ میں لے چکی ہے۔ دوسرے مطالبے کے لئے جناب بلوچ نے مزید مہلت مانگی جسے جلوس کے قائدین نے منظور سے مزید چوبیس گھنٹے یعنی ۳۸ گھنٹے کر دیا۔ تیسرے مطالبے کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ مرکزی حکومت سے متعلق ہے اور وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ چنانچہ جلوس واپس ہو گیا۔

درزنداں کھلا

بہائی کی ہلاکت کے بعد حالات سنگین صورت اختیار کر سکتے تھے اور مرزائی بھی اسی قسمت سے دوچار ہو سکتے تھے۔ لیکن پولیٹیکل ایجنٹ جناب فقیر محمد بلوچ نے حکمت عملی سے حالات پر قابو رکھا مگر ایسا محسوس ہوتا ہے۔ صوبائی اور مرکزی دارالحکومت میں براجمان بعض حضرات کی طبع پر یہ سب کچھ گراں گزر رہا تھا۔ چنانچہ شام تک صورتحال بدل چکی تھی۔ ایک طرف بدنام زمانہ فیڈرل سکیورٹی فورس کے دستے فورٹ سنڈھین روانہ ہو چکے تھے۔ تو دوسری طرف گرفتاریوں کے احکامات جاری ہو چکے تھے۔ عصر کے وقت پولیس انسپکٹر نے خطیب جامع مسجد مولانا میرک شاہ کو پیغام بھیجا کہ وہ تھانے میں آئیں۔ کیونکہ کوسید سے ڈی آئی جی۔ پولیس آرہے ہیں جو ان سے صورتحال پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا میرک شاہ اور دوسرے حضرات تھانے گئے۔ انہیں گرفتاری کا یقین تھا۔ مولانا میرک شاہ نے تھانے میں پولیس انسپکٹر سے ڈی آئی جی کے بارے میں دریافت کیا تو پولیس انسپکٹر نے بتایا کہ وہ کوسید سے روانہ ہو چکے ہیں۔ آٹھ نو بجے رات کے درمیان یہاں پہنچیں گے۔ مولانا میرک شاہ نے کہا کہ وہ بھی اسی وقت آجائیں گے۔ پولیس انسپکٹر نے انہیں جانے دیا۔ شاید اس کی یہ وجہ بھی ہو کہ تھانے پر عوام کے ہجوم کا خطرہ تھا۔ نماز عشاء کے بعد مسجد سے ملحق مدرسے کے صحن میں تمام جماعتوں کے رہنماؤں اور نمایاں شہریوں کا کھلا اجلاس منعقد ہوا۔ اس وقت تک تصدیق ہو گئی کہ حکومت نے نوافرادی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا۔ جن میں مولانا میرک شاہ خطیب جامع مسجد دوسر پرست، جمعیت العلماء اسلام کے علاوہ شیخ عمر مندوخیل صدر مجلس تحفظ ختم نبوت، صوفی محمد علی سیکرٹری مجلس تحفظ ختم نبوت، مولانا رحمت اللہ، مولانا محمد اسحاق خوشی، مولوی عبدالرحمن، مولوی احمد شاہ، جناب محمد جان (پشتون خوا کے مقامی رہنما) اور حاجی مڑمند خان مردان زئی شامل ہیں۔

اس اجلاس میں طے پایا کہ پراسن تحریک جاری رکھی جائے گی اور گرفتاریاں پیش کی

جائیں۔ چنانچہ ڈپٹی سپیکر مولانا ٹمس الدین اور ان کو حضرات سمیت پینتیس افراد تھانے پہنچ گئے اور سب نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا۔

پولیس حکام نے کچھ پس و پیش کے بعد ان سب پینتیس کے پینتیس حضرات کو حوالات میں بند کر دیا۔ ڈپٹی سپیکر مولانا ٹمس الدین کی گرفتاری ملک بھر میں محسوس کیا جانے والا معاملہ تھا جس پر پولیس حکام اور ضلعی انتظامیہ ہالائی سطح پر رابطہ قائم کرنے پر مجبور تھی۔ وہاں سے یہی ہدایات آئیں کہ مولانا ٹمس الدین کو حوالات سے نکالنے کا منصوبہ بنایا جائے۔ کیونکہ وہ حوالات سے نکلنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ ان سے کہا گیا پولیٹیکل ایجنٹ ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا جواب تھا وہ یہاں آ کر مجھ سے بات کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد انہیں بتایا گیا۔ پولیٹیکل ایجنٹ تھانے میں آ گئے ہیں۔ ان کی درخواست ہے وہ دفتر میں آ کر ان سے مل لیں۔ مولانا ٹمس الدین تو جانے کے لئے تیار نہیں تھے۔ لیکن دوسرے حضرات کے اصرار پر جب وہ تھانے کے دفتر میں پہنچے تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ پولیس حکام نے غلط بیانی پر معذرت کرتے ہوئے مولانا ٹمس الدین سے کہا کہ انہیں یہ احکامات اوپر سے ملے تھے۔

جلتی پرتیل

پندرہ جولائی ۱۹۷۳ء کی صبح تک راتوں رات ضلعی انتظامیہ نے شہر بھر کے مرزائیوں کو جو ہال بچوں سمیت پچاس کے لگ بھگ تھے۔ ایک جگہ جمع کر لیا۔ اس سے جو شتران کے گھروں پر پولیس اور فرنٹیئر کور (میلیشیا) کے خود کار تشہین ہتھیاروں سے مسلح دستے متعین کر دیئے گئے تھے۔ حالانکہ تحریک کے رہنماؤں نے ۳۸ رکھنے تک ان کا ہال بیکانہ ہونے کی یقین دہانی کرائی تھی۔ پندرہ جولائی کی صبح جب مرزائیوں کو لے جانے والی بس تھانے کے سامنے کھڑی تھی۔ ایک جھوم وہاں جمع ہو گیا اور اسی میں سے کسی نے فائر کر دیا۔ جو مرزائیوں کے سربراہ مستری اللہ یار کے بازو میں لگا۔ بعد میں پولیس نے ڈرگ عبدالرحمن کو ہائی کو فائرنگ کے الزام میں پکڑ لیا۔ فائرنگ کے اس حادثے کے بعد مرزائیوں کے انخلاء کو ملتوی کر دیا گیا۔ پندرہ جولائی کو گرفتاریوں کے خلاف ایک روزہ ہڑتال پہلے ہی تھی۔ لیکن اب مرزائیوں کے انخلاء میں التواء نے جلتی پرتیل کا کام کیا۔ تحریک کے باقی ماندہ رہنماؤں نے فیصلہ کیا کہ اس وقت تک مکمل ہڑتال جاری رہے گی جب تک ان تین مطالبات کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔

..... ۱۔ ڈوب سے مرزائیوں کا فوری انخلاء۔

۲..... تمام گرفتار شدگان کی غیر مشروط رہائی۔

۳..... مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

ہڑتال بے مثال

درحقیقت یہی وہ لمحہ تھا جب تحریک کے قائدین نے بے وقت اور بے مثل فیصلہ کیا اور اسے ناکامی سے بچالیا۔ اس فیصلے کی بدولت ایک طرف مشتعل عوام کی تمام تر قوت مکمل ہڑتال کے پر امن راستے پر صرف ہونے لگی۔ دوسری طرف بے قابو اشتعال کے بجائے ایک محسوس منزل مقصود (Goal) دے دی گئی۔ وہ منزل پہلے دو مطالبات کی صورت میں تھی۔ پر امن مکمل ہڑتال کے نتیجے میں کھانے پینے کی دکانیں یعنی ہوٹل، تہذور، داشت (یہ پٹھان طرز کے تہذور ہیں جو بیکریوں کی بھٹیوں سے مشابہ ہیں) اور سبزی کی دکانوں وغیرہ کے سوا پورا بازار بند تھا۔ بسیں اور دیگر سواریاں بند تھیں۔ سکول کالج بند تھے۔ حتیٰ کہ سرکاری دفاتروں میں حاضری بردائے نام رہ گئی تھی۔ حکومت نے اس صورتحال پر قابو پانا چاہا۔ حکومت نے جبر اور اشتعال کے سبب جریوں کو آزمایا۔ چنانچہ اگلے ہفتے کی داستان عوام اور حکومت کے درمیان اسی کشمکش سے عبارت ہے جس میں حکومت زیر ہوئی اور ژوب کے عوام کا عزم ہلکا خر کا میاب رہا۔

ڈپٹی سپیکر کا اغواء

اسی روز رات تک فیڈرل سکیورٹی فورس فورٹ سنڈیمین پہنچ گئی۔ چنانچہ اگلے روز سولہ جولائی سے طاقت کا تنگا مظاہرہ شروع ہوا۔ عوام کی طرف تانی ہوئی مشین گنوں اور دوسرے خودکار ہتھیاروں سے لیس دستوں نے گاڑیوں پر سوار شہر کا گشت شروع کیا۔ تاکہ انہیں ہراساں کیا جاسکے۔ دفعہ ۱۴۳ اہم نافذ کر دی گئی۔ فورٹ سنڈیمین سب ڈویژن کے ای۔ اے۔ سی نے شہر میں ڈھنڈو مچا دیا۔ یہاں ابھی تک اعلان کی یہ کلاسیکل روایت قائم ہے کہ کاندھار دکانیں کھول دیں۔ ورنہ جو دکان بند پائی گئی اسے سرکاری سیل کر دے گی۔ گویا جتن سرکار ضبط کر لیا جائے گا۔ طلبہ کو اپنی تعلیم گاہوں میں پہنچنے کی ہدایت کی گئی اور ٹرانسپورٹ کو جاری کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ لیکن عوام منظم ہو چکے تھے۔

انہوں نے نہ دکانیں کھولیں، نہ ٹرانسپورٹ چلائی اور نہ دفعہ ۱۴۳ اہم کی پروا کی۔ اس روز دفعہ ۱۴۳ اہم کوڑنے والوں میں سابق ڈپٹی وزیر مغربی پاکستان و حال صدر ضلعی نیپ جناب صالح محمد مندوخیل سبقت لے گئے۔ نماز عصر سے پیشتر جامع مسجد میں جلسہ ہو رہا تھا۔ ڈپٹی سپیکر مولانا شمس

الدین تقریر کر رہے تھے۔ تھانے کے سامنے نوجوانوں کا ایک مختصر سا جھوم تھا جو حوالات میں بند ختم نبوت کے قیدیوں سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔ انتظامیہ نے یہ موقع غنیمت جانا اور ختم نبوت کے قیدیوں کو فورٹ سنڈمین سے نکال کوئٹہ لے جانے کا منصوبہ بنایا۔ علماء اور دیگر قیدیوں کو بند ٹرکوں میں ڈال کر فیڈرل سکیورٹی فورس کی مدد سے لکھنا چاہا۔

تھانے کے سامنے موجود مختصر سا جھوم آڑے آیا۔ جس پر پولیس نے بے دردی سے لاٹھی چارج کیا۔ پشتون خواہ کے معزوف رہنما جناب شیر جان مند و خیل اور اسلامی مدرسے کے ایک طالب علم صدر محمد زخمی ہوئے۔ جناب شیر جان شدید چوٹیں لگنے کے باعث بے ہوش ہو گئے اور یوں مار دھاڑ کرتے ہوئے پولیس اور فورس، ختم نبوت کے قیدیوں کو لے کر کوئٹہ روانہ ہونے میں کامیاب ہو گئیں۔ اس کی اطلاع جب جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے بلوچستان کے نوجوان ۲۹ سالہ ڈپٹی سپیکر مولانا ٹمنس الدین تک پہنچی تو انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ہم حکومت کو کل اس کا جواب ایک اہم جوابی اقدام سے دیں گے۔ لیکن اسی رات پچھلے پھر فیڈرل سکیورٹی فورس کے تین مسلح افراد نے ان کے گھر کا گھیراؤ والا اور انہیں گرفتار کر کے لے گئے۔ گرفتاریوں کے وقت قبائلی روایات کے مطابق ان کے چھوٹے بھائی اور چند دوسرے افراد نے مزاحمت کی اجازت طلب کی۔ لیکن مولانا ٹمنس الدین نے کہا کہ وہ جمہوری سیاست کے قائل ہیں اور پھر ختم نبوت کی راہ میں یہ تکالیف ان کے لئے سعادت کا باعث ہیں۔

مولانا ٹمنس الدین کو سورج نکلنے سے پیشتر کا کڑخراساں کی سڑک پر واقع ایک گاؤں شغالو پہنچایا گیا۔ جہاں ڈوب طیشیا کی چوکی بھی ہے۔ مولانا ٹمنس الدین کو اس سڑک کے ذریعے کوئٹہ لے جانے کا طویل راستہ اس لئے اختیار کیا گیا تھا کہ فورٹ سنڈمین سے کوئٹہ جانے والی شاہراہ پر پچیس میل دور بیٹا بازار کے قریب لگ بھگ دو سو افراد سڑک کو روکے ہوئے تھے۔ اور جب ختم نبوت کے قیدی وہاں سے گزرے تو پولیس اور فورس کے حکام نے غلط بیانی سے کام لے کر ان ٹرکوں کو گزرا تھا۔ انہوں نے سڑک پر دھڑا مارے ہوئے عوام کو یہ بتایا تھا کہ ان بند ٹرکوں میں مرزائی ہیں جنہیں عوامی مطالبے کے مطابق ضلع بدک کیا جا رہا ہے۔ (ختم نبوت کے قیدیوں پر کیا گزری؟ اس کا ذکر آگے چل کر ہوگا) اب اس بات کا پورا امکان تھا کہ وہ لوگ دوبارہ دھوکے میں نہیں آئیں گے۔

غیرت کا سوال

ملیشیا کی چوکی میں چائے پلانے کے بعد مولانا ٹمس الدین کو شغالو سے آگے نکالا گیا۔ تو چند میل دور سڑک کے کنارے کھڑے دو قبائلی ملکوں ملک حاجی غلام حیدر مردان زئی اور ملک عبدالرحیم لون نے مولانا ٹمس الدین کو پہچان لیا اور یہ بھی سمجھ گئے کہ انہیں گرفتار کر کے لے جایا جا رہا ہے۔ یہ حضرات اپنے ساتھیوں سمیت سائیکلوں پر شغالو پہنچے اور وہاں سے بار برداری کا ایک ٹرک لے کر تعاقب میں روانہ ہو گئے اور بالآخر اس ٹرک کو جالیا اور اسے رکنے پر مجبور کر دیا۔ کہ جب حکومت کی فورسز ختم نبوت کے قیدی مولانا ٹمس الدین کو فورٹ سنڈیمین کو بندہ شاہراہ عام سے نہیں لے جاسکتیں۔ تو ان کے علاقے سے بھی گزار کر نہ لے جائیں۔ کیونکہ یہ ان کی اور ان کے قبیلے کی ننگ (غیرت) کا سوال ہے اور وہ کل اپنے کسی سیال (ہم چشم) کا کوئی بیغور (طعنہ) سننے سے بیشتر آج مرنا زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔ (ننگ) بیغور اور سیال کے الفاظ پشتون بالخصوص قبائلی معاشرے میں بہت گہرے معانی رکھتے ہیں۔ قبائلی تو ہر وقت مسلح ہی رہتے ہیں۔ حضرات بھی مسلح تھے۔

تصادم کا خطرہ شدید تھا۔ بالآخر مولانا ٹمس الدین کے سمجھانے پر قبائلی اس بات پر آمادہ ہوئے کہ واپس شغالو چلا جائے اور وہاں پر موجود دائر لیس کے ذریعے ضلعی حکام سے رابطہ قائم کیا جائے۔

شغالو واپس پہنچے تو ۱۷ جولائی کا پورا دن ضلعی حکام نے صوبائی اور مرکزی حکمرانوں سے احکامات لینے میں گزارا۔ اگرچہ بڑی تعداد میں مسلح قبائلی عوام ملیشیا کے قلعے کا محاصرہ کر چکے تھے۔ عوام کا کہنا تھا مولانا ٹمس الدین کو واپس فورٹ سنڈیمین لے جائیں۔ ۱۸ جولائی کی صبح شغالو میں مولانا ٹمس الدین کو لینے ایک فوجی ہیلی کاپٹر آیا۔ قبائلی عوام مولانا ٹمس الدین کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے لے جانے کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں شک تھا یہ ہیلی کاپٹر انہیں فورٹ سنڈیمین کے بجائے کہیں اور لے جائے گا۔ مولانا ٹمس الدین نے قبائلی ملکوں اور عوام سے کہا کہ آپ نے بہترین تنگیالی (غیرت مندی) کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اب اگر حکومت وعدہ خلافی کرتی ہے تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنے آپ کو ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر گرفتاری کے لئے خود پیش کیا ہے۔ اب حکومت جہاں چاہے مجھے لے جائے۔ آپ لوگوں کو تعرض نہیں کرنا چاہئے۔

اس طرح مولانا شمس الدین نے حکمت سے بدترین خونِ تصادم کو ٹالا۔ مولانا شمس الدین کو پہلی کا پٹر کے ذریعے شغالو سے قلعہ سیف اللہ اور مسلم باغ سے ہوتے سمٹھکی (کوئٹہ) ایئر پورٹ پر لایا گیا۔ جہاں سے درہ بولان اور سی سے ہوتے ہوئے اسی شام انہیں ضلع سی کے مشہور مقام ماوند پہنچا دیا گیا۔ ماوند مری قبیلے کا وہی گاؤں ہے جسے مری علاقے میں فوجی کارروائیوں کے لئے بیس کمپ بنایا گیا۔

یہ تھی ڈپٹی سپیکر بلوچستان مولانا شمس الدین کے سرکاری اغواء کی مختصر روداد..... سرکاری اغواء اس لئے کہ نہ انہیں گرفتاری کے وقت وارنٹ دکھائے گئے اور نہ بعد میں حکومت نے ان کی گرفتاری کا اعتراف کیا۔ جب ہفتوں کے اضطراب، عوامی تحریک اور حزب اختلاف کے دباؤ نے حکومت کو اصل واقعات بیان کرنے پر مجبور کیا۔ تو مرکزی وزیر داخلہ خان قیوم نے انکشاف کیا کہ مولانا شمس الدین ماوند میں آزاد ہیں۔

مجلس عمل

مولانا شمس الدین نے ۷ اراگست تک اپنی اکیس روزہ اس جبری ”آزادی“ میں سرزمین پاکستان پر ایرانی فوجیوں کے علاوہ کیا کچھ دیکھا؟ یہ سب کچھ وہ خود کراچی کے پریس کلب میں بتا چکے ہیں۔ اس لئے ہم فورٹ سنڈھین کی طرف لوٹتے ہیں۔ جہاں ۱۶ جولائی کو رضا کاروں سے ترتیب دیئے جانے لگے تھے۔ تاکہ ہڑتال کو پرامن اور منظم رکھا جاسکے۔ مولانا شمس الدین کی گرفتاری تک وہی اس تحریک کے ”فلگ ہیڈ“ تھے۔ اور ان کی نمایاں شخصیت سے محرومی نے ان لوگوں کے لئے جو درحقیقت تحریک کے روح رواں تھے۔ فوری طور پر تنظیم کا مسئلہ پیدا کر دیا۔ خطرہ تھا چیدہ چیدہ علماء کی گرفتاری اور اس کے بعد مولانا شمس الدین کا اغواء تحریک کو بے سری کر دے گا اور اس طرح یہ ختم ہو کر رہ جائے گی۔ شاید حکومت کا یہی منشاء ہو۔ لیکن فورٹ سنڈھین اور ضلع ڈوب کے عوام کے احساسات جن بلند یوں پر تھے وہاں تنظیم اور نظم و ضبط مشکل کام نہ تھا۔ چنانچہ ۷ جولائی کو باقی ماندہ سیاسی شخصیتوں اور نمایاں شہریوں پر مشتمل نور کئی مجلس عمل بنائی گئی جس کے چیئرمین مولانا عماد الدین قریشی تھے۔ اس میں سابق ڈپٹی مسٹر جناب صالح محمد مندوخیل، عبدالرحیم ایڈووکیٹ، ملک یونس، مولانا صہبغ اللہ شیرانی، جناب شیر جان مندوخیل، حاجی عبدالواحد خان الہوڑی، حاجی محمد خان اور حافظ عبدالغفور شامل تھے۔ حافظ عبدالغفور پر مجلس عمل کی سیکرٹری شپ کے فرائض عائد کئے گئے۔ بعد میں ضرورت کے مطابق اس مجلس عمل کی توسیع جاری رہی۔

مجلس عمل نے سب سے پہلے تمام شاہراہوں کی تاکہ بندی کا انتظام کیا۔ فورٹ سنڈیمین سے چاروں طرف نکلنے والی سڑکوں پر مجلس عمل کے رضا کاروں نے تاکہ بندی کی خاطر چین (زنجیر) لگا دیے۔ کسی سرکاری یا پرائیویٹ گاڑی کو مجلس عمل کی اجازت کے بغیر شہر سے جانے کی اجازت نہ تھی۔ سرکاری گاڑیوں میں یہ دیکھا بھلا جاتا تھا کہ کہیں اس میں کسی کو گرفتار کر کے تو نہیں لے جایا جا رہا۔ یہ کیفیت مولانا ٹمس الدین کے سرکاری اغواء کا رد عمل تھی۔ ہر تاکہ پر رضا کاروں اور عوام کی بھاری تعداد موجود ہوتی تھی۔ چنانچہ ۲۲ جولائی تک مکمل ہڑتال کے دوران انتظامیہ کے اعلیٰ ترین افسر بھی مجلس عمل کی اجازت سے آتے جاتے تھے۔ شہر میں اگرچہ فیڈرل سیورٹی فورس کا لاریوں پر سوار مسلح گشت جاری تھا۔ لیکن درحقیقت شہر کا انتظام مجلس عمل کے ہاتھ میں تھا۔ پولیس اپنے تھانے اور پولیس لائن میں عملاً نظر بند ہو چکی تھی۔

پولیس کے ہادر دی اکا دکا سپاہی صرف فیڈرل سیورٹی فورس کی لاریوں میں رہنمائی کے لئے نظر آتے تھے۔ اس کے باوجود فورٹ سنڈیمین میں نہ تو بینکوں کو لوٹا گیا۔ نہ سرکاری عمارات تباہ کی گئیں اور نہ عوام میں سے کسی کو نقصان پہنچا۔ حکومت کی طرف سے اشتعال۔ کئی مرحلے آئے۔ لیکن فورٹ سنڈیمین کے دلیر عوام نے شعور پر گرفت ڈھیلی نہ کی۔ اڑتی اڑتی اطلاع یہ بھی ہے کہ ڈوب اور فورٹ سنڈیمین شہر کے عوام کی اس پرامن جدوجہد، جائز مطالبات، ممبر و عظیم اور جوش اور دلولہ سے خود فیڈرل سیورٹی فورس کے جوان بھی اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے ایک سے زیادہ مواقع پر احکامات کے باوجود گولی چلانے سے انکار کر دیا۔

شہر کا انتظام

اب شہر کے انتظام کا حال سنئے۔ مجلس عمل کی نگرانی میں کسی ناگزیر ضرورت کے لئے دکان کھلائی جاسکتی تھی۔ ہر روز ڈیڑھ گھنٹے کے لئے اعلان کروہ میڈیکل سٹور کھولنے کی اجازت ہوتی تھی۔ تاکہ مریضوں کے لئے ادویات لی جاسکیں۔ رضا کاروں نے ہڑتال کے باوجود اشیائے خوردنی کی قیمتوں کو بڑھنے نہ دیا۔ نہ ان کی قلت پیدا ہونے دی۔ ہاربرداری کے ٹکوں کو شہر سے مال لے جانے اور لانے کی اجازت تھی۔ اس طرح خوراک اور اجناس کی کمی کا خطرہ پیدا نہ ہونے دیا گیا۔ صدر مملکت (اس وقت مسٹر ذوالفقار علی بھٹو تھے) صوبائی گورنر، صوبائی وزیر اعلیٰ، مرکزی اور صوبائی وزراء، مرکزی و صوبائی ہوم سیکرٹریوں اور اخبارات کے ایڈیٹروں کو صورتحال اور مطالبات پہنچی تاریخیں ارسال کی جاتی رہیں۔ اب ان تین مطالبوں میں ایک اور مطالبے کا اضافہ ہو چکا تھا۔ ختم نبوت کے قیدی مولانا ٹمس الدین کو رہا کرو۔

زنداں کا سفر

۱۹ جولائی تک حکومت مختلف حربے آزماتی رہی اور یہ بھی انتظار کرتی رہی کہ طویل ہڑتال کی وجہ سے شاید تحریک خود ہی جان دے دے۔ لیکن یہ امیدیں بر نہ آئیں۔ چنانچہ ایک طرف بعض قبائلی ملکوں کی مدد سے فورٹ سنڈین میں مجلس عمل سے سلسلہ جہانی شروع کیا گیا تو دوسری طرف کوسٹہ میں گرفتار شدگان سے وزیر اعلیٰ جام غلام قادر نے خود مذاکرات شروع کئے۔ مذاکرات کی بات کرنے سے بیشتر ختم نبوت کے ان قیدیوں پر بیٹے ہوئے واقعات کا قصہ بیان ہوتا چاہئے۔

۱۶ جولائی کی شام جب ان میں سے ۳۳ قیدیوں کو دو ٹرکوں میں دھکیل کر ڈالا گیا۔ ٹرکوں کو قشوں اور ترپالوں سے بند کیا گیا تھا۔ شہر میں لاٹھی چارج اور تشدد کے ذریعہ راستہ صاف کر کے جب انہیں کوسٹہ لے جایا جا رہا تھا تو عوام نے مینا بازار میں ٹرک روک لئے۔ اس وقت ختم نبوت کے ان قیدیوں نے فیصلہ کیا کہ خاموش بیٹھے رہیں گے اور حکام کو جھوٹ بولنے دیں گے کہ ان ٹرکوں میں مرزا نیوں کو لے جایا جا رہا ہے۔ کیونکہ سڑک پر دھڑنا مارے مسلح اور غیر مسلح قبائلی عوام کو اگر یہ معلوم ہوا کہ ان میں ختم نبوت کے قیدی ہیں، تو وہ جان پر کھیل جائیں گے۔ لیکن ٹرکوں کو گزرنے نہیں دیں گے۔ راستے میں ان ٹرکوں سے کہیں بھی علماء اور شہریوں کو نماز کے لئے بھی باہر نکلنے کی اجازت نہ دی گئی اور نماز کے لئے ٹرک رکوانے کی مسلسل درخواستوں کو نظر انداز کیا۔ حتیٰ کہ ان حضرات نے حتم کر کے تین نمازیں چلتے ٹرکوں میں ادا کیں۔ ایک قیدی عبدالرحمن زرگر جس پر فائرنگ کا الزام تھا۔ کوسٹہ کے قریب پکلاک میں اتار کر کہیں اور لے جایا گیا۔ باقی ۳۲ قیدیوں میں سے سات نمایاں علماء حضرات کو کوسٹہ جیل میں رکھا گیا اور ۲۵ افراد مجھ بھیج دیئے گئے۔

جام صاحب کے منہماں

وزیر اعلیٰ جام غلام قادر کے حکم پر ۱۹ جولائی کی رات ان سات حضرات کو جن میں خطیب جامع مسجد مولانا میرک شاہ اور دوسرے علماء شامل تھے۔ ان کے بیٹھے پر لایا گیا۔ نوبت سے رات بارہ بجے تک ان ”قیدیوں“ سے وزیر اعلیٰ کی گفتگو جاری رہی۔ جام صاحب کا اصرار تھا قیدی فورٹ سنڈین فون کر دیں کہ انہیں رہا کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کل سے ہڑتال ختم کر دی جائے۔ مولانا میرک شاہ اور ان کے ساتھیوں کا موقف موقف تھا کہ جب تک مرزا نیوں کو ضلع بدر

نہیں کیا جاتا اور ختم نبوت کے تمام گرفتار شدگان کو رہا نہیں کیا جاتا۔ وہ فورٹ سنڈیمین میں کسی سے بات کرنے کے لئے تیار نہیں۔ جام صاحب ان گرفتار شدگان کو آہستہ آہستہ ٹھہروں میں رہا کرنا چاہتے تھے اور ضمانتیں بھی طلب کرتے تھے۔ یہ شرائط ناقابل قبول تھیں۔ ہلا خراں سات حضرات نے فیصلہ دیا کہ جب تک اس معاہدے پر عمل درآمد نہ ہو۔ وہ فورٹ سنڈیمین فون کرنے پر تیار نہیں۔ چنانچہ جام صاحب نے اپنے ان مہمالوں کو وزیر اعلیٰ ہاؤس سے جیل بھجوا دیا۔

مرزائیوں کا انخلاء

بات یہ تھی کہ اگلے روز ۲۰ جولائی کو جمعہ تھا اور صوبائی حکومت شدید رجول کے اندیشوں میں مبتلا تھی اور مذاکرات کا یہ سلسلہ اسی خوف کے پیش نظر تھا۔ مجلس عمل کی دانشمندی سے بیس جولائی کا جمعہ پر امن گزرا۔ ادھر فورٹ سنڈیمین میں حکومت نے معجز ملکوں اور شہریوں کے ذریعے مجلس عمل سے رابطہ پیدا کیا۔ ان میں کلی اپوزٹی کے ملک عصمت اللہ، ملک دین محمد شیرانی، حاجی سفرخان اور دوسرے سولہ افراد شامل تھے۔ ان انیس حضرات نے جامع مسجد میں عوام کے سامنے یہ اقرار کیا کہ وہ ۲۵ جولائی سے مرزائیوں کے انخلاء اور ختم نبوت کے قیدیوں کی واپسی کے ذمہ دار ہیں اور اگر ایسا نہ ہوا تو وہ دس ہزار روپے فی کس یعنی ایک لاکھ نوے ہزار روپے مجلس عمل کو ادا کرنے کے پابند ہوں گے۔ حکومت نے ۲۱ جولائی کی صبح مرزائیوں کو ایک بس کے ذریعے کوئٹہ روانہ کیا جس کی صورت یہ تھی کہ بس کی آگلی نشست پر عوام کی طرف سے حاجی سفرخان بطور ریاضال بیٹھے تھے اور بس کے آگے پیچھے ہماری اور ہلکے خود کار آتشین ہتھیاروں سے مسلح فورسز کے ٹرکوں پر سوار تھے۔

قید سے رہائی

۲۲ جولائی کی صبح کو کوئٹہ جیل میں بند سات افراد کو رہا کر دیا گیا۔ حکومت چاہتی تھی یہ حضرات فوری طور پر روانہ ہو جائیں تاکہ کہیں کوئٹہ میں مرزائیوں کے خلاف تحریک شروع نہ ہو جائے۔ ان سات حضرات کو چھ جیل کے قیدیوں کا انتظار تھا۔ جیسے ہی وہ پہنچے۔ حکومتی ذرائع انہیں ٹرکوں پر سوار کر کے فورٹ سنڈیمین روانہ ہو گئے۔ اب فرق صرف اتنا تھا کہ مسلح گمرانوں کی تعداد نسبتاً کم تھی اور بزرگ علماء ٹرکوں کی فرنٹ سیٹوں پر بٹھایا ہوا تھا۔

۲۳ جولائی کی صبح فورٹ سنڈیمین رہائی کی اطلاع مل چکی تھی۔ چنانچہ بہت سے لوگ

رہا شدہ قیدیوں کے استقبال کے لئے کوئٹہ کی سڑک پر ۲۲ جولائی کو گھنٹہ رہے۔ لیکن ختم نبوت کے یہ قیدی ۲۳ جولائی صبح دس بجے فورٹ سنڈمین پہنچے۔ ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔

فورٹ سنڈمین پہنچنے کے بعد ان قیدیوں کو معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے ضمانت ناموں پر دستخط کرنا ہوں گے۔ یہ معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ کیونکہ قیدی غیر مشروط طور پر رہا ہوئے تھے۔ لیکن قبائلی ملکوں اور معتبروں نے بیچ میں پڑ کر صورتحال کو بگڑنے سے بچایا اور خود ہی ضمانتیں دے ڈالیں اور کہا گیا کہ یہ صرف مقدمے کی صورت حاضر ہونے کی ضمانت ہے۔ لیکن ابھی تک ختم نبوت کے ایک قیدی مولانا شمس الدین کا کچھ پتہ نہیں تھا اور حکومت ان کی ذمہ داری بھی قبول نہیں کر رہی تھی۔ چنانچہ ہڑتال تو ختم ہو گئی۔ لیکن جلسے جلوس ختم نہ ہوئے۔ اسی دوران مجلس عمل نے متحدہ جمہوری محاذ کے سیکرٹری جنرل پروفیسر عبدالغفور کو مولانا شمس الدین کے سرکاری اغواء اور پھر پراسرار تشدد کی کے متعلق تادیبی اور التماس کی کہ متحدہ جمہوری محاذ کی طرف سے اس مسئلے کو قومی اسمبلی میں اٹھایا جائے۔ غالباً یہی تار حزب اختلاف کی طرف سے بلوچستان کے ڈپٹی سپیکٹر کی تشدد کا معاملہ قومی اسمبلی میں زیر بحث لانے کا باعث بنی۔ دو اگست تک مولانا شمس الدین کی رہائی اور ختم نبوت کے قیدیوں پر سے مقدمات کی واپسی کا معاملہ جلسے جلوسوں تک محدود رہا۔ اس دوران کوئٹہ میں ۳۰ جولائی کو عبدالرحمن زرگر کو رہا کیا گیا۔ تو ۳۱ جولائی کو فورٹ سنڈمین اس کی آمد پر زبردست جلوس نکالا گیا اور شہر سے سولہ میل دور ہاون زئی سے اسے جلوس کی صورت میں لایا گیا۔ لیکن حکومت کے کان پر جوں نہ رہی۔ حالانکہ وہ فورٹ سنڈمین شہر اور ضلع ژوب کے عوام کی بیداری اور یکجہتی کا مظاہرہ دیکھ چکی تھی۔

بھوک ہڑتال

۳۱ اگست سے اس تحریک نے نیا رخ اختیار کیا اور ظریف پارک میں مجلس عمل کی ہدایات پر پانچ افراد نے تہی مطالبات کے لئے بھوک ہڑتال شروع کر دی۔ اب مطالبات یہ تھے۔

-۱ مولانا شمس الدین کو رہا کیا جائے۔
-۲ گرفتار شدہ قیدیوں پر سے مقدمات ختم کئے جائیں۔
-۳ مرزا ایچ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

بھوک ہڑتال کے سلسلے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ اس میں علماء نے بھی شرکت کی۔ ہڑتال کی صورت یہ تھی کہ پہلے روز ۲۴ گھنٹے کی بھوک ہڑتال ہوئی۔ تیسرے روز ۲۸ گھنٹے کی بھوک ہڑتال شروع ہوئی۔ ۴ اگست تک پہنچے پہنچے ۷۲ گھنٹے کی بھوک ہڑتال شروع ہو چکی تھی اور پروگرام یہ تھا کہ اسی طرح بھوک ہڑتال کا عرصہ بڑھایا جاتا رہے گا۔ علماء نے اس بھوک ہڑتال میں شرکت کا جواز پشتونوں کی اس روایت سے نکالا کہ جب دوست قبائل یا خاندانوں کا آپس میں کوئی تنازعہ ہو جاتا ہے تو وہ اپنے اپنے وفد لے کر دوسرے گاؤں یا گھر پہنچ جاتے ہیں۔ دھرمادے کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس وقت تک کوئی تواضع قبول نہیں کرتے۔ جب تک ان کے مطالبات تسلیم نہیں کر لئے جاتے یا معاملہ خوشدلی سے طے نہیں ہو جاتا۔

اس روایت کو پشتو میں ”نخورہ“ کہتے ہیں۔ ”نخورہ“ کے دوران میں ہفتہ ہفتہ بھر پانی یا تمباکو تو پیا جاتا ہے لیکن کچھ کھایا نہیں جاتا اور بعض صورتوں میں چائے یا لسی پی لی جاتی ہے۔ لیکن کھانا یا ماکولات کی کسی دوسری نوعیت کی تواضع قبول نہیں کی جاتی۔ علماء نے اس بھوک ہڑتال کو جدید سیاسی ”نخورہ“ قرار دے کر اس میں شرکت کی۔ سترہ اگست کو جس دن مولانا شمس الدین کو رہا کیا گیا۔ اسی روز بھوک ہڑتال میں جامع مسجد کے خطیب مولانا میرک شاہ، مولانا محمد اسحاق خوشی اور دوسرے جدید علماء نے شریک ہونا تھا۔

اور پھر جیت ہو گئی

سترہ اگست کو رات گیارہ بجے ڈپٹی سپیکر مولانا شمس الدین سنڈیمین پہنچے۔ انہیں شہر سے سولہ میل دور جلوس کی صورت میں لایا گیا تھا۔ آدمی رات کو شہر میں میلے کا ساں تھا۔ شہر میں جلوس کا گھٹ ظریف پارک پر ختم ہوا۔ جہاں ۷۲ گھنٹے کے ۱۴ ہڑتالی بیٹھے تھے۔ اگلے روز صبح مجلس عمل کے کھلے اجلاس میں یہ طے کیا گیا کہ بھوک ہڑتال ختم کی جائے۔ کیونکہ ایک بڑا مطالبہ ختم نبوت کے آخری قیدی مولانا شمس الدین کی رہائی مان لیا گیا ہے اور دوسرا بڑا مطالبہ مرزا نیوں کو اقلیت قرار دینا پورے ملک سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے لئے ملک گیر تحریک کی ضرورت ہے۔ تیسرے مطالبے مقدمات کی واپسی کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ اگر مقدمات چلانے کی کوشش کی گئی تو اس دعوے کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

اتحادہ اگست کی صبح کو بھوک ہڑتال ایک تقریب کے ساتھ ختم ہوئی۔ بھوک ہڑتالوں کو پھولوں سے لادا گیا۔ جامع مسجد میں جلسہ عام ہوا جس میں مولانا شمس الدین نے اپنے سرکاری

اغواء کی کہانی سنائی اور دوسرے مقررین نے تحریک کی کامیابی کا جائزہ لیا۔

دو کامیابیاں، تین سوال

ڈوب کی اس تحریک نے ہر امن طریقے سے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی مثال قائم کرنے کے علاوہ دو واضح کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ پہلی تو یہ کہ ضلع ڈوب اب ہمیشہ کے لئے مرزائیوں سے صاف ہو گیا اور دوسری یہ کہ ڈوب میں قرآن پاک کے تحریف شدہ نسخے ضبط کر لئے گئے ہیں اور اب آئندہ یقیناً کسی کو کم از کم ڈوب میں ایسی حماقت کی جرأت نہ ہوگی۔ لیکن اس کے ساتھ مقامی اور ملکی سطح پر چند ایک سوال اٹھتے ہیں۔ اول تو یہ کہ قرآن پاک کے ان تحریف شدہ مرزائی نسخوں کی ضبطی کیا صرف ضلع ڈوب کا مسئلہ ہے؟ کیا ملک کے دوسرے ۵۵ ریجنیں اضلاع اور ریجنوں میں ایسی ہی کارروائی کی ضرورت نہیں اور پھر یہ بھی کہ آیا ضلعی حکام نے ایسے نسخوں کی ضبطی کے لئے باقاعدہ احکامات جاری کئے ہیں۔ یا صرف چند نسخوں کو قبضہ میں لے کر عوام کو مطمئن کیا جا رہا ہے؟ ضلع ڈوب کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ (پولیسنگل ایجنٹ) کو اس سلسلے میں واضح احکامات جاری کرنا چاہئیں۔ تاکہ تحریف شدہ نسخوں کی ضبطی باقاعدہ قانونی صورت اختیار کر لے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ تحریک ہی میں حصہ لینے والوں پر قائم شدہ مقدمات واپس کیوں نہیں لئے جا رہے؟ کیا صوبائی یا مرکزی حکومت یہ مقدمات باقی رکھ کر ان لوگوں کو کسی مناسب موقع پر سزا دینا چاہتی ہے، جنہوں نے دینی غیرت و حیثیت کا ثبوت دیا اور قومی اہمیت کے اور قومی سلامتی سے متعلق ایک مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی۔ اسی بات کا ایک پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مرزائی عناصر نے اپنی قوت سے کام لے کر یہ مقدمات قائم رکھے ہیں۔ اور موقع پانے پر ڈوب کے عوام سے بدلہ چکا نہیں گئے۔

تیسرا سوال بلوچستان کے ڈپٹی سپیکر مولانا محسن الدین کو سرکاری طور پر اغواء اور گم رکھنے سے متعلق ہے۔ مولانا محسن الدین کی بلا وارنٹ گرفتاری کا باعث اینٹی مرزائی تحریک میں حصہ لینا ہے۔ کیا مرزائی یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جو ان کے مقابلے میں آئے گا۔ چاہے وہ منتخب نما سجدہ ہو یا اسمبلی کا ڈپٹی سپیکر، اسے ایسے غائب کیا جاسکتا ہے کہ نام و نشان نہ ملے۔ پاکستان میں مرزائیوں کے ہاتھ ہمیشہ لمبے رہے ہیں اور اب اگر وہ ایسی دیدہ دلیری پر اتر آئے ہیں کہ منتخب نما سجدہ کو بلا وارنٹ جس بے جا میں رکھوا سکیں تو ان کا سد باب ہونا چاہئے۔

بشکر یہ ہفت روزہ زندگی لاہور مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۷۳ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي بعث فينا نبياً

اسلام میں عقیدہ ختم نبوت



حضرت مولانا فضل حق پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

غیر سیاسی تبلیغی جماعت ہے۔ اتحاد بین المسلمین اور تردید مرزائیت مجلس کی امتیازی خصوصیت ہے۔ مجلس ہی کی مخلصانہ مساعی اور مسلسل جدوجہد سے مرزا غلام احمد قادیانی (کذاب مدعی نبوت) اور اس کے جملہ پیروکار نہ صرف پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جا چکے ہیں۔ بلکہ پورے عالم اسلام میں کسی جگہ بھی انہیں مسلمان نہیں سمجھا جاتا لیکن ابھی اندرون ملک اور بیرون ملک قادیانیوں کے متعلق بہت سے امور تشنہ تکمیل ہیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کا قائلہ راس الاتقیاء مرشد العلماء والصلحاء، السیدی الحاج حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیٰ سجادہ نشین خانقاہ سراچیہ کنڈیاں کی زیر قیادت منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اہل اسلام کے مکمل تعاون سے ناموس رسالت کے ان قزاقوں کی تمام جلی و خشی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھتے ہوئے ہے۔ اسلام اور ملت اسلامیہ کے ان غداروں کا تعاقب کر کے کامیابی حاصل کرے گا۔

اس سلسلہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت تمام مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ ختم نبوت کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے مجلس سے مکمل تعاون فرمائیں۔
زیر نظر مقالہ الحاج مولانا فضل حق صاحب خطیب جامع مسجد ہشت بھری پشاور نے علماء کے دوروزہ صوبائی کنونشن پشاور منعقدہ ۶ جون ۱۹۸۱ء کے اجلاس میں پڑھا۔

اس اجلاس کی صدارت حضرت مولانا عبدالباقی صاحب وزیر مذہبی امور سرحد نے فرمائی اور جناب عبدالہاشم خان وزیر تعلیم سرحد بحیثیت مہمان خصوصی اجلاس میں تشریف فرما تھے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت سرحد، وزارت مذہبی امور سرحد کے شکریہ کے ساتھ یہ مقالہ مسلمانوں کے استفادہ کے لئے شائع کر رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس مساعی کو قبول فرما کر ہم سب کو خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اسلام میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبٰی بَعْدَهُ۔ وَمِنْ

اعتقد غير ذلك فقد تزندق ولا خير له۔ اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين۔ وكان الله بكل شئ عليما۔ وقال النبي ﷺ انا خاتم النبيين لا نبي بعدى، اما بعد“

دین اسلام کی بنیادی اینٹ ختم نبوت کا عقیدہ ہے۔ رب کائنات نے کائنات کے لئے رشد و ہدایت کا جو سلسلہ جاری فرمایا وہ نبوت و رسالت کا سلسلہ ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوتا ہے اور جیسا کہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ نے فرمایا کہ قعر نبوت کی میں آخری اینٹ ہوں۔ میری بعثت سے قعر نبوت کی تکمیل ہو گئی۔ میرے بعد کسی کو نبوت ملنے والی نہیں۔ ختم نبوت کے اس عقیدے کی اللہ تعالیٰ کی آخری آسمانی کتاب میں بے شمار تصریحات موجود ہیں۔

مذکورہ بالا آیت جس طرح نبوت کے اعتبار سے قطعی ہے۔ اسی طرح دلالت کے اعتبار سے بھی۔ علماء دین سے یہ امر مخفی نہیں کہ قرآن حکیم کی ایک بھی قطعی الدلالت آیت کریمہ نبوت کے لئے کافی ہے۔ ختم نبوت کا ثبوت تو سو سے زیادہ آیات مبارکہ اور دو سو سے زائد احادیث متواترہ سے ملتا ہے اور تو اتر بھی ایسا کہ عقیدہ توحید کے بعد اس کی نظیر نہیں ملتی اور پھر عقیدہ ختم نبوت پر امت محمدیہ کا اجماع بھی ہے اور نہ صرف امت محمدیہ کا بلکہ تمام کتب سادہ کا اس پر اجماع ہے۔ تمام انبیاء کرام کا اس پر اجماع ہے۔ انبیاء کرام سے یہ اقرار ”لنؤمنن بہ ولنقتصرنہ۔ قالوا اقرننا“ اس پر شاہد ہے۔ ہر جانے والے نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کی واضح طور پر نشاندہی کی اور اپنے پیروؤں کو آنے والے نبی پر ایمان اور اس کی نصرت کی وصیت فرمائی۔

اگر حضور نبی ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت ختم نہ ہوتا تو ضرور حضور اکرم ﷺ بھی سابقہ انبیاء کرام کی طرح اپنے بعد آنے والے نبی کی واضح طور پر نشاندہی فرماتے اور اپنی امت کو اس پر ایمان اور اس کی نصرت کی وصیت فرماتے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حضور پاک ﷺ نے بے شمار پیشین گوئیاں فرمائیں۔ آپ ایمان بالنبی کے اس اہم مسئلے سے کبھی بھی خاموشی اور غماض نہ فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور پاک کا بعد والے نبی کا ذکر نہ کرنا۔ نبوت کے ختم ہونے کی وجہ سے ہے۔

”یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک“ کے ساتھ ”من بعدک“ کا ذکر نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور ﷺ پر اور حضور ﷺ سے سابقہ انبیاء پر جو کچھ نازل کیا

گیا۔ ان پر ایمان لانا لازم اور ضروری ہے۔ اور بعد میں نہ کوئی نیا ہے۔ اور نہ اس کی دجی ہے اور نہ اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر دجی نبوت جاری ہوتی تو ضرور من بعدک بھی ہوتا۔ پس جس طرح توحید تمام ادیان کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی تمام کتب الہیہ تمام انبیاء کرام، تمام ادیان سادیہ کا متفق علیہ اور اجماعی عقیدہ ہے۔ آغاز انسانیت سے لے کر آج تک از آدم تا اس دم اس پر ہمیشہ اتفاق رہا ہے کہ خاتم النبیین صرف ﷺ ہی ہوں گے اور سلسلہ نبوت در رسالت آپ ﷺ کی ذات گرامی پر ختم ہو جائے گا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے دور خلافت میں اسلامی جہاد کا آغاز ہی مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت و حفاظت کے پیش نظر جنگ یمامہ سے ہوا۔ جس میں سات سو ۷۰۰ حفاظ قرآن شہید ہوئے جو صحابہؓ میں اہل القرآن کے لقب سے مشہور تھے۔ مسئلہ کذاب سے مقابلہ میں صحابہؓ کی اتنی کثیر تعداد کی شہادت مسئلے کا واضح ثبوت ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ اور باقی خلفاء ثلاثہؓ میں سے اور نہ ہی کسی دوسرے صحابیؓ نے مسئلہ کذاب سے اس بات کی وضاحت طلب کی کہ تیرا دعویٰ نبوت تشریحی ہے یا غیر تشریحی، ظنی ہے یا بروزی، مستقل ہے یا طفلی۔ اور نہ ہی کسی مناظرے کو ضروری سمجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ختم نبوت کے متعلق صحابہ کرامؓ کے اذہان کتنے صاف تھے۔ اور مسئلہ کتنا واضح تھا۔

بدقسمتی سے برطانوی اقتدار میں جب اس بنیادی عقیدہ پر ضرب لگانے والے کو کھڑا کیا گیا یہ سمجھ کر کہ ختم نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اس کے متزلزل ہو جانے سے اسلام کی بنیادی عمارت یا تو سرے سے منہدم ہو جائے گی۔ یا کم از کم اس میں بڑے بڑے شکاف پڑ جائیں گے۔ متحدہ ہندوستان میں دور غلامی کی وجہ سے مسلمان برطانیہ کے خود کاشتہ پودے کا مقابلہ دینی بحثوں اور مناظروں کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ امام العصر مولانا سید الہود شاہ صاحب دیوبندی، مولانا سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، محدث کبیر مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری و دیگر علماء کرام و اکابرین ملت نے نہایت ہی جانفشانی سے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے کام کیا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ، مولانا ابوالحسنات صاحب لاہوریؒ، علامہ کفایت حسین صاحب اور مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ وغیرہم نے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔

بزرگان محترم اقبالؒ کے شروع میں جس آیت کریمہ کو پڑھا گیا۔ اس کا ترجمہ ہے: ”محمد ﷺ باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر.....“ خاتم النبیین میں دو قرأتیں ہیں۔ خاتم بفتح التاء، خاتم بکسر التاء، خاتم کرنے والا

یعنی آخری، آخر القوم و فاعل الختم

خاتم معنی مہر۔ سلسلہ نبوت پر مہر، آپ ﷺ کی بعثت سے مہر لگ گئی۔ یہ سلسلہ سر بمہر کر دیا گیا جیسے وثیقہ اور لفظ لکھ کر سب سے آخر میں سر بمہر کیا جاتا ہے۔ سلسلہ نبوت کو بھی سر بمہر کر دیا گیا۔ حضور پاک ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت و رسالت میں آپ ﷺ کے اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے اور انتہا پر پہنچ کر اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے۔ وہی اصل مقصود ہوتا ہے۔ اس کی وضاحت قرآن حکیم نے یوں فرمائی۔ ”الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی“ یعنی آج تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔

جس نعمت کی ابتداء پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ اس کی تکمیل سب سے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کی گئی۔ اب فہرست نبوت حتم تمام شد۔ و خاتم النبیین میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ اوپر آنحضرت ﷺ بھفت رسول (ولکن رسول اللہ) آیا ہے۔ اس لئے بظاہر مناسب یہ تھا۔ کہ آگے و خاتم المرسلین کا لفظ اختیار کیا جاتا مگر قرآن حکیم نے اس کے بجائے خاتم النبیین کا لفظ اختیار فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک نبی اور رسول میں فرق ہے۔ وہ یہ کہ نبی تو ہر اس شخص کو کہا جاسکتا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ اصلاح خلق کے لئے منتخب فرمائیں اور اپنی وحی سے مشرف فرمائیں۔ خواہ اس کے لئے مستقل کتاب و شریعت تجویز کریں۔ یا پہلے ہی کسی نبی کی کتاب و شریعت کے تابع لوگوں کی ہدایت کرنے پر مامور فرمائیں۔ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام کہ حضرت موسیٰ علیہما السلام کی کتاب و شریعت کے تابع ہدایت کرنے پر مامور تھے اور رسول خاص اس نبی کے لئے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب و شریعت دی گئی ہو۔ اسی طرح لفظ نبی کے مفہوم میں بہ نسبت لفظ رسول کے عموم زیادہ ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ آپ سب انبیاء کے ختم کرنے والے اور سب سے آخری ہیں۔ خواہ صاحب شریعت نبی ہو یا صرف پہلے نبی کے تابع۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کی جتنی قسمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو سکتی ہیں۔ وہ سب آپ ﷺ پر ختم ہو گئیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت ملنے والی نہیں۔

امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ”فہذہ الایۃ فی انہ لا نبی بعدہ واذا کان لا نبی بعدہ فلا رسول بعدہ بالطریق الاولیٰ“ ہاں اگر کسی کو یہ شبہ پیدا ہو کہ ایک غیر قیامت تک کیسے کافی اور مختلف انسانی نسلوں کے لئے رہنما اور قابل اتباع و تقلید نمونہ بن سکتا ہے اور اس کی شریعت و تعلیمات کی فکر تمام انسانی ضرورت، نئے نئے تقاضوں اور عہد بجد

تہذیبوں سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے تو اس کا جواب آیت کے آخری حصے میں معجزانہ طور پر مختلف الفاظ میں یوں دیا گیا: ”وكان الله بكل شئ عليماً“ اور اللہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔ کہ اجرائے نبوت اور ختم نبوت کی مصلحت کو خوب جانتا ہے۔ ختم نبوت کا فیصلہ دنیا کے نئے مسائل سے بے خبری میں نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ علم ازلی وابدی کے مالک علیم کا فیصلہ ہے۔ ”وما ارسلناك الا كفاة للناس“ کے بعد اجرائے نبوت کا کیا فائدہ۔ جیسے اللہ تعالیٰ رب الناس کے بعد دوسرا رب نہیں۔ ”مبعوث الی كفاة للناس“ کے بعد دوسرا نبی نہیں۔ ”قرآن ہدی الناس“ کے بعد کوئی دوسری آسمانی کتاب نہیں۔

”ان اول بیت وضع للناس“ کے علاوہ کوئی دوسرا کعبہ قبلہ نہیں۔ ”خیر امة اخرجت للناس“ کے بعد کوئی دوسری امت مسلمہ نہیں۔

اور اسی کی وضاحت ارشاد نبوی میں ”لا نبی بعدی ولا امة بعدکم“ میں فرمائی گئی۔ دین اسلام کی یہی جامعیت اس کے دین فطرت ہونے کی دلیل ہے۔

وحی الہی کے مراد کو صاحب وحی ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے ”انا خاتم النبیین“ انا خاتم الانبیاء لا نبی بعدی“ میں خاتم النبیین ہوں، خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ کہ خاتم النبیین قرآن حکیم کا لفظ ہے۔ لانی بعدی اس کا مطلب۔ اب اگر کوئی لفظ خاتم النبیین پر ایمان رکھتا ہو اور لانی بعدی کا قائل نہ ہو تو اس کے ایمان کا کوئی اعتبار نہیں۔ بالکل دیسے کہ جیسے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرے۔ اس کا رب اور الہ ہونا مانے اور اس کے باوجود اس کی صفات مخصوصہ علم و قدرت اور تصرفات دوسروں کے لئے بھی تسلیم کرے۔ اس کا دعویٰ ایمان بھی باطل ہے۔

”لا الہ الا الله وحده“ تب مجتبر ہوگا کہ ”لا شریک لہ“ پر بھی ایمان ہو اور ”انا خاتم النبیین“ تب قائل اعتبار ہوگا کہ ”لا نبی بعدی“ پر بھی ایمان ہو۔

مسلمانوں کے اتحاد کا مرکزی نقطہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اقدس ﷺ کی ختم نبوت ہے۔ جیسا کہ شاعر مشرق نے حرف اقبال میں ایک جگہ کہا۔ ”اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔“

ہے (عندہ فقط وحدت افکار سے ملت وحدت ہو فنا جس سے الہام بھی الہام (اقبال غریب کلیم)

نقطہ: تاجیہ فضل حق، خطیب جامع مسجد ہشت مہری بازار، پشاور شہر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَنْ تَعْلَمُ الْغُلُوبَ لَا يَفْزَحُ

امت مرزائیہ کی غلط بیانیوں کا جواب



حضرت مولانا سعید الرحمن علوی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائیہ

جب سے آزاد کشمیر اسمبلی نے واضح اکثریت سے قادیانیوں کے خلاف قرارداد منظور کی ہے۔ ربوہ اور اس کے سیاسی حلیفوں کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ اس قرارداد کو سیوتاؤ کرنے کے لئے جو کچھ ہو رہا ہے وہ ایک المیہ سے کم نہیں۔

انتہائی تشویشناک خبروں کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ جس کے بین السطور طوفان اٹھتے نظر آ رہے ہیں۔ اللہ خیر کرے۔

جماعت ہائے مرزائیہ آزاد کشمیر کے امیر منظور احمد وکیل کی طرف سے ایک پریس ریلیز مطبوعہ مکتبہ جدید پریس لاہور ڈاک کے ذریعے مجھے ملا۔ معلوم نہیں ناشر کون ہے؟ اعزازہ ہے کہ محکمہ اطلاعات کا اس کی پشت پر ہاتھ ہے۔ اگر میرا یہ شبہ صحیح ہے تو اس کے جو نتائج ہو سکتے ہیں وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔

کتابچہ میں سوائے غلط بیانیوں کے اور کچھ نہیں۔ مناسب معلوم ہوا کہ اس کا مختصر جواب شائع کر دیا جائے تاکہ منظور صاحب کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔ واللہ ولی و بیدہ التوفیق!

محمد سعید الرحمن علوی، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت، طبع کیسبل پورہ مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۷۳ء غلام قادیان اور اس کی امت کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جس پر قرآن و سنت کے علاوہ پوری امت کا اجماع وکیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

دوسری حقیقت جس کو جھٹلانا آسان نہیں وہ یہ ہے کہ یہ گروہ انگریزی سامراج کے مکروہ عزائم کو پروان چڑھانے کے لئے انگریز کے اشارہ آبرو کے مطابق میدان میں آیا اور پھر اس نے اپنے آقا کی آرزوؤں کی تکمیل کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا۔ دو سال کی طویل اور صبر آزما جنگ کے بعد برصغیر کے مطلع پر آراؤی کا سورج طلوع ہوا اور برصغیر کا ایک حصہ پاکستان کے نام

سے معرض وجود میں آیا تو عامۃ المسلمین بجا طور پر یہ توقع رکھتے ہیں کہ بدیسی حکمرانوں کے انخلاء کے ساتھ ساتھ ان کے دیسی مہرے بھی دفن ہو جائیں گے۔ لیکن

لے بسا آرزو کہ خاک شدہ

وطن عزیز کے حکمرانوں نے الحاد و دہریت پر مبنی ہر کتب فکر کے معاملہ میں غلط قسم کی رواداری کا مظاہرہ کر کے مسلمانوں کی آرزوؤں کا خون کیا۔ اور اس فرقہ مریدہ کے معاملہ میں توحید کر دی۔ اگر میں یہ کہوں کہ بدیسی حکمران اپنے اس خود کاشتہ پودے پر اتنا مہربان نہیں تھا۔ جتنے ہمارے مسلم حکمران، تو یہ غلط نہ ہوگا۔

اس کفر لوازی کے جو سنگین نتائج سامنے آچکے ہیں وہ ڈھکے چھپے نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ سلسلہ هنوز جاری ہے۔ اور پہلے سے بڑھ کر۔

اب تو ربوہ والوں نے سیاسی جماعت کا روپ دھار کر برسر اقتدار پارٹی کے ساتھ متحدہ محاذ سامنا رکھا ہے اور ربوہ والے بڑے طمطراق سے مدعی ہیں کہ یہ بلندیاں ہماری کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

ہماری برسر اقتدار پارٹی بھی ان کی مخلصانہ خدمات کے شکریہ کے طور پر بہت کچھ کر رہی ہے۔ جس کی ایک کڑی یہ ہے کہ آزاد کشمیر اسمبلی کی قرارداد کے سلسلہ میں آزاد کشمیر پی پی پی کے بعد پاکستان کی پی پی پی حرکت میں آچکی ہے۔ اور خود حکومت کے بعض ذمہ دار حضرات نتائج سے بے پرواہ ہو کر ربوہ کا تحفظ کرنے میں مشغول ہیں۔ کشمیر کے ایک مرزائی وکیل کا پریس ریلیز لاہور میں چھپنا اور جیسا کہ شہ ہے کہ یہ حکمہ اطلاعات نے چھاپا ہے۔ ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔

حکومت سے کچھ کہنا تو بے سود ہے۔ صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ اپنے پیش روؤں کے انجام سے سبق حاصل کرو جو ربوہ کی بھیجٹ چڑھ گئے۔

البتہ زیر نظر سطور کے ذریعہ منظور وکیل کی غلط بیانیوں کا لوٹ لیا جا رہا ہے۔ تاکہ تاریخی

ریکارڈ گندہ نہ ہو۔

..... قرارداد کے الفاظ ٹرٹی روزنامہ مشرق کی اشاعت بحریہ یکم مئی ۱۹۷۳ء سے لئے گئے ہیں۔ اور ص ۴ پر ایک نوٹ کے ذریعے کہا گیا ہے کہ ۲۵ کے ہاؤس میں ۱۱ ممبر موجود نہ تھے۔

”میری معلومات کے مطابق دس ممبر نہ تھے۔ چلو گیارہ سہی کیا۔ ۲۵ میں ۱۴ ارب مبر داغ اکثریت کے حامل نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ قرارداد کا تیاپانچہ کرانے کے لئے جو روایتی جھکنڈے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ ان کو چھوڑ کر صحیح راہ اختیار کرنے کی آپ میں سکت ہے؟“

کیا آپ ان گیارہ یا دس غیر حاضر ممبران میں سے کسی ہے اس قرارداد کے برعکس قرارداد کا مسودہ اسمبلی میں پیش کرا سکتے ہیں؟ وہاں نہ سہی پاکستان کی کسی اسمبلی میں کرانے کا حوصلہ پیدا کریں؟

۲..... ”تجزیہ کرتے ہوئے قرارداد کو مذہب کی آڑ میں ملک و قوم سے مہلک و بھیا تک غداری قرار دیا گیا ہے۔“ (ص ۴)

غدار و غداری کا لفظ اتنا کثیر الاستعمال ہے کہ آج تک شرمندہ معنی نہیں ہو سکا۔ اسی وجہ سے غدارانہ اور وفادارانہ نظریات کے حامل عناصر و جماعتیں گڈ ٹڈ ہو کر رہ گئی ہیں۔ تاہم سوال یہ ہے کہ آپ کس مذہب کا نام لیتے ہیں۔ محمدی مذہب کا یا غلام قادیانی کے مذہب کا؟

محمدی مذہب کی رو سے یہ قرارداد عین حق و صواب ہے اور اس کے محرک و موجد محمدی پرچم کے نیچے ہوں گے اور اگر غلام قادیان کے مذہب کی بات ہے تو ہم اسے مذہب کہنا ہی غلط سمجھتے ہیں۔ وہ تو مداماری کی پٹاری ہے..... جس میں کرشن سے لے کر مہدی، مجدد، مسیح موعود، ظلی نبی، مستقل نبی، سب کچھ ہے۔ جس میں مرد کو حیض آتا ہے۔ مرد و عورت بن کر خدا سے ملتا ہے۔ (معاذ اللہ) حمل قرار پاتا ہے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اتنے مرحلوں کے بعد وہ مری کہتا ہے کہ میں ہی یہ بچہ ہوں۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ من هذه الخرافات)

رہ گئی قوم تو آپ تو قوم کے افراد کو کھریوں کی اولاد اور جنگلوں کے سور کہتے ہیں۔ محض اس جرم میں کہ وہ سیالکوٹ پکھری کے منشی کو بلند و بالا نہیں سمجھتے۔

اور ملک تو آپ اس ملک کے وجود کو مشیت الہی کے خلاف قرار دے کر مستقبل میں اکھنڈ بھارت کی پیشینگوئی کر چکے ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے ربوہ کے بہشتی مقبرہ کی بوسیدہ ہڈیوں کو قادیان دفنانے کے احکامات و فتز خلافت سے جاری ہوتے رہتے ہیں۔

جب آپ ملک و قوم کے معاملہ میں اتنے مخلص ہیں تو ان کے نام کی دہائی کیوں؟

آپ کی ذہنی بیماریوں کے پیش نظر ہی مصور پاکستان اقبال مرحوم نے آپ کو ہندوستان و اسلام کا
غدار قرار دیا تھا۔ غیر مسلم اکثریت کے ملک انڈیا کے غدار مسلم اکثریت کے پاکستان کے وفادار
کب ہو سکتے ہیں؟

۳..... تجزیہ کا دلچسپ پہلو یہ ہے کہ قرارداد کو تحریک آزادی کشمیر اور استحکام پاکستان کے
خلاف سازش سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۴..... اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر کئی صفحات سیاہ کر دیئے گئے ہیں اور ۳۱ء سے لے کر اب
تک کی تحریک آزادی کشمیر کے ہر موڑ کو مرزائیت کا مہرہ بن کر قرار دیا گیا ہے۔

چونکہ یہ صفحات مغالطوں سے پر ہیں۔ اس لئے ان پر ذرا تفصیلی گفتگو کی جاتی ہے۔

۵..... تحریک آزادی کشمیر ۱۹۳۱ء میں شروع ہوئی اور مرزائی جماعت اس کی روح رواں
تھی۔

اس دعویٰ کے لئے دلیل کے طور پر کشمیر کمیٹی کو پیش کیا گیا ہے۔ جس کے سربراہ قادیان
دربوہ کے آمر مطلق بشیر الدین محمود آنجنائی تھے اور اس میں اقبال سمیت کئی مسلم زعماء بھی تھے۔

۶..... اس کمیٹی کی اس ہیئت سے ہمیں انکار نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگلی بات کیوں نہیں

بتاتے؟ موسیوں محمود کمیٹی کی آڑ میں کشمیر کو قادیانی سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ اقبال وغیرہ پر راز کھلاتو
فی الفور علیحدہ ہو گئے اور اقبال تو خم ٹھونک کر میدان میں آ گئے۔ انہوں نے واضح کیا کہ یہ لوگ
اجتماعی مفادات کے مقابلہ میں جماعتی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اپنے امیر کے حکم کے بغیر
مر جے کو پانی دینا گوارا نہیں کرتے۔

۷..... اس چار روزہ قرب کے نتیجے میں اہل قادیان کے مالہ و مالعیہ سے واقف ہو گئے۔ نتیجتاً

اسے ہندوستان و اسلام کا غدار قرار دیا۔ پنڈت نہرو نے ان کی وکالت کی تو اسے دندان شکن
جواب دیئے۔ عجبی یہودیت سے تعبیر کیا۔ اس طبقہ کو مسلم مفہوم میں انتشار و پراگندگی کا ذمہ دار
گردانا (جیسے کوثر نیازی صاحب دذیر اطلاعات پاکستان فرماتے ہیں۔ دیکھیں آپ کی کتاب
بنیادی حقیقتیں ۱۱۳، ۱۱۵ء) اور برٹش حکومت سے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔

اور خود انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر کی حیثیت سے مرزائی ممبران کو نکال باہر کیا

جس کے صدمہ کی تاب نہ لا کر ایک مرزائی چل بسا۔

۸..... منظور صاحب یقین کریں کہ آپ کے موسیٰ محمود اس آڑ میں اس خطہ کو سامراجی

طاقتوں کا اڈہ بنانا چاہتے تھے۔ اقبال وغیرہ کے بروقت اقدام نے اس منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔

۹..... اس کے برعکس انہی سالوں میں ملک کے ایثار پیشہ اور مخلص کارکنوں کی جماعت مجلس

احرار اسلام نے ڈوگر راج کو نیچا دکھانے کے لئے ایثار و قربانی کا ریکارڈ قائم کیا۔ بیسیوں کارکن

شہید ہوئے۔ ہزاروں اپنے رہنماؤں سمیت جیل گئے۔ برطانوی ڈنڈا آپ کے اشارہ ابرو پر نہ

چلتا تو کشمیر کا نقشہ آج اور ہوتا۔

۱۰..... ۸ پر آپ نے گوردا سپور کا قضیہ چھیڑ کر۔

لو اپنے دام میں صیاد آ گیا

کی شعری حقیقت کو ایک بار پھر زندہ کر دیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس ضلع کی انڈیا میں

شمولیت ظلم ہے کہ یہ مسلم اکثریت کا ضلع تھا اور مسلم اکثریت کا دار و مدار قادیانی جماعت پر تھا۔ اس

کے بغیر تو مسلم اقلیت کا ضلع بنتا ہے۔

جان من ایکی تو قصہ ہے کہ آپ نے ”الکفر ملۃ واحدة“ کے مصداق اپنے کافر

بھائیوں ہندوؤں کا ساتھ دے کر اپنے کفر پر مہر تقدیر ثبت کر دی اور ضلع کو انڈیا میں شامل کرایا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ کے مدوح ظفر اللہ خان ہاؤڈری کمیشن کے لئے پاکستانی

وکیل تھے۔ جنہوں نے دیانتداری کی اعلیٰ مثال قائم کرتے ہوئے اور خود کیس کے دو حصے کر کے

گوردا سپور کی فائلیں شیخ بشیر قادیانی وکیل کو دے دیں اور اپنے محسنوں اور موکلوں (قائد اعظم

سمیت تمام لیگی زعماء) سے مشورہ تک نہ لیا؟

۱۱..... آپ نے واوی کشمیر کے ”لکھو کھیا“ قادیانیوں کا ڈھنڈورہ پیٹ کر ایک دھولیں

جمانے کی کوشش کی ہے۔ (ص ۹)

اور یہ تکنیک آپ کے بانی کے دور سے چل رہی ہے۔ ورنہ ہمیں آپ کی قد و قامت کا

علم ہے۔ جس طرح عربی یہودی امریکہ کی سرپرستی میں زندگی کے ون گزار رہے ہیں۔ عجمی یہودی

بھی سامراجی طاقتوں کے پیش نظر حکومت پاکستان کے زیر سایہ غرے کرتے پھرتے ہیں۔ ذرا

ہاتھ اٹھے تو پیہ چل جائے کہ آپ کتنے پانی میں ہیں۔

ہاں یاد آیا کہ آپ کے موجودہ خلیفہ نے اس قرارداد پر غصہ نکالتے ہوئے اپنی تعداد ایک کروڑ بتلائی ہے۔ کیا آپ کا خلیفہ اور آپ رائے شماری میں اپنے کو مرزائی لکھوا کر اس کا ثبوت پیش کریں گے؟

۱۲..... پاکستان کے بعد جماعتی خدمات کا تذکرہ بڑے طمطراق سے کیا گیا ہے۔ (ص ۱۰)
اور خدمات کی دلیل و سند کے طور پر آزاد خطہ کشمیر کے ایک مرزائی صدر غلام نبی گلکار کا نام لیا گیا ہے۔

بابو ایہ صدائیں تو یونہی ملیں جیسے ظفر اللہ اور دوسرے قادیانیوں کو وزارت اور دوسرے کلیدی مناسب!..... اور اس کی وجوہات ہیں۔ جنہیں آپ بھی جانتے ہیں اور جب تک ہم آزادی کی روح سے ہم کنار نہیں ہوتے۔ یہ سلسلہ شاید جاری رہے۔ جسٹانی طور پر آزاد لیکن وٹنی غلام قوم کا اپنا ہوتا کیا ہے۔ وہاں تو بقول سردار بہادر خان (سابق گورنر مرکزی وزیر قائد حزب اختلاف وغیرہ) باہر حکومتوں کے معاملے طے ہوتے ہیں۔

باقی یہ کہ پاکستان بننے کے بعد تحریک آزادی کشمیر کا سہرا بھی ہمارے سر ہے۔ تو جانے دو وہ آزادی اور تم! جن کے گردنے پچاس الماریاں جہاد کے خلاف لکھ ڈالیں۔ دنیا کی آزادی لوٹنے والوں کو محسن قرار دیا۔ آزادیوں کی بربادی پر چراغاں کئے۔ وہ بے چارے آزادی کے لئے کیا کریں گے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ خوش قسمتی سے یہ حصہ آپ کی دست برد سے محفوظ رہ گیا۔ بصورت دیگر یہ بھی مقبوضہ کشمیر ہوتا!

۱۳..... اقوام متحدہ میں کشمیر کیس کے عنوان سے ص ۱۱ پر ظفر اللہ خان کی تربت پر پھول چڑھائے گئے ہیں اور خدمات کا تذکرہ بڑے فخر و مباہات سے کیا گیا ہے۔ میاں آپ کے چودھری صاحب کی خدمات کا قصہ بڑا طویل ہے۔ ہم معترف ہیں۔ سنئے سنئے نمونہ از خروارے۔
الف..... امریکی گندم (خوبہ نام الدین کا اعتراف)

ب..... ہاؤڈری کمیشن کے سامنے طیشتری میں رکھ کر گوروا سپور اڈیا کو دینا (بھارتی ججوں کا

(اعلان)

ج..... ان کے صدقے دس ہزار سے زیادہ نوجوانوں کے خون سے لاہور کے درود یواری
بینا کاری۔

و..... ۱۹۶۵ء کی جنگ (یاد رہے کہ جنگ سے چند دن پہلے انہی کی صدارت میں لندن میں
متوقع قادیانی حکومت کے سلسلہ میں مشورے ہوئے) جنگ چھڑی تو حبیہ در حبیہ کے باوجود ربوہ
میں بلیک آؤٹ نہ ہوا اور مجبوراً گورنر مغربی پاکستان نے نکلشن کنوایا۔

ہ..... بہ حیثیت وزیر خارجہ غلام قادیان کا ڈھنڈورہ پیٹنا۔

و..... بقول حمید نظامی سفارتی دفاتر کو قادیانیت کے اڈوں میں تبدیل کرنا۔

ز..... عالمی عدالت میں قانون کی گھتیاں سلجھانا جہاں اب جنگی قیدیوں کا مقدمہ لڑنے گئے
ہیں وغیرہ۔ اللہ کرے ایک ایسی قرارداد یہاں بھی منظور ہو تو خدمات کی ”اصلیت“ بے نقاب
ہو جائے۔

۱۲..... ص ۱۲ پر استحکام پاکستان کو خطرہ کے عنوان سے ردنا روایا گیا ہے۔ ۱۹۵۳ء کی یاد دہانی
کرائی ہے۔ حضور! ۱۹۵۳ء کی منیر رپورٹ کو چھوڑیے، منیر بشرطیکہ اپنے انجام کا شکار نہیں ہوا،
سے پوچھئے کہ یہ کیسے مرتب ہوئی؟ باقی ۱۹۵۳ء کا آٹا لبدی تھا کہ میاں محمود ۱۹۵۲ء کے آنے کا
اعلان کر چکے ہیں۔ ۱۹۵۲ء تو نہ آیا ۱۹۵۳ء آ گیا اگرچہ ۱۹۵۳ء آپ کے آقا یان ولی نعمت کی
بربریت کا شکار ہو گیا۔ لیکن جتلائے معصیت آپ کو بھی کر گیا۔ اب آپ ۱۹۵۳ء کے خواب دیکھتے
ہیں۔ لیکن یاد رکھیں ۱۹۵۳ء پر بھی آ سکتا ہے۔ ۱۹۵۲ء سے کوئٹہ کو مرزائی صوبہ بنانے سے میجر
جنرل نذیر قادیانی کی سربراہی میں راولپنڈی کی سازش سے اور فرقان بٹالین جس کا پردہ اسی مسلم
کانفرس کے رہنما ساغر مرحوم نے چاک کیا تھا، سے استحکام کا خطرہ نہ تھا۔ تو اس قرارداد سے بھی
خطرہ نہیں۔ بلکہ مزید استحکام ہوگا۔ صرف بکھنے کی ضرورت ہے۔

۱۵..... ص ۱۳ پر فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اس میں کسی دشمن ملک کا ہاتھ ہو۔ ظاہری دشمن
برطانیہ، امریکہ، اسرائیل، بھارت اور روس ہیں۔ برطانیہ کے آپ خود کا شتہ پودے ہیں۔ امریکہ
موجودہ دور میں برطانیہ کے جانشین کی حیثیت سے آپ کا مربی ہے۔ حکومت پاکستان کے

اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کے باوصف آپ کا مشن وہاں موجود ہے۔ (جبکہ اس نے اپنے آقا امریکہ کو مشن کی اجازت نہیں دی۔) اپنے مشن کا علم نہ ہو تو موجودہ خلیفہ کے بھائی کی انگریزی کتاب ہیرونی مشن (خارف مشن) ملاحظہ فرمائیں۔

غالباً آپ کو اجازت اس لئے ملی کہ آپ یہودیت کا عجمی ایڈیشن ہیں۔ (بقول اقبال) اور ہاں بقول بھٹو صاحب..... بنگلہ دیش کا منصوبہ اسرائیل میں بنا۔ اسرائیل آپ کا ہے اور بنگالی رہنماؤں کا آپ کے خلاف غصہ بھی حقیقت ہے۔ ان کڑیوں کے ملانے سے دو جمع (۲+۲) نتیجہ چار لازمی ہے۔ بھارت! تو آپ اس کی جغرافیائی حدود بڑھانے کے علمبردار ہیں۔ کیونکہ پاکستان آپ کے نزدیک مشیت الہی کے خلاف ہے۔ اور مشیت اکھنڈ بھارت چاہتی ہے اور بھارت کی موجودہ وزیراعظم اندرا کے باپ نے آپ کی کھلم کھلا دکالت کی تھی۔ رہ گیا روس تو ”الکفر ملۃ واحدة“ کے مصداق اسے ان سے تو ہمدردی ہو سکتی ہے۔ جو مسلم ٹیٹ کو برباد کریں۔ مسلمانوں سے نہیں۔ اس منطقی مغربی کبریٰ میں، ربوہ سے قادیان، قادیان سے دہلی اور دہلی سے ماسکو کا معاملہ ناقابل فہم نہیں، اب بتلایئے کہ ہمارے دشمن۔ آپ کے تو دوست ہیں۔ پھر ان کا قرارداد سے کیا واسطہ؟

ص ۱۳ پر ارشاد ہے کہ کسی دنیوی اسمبلی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو کافر کہے۔ درست لیکن چور کی نشاندہی کی تو اجازت ہے۔ اس اصول کے پیش نظر سکہ بند کافروں کو کافر کہہ دینا تو جرم نہیں۔ ایک مسلمان حقیقت میں ٹریفک کے سپاہی کی مانند ہے۔ چاہے وہ کہیں ہو اس کا فرض خطرہ کی نشاندہی ہے۔

مہاجر ایوب صاحب کی قرارداد میں آپ کو کافر بتایا نہیں گیا بتایا گیا ہے۔ پاکستان کے صدر و وزیراعظم کے حلق نامہ کی روشنی میں آپ کے کفر کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور اس طرح خطرہ سے آگاہ کر کے فرض منصبی کو ادا کیا گیا ہے اور بس!

۱۷..... آخر میں ص ۱۳ پر بانی سلسلہ غلام قادیان کے ملفوظات کی جلد نمبر ۲ ص ۱۰۸، ۱۰۷ کے حوالہ سے قرآن کو خاتم الکتب، رسول کریم کو خاتم الانبیاء ماننے کے ساتھ ساتھ اسلام کو زندہ اور حقیقی نجات دہندہ قرار دیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ ملفوظات مرزا نیوں کے نزدیک وحی والہام کی

چیزیں ہیں۔ لیکن ایسی وحی جس کے ایک صفحہ پر کچھ ہے تو دوسرے پر کچھ۔

مرزا صاحب نے وحی کے زور پر یہ بھی کہا جو اوپر ہے اور اپنے کو کرشن، مہدی، مجدد، مسیح موعود، مخفی نبی اور مستقل نبی بھی کہا۔ اپنے معجزات کی اتنی تعداد بیان کی۔ جن سے سب نبیوں کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے اور اپنے کو سب سے افضل کہا۔ اب کونسا ملفوظ مبارک مانیں؟ آپ نے جو ملفوظ نقل کئے۔ وہ سیالکوٹ کے مٹھی کے تھے۔ ہم جو کہہ رہے ہیں۔ وہ آپ کے سلسلہ کے بانی کے ہیں؟ یا تو آپ اپنے سلسلہ کے بانی سے لا تعلق ہو جائیں اور واضح ملفوظوں میں کہیں کہ مرزا قادیانی کے ملفوظات مداری کی پٹاری ہیں۔ اور مرزا قادیانی مراقی ہونے کے سبب یہ سب کچھ کہتے رہے۔ حتیٰ کہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی لے ڈوبے۔ تب تو بات بنے۔

لیکن آپ اس پٹاری کی تبلیغ کریں۔ دنیا میں اپنے گمناشتے بھیجیں۔ لوگوں کو ماننے کا کہیں۔ بصورت دیگر کافر اور تجزیوں کی اولاد کا فتویٰ دیں تو پھر آپ کے اس اعتراف کو کون مانے گا؟

آپ کے بانی نے اسلام کو زعمہ مذہب کہا تو آپ کے مجدد ظفر اللہ نے اسلام کو مردہ مذہب اور قادیانیت کو زعمہ مذہب قرار دیا (کراچی کی تقریر ۵۲) آپ کے ایم ایم احمد نے ملفوظات مرزا کے بل بوتے پر ہی سری کورٹ میں اسے نبی اور اس کے نہ ماننے والوں کو کافر کہا۔ اب کچھ تو کہو کہ ہم کس کی مانیں؟ آپ کے سلسلہ کے بانی کی یا آپ کی؟ آخری سطر ہے کہ یہ میرا عقیدہ ہے۔ اگر یہ کفر ہے تو میں اس پر راضی مجھے دنیا کے کسی فتویٰ کی پرواہ نہیں تو جناب ہم نے بھی تو آپ کو کافر ہی کہا ہے۔ میجر ایوب نے بھی یہی کیا۔ اس سے پہلے مصر، شام، لیبیا، سعودی عرب، افغانستان کی حکومتوں، بہاولپور، راولپنڈی، جیس آباد کی عدالتوں نے بھی یہی کہا۔ پھر اس پر دہائی کیوں۔

تیری زلف میں آئی تو حسن کہلائی

وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے

خدا حقائق کو سمجھ کر اپنانے کی توفیق دے۔ آمین!



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَنْ كَتَبَ مِنْ عَمَلِهِ خَيْرًا فَلَهُ عَشْرَ مِثَالٍ
مَنْ كَتَبَ مِنْ عَمَلِهِ شَرًّا فَلَهُ عَشْرَ مِثَالٍ

مرزائیوں کا سیاسی کردار



حضرت مولانا سعید الرحمن علوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائیہ

”الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده ولا امة

بعد امته اما بعداً“

اس حقیقت سے کسی فرد بشر کو انکار نہیں کہ مملکت خداداد پاکستان ایک خاص مقصد کے تحت معرض وجود میں آئی اور اسی مقصد کی خاطر مسلم قوم نے اپنی ہمت و بساط سے بڑھ کر قربانیاں دیں۔ یہ الگ بات ہے کہ آج تک وہ مقصد پورا نہ ہو سکا۔

بلکہ خدا و عداں حکومت و سیاست نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ آج کچھ لوگوں کو یہ جرات ہو گئی ہے کہ وہ اس مملکت کے معرض وجود میں آنے کا مقصد ہی کچھ دوسرا بتا رہے ہیں۔ بلکہ تحریک پاکستان کی قیادت عظمیٰ کو بھی اس میں ملوث کیا جا رہا ہے۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ تحریک کی قیادت عظمیٰ ”جمہوری سیکولر سٹیٹ“ کا نقشہ ذہن میں رکھتی تھی۔ رہ گیا۔ ”لا الہ الا اللہ“ کا نعرہ تو یہ محض سیاسی سنٹ تھا۔ دیکھئے روزنامہ امروز لاہور کی اشاعت ۷ مئی ۱۹۷۰ کا (۲) رجبہ صاحب محمود آباد کا بیان۔

اور روزنامہ امروز لاہور کی اشاعت ۱۰ مئی ۱۹۷۰ کا (۱) ابوالحسن منہانی کا بیان۔
پاکستان بن جانے کے بعد ملک کے ناخداؤں نے انگریزوں کے خود کاشتہ پودے اور برطانوی حکومت کے متوقع امیدوار مرزاؤں کو جس طرح بعض کلیدی آسامیوں پر براجمان کیا۔ وہ ملک کی نظریاتی سرحدوں پر پہلی کاری ضرب تھی۔

کیونکہ اس حقیقت کو جھٹلانا ناممکن ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو انگریز سرکار نے اپنے مخصوص مفادات کی خاطر امپورٹ کیا اور اسے منصب نبوت پر بٹھایا۔ ملک کے ناموز منکر اور مجاہد، متکلم اسلام مولانا محمد علی جانہدہری نے مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۷۰ کو گارڈیہ ہوٹل سرگودھا میں اخباری نمائندوں کی ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس سازش کی مختلف کڑیوں کو یوں بیان فرمایا (افسوس کہ مقبوضہ پریس میں کچھ بھی شائع نہ ہو سکا۔ نیا حسرتا!)

مولانا نے فرمایا:

الف..... کہ نبی رحمت علیہ الخیہ والثناء اور آپ ﷺ کے جاں نثار ساتھیوں نے دین حق کی سر بلندی کے لئے جتنی تکفیں اٹھائیں۔ اتنی کسی نے نہیں اٹھائیں اس پر خود نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد دال ہے۔ اودیت مالم یوذین۔ اس مرحلہ پر مولانا نے فرمایا صحابی کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے۔ جس نے ایمان کے ساتھ آفتاب نبوت کا دیدار کیا ہو۔ چاہے وہ اہل خانہ ہو یا نہ!

پچھلے کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ: ”کالیف پر خدا کی طرف سے صبر کا حکم تھا جب قتل کی سازش ہوئی تو ہجرت کا حکم ہوا۔“ اور جب جہاد فرض ہوا تو فرمایا ”فرا عن الجہاد“ گناہ کبیرہ ہے۔ ۸ھ میں اعلان فرمایا ”لا ہجرة بعد الهجرة والجهاد ماضی الی یوم القیامۃ (الحدیث)“ ﴿کہ ہجرت ختم لیکن جہاد قیامت تک رہے گا۔﴾

ب..... اس وقت دنیا میں دو بڑی حکومتیں تھیں۔ ایران۔ روم۔

۱۴ برسوں کے عرصہ میں تھوڑی دیر لڑائیاں تو سب سے ہوئیں۔ لیکن طویل جنگ عیسائیوں سے ہوئی جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ چونکہ جہاد حکم شرعی ہے۔ اس لئے مسلمان میدان جہاد میں ثواب کی نیت لے کر آتا ہے۔

ج..... ہندوستان پر انگریزوں نے قبضہ کیا تو اہل ہند نے بھرپور مقابلہ کیا۔ اس میں علماء کا بڑا حصہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے نہ صرف فتویٰ جہاد دیا بلکہ مختلف مقامات پر دست بدست لڑائی بھی لڑی۔ (اس کی تفصیلات فتاویٰ عزیزی، علماء و ہند کا شاندار ماضی، نقش حیات وغیرہ میں ملیں گی۔ ۱۲۔ مرتب!) جو لڑائی ہم نے اپنے حقوق کے تحفظ اور آزادی کے حصول کے لئے لڑی۔ اسے انگریزوں نے ضرر قرار دیا۔

(اور انگریزوں کے منہجوں نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا کہ قوم فروشی کر کے جاگیریں حاصل کیں اور اپنے آپ کا کی کورانہ تقلید کر کے جنگ آزادی کو غدر کا نام دیا، و احسرتا ۱۲۔ مرتب!)

د..... ۱۸۶۹ء میں انگلستان سے ایک تحقیقاتی کمیشن آیا جس کا مقصد ہندوستان کے حالات کا جائزہ لینا تھا اور بالخصوص مسلم قوم کی بے چینی کے اسباب کا سراغ لگانا مقصود تھا۔ نیز یہ کہ مسلمان تاج برطانیہ کو تسلیم کرتا ہے یا نہیں۔ یہ وفد سال بھر انڈیا میں مقیم رہا۔ ۱۸۷۰ء میں وائٹ ہال لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی جس میں کمیشن رپورٹ کے نمائندگان کے علاوہ ہندوستان میں متعین مشنری کے پادری بھی دعوت خاص پر شریک ہوئے۔ جس میں دونوں نے علیحدہ علیحدہ رپورٹ پیش کی جو کہ ”دی ارا نیول آف برٹش ایمپائر ان انڈیا“ کے نام سے شائع کی گئی۔

کمیشن کے سربراہ سر دلیم ہنٹر کا درج ذیل اقتباس خاص طور پر قابل غور ہے۔
 ”مسلمانوں کا مذہب عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے۔ اور ان کے لئے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کے لئے ہر لمحہ تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔“

کانفرنس میں شریک ہونے والے پادری صاحبان نے اس مشکل کا جو حل تجویز کیا وہ بھی اس رپورٹ میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

”یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پوری مریدی کے رجحانات کی حامل ہے۔ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو جائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہو جائے تو اسکے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہو جائیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں سے اس قسم کے دعویٰ کے لئے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے۔ یہ مشکل حل ہو جائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ ہم اس سے پہلے برصغیر کی تمام حکومتوں کو غدار تلاش کرنے کی حکمت عملی سے شکست دے چکے ہیں۔ وہ مرحلہ اور تھا۔ اس وقت فوجی نقطہ نظر سے غداروں کی تلاش کی گئی تھی۔ لیکن اب جب کہ ہم برصغیر کے چپہ چپہ پر حکمران ہو چکے ہیں اور ہر طرف امن و امان بھی بحال ہو گیا ہے۔ تو ان حالات میں ہمیں کسی ایسے منصوبہ پر عمل کرنا چاہئے جو یہاں کے باشندوں کے داخلی انتشار کا باعث نہ ہو۔“

(اقتباس از مطبوعہ رپورٹ کانفرنس دہلی ہال لندن منعقدہ ۱۸۷۰ء ”دی ارا نیل آف برٹش ریسپانڈنٹ اٹھ“)
 اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ انگلستان کے وزیر اعظم گلیڈسٹون نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ: ”جب تک یہ کتاب (قرآن) دنیا میں موجود ہے۔ ہم اطمینان سے حکومت نہیں کر سکتے یہ کہہ کر اس بد بخت نے کلام الہی کو زمین پر دے مارا۔“

چونکہ قرآنی حکومت کے پیش نظر جہاد ایک ایسا مقدس فریضہ اور محبوب مشغلہ تھا جس کے طفیل عرب کے ہادیہ نشینوں نے قیصر و کسریٰ کے تحت الٹ دیئے۔ اس لئے سازشیں کی گئی کہ مسلمانوں میں کوئی غدار تلاش کیا جائے۔ وہ دعویٰ نبوت کر کے جہاد کو حرام اور انگریزی حکومت کی تابعداری کو فرض عین قرار دے۔

..... مولانا نے فرمایا کہ یہ سوال حل طلب ہے کہ پادریوں نے نبی کے متعلق کیوں سوچا؟
 اس کا جواب یہ ہے کہ قیامت تک جہاد باقی رہنے کا اعلان چونکہ نبی علیہ السلام نے کیا ہے اور نبی

کے حکم کو نبی ہی منسوخ کر سکتا ہے۔ ایک لاکھ علماء کے مقابلہ میں دو لاکھ کھڑے ہو کر ان کی تقلید کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ عالم کا کام مسئلہ بتانا ہے۔ بتانا نہیں۔ تبدیل شریعت نبی کا کام ہے۔ اس لئے مدعی نبوت کا منصوبہ تیار کیا گیا۔

..... اس مقصد کی خاطر مرزا غلام احمد قادیانی سے بہتر کوئی آدمی نہ تھا کیونکہ مرزا قادیانی اور ان کے خاندان کے سرکار برطانیہ سے دیرینہ مراسم تھے۔ اور یہ لوگ برطانوی حکومت کے استحکام کے لئے بڑی بڑی قربانیاں دے چکے تھے۔ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کے لاتعداد اعترافات موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

۱..... مرزا قادیانی نے لیفٹیننٹ گورنر کے نام خط میں اپنے آپ کو تاج برطانیہ کا خود کاشتہ پودا لکھا اور اپنی جماعت و خاندان کی خدمات کو درج کر کے آخر میں جماعت کے ۳۱۶ آدمیوں کے نام لکھے اور اس چشمی کا مقصد مزید مراعات حاصل کرنا اور عنایات خسروانہ کی التماس تھی۔ دیکھیں چشمی مرزا قادیانی مرقومہ

(۲۳ فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تلخیص رسالت جلد نمبر ۷ ص ۱۹، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۱)

۲..... وائسرائے کے خط میں مرزا قادیانی نے لکھا ”میرے باپ نے ۱۸۵۷ء کے فسادات (جنگ آزادی یا فسادات ۱۲ مرتب) میں ۵۰ گھوڑے اور ۵۰ آدمی محسن گورنمنٹ (انگریز مرزائیوں کا محسن ہے ۱۲ مرتب) کو دیئے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۳۹)

۳..... ”میری عمر کا اکثر حصہ اس مقصد میں گزرا کہ جہاد حرام ہے اور انگریز کی اطاعت ضروری ہے۔“ (تلخیص رسالت ج ۷ ص ۱۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱۱)

۴..... ”انگریز کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرنے اور جہاد کے تصور کو ختم کرنے کے لئے متعدد زبانوں میں لٹریچر لکھا جو پوری دنیا میں پھیلا یا۔ اگر اس سارے لٹریچر کو اکٹھا کیا جائے تو پچاس الماریاں بھر جائیں گی۔ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ مجھے اس سلطنت برطانیہ کے زیر سایہ وہ امن ملا ہے جو مکہ، مدینہ، قسطنطنیہ وغیرہ میں کہیں بھی نہ مل سکتا تھا۔“

(تزیان القلوب ص ۱۵، خزائن ج ۵ ص ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷)

۵..... مرزا قادیانی کی کتاب ”ستارہ قیصریہ“ میں ملکہ برطانیہ کے نام ایک طویل چشمی موجود ہے۔ جس میں جی بھر کر برطانوی سامراج کی تحریف کی گئی ہے اور اپنے لئے اس کی بیک باگھی مکی

۶.....

شہادت القرآن کے ضمیمہ پر مرزا قادیانی نے لکھا کہ ”چونکہ انگریز ہمارے محسن ہیں۔“

اس لئے ان کا شکریہ ہم پر لازم ہے جب ہم محسن کا شکر ادا نہ کریں گے تو گویا ہم نے خدا کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔“ (شہادت القرآن ص ۳، خزائن ج ۶ ص ۳۸۰)

آگے چل کر انگریز سے لڑائی کرنے والوں کو اتحق کہا ہے اور صاف لفظوں میں اعتراف کیا ہے کہ: ”میرا مذہب جس کو میں نے بار بار ظاہر کیا ہے۔ یہ ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ پہلا یہ کہ خدا کی اطاعت کی جائے۔ دوسرا یہ کہ اس کی سلطنت کی اطاعت کی جائے جس نے اسن قائم کیا اور وہ سلطنت برطانیہ ہے۔“ (شہادت القرآن ص ۳، خزائن ج ۶ ص ۳۸۰)

نوٹ..... انگریزی حکومت کی وفاداری کے سلسلہ میں نمبر ۱ سے نمبر ۴ تک حوالے مولانا جالندھری کے ارشاد فرمودہ ہیں۔ باقی میں نے بڑھائے ہیں۔ (۱۲ مرتب)

سوال..... جب مرزا قادیانی انگریز کے اتنے وفادار تھے تو پھر عیسائیوں کے خلاف کتائیں کیوں لکھیں۔ ان سے مباہتے کیوں کئے؟

یہ ایک سوال ہے جو ہر ذہن میں اٹھتا ہے اس کا جواب مولانا نے خود مرزا قادیانی کی تحریروں سے دیا اور فرمایا کہ مرزا نے سرکاری عمال کو جو خطوط لکھے۔ اس میں خود ہی اس سوال کا جواب دے دیا کہ چونکہ مسلمان ایک جوش رکھنے والی قوم ہے۔ اور عیسائی پادریوں نے اس پیغمبر اسلام کے خلاف بڑی گندی زبان استعمال کی تھی۔ اس لئے میں نے محض مسلمانوں کے جوش کو شعلہ کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا۔

گویا یہ بھی ایک طرح سے انگریز کی ہی وفاداری ہے کہ: ”حکمت عملی سے وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔ درنہ حقیقت یہ ہے کہ والد مرحوم کے اثر، گورنمنٹ عالیہ کے احسانات اور خدا تعالیٰ کے الہام نے مجھے گورنمنٹ برطانیہ کا اول درجہ کا خیر خواہ بنا دیا ہے۔“ مرزا صاحب کی عاجزانہ درخواست بخضور گورنمنٹ مرقومہ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۹ء۔

(ملکہ تریاق القلوب ص ۵، خزائن ج ۵ ص ۳۹۱)

ان ساری تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کس کے کھونٹے پر تاج کر دعویٰ نبوت کیا۔

جب دعاوی پورے ہو گئے تو اب ضرورت تھی کہ جہاد کے اسلامی نظریہ کے خلاف فتنہ پیدا کی جائے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اس سلسلہ میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اعترافات ملاحظہ ہوں۔

.....۱ مرزا قادیانی کی کتاب (تختہ گلزدیہ کے فیہ میں ۲۹۶ تا ۳۰۲ خزائن ج ۷ ص ۷۷ تا ۸۰) میں ہے۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقت مسیح ہے اب جنگ اور جہاد حرام اور فحش ہے
ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

.....۲ ان کی کتاب (اربعین نمبر ۳۳ ص ۱۳ ماشیہ، خزائن ج ۷ ص ۳۳۳) پر ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کا ایک اعلان موجود ہے جس میں جہاد کو قطعاً موقوف قرار دیا گیا ہے۔

.....۳ مینارۃ المسیح کے لئے چندہ کا جو اشتہار دیا اسے اپنا خطبہ الہامیہ نقل کیا ہے۔ جس میں فرماتے ہیں کہ اس مینارہ میں ایک گنبد نصب کیا جائے گا۔ جس کا مقصد یہ ہوگا کہ لوگ وقت کو پہچان کر سمجھ لیں کہ مسیح آچکا اور باب جہاد بند ہے۔

.....۴ (تریاق القلوب کے اشتہار واجب الاعطاس ۲۱، خزائن ج ۷ ص ۵۱۷) پر لکھا ہے کہ: ”وہ فرقہ جس کا مجھے خدا نے امام مقرر کیا ہے۔ اپنے ساتھ بڑا امتیازی نشان رکھتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں..... اور قطعاً اس بات کو حرام سمجھتا ہے۔“

.....۵ ”میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے۔ ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہے مسلمہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔“

(تلخیص رسالت ج ۷ ص ۱۷ مطبوعہ فاروق پریس کا دیان اگست ۱۹۲۲ء)

ان اعترافات کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قادیانی انگریز کے خود کاشتہ پودے ہیں۔ تاہم مزید چند حوالے ملاحظہ فرمائیں جس سے معلوم ہو سکے گا کہ مرزائی پوری دنیا میں انگریز کے مفادات کے لئے سرگرم عمل رہے ہیں اور ان کا مقصد ہی برطانیہ کے لئے جاسوسی کرنا ہے۔

.....۱ موسیو بشیر الدین آنجنہانی اپنے خطبہ میں اعتراف کرتے ہیں کہ صاحبزادہ عبداللطیف کو حکومت افغانستان نے محض اس لئے مروایا کہ وہ افغانستان میں جہاد کے خلاف تلخ کرتے تھے اور برطانوی سرکار کے تسلط کی خاطر کوشاں رہتے تھے۔ بقول موسیو اس راز کا افشا ایک اطالوی انجینئر کی کتاب سے ہوا جو افغانستان میں ایک ذمہ دار عہدے پر فائز تھا۔ اس کی یہ کتاب چھپ کر ناپاب ہو چکی ہے اور اتفاقاً ایک لائبریری میں مل گئی۔ (خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۶ اگست ۱۹۳۵ء)

۲..... افغانستان گورنمنٹ کے وزیر داخلہ نے اعلان کیا کہ: ”ملا عبدالعلیم اور ملا نور علی قادیانی عقائد کے گردیدہ ہو چکے ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ان کے قبضے سے سازشی خطوط برآمد ہوئے جو غیر ممالک سے آئے ہیں۔ ان خطوط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔“ (اخبار الفضل بحالہ امان افغان مورخہ ۳ مارچ ۱۹۲۵ء)

۳..... قادیانی مبلغ محمد امین کا بیان اخبار الفضل مورخہ (۲۸ ستمبر ۱۹۲۲ء) میں شائع ہوا جس میں اس نے کہا کہ میں روسیہ (روس) میں اگرچہ تبلیغ احمدیت کے لئے گیا تھا لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش حکومت کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اس لئے جہاں میں اپنے سلسلے کی تبلیغ کرتا تھا۔ وہاں لازماً مجھے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت مکاری بھی کرنی پڑتی تھی۔

۴..... قادیانی خلیفہ انجمنی موسیٰ بشیر الدین کا خطبہ مرقومہ (الفضل یکم نومبر ۱۹۳۳ء) ملاحظہ فرمائیں: ”دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ چنانچہ جب جرمنی میں احمدیہ عمارت کے افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔“

(پھر قادیانی خلیفہ نے اس کی کوئی تردید نہ کی۔ کرتے بھی کیسے جرمن والوں نے سچ ہی

تو سمجھا تھا)

۵..... لارڈ ہارڈنگ کی سیاحت عراق پر اظہار خیال کو (الفضل ۱۱ فروری ۱۹۱۰ء) میں ملاحظہ فرمائیں: ”ہمیں امید ہے کہ برٹش حکومت کی توسیع کے ساتھ ہمارے لئے اشاعت اسلام کا میدان بھی وسیع ہو جائے گا اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے۔“

۶..... ”فی الواقع گورنمنٹ برطانیہ ایک ڈھال ہے جس کے نیچے احمدی جماعت آگے ہی آگے بڑھتی جاتی ہے۔ اس ڈھال کو ذرا ایک طرف کر دو اور دیکھو کہ ڈھریلے تیروں کی کیسی خطرناک بارش تمہارے سروں پر ہوتی ہے۔ پس کیوں ہم اس گورنمنٹ کے شکر گزار نہ ہوں۔ ہمارے فوائد اس گورنمنٹ سے متحد ہو گئے ہیں۔ اور اس گورنمنٹ کی جابجی ہماری جابجی ہے اور اس گورنمنٹ کی ترقی ہماری ترقی!..... جہاں جہاں اس گورنمنٹ کی حکومت پہنچتی جاتی ہے ہمارے لئے تبلیغ کا ایک میدان کھل آتا ہے۔“ (الفضل ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

۷..... ”سلسلہ احمدیہ کا گورنمنٹ برطانیہ سے جو تعلق ہے وہ باقی تمام جماعتوں سے نرالا ہے۔ ہمارے حالات ہی اس قسم کے ہیں کہ گورنمنٹ اور ہمارے فوائد ایک ہو گئے ہیں۔ گورنمنٹ

برطانیہ کی ترقی کے ساتھ ہمیں بھی آگے قدم بڑھانے کا موقع ملتا ہے اور اس کو خدا نخواستہ اگر کوئی نقصان پہنچے تو اس حد سے ہم بھی محفوظ نہیں رہ سکتے۔“

(خلیفہ قادیان کا اعلان مندرجہ اخبار الفضل ۲۷ جولائی ۱۹۱۸ء)

اتنے ٹھوس حوالوں کے بعد بھی کوئی کسر باقی رہ جاتی ہے؟ اور کوئی عقل مند آدمی اب

بھی اس سے انکار کر سکتا ہے کہ مرزائی برطانوی سامراج کے مہرے اور دم چلے نہیں؟

یہی وجہ ہے کہ مرزائی اس ملک میں انگریز کے متوقع جانشین تھے۔ ملاحظہ ہو

(منیر رپورٹ ص ۱۹۶) اور اس خیال میں مرزائی اتنے مست تھے کہ انہیں ہندوستان سے بڑھ کر روس

پر بھی قادیانی پھریرا نظر آ رہا تھا۔

(خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ الفضل ۳ اگست ۱۹۳۶ء)

قادیانی جماعت کا اصلی چہرہ خود انہی کی عبارتوں سے آپ نے دیکھ لیا۔ یہی حالات

واسباب تھے کہ مصوٰر پاکستان شاعر مشرق علامہ محمد اقبال مرحوم نے برٹش دور میں ہی اس فرقہ خالہ

کے خلاف آواز بلند کی، مرحوم اقبال نے نظم دنتر میں مرزائیت کا اصلی چہرہ بے نقاب کیا۔ ملاحظہ

فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔۔

وہ نبوت ہے مسلمان کے لئے برگِ حشیش

جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام

(کلیات اقبال ضربِ کلیم ص ۲۸۶)

۲..... پنڈت جواہر لال نہرو کے جواب میں اقبال مرحوم کے طویل بیان کے اقتباسات

ملاحظہ ہوں۔

الف..... ”دینیاتی نقطہ نظر سے اس نظریہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اسلام کی اجتماعی اور سیاسی

تنظیم میں محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں۔ جس سے انکار کفر کو حلال ہو جو شخص

ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔“

ب..... ”علماء ہند نے قادیانیت کو ایک دینی تحریک تصور کیا اور دینیاتی حربوں سے اس کا

مقابلہ کرنے نکل آئے۔ میرا خیال ہے اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ طریقہ موزوں نہیں۔

۱۷۹۹ء سے ہندوستان میں اسلامی دینیات کی جو تاریخ رہی ہے۔ اس کی روشنی میں احمدیت کے

اصل محرکات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ دنیائے اسلام کی تاریخ میں ۱۷۹۹ء کا سال بے حد اہم

ہے۔ اسی سال شیخ کی شکست ہوئی۔ اسی سال جنگ لوریو ہوئی۔ جس میں ترقی کا بیڑہ تباہ ہو گیا اور

ایشیاء میں اسلام کا انحطاط انہما کو پہنچ گیا۔“

ج..... ”مسلمان عوام کو صرف ایک چیز قطعی طور پر متاثر کر سکتی ہے۔ اور وہ زبانی سند ہے۔ احمدیت نے اس الہامی بنیاد کو فراہم کیا اور اس طرح جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے۔ برطانوی شہنشاہیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ جو اس نے سرانجام دی ہے۔“

۳..... ”قادیانی تحریک نے مسلمانوں کے ملی استحکام کو بے حد نقصان پہنچایا اگر استیصال نہ کیا گیا تو آئندہ شدید نقصان پہنچے گا۔“ (ملفوظات اقبال مرحومہ عبدالرشید طارق)

۴..... ”ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دیائے اسلام سے متعلق ان کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل ہونے کے لئے کیوں مضطرب ہیں۔ ملت اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے کیونکہ ابھی وہ (قادیانی) اس قائل نہیں کہ چوتھی جماعت کی حیثیت سے مسلمانوں کی برائے نام اکثریت کو ضرب پہنچا سکے۔“ (سٹین کے نام علامہ اقبال کا خط ۱۰ جون ۱۹۳۵ء)

۵..... ”بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ ظلم ہے۔ کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے۔ لیکن مؤخر الذکر (قادیانیت) اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی ہے۔ لیکن باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کے لئے مہلک ہے۔ اس کے ضمیر میں یہودیت کے عناصر ہیں۔ گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف راجع ہے۔“ (قادیانیت اور اسلام بھابہ نمرود)

۶..... ملفوظات مرتبہ مرثیہ عرشی کا درج ذیل ملفوظ خاص طور پر قائل ذکر ہے۔ اس سے اقبال مرحوم کی بصیرت کا پتہ چل سکے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کس طرح قادیانیت کی حقیقت کو بھانپ لیا تھا۔ آخر عمر میں قریباً ہر صحبت میں مرزا قلام احمد قادیانی کا ذکر آ جاتا تھا۔ ایک دفعہ فرمایا۔ ”سلطان ٹیپو کے جہاد حریّت سے انگریزوں نے اندازہ کیا کہ مسئلہ جہاد ان کی حکومت کے لئے مستقل خطرہ ہے۔ جب تک شریعت اسلام سے اس مسئلہ کو خارج نہ کیا جائے۔ ان کا مستقبل محفوظ نہیں..... لیکن تشیخ جہاد کے لئے انسانی علم کو ناکافی سمجھ کر ایک جدید نبوت کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا بنیادی موقف ہی یہ ہو کہ اقوام اسلامیہ میں تشیخ جہاد کی تبلیغ دی جائے۔

احمدیت کو حقیقی سبب اسی ضرورت کا احساس تھا۔“

۷..... ”کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے۔ (اس ضمن میں رواداری ایک..... اصطلاح

ہے) اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے اور باغی کردہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو۔ خواہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔“ (بجواب نہرو) کاش اس جملہ کو ہمارے خداوندان سیاست پلے ہاند دیتے۔

۸..... ”حکومت کے لئے بہترین طریقہ کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے بھی عین مطابق ہوگا۔ مسلمان ان سے ویسی ہی رواداری برتیں گے جیسا باقی مذاہب کے معاملہ میں اختیار کرتے ہیں۔“ (بجواب نہرو)

۹..... ”رواداری کی تلقین کرنے والے اس شخص پر عدم رواداری کا الزام لگانے میں غلطی کرتے ہیں۔ جو اپنے مذہب کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے۔“

۱۰..... ”اسلام ایسی کسی تحریک کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا جو اس کی موجودہ وحدت کے لئے خطرہ اور مستقبل میں انسانی سوسائٹی کے لئے مزید افتراق کا باعث ہو۔“ (تلك عشرة كاملة) مصوٰر پاکستان مرحوم کے ارشادات و خطبات میں سے یہ دس اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں ہر شخص وغیرہ پاکستانی مسلم کے لئے سرمہ بصیرت موجود ہے کہ اقبال مرحوم قادیانی تحریک کے متعلق کیا رائے رکھتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ عمر کے آخری دور میں خاص طور پر وہ اس مسئلہ کے حل میں کوشاں رہتے تھے کہ کسی طرح قادیانیت کو امت مسلمہ سے الگ امت قرار دے دیا جائے اور امت مسلمہ کی ملی وحدت کو مزید نقصان نہ پہنچے لیکن انہوں نے موت کے بے رحم ہاتھوں نے انہیں آدو چا اور ان کی تحریک ان کی زندگی میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی۔

مزید ستم اور انہوں نے یہ ہے کہ جس چیز کو اقبال مرحوم نے ملی وحدت کے لئے سب سے زیادہ ضرور رساں سمجھا۔ اس کے متعلق تو نام نہاد اور اٹان اقبال کی زبانیں گنگ ہیں۔ البتہ دائیں اور بائیں بازو کی تقسیم کا شکار ہو کر اقبال کی تعلیم کو اپنے اپنے سانچے میں ڈھالنے کی مذموم سعی کی جا رہی ہے۔ ایک فریق مرحوم کو علمبردار جمہوریت ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے تو دوسرا فریق کلام اقبال سے سوشلزم کے حق میں سند لانے کی فکر میں ہے۔

حالا کہ اقبال سیدھے سادھے مسلمان تھے ان کے نزدیک دائیں اور بائیں بازو کا کوئی تصور نہ تھا بلکہ وہ صراطِ مستقیم کی طرف جانے والے حدی خواں تھے اور اسی مقصد میں انہوں نے عمر کھپادی۔

بمصطفیٰ برسوں خویش را کہ بین ہوا لوست

گز بہ اونر سیدی تمام بولہبی است

یہ اقبال کی تعلیم کا مرکزی نکتہ ہے۔ افسوس کہ اسے بھلا کر آج اس غریب کو دوسرے بچوں سے ناپنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

جس پاکستان کے لئے اقبال نے لہ آباد کے اجلاس میں قرارداد پیش کر کے بنیادی پتہ رکھا تھا۔ وہ پاکستان آج قادیانیوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد جہاں ظفر اللہ قادیانی کو وزیر خارجہ بنایا گیا۔ وہاں دوسرے مرزائیوں کو دوسری کلیدی آسامیوں پر براجمان کر کے روح اقبال کو تڑپایا گیا اور ظفر اللہ کی طوطا چٹھی کا یہ عالم تھا کہ اس نے گوروا سپور کے ضلع کو انڈیا کے سپرد کر کے کشمیر کے مسئلہ کو الجھایا۔ افغانستان سے ہمارے تعلقات بگڑے۔ مشرق وسطیٰ میں ہم انتہائی بدنام ہوئے اور طرفہ یہ کہ ہمیں امریکہ کے گھڑے کی مچھلی سمجھا جانے لگا۔ اور پھر اسی ظفر اللہ نے اپنے محسن بانی پاکستان کا جنازہ تک نہ پڑھا۔

۱۹۵۳ء میں جب ملک بھر کے علماء اور ویدار طبقہ نے منظم ہو کر قادیانیوں کے سلسلہ میں اقبال کے خواب کی تعبیر کا منصوبہ بنایا تو:

الف ایک طرف تو اقبال کی وارث مسلم لیگ نے جو عمان اقتدار کی مالک تھی۔ اہل حق کو ہی رگید اور مرزائیوں کو گلے لگائے رکھا شاید مسلم لیگ کا یہ پرانا دوطیرہ تھا کہ اہل حق کے مقابلہ میں اس نے ہمیشہ منکرین ختم نبوت کو ہم نوالہ ہم بیالہ بنائے رکھا۔

اس جماعت کی تاریخ میں ایک دور پہلے بھی آیا جب اس کی ساکھ کو قادیانی خلیفہ نے قائم رکھا۔ دیکھیں:

ب دوسری طرف کلام اقبال سے اپنی تقریروں کو چٹ پٹی بنانے والے علماء کرام نے نہ صرف لا تعلقی کا اظہار کیا۔ بلکہ ناموس رسالت پر کٹ مرنے والے اہل حق کو باغی و مفسد قرار دے کر حکومت وقت اور قادیانیوں کی خوشنودی حاصل کی اور روح مصطفیٰ کی پھٹکار کا طوق گلے میں باندھ لیا۔ فیا حسرتاً۔

ج تیسری طرف اقبال کے ناکردہ گناہوں کو بخش کر حال ہی میں ”اقبال ڈے“ منانے والے اسلام کے نام نہاد اجارہ داروں نے عین وقت پر تحریک کی پیٹھ میں چھرا اگھونپ کر سلطانی گواہ کا کردار ادا کر کے دارین کی ابدی لعنت کا تمنہ بحق خود جسر ڈ کر دیا۔

یہ تحریک چونکہ اپنے اصلی مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اس لئے چند سالوں کے بعد جب سابق صدرا یوب خان کا دور آیا تو پھر قادیانیوں نے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ پاکستان کے ابتدائی دور کی طرح یار لوگ پھر کلیدی آسامیوں پر براجمان ہو گئے اور

پھر سے ملک کے سیاہ و سفید کے قابض ہو گئے۔ مرزا نیوں کے ظاہری کردار سے یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ وہ ملک کے بڑے خیر خواہ ہیں۔ کیوں کہ ان کی وساطت سے ہمیں پہلے بھی غیر ملکی امداد ملتی تھی (جب ظفر اللہ تھا) اور آج بھی ملتی ہے (جب ایم ایم احمد ہے۔) اور باب بصیرت تو اس امداد کو زہر سمجھتے ہیں۔ لیکن خوش فہم طبقہ اس سے بڑا متاثر ہوتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ آخر مرزائی ملک کے دشمن کیوں ہیں؟ اس پیچیدہ اور ٹیڑھے سوال کا مفصل جواب آپ کو آئندہ صفحات میں ملے گا۔ اس کی تقریب یوں ہوئی کہ ۱۶، ۱۷ مئی ۱۹۷۰ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا کے زیر اہتمام دوروزہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پہلے دن مجلس کے ناظم اعلیٰ، منظر اسلام مولانا لال حسین اختر (جو حال ہی میں یورپ کے دورہ سے واپس تشریف لائے ہیں) کے علاوہ دوسرے حضرات نے خطاب کیا۔

اور اگلے دن حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے پریس کانفرنس سے بھی خطاب فرمایا (جس کا حوالہ شروع میں گزر چکا ہے) اور رات کے جلسہ عام میں بھی ان محترم نے ہی تقریر کی۔
احقر نے بعض بزرگوں اور دوستوں کی خواہش پر یہی سوال مولانا موصوف کی خدمت میں پیش کر کے استدعا کی کہ رات کو اس سوال کا مفصل جواب عنایت فرمایا جائے۔
مجھے خوشی ہے کہ موصوف نے احقر کی اس گزارش کو شرف قبولیت سے نوازا اور وعدہ فرمالیا۔

چنانچہ رات کو آپ نے اسی موضوع پر تقریر یا تین گھنٹہ مفصل تقریر فرمائی جسے فوری طور پر قلم بند کر لیا گیا اور اگلے ہی دن ضروری نوٹ مرتب کر کے جماعتی آرگن ہفت روزہ ”لولاک“ لائل پور میں اشاعت کے لئے بھیج دیئے جو لولاک کی اشاعت مجریہ ۱۲ جون ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

برادر محترم کی خواہش کو ٹالنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ تاہم بے پناہ معذریات کے سبب دیر ضرور ہو گئی اور اب تھوڑا سا وقت نکال کر میں اس قابل ہوا ہوں کہ اس قیمتی تقریب کو مرتب کر دوں۔

استدعا! ملک بھر کی سیاسی پارٹیوں اور بالخصوص موجودہ حکومت سے دردمندانہ گزارش ہے کہ یہ ملک حضور ختمی مرتبت ﷺ کے جوتوں کے صدقہ میں ہمیں نصیب ہوا۔ اس کے حصول کے لئے ہمیں آگ اور خون کے سمندر سے گزرنا پڑا۔ قیام ملک کے فوراً بعد مرزائی اس ملک کے لئے خطرہ بن گئے تھے۔ جس کا سد باب تحریک ۱۹۵۳ء سے ہوا۔ آج پھر مرزائی اس ملک کے لئے

خطرہ بن چکے ہیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ دین حق کی سر بلندی کی خاطر بننے والا ملک مرزا نیل کی شکل اختیار کر لے اگر خدا خواستہ ایسا ہو گیا تو پھر یقین رکھیں کہ جہاں ہم روح معطفی کے غضب کا شکار ہوں گے۔ وہاں معصوم پاکستان کی روح بھی ہمارا ماتم کرے گی۔ اور لاکھوں فرزند ان توحید کی شہادت و قربانی کے لئے بھی ہمارے پاس کوئی وجہ جواز نہ ہوگی۔ لاتعداد عصمت مآب خواتین اور معصوم بچوں کی معصومانہ قربانیاں ہمارے لئے قہر خداوندی بن جائیں گی۔ ”فتقد بربوا وتفکروا“

اس وقت ملک میں سوشلزم اور اسلام کی جو نام نہاد جنگ چھڑ چکی ہے اور جس کے نتیجہ میں نفرت و حقارت کے جذبات بدھ رہے ہیں اور ایک خدا کے نام لیوا ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی فکر میں ہیں۔ اس کا بانی مہمانی بین الاقوامی عدالت انصاف کا جج سر ظفر اللہ قادیانی ہی ہے۔ دیکھیں ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور کی اشاعت مجریہ ۵ جون ۱۹۷۰ء بعنوان ”ماضی کے آئینہ میں حال کے سیاسی چہرے۔“

یہ وہی ظفر اللہ ہے جس کے نامہ اعمال میں تحریک ختم نبوت کے ہزاروں پروانوں کا خون عذاب خداوندی کی صورت میں ثبت ہے۔ سوچیں کہ ظفر اللہ اس نام نہاد جنگ کے ذریعہ پھر سے تو کوئی ناکہ رچا نا نہیں چاہتا؟

اور مشرقی و مغربی پاکستان کی بڑھتی ہوئی نفرت و بے گامگی کا سبب مرزا نیل افسر ایم ایم احمد ہے جو پورے ملک کی قسمت کا واحد مالک بن کر قومی منصوبوں پر اپنی چودھراہٹ قائم کئے ہوئے ہے۔

دیکھیں ہفت روزہ لولاک لائل پور مجریہ ۲۹ مئی ۱۹۷۰ء و خدام الدین لاہور مجریہ ۵ جون ۱۹۷۰ء

نیز حصہ پنجاب سے ملحقہ ریاست بہاولپور کے حالیہ فسادات بھی ربوہ (موجودہ چناب نگر) کی شاطرا نہ چالوں میں سے ایک چال ہے۔ دیکھیں پریس کانفرنس شہزادہ مامون الرشید نائب صدر پی ٹی ڈی مغربی پاکستان، امر دزلاہور ۵ مارچ ۱۹۷۰ء دولاک یکم مئی ۱۹۷۰ء۔

جب مارشل لاء کے دور میں مرزا نیل یہ نکر وہ کھیل کھیل کر وطن عزیز کی سالمیت و استحکام کو جہاں کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو اس کے بعد کیا ہوگا۔ اس کے تصور سے ہی رو ٹکٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

مولانا محمد علی جالندھریؒ ایک عظیم مدرس، مجاہد، مناظر، مفکر اور خطیب ہیں۔ حضرت

مولانا عبدالحق حقانی رئیس الجامعہ حقایہ اکوڑہ خٹک الفاظ میں شکلم اسلام ہیں۔ ان کے خطیبانہ صلاحیتوں کا اعتراف ایشیا کی سب سے بڑے عوامی خطیب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو بھی تھا۔ متحدہ بارشاہی نے ان کی تقریر کے بعد تقریر کرنے سے انکار فرمایا اور انہیں وکیل ختم نبوت کہہ کر نوازا۔ جب آتش جوان تھا تو رات بھر خطابت کے جوہر دکھاتے اور سامعین سے داد حاصل کرتے۔ آج جب کہ ستر پچھتر کے پیٹے میں ہیں۔ ۳۲، ۳۳ رکنہ مسلسل بولنا اب بھی ان کے لئے مشکل نہیں، موضوع پر مفصل گفتگو کرنا اور عوام کی زبان میں انہیں بات سمجھانا مولانا کی ایسی خصوصیت ہے جس سے ان کے ہم عصر قہری دامن ہیں۔

ان لازوال خصوصیات کے پیش نظر ان کے معاصرین بھی معترف ہیں۔ مولانا نے جس طرح مفصل گفتگو کی ہے۔ وہ ہر پڑھنے والے کو فکر و تدبیر کی دعوت دے رہی ہے۔

کاش اتر جائے کسی دل میں میری بات

احقر نے تقریر سے قبل ”ابتدائیہ“ کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے وہ درحقیقت موصوف کی تمہید ہے۔ میرا مقصد اس طول بمانی سے صرف یہ ہے کہ مرزا ایت کا چہرہ پوری طرح نکھر کر سامنے آجائے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی کتابوں کے مختلف حوالے۔ موسیو بشیر الدین کے مختلف اقتباسات اور علامہ اقبال مرحوم کے رشتات فکر اسی مقصد کے پیش نظر خاص ترتیب سے میں نے نقل کئے ہیں۔

تقریر کے اجمالی نکات کی فٹ نوٹ کے ذریعہ اور زیادہ تفصیل کر دی گئی ہے تاکہ کسی طرح کا ابہام نہ رہے۔ اس کے بعد یہی کچھ کہا جاسکتا ہے۔

مانو نہ مانو جاں جہاں اختیار ہے

ہم نیک دہ حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

استدراک! آج سے چار سال پہلے جب احقر لغزت العلوم گوجرانوالہ میں دورہ حدیث کا طالب علم تھا۔ مرزا انہوں نے خالص مسلم آبادی میں اپنا اڈہ بنانے کی نامحسوس سی کی۔ اور گوجرانوالہ کے نام نامی نہاد مسلم آفیسرز نے ان کا ہاتھ بٹایا لیکن مسلمانوں کی مزاحمت سے انہیں ناکامی کا منہ دیکنا چاہا اور ان کے پشت پناہی کرنے والے سرکاری افسران بھی اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ مسلمانوں کا جذبہ فدایت کام آیا اور راتوں رات اس جگہ مسجد کھڑی کر کے اقبال کے اس مصرع کی حقیقی تعبیر پھر دہرا دی۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے

اسی دوران مولانا موصوف نے ایک جمعہ کو گوجرانوالہ تشریف لانا منظور فرمایا اور نماز جمعہ سے قبل سوانگھنہ کے قریب آیت خاتم النبیین کی اچھوٹے انداز میں تغیر و تشریح بیان فرمائی۔ یہ خطبہ اس وقت قلم بند کر لیا ہے۔ اب چار سال بعد کاغذات میں ملا ہے تو مناسب معلوم ہوا کہ اسے بھی اس کتابچہ میں شامل کر دیا جائے۔ چنانچہ ضمیمہ کے عنوان سے وہ اچھوٹا خطبہ شامل ہے۔
فدایان عشق محمدی اسے پڑھ کر یقیناً سرور محسوس کریں گے۔

محمد سعید الرحمن ملوی حنفی، ۲۰ رجب الثانی ۱۳۹۰ھ بموافق ۷ جون ۱۹۷۰ء بعد النظم

تقریر حضرت مولانا محمد علی جالندھری

امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

بمقام کمپنی باغ سرگودھا مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۸۰ء بعد نماز عشاء

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده
اما بعد اعوذ بالله من الشيطان الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم
ما كان محمد ابدا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين
وكان الله بكل شيء عليما۔ (الاحزاب آیت ۴۰)

صدق الله العلي العظيم وصدق رسوله النبي الكريم
صدر محترم حاضرین مجلس! یہ جماعتی کانفرنس ہے۔ اس لئے میں دینی باتیں کروں گا جو
جماعتی نقطہ نگاہ سے ضروری ہوں گی۔

مجلس تحفظ ختم نبوت، غیر سیاسی اور مستقل جماعت ہے (کسی جماعت کا ذیلی ادارہ
نہیں)۔ سید الاحرار سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم ساری عمر احرار میں رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک
کے دوران جیل تشریف لے گئے۔ رہائی کے بعد دوستوں کو بلایا اور فرمایا کہ: ”احرار کا مقصد
آزادی تھی، سودہ حاصل ہوگئی۔ اب تبلیغی کام کریں۔ بغض دوستوں نے اختلاف کیا تو فرمایا اچھا
جماعت کو بانٹ لو۔ ایک حصہ سیاسی کام کرے دوسرا تبلیغی۔“

شیخ حسام الدین، سائنس تاج الدین رحمہما اللہ تعالیٰ اور نوابزادہ نصر اللہ خان (موجودہ
صدر پی ڈی پی مغربی پاکستان) نے احرار لے کر سیاسی کام کا اعلان کر دیا۔ خود بخاری صاحب
مرحوم نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی داغ بیل ڈال کر تبلیغی کام کا آغاز کیا اور مرجعہ سیاسیات یعنی انکیشن
سے کنارہ کشی اختیار کی۔ (گویا حتی فیصلہ ہے کہ اب یہ کام نہیں کرتا)۔ مرحوم شیخ حسام الدین نے

درخواست کی کہ (مولانا) محمد علی ہمیں دے دو۔ فرمایا انہیں تمہیں دے کر اپنے پاس کیا رکھوں؟ چنانچہ ان کی درخواست کو قبول نہ فرمایا اور مجھے اپنے ساتھ رکھا۔ جس طرح بخاری صاحب مرحوم نے جماعت کو تقسیم کیا۔ اسی طرح لاہور کے دفتر کو بھی تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ احرار ملا دوسرا مجلس کو۔ اس موقع پر مولانا نے مرحوم مجلس احرار اور اس کے جلیل القدر زعماء اور کارکنوں کی قربانیوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

مولانا نے جماعتی دستور کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے کارکن آزاد ہیں۔ جس سیاسی جماعت میں چاہیں شامل ہو کر سیاسی کام کر سکتے ہیں۔ مجلس کے عہدیدار سیاسی کام نہیں کر سکتے۔

ووٹ کے معاملہ میں آزادی ہے جس نمائندہ کو صحیح سمجھیں۔ ووٹ دیں۔ مجلس بحیثیت جماعت کے دو کام کرے گی۔

- ۱..... مرزائیوں کو ممبر نہیں بننے دے گی۔
- ۲..... جو لوگ مرزائیوں کو مسلمان سمجھیں گے۔ انہیں ممبر نہیں بننے دے گی۔

خصوصی اعلان

مولانا نے فرمایا کہ تمام مدعیان نبوت کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے گروہ کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں اور جو لوگ انہیں خارج از اسلام نہیں سمجھتے انہیں بھی دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ہر آزاد شہری کو اپنا مطالبہ پیش کرنے کا حق ہوتا ہے۔ جیسے آج کل دن یونٹ اور صوبائی خود مختاری وغیرہ کے مطالبات پیش ہو رہے ہیں۔ چونکہ میں بھی ایک آزاد شہری ہوں اور اس ملک کی خاطر جیلوں میں رہ چکا ہوں اور میرے جیل ہوتے ہوئے دو بھائی ۲۳ گھنٹہ میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس لئے مجھے اپنا مطالبہ پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔ اس موقع پر موصوف نے لندن پارلیمنٹ کے حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جنس پرستی کا بل پیش ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ دنیا کیا کہے گی؟ ایک ممبر نے کہا کہ میں آزاد شہری ہوں۔ دنیا کچھ کہے اپنے دل کی آواز کو دبا نہیں سکتا۔ دوسرے ممبر نے بھی اس کی حمایت کی بلکہ آگے بڑھ کر عیسائی بد اخلاقی و بد کرداری کا خوب مظاہرہ کیا۔ اور کہا اس کام میں میرا تجربہ و طرفہ ہے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جو مزہ فچے لیٹنے میں ہے اوپر لیٹنے میں نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بحیثیت آزاد شہری میرا مطالبہ آج بھی وہی ہے جس سے ۱۹۵۳ء میں ملک کے درو دیوار گونج اٹھے

تھے۔ یعنی جب مرزائی سماجی اور معاشرتی طور پر ہم سے علیحدہ ہے تو اسے سیاسی طور پر بھی علیحدہ کیا جائے۔

مجلس کی خدمات اور شکوہ

آپ نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ مرزائی کو کفر و ارتداد کی تبلیغ کے لئے کھلی چشمی دی جاتی ہے لیکن بیرونی ممالک میں مجلس کے لئے دروازے بند ہیں۔

مولانا لال حسین اختر کا پاسپورٹ جن مشکلات سے متاوانہیں معلوم ہے میں نے خود افریقہ جانے کی اجازت مانگی جواب تک نہ ملا۔ مجبوراً آج کل بذریعہ خط و کتابت سلسلہ تبلیغ جاری ہے۔ مجلس کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جماعت نے ملک کو مرزائیت سے بچالیا ہے۔ یہ تو درست ہے کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کو آئین میں چھپے ہوئے دشمنوں کے عین وقت پر دھوکہ دہی قانونی طور پر مرزائیوں کو اقلیت قرار دلانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ لیکن الحمد للہ کہ عوامی بائیکاٹ کا مرحلہ تو مکمل ہو ہی گیا اور آج کوئی مخلص مسلمان مرزائیوں کو منہ نہیں لگا تا۔

مرزائی حکومت

آپ نے فرمایا کہ مرزائی مختلف مقامات پر بڑھاکتے ہیں کہ فلاں سال میں ہماری حکومت قائم ہو جائے گی۔ لیکن یاد رکھو اب اس ملک میں مرزائیت کی موت ہے۔ اسے اب وقت گزارنے کے لئے امریکی اڈوں میں پناہ لینا ہوگی۔

مولانا نے سوال کیا کہ جب مرزائی اس قسم کی باتیں کہتے ہیں تو حکمہ سی آئی ڈی کہاں ہوتا ہے؟ تحقیق کیوں نہیں ہوتی؟ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ریوہ (موجودہ چناب نگر) کی جتیاں جلتی رہیں۔ لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ بیگی۔

مرزائیوں کو شاید اس لئے مخلص پاکستانی سمجھا جاتا ہے کہ ان کی وساطت سے امریکہ گندم دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر میں ملک کا صدر ہوتا تو قوم کو مشورہ دیتا کہ بھوکے مر جاؤ۔ امریکی گندم نہ کھاؤ۔ ایم ایم احمد ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کی وساطت سے ملنے والی امریکی امداد حقیقت میں زہر ہے۔ آپ نے متنبہ کیا کہ اینگلو امریکی سامراج اسرائیل کے بعد مرزائیل کے قیام کی فکر میں ہے۔ چنانچہ بیروت سے آنے والے خطاں پر شاہد ہیں کہ تمام اسلام دشمن مل کر مرزائیل کے ذریعہ پاکستان کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ایک امریکی سیاح کا ذکر کرتے ہوئے

مولانا نے فرمایا کہ اس نے خط میں لکھا ہے کہ میں سیاحت پاکستان کے دوران جب ربوہ (چناب نگر) گیا تو محسوس ہوا کہ ربوہ کا اسرائیل سے خاص تعلق ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جماعت کے ناظم مولانا لال حسین اخترؒ نے لندن میں پاکستانی ہائی کمشنر سے اسرائیل جانے کی اجازت مانگی تو جواب ملا کہ چونکہ تعلقات کشیدہ ہیں۔ اس لئے اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مولانا نے سوال کیا کہ جب تعلقات کشیدہ ہیں تو پھر مرزائی مشن وہاں کیوں ہے؟ کیا کر رہا ہے؟

اس کا بجٹ ربوہ میں تیار ہوتا ہے۔ تفصیلات مرزائی اخبار الفضل میں شائع ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں ایک خاموشی ہے آخر کیوں؟

آپ نے فرمایا کہ مرزائی حکومت کا خواب ایک عرصہ سے دیکھ رہے ہیں۔ چنانچہ جسٹس منیر نے بھی تسلیم کیا ہے کہ قادیانی انگریز کے جانشین بننے کے متوقع امیدوار تھے۔ (منیر انکوائری رپورٹ ص ۱۹۶) لیکن اس وقت ان کی آرزو پوری نہ ہو سکی۔ اب وہ آئے دن دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آج ہی ایک مرزائی نے ہمارے دوست کو پھر چند سالوں کی دھمکی دی ہے۔

لیکن یاد رکھو کہ حکومت حاصل کرنے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔ پہلا آئینی یعنی انتخاب کے واسطے سے۔ دوسرا غیر آئینی یعنی انقلاب کے راستہ سے؟

مولانا نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ جہاں تک پہلے راستہ کا تعلق ہے اس راستہ سے مرزائی کبھی برسرِ اقتدار نہیں آ سکتے۔ اور اگر انہوں نے دوسرے راستوں سے ادھر آنے کی کوشش کی تو پھر ہمارا اعلان سن لو کہ ہم تمہاری حکومت کو تسلیم نہیں کریں گے اور بغاوت کر دیں گے۔ تم اگر طاقت کے بل بوتے پر جبر و تشدد سے منوانے کی کوشش کرو گے۔ تو ہم بھی مقابلہ کریں گے۔ نتیجتاً تو تم رہو گے یا ہم!

۱۔ روایت یہ ہے کہ جب متحدہ عرب جمہوریہ کے بیدار مغز صدر اور اینگلو امریکی سامراج کے سب سے بڑے دشمن بطل حریت جمال عبدالناصر نے مرزائیوں کو اپنے ملک سے چٹا کیا تو اسی مشن نے اسرائیل جاکر ڈیرہ بسایا۔ واللہ اعلم ۱۲ اعلوی

آپ نے تحریک ختم نبوت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ اس تحریک سے ملک محفوظ ہو گیا اور اس کا اعتراف سرکاری اہل کاروں کو بھی ہے۔ چنانچہ ایوب خان نے جب فوجی حکومت کا ہنگل بجایا تو ملتان میں ایک سرکاری آدمی ہمارا دفتر سیل کرنے آیا۔ ہم نے اسے جماعتی دستور دکھایا کہ ہماری جماعت تبلیغی ہے سیاسی نہیں۔ اس لئے سیل کرنے کے لئے کوئی وجہ جواز نہیں۔ اس نے وہیں سے کسی افسر کو فون کیا افسر نے کور نے انتظار کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ انتظار کے بعد پھر یہی حکم ہوا کہ سیل کر دو۔ میں نے لاہور کے ایک ذمہ دار افسر سے رابطہ قائم کیا اور پوچھا کہ جب ہماری جماعت تبلیغی ہے تو پھر دفتر کو سیل کیوں کیا گیا؟ اس نے کہا کہ یہ غلط فہمی کی بناء پر ہو گیا ہے۔ اگر ہم سیاسی جماعت سمجھتے تو لاہور اور دوسرے مقامات پر موجود دفاتر کو بھی سیل کر دیتے۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ آپ درخواست دے دیں سیل توڑ دی جائے گی۔ چنانچہ ہم نے درخواست دی، ہمارا دفتر کھول دیا گیا۔

انشاء گفٹگو میں میں نے سوال کیا کہ ہمارے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے رورور کر کہا کہ مولانا ہم بھی مسلمان ہیں اور گناہوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ قیامت کے دن بخشش کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے شفاعت احمدی علیہ السلام کے۔

اس لئے دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں نے تحریک چلا کر ملک کو بچا لیا۔ ورنہ مرزائی گورنمنٹ بن چکی تھی۔ اسی طرح ہمارے مولانا محمد شریف جالندھری کے ایک دوست جن کا پولیس سے تعلق تھا۔ اکثر طے آتے۔ ایک دن کہنے لگے کہ جس دن علماء نے تحریک شروع کی۔ مجھے بڑا غصہ تھا۔ اور میں برا بھلا بھی کہتا تھا کہ یہ لوگ ملک کے دشمن ہیں۔

لیکن اب میری رائے یہ ہے کہ اگر آپ لوگ تحریک نہ چلاتے تو آپ اسلام کے بھی نثار ہوتے اور ملک کے بھی مجرم ہوتے۔ اس لئے مرزائی گورنمنٹ کا منصوبہ بن چکا تھا۔ تحریک چلا کر تم لوگوں نے اسے ناکام بنادیا۔ آپ نے مرزائیوں کے پاکستان دشمن کردار کو بے نقاب کیا اور سلسلہ وار تفصیلات جلسہ عام میں ارشاد فرمائیں۔

آپ نے فرمایا کہ پاکستان بن جانے سے پہلے میں بھی خلاف تھا اور میری رائے یہ تھی کہ پاکستان نہ بنے۔ اس موقع پر آپ نے گفتگو انداز میں فرمایا کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ مودودی صاحب کی طرح غلط بیانی سے کام لوں کہ مخالفت کے باوجود کہوں کہ میں مخالف نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ مخالفت کے باوجود جب بن گیا تو دیانت داری کے ساتھ ہم نے

اس کے استحکام کے لئے کوششیں شروع کر دیں اور نہ صرف ہم نے کیں بلکہ ہمارے وہ اکابر جو انڈیا میں ہی مقیم تھے۔ ان کا بھی یہی خیال تھا کہ جب پاکستان بن گیا ہے تو اسے باقی رہنا چاہئے۔ چنانچہ مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سید ہاروی مرحوم ناظم عمومی آل انڈیا جمعیت علماء ہند و ممبر انڈیا پارلیمنٹ نے قیام پاکستان کے بعد پٹنہ کے دوسرے فسادات کے دوران تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو قیام پاکستان کے حق میں نہ تھے۔ لیکن اب میرا ایمان ہے کہ پاکستان بن گیا ہے تو سلامت رہے۔ اسی طرح شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی مرحوم شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، صدر جمعیت علماء ہند نے اپنے ایک خادم مولوی رحمت اللہ صاحب مقیم فورٹ سنڈیمین کو خط لکھا جس میں فرمایا کہ اب جب کہ پاکستان بن گیا ہے سابقہ اختلافات کو بھول کر حکومت سے تعاون کرو اور نئے ملک کے استحکام کی طرف توجہ دو (وہ خط اب بھی موجود ہے ۱۲) آپ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ سیاسی نقطہ نگاہ سے ہماری ایک رائے تھی کہ ملک تقسیم نہ ہو لیکن جب تقسیم ہو گیا تو اختلاف رائے بھی ختم ہو گیا۔ اس کے برعکس مرزا یوں کے نزدیک مرزا قادیانی کی وحی غلط ثابت ہوتی ہے۔ اگر وہ پاکستان کو تسلیم کریں چنانچہ موسیو بشیر الدین آنجمانی نے لکھا کہ: ”مرزا غلام احمد کا الہام چاہتا ہے کہ ہندوستان اکٹھا رہے۔ اگر تقسیم ہو گئی تو ہم اسے مجبوراً تسلیم کریں گے اور کوشش کریں گے کہ پھر ملک متحد ہو جائے۔“ مولانا نے فرمایا کہ جس پرچہ میں یہ اعلان شائع ہوا تھا۔ وہ پرچہ غولجہ ناظم الدین، شہاب الدین اور سردار عبدالرب نثر مرحوم کو ہم نے دکھلایا لیکن انہوں نے کسی نے توجہ تک نہ دی۔

۱۔ اس کے علاوہ خود موسیو محمود کا یہ رویہ قابل ملاحظہ ہے جس میں محمود نے اس بات کا اظہار کیا کہ گاندھی جی آتے ہیں اور ایک چارپائی پر لیٹنا چاہتے ہیں اور ذرا سی دیہ لیتے کے بعد اٹھ بیٹھے۔ تعبیر کے طور پر موسیو محمود نے کہا کہ جماعت احمدیہ کا الہامی عقیدہ یہ ہے کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے۔ کچھ وقت کے لئے دووں تو میں حدار ہیں گی۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی۔ اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ یہ بعد جلد دور ہو جائے۔ (الفضل مورخ ۵ مارچ ۱۹۴۷ء ص ۳) حکومت مغربی پاکستان کے پانچ سوال اور ان کا جواب اس خواب کے بعد آج تک ربوہ کے ہشتی مقبرہ میں پورا نکلس ادا کرنے والے مریدان یا صفا کو امانت کے طور پر فرائض کرنا اور قادیان کے ہشتی مقبرہ کے خواب دیکھنا آخر کس بات کی غمازی کرتا ہے؟ اس کے علاوہ منیر پورٹ کے ص ۱۹۶ پر بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ: ”مرزائی تقسیم کے مخالف تھے اور اگر تقسیم ہو گئی تو دوبارہ برصغیر کے اتحاد کے لئے وہ کوشش کریں گے۔“

۲..... مرحوم ڈاکٹر محمد اقبال نے کشمیر کمیٹی میں مرزا بشیر الدین کو صدر مان لیا۔ لیکن حالات جب کھل کر سامنے آ گئے تو مرزا کو علیحدہ کر دیا اور کہا کہ ہر مرزائی سرکاری ملازم مرزا کا حکم پہلے ماننا ہے اور حکومت کا بعد میں۔

۳..... کانگریس نے تقسیم ملک کی تجویز مان لی لیکن شرط یہ تھی کہ پنجاب و بنگال کو تقسیم کیا جائے گا۔ چنانچہ اگست ۱۹۴۷ء میں وائسرائے نے جب پنجاب کی تقسیم کا اعلان کیا تو گورنر اسپور کو پاکستان میں شامل کیا لیکن چند دن بعد ڈرامائی طور پر دوبارہ اعلان کر کے گورنر اسپور کو ہندوستان میں شامل کر دیا۔ اس دوبارہ اعلان کا سبب کون تھا؟ یہی مرزائی جنہیں ملک کا بدو اخیر خواہو سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ پنجاب کے اضلاع تین قسم کے تھے۔

۱..... مسلم اکثریت والے۔

۲..... مسلم اقلیت والے۔

۳..... تیسری قسم کا ضلع صرف ایک ہی تھا۔ یعنی گورنر اسپور

جس کی نوعیت یہ تھی کہا کہ مرزائی مسلمانوں کا ساتھ دیتے تو یہ ضلع پاکستان کو مل جاتا۔ ہندوؤں کا ساتھ دیا تو ہندوستان کو مل گیا (گویا اس قدم سے مرزائیوں نے اپنے غیر مسلم ہونے کا واضح ثبوت دے دیا لیکن افسوس ہے کہ پاکستان کی تمام حکومتیں انہیں آج تک مسلمانوں میں شامل کرنے پر مصر ہیں۔) (۱۲ عرب)

۱۔ اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ظفر اللہ نے اپنے محسن سر فضل حسین کا جنازہ نہ پڑھا۔ اس لئے کہ وہ مسلمان تھا باوجودیکہ سر فضل حسین نے ظفر اللہ کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں اپنا جانشین بنا کر سوا اعظم کے جذبات کو بخرواح کیا تھا۔ اسی طرح لاہور میں موجود ہونے کے باوجود ڈاکٹر اقبال مرحوم کا جنازہ نہ پڑھا اور حد یہ ہے کہ ہائی پاکستان کا جنازہ نہ پڑھا بلکہ ۱۹۴۷ء میں ہائی پاکستان کو بیوقوف قرار دیا اور کہا کہ تقسیم سے مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچے گا۔ مسز سری پرکاش جس کے سامنے ظفر اللہ نے اس خیال کا اظہار کیا تھا۔ اپنی سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ: ”تقسیم کے بعد کراچی میں جب ظفر اللہ سے میں نے پوچھا کہ اب تمہاری کیا رائے ہے تو کہا کہ میرا اب بھی وہی جواب ہے۔ مگر ظفر اللہ نے بعد میں اس کی تردید کی اور کہا کہ جناح صاحب تو مجھے اپنا سیاسی بیٹا سمجھتے تھے اور مجھ پر بڑے مہربان تھے۔ لیکن اس کے باوجود اپنے محسن اور باپ کا جنازہ تک نہ پڑھا۔“ (حکومت کے پانچ سوال اور ان کا جواب ص ۲۲، ۲۳)

۴..... پنجاب لیگ کے صدر ممدوٹ مرحوم سے یہ غلطی ہوئی کہ وہ اپنی ریاست کے بچاؤ کے سلسلہ میں مرزا آئیوں کی سازش کا شکار ہو گئے۔ کیونکہ موصوف کے تحصیل فیروز پور میں ۸۰ گاؤں تھے اس کا سرکاری وکیل ہیرا اکبر علی شاہ قادیانی تھا۔

ہیرا اکبر علی شاہ نے ممدوٹ کو ذاتی ریاست کے بچاؤ کا جھانسنے دے کر درغلایا اور کہا کہ اگر مسلم لیگ ظفر اللہ خان کو باؤڈری کمیشن کے سامنے اپنے وکیل کی حیثیت سے پیش کر دے تو مزہ آجائے گا۔ ممدوٹ مرحوم قادیانی سازش کا شکار ہو گئے اور ظفر اللہ کو وکیل تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن ظفر اللہ نے چال یہ چلی کہ مسلمانوں کا کیس تو خود لڑا اور مرزا آئیوں کا کیس مرزا ابیشر الدین کے ہم زلف مرزا ابیشر احمد کے سپرد کر دیا۔ (گویا کیس کو دو حصوں میں بانٹ دیا)

۱۔ مسلم لیگ کہ چیتے وکیل سر ظفر اللہ نے گوروا سپور کے معاملہ میں جو کمزور کردار ادا کیا اس پر خود بھی حلقے آج ماتم نکالتے ہیں۔ چنانچہ مشہور لیگی لیڈر راجہ غفر علی خان کی یادداشتوں کا مجموعہ بعنوان ”مارشل لاء سے مارشل لاء تک“ میں ہے کہ ”ریڈ کلف اپنے سامنے پیش ہونے والے مقدمہ کے اس خاص نقطہ میں جھٹکی دلچسپی لے رہا تھا جس علاقہ پر پرواز کرنا چاہتا تھا۔ وہ وہی علاقہ تھا جس کا ضلع گوروا سپور کی تقسیم سے متعلق تھا جس دن محمد اور جسٹس محمد منیر اس خاص نقطے کی اہمیت سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے ریڈ کلف کا رویہ انہیں خاص طور پر معنی خیز معلوم ہوتا تھا۔ لیکن حالات کی تسم غلطی یہ تھی کہ کمیشن کے بچانے کے لئے وہ اتنی دوردراز کی باتیں سوچ رہے تھے اور استعفیٰ پیش کرنے کی تجویز پیش کر رہے تھے۔ مسلم لیگ کے مقدمہ کی پیروی کرنے والے وکیل اسے خود ہی چاند کی ٹشتری میں رکھ کر بھارت کو پیش کر رہے تھے۔ ”مارشل لاء سے مارشل لاء تک“ مرتبہ سید نور احمد (ص ۱۸، ۳۱) اسی کتاب کا ایک دوسرا اقتباس ملاحظہ فرمائیں اور پھر دیکھیں کہ کشمیر کو ہڑپ کرنے کے لئے انڈیانے کیا سازشیں کی تھیں؟“

ز..... حد بندی کے سلسلہ میں ریڈ کلف کی جھٹکی دلچسپی کو بعض دوسرے واقعات کے سیاق و سباق میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ماؤنٹ بیٹن غالباً ۳ جون کے پلان کی منظوری سے پہلے ہی پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ کم از کم اس حد تک پختہ وعدہ کر چکا تھا کہ گوروا سپور کے پورے ضلع کو پاکستان پنجاب میں شامل کرنے کے بجائے اس طرح تقسیم کرنے کی کوشش کی جائے گی کہ کم از کم پٹھان کوٹ کی تحصیل بھارتی علاقہ میں شامل ہو جائے۔ تحصیل پٹھان کوٹ کی خاص جغرافیائی اہمیت یہ تھی کہ اس کا ایک سرحد ریاست جموں و کشمیر کے علاقے سے ملحق تھا۔ لہذا اگر یہ تحصیل بھارت کا حصہ بن جائے تو بھارت کی سرحد ریاست (کشمیر) سے جاملتی تھیں اور بھارت کو اس ریاست تک پہنچ جانے کا راستہ مل جاتا تھا۔ اس کے علاوہ بھارت اور اس ریاست کے درمیان کوئی جغرافیائی تعلق نہ ہو سکتا تھا؟ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مولانا نے فرمایا کہ میں نے خلیفہ پاکستان قاضی احسان احمد مرحوم کو جسٹس منیر کے پاس بھیجا جو باؤٹری کمیشن کا پاکستانی ممبر تھا اور اس سازش سے آگاہ کیا۔ لیکن منیر نے ہماری بات نہ مانی جب کہ ابھی دو سال پہلے اخبارات میں منیر نے ایک مضمون لکھا جس میں اس بات پر حیرت کا اظہار کیا گیا کہ ظفر اللہ نے کیس علیحدہ علیحدہ کیوں کیا؟

(لیکن اب اظہار حیرت کا کیا فائدہ؟ پہلے تو بات نہ مانی گئی۔ محض اس لئے کہ کہنے والے مولوی ہیں۔ اب حیرت و استعجاب سے کیا بنتا ہے۔)

اب شور مچا دے کیا ہوت جب چڑیاں چک گئیں کھیت کاش منیر صاحب قاضی مرحوم کی بات مان لیتے تو اسی وقت سازش سامنے آ جاتی اور یہ روز بد ہمیں نہ دیکھنا پڑتا۔ ظفر اللہ کی اس بد اعمالی کے سبب کشمیر کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے الجھ کر رہ گیا۔ اور آج کل نہری پانی کے جن تنازعات کا ہم شکار ہیں۔ اس کے برگ و بار انہی قادیانیوں کے پیدا کر رہے ہیں۔ گورو اسپرواڑیا کو نہ ملتا تو کشمیر پر اس کے قبضہ کی کوئی سبیل ہی نہ تھی اور کشمیر ہمارا ہوتا تو نہری پانی کا جھگڑا کیوں ہوتا؟ (۱۲ مرتب۔)

اس مرحلہ پر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تقسیم کے دوران مسکوں نے یہ مطالبہ پیش کیا تھا۔ کہ ننگانہ کو سکھ شہر قرار دیا جائے۔ اس کے مقابلہ میں پانی پت کے مسلمانوں نے درخواست دی کہ پانی پت کو مسلم شہر قرار دیا جائے۔ حیرت اس بات کی ہے کہ ظفر اللہ کے معاون وکیل مسٹر اے رجم نے پانی پت کے مسلمانوں کی درخواست تک پیش نہ کی۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) ان اقتباسات کے بعد مرزائیوں کے مشہور مبلغ شمس صاحب کے کتابچہ ”قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ ص ۵۲ کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں: ”مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے سر ظفر اللہ خان لندن سے لاہور پہنچے اور خود امام جماعت احمدیہ بھی تمام کارروائی دیکھنے اور سننے کے لئے عدالت میں موجود تھے۔ اور مناسب ہدایات دیتے رہے۔ علاوہ ازیں لندن سکول آف اکنامکس کے پروفیسر مسٹر پیٹ کو باؤٹری ایکسپرت تھے خدمات حاصل کی گئیں۔ اور ان کے تمام اخراجات جماعت احمدیہ نے پیش کئے۔“

سابقہ اقتباسات کے ساتھ اس اقتباس کو پڑھیں اور پھر اقبال مرحوم کا قول سامنے رکھیں کہ مرزائی ہر کاری ملازم حکومت سے پہلے اپنی جماعت کا حکم مانتے ہیں۔ اس طرح یہ سازشی کڑیاں نکل کر سامنے آ جاتی ہیں۔ کاش کہ ارباب حکومت توجہ فرمائیں۔ ۱۲ مرتب

۴..... سر ظفر اللہ نے وزارت خارجہ کے دور میں شام کے مشہور شہر اور دارالسلطنت دمشق کو مرزائیوں کا اڈہ بنا دیا۔ چنانچہ نوائے وقت کے ایڈیٹر مسٹر حمید نظامی مرحوم نے لکھا کہ دمشق کا سفارت خانہ مرزائیوں کا اڈہ بن چکا ہے۔ (الحمد للہ کہ شام و مصر کے اتحاد کے دوران زیم ملت ناصر کی بیدار مغزی کے سبب شام بھی مرزائیوں سے خالی ہو گیا اور اس طرح یہ عظیم عرب ملک مرزائی اڈہ بننے سے بچ گیا۔ ۱۲ مرتب)

۵..... روزنامہ جنگ راولپنڈی جلد ۷ شمارہ ۳۰۹ فرسٹ وچناب ایڈیشن کی اشاعت بحریہ ۳ مارچ ۱۹۶۵ء کی یہ خبر ملاحظہ فرمائیں۔

”لندن ۳ مارچ (نمائندہ جنگ) جماعت احمدیہ کا پہلا یورپی کنونشن جماعت کے لندن مرکز میں منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں تمام یورپی ممالک کے احمدیہ مشن شرکت کر رہے ہیں۔ کنونشن کا افتتاح گزشتہ روز پیگ کی بین الاقوامی عدالت کے جج سر ظفر اللہ نے کیا۔ یہ کنونشن ۷ مارچ تک جاری رہے گا۔ جماعت نے مختلف محترم ممالک میں اپنے مشن قائم کر لئے ہیں۔ برطانیہ میں جماعت احمدیہ کے اٹھارہ مرکز قائم ہو چکے ہیں۔ کنونشن میں شریک مندوبین نے اس بات پر زور دیا کہ اگر احمدی جماعت برسر اقتدار آ جائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے جائیں اور دولت کو از سر نو تقسیم کیا جائے اور سود پر پابندی لگادی جائے اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے۔“

سوال یہ ہے کہ برسر اقتدار آنے کے خواب کہاں دیکھے جا رہے تھے؟ ظاہر بات ہے کہ لندن یا امریکہ میں احمدی برسر اقتدار نہیں آ سکتے؟ ان کی حسد نگاہ پاکستان ہی ہے چنانچہ آئے دن وہ دھمکیاں بھی دیتے رہتے ہیں۔

پھر ایک ماہ بعد امریکی سامراج کی شہ پرائیڈ یا پاکستان پر حملہ کرنا اور اس دوران ریوہ کی جہاں جلتے رہنا ان کڑیوں کو بخور دیکھا جائے اور مرزائیوں کی سامراج دوستی اور سامراج نوازی کو نگاہ میں رکھا جائے تو اس جز کے مضمرات سے ہر کوئی آگاہ ہو سکتا ہے۔

۶..... انگریز یہ سوچ کر گئے تھے کہ مرزائی برسر اقتدار آ جائیں (اور مرزائی بھی متوقع جاشین تھے جیسا کہ پہلے گزرا۔ ۱۲ مرتب) اس منصوبہ کے لئے کتنے پاؤں پیلے گئے وہ ایک بڑی کرب ناک اور دکھ بھری داستان ہے۔ مولانا کی زبانی اس کی کڑیاں ملاحظہ فرمائیں۔

پہلے پنجاب کے گورنر سرفرائس موڈی نے ریوہ کی زمین الاٹ کی۔ پھر پاکستانی کمانڈران چیف جنرل گرہی نے فوج کے راستہ سے انہیں اوپر لانے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ بکثرت مرزائی بھرتی کئے۔ حتیٰ کہ خالص مرزائی پٹالین، فرقان پٹالین کے نام سے قائم کی۔ اور

مرزائی میجر جنرل نذیر احمد کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کر لیا۔

میں اور قاضی احسان احمد مرحوم پنڈی گئے۔ قائد کشمیر چودھری غلام عباس مرحوم کے دوست اللہ رکھا اور آفتاب احمد ملنے آئے۔ ان سے بھی اس منصوبہ کی تائید ہوئی۔ چنانچہ لاہور میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا اور اس میں ان کے ذریعہ سے ہی اس کا اظہار کروایا گیا۔ بات پریس میں آئی گریسی چیخ اٹھا اور چودھری مرحوم سے شکوہ کیا۔ چودھری نے ساتھیوں کو بلا لیا وہ گریسی کے گلے پڑ گئے کہ تم ملک میں مرزائیوں کو کیوں مسلط کرنا چاہتے ہو؟ گریسی نے کہا کہ تم پریس میں اپنی تقریر کی تردید کرو میں فرقان فورسز کو توڑ دوں گا۔ انہوں نے پریس میں بیان دے دیا اور مطلوبہ چار پرچے مہیا کر کے باقی سارے اخبارات جلا دیئے گئے۔ فرقان ٹیلیوٹ گئی۔ لیکن مرزائی اسلحہ لے دوڑے۔ میں ملتان میں نظر بند تھا۔ میرے بھائی کا انتقال ہو گیا۔ میں نے ۷ ہون کی اجازت مانگی لیکن نہ ملی۔ اسی دوران سیورٹی سٹاف کے ایک آدمی نے مجھ سے کہا کہ فرقان ٹیلیوٹ جب ٹوٹی و مرزائی اسلحہ لے کر دوڑ گئے تھے۔ کیا آپ اس کی تلاش میں ہماری مدد کر سکتے ہیں؟

میں نے کہا کہ پوری مدد کر سکتا ہوں۔ بشرطیکہ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔ نہ آج تک ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا گیا۔ نہ اس اسلحہ کا پتہ چل سکا۔ آج بھی اگر حکومت اس پیش کش کو تسلیم کرے تو وعدہ پورا ہو سکتا ہے۔

۷..... راولپنڈی سازش ملک کا مشہور واقعہ ہے۔ دوسرے طرز پکڑے گئے لیکن نذیر احمد قادیانی کی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔ قاضی احسان احمد مرحوم نے فرمایا کہ مرزائی سازش معلوم ہوتی ہے اور پھر جیشن منیر سے ملے جو تحقیقاتی افسر تھا لیکن اس نے توجہ دی نہ دینا تھی۔

مولانا غلام غوث ہزاروی سے پشاور بازار سے کسی آدمی نے ذکر کیا اور اسی انداز کی بات کی کہ مرزائی ٹوٹ ہیں۔ مولانا نے اسے لاہور کا مشورہ دیا وہ لاہور آیا۔ شاہ جی سے تذکرہ کیا۔ شاہ مرحوم نے مجھے بلایا اس آدمی نے سارے حالات میرے سامنے بیان کئے۔ میں نے کہا کہ آپ لکھ کر دے سکتے ہیں۔ وہ آمادہ ہو گیا اور سب کچھ لکھ کر دے دیا۔ انہی دنوں سرگودھا میں کل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ شاہ جی مرحوم نے آخری اجلاس میں تقریر کرنا تھی۔ وہ اتفاق سے بیمار تھے۔ مجھے بھیجا میں نے تقریر کی۔ عشاء سے لے کر صبح ۴ بجے تک تقریر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریر خوب ہوئی اور خوبی کارا ز بعد میں پتہ چلا۔ جب ایک آدمی سے شاہ جی نے تقریر کی کیفیت پوچھی تو راز یہ کھلا کہ مرحوم ملتان میں عشاء سے لے کر صبح ۴ بجے تک معطلی پر بیٹھے رہے اور وہ ۴ بجے معطلی سے اٹھے۔ ادھر میں نے تقریر ختم کر دی۔

اس تقریر کے دوران میں نے سارا قصہ کہہ سنایا اور کہا کہ میرے پاس تحریری ثبوت ہے کہ یہ مرزائی سازش ہے۔ گورنمنٹ ثبوت مانگے تو میں ثبوت مہیا کر سکتا ہوں۔ اسی طرح ساہیوال وغیرہ تقریر ہوئی اور ہر جگہ اسی انداز سے تقریر ہوئی۔ لیکن حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔

اصل یہ ہے کہ مرزائی ہر جگہ میں چھائے ہوئے ہیں۔ (مطلب کی بات راستہ ہیں ہی رہ جاتی ہے) آخر قاضی مرحوم کے مشورہ سے لیاقت مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ علیک سلیک کے بعد مرحوم نے شاہ جی کی خیریت پوچھی۔ پھر مطلب کی بات ہوئی۔ لیاقت نے کاغذ لیا۔ پڑھا۔ پھر واپس کر دیا۔ آخر اس خط کی نقل مانگی۔ ہم نے اصل کاغذات اسے دے دیئے۔ مرحوم اگلے دن پنڈی پہنچے۔ مرزائی (نذیر) لندن سے واپسی پر ہوائی اڈہ سے ہی گرفتار ہو کر سزایاب ہوا اور فوج سے نکالا گیا۔ اس طرح خدا نے ایک فتنہ سے ملک کو بچا لیا۔

۸..... موسیو بشیر الدین آنجنائی نے کوئٹہ کو قادیانی صوبہ بنانے کا اعلان کیا۔

۱۔ درحقیقت مرزائی ایک غرض سے اقتدار کا خواب دیکھ رہے تھے۔ جسٹس منیر کو اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ برطانیہ کے متوقع جانشین تھے۔ (دیکھیں منیر انکوائری رپورٹ ص ۱۹۶) اور موسیو بشیر الدین کو اس حد تک خوش فہمی تھی کہ وہ ہندوستان کے علاوہ روس کو قادیانی سٹیٹ ہی سمجھ رہے تھے۔ جیسا کہ الفضل کی ۴ مارچ ۱۹۳۶ء کی شہادت موجود ہے: ”جماعت احمدیہ کے افراد نہ صرف پورے ہندوستان کے حکمران ہوں گے۔ بلکہ روس پر بھی ان کی حکومت ہوگی۔“

مرزائی حکومت کیوں چاہتے تھے۔ انہیں اقتدار کی ہوس آخر کیوں پریشان کئے ہوئے ہے۔ اس کا جواب بھی مرزائی تحریروں سے مل سکے گا۔

۱..... مرزا بشیر الدین نے خطبہ میں کہا کہ ”ہماری حکومت جنہیں ہے کہ ہم قوت سے لوگوں کی اصلاح کریں اور بظلم اور موسیقی کی طرح اب سب لوگوں کو ملک بدر کر سکیں جو ہمارے احکامات کی تعمیل نہ کریں اور جو ہماری بات نہ سنیں یا نہ مانیں۔ انہیں عبرت ناک سزا دے سکیں۔ اگر ہمارے پاس حکومت ہوتی تو ہم یہ نتائج ایک دن میں حاصل کر سکتے تھے۔“ (فضل ۱۲ جون ۱۹۳۶ء)

۲..... بے شک قادیان ہمارا ایک مذہبی مرکز ہے لیکن اس وقت ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری قوت اور ہمارے دکار مرکز کون سے مقام پر قائم ہوگا۔ یہ مرکز ہندوستان کے کسی بھی شہر میں قائم ہو سکتا ہے۔ (فضل ۲۹ نومبر ۱۹۳۳ء) گویا بزرگ مسلمانوں کو قادیانی بنانے کے لئے ریاست اور اقتدار کی ضرورت تھی۔ اس کے لئے ان کی نگاہیں مختلف خطوں کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ جن کی ترتیب کچھ یوں ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(افادیت کے لئے موسیو کا وہ خطبہ نقل کیا جا رہا ہے۔ ۱۲ مرتب)

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ)

۱..... ایک زمانہ میں حیدر آباد کن کو اس مقصد کے لئے بہترین جگہ تصور کیا گیا لیکن خدا کی کر دہد رحمتیں ہوں الیاس برنی مرحوم اور دوسرے اہل حق پر جنہوں نے اس سازش کے خلاف بند باندھا۔

۲..... پھر کشمیر کی طرف نگاہیں۔ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد کے نام پر کشمیر کمیٹی کا قیام، موسیو بشیر الدین کا اس کا صدر بننا اور بقول الفضل ۱۶ جون ۱۹۳۱ء ہار ہار کشمیر جاؤ۔ اس سلسلہ کے مختلف کڑیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت کرے۔ دارالعلوم دیوبند کے رئیس الاسلام تاجہ اشخ محمد انور شاہ کشمیری کو جن کی نگاہ بصیرت مرزا کی سازش کو تازگی۔ اور علامہ اقبال مرحوم کو سمجھا کر آمادہ کیا۔ جس سے اقبال نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا اور یہ کمیٹی برہاد ہو گئی۔ نیز متحدہ ہندوستان کی مجلس واپس سازش کو پروان نہ چڑھنے دیا اور اس طرح مرزائیوں کا یہ منصوبہ خاک میں مل گیا۔ ان تفصیلات کے لئے مجلس احرار کے بیدار معزز رہنما مرحوم ماسٹر تاج الدین کا کتابچہ ”احرار اور تحریک کشمیر“ نیز محمد احمد خان صاحب کی کتاب ”اقبال کا سیاسی کارنامہ“ قابل مطالعہ ہیں۔

۳..... تقسیم کے بعد بلوچستان پر قبضہ کا منصوبہ (جس کی فضیلت متن میں موجود ہیں) جنرل گریسی کے ذریعہ فوج پر مسلط ہونے کے خواب اور پنڈی سازش کیس سب اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

۴..... مرزائیوں کا وقفہ وقفہ سے اپنے اقتدار کی دھمکیاں دینا اور منصوبہ بندی کرنا۔ جس کی ایک جھلک لندن میں مرزائی کنونشن منعقدہ ۳ اگست ۲۵ء میں دیکھی جاسکتی ہے، بھی اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ درحقیقت یہ سب پاپڑ برطانوی سامراج کے سب سے بڑے مہرے اور اپنے یک چشم انگریزی نبی کے اس ارشاد کی تکمیل کے لئے بیلنے پڑے جو الفضل ج ۶ شمارہ ۳۲ میں موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں مہدی موعود اور گورنمنٹ برطانیہ میری وہ تلوار ہے جس کے مقابلے میں ان علماء کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ پھر ہم احمدیوں کو اس فتح (بغداد) سے کیوں خوشی نہ ہو۔ عراق، عرب ہو یا شام، ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان تفصیلی معروضات کی روشنی میں بلوچستان پر مرزائی قبضہ کی آرزو کی وجہ جواز آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی۔ کاش پاکستانی اربابِ حل و عقد مرزائی ریشہ وائینوں کو سمجھتے؟

”برٹش بلوچستان جواب پاک بلوچستان ہے کی کل آبادی پانچ یا چھ لاکھ ہے۔ یہ آبادی اگرچہ دوسرے صوبوں کی آبادی سے کم ہے۔ مگر بوجہ ایک پونٹ ہونے کے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دنیا میں جیسے افراد کی قیمت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر امریکہ کا کانشی ٹیوشن ہے۔ وہاں سٹیشن سینٹ کے لئے اپنے ممبر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کسی اسٹیٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔ سب سٹیشن کی طرف سے برابر ممبر لئے جاتے ہیں۔ غرض بلوچستان کی آبادی ۶۰۵ لاکھ ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک پونٹ ہے۔ اس لئے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے۔ لیکن تھوڑے آدمیوں کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔ پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلد احمدی بنایا جاسکتا ہے۔ یاد رکھو تبلیغ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہماری (Base) مضبوط نہ ہو۔ پہلے بیک مضبوط ہو تو پھر تبلیغ پھیلتی ہے۔ بس پہلے اپنی بیک مضبوط کر لو۔ کسی نہ کسی جگہ اپنی بیس بنالو۔ کسی ملک میں ہی بنالو..... اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے۔ اور یہ بڑی آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔“

(خطبہ موسیٰ بشیر الدین بمقام کوئٹہ مندرجہ الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۶۸ء)

مولانا نے فرمایا کہ مرزا کے اس اعلان کے بعد میں اور قاضی صاحب مرحوم کو سنبھل گئے۔ علماء کو اکٹھا کیا اور مرزا اہیت کے اصلی چہرے کو بے نقاب کر کے علماء کو متنبہ کیا۔ رات جلسہ عام میں ہم دونوں کی تقریر ہوئی۔ تقریر کیا ہوئی۔ پورے صوبہ میں مرزائیوں کے خلاف آگ لگ گئی اور ہمیں فخر ہے کہ ہم نے ایک پوری آبادی کو مرزائی ہونے سے بچا لیا۔

مرزا محمود کی نعت اور غرور و تکبر کا یہ عالم تھا کہ جب کوئٹہ گیا تو لو جو ان مرزائی لڑکیاں زمین پر لٹائی گئیں اور دو قطاروں میں لڑکیوں کو اس طرح لٹایا گیا کہ ان کے سر بڑے ہوئے تھے اور ہال بچھے ہوئے تھے۔ مرزا محمود ان بالوں پر سے گزرا اور اس متکبرانہ انداز میں بلوچستان کو مرزائی صوبہ بنانے کا اعلان کیا۔

ہماری تقریر سے مرزائیوں کے خلاف سخت نفرت پھیل گئی۔ تھوڑے دنوں بعد مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم کو سنبھل کر تشریف لے گئے۔ ان کی تقریر کے دوران ایک مرزائی ڈاکٹر (اعلیٰ محمود نام تھا۔ ۱۲ مرتب) نے اٹھ کر کہا مولوی صاحب بکواس بند کرو۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ دو مسلمانوں نے اسے پکڑا۔ دور لے گئے اور مار مار کر ختم کر دیا اور فٹنٹا لے میں بہادی۔ باقی مجمع

امن و سکون سے بیٹھا تقریر سنتا رہا۔

مرزا محمود کو کینہ میں ہی تھا۔ پولیس نے اسے کہا کہ بہتر ہے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ مشتعل مسلمان تم پر برس پڑے تو ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ چنانچہ مرزا کو راتوں رات پولیس کے پہرہ میں وہاں سے لکھنا پڑا۔ اور مرزائی خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ وہ مسلمان دغا دیتے رہے اور کسی کو ان پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکی۔

۹..... مرزائی افسروں نے چنیوٹ میں اچھے قسم کے چندرہ سو مکانات خالی کرانے کا حکم دیا تاکہ مرزائیوں کو آباد کیا جاسکے۔ حالانکہ مکان الاٹ ہو چکے تھے۔ لئے پٹے مہاجرین بسیرا ڈال چکے تھے۔ گویا مرزائیوں نے اس شہر کو ایک مرزائی سٹیٹ بنانے کا منصوبہ بنایا۔ میں چنیوٹ گیا۔ تقریر کے دوران عہد لیا کہ ہماری لاشیں تو نکالی جاسکتی ہیں۔ زندہ ان مکانوں سے ہم نہ نکلیں گے۔ اس طرح خداوند قدوس نے یہاں بھی مرزائیوں کو رسوا کیا۔

یہ ساری تفصیل مرزائیوں کے کردار کو سمجھنے کے لئے کافی ہے اور اس سے مظلوم ہو جائے گا کہ مرزائی ملک میں کیا گل کھلاتا چاہتے ہیں۔ مرزائیوں کی دسیسہ کاریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے امیر شریعت مرحوم نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنا ڈالی تھی جس نے الحمد للہ تعالیٰ بے سرو سامانی کے عالم میں مختلف مواقع پر ملک کو مرزائی سازشوں سے بچایا ہے۔ مجلس نے پانی پانی جوڑ کر اب دفتر تعمیر کیا ہے۔ تاہم مرزائیت کا مقابلہ کرنے کے لئے مادی اعتبار سے جو ضروریات ہیں وہ اب بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ محض حضور خاتم النبیین ﷺ کی ختم الرسل نبی کا صدقہ ہے کہ اس بے سرو سامان کے عالم میں بھی گاڑی چل رہی ہے۔

مولانا نے ملک کے ہر طبقہ سے اپیل کی کہ وہ اپنی اپنی جگہ ختم نبوت کے مبلغ بن جائیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر انشاء اللہ مرزائیوں کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ آپ نے افسوس کا اظہار کیا کہ سرکاری افسر مرزائی نبوت کے مرکز ربوہ کے پاسمان بنے ہوئے ہیں۔ جس کے سبب وہاں کی پراسرار سرگرمیاں منظر عام پر نہیں آسکتیں۔ اگر ان سرکاری افسروں کو بھی تین سو تین کی طرح جرموں کے کٹہرے میں کھڑا کر کے ان کی ملک دشمن سرگرمیوں کے پیش نظر برطرف کر دیا جائے تو ربوہ کا وجود چند لمحے بھی باقی نہ رہ سکے گا۔

آپ نے تقریر کے آخر میں ایک بار پھر اپیل کی کہ ہر کہہ و کہہ کو ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں آ جانا چاہئے۔ اس طرح ہم لوگ محمدی سرکار کی شفاعت کے مستحق بن جائیں گے۔

چنانچہ رئیس المحدثین سید الاساتذہ حضرت العلام سید انور شاہ کشمیریؒ نے آخری عمر میں دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ اور طلبہ کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر شفاعت نبی علیہ السلام درکار ہے تو امت محمدیہ کو دشمنان ختم نبوت سے بچاؤ۔

اسی طرح آپ نے ایک دوسرا واقعہ ارشاد فرمایا کہ تحریک مقدسہ کے دوران ایک عورت اپنے خاوند کو روکتی تھی کہ تحریک میں شامل نہ ہو۔ لیکن سیدۃ النساء اہل البیت حضرت فاطمہؓ خواب میں تشریف لائیں اور نہایت غصے میں فرمایا کہ میرے اہاجی کی عزت کا مسئلہ ہے اور تم اپنے خاوند کو روکتی ہو۔ چنانچہ اس عورت نے معافی مانگی اور خاوند کو جیل بھیج دیا۔ حضرت خاتون جنت نے اسے بشارت بھی دی کہ انشاء اللہ تیرا خاوند جلدی آ جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ان واقعات کے اظہار کا مقصد یہ ہے کہ یہ کوئی دنیوی کام نہیں بلکہ خالص دینی کام ہے اور اس کام میں معاونت و شرکت رضا الہی کا سب سے بڑا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

حضرت مولانا کی تقریر حواشی اور احقر کے قلم سے لکھا ہوا ابتدائیہ ملاحظہ فرمانے کے بعد ہر آدمی رئیس الاحرار چودھری افضل حق مرحوم کی اس رائے کو درست تسلیم کرے گا کہ ”مرزائی برٹش امپیریلزم“ کے کھلے ایجنٹ ہیں۔ مسلمانوں کی جمعیت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا ان کا مشن ہے۔ وہ اعلیٰ طبقہ کا ذہن رکھتے ہیں۔ ارد گرد کی غریب آبادیوں کا بایںکاٹ کرنا اور دوسرے ذریعوں سے انہیں مرعوب کرنا ان کا وعدہ ہے۔ اور وہ مسلمانوں میں بطور فقہ کالم کام کرتے ہیں (تاریخ احرار ص ۱۸۰) اور جب یہ درست ہے تو انہیں اقلیت قرار دینے میں کون سا عذر ہے؟ کیا ارباب حل و عقد اس مسئلہ پر سنجیدگی سے توجہ دیں گے۔

تقریر حضرت مولانا محمد علی جالندھری

کی مسجد گجرانوالہ شہر ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۶ء

خطبہ مسنونہ کے بعد مولانا نے درج ذیل آیت تلاوت فرمائی۔

”اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم الا یہ“

اس کے بعد فرمایا کہ میں ۱۹۳۲ء میں احرار کانفرنس میں شمولیت کی غرض سے ملتان آیا تھا ان دنوں مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی مرحوم جیل میں تھے۔ تقریر کے بعد دوستوں نے جیل میں مولانا سے درخواست کی۔ انہوں نے حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے درخواست کی۔ اس طرح بزرگوں کے حکم سے مجھے ملتان میں قیام پذیر ہونا پڑا۔ مدرسہ بنایا اور وہیں کام شروع کر دیا اور جب ۱۹۳۷ء میں مدرسہ خیر المدارس جالندھر سے ملتان آیا تو اپنا مدرسہ ختم کر کے اس میں مدغم کر دیا۔ اس وقت سے اہل ملتان سے وعدہ کیا کہ کچھ بھی ہو، جمعہ ملتان میں ہی پڑھاؤں گا اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اگر جمعہ بھی وہاں نہ پڑھاؤں تو پھر اہل ملتان بالکل محروم رہتے ہیں۔ یہ تو درست ہے کہ میں ملتان میں کوئی باضابطہ خطیب نہیں۔ نہ تنخواہ کا سلسلہ ہے۔ البتہ ایک وعدہ ہے۔ جس کا ایفاء کر رہا ہوں۔

پھر یہ کہ تقسیم کے بعد شاہ جی مرحوم ملتان تشریف لائے۔ مرکزی دفتر بھی ملتان ہی قائم ہوا۔ اس لئے اس وعدہ کے ایفاء کے لئے مزید سامان پیدا ہو گئے۔ ۱۹۳۲ء سے لے کر اب تک سلسلہ ایسے ہی چل رہا ہے۔ دوران سفر کتنا ہی دور کیوں نہ ہوں۔ جمعہ کو ہر حال میں وہاں پہنچتا ہوں۔ آپ لوگوں نے ایک دینی جذبہ کے تحت یہ مسجد بنائی۔ اسکی خوشی میں ۳۳ سالہ روایت چھوڑ کر جمعہ کو یہاں چلا آیا۔ جب کہ احرار اور مجلس ختم نبوت کی کانفرنسوں میں بھی اصرار کے باوجود کبھی جمعہ نہیں دیا۔ بس اس مسجد کی خوشی اور آپ کی قربانی، شوق اور تڑپ کی قدر کرتے ہوئے حاضر ہو گیا ہوں۔ خدا اس حاضری کو قبول فرمائے اور آپ کی قربانی کو قبول فرما کر روزِ حشر اجرِ جزیل سے نوازے۔ (آمین) حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے دن کچھ مل گیا تو بیڑا پار ہو جائے گا۔

جب لڑکی کی شادی ہوتی ہے تو ماں بنا سنوار کر رخصت کرتی ہے۔ سمجھا کر بھیجتی ہے کہ بیٹی نیا گھر ہے۔ ہوش اور عقل سے رہنا ان سادی چیزوں کے باوجود اگر خاوند کو پسند نہ آئے تو کوئی فائدہ نہیں، خاوند کو پسند آگئی تو پھر سب ٹھیک ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو کوئی عمل پسند آ گیا تو بات بن جائے گی۔ ورنہ بتائی ورنہ ہادی ہے۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منها)

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ پر مقدمہ چلا، جہاز میں گرفتار ہوئے، مالٹا میں اسیر ہوئے۔ (حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت کو شیخ الہند کہنے والے ان سے انصاف نہیں کرتے۔ ان کا اصل نام شیخ العرب والعم ہے۔) انگریزی حکومت سزائے موت کا

فیصلہ کر چکی تھی اس لئے کہ ان کا جرم انگریز کے نزدیک بڑا سنگین تھا۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مرحوم نے سفر نامہ اسیر مالٹا کے عنوان سے کچھ لکھا ہے۔ جس سے کچھ ارشادات ملتے ہیں۔ حضرت کی سکیم یہ تھی کہ انگریز کو نکالا جائے۔ فوج افغانستان کی ہو، جرنیل ترک ہوں۔ وہ باہر سے حملہ کریں اور اندر سے بغاوت کر دی جائے۔ امر وٹ شریف (سندھ) دین پور شریف (رحیم یار خان) کھڈہ کراچی، رائے پور شریف وغیرہ بغاوت کے خفیہ مراکز تھے۔ لیکن اللہ کو ابھی منظور نہ تھا۔ راز افشاء ہو گیا۔ سکیم نفل ہو گئی۔ اسی سکیم کے تحت حضرت شیخ نے امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کو پیر دن ملک بھیجا۔ انگریز کو اس کا پتہ چل گیا ادھر کسی نام نہاد بغدادی مسلمان نے افغانستان اور انگریز کی صلح کرادی۔ نتیجتاً مولانا سندھی افغانستان سے نکالے گئے۔ ان کو کہیں جگہ نہ ملی۔ پھرتے پھرتے جاز تشریف لے گئے۔ ادھر حضرت شیخ الہند انتقال کر گئے۔ مولانا سندھی کو بڑی دیر بعد اٹھایا آنے کی اجازت ملی۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت کی سکیم انتہائی سخت تھی۔ اس بناء پر سزائے موت کا فیصلہ ہوا۔ مالٹا میں پانچ ساتھیوں کو علیحدہ علیحدہ کال کوٹھڑیوں میں رکھا گیا۔ (یعنی حضرت شیخ الہند، حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی، حضرت مولانا حکیم نصرت حسین، حضرت مولانا وحید احمد مدنی اور حضرت مولانا عزیز گل صاحب عظیم سقا کوٹ ضلع مردان زید محمد ہم ۱۲ مرتب) ادھر اٹھایا میں اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ انگریز کے خلاف نفرت بڑھی تو مصلحتاً سزائے موت کو منسوخ کر دیا گیا۔ حضرات کو کوٹھڑیوں سے نکال کر ایک میدان میں جمع کیا گیا۔ جس کے ارد گرد خاردار تاروں کی باڑ تھی۔ خدام نے حضرت شیخ کی نقابت و کمزوری کو دیکھا تو بھانپ گئے کہ اتنے دن آپ نے کچھ کھایا پیا نہیں پوچھنے پر آپ نے تعذیب فرمائی پھر جب سوال ہوا کہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا بھائی غم اس بات کا تھا کہ مجرم تو میں تھا تم بلا وجہ مفت میں ساتھ لائے گئے۔ دوسرا یہ کہ میں تو بوڑھا ہو چکا ہوں۔ عمر طبعی پوری ہو چکی تم جوان ہو میری وجہ سے بیوی بچوں سے علیحدہ کئے گئے ہو تم نے ابھی زندگی کی بہاریں بھی نہیں دیکھیں۔ یہ سن کر مولانا عزیز گل نے عرض کیا۔ حضرت آپ بھی عجیب آدمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان جاری تھی۔ تو غم کیسا؟ حضرت نے فرمایا کیا کہتے ہو؟ اللہ کی راہ میں جان، جان دینے والا دے دے اور مالک کہے کہ مجھے منظور نہیں تو پھر؟ مقصد یہ ہے کہ تکبر وغرور نہیں ہونا چاہئے۔ کوئی کام ہو جائے تو اس کی عنایت سمجھ کر اس کا شکر بجالانا چاہئے۔ اس لئے کہ۔

جان دی دی ہوئی اس کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

چنانچہ حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا اس کی عمر پانچ سو سال تھی۔ اس پر تعجب نہ ہونا چاہئے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کی عمر ۹۵۰ سال تھی۔ ساڑھے نو سو برس تبلیغ کی شروع میں قد اور عرس بڑی تھیں۔ بعد میں کمی ہوتی چلی گئیں۔ الغرض وہ بنی اسرائیل جزیرہ سمندر میں رہتا۔ وہاں نہ کھانا تھا نہ بیٹھاپانی حق تعالیٰ نے وہاں اس کے لئے انار کا درخت اگا دیا۔ (یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ”عرفت ربی بفسخ العزائم“ یعنی میں نے اپنے رب کو جب پہچانا جب میرے ارادے پورے نہ ہوئے۔ ارادے پورے نہ ہوں اور بلا اسباب انتظام ہو جائے سب اس کے قبضہ میں ہے۔ انار کے درخت کے ساتھ کھارے پانی میں سے شیریں چشم اٹل پڑا۔ پھر شان ربی یہ کہ انار بارہ ماہ پیدا ہوتے یہ شخص انار کھاتا پانی پیتا اور عبادت کرتا۔ یہ شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو حکم ہوگا جاتے اپنی رحمت سے بخش دیا۔

وہ کھڑا رہے گا جائے گا نہیں۔ سوال ہوگا جاتا کیوں نہیں؟ عرض کرے گا کہ تو نے اپنی رحمت سے بخشا ہے تو پانچ سو سال کی عبادت کہاں گئی؟ اللہ میاں فرمائیں گے تجھے نجات مقصود تھی مل گئی۔ بحث نہ کر معافی مل گئی۔ قیمت سمجھ کر چلا جا۔ وہ نہ مانے گا تو حساب ہوگا حکم ہوگا کہ جہاں تو تھا تیری خاطر شیریں پانی اور انار کا انتظام کیا تو نے کھایا تو عبادت کا معاملہ برابر ہو گیا۔ اس کے علاوہ پیدائش شکل و صورت وغیرہ کے احسانات تو اس کا بدلہ کیا ہے؟ حکم ہوگا کہ جہنم میں ڈال دو اور اب شور مچائے گا اور رحمت رب کا واسطہ دے کر معافی کی التجا کرے گا۔ لیٹ جائے گا۔ چنانچہ پھر بخشش کا حکم ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ عبادت اس کا حکم ہے ورنہ احسانات کا بدلہ کیسے ملے گا؟

جان دی، دی ہوئی اس کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آپ نے ایک نیکی کا کام کیا (یعنی راتوں رات مسجد بنائی) خدا مساجد کو آباد کرنے کی توفیق دے۔ تعمیر مساجد مومنوں کا کام ہے۔ ”انما یعمر مساجد اللہ لایہ“ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے مسجد بنائی حق تعالیٰ اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔ آپ نے یہ نیکی کی۔ اس پر خدا کا شکر کریں کہ یہ سب کچھ اس کی توفیق سے ہوا ورنہ بغیر اس کی توفیق کچھ بھی نہیں

ہو سکتا۔ اس تمہید کے بعد میں اس آیت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو میں نے تلاوت کی۔ اس آیت کا شان نزول سمجھنا ضروری ہے۔ کسی آیت کے اترنے کا کوئی سبب ہوتا ہے۔ اس کو شان نزول کہتے ہیں۔ یا مثلاً کسی واقعہ پر کوئی آیت اتری تو وہ واقعہ اس آیت کا شان نزول کہلائے گا۔

مثال نمبر ۱..... سورہ نور میں کچھ آیات ہیں۔ عبد اللہ بن ابی کی جماعت نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ پر بہتان باندھا۔ حضرت مسیحؑ حضرت حسانؓ جیسے طلحہ مسلمان پر دیکھنے کا شکار ہو گئے۔ (اللہ تعالیٰ بہتان سے محفوظ رکھے) حضرت عائشہؓ کی صفائی میں اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائیں تو گویا یہ واقعہ ان آیات کا شان نزول ہے۔

مثال نمبر ۲..... کفار کے مالدار طبقہ نے کہا کہ اے پیغمبر ہم تیری باتیں بھی نہیں گے۔ تیرے پاس بیٹھے کو بھی تیار ہیں۔ بشرطیکہ یہ غریب لوگ جو آپ کے پاس بیٹھے ہیں۔ ان سے علیحدہ ہمارے لئے وقت مقرر کر دیں۔ نبی رحمت جو لوگ کے ایمان کے حریص تھے اور دنیا کو عذاب خداوندی سے بچانا چاہتے تھے، نے اسے قیمت سمجھ کر اوقات مقرر فرمادیئے اور صحابہؓ سے فرما دیا تم تو میرے ہو، ہر وقت میرے پاس رہتے ہو۔ ذرا علیحدہ ہو جایا کرو۔ ان سے باتیں کر لو۔ شاید یہ اسلام قبول کر لیں۔ ایک دن آپ نے ان سے معروف گفتگو تھے کہ نبیؐ صحابی حضرت اللہ بن ام مکتومؓ تشریف لائے۔ حضرت نبی علیہ السلام کو ان کا آپسند نہ آیا۔ ناپسندیدگی کے آثار چہرے پر ظاہر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”عبس وتولى وتوفى لایہ“ تو گویا اس سورہ کا شان نزول حضرت ابن ام مکتومؓ کی آمد ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خدا کی جھڑک ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ حضور علیہ السلام اس کے بعد جب ابن ام مکتومؓ تشریف لاتے تو فرماتے ”مرحبا بمن اعتقبنى ربى“ ”لوگ ترجمہ کرتے ہیں کہ: ”مبارک ہو تجھے تیرے سبب میرے رب نے مجھے جھڑکا۔“ حضرت ابن ام مکتومؓ عرض کرتے یا رسول اللہ! یہ نہ فرمایا کریں۔ حالانکہ یہ ترجمہ مناسب نہیں اور مجھے اعتراف ہے کہ ابھی اردو زبان نشہ ہے۔ ہمارے امیر شریعت مرحوم ماہر مترجم قرآن تھے۔ وہ پنجابی میں ترجمہ کرتے ”مبارک ہووے تینوں تیری وجہ تو مینوں میرے رب نے مہنہ دتا۔ جو لوگ پنجابی ادب سے واقف ہیں۔ وہ اس ترجمہ سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ مہنہ میں محبت بھرہ شکوہ ہوتا ہے اور ایک خاص قسم کی لطافت جب کہ جھڑکنا بڑا سخت لفظ ہے۔“

ایسے ہی اللہ الصمد کا معنی لوگ کرتے ہیں۔ اللہ بے نیاز ہے حالانکہ یہ ترجمہ نامکمل

ہے۔ پورا ترجمہ یہ ہے ایسی ذات جو کسی کی محتاج نہ ہو اور سب اس کے محتاج ہو۔ ہندی میں اس کا متبادل لفظ موجود ہے۔ جس کو حضرت شاہ عبدالقادر مرحوم نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے کہ اللہ نرا دھار ہے۔

مثال نمبر ۳..... ثعلبہ بن ابی حاطب نے عرض کیا: یا رسول اللہ میرے والد ارہو نے کی دعا فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ والد ارہو کر خدا کی راہ میں خرچ نہ کرنا اس سے غربت بہتر ہے۔ عرض کی یا رسول اللہ خرچ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کٹھن مسئلہ ہے۔ سوچ لو! تین دفعہ اس نے کہا حضور علیہ السلام نے اسی طرح تلقین فرمائی۔ آخر دعا کی، وہ والد ارہو گیا۔ جنگل کے جنگل اس کے قبضہ میں اور ہر جگہ بکریاں چر رہی تھیں۔ جب اللہ میاں نے جانوروں کی زکوٰۃ کا حکم دیا تو نبی علیہ السلام نے سفیر روانہ فرمائے۔ ثعلبہ نے کہا زکوٰۃ کیسی؟ سفراء نے عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اس نے ثبوت مانگا ثبوت ملا تو کہنے لگا۔ اچھا کافروں پر جو ٹکس تھا۔ وہ اب ہم پر بھی لاگو ہو گیا۔ انکار کر دیا اور کچھ نہ دیا۔ اس پر آیت اتری: ”وَمِنْهُمْ مَّا عَاهَدَ اللَّهُ لَنُؤْتِيَنَّهُمْ مِنْ فَضْلِهِ لَنُصَدِّقُنَّ وَلَنُكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا آتَاهُمْ مِنْ فَضْلِهِمْ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ (توبہ)“ یعنی کچھ لوگ اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ خدا نے ہمیں دیا تو ہم صدقہ دیں گے اور نیکو کار ہو جائیں گے۔ لیکن جب خدا نے انہیں نوازا تو بخل سے کام لیا اور پھر گئے (مفہوم ترجمہ) تو گویا آیات ثعلبہ کے قصہ کا شان نزول ہے۔

شان نزول کا مطلب سمجھ جانے کے بعد اب اس آیت مبارکہ (ملکان محمد لایہ) کا شان نزول سماعت فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے جو امیری غریبی کا فرق مٹانے اور نیکی بدی کا حقیقی مفہوم سمجھانے کا تہیہ کیا تو آپ ﷺ نے اپنے جتنی غلام حضرت زیدؓ سے اپنی پھوپھی زاد بہن اور قریشی خاندان کے ہا عزت خاتون حضرت زینبؓ کا نکاح کر دیا۔ اسلام کی حقیقی مساوات کا عملی نمونہ یہ تھا کہ بنو ہاشم کی لڑکی کو غلام کے حوالہ عقد میں دے دیا۔ آخر میاں بیوی کی بچہ نہ سکی تو آپ نے ایک دفعہ تو صلح کرادی۔ لیکن بالآخر معاملہ انقطاع کلی پر جا کر اختتام پذیر ہوا۔ طلاق کے بعد حکم خداوندی کے پیش نظر آپ نے خود نکاح کر لیا۔

عرب کے دواج کے پیش نظر جتنی کے وہی حقوق تھے جو حقیقی بیٹے کے ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اس غلام کو مٹانے کی خاطر پیغمبر کے ذریعہ اصلاحی منصوبہ بنایا اور نکاح کر دیا۔ اس ترکیب سے جہاں غلام رسم مٹی اور حضرت زینبؓ کے دکھ کا مداوا ہو گیا۔ وہاں کفار کا شور مچانا لایہدی تھا۔ کہنے لگے کہ دیکھو یہ نبی ہے۔ جس نے اپنی مطلقہ بہو سے نکاح کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس

الزام کا جواب دیا اور فرمایا ”مساکن محمداً ابا احد من رجالکم“ یعنی محمد علیہ السلام تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادگان جناب قاسم، طیب، طاہر۔ ابراہیم علیہم الرضوان تو بچپن میں انتقال فرما گئے۔ ان کی تو شادیاں نہیں ہوئیں۔ اور ان کے علاوہ بیٹا نہیں۔ جب بیٹا نہیں تو بہو کیسی؟ حضرت امیر شریعت فرمایا کرتے تھے کہ یوسف علیہ السلام کی صفائی جناب صیسی علیہ السلام نے دی۔ لیکن جب حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی یا محمد مصطفیٰ علیہ السلام پر تہمت لگی تو خدا خود کٹہرے میں آیا اور صفائی دی۔ ”ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء“

چنانچہ آیت مبارکہ کے اس کٹہرے کے نزول کے بعد کافروں نے بغلیں بجائیں کہ خدا کہہ رہا ہے۔ اس کا لڑکا کوئی نہیں۔ اس لئے اس کے بعد اس کا نام کون لے گا۔ اولاد ہی نہیں تو نام کیسا؟ جلدی جان چھوٹ جائے گی۔ اس پر اگلا کھڑا نازل ہوا ”ولکن رسول اللہ“، نبی اولاد نہ سہی، روحانی تو ہے۔ اس لئے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یعنی بغلیں نہ بجائے کہ محمد ﷺ کے بعد اس کا نام لیا کوئی نہ ہوگا۔ اولاد تو خلف ہو کر باپ کا نام مٹانے کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔ یہاں تو امت ہوگی اور نام لے گی۔ کافر پریشان تو ہوئے لیکن تسلی خاطر کے لئے کہنے لگے کہ رسول ہوا تو کیا ہوا جب تک ہی نام لیا ہوں گے۔ جب تک دوسرا نہیں آ جاتا جب دوسرا آ جائے گا تو پھر جان چھوٹ جائے گی۔

اس پر ارشاد ہوا ”وخاتم النبیین“ یعنی قیامت تک یہی ہے دوسرے کے آنے کا سوال ہی نہیں۔ اب ہمیشہ کے لئے اسی کا نام لیا جائے گا۔ اب نئی کتب کعبہ و قبلہ سب آخری ہیں۔ معاملہ ہی ختم ہے۔ گویا آیت کے تین کٹہرے ہیں اور ہر کٹہرے کا شان نزول جدا جدا ہے اور مقصد یہ ہوا کہ محمد مدنی علیہ السلام کے بعد نبی بنانے کی مشین ہی ختم ہے۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

افسوس یہ ہے کہ سارقان ختم نبوت کے سرخیل مرزا غلام احمد قادیانی کی خرافات کو مٹھائی کا نام دیا جاتا ہے اور ہماری مدافعت کو گالی کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قصور مرزا کا ہے اور مرزائی ہم سے لڑتے ہیں۔ میں مرزائیوں سے کہتا ہوں کہ ہم سے نہ لڑو بلکہ اپنے حضرت صاحب کو سمجھاؤ کہ یا تو محمد ﷺ سے پہلے پیدا ہو جاتا۔ اگر نبوت کا شوق تھا اور یا اس دنیا کو ختم ہو جانے دو ہم بھی ختم ہو جائیں تو دوسری دنیا میں آ جانا پھر نہ ہم ہوں گے نہ لڑائی ہوگی۔

ایک ضروری بات

نام سے سمجھ آ جاتی ہے کہ فلاں کون ہے۔ مثلاً حافظ جی سے پتہ چلے گا کہ فلاں حافظ ہے وغیرہ۔ اسی طرح بغیر کی دو قسمیں ہیں۔

.....۱ وہ نئی جسے جدید کتاب ملے۔

.....۲ وہ نئی جسے جدید کتاب نہ ملے بلکہ حکم ہو کہ پہلی کی کتاب ہی تیری کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيْهَا هُدًى وَ نُوْرٌ بِحَكْمِ بَہَا السَّنْبِيْیُوْنَ لَا اَیْتٌ مَّقْعَدِیْہِہٖہٗ کہ تورات نازل تو ہوئی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر لیکن اس کے ذریعے فیصلے کئی انبیاء کرتے تھے۔ کتاب والے انبیاء کی صحیح تعداد معلوم نہیں تین سو کے قریب کہا جاتا ہے۔ نئی کا لفظ عام ہے۔ صاحب کتاب کو بھی شامل ہے اور جسے کتاب نہیں ملی اسے بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے برعکس لفظ رسول خاص ہے۔ یعنی جسے کتاب ملی۔

آیت کریمہ میں اللہ میاں نے رسول اللہ کہہ کر حضرت محمد علیہ السلام کے صاحب کتاب ہونے کی خبر دی۔ اور خاتم النبیین کہہ کر اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ رسول عربی دونوں قسم کے انبیاء کے خاتم ہیں۔ اس لئے کہ نئی دونوں قسم کے پیغمبروں کو کہا جاتا ہے۔

مرزا کہتا ہے کہ کتاب والے تو ختم ہو گئے۔ لیکن بغیر کتاب والوں کا سلسلہ جاری ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ جس طرح ماضی کا عالم ہے۔ مستقبل کا بھی ہے۔ اس لئے خدا نے خاتم النبیین فرمایا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ مرزا کی طرح کتنے ہی کذاب و دجال آئیں گے۔ اور دھوکہ دیں گے۔ اس لئے خاتم المرسلین کے بجائے خاتم النبیین فرما کر دھوکہ بازوں کے لئے موقع ہی باقی نہ چھوڑا۔ اور یہ اس لئے ہوا کہ مولیٰ کریم حکیم ہیں۔ اور قاعدہ ہے کہ ”فَعَلَ الْحَکِیْمُ لَا یَخْلُو عَنْ الْحَکْمَةِ“

تو حکیم مطلق جل وعلیٰ مجدد نے اپنی حکمت بالغہ کے پیش نظر جھوٹ اور مکر کی بنیاد ہی ختم کر دی۔ اللہ تعالیٰ راہ حق پر چلنے کی توفیق بخشے اور خاتم النبیین ﷺ کے دامن اقدس سے سچی وابستگی نصیب فرمائے اور حضور علیہ السلام کی شفاعت سے نوازے۔

خاکہائے اکابر دیوبند۔ احقر محمد سعید الرحمن علوی، خلیفہ مرکزی مسجد حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) التماس..... قارئین سے التماس ہے کہ ان شہ پاروں کے مطالعہ سے جب لذت قلب و نظر حاصل کریں تو بندۂ ناجز کی بہن بھائیوں اور والدین و اعزہ سمیت ان کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ خداوند قدوس خدمت دین کی توفیق مرحمت فرمائے اور خاتمہ ہالایمان نصیب فرمائے۔

علوی عطاء اللہ تعالیٰ عنہ!